سلسلۂ تصوف نمبر ۹۲

اردو ترجمہ کتاب

مکتوبات امام ربانی مجدد الف ثانی

نقشبندی سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

مع سوانح عمری

دفتر اول

مترجمہ

جناب عالم نبیل و فاضل جلیل حاجی مفتی حضرت مولوی قاضی عالم الدین صاحب
خلیفہ مجاز حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین فخر خاندان عالیہ نقشبندیہ مجددیہ
مقبول الٰہی الرحیم حضرت خواجہ حاجی حافظ محمد عبدالکریم سلمہ ربہ

جس کو

ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ... تاجران کتب قومی

نقشبندیہ

بازار کشمیری

لاہور

بصرف کثیر بامحاورہ اردو ترجمہ کرا کر

... لاہور ... چھپوایا

قیمت مجلد ...

[illegible] پاس ... کتابیں [illegible]

اردو ترجمہ کتاب نفحات الانس

یہ بے نظیر کتاب حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی اعلےٰ تصنیفات میں سے ہے حضرت موصوف کی تصنیف کسی تعریف کی محتاج نہیں اس کتاب میں حضرت نے تمام اولیاء اللہ کے حالات مع اُن کی کرامات کے تفصیل قلمبند کئے ہیں اور جس طریقہ سے بیان ہوئے ہیں عجیب و غریب ہے کتاب ہذا میں مردان خدا کے علاوہ جو خاتونان باصفا اولیاء اللہ گذری ہیں اُن کے حالات بھی حضرت نے نہایت تحقیق سے لکھے ہیں اور سب اول مسائل تصوف پر ایک بردست بحث کی ہے نہایت سلیس بامحاورہ ترجمہ بصرف کثیر طالبان مولا کے لئے کرایا گیا ہے قیمت ۳

اُردو ترجمہ کتاب جواہر علویہ

اے نقشبند عالم نقش مرا ببند — نقشم چناں ببند کہ گویند نقشبند

یہ کتاب حضرت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین مولانا شاہ رؤف احمد صاحب نقشبندی مجددی خلیفہ خاص حضرت شاہ غلام علی صاحب نقشبندی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف سے ہے اس کتاب میں جناب مصنف علیہ الرحمۃ نے جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے لیکر حضرت شاہ غلام علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ تک بزرگان نقشبندیہ کے حالات قلمبند فرمائے ہیں قیمت ... ... ۱۲؍

اردو ترجمہ کتاب ہدایت الطالبین

اس متبرک کتاب میں حضرت برہان العاشقین قدوۃ السالکین فخر خاندان حضرات نقشبندیہ حضرت قبلہ عالم امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی فاروقی قدس سرہٗ کے تمام معمولات و عملیات تفصیل درج ہیں۔ جو ہر ایک نقشبندی کے لئے حرز جاں بنانے کے قابل ہیں۔ قیمت ... ... ۳؍

اُردو ترجمہ چہل مکتوب حضرت خواجہ عثمان جالندھری نقشبندی علیہ الرحمۃ

[illegible]

مضامین مکتوبات شریف امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دفتر اول

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دیباچہ از جانب طبع کنندہ

سب حمد و ثنا اُس خالق ارض و سما اور مالک ہر دو سرا کو ہے۔ جو اضداد سے بریٰ اور انداد سے منزہ ہے۔ وہ ایسی پاک ذات ہے کہ جس کے مقدس اسماء میں سے ایک صمد ہے۔ اُس کی ذات پاک لم یلد و لم یولد ہے۔ وہ مالک حنان اور جواد و منان ہے۔ وہ ایسا قادر مطلق ہے۔ کہ اپنے بے انتہا فضل و کرم سے اپنے برگزیدہ اور خاص بندوں کو صراط مستقیم پر چلاتا ہے۔ وہ ایسا حکیم حاذق ہے کہ رُوحانی بیماروں اور درد و فرقت کے ناتوانوں کو اپنے خاص قُرب و محبت کے دوائی خانہ سے وصال کا خاص الخاص شربت پلاتا ہے۔ زاہدوں، عابدوں، سالکوں، عارفوں اور اپنے دیدار کے طالبوں میں سے جنہیں اپنی طرف بلاتا ہے۔ انہیں اپنی راہنمائی اور مقبولیت کی وجہ سے طاعات و عبادات کی توفیق عنایت کر کے سلوک اور معرفت کا مزہ چکھاتا ہے۔ اپنے بیحد احسان عظیم سے اپنے ان مقبولوں کو عفت و عصمت کا بیش بہا قیمتی لباس پہناتا ہے۔ نیز اپنی تجلیات کاملہ کے اطوار سے اپنے پیاروں کے سینوں کو روشن و منور کرتا ہے۔ اور اپنی معرفت کے پُر اسرار خزانوں سے اُن کے دلوں کو مالا مال کرتا ہے ؛

اور درود نامحدود اس ہادی اکمل و رسُول بے بدل پر ہو جس کی شان پاک میں وَمَا اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْن۔ اللہ تبارک تعالےٰ نے نازل فرما کر دونوں جہان کی سرداری سے سرفراز فرمایا۔ یعنے ذات پاک احمد مجتبےٰ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و علےٰ آلہٖ و اصحابہٖ اجمعین۔ وہ وہ ذات پاک قدسی صفات ہے جس نے لاکھ در لاکھ خلق خدا کو کفر و ضلالت کے تنگ و تاریک گڑھوں سے نکال کر اوج تقرب ربانی پر پہنچایا۔ وہ وہ ذات ہے کہ جس کسی نے اُس کی متابعت میں باخلاص تمام دل لگایا۔ اُس نے دینی اور دنیاوی نعمتوں کو حاصل کیا۔ ظاہری باطنی خزانوں کا مالک بنا۔ رُوحانی اور ابدی لذتوں کا مزا پایا۔ وہ وہ ذات مقدس ہے کہ جس نے اس کی طرف عاجزی سے سر جھکایا۔ اُس نے دونوں جہانوں کے مخمصوں سے خلاصی حاصل کی۔ وہ وہ سرکار ہے۔ کہ جس کسی نے مشکل کے وقت دل سے اُس کی طرف رجُوع کیا۔ اس کی تمام مشکلات ایک پل میں آسان ہوئیں۔ وہ وہ عالی سرکار ہے۔ کہ جس کسی نے مصیبت اور پریشانی کے وقت حضور کو یاد فرمایا۔ فوراً اُسکی امداد کے لئے پہنچے۔ اور اُسے ان پریشانیوں سے نجات دی ؛

غرضیکہ اُس سرکار دالاتبار کے کیا کیا اوصاف اور محاسن بیان کئے جاویں۔ اس راہ میں بڑے بڑے فصیح و بلیغ اپنی عاجزی دکھا چکے ہیں۔ تو مجھ سے جیسے کم مایہ اور بے سرو سامان کا کچھ عرض کرنا سراسر گستاخی اور سوء ادب ہے۔ اس لئے میں اب ذیل میں چند اشعار نعتیہ لکھ کر پھر اسکو خدائے ہمام کے سپرد کرتا ہوں۔ اور وہ اشعار ایک سوختہ دل کے یہ ہیں :-

محمدؐ آبروئے گلشنِ عشق **اشعار** سراپا جسم او جان و تنِ عشق

ازو شد عاشقی و عشق پیدا | ہمہ سرِّ نہاں آمد ہویدا
محمدؐ مخزنِ اسرارِ عشق است | محمدؐ مطلع الانوارِ عشق است
بہارِ باغِ عشق آمد محمدؐ | مہ خوش داغِ عشق آمد محمدؐ
محمدؐ سر بسر نورِ ظہور است | سراپا جسم او خود جملہ نور است
محمدؐ را چہ گویم چشم بد دور | سپہرِ مہر را مہ است پُر نور
بہر یک ذرّہ نور او ست ساری | بہر گل لطف او بادِ بہاری
ازو سرسبز بستانِ محبت | ازو تازہ گلستانِ محبت
صد سلام از ما ہمہ ہر آن و ہر دم | ہم بر آل و صحب آں نبی و شیم

ہر سہ دفتر مکتوبات شریف کا اُردو ترجمہ

آج خدا کے فضل سے سات سال ہوئے۔ کہ سب سے پہلے مَیں نے سلسلہ کتب تصوف اُردو میں کتاب مقاصد السالکین کا ترجمہ کر کے شائع کیا تھا۔ الحمد للہ کہ اس کے بعد اس عرصہ سات سال میں کتب تصوف اُردو ترجمہ کا سلسلہ ترقی کرتا گیا۔ اور آج ایک سَو سے زیادہ کتابیں ترجمہ ہو کر چھپ چکی ہیں جن میں تینوں دفتر مکتوبات شریف کے بھی شامل ہیں۔ یہ عرض کر دینا شاید بے جا نہ ہوگا۔ کہ ان کتابوں کے ترجمہ کرانے میں مَیں نے کوشش بلیغ کی یا اپنی لیاقت اور کارگذاری سے اس قدر کامیابی حاصل کی۔ نہیں ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ محض فضل ربّانی اور امدادِ روحانی بزرگانِ عظام کی ہے۔ ورنہ من آنم کہ من دانم ؎

عرصہ چار سال کا ہوا ہے۔ کہ حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین مقبولِ درگاہ ربِّ علیم محبوب ربّ الرحیم حضرت حاجی مولانا حافظ محمد عبدالکریم نقشبندی مجددی سجادہ نشین راولپنڈی جو مجھ رُوسیاہ کے پیشوائے عالی مقام محبوبِ سبحانی مقبولِ درگاہ ربّانی منبع جود و سخا۔ ہادی راہ ہدا۔ سرتاج مشائخان سلسلہ نقشبندیہ حضرت قبلہ عالم حاجی خواجہ سید حسن شاہ آلو مہاروی قدس سرہٗ العزیز کے مرشد زادہ کی حیثیت میں۔ بتقریب عرس سرہند شریف تشریف فرما لاہور ہوئے۔ چونکہ مجھ روسیاہ کو اپنے طریقہ کے بزرگانِ عظام سے ایک خاص محبت ہے۔ اور میں اُنکی خدمت کو اپنا وسیلہ نجات جانتا ہوں۔ اور اُن کی قدمبوسی کو اپنا عفو تقصیرات کا موجب خیال کرتا ہوں۔ اس لئے اُنکی خدمت بابرکت میں قدمبوسی کو حاضر رہا۔ اور تحفہ کے طور پر چند کتب تصوف مطبوعہ کو حضرت قبلہ حافظ جی صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ حافظ صاحب قبلہ نے میرے سلسلہ مرشدی سے واقف ہو کر مجھ روسیاہ پر کمال شفقت و عنایت فرمائی۔ اور ان پیش کردہ کتابوں کو نہایت محبت اور شفقت سے قبول فرمایا۔ اثنائے گفتگو میں جناب قبلہ حافظ جی صاحب نے زبان مبارک سے فرمایا کہ کیا اچھا ہو جو ہر سہ دفتر مکتوبات شریف کا اردو ترجمہ بھی چھاپ دیا جائے اور اس کے ساتھ حضرت صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ ہم نے کچھ حصہ مکتوبات شریف کا ترجمہ کرا بھی لیا ہے۔ مگر اُس میں یہ نقص ہے۔ کہ وہ مولویانہ اُردو میں ہوا ہے اور وہ ترجمہ نہیں جیسے آجکل کے لوگ پسند کرتے ہیں۔ مَیں نے عرض کیا کہ جناب وہ ترجمہ عنایت فرما دیں

لیں دیکھنے کے اُس کی نسبت رائے قائم ہوسکتی ہے کہ آیا وہ قابل اشاعت بھی ہے کہ نہیں۔ چنانچہ حضرت مولوی محمد ثناء اللہ صاحب (جو حافظ صاحب قبلہ کے اکابر خلفائے عظام میں سے ہیں) فرمانے لگے۔ کہ وہ ترجمہ بالکل درست نہیں کیونکہ سرحدی مولوی صاحب کا ترجمہ ہے۔ آخر کار بہت سی بحث کے بعد حضرت قبلہ عالم حافظ صاحب نے فرمایا۔ کہ اگر ان مکتوبات شریف کا ترجمہ جناب مولوی قاضی عالم الدین صاحب مولوی فاضل (جو حضرت حافظ جی صاحب قبلہ کے بڑے اکابر اور پیارے خلیفہ ہیں) کریں۔ تو بہت خوب ہو۔ کیونکہ وہ بفضلِ خدا ہر طرح سے ترجمہ کرنے کے اہل ہیں۔ اور وہ نہایت عمدگی سے ترجمہ کرینگے۔ چنانچہ جناب قاضی صاحب موصوف اُس وقت تشریف فرما تھے۔ اور انہیں جناب قبلہ حافظ جی صاحب کے ارشاد پر سرِ تسلیم خم کرنا پڑا۔ اور نہایت خوشی سے انہوں نے یہ کام اپنے ذمہ لیا۔ اُن کی اس خدمت پر رضامندی ظاہر کرنے پر جناب حضرت قبلہ حافظ جی صاحب بہت خوش ہوئے۔ اور آپ نے اُن کی اس کامیابی کے لیئے دعا خیر فرمائی ۔

مکتوبات شریف کا ترجمہ کرنا کوئی آسان کام نہ تھا۔ ان مکتوبات شریف میں ایسے ایسے باریک مسائل پر بحث کی گئی ہے۔ جو عوام کے فہم اور ادراک سے بہت بالاتر ہیں۔ ان رموزات اور احوالات کو سوائے صاحب حال کے دوسرا مشکل سے سمجھ سکتا ہے۔ اور خصوصاً اس زمانہ میں تو یہ قحط الرّجال ہے۔ کہ مکتوبات شریف کی اصل عبارت فارسی کو بھی شاید ہی کوئی صاحب بآسانی پڑھ سکے۔ چہ جائیکہ ان کے مطالب و معارف سے واقفیت حاصل کرے۔ اس میں ذرہ بھر مبالغہ نہیں کہ مکتوبات شریف اپنی نظیر آپ ہیں۔ اور انکے مقابلہ میں کوئی کتاب تصوف اتک نہیں لکھی جا سکتی۔ اصل میں یہ ایک دریائے فیض ربانی تھا۔ جو حضرت امام صاحب رحمۃ اللہ کی زبان فیض ترجمان سے جاری ہوا۔ گویا اس میں جو کچھ حضرت نے درج فرمایا وہ بالکل الہام ہے۔ پھر ایسی کتاب کے ترجمہ کرنے میں حضرت مولانا قاضی صاحب کو جن جن مشکلات کا سامنا کرکے اس سے وہ عہدہ برآ ہوئے۔ یہ بس انہیں کا حصہ تھا اور میرا ایمان ہے کہ یہ ترجمہ بامداد روحانی بزرگانِ عالیمقام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے قاضی صاحب کے مبارک ہاتھوں سے سرانجام کو پہنچا۔ میری دلی دُعا ہے۔ کہ اللہ تبارک و تعالےٰ حضرت قاضی صاحب کو بتصدق ارواح بزرگانِ عالیہ نقشبند۔ بہ توجہ حضرت مرشدنا حافظ جی صاحب سلمہ ربہٗ مدارج اعلےٰ پر فائز المرام کرے اور انہیں اپنے خزانہ باطنی سے مالامال کرکے دُنیا و آخرت میں سرخروئی بخشے۔ آمین ثم آمین !

اس دیباچہ میں میرا خیال تھا۔ کہ جناب حضرت قبلہ حافظ جی صاحب کے ان احسانات اور عنایات باطنی کا (جو مجھ گنہگار پر غائبانہ طور پر فرما رہے ہیں) کچھ ذکر کروں اور حضرت حافظ جی صاحب قبلہ کے ایام سفر حجاز کی عنایات باطنیہ کا حال لکھوں۔ جو میں نے دیکھی ہیں یا مجھ پر گذری ہیں مگر میرے ارادہ سے حضرت قبلہ حافظ صاحب نے آگاہ ہوکر مجھے فرمایا کہ میری بابت کبھی کوئی ایسی بات نہ لکھنا جس سے میری ذات کی نسبت لوگوں کو کسی قسم کا خیال پیدا ہو یا میری شہرت کا موجب یا میرے نفس کی نازگی کا باعث ہو۔ بلکہ حضرت قبلہ نے فرمایا کہ من آنم کہ من دانم۔ اور جناب نے یہ بھی فرمایا۔ کہ اگر تم ایسا کروگے۔ تو پھر میں تم سے ناراض ہونگا۔ چنانچہ میں حضرت کے حکم کی تعمیل کرکے ان تصرفات باطنیہ کے لکھنے اور بیان کرنے سے اپنی قلم کو روکتا۔ اور زبان کو بند کرتا ہوں۔ مگر یہ تو میں بلا تردد عرض کرونگا۔ کہ حضرت قبلہ حافظ جی صاحب کی ذات بابرکات اس وقت بہت بڑی نعمت ہے۔

اللہ کریم حضرت قبلہ حافظ جی صاحب کی ذات الاصفات کو دیرگاہ قائم رکھے۔ اور طالبوں کو آپ کی ذات پاک سے مستفید فرماتا رہے۔ بعض حضرات کا شاید یہ خیال ہو کہ میں نے حافظ صاحب قبلہ کی بہت تعریف و توصیف بیان کی ہے۔ مگر کوئی میرے دل سے پوچھے حضرت صاحب قبلہ کی تعریف اس غرض سے نہیں کی گئی۔ کہ آپ اس ترجمہ کے محرک ہوئے ہیں یا آپ کے ایک لائق خلیفہ نے اس کا ترجمہ کر دیا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ وجہ یہ ہے۔ کہ حضرت قبلہ حافظ جی صاحب میں جن وہ اوصاف گرامی اور وہ عادات حسنہ دیکھتا ہوں جو میرے ذی برکت حضرت قبلہ مرشدی و مولائی پیشوائے عالیمقام رحمۃ اللہ علیہ میں تھیں مجھ کو حضرت حافظ جی صاحب کی ہر ایک بات میں اپنے پیشوائے عالیمقام کا جھلکا نظر آتا ہے جو مجھ سے بے اختیار سب کچھ لکھوا رہا ہے میں بہت بڑا ناشکر گزار ہوں گا اگر یہ مختصر دیباچہ میں اپنے کرم فرمائے مقبول الثقلین حضرت خواجہ احمد حسین خانصاحب نقشبندی مجددی سجادہ نشین حضرت قبلہ عالم حاجی خواجہ حافظ محمد عباس علیخان نقشبندی قادری مروہی رحمۃ اللہ علیہ کا شکریہ ادا کروں جنہوں نے میری گزارش پر ضرورت سے زیادہ توجہ فرما کر ان مکتوبات شریفہ کے ساتھ چھاپنے کے لئے حضرت قطب ربانی غوث صمدانی محبوب یزدانی امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی سوانحعمری یعنے جواہر مجددیہ تحریر کر دی جس کو شائقین مکتوبات شریف کے سب سے پہلے صفحوں میں ملاحظہ فرما دینگے جناب احمد حسین خانصاحب کی ذات بابرکات طالبان حق کے لئے بہت بڑی غنیمت ہے ریاست حیدرآباد دکن کے اہل ذوق و شوق اس بات پر جس قدر فخر کریں۔ [illegible] اللہ تعالیٰ اس ذات قدسی صفات کو دیرگاہ سلامت اور اس چشمۂ فیض باطنی کو جو امروہہ سے حیدرآباد دکن میں جا جاری ہوا ہے تا قیام قیامت روانی عطا فرما دے۔

التماس

آخیر پر میں تمام ناظرین مکتوبات شریف سے دست بستہ التماس کرتا ہوں۔ کہ وہ جس وقت اس مجموعہ شریفہ کو ملاحظہ فرما دیں۔ تو مجھے بھول نہ جائیں۔ ہر شائقین پر لازم ہے۔ کہ وہ مجھ روسیاہ گرفتار ہوا و ہوس بے سروسامان گناہوں میں مبتلا کے لئے ضرور خداوند عالمین سے جو تمام جہانوں کا مالک الملک ہے میری مغفرت اور سلامتی ایمان کے لئے ہاتھ اٹھا کر للہ دعا فرما دیں۔ تاکہ ان صاحبوں کی وساطت اللہ تعالیٰ میرا خاتمہ بخیر کرے۔ اور اپنے مقبولوں کے زیر قدم جگہ دے۔ اور جس اعتقاد پر اب میں ہوں۔ اسی پر خاتمہ ہو۔ اور حشر میں بھی میرا وہی اعتقاد ہو۔ اور مجھے نیک عمل کی توفیق اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی نصیب کرے۔ اور سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگوں کے ساتھ میری ارادت اور عقیدت اس طرح قیامت کے روز بھی ہو جس طرح اب ہے۔ اور ان کے زیر سایہ ہوں۔

نیز نہایت ادب سے التماس ہے۔ کہ اس دیباچہ میں اگر کسی جگہ کوئی بے رابط عبارت ہو۔ یا سلسلہ عبارت میں کوئی نقص ہو۔ تو ناظرین میری کم مائیگی کو مدنظر رکھ کر چشم پوشی سے کام لیں۔ زیادہ والسلام۔

گنہگار۔ ملک فضل الدین تاجر کتب۔ بازار کشمیری لاہور۔ ۲۰ نومبر ۱۹۱۳ء

فہرست مضامین جواہر مجددیہ

جواہر مجدّدیہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ذَاتَ الْبَشَرْ ۔۔۔ بِالْعُلُوْمِ اخْتَاعَنْ کَالْمُلْہَمِ الْغُرَرْ

فَاصْطَفٰی مِنْہُمْ حَبِیْبًا وَّ اٰلَہٗ ۔۔۔ بِالتَّحِیَّاتِ الَّتِیْ لَا تُحْصَرْ

بعد حمد شریف حضرت خالق الموجودات و نعت لطیف جناب سید الکائنات پُر تقصیر بیانات متوسّل سلسلہ بہیّہ طریقۂ مجدّدیہ کمترین بندگان فقیر احمد حسین خاں سنّی حنفی امروہی ثم الجید رآبادی سجادہ نشین والدی قطب زمان حضرت حافظ محمد عباس علیخاں قادری نقشبندی مجدّدی امروہی قدس سرہ العزیز اولادِ خاص صاحب الطریقہ حضرت سیّد شمس الدین امیر کلال قدس سرّہٗ عرض پرداز ہے کہ بفحوائے عِنْدَ ذِکْرِ الْاَبْرَارِ تَنَزَّلُ الرَّحْمَۃُ اور بمصداق حکایات المشائخ جُنْدٌ مِّنْ جُنُوْدِ اللّٰہِ مقربانِ بارگاہِ الٰہی کے حالات کا تذکرہ باعث نزول رحمت اور سبب حفظانِ ایمان ہے اور پیرانِ طریقت کی یادگاری مریدان باعتقاد کے لئے روح و ریحان ہے۔

شعر ۔ اَعِدْ ذِکْرَ نُعْمَانٍ لَنَا اِنَّ ذِکْرَہٗ ۔۔۔ ھُوَ الْمِسْکُ مَا کَرَّرْتَہٗ یَتَضَوَّعُ

(یعنے بار بار نعمان (امام اعظم) کا ذکر کرو۔ کہ ان کا ذکر مثل مشک کی ہے جسقدر کرو گے خوشبو آئیگی) بالخصوص اشاعت تصانیف بزرگانِ دین کے موقع پر ضرور ہے۔ کہ اُن کے حالات کی بھی صراحت کی جائے کہ ناظرین با تمکین کو ملاحظۂ واقفیت اور معرفت تام اور استفادۂ عام حاصل ہو۔ لہٰذا فقیر عفی عنہ نے ترجمہ مکتوبات قدسی آیات کلام معارف نظام سلطانِ طریقت برہانِ حقیقت کاشف اسرار سبع مثانی بحر مواج ہمہ دانی شمع بزم عرفانی مقتدائے ارباب معانی حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ الروحانی کے ساتھ میں آپکے صحیح اور مختصر حالات اُردو زبان میں جمع کر کے (حسب فرمایش ملک فضل الدین، ملک چنن الدین ملک تاج الدین صاحبان تاجران کتب کشمیری بازار لاہور طبع کنندگان مکتوبات شریفہ) شریک کر دئے اور نام اس کا جواہر مجدّدیہ رکھا کہ طالبان خدا و سالکانِ راہ صفا مستفید ہوں۔ اور اس ناچیز کو دعاء خیر سے یاد فرمایئں۔ پس یہ مجموعہ منقسم ہے چار جوہروں پر ۞

پہلا جوہر آپکے ابتدائی اور خاندانی حالات کے بیان میں۔ دوسرا جوہر آپ کی ولادت آپکے علم شریعت اور علم طریقت کے بیان میں۔ تیسرا جوہر آپکے مخصوص کمالات اخلاق اور اعمال کے بیان میں۔ چوتھا جوہر آپ کی تصانیف تعلیم۔ وصال صاحبزادگان اور خلفاء کے بیان میں ۞

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پہلا جوہر

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے ابتدائی اور خاندانی حالات کے بیان میں

آپ کا نام۔ لقب مذہب اور طریقہ

نظم
کسے قدرت جو لکھے نام نامی شاہِ والا کا — قلم بالِ ہما کا ہو کہ شاخِ پاکِ طوبیٰ کا
وہ نورِ حق نما احمد امام ہے سب ابرار کا — محیطِ بحرِ عرفاں نگیں ہے عرشِ اعلیٰ کا

آپ کا نام نامی احمد لقب بدرالدین کنیت ابوالبرکات منصب خزینۃ الرحمۃ قیوم زمان مجدد الف ثانی اور عرف امام۔ ربانی محبوب صمدانی۔ مذہب آپ کا حنفی ہے۔ طریقہ آپ کا مجددیہ جامع کمالات جمیع طرق قادریہ۔ سہروردیہ۔ کبرویہ۔ قلندریہ۔ مداریہ۔ نقشبندیہ چشتیہ نظامیہ وصابریہ ہے۔

آپ کا نسب

نظم
نسب تحریر کیا ہو اُس شہ گردوں مقامی کا — شرف خود نسب پا سکتا نہیں جس کی غلامی کا
شہنشاہوں کے دل جس کی ہیبت سے ہوگئے پانی — وہی فاروقِ اعظم نام ہے جدِّ گرامی کا

آپ کا نسب عالی (۲۷) واسطوں سے حضرت فاروق امیر المومنین سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے اس طرح متصل ہے:۔

حضرت شیخ احمد بن مخدوم عبدالاحد بن شیخ زین العابدین بن شیخ عبدالحی بن شیخ حبیب اللہ بن امام رفیع الدین بانی قلعہ سرہند شریف بن شیخ نصیر الدین بن شیخ سلیمان بن شیخ یوسف بن شیخ اسحٰق بن شیخ عبداللہ بن شیخ شعیب بن شیخ احمد بن شیخ یوسف بن شیخ شہاب الدین معروف بہ فرخ شاہ کابلی بن شیخ نصیر الدین بن شیخ محمود بن شیخ سلمان بن شیخ مسعود بن شیخ عبداللہ واعظ اصغر بن شیخ عبداللہ واعظ اکبر بن شیخ ابوالفتح بن شیخ اسحٰق بن شیخ ابراہیم۔ شیخ ناصر بن شیخ عبداللہ بن سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بن نفیل بن عبدالعزیٰ بن رباح بن عبداللہ بن قرط بن رزاح بن عدی بن کعب بن لوی۔

کعب کا نسب حضرت ابونا آدم تک بتوسط ۵۰ واسطوں کے منتہی ہوتا ہے اور آنحضرت کا نسب مبارک ۷ واسطوں سے کعب تک اس طرح منتہی ہوتا ہے
محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرۃ بن کعب۔

کعب کا زمانہ ظہورِ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (۵۶۰) سال پہلے اور رفع حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے (۵۷) سال بعد تھا کعب کی یہ عادت تھی کہ ہمیشہ قریش کو جمع کرکے وعظ اور پند کیا کرتے اور اپنے فصیح و بلیغ نظموں سے اُن کو آنحضرت صلعم کے ظہور کا مشتاق بنانے تھے چنانچہ اس کے ایک شعر یہ بھی ہے:۔

عَلٰی غَفْلَۃٍ یَاْتِی النَّبِیُّ مُحَمَّدٌ — فَیُخْبِرُ اَخْبَارًا صَدُوْقًا خَبِیْرُھَا

(ترجمہ) تم غفلت ہی میں رہ جاؤ گے اور نبی محمد آجائینگے۔ اور ایسی سچی خبریں سنائینگے۔ جن سے انکی

سچائی کی تصدیق ہوگی +

آپ کے خاندانی حالات -	آپ کے جد بزرگ چرخ ولایت وعرفان کے آفتاب برج ہدایت و ایمان کے ماہتاب تھے چنانچہ امیر المومنین حضرت فاروق اعظم خلیفہ رسول اللہ ہیں۔ اور عبداللہ جلیل القدر صحابی

ہیں جن کی شادی حضرت فاطمہ بنت امام حسن رضی اللہ عنہ سے ہوئی +

بقول ابوجعفر محدث آپ کی اولاد داخل سادات ہے۔ شیخ ناصر اور ابراہیم تابعین اسحٰق اور ابراہیم تبع تابعین سے ہیں +

واعظ اصغر تک یہ خاندان ملک حجاز میں ہی رہا۔ شیخ مسعود خلفائے عباسیہ کے اصرار سے دار الخلافہ بغداد شریف میں آکر مقیم ہوئے۔ شیخ سلیمان نے اپنے خاندانی علوم تحصیل کر کے حضرت سری سقطی سے بھی، بغداد کہنہ میں خلافت پائی۔ اس سلسلہ کا نام سری سقطیہ ہے +

فرخ شاہ کابلی کے حالات	آپ حضرت فریدالدین مسعود گنج شکر کے بھی جد اعلیٰ ہیں۔ یعنی فریدالدین بن شیخ جمال الدین سلیمان بن قاضی شعیب بن محمد احمد بن محمد یوسف بن شیخ محمد بن فرخ شاہ آپ

اعاظم وزرائے سلاطین کابل سے تھے مسلمان حکمرانوں میں آپ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ہندوستان پر حملہ کیا ہے بتخانے منہدم کئے۔ مسجدیں تعمیر کرائیں۔ بت پرستوں کو ذلیل اور کفار و مشرکین کو تہ تیغ کیا سرکش جوگیوں رکھیوں کو قتل کیا۔ اس کے بعد آپ نے ممالک ایران۔ توران۔ بدخشان اور خراسان کو مسخر کیا تخت گاہ کابل میں افغانوں اور مغلوں میں زمینداری تقسیم کی۔ اور مستحکم حدود قائم کئے۔ جو اب ۱۳۳۱ھ تک حسب حال برقرار ہیں۔ آخر العمر آپ نے امارت ترک فرما کے ایک درہ میں جو شہر کابل سے تھوڑے فاصلہ پر تھا۔ عزلت اختیار فرمائی۔ اب وہ درہ فرخ شاہ کے نام سے مشہور ہے +

شیخ یوسف اپنے والد بزرگوار حضرت فرخ شاہ کابلی کے بعد جانشین ہوئے۔ اور آخر عمر میں انہوں نے بھی سب جاہ و جلال دنیاوی ترک کر دیا اور گوشہ نشین ہو گئے تھے +

احمد بن یوسف بن فرخ شاہ نے علاوہ تعلیم خاندانی حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے بھی خلافت پائی۔ ان کے بعد ان کے فرزند شیخ شعیب خلیفہ و جانشین ہوئے۔ ان کے بعد ان کے فرزند شیخ عبداللہ جانشین ہوئے۔ اور انہوں نے حضرت بہاءالدین زکریا سے بھی خلافت پائی۔ بعدہ خلافت خاندانی تلاش سہروردیہ یکے بعد دیگرے خاندان ہی میں منتقل ہوتی رہی۔ حتیٰ کہ حضرت امام رفیع الدین رح خلیفہ ہوئے +

امام رفیع الدین کے حالات -	آپ جامع علوم ظاہر و باطن تھے اپنے والد ماجد کے خلیفہ اتم ہوئے۔ بعدہ بہت سے مشائخ کبار سے استفادہ کیا جن کی تعداد قریب (۴۰۰) کے کتب تواریخ میں درج

ہے۔ بالآخر آپ بمقام اچ علاقہ ملتان میں سید جلال الدین بخاری مخدوم جہانیاں کے خلیفہ اکمل ہوئے

اور بلحاظ تقدس مخدوم صاحب نے آپ ہی کو اپنا امام نماز مقرر فرمایا ٭

ایک روز کا واقعہ ہے۔ کہ آپ کے ایک صاحبزادہ صاحب کسی بلندی پر کچھ گا رہے تھے راہ سے کوئی عورت جا رہی تھی۔ آواز سُن کر ہنسنا شروع کی اور گر گئی۔ اس کا پاؤں ٹوٹ گیا۔ جب آپ کو معلوم ہوا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ لڑکے کی گردن کیوں نہیں ٹوٹی۔ فوراً ہی لڑکا اوپر سے زمین پر گرا۔ اور گردن ٹوٹ کر مر گیا ٭

تعمیر قلعہ وبناء شہر سرہند

صحیح لفظ یہ سہرند مرکب (سہ بمعنی شیر اور رند جنگل) سے تھا کثرت استعمال سے سرہند ہو گیا یہ نام رکھنے کی وجہ تواریخ میں اس طرح لکھی ہے۔ کہ کبھی اس مقام پر ایک وحشت ناک جنگل شیروں کا موطن تھا۔ ایک روز فیروز شاہ خلجی کے عہد میں اس جنگل میں سے عمال شاہی خزانہ کو لاہور سے دہلی لے جا رہے تھے۔ اُن میں سے ایک شخص عارف و صاحبدل تھا۔ اُس نے وہاں چشم باطن سے ایک نور تحت الثریٰ سے فوق العرش تک محیط ملاحظہ کیا۔ اور خیال کیا۔ کہ کیا عجب ہے یہاں سے کوئی بزرگ جلیل القدر ظاہر ہوں۔ پس جب یہ صاحبدل دہلی پہونچے۔ تو بادشاہ کے پیر مخدوم جہانیاں سے جو وہاں آئے ہوئے تھے۔ اس کا تذکرہ کیا۔ اُن پر اس کا بہت بڑا اثر ہوا۔ اُنہوں نے بادشاہ سے کہا کہ ہمارے سلسلہ میں سینہ بسینہ یہ وصیت چلی آتی ہے کہ ہندوستان میں زمانہ رسالت سے ایک ہزار سال بعد ایک بزرگ وحید امت پیدا ہوگا۔ جو امام وقت مجدد اسلام اور فیضان ولایت و نبوت سے مالامال ہوگا اور اولیاء سابقین کی سب نعمتیں اُس کو حاصل ہونگی۔ اُس کے ظہور کا مقام آج فلاں جنگل میں معلوم ہوا ہے۔ وہاں کچھ آبادی بھی ہو جائے۔ تو بہتر ہے۔ بادشاہ نے اپنے وزیر خواجہ فتح اللہ کو بطور خاص اس کام کی سربراہی کی خدمت سپرد فرمائی۔ وہ قوی القدر کئی ہزار آدمی ہمراہ لیکر اُس جنگل میں تشریف لے گئے۔ اور ایک مرتفع مقام پسند کر کے قلعہ کی بنیاد رکھی اور تعمیر میں مصروف ہوئے۔ مگر جس قدر تعمیر کا حصہ دن کو تیار ہوتا تھا۔ رات کو سب گر جاتا تھا ہر چند اس کا تجسس کیا گیا سبب دریافت نہ ہوا۔ بادشاہ کو اطلاع دی۔ بادشاہ نے مخدوم صاحب کی خدمت میں عرض کرایا۔ آپ نے اپنے خلیفہ امام نماز رفیع الدین کو جو وزیر موصوف کے برادر خرد تھے۔ اس کام کی سربراہی کے لئے مامور فرمایا۔ اور وہاں کی قطبیت اور ولایت دیکر روانہ کیا اُنہوں نے بر سر موقع پہونچکر اپنے نور باطن سے اس کا سبب دریافت کیا۔ تو یہ معلوم ہوا۔ کہ شاہی پیادوں نے شاہ شرف بوعلی قلندر کو بیگار میں پکڑ کر کام میں لگا رکھا ہے۔ وہ رات کو اثر ڈال کر کل عمارت گرا دیتے ہیں۔ آپ نے قلندر صاحب سے بہت معذرت کی۔ اور اُن کا اعزاز کیا تو قلندر صاحب نے فرمایا۔ کہ میں آپکے بلوانے کے لئے ایسا کرتا تھا۔ اب اللہ نے آپ کو ایک جید امت کی ولادت کے لئے یہاں بھیجا ہے۔ جو تمام روئے زمین سے کفر و شرک کی ظلمت کو دور کرے گا۔ یہاں

دونوں صاحبوں نے ملکر سنہ ۷۶۰ھ میں بسم اللہ کہکر قلعہ کی بنیاد رکھدی۔ جو چند مدت میں تیار ہوگیا۔ شہر آباد اور نہایت پُر رونق ہوا ؎

سرہند مگو کہ رشکِ چین است ۔۔۔ خلدیست برین کہ بر زمین ست

سرہند شریف میں شاہجہان بادشاہ نے جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی اور آپ کی اولاد کا مرید اور نہایت معتقد تھا۔ سنہ ۱۰۴۷ھ میں ایک عالی شان محل اور باغ تعمیر کرایا۔ سنہ ۱۱۷۰ھ تک شہر کی آبادی اور ترقی رہی۔ بعدہٗ جب سلطان اورنگ زیب تسخیر ممالک دکن میں مصروف ہوگیا۔ یہاں سکھوں نے موقع پاکر شہر کو لوٹ مار کرکے اُجاڑ دیا۔ شہر سرہند کنایہ خرابی۔ تاریخ ویرانی ہے۔ اب کچھ کچھ آبادی باقی ہے۔ ہر سال ۲۶ صفر سے ۲۸ صفر تک حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا عرس ہوتا ہے۔ ہزارہا برگزیدہ بزرگ جمع ہوکر فیض حاصل کرتے ہیں۔ اس عرس میں شرع شریف کی پابندی ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ صبح شام صرف کلام اللہ شریف کا ختم ہوتا ہے۔ بعض صاحب نعتیہ عمدہ عمدہ قصیدے بھی پڑھتے ہیں یہ شہر دہلی کے شمال و مغرب میں ۳۷ فرسنگ اور لاہور سے بجانب مشرق ۳۳ فرسنگ اور کابل سے ۱۲۵ فرسنگ واقع ہے ✤

آپ کے والد ماجد اور حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی سے بیعت

قدوۃ العارفین مخدوم عبدالاحد قدس سرہ آپ کے والد ماجد اور پیر طریقت ہیں۔ عین عالم شباب میں آپ کو جاذبۂ الٰہی و عشق خداوندی نے حضرت قطب العالم شیخ عبدالقدوس گنگوہی چشتی کی خدمت میں پہنچایا۔ اُن سے بیعت کی تلقین اذکار اور اوراد ضروری پائے۔ آپ کے آستانہ عالیہ پر قیام کرکے سلوک کی درخواست کی۔ شیخ نے یہ ارشاد فرمایا۔ کہ پہلے آپ علوم دینیہ حاصل کریں۔ بعدہٗ اس علم کے حاصل کرنے کے لئے کمر ہمت باندھیں تو مناسب ہے۔ کہ درویش بے علم مثل طعام بے نمک کے ہے۔ تب آپ نے عرض کیا مجھے اپنی زیست کا اعتبار نہیں ہے۔ اُنہوں نے فرمایا۔ اُس کا وقت ابھی بہت دُور ہے۔ اللہ پاک کو آپ سے ایک خاص کام لینا ہے۔ آپ کی پیشانی میں ایک ولی برحق کا نور جلوہ گر ہے۔ اُس کا ظہور ہونا ضروری ہے۔ اگر میں زندہ رہا۔ تو اُس کو وسیلہ قرب الٰہی گردانونگا۔ اس کے بعد آپ نے شیخ کی کبرسنی کی طرف خیال کیا۔ فوراً ہی شیخ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اگر میں خود تمہارے علوم دینیہ کی تکمیل کرنے کے وقت تک بقید حیات نہ رہا۔ تو ہمارا صاحبزادہ موجود ہے۔ آپ یہ مصرعہ پڑھتے ہوئے وہاں سے رخصت ہوئے۔ ؏

صبر سے کنیم تا کرم او چہا کند

آپ تحصیل علوم دینیہ سے فارغ ہونے نہ پائے تھے۔ کہ شیخ کے وصال کی خبر ملی بہت کچھ حسرت و افسوس کیا۔ پھر بغرض تکمیل تحصیل آپ مختلف شہروں کی سیاحت کرتے ہوئے کئی سال کے بعد شیخ قدس سرہ العزیز کے آستانہ پر حاضر ہوئے ✤

جناب مخدوم کی حضرت صاحبزادہ شیخ کمال الدین سے خلافت

صاحبزادہ شیخ رکن الدین قدس سرہ العزیز سجادہ نشین کو حضرت شیخ قدس سرہٗ جناب مخدوم کی تعلیم کے متعلق ہدایت فرما گئے تھے۔ اُنہوں نے اُس کے موجب آپ کا کمال اعزاز کیا۔ بہت جلد فوائد اور برکات سے بہرہ یاب کر کے ۹۷۹ھ میں آپ کو طریقہ قادریہ اور چشتیہ صابریہ کا خرقہ خلافت عنایت فرمائی۔ فصیح و بلیغ عربی عبارات میں خلافت نامہ عطا کیا۔ اس موقع پر تیمناً اُس کے شروع کا ایک شعر نقل کیا جاتا ہے۔ ؎

بُشْرٰى لَقَدْ اَنْجَزَ الْاِقْبَالُ مَا وَعَدَا | وَكَوْكَبُ الْمَجْدِ فِي الْاُفْقِ الْعُلٰى صَعَدَا

ترجمہ منظوم

بشریٰ تراکہ دولت واقبال رونمود | انجاز وعدہ کرد ونقابے ز رخ کشود
در آسمانِ رفعت شمسے برآمدہ | نورے ازاں بتافتہ اندر جہاں نمود

جناب مخدوم کی حضرت شاہ کمال کیتھلی قادری سے خلافت

شاہ صاحب اکثر قصبہ پائل میں سرہند شریف سے جو چار فرسنگ پر ہے مقیم رہتے تھے۔ حضرت مخدوم نے وہیں اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر سلوک طریقہ قادریہ طے کیا۔ اور فوائد و برکات بالخصوص نسبت فردیت حاصل کی۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے شاہ صاحب کی نسبت اپنی کتاب مبدء و معاد میں الفاظ صاحب جذبات قویہ و خوارق عظیمہ تحریر فرمائے ہیں۔ آپ بحالت جذبہ رات دن جنگل و بیابان میں پھرا کرتے تھے۔ جب رات ہو جاتی۔ اکثر صحرا لق و دق میں شہر ظاہر ہو جاتا۔ آپ وہاں چلے جاتے۔ اُس شہر کے باشندے آپ کی خدمت کرتے کھلاتے پلاتے آرام سے رکھتے۔ جب صبح ہوتی وہ شہر نظروں سے غائب اور باشندے نا پدید ہو جاتے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہ بھی فرماتے ہیں۔ کہ ہم کو جب خاندان قادریہ کے مشائخ کا کشف ہوتا ہے۔ تو بعد حضرت غوث الثقلین رضی اللہ عنہ کے شاہ صاحب جیسا کوئی بزرگ نظر نہیں آتا۔ بتاریخ ۱۹۔ جمادی الثانی ۹۲۱ھ بعمر ۸۰ سال شاہ صاحب نے وصال فرمایا۔ قصبہ کیتھل مضافات سرہند شریف میں دفن ہوئے۔

جناب مخدوم کا بعض شیوخ سے استفادہ

آپ نے کابل سے بنگالہ تک سیاحت فرمائی۔ شہر رہتاس میں حضرت شیخ اللہ داد سے اور جونپور میں حضرت سید علی قوام نظامی اور دیگر مشائخ کرام سے استفادہ فرمایا۔

جناب مخدوم کی خوارق و کرامات

اکثر آدمی آپ سے فرماتے تھے۔ کہ ہم نے آپ سے مکہ معظمہ یا مدینہ منورہ یا بغداد شریف میں ملاقات کی تھی۔ آپ انکسار کر کے فرماتے۔ بھائی میں تو وہاں کبھی نہیں گیا۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ رات کو کوئی شخص اثناء آپ کے حجرہ میں چلا گیا۔ اور آپ کے ہر عضو کو علیٰحدہ علیٰحدہ پڑا ہوا پایا۔ باہر نکلا اوروں سے بیان کیا۔ لوگ اندر گئے۔ دیکھا تو آپ کو ذکر و شغل میں مصروف زیب مسند پایا۔ آپ سے واقعہ عرض کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ اس کا ذکر کسی سے نہ آنے پائے۔

جناب مخدوم صاحب کی تصانیف۔ علم شریعت و طریقت میں کئی رسالے آپ کے تصنیف ہیں۔ اُن میں سے اسرار شہدا اور کنوز الحقائق مشہور ہیں۔ اُن کے دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جو کچھ اسرار و حقائق آپ نے ان میں لکھے ہیں۔ سب الہامی ہیں ؛

جناب مخدوم کے عقائد اور اُن کی تعلیم۔ آپ اصولاً و فروعاً حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے متبع اور انہیں کے عقائد کے مقلد تھے۔ اور اُن کے کلام کے دقائق اور اسرار کے بیان میں آپ ید طولیٰ رکھتے تھے۔ کتاب تصوف میں سے عوارف المعارف اور فصوص الحکم اور مواقع النجوم و دیگر تصانیف شیخ نہایت ہی عمدگی سے آپ پڑھاتے تھے۔ مسئلہ وحدت الوجود کی تفہیم وجودی طریقہ سے کرتے اور فرماتے تھے۔ کہ ہمارا حال و مشرب یہ ہے کہ جو کچھ نظر آرہا ہے۔ واحد حقیقی ہے۔ کہ بعنوان کثرت نمودار ہوا ہے۔ اور اپنے شیخ گنگوہی علیہ الرحمۃ کا واقعہ بیان فرماتے تھے۔ کہ آپ نے ایک روز ارشاد فرمایا۔ کہ اس عالم میں رویت و مشاہدہ حق سبحانہ تعالیٰ سے خواہ وہ بچشم سر ہو یا بچشم سر بلا ایقان فائدہ نہیں، آپ سے حضرت امام ربانی قدس سرہٗ نے ایقان کے معنی دریافت کئے۔ تو فرمایا۔ کہ "اتحاد"۔ یعنے شاہد و مشہود میں اعتباری اثنینیت بھی باقی نہ رہے۔ قال شیخ عبداللہ بلیانی سہروردی المتوفی ۶۸۶ھ **نظم**

حقیقت جز خدا دیدن روا نیست	کہ بیشک در دو عالم جز خدا نیست
نمے گویم کہ عالم او شدہ نہ	کہ ایں نسبت باو کردن رو نیست
نہ او عالم شد و نے عالم او شد	ہمہ را ایں چنیں دیدن خطا نیست

آپ ارشاد فرماتے تھے۔ کہ امور خلاف شرع اور بدعات سے مجھ کو دلی نفرت ہے۔ کسی درویش کو جب خلاف شرع پاتا ہوں۔ اُس کی صحبت ترک کر دیتا ہوں۔ جب مجھ پر کسی امر کا انکشاف ہوتا ہے۔ تو قرآن و حدیث دو شاہد عدول کے روبرو اس کو پیش کرتا ہوں۔ اگر اُن سے مطابقت ہو جاتی ہے۔ تو قبول کر لیتا ہوں۔ ورنہ رد کر دیتا ہوں ؛

جناب مخدوم کے مریدین و تلامذہ آپ کے ہزاروں مرید اور صدہا شاگرد تھے علم شریعت اور طریقت کی تعلیم جاری تھی۔ قدوۃ المشائخ شیخ مبرک لاہوری مصنف شطحیات و سفینۃ الاولیاء وغیرہ اُستاد ظاہر و باطن شاہزادہ داراشکوہ آپ کے مرید اور تلمیذ تھے۔ بعض اوقات آپ لوگوں سے ایسے ایسے اسرار و معارف عالیہ بیان فرماتے تھے۔ کہ بڑے بڑے علماء فحول اُس کے سمجھنے میں حیران و ششدر رہجاتے تھے۔ اور بہت ہی خوض و غور کے بعد سمجھتے تھے۔ **نظم**

ارباب لقا زندہ بجان دگر اند	بیروں ز دو کون و دو جہانے دگر اند

کس سپے بزبانِ حالِ ایشاں بزد　　این طائفہ گویا بزبان دگراند

جناب مخدوم کی وفات — جب آپ کا اخیر وقت ہوا۔ آپ نے کئی مرتبہ ارشاد فرمایا۔ یہ بات وہی ہے جو شیخ بزرگوار (شیخ عبدالقدوس) نے فرمائی تھی۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز حاضر تھے۔ اُنہوں نے آپ سے دریافت فرمایا۔ کہ حضور وہ کیا بات ہے۔ فرمایا "حقیقت حق سبحانہ تعالیٰ ہستی مطلق ہے۔ لیکن لباس کو نیہ محجوبونکی آنکھ پر ڈال کر اُنہیں دُور و مہجور رکھتا ہے۔" آپ نے عرض کیا کہ مجھ کو کچھ وصیت فرمائیے۔ فرمایا۔ بس تمہیں یہی وصیت کرتا ہوں۔ اور میں محبت اہلبیت میں سرشار ہوں۔ اور رحمت کے دریا میں مستغرق ہوں ؎

الٰہی بحق بنی فاطمہ　　کہ بر قولِ ایماں کنی خاتمہ

تاریخ ۱۷ رجب ۱۰۰۷ھ بعمر ۸۰ سال وصال فرمایا۔ مزار شریف سرہند میں بجانب شمال ایک میل پر واقع ہے ٭

جناب مخدوم کی اولاد۔ — آپ کی شادی ایک بزرگ زادی سے بمقام سکندرہ جو اب ضلع بلندشہر میں ایک قصبہ ہے ہوئی تھی۔ اُن کے بطن سے سات صاحبزادے تولد ہوئے ٭

(۱)۔ شیخ شاہ محمد۔ انہوں نے حضرت مخدوم سے ظاہری و باطنی تعلیم و خلافت پائی ٭

(۲)۔ شیخ مسعود۔ یہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کے مرید ہوئے ٭

(۳)۔ آپ کا نام اور کوئی کیفیت معلوم نہ ہوسکی ٭

(۴)۔ شیخ احمد (امام ربانی) آپ کے حالات جوہر دوم میں مفصل مندرج ہیں ٭

(۵)۔ شیخ غلام محمد }
(۶)۔ شیخ مودود } دونوں صاحبوں کے حالات مکتوبات شریف جلد اول میں مندرج ہیں۔

(۷)۔ آپ کا نام و کیفیت معلوم نہ ہوسکی ٭

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

دُوسرا جوہر

حضرت مجددؒ کی ولادت اور آپ کے علم شریعت اور طریقت کے بیان میں

آپکے ظہور کے متعلق آیات احادیث سے اشارہ

کوئی نص صریح تو ہماری نظر سے آپکے ظہور کی نسبت نہیں گذری لیکن بفحوائے آیہ شریفہ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ غور کرنے سے آپکے وجود با وجود کی طرف اشارت ظاہر ہوتی ہے۔ چنانچہ آیت شریف ثُلَّةٌ مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ وَقَلِيْلٌ مِّنَ الْاٰخِرِيْنَ۔ پتہ دے رہی ہے۔ کہ آخر زمان میں بھی تھوڑے بزرگ مقربین بارگاہِ الٰہی مثل اولین کے ہونگے۔ اور آپ اور آپ کے خلفاء متاخرین اولیاء سے ہیں اور بسبب اتباع سنت سنیہ آپ کا طریق مماثل طریقہ اولین یعنے اصحاب کبار رضی اللہ عنہ کے ہے چنانچہ حضرت شاہ عبدالقادر اور شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہ مفسرین نے لفظ آخرین سے آپ کی ذات اور آپ کے خلفاء مراد لئے ہیں۔ اور بعض احادیث بھی اس تفسیر کی موئید موجود ہیں۔ جیسا کہ سنن ترمذی میں مروی ہے کہ قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مَثَلُ اُمَّتِيْ كَمَثَلِ الْمَطَرِ لَا يُدْرٰى اَوَّلُهَا خَيْرٌ اَمْ اٰخِرُهَا (ترجمہ) ارشاد فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے کہ میری اُمت مثل بارش کی ہے۔ نہیں معلوم کہ اس کا پہلا حصہ بہتر ہے یا آخر کا ٭

جامع الدرر میں ہے۔ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَبْعَثُ فِيْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَاْسِ كُلِّ مِائَةِ سَنَةٍ مَنْ يُّجَدِّدُ لَهَا اَمْرَ دِيْنِهَا۔ (ترجمہ) ارشاد فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر صدی کے شروع میں اس اُمت سے اللہ تعالے ایک مجدد کو بھیجتا رہیگا۔ جو دین کو نئے سرے سے درست کرتا رہیگا ٭

جمع الجوامع میں امام سیوطی نے نقل کیا ہے کہ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَكُوْنُ رَجُلٌ فِيْ اُمَّتِيْ يُقَالُ لَهٗ صِلَةٌ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ بِشَفَاعَتِهٖ كَذَا وَكَذَا۔ (ترجمہ) ارشاد فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے میری اُمت میں ایک شخص صلہ ہوگا۔ (یعنے مخلوق کو خالق سے ملانے والا یا شریعت کو طریقت کے ساتھ جمع کرنے والا) جس کی شفاعت سے اتنے اتنے یعنی بیشمار آدمی جنت میں داخل ہونگے۔ دونوں معنی کے لحاظ سے آپ کی ذات بابرکات صلہ اور مصداق حدیث ہے ٭

دوسری حدیث روضہ قیومیہ میں وارد ہے کہ يُبْعَثُ رَجُلٌ عَلٰى اَحَدَ عَشَرَ مِائَةِ سَنَةٍ هُوَ نُوْرٌ عَظِيْمٌ اِسْمُهٗ اِسْمِيْ بَيْنَ السُّلْطَانَيْنِ الْجَابِرَيْنِ وَيَدْخُلُ الْجَنَّةَ اُلُوْفًا (ترجمہ)

گیارھویں صدی کے شروع میں دو جابر بادشاہوں کے درمیان ایک شخص بھیجا جائیگا وہ میرا ہمنام اور نور عظیم الشان ہوگا۔ اور ہزاروں آدمیوں کو اپنے ساتھ جنت میں لے جائیگا ۔

آپ کی نسبت اولیاء سابقین کی بشارتیں

حضرت غوث پاک کا ارشاد۔

جناب غوث اعظم نے خبر دی اُنکی آمد کی ظہور ہوئیگا آلدن مجدد الف ثانی کا ۔ چنانچہ روضۃ قیومیہ میں دیگر کتب معتبرہ سے منقول ہے کہ ایک روز حضرت غوث پاک اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کسی جنگل میں مراقبہ فرما رہے تھے۔ یکایک ایک نور آسمان سے ظاہر ہوا۔ اس سے تمام عالم منور ہو گیا۔ اور القا ہوا کہ آپ سے پانسو سال کے بعد جبکہ عالم میں شرک و بدعت پھیل جائے گی۔ ایک بزرگ صاحبِ سنت پیدا ہوگا۔ وہ دنیا سے شرک و الحاد کے نام کو نابود کریگا۔ دین محمدی کو نئے سرے سے تازگی بخشیگا۔ اسکی صحبت کیمیائے سعادت ہوگی۔ اس کے صاحبزادہ اور خلفاء بارگاہ احدیت کے صدر نشین ہوں گے۔ اس کے بعد آپنے اپنے خرقہ خاص کو اپنے کمالات سے مملو کر کے اپنے صاحبزادہ سید تاج الدین عبدالرزاق رضی اللہ عنہ کے تفویض کیا۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ جب ان بزرگ کا ظہور ہو یہ اُن کے حوالہ کرنا اس وقت سے صاحبزادہ صاحب کی اولاد میں وہ خرقہ یکے بعد دیگرے اسی طرح سپرد ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ ۱۰۱۳ھ میں حضرت پیران پیر آپ کے پوتے سید شاہ سکندر قادری نے آپ کے حوالہ کیا۔ جس کا مفصل بیان انشاء اللہ آگے آئیگا ۔

حضرت شیخ احمد جام کا ارشاد ۔

مقامات شیخ الاسلام احمد جام قدس سرہ العزیز میں مذکور ہے کہ شیخ قدس سرہ العزیز نے ارشاد فرمایا ”میرے بعد سترہ آدمی میرے ہمنام پیدا ہونگے ۔ ان سب کے آخر کے صاحب جو مجھ سے (۴۰۰) سال بعد پیدا ہونگے سب سے افضل ہوں گے“ ۔

شیخ کے فرزند شیخ ظہور الدین قدس سرہ العزیز نے اپنی کتاب رموز الواصلین میں لکھا ہے کہ ”جب عمر تک میرے باپ کے ہاتھ پر چھ لاکھ آدمیوں نے بیعت کی تھی۔ میں نے اُن سے عرض کیا کہ اکثر مشائخ کبار کے حالات کتابوں میں مرقوم ہیں۔ مگر آپ کے حالات سب سے ممتاز ہیں آپ نے فرمایا ایک چارسو سال بعد ایک بزرگ میرا ہمنام پیدا ہوگا۔ اس کے حالات مجھ سے کہیں افضل اور مثل اصحاب کبار ہونگے ۔

حضرت مولانا جامی کا ارشاد

نفحات الانس میں مولانا جامیؒ نے بھی شیخ احمد جامؒ کا مقولہ مذکورہ بالا نقل کیا ہے۔ اور شیخ کی سنہ وفات ۵۳۶ھ تحریر کی ہے۔ چونکہ حضرت امام ربانی کا ظہور ۹۷۱ھ میں ہوا جو وفات شیخ سے پورے چار سو سال بعد ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ وہ بزرگ آپ ہی ہیں ۔

حضرت داؤد قیصری کا ارشاد

حضرت داؤد قیصریؒ شارح فصوص الحکم مقدمہ قیصری کی دوسری فصل میں لکھتے ہیں۔ کہ ہر ایک اسم اور کوکب کا دورہ ہزار سال کا ہوتا ہے۔ چنانچہ اولوالعزم نبیوں کی شریعت کا زمانہ

بھی ہزار سال کا ہے۔ اس اُمت میں بھی ہزار سال بعد ایک نائب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پیدا ہوگا۔ وہ دین کی اصلاح اور درستی کریگا ۞

حضرت خلیل اللہ بدخشی کا الہام۔

مقامات شیخ خلیل اللہ بدخشی میں مذکور ہے۔ کہ شیخ نے ایک روز فرمایا۔ سبحان اللہ سلسلہ خواجگان نقشبند میں ایک عزیز افضل ترین اولیاء امت ملک ہند میں پیدا ہونیوالے ہیں۔ ان سے شرف ملاقات نہ ہوسکنے کا مجھ کو افسوس ہوگا۔ اُنھوں نے ایک خط بطور عرضداشت آپ کے نام تحریر کیا۔ اور اپنے خلیفہ خواجہ عبدالرحمٰن بدخشی کو دیا۔ جو ۱۰۲۲ھ ہجری المقدس میں آپ کے حضور میں پیش کیا گیا۔ اس میں آپ سے دعا کے لئے استدعا کی گئی تھی۔ آپ نے ملاحظہ فرماکر اُن کے لئے دعا فرمائی اور کہا کہ شیخ خلیل اللہ کا مقام کیا۔ اولیاء اُمت میں نظر آتا ہے ۞

دیگر مشائخ کرام کے الہام

حضرت شیخ سلیم چشتی اور شیخ نظام نارنولی اور شیخ عبداللہ سہروردی اکابر اولیاء ہندوستان کی خدمات میں لوگ آ آکر اکبر بادشاہ کی بددینی اور گمراہی کی شکایت کرکے ترقی اسلام کی دُعا کے لئے خواستگار ہوا کرتے تھے۔ یہ اولیاء وقت جب توجہ باطنی فرماتے۔ تو الہام ہوتا کہ عنقریب ایک امام وقت مجدد اسلام کا ظہور ہوگا۔ وہ سب بددینی اور ضلالت کو دفع فرمائیگا۔ اور قیامت تک اس کا نور باقی رہیگا ۞

حضرت شیخ عبدالقدوس گنگوہی کا ارشاد۔

جناب مخدوم کے بیعت کے وقت شیخ نے فرمایا تھا۔ کہ آپ کی پیشانی میں ایک ولی برحق کا نور جلوہ گر ہے۔ اُس سے شرق وغرب روشن ہوں گے۔ بدعت وضلالت دور ہوگی میں اگر اس وقت تک زندہ رہا۔ تو اس کو وسیلہ قرب الٰہی گردانونگا ۞

منجمین کی پیشینگوئی

روضۃ قیومیہ میں مفصل مندرج ہے کہ محرم ۹۷۱ھ میں نواب خان اعظم رکن سلطنت کے دربار میں نجومی جمع ہوئے اور بالاتفاق سب نے یہ کہا کہ تین دن سے ایک ستارہ طلوع ہوا ہے۔ جو حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے اس وقت تک کبھی اور نہ نکلا تھا۔ اس کے بعد نتائج ظاہر ہونگے۔ کہ کوئی مرد خدا اسلام کو دوبارہ تازگی بخشیگا ۞

ارکان سلطنت کی خوابیں۔

ارکان سلطنت اکبری شیخ سلطان اور خان اعظم اور مدار المہام سید صدر جہان نے چند خوابیں اس بارہ میں دیکھیں۔ اُنکی تعبیر کے لئے حضرت شیخ جلال کبیر الاولیاء کی خدمت میں عرض کرایا۔ تو اُنھوں نے ارشاد فرمایا سرہند سے جو نور کا ظہور دیکھا ہے۔ وہ کسی ولی برحق کی ولادت ہے اور بگولوں کا دور ہونا اور بچھوؤں کا مارا جانا کفر و بدعت کا دُور ہونا ہے ۞

حضرت مخدوم کا کشف۔

حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہ العزیز آپ کے والد ماجد نے ایک روز مراقبہ میں دیکھا۔ کہ عالم میں تاریکی پھیل گئی ہے۔ خوک و بندر اور ریچھ لوگوں کو ہلاک کر رہے ہیں۔ ایک نور ان کے سینہ سے نکلا جس سے جہان روشن ہوگیا۔ اور برق خاطف نے بنکر سب درندوں کو جلا کر خاک سیاہ کردیا۔

پھر کیا دیکھتے ہیں۔ کہ ایک تخت پر کوئی بزرگ مسند نشین ہیں۔ اُس کی چاروں طرف بہت سے نورانی آدمی اور ملائک مؤدب کھڑے ہیں۔ ملحدوں، زندیقوں، ظالموں اور جابروں کو لا لا کر اُن کے حضور میں پیش کر کے بکریوں کی طرح ذبح کر رہے ہیں۔ منادی ندا دے رہا ہے۔ قل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل کان زھوقا۔ (ترجمہ) حق آیا اور باطل بالکل پامال ہوا۔ آپ نے یہ واقعہ حضرت شاہ کمال کیتھلی سے عرض کیا۔ آپ نے توجہ الی اللہ کر کے فرمایا۔ کہ آپ کے ایک فرزند گرامی جو افضل اولیاء اُمت ہوگا پیدا ہوگا۔ اُس کے نور سے شرک و بدعت کی تاریکی دور اور دین محمدی کو روشنی اور فروغ حاصل ہوگا۔ باطل

اکبر بادشاہ پر ایک جعلی کتاب کا نزول اور مجدد اسلام کی ضرورت

اکبر بادشاہ کے عہد میں جس قدر کفر و الحاد کو فروغ اور شرع اسلام کو ضعف اور انحطاط ہو گیا تھا محتاج بیان نہیں۔ دربار کا آداب سجدہ تھا۔ اور بادشاہی کا مہر سجع جل جلالہ۔ ما اکبر شاہ تھا۔ وزیر ابوالفضل نے ایک کتاب بادشاہ کو لا کر دی اور کہا کہ آسمان سے آپ کے واسطے فرشتہ لایا ہے۔ تاکہ آپ اس پر عمل کریں

یہ قدرت ہے کہ بے ابوالفضل مردک   فرشتے نے نہ پائی راہ شہ تک
کتاب اُتری تو ایسی لغو مہمل   کہ ہر یک فقرہ بے معنی و مہمل

چنانچہ اس کتاب میں ایک آیت یہ بھی تھی یا ایھا البشر لا تذبح البقر و ان تذبح البقر فما وٰلک السقر (ترجمہ) اے بشر تو گائے کو ذبح مت کر اور جو تو کریگا تو ٹھکانا تیرا جہنم میں ہوگا۔ شخصی طاقتیں بادشاہی مقابلہ سے عاجز تھیں۔ امداد غیبی ہر کس و ناکس کا منتظر تھا اور امام وقت مجدد اسلام کے ظہور کے لئے سب چشم براہ تھے نظم

گھٹا چھائی تھی بدعت کے نہاں نور ہدایت تھا   زمانہ آپ کا مشتاق اسی صورت بہت تھا
نگاہیں لگ رہی تھیں نور حق کب جلوہ گر ہوگا   کھلے گا یا الہٰی کب وہ دروازہ عنایت کا

آپ کی ولادت باسعادت کا بیان

لکھ اے قلم خوشی سے ولادت جناب کی   قیوم وقت شاہ ولایت مآب کی
غوث زمان و قطب وجود و امام دہر   سرتاج اولیاء شہ گردوں قباب کی
کیا جوش پر بہار ہے لیل و نہار کی   بینا بغل میں ماہ نے لی آفتاب کی
پھولے نہیں سماتے چمن میں گل و سمن   نسرین نے نسترن کی دریدہ نقاب کی
تشریف لائے شہ کون و مکان شتاب   راہیں بتائیے ہمیں صدق و صواب کی

منقول ہے کہ ۱۰ر محرم ۹۷۱ھ شب جمعہ کو ایک نور عالمتاب آسمان سے ظاہر ہوا اور تمام خلقت نے مشاہدہ کیا۔ اسی تاریخ میں آپ کے شکم مادر بزرگوار میں قرار پکڑا۔ عالم میں سرسبزی کے آثار

نمودار ہوئے۔ ارکانِ دین استوار ہوئے۔ زمین و آسمان میں غلغلہ شادمانی بلند ہوا۔ اور خطہ ہند میں اعزاز سے ارجمند ہوا۔ نظم

شور تھا ہر سو کہ شاہِ خوش خصال آنے کو ہے — گلشنِ پیغمبری کا نونہال آنے کو ہے
ہے مجدد الف ثانی جس کا قطبوں میں خطاب — وہ امامِ حق بصد جاہ و جلال آنے کو ہے
دُور کرنے کو جہاں سے شرک کی تاریکیاں — نورِ محبوبِ خدائے ذوالجلال آنے کو ہے
آن کر وہ نورِ سُنت ہر طرف پھیلائیگا — نائب برحق نبی بے مثال آنے کو ہے

اے صبا گر ہو گذر اس شاہ کے دربار میں
کہیو خدمت میں فقیر پُر ملال آنے کو ہے

بعد گذرنے مُدتِ حمل ۹ ماہ ۴ روز اس آفتابِ جاہ و جلال انوار ذوالجلال حامئی بدعت نے بوقتِ مسعود شب جمعہ کو بتاریخ ۱۴ شوال ۹۷۱ھ برج حمل سے مطلع شہر سرہند میں طلوع فرمایا اور اپنے انوار جہان آرا سے عالم و عالمیان کو منور کیا۔ ہر گل و غنچہ پُر نور تھا اور ہر شگوفہ و بوٹہ رشکِ طور تھا ۔ نظم

نائب خیر الوریٰ پیدا ہوئے — نورِ چشم مرتضیٰ پیدا ہوئے
آج وہ پیدا ہوئے حق کے ولی — جن کے تھے مشتاق سب شیخ و صبی
جیسے احکامِ دین پیدا ہوئے — حامیٔ شرعِ متین پیدا ہوئے
وہ ہوئے پیدا کہ جن کی شان میں — آیتیں ناطق ہوئیں قرآن میں
ہے وہ ذاتِ احمدی اسرارِ حق — جس سے ہیں پُر انوار یہ چودہ طبق
صدق صدیقی ہے اُن سے پُرضیا — عدلِ فاروقی میں آیا انجلا
اور عثمانی حیا کا ہے ظہور — مرتضائی علم کا پھیلا ہے نور
مظہرِ انوارِ پاکِ مصطفےٰ — ہیں وہ بے شک سایۂ خاصِ خدا
اُن سے ہر سو ہو گئے روشن نجوم — قال صلی اللہ صحبی کالنجوم
اُن کے آتے ہی ضلالت کا نشان — مِٹ گیا دنیا سے بے ریب و گمان

اثنائے ولادت کے واقعات آپ کی ولادت باسعادت کے وقت آٹھ واقعے پیش آئے جس کی تفصیل روضہ قیومیہ میں بہ سند درج ہے :۔

(۱)۔ کل اولیاء اُمت نے جمع ہو کر آپ کی والدہ ماجدہ کو مبارک باد دی۔ اور آپ کے مدارج عالیہ بیان کئے ۔

(۲)۔ آپ کے والد ماجد نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو دیکھا کہ تشریف

لاکر آپ کے کانوں میں اذان و تکبیر کہی۔ اور آپ کے مدارج بیان فرمائے ◆

(۳)۔ آپ کے والد ماجد نے انبیاء مرسلین اور اولیاء کاملین اور ملائک مقربین کو مع ستر ہزار علم سینہ دیکھا اور آپ کے فضائل بیان کرتے ہوئے سُنا ◆

(۴)۔ شیخ عبد العزیز خلیفہ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہٗ العزیز آپ کی ولادت کے وقت سرہند شریف میں موجود تھے۔ آپ نے دیکھا۔ کہ ملائک کا ہجوم ہے۔ اور سب آپ کے فضائل بیان کر رہے ہیں ◆

(۵)۔ شیخ ابو الحسن چشتی قدس سرہٗ آپ کی ولادت کے وقت سرہند شریف میں موجود تھے آپ نے دیکھا۔ کہ تمام انبیاء اور اولیاء جمع ہیں۔ ایک بزرگ نے ممبر پر چڑھ کر بیان کیا۔ کہ جس قدر کمالات اس وقت تک علیحدہ علیحدہ اور اولیاء کو دئے گئے تھے۔ آپ کو اس کا مجموعہ عطا کیا گیا ◆

(۶)۔ آپ کی ولادت سے ایک ہفتہ تک مزامیر و مزامیر سب باجے بیکار رہے۔ بدت سے قوالوں مطربوں ارباب نشاط نے حیرت زدہ ہو کر توبہ کی ◆

(۷)۔ صوفیان ارباب سماع و سرود کو آپ کی ولادت سے ایک ہفتہ تک کیفیت مسدود رہی کشف سے آپ کے فضائل اور مقامات عالی منکشف ہوئے۔ اسی بناء پر آپ کے ظہور کے بعد اس وقت تک کے باقیماندہ اولیاء نے آپ کی طرف رجوع کیا ◆

(۸)۔ آپ کی ولادت کے دن۔ اکبر بادشاہ کا تخت اُوندھا ہو گیا۔ ہر چند سیدھا کیا گیا۔ مگر سیدھا نہ ہوا۔ بادشاہ نے ایک وحشت ناک خواب دیکھی۔ ہیبت زدہ ہو کر معبروں سے بیان کی۔ انہوں نے تعبیر دی۔ کہ کسی بزرگ کے ظہور سے آپ کے آئین میں تزلزل واقع ہوگا۔ چنانچہ ویسا ہی ہوا ◆

آپ کا زمانہ طفولیت بمتابعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم آپ مختون پیدا ہوئے۔ آپ عام بچوں کی طرح کبھی گریہ وزاری نہ فرماتے تھے۔ ہر وقت خندہ پیشانی رہتے کبھی آپ برہنہ نہ ہوتے۔ آپکا بدن یا کپڑا کبھی نجس نہ ہوتا ◆

آپ اور حضرت شاہ کمال کیتلی قادری۔ ایک مرتبہ آپ بزمانہ رضاعت علیل ہوگئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت سید شاہ کمال کیتلی کو آپ کے اوپر دعا دم کرانے کی غرض سے بلا کر لائے۔ انہوں نے آپ کو ملاحظہ فرمایا۔ اور جوش میں آکر فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اُس کی عمر دراز کرے۔ یہ عالم باعمل عارف کامل ہوگا۔ اور بہت سے بزرگ آپ اور مجھ جیسے اس کے دامن عافیت میں تربیت سے متفیض ہونگے تاقیامت اس کا نور روشن رہیگا۔ اکثر اولیاء اُمت اسکی ولادت باسعادت کی خبر دے گئے ہیں۔ باخبر بزرگ اس کے ظہور کے منتظر اور چشم براہ تھے۔ بعدہ شاہ صاحب نے اپنی زبان مبارک آپ کے دہن مبارک میں محبت دیدی۔ آپ نے بہت زور سے اُس کو چوسا۔ شاہ صاحب نے فرمایا۔ ہمارے طریقہ قادریہ کی تمام نعمتیں ...

کو پہنچ گئی ؎

آپ کا علم شریعت

آپ کا اپنے والد ماجد سے استفادہ

ابتدائً آپ نے کلام اللہ شریف حفظ کرنا شروع کیا۔ تھوڑے سے ہی عرصہ میں آپ حافظ ہو گئے۔ پھر آپ نے اپنے والد ماجد سے علم ظاہر کی تحصیل شروع کی۔ ابواب فتح وکشائش آپ پر مفتوح ہو گئے تحقیق کا مادہ پیدا تھا مسائل مشکلہ بآسانی حل فرمانے لگے۔ چند ہی روز میں درسی علوم کتب ضروریہ ... کل درس سے آپ فارغ ہو گئے۔ دلکش عبارات میں بعض کتب پر حاشیے تحریر فرمائے۔

آپ کے دیگر اساتذہ اور طریقہ کبرویہ کی اجازت

بعدہٗ دیگر علماء فحول مولانا کمال کشمیری سے سیالکوٹ جا کر عضدی وغیرہ چند کتب مشکلہ کا مطالعہ فرمایا۔ کشمیر میں شیخ یعقوب صرفی سے جو قطب وقت شیخ حسین خوارزمی کے خلیفہ تھے۔ آپ نے کتب احادیث سُنا کر سند حدیث اور اجازت طریقہ کبرویہ سہروردیہ حاصل فرمائی ؎

قاضی بہلول بدخشانی تلمیذ شیخ المحدثین ابن فہد سے جو بالآخر آپ کے مُرید ہوئے خلافت پائی تفسیر واحدی مع دیگر مؤلفات واحدی اور تفسیر بیضاوی مع دیگر مصنفات قاضی بیضاوی اور صحیح بخاری مع متعلقات ثلاثیات وغیرہ ومشکوٰۃ المصابیح و ترمذی شریف مع شمائل اور جامع صغیر و قصیدہ بردہ اور حدیث مسلسل بالاولیت کی اجازت حاصل فرمائی۔ ۱۷ سال کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہو گئے۔ اور بشارت ہوئی۔ کہ آپ طبقہ محدثین میں داخل کئے گئے۔ اس کے بعد آپ مسند ہدایت پر متمکن ہوئے۔ مختلف ممالک سے صدہا طلبا جوق جوق آنے شروع ہوئے۔ رات دن درس وتدریس کا مشغلہ تھا۔ حلقہ حدیث وتفسیر گرم رہتا تھا۔ بہت لوگ فارغ التحصیل ہوئے ؎

ایک دو مرتبہ آپ کا دارالخلافہ اکبر آباد بھی جانا ہوا۔ ابوالفضل وفیضی سے ملاقات ہوئی اُن کو راہ راست پر لانے کے لئے تلقین فرمائی۔ بعدہٗ واپس وطن مالوف ہوئے ؎

سند مصافحہ

آپ نے حاجی عبدالرحمٰن بدخشی سے مصافحہ کیا۔ اُنہوں نے حافظ سلطان اوبہی سے اُنہوں نے شیخ محمود سے۔ اُنہوں نے شیخ سعید معمر حبشی سے۔ اُنہوں نے آنحضرت صلعم سے۔ یہ ان میں سے ایک صاحب جن ہیں ؎

آپ کا علم طریقت

آپ کا اپنے والد ماجد سے خلافت پانا۔

اولاً آپ اپنے والد ماجد حضرت مخدوم عبدالاحد قدس سرہٗ العزیز کے مُرید ہوئے اور آپ نے انکی صحبت کیمیا خاصیت کو لازم پکڑا۔ ریاضت اور عبادت میں مشغول ہوئے اور انہوں نے ۵ سلاسل میں آپ کو خلافت عطاء فرمائی ؎

دیگر کمالات اور نسبت فردیت

آپ نے حضرت مخدوم اُن کے مختصہ علوم تعلیم کتب تصوف۔ عوارف المعارف۔

اور فصوص الحکم حاصل فرمائی۔ اور نسبت فردیت و توفیق عبادات جو اُن کو اُن کے شیوخ سے پہونچی تھی حاصل فرمائی۔ چنانچہ اس کو آپ نے اپنی کتاب مبدء و معاد میں ذکر فرمایا ہے کہ "اس درویش کو دولتِ نسبت فردیت اپنے پدر بزرگوار سے حاصل ہوئی۔ جو اور ان کو ایک بزرگ قوی الجذبہ کثیر الکرامات (یعنے شاہ کمال کیتھلی قادری) سے حاصل ہوئے نیز اس درویش کو توفیق عبادات نافلہ کی امداد بھی اپنے والد ماجد سے ہی پہونچی۔ جو اُن کو اُن کے چشتیہ طریق کے شیوخ سے حاصل ہوئی تھی۔

آپ کے والد ماجد کا طریقہ نقشبندیہ کی توصیف کرنا حضرت مخدوم قدس سرہٗ نے طریقہ نقشبندیہ کے جو فضائل اپنے بزرگوں سے سُنے اور کتب میں دیکھے تھے۔ کہ اس بادیہ کی شاہ راہ اور اس راہ کا مرکز طائفہ علیہ نقشبندیہ کے ہاتھ آیا ہے۔ یہ ملک اس طریقہ کے بزرگواروں سے خالی ہے۔ اور افسوس ہے کہ ہم کو اس سلسلہ علیہ سے استفادہ کا موقع نہ مل سکا۔

فضلیت طریقہ نقشبندیہ طریقت کے اصول میں یہ بات داخل ہے کہ مُریدا پنے پیر کو سب سے افضل سمجھے۔ ورنہ فیض سے محروم رہتا ہے۔ اس سلسلہ کے پیر اعلیٰ سیدنا ابوبکر صدیق رضؓ ہیں۔ جن کی شان یہ ہے کہ افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق۔ پس آپ کی نسبت ایسا اعتقاد رکھنے سے شریعت اور طریقت دونوں کی تکمیل ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اس طریقہ کے تمامی اصول و فروع میں اتباع سنّت و اجتناب بدعت بدرجہ کامل ہے۔ یعنے صحابہ کبار کا سالباس ہے۔ انہیں کی سی معشرت۔ ویسے ہی اذکار و اشغال۔ وہی محاسبۂ نفس اور ہر دم کی حضوری وہی آداب شیخ ویسی ہی کم ریاضتی اور فیضان کثیر اور کمالات ولایت کے علاوہ کمالات نبوت کی بھی تعلیم۔ نہ اس میں چلہ کشی ہے نہ ذکر بالجہر۔ نہ سماع بالمزامیر۔ نہ قبور پر روشنی نہ غلاف و چادر اندازی۔ نہ ہجوم عورات نہ سجدۂ تعظیمی۔ نہ سر کا جھکانا۔ نہ بوسہ دینا۔ نہ توحیدِ وجودی و دعوی انا الحق و ہمہ اوست۔ نہ مریدوں کو پیروں کی قدمبوسی کی اجازت۔ نہ مرید عورتوں کی اُن کے پیروں سے بے پردگی۔

نظم

کیا سلسلوں میں سلسلۂ نقشبند ہے ۔۔۔ جو نقشبند ہے وہ یقیں حق پسند ہے
جس کو حصول سلسلہ نقشبند ہے ۔۔۔ واللہ ارجمند ہے وہ ارجمند ہے
طالب کو استواریِ ایمان ہے نصیب ۔۔۔ جس کے سبب سے مرتبہ اس کا دوچند ہے
جو لاگیہ شریعتِ غرا میں دیکھیے ۔۔۔ کس زور کس قیام سے ان کا سمند ہے
ایوانِ معرفت کی ترقی کے واسطے ۔۔۔ رستے سوار سالے ہیں ان کے کمند ہے

آپ کا سفر دہلی اور حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے نیازمندی۔ ہمیشہ سے آپ کو حج بیت اللہ اور زیارت روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق تھا۔ اس لئے آپ ہمیشہ بے چین و بے آرام رہتے تھے۔ کیونکہ

آپکے والد ماجد سن رسیدہ ہو گئے تھے بوجہ انکی خدمت کے آپ انکی مفارقت گوارا نہ کر سکتے تھے یہانتک کہ آپکے والد نے ۱۰۰۷ھ میں وفات فرمائی۔ ۱۰۰۸ھ میں آپنے حج کی غرض سے سفر کیا۔ جب آپ دہلی پہنچے۔ مولانا حسن کشمیری سے جو آپکے دوستوں اور حضرت خواجہ باقی باللہ کے مخلصوں میں سے تھے۔ ملاقات ہوئی۔ انہوں نے آپسے خواجہ صاحب کے کمالات کا اظہار کرکے ملاقات کرنے کے لئے تحریک کی۔ اور بیان کیا کہ حضرت خواجہ صاحب اس سلسلہ علیہ نقشبندیہ میں فرد و یگانہ ہیں۔ اور ہر چہار طرف دور دراز تک آپ کی نظیر نہیں۔ آپ کی ایک نظر میں وہ فیض طالبوں کو حاصل ہوتا ہے۔ جو اور طریقوں میں بہت سے چلوں اور شاقہ ریاضت سے بھی کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔ چونکہ آپنے اپنے والد ماجد سے سلسلہ علیہ نقشبندیہ و اکابر سلسلہ کے حالات سے اور کتابوں میں دیکھے تھے۔ اور اس نسبت کی قابلیت و استعداد آپ بوجہ اتم رکھتے تھے۔ آپ مولانا کے ہمراہ حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت خواجہ صاحب کی یہ عادت نہ تھی۔ کہ کسی سے کوئی اپنی خواہش ظاہر فرماتے۔ البتہ آپسے حضرت خواجہ صاحب نے خلافِ عادت خانقاہ شریف میں چند روز قیام کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ آپنے ایک ہفتہ قیام کا وعدہ کیا لیکن رفتہ رفتہ ایک ماہ دو ہفتہ کی نوبت پہونچ گئی +

طریقہ نقشبندیہ میں آپ کی بیعت اور قلب کا جاری ہونا

ابھی دو روز بھی نہ گذرے تھے کہ آثار تصرف و کشش حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کی نمودار ہوئی۔ اور آپ پر شوق انابت و اخذ طریقہ خواجگان علیہ الرحمۃ نے غلبہ کیا۔ یہاں تک کہ آپنے حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ سے بیعت کے لئے درخواست کی۔ بغیر عرض کرنے کے بلا استخارہ (خلاف عادت) حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپ کو خلوت میں طلب فرماکر مرید کیا۔ ذکر قلبی تعلیم فرمایا۔ فوراً آپ کا دل ذاکر ہو گیا۔ اور آرام و حلاوت ذکر قلبی والتذاذ تمام حاصل ہوا۔ یوماً فیوماً ترقیاتِ عالیہ عروجاتِ متعالیہ ظاہر ہوتے رہے +

حضرت خواجہ کا خاص واقعات آپ سے ظاہر فرمانا

بعد چند روز کے جب حضرت خواجہؒ نے آپکے اندر آثار رشد و ارشاد و استعداد کامل معاینہ کئے۔ خلوت میں آپسے وہ حالات اور واقعات بیان فرماتے۔ جو آپ پر کئی سال پیشتر گذرے تھے +

(۱) مرشدی حضرت خواجہ محمد آدم الکنگی قدس سرہ العزیز نے جب احقر سے ارشاد فرمایا۔ کہ ہندوستان جاؤ۔ وہاں تم سے اس سلسلہ شریفہ کا رواج ہوگا۔ میں نے چونکہ اپنے آپ کو اس کے لائق نہ پایا۔ تو اضع کرنے لگا۔ آپنے مجھے استخارہ کرنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ جب ارشاد استخارہ کیا۔ تو ایک طوطی کو ایک شاخ پر بیٹھے ہوئے دیکھا میں نے اپنے دل میں یہ خیال کیا۔ کہ اگر یہ طوطی میرے ہاتھ پر آبیٹھے تو مجھے اس سفر میں کشائش حاصل ہوگی۔ بمجرد اس خیال کے وہ طوطی میرے ہاتھ پر آبیٹھی اور

اور میں نے اپنا لعابِ دہن اُس کے مُنہ میں ڈالا۔ اُس نے میرے مُنہ میں شکر ڈالی۔ صُبح کو میں نے یہ واقعہ حضرت کی خدمت میں بیان کیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ طوطی ہندوستان کا پرندہ ہے۔ پس تمہارے دامن تربیت سے ایک ایسا شخص نکلیگا۔ کہ عالم اُس کے نور سے منوّر ہوگا۔ اور اُس سے تمہیں فائدہ پہونچیگا۔ میں اس واقعہ کو آپ کے حال پر منطبق پاتا ہوں ٭

(۲)۔ جب ہم تمہارے شہر سرہند پہونچے تھے۔ تو خواب میں دیکھا تھا۔ کہ میں ایک قطب کے جوار میں اُترا ہوں۔ مجھے اس کا حُلیہ بھی بتایا گیا۔ میں صبح کو شہر کے گوشہ نشینوں اور درویشوں کی تلاش میں نکلا۔ اور جن جن درویشوں کو دیکھا نہ وہ آثار پائے اور نہ کسی میں علامات قطبیت ظاہر ہوئیں۔ میں نے کہا شاید اس شہر کا کوئی اور شخص اس امر کی قابلیت رکھتا ہے جو آئندہ ظاہر ہو۔ جب سے میں نے تم کو دیکھا۔ حُلیہ اُس کے موافق پایا۔ اور اُس کی قابلیت بھی میں نے تمہارے اندر معاینہ کی ٭

(۳)۔ میں نے دیکھا۔ کہ ایک بہت بڑا چراغ میں نے روشن کیا۔ اور اُس کی روشنی ساعت بساعت بڑھتی گئی۔ اور لوگوں نے اُس سے اور بہت سے چراغ روشن کئے۔ جب میں سرہند کے قرب وجوار میں پہنچا تو دشت و بیابان میں بہت سی شعلیں روشن دیکھیں۔ اس واقعہ کو بھی میں تمہارے حالات سے متعلق سمجھتا ہوں۔ بالجملہ اِن دو تین ماہ کے اندر جو کچھ آپ کو یمن تربیت خواجہ خواجگان خواجہ بزرگ حضرت خواجہ باقی باللہؒ سے حاصل ہوا اُس کی تحریر و تقریر زیادہ ہو قلم قاصر ہے ٭

آپ کے بعض حالات خود آپ کے قلم سے۔ آپ نے ایک طالب کی تحریص و ترغیب کے لئے جو اپنا حال بیان کیا ہے وہ ذیل کا لکھا جاتا ہے۔ وَالقلیل یدل علی الکثیر۔ جب اس درویش کو اس راہ کی ہوس پیدا ہوئی۔ تو عنایت الٰہی اُس کی معین و مددگار ہوئی۔ کہ یہ فقیر ولایت پناہ حقیقت آگاہ ہادی طریق اندراج النهایت فی البدایت والی السبیل الموصل الیٰ درجات الولایۃ مؤید الدین المرضی شیخنا و امامنا محمد الباقی قدس سرہ السامی کی خدمت میں پہنچا۔ جو خلفائے کبار سلسلہ علیہ نقشبندیہ سے ہیں ٭

تعلیم ذکر اسم ذات اوّل اس درویش کو آپ نے ذکر اسم ذات کی تعلیم کی۔ اور بطریق عادت قدیمہ توجہ کی یہاں تک کہ فقیر کے قلب میں التذاذ تمام پیدا ہوا اور کمال شوق و اشتیاق سے گریہ و زاری کرنے لگا ٭

مدہوشی و فناء ایک روز کے بعد بحالت بیخودی ایک دریائے محیط۔ اور صور و اشکال عالم اُس دریا کے سایہ میں نمودار ہوئے۔ رفتہ رفتہ اس کیفیت بیخودی نے اور بھی غلبہ کیا۔ کبھی ایک پہر تک رہتی اور کبھی دوپہر اور کبھی تمام شب میں نے اپنے خواجہ صاحب کی خدمت میں یہ کیفیت بیان کی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ تم کو ایک قسم کی فناء حاصل ہوئی ہے ؎

موج خاکی وہم و فہم و فکر ماست　　　موج آبی محو و سکر است و فنا ست

مقام ظلال و فناء الفناء اس کے بعد آپ نے ذکر کرنے سے منع کر دیا۔ لیکن موجودہ ذکر کی نگاہداشت کے لئے

ارشاد فرمایا۔ پھر دو روز کے بعد مجھے فنا مصطلح حاصل ہوئی تو میں نے خدمت والا میں کیفیت عرض کی۔ ارشاد فرمایا۔ کہ تمام عالم کو ایک دیکھتے رہو۔ اور واحد و متصل پاتے ہو یا نہیں۔ میں نے عرض کی ایک پاتا ہوں۔ فرمایا فنائے فنا میں یہ بات معتبر ہے۔ کہ باوجود اتصال ابدان بے شعوری حاصل ہوئی۔ اُس رات مجھ پر بھی کیفیت گذری تھی۔ وہ سب میں نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ اور کہا میں اپنے علم کو نسبت حق سبحانہ تعالے اب حضوری میں پاتا ہوں +

مرتبہ علمی | اس کے بعد ایک نور سیاہ رنگ کا ظاہر ہوا۔ جو تمام اشیاء کو محیط تھا۔ میں نے اُسکی کیفیت بھی عرض کی۔ تو ارشاد فرمایا۔ کہ انبساط جو اس نور میں دکھلائی دیتا ہے علم الٰہی ہے کہ بواسطہ تعلق ذات حق سبحانہ ان اشیاء کے ساتھ جو بالا و پستی میں واقع ہیں منبسط ہے۔ لہذا اس انبساط کی بھی نفی کرنی چاہئے۔ اس کے بعد اُس نور منبسط میں انقباض ظاہر ہوا۔ اور تنگ ہونے لگا حتیٰ کہ صرف ایک نقطہ کے برابر رہ گیا +

مقام حیرت و حضور نقشبندیہ۔ | فرمایا اس نقطہ کی بھی نفی کرنی چاہئے اور حیرت میں آنا چاہئے۔ میں نے ایسا ہی کیا چنانچہ وہ نقطہ بھی زائل ہوگیا۔ اور حیرت ظاہر ہوئی۔ کہ اس مقام پر خود دیکھو شہود حق سبحانہ وتعالیٰ ہے۔ میں نے یہ کیفیت عرض خدمت کی۔ تو فرمایا یہی حضور نقشبندیہ ہے۔ اور نسبت نقشبندیہ عبارت اسی حضور و آگاہی سے ہے اور اس حضور کو حضور غیبت بھی کہتے ہیں۔ یہی مقام اندراج النہایۃ فی البدایۃ کا ہے۔ اس طریق میں طالب کو بمجرد اخذ نسبت یہ مقام حاصل ہوتا ہے اور دوسرے طریقوں میں کسی کو اگر کچھ حاصل ہوتا ہے۔ تو بڑے کسب و ریاضت اور محنت و مجاہدہ سے اس فقیر کو یہ مقام ابتدائے تعلیم ذکر سے اندرون دو ماہ چند روز حاصل ہوگیا +

مقام فنا حقیقی و شرح صدر | اس کے بعد پھر ایک روز فنا حاصل ہوئی۔ جسے فنا حقیقی کہتے ہیں۔ اور دل میں اس قدر وسعت پیدا ہوگئی۔ کہ تمام عالم عرش سے فرش تک اس کے پہلو میں رائی کے دانہ کے برابر دکھلائی دینے لگا +

مقام حق الیقین و جمع الجمع | اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو اور ہر ہر فرد عالم کو بلکہ ہر ہر ذرہ کو حق دیکھا ؎

ہر ذرہ کہ دیدیم جمال تو بدیدیم ۔۔۔ ہر جا کہ رسیدیم سر کوئے تو دیدیم

اس کے بعد ہر ذرہ عالم کو الگ الگ اپنا عین دیکھا۔ اور اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرہ کو اس قدر منبسط اور وسیع پایا۔ کہ تمام عالم بلکہ ایسے ایسے کئی عالم اُس میں سما جائیں۔ اور میں نے اپنے آپ کو اور ہر ذرہ کو ایک نور منبسط پایا کہ اشکال و صور عالم اُس میں مضمحل مثل لاشئے کے پاتا ہیں۔ اس کے بعد میں نے اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرہ کو مقوم جمیع عالم پایا۔ جب میں نے یہ کیفیت حضرت خواجہ رح کی خدمت میں عرض کی۔ تو فرمایا۔ توحید میں مرتبہ حق الیقین ہی ہے۔ اور جمع الجمع عبارت اسی مقام سے ہے

اس کے بعد صور و اشکال عالم کو جیسا کہ اول میں نے حق پایا۔ اُس وقت موہوم پایا۔ اور نہایت حیرت پیدا ہوئی۔ اور اس وقت مجھ کو فصوص الحکم کی عبارت جو میں نے حضرت والد ماجد سے سنی تھی یاد آئی اور فی الجملہ تسکین بخش اضطراب ہوئی۔ هُوَ هٰذَا اِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ اَیِ الْعَالَمُ حَقٌّ وَ اِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ خَلْقٌ وَ اِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ حَقٌّ مِنْ وَجْهٍ وَ خَلْقٌ مِنْ وَجْهٍ وَ اِنْ شِئْتَ قُلْتَ بِالْحَیْرَةِ بَعْدَ التَّمْیِیْزِ بَیْنَهُمَا۔ (ترجمہ) تو چاہتا ہے کہ تو کہہ کہ عالم حق ہے یا کہہ عالم خلق ہے یا کسی اعتبار سے حق اور کسی اعتبار سے خلق یا امتیاز کر دونوں میں کہ یہ بہترین تنبہ ہے۔ **نظم**

وحدتِ مطلق میں جان خلق و خدا ایک ہے — دیکھنا توحید ہے بولنا ترکِ ادب
پر ہے حقیقی دوئی عالم و حق میں ضرور — اس کے سوا احتمال کھول نہ زنہار لب
صوفیہ کا یاد رکھ قاعدۂ کلیہ — خلق نہ ہو جائے حق عبد نہ ہو جائے رب

مرتبہ فرق بعد الجمع | بعدہٗ میں نے آپ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہو کر اپنا حال عرض کیا۔ ارشاد فرمایا۔ ابھی تمہارا حضور صاف نہیں ہوا۔ تم اپنے کام میں مشغول رہو۔ یہاں تک کہ موجود و موہوم کے درمیان تم پر تمیز ظاہر ہو جائے۔ میں نے فصوص الحکم کی وہ عبارت جو شعر بعدم تمیز ہے پڑھ کر سنائی۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ شیخ نے جو لکھا ہے۔ وہ مرتبہ کمال کا حال نہیں ہے۔ کیونکہ عدم امتیاز ابتدائی مقامات میں سے ہے۔ میں حسب الحکم اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ اللہ عزوجل نے آپ کی توجہ سے کامل دو روز میں موجود اور موہوم کے درمیان تمیز ظاہر کر دی۔ یہاں تک کہ میں نے موجود حقیقی کو موہوم خیالی سے ممتاز فرمایا۔ اور صفات و افعال کو بھی موہوم محض پایا۔ اور خارج میں سوائے ایک ذات موجود کے اور کچھ نہ دیکھا ؎

ذکر کن مذکور تا گردد عیاں — نے کہ آں ذکرے کہ باشد بر زبان

جب یہ حالت میں نے عرض خدمت کی۔ تو ارشاد ہوا۔ کہ مرتبہ فرق بعد الجمع یہی ہے۔ اور انتہا یہیں تک ہے۔ اس مقام کو مشائخ طریقت مرتبہ تکمیل کہا ہے۔ انتہی کلامہ الشریف +

نسبت مرادیت و محبوبیت | الحاصل آپ نے دقائق علیہ و واردات مرضیہ و احوال شریفہ بہت ہی تھوڑی مدت میں حاصل فرمائے۔ جو اور سالکوں کو برسوں میں بھی حاصل نہیں ہو سکتے ؎

چیزے کہ انبیا را حاصل نبود کل — آں چیز بے مشقت آسان شدست مارا

حضرت خواجہؒ صاحب نے اس کی یہ وجہ بیان فرمائی۔ کہ آپ میں نسبت محبوبیت و مرادیت ہے۔ اور اس نسبت والوں کو بمقابلہ مریدیت و محبیت کی نسبت والوں کو بلا محنت و مشقت بہت جلد سلوک طے ہوتا ہے ؎

کلیم مدہوش لن ترانی حبیب ماموریں ارنی
ببیں چہ فرق ست درمیانی بیان ہر یک چنانکہ دانی

آپ کے متعلق حضرت خواجہ کے خیالات — چند ہی روز آپ کو حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں گذرنے پائے تھے۔ کہ آپ کی نسبت انہوں نے اپنے ایک دوست کے خط میں یہ الفاظ تحریر فرمائے :-

عبارت مکتوب

شیخ احمد مردے است از سرہند کثیر العلم قوی العمل روزے چند فقیر با او نشست برخاست کردہ عجائب بسیار از روزگار اوقات او مشاہدہ نمودہ بآں ماند کہ چراغے شود کہ عالمہا از و روشن گردد الحمد للہ تعالیٰ احوال کاملۂ او بمراقبہ یقین پیوستہ و ابن شیخ مشار الیہ برادران و اقربا دارد ہمہ مردم صالح و از طبقۂ علما چندے را دعاگوئے ملازمت کردہ از جواہر عالیۃ النسبۃ استعداد ہائے عجیب دارند و فرزندان آں شیخ کہ اطفال اند اسرار الٰہی اند بالجملہ شجرہ طیبہ اند انبتہ اللہ نباتا حسنا ط وفقرا باللہ دلہائے عجب دارند" انتہی کلامہ الشریف ۔

ترجمہ

اہل سرہند سے ایک بزرگ شیخ احمد نامی بڑے فاضل اور کثیر العمل عالم ہیں۔ فقیر نے چند روز اُن کی صحبت میں نشست و برخاست کر کے بہت سے عجائب روزگار کا مشاہدہ کیا۔ وہ ایک چراغ ہیں جو ایک عالم کو منور کر دینگے الحمد للہ۔ فقیر کے یقین میں کمالات جاگزین ہو گئے اُن کے چند بھائی برادر بھی ہیں جو سب کے سب نیک اور بزرگ ہیں۔ کئی عالم ہر وقت ان کی خدمت کیمیا خاصیت میں حاضر رہتے ہیں اُنہوں نے آپ کی صحبت میں بڑی بڑی استعدادیں حاصل کی ہیں۔ شیخ کے صاحبزادہ جو ابھی بہت کم سن ہیں اسرار الٰہی ہیں اور شجرہ طیبہ خدائے تعالیٰ انکا اچھی طرح سے نشو و نما کرے فقرا کے دل خدا سے ملنے کے دروانے ہیں فقط

حضرت خواجہ کی جناب میں آپ کی عقیدت — آپ فرماتے ہیں کہ جس روز میں حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوا۔ اور تعلیم طریقت شروع کی۔ مجھے یقین ہوگیا۔ کہ عنقریب حق سبحانہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے مجھے اس راہ کی انتہا تک پہونچا دیگا ہر چند کہ میں اپنے نقص حال اور قصور اعمال پر نظر کر کے بقوائے ؏

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اعتنا کر کے ان خیالات کی نفی کرتا تھا۔ لیکن کسی طرح میرے دل سے یہ خیال نہ جاتا تھا۔ بسا اوقات یہ بیت میری زبان پر جاری رہتی تھی ؎

ازیں لوز یکہ از تو برد لم تافت — یقین دانم کہ آخر خواہمت یافت

اس کے بعد حضرت استغراق میں گئے اور نہایت عجز و انکسار سے آبدیدہ ہو کر الحمد للہ فرمایا۔ اور خاموش ہوگئے ۔

آپ کو خواجہ کی جناب میں جو اعلیٰ اعتقاد تھی۔ اُس کی کیفیت خود آپ نے اپنی کتاب مبدء و معاد میں اس طرح تحریر فرمائی ہے۔ کہ ہمارے حضرت خواجہ کے ساتھ ہر مرید اپنی اپنی لیاقت کے بموجب

علیحدہ علیحدہ عقیدت رکھتا تھا۔ اور اسی کے بموجب ہر ایک فیضیاب ہوتا تھا۔ چنانچہ میرا عقیدہ یہ تھا۔ کہ بعد زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایسی صحبت اور تربیت و ارشاد سوائے حضرت خواجہ صاحب کے کسی کو نصیب نہیں ہوا ہوگا۔ پس ہزار ہزار شکر ہے کہ مجھ کو میرے اعتقاد کے بموجب فیضان حاصل ہوا۔

حضرت خواجہ کی آپ پر عنایت

ایک روز کا آپ ذکر فرماتے ہیں۔ کہ جب میں حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اکثر اوقات از خود رفتگی جو علامت فنائیت ہے مجھ پر طاری ہوتی تھی۔ اور حضرت علیہ الرحمۃ نے میرے برادر طریقت شیخ تاج سنبھلی کو یہ حکم دے رکھا تھا۔ کہ جملہ مریدین سے اُن کے کوائف و حالات دریافت کر کے آپ کی خدمت میں بیان کیا کریں لیکن میرے لئے خاص طور پر یہ حکم تھا کہ بلا کسی کی وساطت کے میں اپنے حالات خود عرض کیا کروں۔ بلکہ بعض وقت خود حضرت یاد کر کے دریافت فرماتے تھے۔ مگر میں بپاسِ ادب اکثر خاموش رہتا تھا۔ اور کچھ نہ کہتا تھا۔ حتیٰ کہ ایک روز آپ نے خود فرمایا۔ کہ تم اپنے حالات کے بیان کرنے میں خاموش رہتے ہو۔ بیان کرنے میں کیوں تامّل کیا کرتے ہو۔ اور میں یہ خیال کیا کرتا تھا کہ میں کیا ہوں۔ اور میرے حالات ہی کیا ہیں جو گوش گذار کروں۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ بلا کم و کاست جو کچھ واقعات پیش آیا کریں۔ بیان کیا کرو۔ اسی زمانہ میں اتفاقاً مجھے یہ ایک واقعہ پیش آیا۔ کہ شیخ تاج کی طرف میں متوجہ ہوا۔ اور تصرف کیا۔ بیخود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ آپ کے اصرار فرمانے پر یہ واقعہ میں نے ظاہر کیا۔ سُنتے ہی آپ کا حال متغیر ہو گیا اور حاضرین جلسہ پر بہت دیر تک سکوت طاری رہا۔

آپ کو حضرت خواجہؒ سے خلافت

حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے بارگاہ حق سبحانہ تعالےٰ میں آپ جیسے قابل طالب اور لائق مُرید کے تربیت پانے اور درجہ کمال تک پہونچنے کا شکر ادا کیا۔ اور آپ کے کمالات اور حالات کے مدارج اور تعریف و توصیف کر کے نیک ساعت میں خلعت خلافت سے آپ کو سرفرازی بخشی۔ اور آپ کے وطن مالوف سرہند شریف کی طرف رخصت فرمایا۔ آپ بموجب ارشاد پیر بزرگوار تربیت طالبین اور ہدایت سالکین میں مشغول ہوئے۔ تھوڑے ہی عرصہ میں صدہا طالبوں کو معارف پناہ خدا آگاہ کر دیا۔

آپ کا دوسرا سفر دہلی اور حضرت خواجہؒ کی مزید عنایات

پھر آپ کے سینہ فیض گنجینہ میں شوق دیدار جمال باکمال مرشد برحق موج زن ہوا۔ اور بغرض حصول ملازمت آپ سرہند سے دہلی آئے۔ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپ کی خبر مقدم کی خبر فرحت اثر سُن کر مع خدام کابلی دروازہ تک استقبال کے لئے تشریف فرما ہوئے اور نہایت ہی اعزاز و احترام کے ساتھ اپنے نورِ نظر اعظم الخلفا مروج الطریقہ کو اپنے ہمراہ خانقاہ شریف میں لا کر فروکش کیا۔ یہاں پہونچکر آپ کے کمالات اور حالات کو اس قدر عروج واقع ہوا۔ کہ آپ کے استعداد عالی کے خصائص سے جو اسرار و معارف ظہور پذیر ہوئے حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ خود اسی طرح سے اخذ

فرماتے تھے۔ کہ جیسے کوئی شاگرد اُستاد سے حدیث نقل کرتا ہے ۔

حضرت خواجہ رہ کے بعض خلفاء اور مریدین کے قلوب میں آپ کے جانب سے انکار پیدا ہوا فوراً حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے بقوتِ باطنیہ اس کا ادراک فرمالیا ؎

بندگانِ خاص علام الغیوب　　　در جہاں کی ان جواسیس القلوب

اور حضرت اُس پہ غضبناک ہوئے اور ارشاد فرمایا۔ کہ " اگر تم اپنے ایمان کی بقا اور سلامتی چاہتے ہو۔ تو اُن کی جناب میں باادب اور باعقیدت رہو کہ وہ مثل آفتاب ہیں اور اُن کے انوار میں ہم جیسے ہزاروں ستارے گم ہیں۔ یاد رکھو کہ اس امت میں جو چار بزرگ افضل ترین اولیاء ہیں یہ بھی اُنہیں میں سے ہیں۔ بسا اوقات حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ آپ کو برسر حلقہ بٹھاتے اور خود مع اپنے خلفاء و مریدین کے آپ کے حلقہ میں مستفیدانہ شریک ہوتے۔ اور بعد فراغت اُلٹے پاؤں واپس ہوتے کہ آپ کی طرف پشت نہ ہو۔ اور اپنے جملہ خدام کو بھی یہی ہدایت فرماتے۔ کہ وہ اسی طرح ہمیشہ آپ کا ادب کیا کریں۔ اور آپ کے رُتبہ کو ملحوظ کرکے اپنے باطن کو آپ کی طرف متوجہ رکھیں ۔

ایک مرتبہ آپ نے حضرت خواجہ رہ سے نہایت ادب کے ساتھ عرض کیا۔ کہ اس غلامان غلام کو حضرت کے اس طرزِ عمل سے نہایت ندامت اور شرمندگی ہے۔ ارشاد ہوا۔ کہ ہم جو کچھ کر رہے ہیں۔ بموجب امرِ الٰہی ہے جس کی تعمیل پر ہم غیب سے مجبور ہیں ۔

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے ایک مرید خواجہ بیگی پر زیادہ عنایت مبذول ہوئی بوفورِ شفقت اُن سے آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جب امام ربانی صاحب سرہند سے تشریف لائیں تو تم مجھ کو یاد دلانا میں تم پر اُن سے توجہ کراؤں گا۔ ہفتہ عشرہ ہی میں تمہارا کام بن جائیگا۔ جب آپ دہلی تشریف لے گئے۔ تو حسب الارشاد حضرت خواجہ آپ نے توجہ فرمائی۔ دو ایک ہی توجہ میں خواجہ بیگی فائز المرام اور کامل العرفان ہو گئے ۔

ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ آپ حجرے میں آرام کر رہے تھے۔ کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ آپ کے ملنے کے لئے تشریف لائے۔ خادم نے چاہا۔ کہ آپ کو بیدار کر دے حضرت خواجہ رہ نے منع فرمایا۔ اور خود حجرہ کے دروازہ کے پاس آپ کی بیداری کے انتظار میں کھڑے ہو گئے۔ باوجودیکہ آپ گہری نیند سو رہے تھے فوراً اُٹھ بیٹھے۔ اور چارپائی سے نیچے اُتر آئے ؎ مثنوی

حالتِ من خواب را ماند گہے　　　خواب پندارد مراد اور اگمرہے

گفت پیغمبر کہ عَیْنَایَ تَنَامُ　　　لَا یَنَامُ الْقَلْبُ عَنْ رَبِّ الْاَنَامِ

اور مضطرب الحال ہو کر دریافت فرمانے لگے۔ کہ باہر کون صاحب ہیں حضرت نے ارشاد فرمایا درفقیر محمد باقی " ہے۔ آپ فوراً ہی حاضر خدمت مبارک ہو گئے ۔

آپ کی سرہند شریف کو واپسی

جس قدر نعمت باطنی اور نسبتہائے عالیہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کو حاصل تھیں ایثار کرکے سب آپ کو عطاء فرمائیں۔ اور لوای ارشاد آپ کے سر مبارک پر رکھ کر تمام خلفاء کی ہدایت اور مریدین کی تربیت آپ کے حوالہ کی۔ بعدہٗ آپ کے وطن مالوف کی طرف آپ کو رخصت فرمایا۔ مدت تک آپ سالکین راہِ خدا طالبین طریق صدق و صفا کی تعلیم و تربیت میں مشغول اور وہ آپ کی صحبت کیمیا خاصیت کے فیوض و برکات سے مستفید رہے۔ آپ اس زمانہ میں اپنے حالاتِ عظیمہ اور مقاماتِ عالیہ کی کوائف اور ترقیات مریدین طالبین کے حالات سے اطلاع دیکر اپنے پیر بزرگوار سے تصحیح حالات فرماتے تھے۔ پیر بزرگوار آپ کے حالات کی قبولیت کی بشارت دیکر اپنے زیر تربیت سالکوں کی کوائف ذکر و شغل سے آپ کو مطلع فرماتے۔ اور اُن کے بعض حالات کی کیفیات کو آپ سے استفسار فرماتے تھے۔ آپ انکی قابلیت اور ترقیات کا ذہن سے ادراک کرکے جوابات صحیحہ تحریر فرماتے تھے۔ حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ آپ کے ادراک اور کشف صحیح کی تعریف و توصیف تحریر فرماتے تھے۔

آپ اور حضرت خواجہ رح کے آداب ۔

باوجودیکہ آپ ایسے مقامات بلند و مراتب ارجمند سے سرفراز تھے۔ مگر اپنے پیر بزرگوار کی ایسی رعایت ادب کرتے تھے۔ کہ اس سے اور زیادہ تر نہیں ہو سکتی۔ صاحب زبدۃ المقامات لکھتے ہیں۔ کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کے خلیفہ شاہ حسام الدین اپنے پیر بھائی حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بہت سی تعریف و توصیف کرنے کے بعد بیان فرماتے تھے۔ کہ آپ باوجود علوِ مرتبت و کثرت فضیلت اپنے پیر دستگیر کے آداب کی کمال رعایت کرتے ہیں۔ حضرت کے مُریدوں میں آپ جیسا با ادب نہ کوئی خلیفہ تھا۔ اور نہ کوئی مرید۔ یہی وجہ ہے کہ اور سب سے زیادہ برکات آپ کو نصیب ہوئیں۔ چنانچہ ایک روز کا وہ ذکر کرتے ہیں کہ میں بموجب ارشاد حضرت خواجہ رح آپ کے بلانے کے لئے گیا۔ جونہی میں نے آپ سے کہا ۔ کہ حضرت یاد فرماتے ہیں آپ کے چہرہ کا رنگ فق ہوگیا۔ اور خوف و بیم سے اس قدر مضطرب ہوئے کہ تمام بدن میں رعشہ پڑگیا اُس وقت مجھ کو صُوفیائے کرام کا وہ مقولہ یاد آیا کہ "نزدیکاں را بیش بود حیرانی" ٭

حضرت غوث پاک رض کے خرقہ کی حوالگی اور شاہ سکندر قادری سے آپکی خلافت

سابق میں مذکور ہوا ہے کہ قطب الوجود حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے اپنا خرقہ مبارک اپنے جانشین صاحبزادہ حضرت سید تاج الدین عبدالرزاق قدس سرہ العزیز کو آپ کے حوالہ کرنے کے لئے تفویض فرمایا تھا۔ اور آپ کے جانشینوں میں یکے بعد دیگرے امانتہً چلا آتا تھا۔ وہ اسی سال آپ کے حوالہ کیا گیا۔ اُس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت شاہ سکندر قادری قدس سرہ العزیز سے اُن کے دادا حضرت شاہ کمال کیتھلی نے خواب میں ظاہر ہوکر فرمایا۔ کہ اس خرقہ مبارک کے وارث جن کے لئے حضرت غوث پاک رض نے وصیت فرمائی تھی۔ شیخ احمد سرہندی ظاہر ہوگئے ہیں ان کے حوالہ کردو۔ انہوں نے خرقہ شریف کے تفویض

کرنے میں یہ خیال کر کے تامل کیا کہ گھر کی نعمت گھر میں ہی رہے تو بہتر ہے۔ پھر دوبارہ آپ نے ظاہر ہو کر تاکید فرمائی۔ پھر بھی انہوں نے ٹالا تیسری مرتبہ بحالت غضبانی ظاہر ہو کر متنبہ فرمایا۔ کہ اگر تم اپنی خیریت اور نسبت کی سلامتی چاہتے ہو تو خرقہ مبارک اس کے وارث کے حوالے کر دو۔ ورنہ تمہاری نسبت و کرامت سب سلب کر لی جائیگی۔ شاہ سکندر ہیبت زدہ ہو کر خرقہ شریف لیکر آپ کی خدمت میں تشریف لائے۔ آپ بعد نماز صبح حسب عادت بحلقہ ذکر و توجہ میں مشغول مراقبہ فرما رہے تھے۔ آپ جب فارغ ہوئے شاہ صاحب نے خاندان عالیہ قادریہ کی خلافت آپ کو عطا کی اور خرقہ مبارک آپ کے تفویض فرمایا۔ آپ نے زیب تن مبارک کیا۔ نسبت قادریہ نے آپ پر غلبہ و استیلا کیا نسبت نقشبندیہ مغلوب ہو گئی۔ بعدہ نسبت قادریہ کو غلبہ ہو گیا ایسا ہی کئی مرتبہ ہوتا رہا ؛

ارواح اولیاء کی آمد اور آپکے لئے مسابقت

اس اثناء میں روح مبارک حضرت غوث الاعظم رضی اللہ تعالے عنہ حضرت امیر المومنین سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ مع بزرگان سلسلہ تشریف فرما ہوئے۔ اُن کے بعد روح پرفتوح حضرت خواجہ بہاءالدین نقشبند و حضرت امیر المومنین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہما مع بزرگان سلسلہ تشریف فرما ہوئے۔ دونوں حضرات میں باہم اشارات ہوئے حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا۔ کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے بچپن میں ہی بواسطہ ہمارے پوتے سید شاہ کمال قادری کے اُن کی زبان چوسکر کامل فیض نسبت حاصل کیا ہے۔ لہذا ان پر ہمارے سلسلہ کی خدمت اور اشاعت کا بڑا حق ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمتہ نے فرمایا۔ کہ ہمارے طریق کا استحقاق اسی وجہ سے ان پر زیادہ ہے کہ بتوسط ہمارے خلیفہ خواجہ باقی باللہ کے حضرت خاتم الرسل صلعم کی امانت معہودہ اُنہوں نے پائی ہے۔ دونوں بزرگواروں کے ارواح طیّبات میں یہی گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ ارواح مقدسہ اکابر سلسلہ چشتیہ بھی تشریف فرما ہوئیں۔ اُنہوں نے بھی اپنا دعوے مع دلیل پیش فرمایا۔ کہ آپ کے بزرگوں کی نسبت آبائی واجدادی ہمارے سلسلہ کی ہے اور آپ نے ہمارے ہی آغوش پرورش میں نشوونما پایا ہے۔ اور سب سے پہلے ہمارے ہی سلسلہ کی خلافت حاصل کی ہے۔ لہذا ہمارے سلسلہ کا حق سب سے زیادہ ہے۔ اس طرح ارواح عالیہ سہروردیہ کبرویہ طریق کے مشائخ عظام کی بھی تشریف فرما ہوئیں۔ اُنہوں نے بھی اپنا اپنا دعوے مع دلیل پیش کیا۔ غرض کہ قاطبۃً جمیع سلاسل کے پیشرو مشائخ کا اجتماع ہو گیا۔ اور امر مابہ النزاع میں رد و بدل شروع ہوا۔ ہر ایک سلسلہ کے بزرگ آنجناب کی نسبت اپنے سلسلہ کے لئے خواہش کر رہے تھے۔ کہ آپ اُنہیں کے سلسلہ کے شیخ قرار دئے جائیں ؛

سرہند شریف میں اولیاء اللہ کا ہجوم اور آنحضرت صلعم کا فیصلہ فرمانا

مولانا ہاشم کشمی و بابا بدرالدین اپنی اپنی تواریخ میں رقمطراز ہیں کہ اُس وقت اولیاء اُمّت کا سرہند میں ایسا ہجوم ہوا تھا۔ کہ شہر اور نواح شہر کے دیہات قصبات کے کوچہ و بازار ارواح اولیاء کرام سے پُر ہو گئے۔ ۱۱ شعبان ۱۰۱۱ھ کی صبح سے آخر وقت نماز

ظہور تک بھی معرکہ رہا۔ بالآخر معاملہ حضرت خاتم المرسلین صلعم کی جناب میں فیصلہ کے لئے پیش ہوا۔ اور بحضور شہید رسالت۔ تو ہر ایک بزرگ کو تسلی اور دلاسا دیکر فیصلہ فرمایا کہ "آپ سب بزرگوار اپنی اپنی کمالات نسبت تمام و کمال اس بزرگ کے حوالہ کر دیں۔ کہ یہ سب سلسلوں میں داخل ہو جائیں اور تم سب کو علی السنا دی بہرہ حصہ ملے۔ مگر چونکہ سلسلہ نقشبندیہ خیر البشر بعد الانبیاء یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے اور اس میں اتباع سُنت سنیہ و اجتناب بدعت نامرضیہ سب سے زیادہ ملحوظ ہے لہذا یہ سلسلہ خاص خدمت تجدید سے زیادہ تر مناسبت رکھتا ہے پس یہ سلسلہ اور سلسلہ قادریہ و سہروردیہ باین لحاظ حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ ان سے زیادہ ترویج پائینگے۔ اور دوسرے سلاسل کبرویہ و چشتیہ بھی ان سے مروّج ہوں گے"

سب طریقوں کی نسبت کا طریقہ مجددیہ میں شمول۔

پس جمیع مشائخ عظام نے اپنے اپنے کمالات اور نسبتیں آپ میں القا فرائیں آپنے سب کو اپنے طریق میں امتزاج شامل کیا اور ان کو اپنی نسبت خاصہ سے جو جناب رسالتمآب سے بوساطت رسالت پناہی صلعم آپ کو خصوصیت سے عطا ہوئے تھے مندرج فرمایا۔ یہی طریقہ مجددیہ تمام اُمت کی اولیاء کے سلسلوں کو جامع ہے اور اس طریق کے سالکوں کو ہر ایک سلسلہ کے اولیاء کا فیض حاصل ہوتا ہے اور ہر سلسلہ کے مشائخ کی عنایت اس کے شامل حال ہوتی تھی چنانچہ حضرات قیوم اربعہ جملہ سلسلوں میں مرید فرماتے تھے مگر بعد آپ کے بلحاظ اتباع شریف سوائے نقشبندیہ قادریہ طریقوں کے اور طرق میں مرید کرنے کی ممانعت ہو گئی۔ کہ بعض طریق میں سماع تک درست ہے اور اس طریقہ میں ممنوع ہے

رباب و نغمہ و جملہ مزامیر بسبب ممنوع از آیات تفسیر

تعلیم نسبت قادریہ

ایک روز کا ذکر ہے۔ کہ ایک طالب صادق نے ذوق کیفیت طریقہ قادریہ کی خواہش ظاہر کی۔ آپنے اُن کو اپنی صحبت میں رہنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ وہ صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے۔ آپ اُن پر نسبت اکابر قادریہ کا افاضہ کرنے لگے۔ جب اُس کو دو تین دن گزر گئے۔ آپ کے اصحاب میں جو خوان نعمت نقشبندیہ کے ریزہ چین تھے۔ اپنے احوال میں بستگی دیکھی۔ چار و ناچار ان میں سے ایک صاحب نے اس بستگی و رفیض احوال کی آپ سے شکایت کی۔ کہ میں دو تین روز سے اپنی نسبت کو بستہ پاتا ہوں نہیں معلوم مجھ سے کیا قصور سرزد ہوا۔ دوسرے درویش نے بھی آن کر اسی طرح کی شکایت کی۔ آپنے فرمایا تم سے کوئی قصور سرزد نہیں ہوا۔ اس بستگی کی وجہ یہ ہے کہ تم انوار اکابر نقشبندیہ رضی اللہ عنہم سے اقتباس کرتے ہو۔ میں ان صاحب کو دو تین روز سے نسبت اکابر قادریہ پہونچا رہا ہوں۔ اس کے القا کا راستہ کھل رہا ہے۔ چونکہ تم اس نسبت سے مناسبت نہیں رکھتے ہو لامحالہ معطل ہو جب ہم اپنی سیر کو اکابر خواجگان نقشبندیہ کی طرف رجوع کرینگے تو بستگی تمہاری دُور ہو جائیگی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

آپ کا تیسرا سفر دہلی اور آپکے متعلق حضرت خواجہ رح کے ارشادات

تیسری مرتبہ جب آپ سرہند سے دہلی آئے حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے لبطور کشف ادراک فرماکر ارشاد فرمایا۔ کہ اب میرے بدن میں آثار ضعف اور ناتوانی بہت زیادہ ہوگئے ہیں۔ اور اب حیات کی امید کم باقی ہے۔ اپنے صاحبزادگان خواجہ عبیداللہ رح اور خواجہ محمد عبیداللہ کو جو اس وقت شیرخوار تھے۔ آپ کے روبرو پیش کر کے القاء توجہ کے لئے ارشاد فرمایا۔ آپ نے اپنے مخدوم زادوں پر توجہات فرمائیں۔ اور اس کا اثر حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ پر بھی ظاہر ہوا۔ بعدہٗ آپ نے حسب الارشاد والد مخدوم زادگان پر غائبانہ توجہ فرمائی۔ اس کے بعد حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپ کی شان میں یہ فرمایا کہ :۔

(۱)۔ میاں شیخ احمد کی طفیل سے ہم کو معلوم ہوا۔ کہ توحید وجودی ایک تنگ کوچہ ہے۔ اور شاہراہ طریقت اور ہی ہے ؎

(۲)۔ میاں شیخ احمد ایک آفتاب ہیں اور ہم جیسے کتنے ستارے ان کی روشنی میں گم ہیں ؎

(۳)۔ ہماری اور میاں شیخ احمد کی تمثیل خواجہ ابوالحسن خرقانی اور ان کے مرید عبداللہ انصاری کی ہے کہ اگر پیر زندہ رہتے تو اپنے مرید کے مرید ہوتے ؎

(۴)۔ میاں شیخ احمد کمال مرادوں اور محبوبوں میں سے ہیں ؎

(۵)۔ میاں شیخ احمد کی مانند آج زیر فلک کوئی نہیں ہے ؎

(۶)۔ بعد صحابہ و تابعین میاں شیخ احمد کے مماثل معدودے چند بزرگ گذرے ہیں ؎

(۷)۔ میاں شیخ احمد جامع قطبیت ارشاد و مدار ہیں ؎

(۸)۔ الحمدللہ ہماری تین چار سال کی صحبت رائگاں نہیں گئی۔ شیخ احمد جیسے عزیز الوجود شخص نے تربیت پائی ؎

(۹)۔ شیخ تاج آپ کے پیر بھائی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت خواجہ صاحب رح نے آپ کے موسومہ بعض مکاتیب میں جو الفاظ عزیز متوقف (یعنے سلوک میں رکا ہوا شخص) تحریر کئے اس کا چارہ کار درفت کیا۔ عزیز اس سے مراد خود ذات بابرکات حضرت پیر و مرشد تھے ؎

آپکے نام حضرت خواجہ رح کے بعض خطوط

علاوہ ان ارشادات کے حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپکے نام جو مکتوب تحریر کئے ہیں۔ ان سے آپکے مدارج عالیہ کے کمال کا اظہار ہوتا ہے۔ صرف دو مکتوبات مع ترجمہ بطور تبرک اس جگہ نقل کئے جاتے ہیں ؎

اصل مکتوب	ترجمہ
حق سبحانہٗ باعلیٰ مرتبہ الکمال برساند ع	اللہ تعالیٰ (آپ کو) کمال کے اعلیٰ مراتب پر پہونچائے
وللارض من کاس الکرام نصیب	اور بزرگوں کے پیالہ میں زمین کا بھی حصہ ہوتا ہے

لیکن ایں نیست آنچہ حقیقت آں نوشتہ می شود پیر انصار قدس سرہ بفرمودہ من مرید خرقانیم لیکن اگر خرقانی دریں وقت می بود باوجود پیریش مرید من میگرد۔ ہرگاہ صفت آں بے صفتاں ایں باشد گرفتاران آثار صفات چرا جان فدائے لوازم طلب گارے نکنند و از ہر کجا بوئے بشام ایشاں رسد در پئے آں نروند۔ اکنوں تامل و اہمال نہ از استغنائی و بے نیازی است موقوف باشارت است ؎

گر طمع خواہد زمن سلطانِ دین
خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

بارے نسخہ خال وارادہ ما این است خدائے عزوجل بر آنچہ می باید مستعد گرداناد و از عجب و پندار مخلصی بخشاد۔ و ایقینہ المقصود جناب سیادت مآب امیر صالح نیشاپوری سلمہ اللہ اظہار طلب نمودند چوں وقت مقتضی ایں نبود تضییع اوقات ایشاں دادہ از مسلمانی نمود لاجرم بہ صحبت شما فرستادہ شد انشاء اللہ تعالےٰ بقدر استعداد بہرہ مند میگردند۔ توجہ و لطف کامل باید والدعا

جو حقیقت حال ہے لکھی جاتی ہے۔ پیر انصار قدس سرہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت شیخ ابو الحسن خرقانی کا مرید ہوں لیکن اگر اس وقت وہ موجود ہوتے تو باوجود پیری وہ میرے مرید ہوتے۔ جبکہ اُن بے صفتوں کی یہ صفت ہو آثار صفات کے گرفتار کس طرح سے اس جانفدائی کی طلبگاری نہ کریں۔ اور جہاں کہیں سے اُن کے دماغ میں خوشبو پہنچے اس کا پیچھا نہ کریں۔ اب دیر و تامل ہمارا بے پروائی اور بے نیازی سے نہیں بلکہ موقوف اشارہ پر ہے

؎ گر طمع خواہد زمن سلطانِ دیں
خاک بر فرقِ قناعت بعد ازیں

اب تو موقع بھی ایسا ہے اور ارادہ بھی یہی ہے کہ خدا اس کو مہیا کر دے اور غرور اور خود پسندی سے نجات دے۔ جناب سیادت مآب میر صالح نیشاپوری نے اپنا باقیماندہ مقصود کی طلب کا ظاہر کیا جبکہ وقت اس کا مقتضی نہ تھا اُنکے اوقات کا ضائع کرنا مسلمانی سے بعید معلوم ہوا ہے لہذا انکو آپ کی صحبت میں روانہ کیا گیا انشاء اللہ تعالیٰ بموجب اپنی استعداد کے بہرہ یاب ہونگے اور کامل توجہ اور مہربانی حاصل کرینگے والسلام

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اس مکتوب شریف کا نہایت عاجزی اور انکسار سے جواب لکھا تھا جو آپ کے مکتوبات شریف کی جلد اول میں موجود ہے۔ دوسرا خط کئی ماہ کے بعد حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ نے آپ کے نام ارقام فرمایا تھا وہ بھی مع ترجمہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے :-

اصل مکتوب

اللہ تعالےٰ فقرا و مساکین درماندہ را از برکت برگزیدگان بدربانی برساناد۔ مدتیست کہ عرض نیازمندی بدرگاہِ ولایت نکردہ ام۔ آرے ایں یک کلمہ را قاصدان صادق حال مے توانند شد

ترجمہ

اللہ تعالیٰ نے فقرا اور مساکین کو اپنے برگزیدوں کی برکت سے دربانی تک پہنچا دے۔ مدت گذری کہ درگاہِ ولایت پناہ میں عرض نیازمندی نہیں کی۔ ہاں یہ کلمہ سچائی اُٹھانے والے قاصد اُٹھا سکتے ہیں۔

الحمد للہ این قسم خود صورت می بندد و دیگر چہ نویسم سخن درویشان بحضرت شما نوشتن نہایت بے شرمی است حکایت اوضاع صوریہ بسیار بیجا الغرض مارا حدِ خود می باید دانست و از فضول احتراز باید کرد ۔ والدعاء

الحمد للہ کہ یہ قسم خود صورت پیدا کرتی ہے اور اس کے سوا اور کیا لکھوں ۔ درویشوں کی باتیں آپ کی خدمت میں لکھنا نہایت بے شرمی ہے اور ظاہری وضع کی باتیں لکھنا بہت ہی بیجا ہیں الغرض ہمیں اپنی حد جاننی چاہیئے اور فضول سے احتراز کرنا چاہیئے اور دعا

آپکی سرہند شریف کو واپسی اور سفر لاہور

اس کے بعد آپ اپنے وطن مالوف کی طرف رخصت ہوئے ۔ اور بموجب ارشاد پیر بزرگوار چند روز وہاں قیام فرما کے عازم شہر لاہور ہوئے ۔ آپ کے فیضان عام اور کمالات تام کی بڑی شہرت ہوئی ۔ عمائد علماء حضرت مولانا جمال الدین تلوی و دیگر فضلا مثل مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی وغیرہ آپ کے حلقۂ بیعت و ارادت میں داخل ہوئے ۔ اور اکثر مشائخ وقت نے آپ سے فیض حاصل کیا ۔ مولانا جمال الدین تلوی کو آپ سے بیعت کرنے کے یہ واقعات پیش آئے ۔ کہ وہ منکرین مسئلہ وحدۃ الوجود تھے آپ کی خدمت میں مباحثہ کی غرض سے آئے تھے ۔ آپ نے خلوت میں لیجا کر ایک آن کی آن میں مقام توحید اُن کو دکھا دیا ۔ اُسی وقت اُن کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے ۔ اور آپ کے مرید ہوگئے

در دروں یک ذرہ نورِ عارفی　　بہ بود از صد معرّفِ اے صفی

حضرت خواجہ کی خبر وصال اور آپ کی لاہور سے روانگی

آپ لاہور میں مقیم اور سرگرم حلقہ ذکر و شغل تھے کہ خبر وحشت ملی ۔ کہ حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کا کچھ دنوں کی علالت ۔ کے بعد بتاریخ ۲۷ جمادی الآخر ۱۰۱۲؁ھ ہجری دہلی میں وصال ہوا ۔ آپ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۰ کہتے ہوئے بے اختیار بحالت اضطرار وہاں سے دہلی کو روانہ ہوئے ۔ گو راستہ میں شہر سرہند واقع ہوا اور مکان آیا مگر آپ گھر تک نہ گئے بغیر اپنے اہل و عیال سے ملے شبانہ روز چلکر دہلی پہونچے اور مزار انور مرشد برحق کی زیارت کی ۔ اپنے مخدوم زادوں اور پیر بھائیوں کو صبر دلاسا دلایا ۔ سب نے دہلی میں قیام فرمانے کے لئے آپ سے التماس کی ۔ آپ نے چند روز قیام فرما کر اُن کے شکستہ دلوں کو مراحم عنایت سے تشفی بخشی ۔ تربیت و ارشادِ سلوک کو بمقابلہ عہدِ حضرت پیر و مرشد قبلہ بہت زیادہ فروغ ہوا ۔ بموجب وصیت حضرت خواجہ مریدین و خلفاء خواجہ آپ کے حلقہ ذکر میں مثل مریدین کے سفر یاب ہو کر استفادہ کرتے اور آداب عقیدت نیازمندانہ بجالاتے تھے ۔

آپ کے بعض ناتجربہ کار پیر بھائیوں کی ایک حرکت

اس درمیان میں بعض حاسدوں یا ناتجربہ کار مریدوں نے حضرت خواجہ صاحب کی جناب مجید علیہ الرحمۃ سے استفادہ فرمانے پر نکتہ چینی شروع کی ۔ جو آپ کے خلاف مزاج ہوئی اور بعض ناتمام کار پیر بھائی آپ سے منحرف ہوگئے ۔ ہر چند کہ آپ نے وعظ و پند سے ہدایت فرمائی ۔ لیکن کچھ اثر نہ ہوا ۔ آپ نے بعض کی نسبت اور کمالات سلب فرمائے ۔ پھر بھی کوئی متنبہ نہ ہوا ۔ اس کے بعد آپ

رہے وطن تشریف لے گئے ۔

خاطیوں کی توبہ و معذرت شیخ تاج الدین سنبھلی نے جو حضرت خواجہ صاحب کے خلیفہ اور ان طرف لوگوں کے سرغنا تھے اپنی نسبت کو سلب پاکر آپ کے خلاف تہمتیں پڑھنے شروع کئے۔ ان پڑھنے والوں میں سے ایک شخص نے جو صاحب کشف تھا۔ یہ دیکھا کہ ہم میں سے ہر ایک نے ایک ایک چراغ روشن کیا۔ ناگاہ تند ہوا کا جھونکا آیا۔ بجلی چمکی یک لخت سب چراغ بجھ گئے۔ اور غیب سے ندا آئی کہ "حضرت مجدد الف ثانی کے مخالفین کے عناد کے یہ چراغ تھے۔ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عنایتی توجہ سے خاموش اور نیست و نابود کر دئے گئے"۔ یہ واقعہ پیش آتے ہی سب منکرین حیران و سرگرداں رہ گئے۔ خود شیخ تاج نے خواب میں دیکھا کہ ایک عظیم الشان محفل ہے اکابر اولیاء اس میں تشریف فرما ہیں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز صدر نشین ہیں۔ اُن میں سے ایک بزرگ نے شیخ سے خطاب فرمایا کہ تمہاری نسبت کی سلب اور بربادی کا باعث (حضرت مجدد صاحب کی طرف اشارہ کر کے) ان کی مخالفت ہے۔ علاوہ شیخ تاج کے اس قسم کی خوابیں اوروں کو بھی ظاہر ہوئیں۔ الحاصل شیخ تاج نے خلیفہ خواجہ حسام الدین احمد اور مولانا محمد صدیق کو جو حضرت خواجہ کے داماد تھے۔ نہایت تضرع کے ساتھ اپنی غلطی سے آگاہ اور خواب کی کیفیت سے مطلع کر کے استدعا کی کہ سب کی طرف سے آپ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے معافی کی درخواست کریں ۔

خاطیوں کی معافی خواجہ حسام الدین احمد نے بھی واقعہ میں دیکھا کہ آنحضرت صلعم رونق افروز ہیں۔ اور خطبہ فرما رہے ہیں۔ اس میں حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تعریف و توصیف کر کے آپ کی مجددیت اور قیومیت کی تصدیق فرما رہے ہیں۔ آپ نے اس واقعہ کا بھی اپنے ان منکر پیر بھائیوں سے ذکر کیا۔ سب نے توبہ و استغفار کر کے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی طرف رجوع کیا۔ شیخ تاج نے ایک درخواست اپنی اور دیگر پیر بھائیوں کی خطاء کی معذرت کے متعلق آپ کی خدمت میں تحریر کی۔ اور جب آپ حضرت خواجہ قدس سرہ کے عرس کی تقریب میں دہلی تشریف لائے۔ تو کل منکرین ننگے سر اپنی اپنی ردا اپنے اپنے گلوں میں ڈالے ہوئے آپ کے استقبال کے لئے دہلی سے کئی میل تک حاضر ہوئے۔ اور اپنے قصورات کی صدق دلی سے معافی چاہی۔ آپ نے براہ اخوت سلسلہ ترحم فرما کر سب قصورات کو معاف فرما دیا۔ نظم

کیا اولیاء میں شان مجدد بلند ہے — قطبوں میں اور غوثوں میں وہ ارجمند ہے
شکر ہے شیخ احمد سرہندی کا وہی — دروازہ جس پہ فیض الٰہی کا بند ہے
جو اعتقاد رکھتے ہیں انکی جناب میں — ہاں اُن کا دو جہان میں رتبہ بلند ہے
صدیقؓ سے عروج و مجدد پہ ہے نزول — کیا متین یہ سلسلہ نقشبند ہے

آپ کے شیوخ اور سلاسل آپ نے پانچ مرشدوں سے فیض پایا اور خلافت حاصل کی :-

(۱) حضرت شیخ یعقوب صرفی کشمیریؒ ۔ ان سے آپ نے سوائے تحصیل علم ظاہری طریقہ کبرویہ سہروردیہ

میں خلافت بھی پائی۔ شجرہ حسب ذیل ہے :۔

یعقوب صرخی۔ کمال الدین حسین خوارزمی۔ حاجی محمد خبوشانی۔ شاہ بندوری۔ رشیدالدین امیر عبداللہ خواجہ اسحاق جیلانی۔ سید علی ہمدانی۔ شیخ محمود مراد قانی۔ علاؤالدولہ سمنانی۔ شیخ عبداللہ مغربی۔ شیخ احمد جوزقانی شیخ علی الاعلے۔ شیخ مجدالدین بغدادی۔ شیخ نجم الدین کبریٰ ؒ

(۲) حضرت حاجی عبدالرحمن بدخشی کابلی معروف بہ حاجی رمزیؒ۔ ان سے آپ نے مصافحہ کیا۔ اور انہوں نے اپنے شیوخ سے۔ پس سند مصافحہ حسب ذیل ہے :۔

حاجی عبدالرحمن بدخشی کابلی معروف بہ حاجی رمزیؒ۔ حافظ سلطان ادھمی معمر ۱۱۰ سال شیخ محمود شیخ سعید معمر حبشی۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم ؒ

(نوٹ)۔ ان میں سے ایک صاحب جن ہیں ؒ

(۳) حضرت مخدوم عبدالاحدؒ آپ کے والد ماجد۔ ان سے پندرہ طریقوں میں آپ نے خلافت پائی۔ شجرات حسب ذیل ہیں :۔

(۱)۔ سلسلہ فاروقیہ۔ یہ آپ کا جدیہ سلسلہ ہے۔ اس کا شجرہ بعینہ آپ کا نسبی شجرہ مذکورہ جوہر اوّل ہے ؒ

(۲) سلسلہ سری سقطیہ۔ یہ بھی کسی قدر تفاوت سے آپ کا جدیہ سلسلہ ہے۔ اس میں آپ کی سترھویں پشت کے دادا خواجہ سلیمان بن مسعود نے حضرت سری سقطی خلیفہ حضرت معروف کرخی سے خلافت پائی ہے۔ اور ان کا شجرہ مشہور ہے ؒ

(۳) سلسلہ سہروردیہ شہابیہ۔ یہ بھی کسی قدر تفاوت سے آپ کا جدیہ سلسلہ ہے۔ اس میں آپ کے بارھویں پشت کے دادا حضرت شیخ احمد بن یوسف نے حضرت شیخ الشیوخ شہاب الدین سہروردی سے خلافت پائی ہے۔ اور ان کا شجرہ مشہور ہے ؒ

(۴) سلسلہ سہروردیہ بہائیہ۔ یہ بھی کسی قدر تفاوت سے آپ کا جدیہ سلسلہ ہے۔ اس میں آپ کے گیارھویں پشت کے دادا حضرت شعیب بن احمد نے حضرت بہاء الدین زکریا ملتانی سے خلافت پائی ہے۔ اور وہ شیخ الشیوخ کے خلیفہ تھے ؒ

(۵) سلسلہ سہروردیہ وچشتیہ جلالیہ۔ یہ بھی کسی قدر تفاوت سے آپ کا جدیہ سلسلہ ہے اس میں آپ کے پانچویں پشت کے دادا حضرت امام رفیع الدین بانی قلعہ سرہند نے حضرت سید جلال الدین مخدوم جہانیاں سے خلافت پائی ہے۔ اور وہ خاندان سہروردیہ میں حضرت شیخ رکن الدین نبیرہ حضرت زکریا ملتانی کے اور خاندان چشتیہ میں حضرت چراغ دہلوی خلیفہ حضرت محبوب الٰہی کے خلیفہ تھے ؒ

(۶) سلسلہ قادریہ جدیہ حسینیہ یعنی شیخ عبدالاحد۔ شیخ رکن الدین امیر سید ابراہیم ایرجی قادری

شاہ احمد جیلی قادری ۔ شاہ موسیٰ قادری ۔ شاہ عبدالقادر ۔ شاہ محمد حسن ۔ شاہ ابو نصر ۔ شاہ ابو صالح ۔ شاہ عبدالرزاق تاج الدین ۔ حضرت غوث پاک ۔ سید ابو صالح ۔ سید عبداللہ جیلی ۔ سید یحییٰ زاہد ۔ سید محمد ۔ سید داؤد ۔ سید موسیٰ الثانی ۔ سید عبداللہ ۔ سید موسیٰ الجون ۔ سید عبداللہ المحض ۔ سید حسین مثنیٰ ۔ حضرت امام حسین ۔ حضرت امام حسن ۔ حضرت امام علی مرتضیٰ ۔ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم +

(۷) سلسلہ قلندریہ یعنے بعد نام شیخ رکن الدین ۔ شیخ عبدالقدوس ۔ شیخ غیاث الدین جونپوری ۔ شاہ محمد قطب الدین بنیادل ۔ سید نجم الدین قلندر ۔ سید خضر رومی ۔ عبدالعزیز مکی صحابی حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم +

(۸) ۔ سلسلہ چشتیہ صابریہ ۔ بعد نام شیخ عبدالقدوس کے ۔ شیخ محمد ۔ شیخ احمد عارف ۔ شیخ عبدالحق ۔ شیخ جلال الدین پانی پتی ۔ شمس الدین ترک ۔ مخدوم سید علی احمد صابر ۔ بابا فرید الدین گنجشکر ۔ خواجہ قطب الدین ۔ خواجہ خواجگان سید معین الدین ۔ شیخ عثمان ہرونی و حاجی شریف زندنی ۔ قطب الدین مودود ۔ ناصر الدین ابو یوسف ابو محمد ۔ ابو احمد ابدال ۔ ابو اسحٰق شامی ممشاد علو دینوری ۔ امین الدین ہبیرہ بصری ۔ بدالدین حذیفہ مرعشی ۔ سلطان ابراہیم ۔ فضیل بن عیاض ۔ عبدالواحد بن زید ۔ شیخ حسن بصری ۔ حضرت علی مرتضیٰ ۔ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم +

(۹) سلسلہ چشتیہ نظامیہ گیسو درازیہ ۔ بعد نام شیخ عبدالقدوس کے ۔ شیخ درویش محمد قاسم اودھی ۔ شیخ ابن حکم اودھی ۔ سید صدر الدین ۔ سید محمد گیسو دراز ۔ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی ۔ شیخ نظام الدین محبوب الٰہی ۔ بابا فرید مذکور ۔ الخ

(۱۰) سلسلہ چشتیہ نظامیہ صدریہ ۔ بعد نام شیخ درویش محمد ۔ شیخ سعد اللہ ۔ شیخ فتح اللہ ۔ شیخ صدرالدین طبیب ۔ چراغ دہلوی مذکور ۔ الخ

(۱۱) سلسلہ چشتیہ نظامیہ جلالیہ ۔ بعد نام شیخ درویش محمد کے ۔ سید بدھن ۔ سید اجمل بہرائچی ۔ سید جلال الدین مخدوم جہانیاں ۔ چراغ دہلوی مذکور الخ

(۱۲) ۔ سلسلہ قادریہ جلالیہ ۔ بعد نام مخدوم جہانیاں کے عبید غیبی ۔ ابوالقاسم فاضل ۔ ابوالمکارم محمد فاضل ۔ محمد قطب الدین ۔ شمس الدین علی الافلح ۔ شمس الدین حماد ۔ حضرت غوث پاک ۔ شیخ ابو سعید ۔ شیخ ابوالحسن ۔ شیخ ابوالفرح ۔ شیخ ابوالفضل عبدالواحد ۔ شیخ ابوبکر شبلی ۔ شیخ ابوالقاسم ۔ جنید ۔ سری سقطی ۔ معروف کرخی ۔ امام رضا ۔ امام کاظم ۔ امام صادق ۔ امام محمد باقر ۔ امام سجاد ۔ امام حسین ۔ امام حسن ۔ حضرت امام علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ ۔ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم +

(۱۳) ۔ سلسلہ کبرویہ جلالیہ ۔ بعد نام مخدوم جہانیاں کے ۔ سید حمید الدین سمرقندی ۔ شیخ شمس الدین

شیخ عطا بابا خالدی۔ شیخ احمد با کمال خجندی۔ شیخ نجم الدین کبریٰ مذکور الخ

(۱۴)۔ سلسلہ سہروردیہ جلالیہ۔ بعد نام مخدوم جہانیاں کے۔ شیخ رکن الدین۔ شیخ صدر الدین۔ شیخ بہاء الدین زکریا۔ شیخ الشیوخ شہاب الدین۔ شیخ ابو النجیب۔ حضرت غوث پاک۔ شیخ ابو سعید مذکور الخ

(۱۵)۔ سلسلہ مداریہ۔ بعد نام سید اجمل کے شاہ بدیع الدین قطب مدار۔ شیخ طیفور شامی۔ شاہ عین الدین شامی۔ شاہ یمین الدین شامی۔ عبداللہ علم بردار۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ یا حضرت علی کرم اللہ وجہہ۔ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم +

(۴)۔ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ سے طریقہ نقشبندیہ میں آپ نے خلافت پائی۔ شجرہ یہ ہے۔ کہ حضرت خواجہ باقی باللہ۔ خواجہ امکنگی۔ خواجہ درویش محمد۔ خواجہ محمد زاہد۔ خواجہ یعقوب چرخی۔ خواجہ علاؤ الدین عطار خواجہ بہاء الدین نقشبند۔ خواجہ سید امیر کلال۔ خواجہ بابا سماسی۔ خواجہ علی عزیزان رامتنی۔ خواجہ محمود انجیر فغنوی۔ خواجہ عارف ریوگری۔ خواجہ عبدالخالق غجدوانی۔ خواجہ ابو یوسف ہمدانی۔ خواجہ ابو علی فارمدی۔ خواجہ ابو الحسن خرقانی۔ خواجہ بایزید بسطامی۔ حضرت امام جعفر صادق۔ حضرت قاسم بن محمد۔ حضرت سلمان فارسی۔ حضرت صدیق اکبر رضہ۔ حضرت رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم +

واضح ہو کہ یہ شجرہ اویسیہ ہے کہ اس میں حضرت بایزید کے بعد حضرت ابو الحسن کا نام ہے۔ حالانکہ دونوں میں باہم ملاقات جسمانی نہیں ہوسکی۔ دوسرا شجرہ متصلیہ ہے اس میں بعد نام شیخ ابو علی فارمدی کے۔ ابو القاسم گرگانی۔ ابو عثمان مغربی۔ ابو علی کاتب۔ ابو علی رودباری۔ ابو القاسم قشیری۔ ابو علی دقاق۔ ابو القاسم نصیر آبادی۔ ابوبکر شبلی۔ شیخ جنید۔ سری سقطی۔ معروف کرخی ہے۔ الخ

(۵)۔ حضرت سید سکندر سے آپ کے خرقہ خاص حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ اور طریقہ قادریہ جدیدیہ میں خلافت پائی۔ شجرہ حسب ذیل ہے:۔

سید شاہ سکندر۔ سید شاہ کمال۔ سید شاہ فضیل۔ سید گدا رحمن ثانی۔ سید شمس الدین عارف۔ سید ابو الفضل۔ سید گدا رحمن اول۔ سید شمس الدین صحرائی۔ سید شاہ عقیل۔ سید شاہ بہاء الدین سید شاہ عبدالوہاب۔ سید شاہ شرف الدین۔ سید شاہ عبدالرزاق۔ حضرت غوث پاک۔ بعدہ سلسلہ جدیدیہ حسنیہ مذکورہ + الخ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

تیسرا جوہر

حضرت مجددؒ کے مخصوص کمالات اور اخلاق و اعمال کے بیان میں

آپ کے مخصوص کمالات جو جو کمالات عالیہ اور مدارج مخصوصہ خدائے پاک نے آپ کو عطا فرمائے۔ زبان قلم اس کے بیان سے عاجز اور قلم تحریر سے قاصر ہے بطور مشت نمونہ از خروارے کچھ مختصر خاصے درج ذیل کئے جاتے ہیں:۔

(۱)۔ آپ کا خمیر بقیہ طینت محمدیہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا ✤

(۲)۔ آپ مجدد الف ثانی یعنے دین کو نئے سرے سے تازگی بخشنے والے ہیں ✤

(۳)۔ آپ قیوم اوّل یعنی آپ کی ذات بابرکات باعث قیام عالمیان ہے ✤

(۴)۔ آپ کو خزینۃ الرحمۃ کے خطاب سے سرفرازی بخشی گئی ✤

(۵)۔ آپ کو مرتبہ فردیت عطا ہوا۔

(۶)۔ آپ مجموعہ قطب مدار باعث بقائے عالم جہان، و قطب ارشاد باعث بقائے ایمان عالم ہیں ✤

(۷)۔ آپ کے ہی سلسلہ میں قیامت تک قطب مدار و ارشاد ہوا کرینگے ✤

(۸)۔ حضرت امام مہدی آخر الزمان آپ کے ہی خلفاء سلسلہ سے ہوں گے ✤

(۹)۔ آپ کو مقام محبوبیت ذاتیہ خرقہ عطا کیا گیا ✤

(۱۰)۔ آپ مقام سابقین و اولین پر پہنچے جو اصحاب یمین سے بھی آگے ہے ✤

(۱۱)۔ آپ کو سیاحت و ملاحت ممتزجہ عطا ہوئی ✤

(۱۲)۔ آپ موصل یعنے بندوں کو خدا سے ملانے والے ہیں ✤

(۱۳)۔ آپ کو ضمنیت آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم و اصالت کرامت عطا ہوئی ✤

(۱۴)۔ آپ نے بے واسطہ اللہ پاک سے کلام سنا پایا ✤

(۱۵)۔ آپ کو علم لدنی عطا کیا گیا ✤

(۱۶)۔ آپ کو اسرار مقطعات قرآنی عطا کئے گئے ✤

(۱۷)۔ آپ کو علم سماوات حضرت امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ نے تعلیم فرمایا ✤

(۱۸)۔ آپ سے حضرت خضر و الیاس نے ملاقات پر موت و حیات کی کیفیت ظاہر کی ✤

(۱۹)۔ آپ پر علم الیقین عین الیقین جو اصحاب کبار کو عطا ہوا تھا ظاہر کیا گیا ٭

(نوٹ)۔ دوسرے اولیا جس کو حق الیقین فرماتے ہیں وہ آپ کی تحقیق کی رو سے علم الیقین ہی کا جزو ہے ٭

(۲۰)۔ آپ پر مقامات تعین حقی و وجودی ظاہر کئے گئے ٭

(۲۱)۔ آپ کو مثل اصحاب کبار مدارج اتباع آنحضرت صلعم سرفراز ہوئے ٭

(۲۲)۔ آپ کی زیارت کے لئے کعبہ شریف آیا۔ اور آپ کی خانقاہ شریف کے کنوئیں سے آب زمزم برآمد ہوا۔ بہت لوگوں کو حج کرادیا۔ اور آب زمزم پلایا ٭

(۲۳)۔ آپ کی خانقاہ شریف کی زمین کو بہشتی زمین کا درجہ عطا ہوا ٭

(نوٹ) زمین مقدس آپ کی مسجد کے شمال کی جانب ہے۔ طول چالیس گز ہے جو روضہ مبارک سے شروع ہو کر قبۂ مبارک کے عقب شمال کی طرف ۶ گز چلی گئی ہے۔ اور عرض اس زمین کا ۳۰ گز ہے۔ جو دولت سرائے کے دیوار سے غرب کی جانب کو بیس گز تک واقع ہے ٭

(۲۴)۔ آپ کے طریقہ میں تمامی اولیا کے فیضان ممتزج اور شامل ہیں اس لئے آپ کا طریقہ افضل و اسہل ہے ٭

(۲۵) آپ کا طریقہ جامع شریعت و طریقت ہے اور اس میں مقامات ولایت کے علاوہ کمالات نبوت بھی شامل ہیں ٭

(۲۶)۔ آپ کے سلسلہ کے کل مریدین (جو قیامت تک ہوں گے) آپ کو دکھلائے گئے ٭

(۲۷)۔ آپ پر گزشتہ و آئندہ حالات منکشف ہوئے ٭

آپ کی کرامتیں اگر کسی پیغمبر یا نبی سے کوئی بات خلاف عادت ظہور میں آئے۔ تو اس کو معجزہ کہتے ہیں اولیاء امت سے ظاہر ہو تو وہ کرامت ہے ورنہ استدراج۔ انبیاء علیہ السلام کو معجزات اس لئے عطا کئے گئے کہ کفار پر ہیبت ہو۔ اور وہ ایمان لاویں۔ اور اولیاء کو اس لئے کرامت سرفراز ہوئی۔ کہ فاسق و فاجر توبہ کریں۔ اور راہ راست پر آویں۔ مگر کرامت کے ظہور اور عدم ظہور سے مدارج بزرگی میں کم بیشی لازم نہیں آتی۔ ظاہر ہے کہ اصحاب کبار کے مرتبہ کو بڑے سے بڑا کوئی ولی نہیں پہنچ سکتا۔ اور ان سے بمقابلہ اولیاء اللہ کے خوارق بہت کم ظاہر ہوئے۔ آپ سے بیشمار کرامات ظاہر ہوئیں۔ بعض نے (۷۰۰) اور بعض نے اس سے زیادہ فراہم کی ہیں۔ لیکن میں صرف ۴۲ کے بیان پر اکتفا کرتا ہوں۔ زبدۃ المقامات میں مذکور ہے کہ آپ کے ایک خادم نے بیان فرمایا۔ کہ آنحضرت نے اس حقیر پر ایک مرتبہ ایسی توجہ فرمائی کہ میں اس کے اثرات کو اگر چوب خشک پر ڈالوں۔ تو یقین ہے کہ وہ ہری ہو جائے۔ اور اہل عالم پر ڈالوں تو نور سے معمور ہو جائیں۔ پر کیا کروں مجبوری ہے۔ کہ زمانہ اخیر ہے شر و فساد کا معدن اور خیر و برکات سے خالی

مرضی الٰہی ان انوار و اسرار کی عام اشاعت کی اجازت نہیں دیتی ہیں اُسکے اظہار سے معذور ہوں۔ واضح ہو کہ اسی توجہ کے برکات اس وقت تک سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے بزرگوں میں باقی ہیں جس کے وہ احیاءِ قلوب مردہ فرماتے ہیں۔ مثنوی

ہین کہ اسرافیلِ وقتند اولیاء — مردہ را زیشان حیات است و نما
اندرون اولیا کان نغمہاست — طالبان را زو حیات بی بہاست
جانہائے مردہ اندر گورِ تن — بر جہد ز آواز ایشان اندر کفن

۱۔ آپکے کراماتِ عالیہ احیاءِ قلوب فیضانِ شرح صدر محمّدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ ہے۔ جو بمقابلہ معجزاتِ باہرہ احیاءِ اموات وغیرہ جو انبیاء علیہم السلام سے ظہور میں آئے کہیں اعلیٰ و ارفع ہیں۔ نظم

برتر از احیاء کہ با عیسیٰ برفت — وز ید بیضا کہ با موسیٰ برفت
وز کفِ آہن کہ با داؤد بود — ہم ازاں ناقہ کہ با صالح نمود
بلکہ از ملکِ سلیمان وز نگین — فیضِ قلبِ رحمۃ للعٰلمین
ہست اعلیٰ ارفع و افضل مدام — دائم و باقی الیٰ یوم القیام
صلِّ یا ربّ علیٰ شمس الہدیٰ — النبی المصطفیٰ بدر الدجیٰ

۲۔ آپ کا دین اور اتباعِ شرعِ متین احیاءِ کتاب و سنت پامالی شرک و بدعت ؎

پس کرامت نیست جز افضالِ رب — زہد و ورع و علم و اخلاق و ادب

۳۔ آپ کے مدارجِ عالیہ اور مقاماتِ مختصۂ ولایتِ کبریٰ و کمالاتِ نبوت و رسالت ؎

بود اسرارِ خدا چوں وحیِ ناب — صاعد و نازل بقابِ آنجناب
علمِ وہبی لدنّی بوالعجب — دائماً نازل ز ساقِ عرشِ رب

۴۔ آپ کے صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ العزیز موسوی المشرب تھے آپ نے تصرف فرما کے اُنکو محمدی المشرب کرا دیا ؛

۵۔ آپ نے ایک مرید کو بشارت دی کہ تجھ کو ولایتِ ابراہیمی عطا ہوئی ہے۔ اُس کو پورا یقین نہ ہوا۔ آپ نے شب کو خواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اس کی تصدیق کرا دی۔ جب وہ صبح کو آیا آپنے اُس کی شب گزشتہ بیان فرمائی۔ وہ آپ کے قدموں پر گر پڑا ؛

۶۔ آپ کو شیخ طاہر لاہوری کی پیشانی پر ہو الکافر لکھا ہوا ظاہر ہوا کئی روز بعد یہ خبر آئی۔ کہ وہ کافر ہو گیا۔ اور اس نے زنار پہن لیا۔ آپنے لوحِ محفوظ کی طرف نگاہ کی۔ تو وہاں بھی یہی لکھا ہوا پایا۔ آپ نے دعا کی۔ اس کی برکت سے وہ سعید ہو گیا۔ توبہ کی اور آپکے مرید ہوئے اور خلافت پائی ؛

۷۔ آپ کے قادریہ طریقہ کے ایک مرید کو حضرت غوث الاعظم رضی اللہ عنہ کی زیارت کا اشتیاق پیدا ہوا۔ آپ نے اُن کو قطب تارہ کی طرف دیکھنے کے لئے ارشاد فرمایا۔ اُس میں سے حضرت غوث ظاہر ہوئے۔ اُس نے اچھی طرح سے آپ کی زیارت کر لی۔ اور آپ پھر وہیں مخفی ہو گئے۔

۸۔ آپ کے ایک مرید مولانا یوسف کو جانکندنی کا وقت پیش آیا۔ اُن کا سلوک کچھ باقی تھا۔ آپ ان کے پاس تشریف لائے۔ اور فوراً طے کرا دیا۔

۹۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں اس مضمون کا خط تحریر کیا۔ کہ دربار پیغمبری میں اصحاب کبار ایک نظر میں کامل ہو جاتے تھے۔ اب محنت سے بھی کچھ نہیں ہوتا۔ آپ نے اُس کے جواب میں یہ تحریر فرمایا۔ کہ اس کا جواب صحبت پر موقوف ہے۔ جب وہ شخص حاضر خدمت ہوا۔ آپ کی پہلی ہی ملاقات میں نعمت باطنی سے مالامال ہو گیا۔

۱۰۔ چونکہ آپ کے فیض سے بہت سے اہل قبور بھی مستفید ہو کر ولی ہو گئے۔ ایک شخص نے دم اخیر یہ وصیت کی کہ میرا جنازہ آپ کی خدمت میں لیجا کر پیش کرنا۔ جب جنازہ لایا گیا۔ آپ نے توجہ دی مردہ کا دل جاری ہو گیا۔ اسی شب اُس کے اقربا نے اُس کی کیفیت کو خواب میں دیکھا۔

۱۱۔ مولانا محمد ہاشم کشمی نے غائبانہ آپ کی شہرت سن کر ایک خط ملک دکن سے آپ کی خدمت میں لکھا۔ آپ نے اس کو ملاحظہ فرما کے ارشاد فرمایا۔ کہ اس سے نور ولایت ظاہر ہوتا ہے۔ چند روز میں مولانا حاضر خدمت ہو کر مرید ہوئے اور خلافت پائی۔

۱۲۔ جہانگیر بادشاہ۔ اور شاہجہاں شاہزادہ کی باہم نزاع واقع ہوئی۔ اور نوبت مقابلہ کی پہنچی۔ فقرا وقت نے بالاتفاق شہزادہ کو مبارک باد فتح یابی کی دی۔ مگر آپ نے فرمایا معاملہ برعکس نظر آتا ہے۔ بالآخر وہی نتیجہ ہوا جو آپ نے فرمایا تھا۔

۱۳۔ عبدالرحیم خانخاناں صوبہ دار دکن پر شاہی عتاب ہوا۔ اُس نے آپ سے استمداد چاہی۔ آپ نے اس کو دلجمعی کا خط لکھا تین چار روز میں بادشاہ نے بجائے عتاب کے خلعت وخطاب سے اُس کو سرفراز کر دیا۔

۱۴۔ پادشاہ کا ایک امیر پر سخت عتاب ہوا۔ اور وہ لاہور سے دہلی اس لئے طلب کیا گیا کہ ہاتھی کے پاؤں سے بندھوا کر مروا ڈالا جائے۔ اثنائے راہ میں جب وہ سرہند شریف پہونچا۔ آپ سے خواہان امداد ہوا۔ آپ نے دعا فرمائی۔ جب وہ دربار شاہی میں حاضر ہوا۔ بادشاہ نے بجائے عتاب کے خلعت سے سرفراز فرمایا۔

۱۵۔ آپ آخر عمر اجمیر شریف میں مقیم اور حضرت خواجہ غریب نواز قدس سرہٗ کے مورد عنایات تھے۔ رمضان شریف میں نمازیوں کو بسبب تنگی مسجد و موسم بارش نماز تراویح میں سخت تکلیف ہونے لگی۔ آپ نے

دعاء فرمائی پس جب تک کلام اللہ ختم نہ ہوگیا۔ بارش نہیں ہوئی ٭

۱۶۔ اسی مسجد کی ایک دیوار نہایت خمیدہ تھی۔ لوگ اندیشہ ناک ہوئے۔ آپ نے فرمایا مطمئن رہو۔ ابھی نہیں گریگی۔ جب آپ اجمیر شریف سے واپس ہوئے شہر سے باہر ہوتے ہی گر گئی ٭

۱۷۔ مولانا محمد امین سالہا سال سے بیمار تھے نہ کوئی دعا اُن پر اثر کرتی تھی نہ دوا۔ اُنہوں نے آپکا نام نامی سن کر آپ کی خدمت میں ایک عرضداشت لکھی۔ اس کے جواب میں آپنے ایک خط تسلی آمیز لکھکر اور اپنا پیراہن مبارک ان کے پاس ارسال فرمایا۔ اُس نے آپکا پیراہن مبارک پہنا فوراً ہی تندرست ہوگیا

اولیارا ہست قدرت از الہٰ ٭ تیر جستہ باز گردانند ز راہ

اکمہ و ابرص چہ باشد مُردہ نیز ٭ زندہ گردد از فسونِ آں عزیز

۱۸۔ شب برات کو آپ پر ظاہر کر دیا گیا۔ کہ اسی سال آپکا وصال ہوگا۔ چنانچہ ویسا ہی ہُوا ٭

۱۹۔ آپنے اپنے وصال سے پہلے اپنی حیات کے ایام باقیہ ظاہر فرما دیئے تھے جس کے بعد وفات کی تصدیق ہوگئی ٭

۲۰۔ آپ نے اپنے وصال سے ایک روز قبل کل حال وفات کے متعلق حتٰی کہ وقت تک معین کر دیا تھا۔ ویسا ہی ہوا ٭

۲۱۔ آپ کا ایک عقیدتمند کسی شہر میں کافروں کے مقابلہ میں مغلوب ہوا۔ اور آپ کو یاد کیا یاد کرتے ہی آپ فوراً پہونچ گئے۔ اس کی مدد کی۔ وہ فوراً غالب ہوگیا ٭

۲۲۔ ہزاروں کافر آپکے دست مبارک پر مشرف باسلام ہوئے ٭

۲۳۔ حضرت شیخ آدم بنوری قدس سرہٗ العزیز کو صرف تین روز میں کامل سلوک طے کرا کے خلافت عطا فرمائی ٭

۲۴۔ ایک بنگالی درویش نے آپ سے طریقہ حاصل کیا۔ جب اُس پر جذبہ قویہ وارد ہوا۔ سر برہنہ جنگل کو چلا گیا ٭

۲۵۔ ایک سوداگر پر آپنے توجہ فرمائی۔ پہلے ہی مرتبہ میں وہ مدہوش اور مجذوب ہوکر گھر بار سے دست بردار ہوگیا۔ دوسری مرتبہ جب آپ نے توجہ دی تو ہوش میں آکر سالک ہوگیا ٭

۲۶۔ ایک جذامی آپ کی خدمت میں دعا صحت کے لئے حاضر ہوا۔ آپنے ایک ہی مرتبہ اُسکی طرف توجہ فرمائی۔ فی الفور اچھا ہوگیا ٭

۲۷۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے۔ کہ آپکے حلقہ میں جو حافظ صاحب قرآن شریف پڑھتے تھے علیل ہوگئے آپ نے فرمایا۔ کہ "ہم نے اُن پر دم سے لیا" وہ فوراً اچھے ہوگئے ٭

۲۸۔ ایک مرتبہ آپنے موسم گرما میں سفر فرمایا۔ راہ میں ہوا نہایت گرم چلی۔ خادموں نے دعا بارش کے

لیے عرض کیا۔ آپ نے دعا کی۔ فوراً ابر محیط ہو گیا۔ اور برسنے لگا۔

۲۹۔ آپ کے ایک مرید کو جنگل میں شیر نے گھیر لیا۔ اس نے آپ کو یاد کیا۔ فوراً آپ عصا ہاتھ میں لیے ہوئے نمودار ہوئے شیر کو مار کر بھگا دیا۔ اور غائب ہو گئے۔ ہمراہیوں نے دیکھ کر اس سے دریافت کیا کہ یہ کون بزرگ تھے۔ اس نے کہا میرے پیر حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ تھے۔

۳۰۔ آپ کے ایک مرید پر کوئی شخص معترض ہوا غیب سے اس کے اعضا رکشکر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں اس کی طرف سے معذرت کی۔ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ کی توجہ سے وہ اچھا ہو گیا۔

۳۱۔ آپ کسی امیر کے مکان پر تشریف لے گئے تھے۔ آپ کے ایک معتقد کو وہاں جانے کے باعث بدگمانی ہوئی۔ ہاتف غیبی نے نہایت سختی کے ساتھ اس کو متنبہ کیا۔ اولیاء اللہ پر اعتراض کا نتیجہ برا ہوتا ہے استغفار کر۔

۳۲۔ ایک طالب حضرت امیر معاویہؓ سے بسبب منازعت حضرت امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کدورت رکھتا تھا۔ اس نے آپ کے مکتوبات شریف میں لکھا دیکھا۔ کہ امام مالک کے نزدیک اصحاب کبار کے منکر کی ایک ہی سزا ہے خواہ وہ حضرت صدیق اکبرؓ کا انکار کرے یا امیر معاویہ کا۔ اس پر وہ طالب علم معترض ہوا۔ اس نے رات کو خواب میں دیکھا۔ کہ آپ نے اس کو حضرت امیر المومنین کی خدمت میں پیش کیا۔ انہوں نے فرمایا۔ خبردار ان مکتوبات پر اعتراض نہ کرنا۔ اور جنگ باہمی کے اسرار کسی دوسرے کو معلوم نہیں ہو سکتے۔

۳۳۔ ایک روز آپ کا مرتضیٰ خاں کی قبر پر گزر ہوا۔ تو ان کو محاسبہ میں گرفتار پایا۔ بارگاہ احدیت میں دعا کی۔ اللہ پاک نے آپ کی دعا سے اس کی مغفرت فرمائی۔ اسی روز اس کے ایک دوست نے اس کو خواب میں دیکھا۔ تو مرتضیٰ خاں نے آپ کی شفاعت سے اپنی مغفرت کی کیفیت بیان کی۔

۳۴۔ آپ کے مریدوں یا معتقدوں میں سے اگر کوئی شخص کبھی بیمار ہوتا۔ تو وہ آپ کی توجہ فرماتے ہی اچھا ہو جاتا۔ اتفاقاً ایک شخص اپنے گھر میں اس کو درد قولنج ہوا۔ آپ نے بوقت سحر اس کے حال پر توجہ فرمائی۔ اسی وقت سے اس کو آرام ہونا شروع ہوا۔ اور صبح تک بالکل اچھا ہو گیا۔

۳۵۔ آپ کی خدمت میں ایک شخص نے کچھ تحفہ پیش کیا۔ اور کسی مریض کی دعا صحت کے لیے استدعا کی۔ آپ نے اس کو قبول نہیں فرمایا۔ اور تھوڑی دیر تک مراقبہ کر کے فرمایا۔ ہم اس کی مغفرت کے لیے دعا کرتے ہیں۔ بعدہٗ معلوم ہوا۔ کہ اس وقت اس کا انتقال ہو چکا تھا۔

۳۶۔ ایک بزرگ خواجہ جمال الدین حسین آپ کی خدمت میں استفادہ کی غرض سے حاضر ہوئے۔ آپ نے فرمایا۔ تیرا دل معمور نہیں ہے۔ جب تک تو اس سے پاک ہو جائے۔ کچھ حاصل

نہیں ہوسکتا۔ اُس نے اُس کی تصدیق کر کے توبہ کی فوراً برکات ظاہر ہونے لگیں ✦

۳۷۔ آپ کے بھائی شیخ محمود قافلہ کے ساتھ قندھار گئے ہوئے تھے ایک روز بیٹھے بیٹھے آپ نے فرمایا۔ آج میں نے شیخ محمود کو ہرچند تلاش کیا۔ مگر اُس کا کچھ پتہ نہیں چلا۔ بلکہ اُس کی قبر قندھار میں دیکھی ہے۔ جب سفر سے قافلہ واپس آیا۔ اس ارشاد کی حرف بحرف تصدیق ہوئی ✦

۳۸۔ آپ کی خدمت میں ایک درویش نے عرض کیا۔ کہ امسال سیراج بیت اللہ کا عزم مصمم ہے آپ نے غور فرما کے کہا۔ تو عرفات میں نظر نہیں آتا۔ اُس کے بعد اس نے ہرچند کوشش کی۔ مگر وہ نہ جا سکا۔ اس کے بعد کئی سال تک وہ ارادہ کرتا رہا۔ مگر ناکام رہا ✦

۳۹۔ حضرت خواجہ حسام الدین نے آپ کو خط لکھا کہ سیراج کو چلنے کا عزم ہے آپ نے جواب میں تحریر فرمایا۔ ہم کو آپ کا جانا معلوم نہیں ہوتا۔ انہوں نے کل انتظام کر لیا۔ مگر جانا نہ ہو سکا ✦

۴۰۔ ایک درویش نے آپ سے خدا کی راہ دریافت کی۔ آپ نے ایک روٹی کا ٹکڑا اُس کو کھلا دیا فوراً فیض باطنی کا دروازہ اُس پر کھل گیا ✦

۴۱۔ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں لڑکا تولد ہونے کے لئے استدعا کی۔ آپ نے غور کر کے فرمایا۔ تیری عورت بانجھ ہے۔ اگر تو دوسری شادی کریگا۔ تو لڑکا پیدا ہوگا۔ جب اُس نے دوسری شادی کی لڑکا تولد ہوا ✦

(۴۲)۔ جب آپ کا وصال ہوا۔ تو آپ کے صاحبزادہ حضرت شیخ محمد صادق کے مقبرہ میں دوسری قبر کی گنجائش نہ تھی۔ آپ کے واسطے صاحبزادہ کی قبر بسمت مشرق سوا گز ہٹ گئی۔ اور آپ وہیں مدفون ہوئے ✦

آپ کے متفرق حالات چند ہی عرصہ میں آپ کے کمالات کا عالمگیر شہرہ ہو گیا۔ مور و ملخ کی طرح خلقت کا ہجوم ہوا۔ ہر ملک میں آپ کے خلفاء پہنچ گئے۔ رات دن بازار ہدایت گرم ہوا۔ فرمانروایان ایران و توران و بدخشاں نے اُن کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ بادشاہ ہند کے لشکر میں بھی شیخ بدیع الدین آپ کے نامور خلیفہ مشغول حلقہ توجہ تھے۔ ہزارہا آدمی اُن کے حلقہ ارادت میں داخل ہو گئے۔ اکثر ارکان دولت نے بیعت کی۔ شرک و بدعت سے نفرت بڑھی۔ رفتہ رفتہ یہ خبر آصف خاں وزیر اعظم کو جو شیعی المذہب تھا پہونچی۔ اور وہ پہلے سے حضرت کے حالات سُنے ہوئے تھا۔ کہ آپ کو مذاہب باطلہ کی تردید سے خاص دلچسپی ہے۔ ایک رسالہ ردّ روافض بھی تحریر فرمایا ہے۔ اُس کو شیخ بدیع الدین کا لشکر میں قیام اور کسب کے طریقہ کی اشاعت بہت ناگوار ہوئی۔ اور شب و روز اسی کی تجویز میں تھا۔ کہ ایک روز پادشاہ کو تنہا پا کر عرض کیا۔ کہ حضور ہند کے ایک مشائخ زادہ نے جو علوم [illegible] اور اُس نے مختلف درویشوں سے خلافت پائی ہے۔ دعوائے مجددیت کا کیا ہے۔ ہزارہا آدمی اس نے

خلیفہ کر کے ملک در ملک بھیجا ہے ہیں۔ ہزارہا بلکہ لاکھوں کھا آدمی اُسکے خلفاء کے مرید ہو گئے ہیں۔ کئی بادشاہ ممالک غیر حلقۂ ارادت میں داخل ہو گئے۔ ہمارے لشکر میں بھی اس کا ایک خلیفہ مقیم ہے۔ اکثر امرائے سلطانی۔ خانخاناں۔ سید صدر جہاں۔ خانجہاں۔ خان اعظم۔ مہابت خاں۔ تربیت خاں۔ اسلام خاں۔ سکندر خاں۔ دریا خاں۔ مرتضیٰ خاں وغیرہ اُس کے مرید حلقہ بگوش ہو گئے ہیں۔ اب معلوم ہوا ہے کہ اس نے ایک لاکھ سوار مسلح اور بے شمار پیادہ تیار کئے ہیں۔ خوف ہے کہ غفلت میں کوئی اور شکل ظہور پذیر نہ ہو جائے۔ جس قدر اسکے معتقدین ہیں۔ اول ان کا دور دراز فاصلہ پر تبادلہ کر دیا جائے۔ تو پھر ایک انتظام آئندہ ہو سکے گا۔ بادشاہ کو وزیر کی رائے پسند آئی۔ اور دوسرے ہی روز علی الصباح دربار خاص منعقد کر کے خانخاناں کو ملک دکن کی صوبہ داری پر اور سید صدر جہاں کو ملک بنگال کی صوبہ داری پر اور خانخاناں کو ملک مالوہ کی صوبہ داری پر مہابت خاں کو کابل کی صوبہ داری پر اور اسی طرح سے چار سو حکام کو جو آپ کے معتقد خاص تھے۔ دور دراز ملکوں کا حاکم بنا کر بھیج دیا۔ جب انکے مقامات متبادلہ پر پہنچنے کی اطلاع وصول ہو گئی تو بادشاہ نے ایک فرمان حضرت کے نام جس میں آپ کی ملاقات کا اشتیاق ظاہر کر کے آپ کو مع جملہ مریدین و معتقدین دعوت دی گئی تھی ذریعہ حاکم سرہند روانہ کیا۔ اور حاکم موصوف کو تاکید کی۔ کہ خود حاضر ہو کر پیش کش کرے ❊

وہاں وہ انتظام ہو رہا تھا اور یہاں روزانہ حضرت اقدس تمام واقعات بادشاہی اپنے خدام کے روبرو بیان فرماتے رہتے تھے۔ حتیٰ کہ ایک روز ارشاد فرمایا۔ کہ وَمَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا اُوْذِیَ یعنے کوئی نبی ایسا نہیں ہے جس کو راہ خدا میں تکلیف نہ ہوئی ہو۔ وَمَا مِنْ وَلِیٍّ اِلَّا وَابْتُلِیَ یعنے کوئی ولی ایسا نہیں ہے جس کو بلاؤں میں نہ رکھا گیا ہو۔ وَالْبَلَاءُ لِلْوِلَاءِ یعنے بلا بقدر محبت آتی ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ ہمارے حالات اور اعمال کو اولیاء اللہ کے حالات اور اعمال سے کچھ بھی نسبت نہیں ہے۔ مگر کسی نبی کو خواہ وہ یوسفؑ ہوں یا ایوبؑ یا کوئی اور ہوں۔ بغیر جلال کی سیر کے سلوک پورا نہیں ہو سکتا۔ اور اب رضائے الٰہی ایسی ہی معلوم ہوتی ہے۔ کہ ہم کو ایسی سیر کرائی جائے۔ کہ حاکم سرہند حکم شاہی لیکر حاضر ہوا آپ نے صاحبزادگان حضرت خواجہ محمد سعید اور حضرت خواجہ محمد معصوم کو کوہستان کی طرف رخصت کیا۔ اور اہل و عیال کو دلاسا دیکر مع حاضر الوقت مریدین لشکر سلطانی کی طرف راہی ہو گئے ❊

جب لشکر میں پہنچے اعزاز و احترام کے ساتھ آپکا استقبال کیا گیا۔ اور آپ اُن خیموں میں جو پہلے سے آپکے لئے استادہ تھے مقیم ہوئے ❊

جب آپ کو بادشاہ کے دربار میں جانے کا اتفاق ہوا۔ تو آئین دربار کے بموجب نہ آپ نے

سلام کیا اور نہ سجدہ۔ تو بادشاہ کے ندیموں نے آپ کو اشارہ سے سمجھایا۔ آپ نے باآواز بلند فرمایا کہ اس وقت تک یہ پیشانی غیر اللہ کے لیے نہیں جھکی اور نہ آئندہ امید ہے سر ملیحی

دین است و دین پناہ ست حسین | شاہ ست حسین و بادشاہ ست حسین
سر داد و نداد دست در دست یزید | واللہ کہ بنائے لاالہ است حسین

بادشاہ پر اس گفتگو کا بڑا اثر ہوا۔ اور خوف زدہ ہو کر وزیر سے مشورہ کیا۔ کہ واقعی بڑا ہی پاک شخص ہے اس کو دربار سے اس طرح جانے نہ دیا جائے ورنہ خوف فساد و فتنہ ہے۔ وزیر نے رائے دی۔ کہ ان کو اگر بالفعل قلعہ گوالیار میں نظر بند رکھا جائے تو مناسب ہے۔ آپ کو مع ہمراہیین قلعہ میں بھیج دیا گیا۔

آپ نے وہاں پہنچتے ہی ایک ایک خط اپنے کل خلفاء کے نام بدیں مضمون ارسال فرمایا کہ میری یہ کیفیت ہے۔ اور یہ سب میری رضامندی سے ہے۔ خبردار آپ لوگ کسی قسم کی جنبش اور حرکت نہ کرنا۔

ہر چند کہ آپ کے مریدین ہزارہا آدمی ایک ہفتہ میں آمادہ مقابلہ ہو گئے تھے اور مہابت خاں معہ افواج ماتحت کابل سے روانہ ہو کر کئی منزل تک آ گیا تھا۔ مگر بنا بر مناہی آنحضرت [illegible] ہی باز رہے۔

ایک روز آپ نے بیٹھے بیٹھے فرمایا۔ کہ اب ہمارے کیر جلال الٰہی پوری ہو گئی۔ اور بہت جلد یہاں سے روانگی ہو گی۔ قلعہ کے تمام عمال آپ کے گرویدہ اور معتقد حلقہ بگوش ہو گئے تھے۔ سب کو یہ حال معلوم کر کے آپ کی مفارقت کا اثر ہوا۔ یہاں یہ کیفیت تھی۔ اور وہاں بادشاہ کو ایک روز کسی نے عالم بیداری میں تخت سے زمین پر پھینک دیا۔ وہ ہیبت زدہ ہو کر بیمار ہو گیا تھا ہر چند معالجے ہوتے تھے کوئی فائدہ نہ تھا۔ ایک روز خواب میں دیکھا۔ کہ کوئی بزرگ فرماتے ہیں کہ تو نے مجدد و امام وقت کی بے عزتی کی ہے۔ تو جس عذاب الٰہی میں گرفتار ہے بغیر اس کی دعا کے رفع نہ ہو گا۔ اگر تم کو اپنی اور بادشاہت کی خیر مدنظر ہے تو اس کی طرف رجوع کر۔ بادشاہ نے خواب سے بیدار ہوتے ہی آپ کی رہائی کا حکم جاری کیا۔ اور آپ کی وجہ سے کل ہندوستان کے قیدیوں کو رہا کیا۔ اور ایک عرضداشت اپنے ندیموں کے ہاتھ سے حضرت کی خدمت میں متضمن استدعاء بہ معافی خطا روانہ کر کے قدم میمنت لزوم سے مشرف ہونے کی استدعا کی۔ نظم

جب ہوا دبدبۂ شان مجدد کا ظہور | تہلکہ مچ گیا ایوان جہانگیری میں
ہو کے شرمندہ شہنشہ خطا سے اپنے | مدتوں غرق رہا در طۂ دلگیری میں

آپ نے اس کے جواب میں کچھ شرائط پیش کئے۔ بادشاہ نے سب منظور کر لئے۔ آپ وہاں سے واپس

میں تین روز سرہند شریف ٹھیرے ہزاروں مخلوق آرزوئے قدمبوسی میں چلی آرہی تھی سب آپ کے جمال باکمال سے مشرف ہوئے پھر آپ عازم لشکر بادشاہی ہوئے۔ بادشاہ قریب تھا۔ ولیعہد۔ شاہجہان اور وزیر اعظم آپ کے استقبال کے لئے حاضر ہوئے آپ محل شاہی میں تشریف لے گئے۔ آپ نے دعاء شروع فرمائی۔ اور بادشاہ کو حکم دیا۔ کہ اپنی خطا کو یاد کرکے روتا رہے۔ بہت جلد بادشاہ کو صحت ہوگئی۔ آپ کے قدموں پر گر گیا سلسلہ طریقت میں داخل ہوا۔ اور احکام شرعی جاری کئے:۔

(۱)۔ سجدہ دربار بالکل موقوف کردیا گیا۔

(۲)۔ گاؤ کشی میں آزادی مل گئی۔ گوشت برسر بازار بکنا شروع ہوا۔

(۳)۔ بادشاہ اور ارکان دولت نے ایک ایک گائے دربار عام کے دروازہ پر اپنے اپنے ہاتھ سے ذبح کی۔ اور کباب تیار ہوئے۔ سب نے کھائے۔

(۴)۔ جہاں جہاں ملک میں مسجدیں شہید کی گئی تھیں دوبارہ تعمیر کی گئیں۔

(۵)۔ دربار عام کے قریب ایک خوشنما مسجد تعمیر ہوئی۔ پنج وقتہ بادشاہ معہ امراء اس میں آپ کے پیچھے بجماعت نماز پڑھتے تھے۔

(۶)۔ شہر بشہر محتسب شرعی مفتی و قاضی مقرر ہوئے۔

(۷)۔ کفار پر جزیہ مقرر ہوا۔

(۸)۔ جس قدر قانون خلاف شرع شریف جاری تھے۔ سب یک قلم منسوخ کئے گئے۔

(۹)۔ جملہ بدعات اور رسوم جاہلیت مسدود کئے گئے۔

اسلام کو نئے سرے سے رونق اور دین میں تازگی آئی۔ مسلمانوں کے دل باغ باغ اور کفار کے سینے داغ داغ ہوئے۔ نظم

ہر طرف ہے سنت نبوی کی دھوم — ہیں مروج چارسو دینی علوم
از فروغ علم تفسیر و حدیث — ہوگیا محبوس شیطان خبیث
ہے بہار سنت نبوی کو جوش — ہے جہاں میں نغمہ دیں کا خروش
جھومتی ہیں ڈالیاں کس شوق میں — مست گل ہیں اور غنچے ذوق میں
پُرفضا ہے نکہت باغ نبیؐ — پتی پتی سے عیاں ہے تازگی
ہے زباں پر بلبلوں کی مرحبا — اور گلوں کا قہقہہ صلِّ علیٰ

اس کے بعد وزیر نے اور طرح سے بددینی کے فتنے رواج دینے کے لئے بہت سی تدابیر کیں۔ کبھی علامہ سید نور اللہ شستری مجتہد شیعی کو ایران سے بلا بھیجا۔ کہ بادشاہ کو گمراہ کرے۔ جب وہ اس میں بھی ناکام رہا۔ اور بالآخر بادشاہ نے بارشاد حضرت مجدد علیہ الرحمۃ مجتہد کو قتل کرا دیا۔ تو کچھ عرصہ

کے بعد پادریوں کو بلا بھیجا۔ جب وہ بھی حضرت کی کرامتوں کی برکت سے مقابلہ سے عاجز رہے۔ اور قتل کر دیئے گئے۔ اس کے بعد عام طور پر دین اسلام کا رواج ہوا۔ اسی طرح سے عالمگیر بادشاہ کے عہد تک جو آپ کے صاحبزادہ حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمۃ کا مرید تھا۔ برابر دین اسلام کو رونق اور تازگی رہی۔ انشاء اللہ تعالیٰ قیامت تک آپ کے خلفاء اور مریدین سے احیاء دین و ترویج شرع متین ہوتی رہیگی ؎

یا الٰہی تا قیامت یہ چمن ‏ ‏ ‏ ‏ پھولتا پھلتا رہے بہر حسن

آپ کا حلیہ شریف آپ کا قد موزون اور کامل تھا۔ آپ نازک اندام اور آپ کا رنگ گندم گوں مائل بہ سفیدی تھا۔ آپ کے ناصیہ اور رخسار مبارک سے ایسا نور ہویدا تھا۔ کہ آنکھ کام نہ کر سکتی تھی۔ آپ کے بدن مبارک پر کبھی میل نہ جمتا تھا۔ آپ کے پسینہ میں گرمی ہو یا برسات کسی موسم میں بو نہ آتی تھی۔ آپ کی پیشانی کشادہ تھی۔ اس پر سجدہ کا نشان۔ اور پیشانی سے بینی تک ایک سرخ خط کشیدہ تھا جو ہمیشہ چمکتا رہتا تھا۔ آپ کے ابرو سیاہ باریک کشادہ آنکھیں بڑی بڑی سرخی مائل سفیدی و سیاہی نہایت گہری۔ آپ کی بینی بلند لب سرخ۔ دہن متوسط۔ دندان متصل اور درخشاں تھے۔ آپ کی ریش مبارک پانبوہ و مشکوہ مربع۔ اور رخسار باریک پر بال نجاوز نہ کئے۔ آپ کے موئے مبارک پر سفیدی غالب تھی۔ ہاتھ کھلے۔ انگلیاں باریک۔ پاؤں نہایت لطیف۔ پاشنے بہت صاف سینہ فیض گنجینہ پر بالوں کا صرف ایک باریک خط تھا۔ آپ کی کمر بہت پتلی اور نازک تھی +

آپ کے اخلاق عادات اور وضع آپ کا خلق سراپا محمدی تھا۔ صبر و شکر حلم و تواضع۔ زہد و ورع و قناعت و تسلیم و رضا و توکل آپ کے عادات میں داخل تھے۔ جنازہ کے ساتھ متابعت کرتے۔ بخشایش موتی کے لئے اپنی ہمت صرف فرماتے۔ اور مریضوں کی عیادت فرماتے مسنون دعائیں ان پر دم کرتے دفع مرض کے لئے توجہ مبذول فرماتے۔ صدہا ہزارہا آدمی شفا پاتے۔ ایام مسنون پنجشنبہ اور شنبہ کو سفر فرمانے کے وقت ادعیہ ماثورہ پڑھتے۔ دوسرے دنوں کو سفر کے لئے نحس جانتے تھے۔ خلاف شرع جلسوں اور عام دعوتوں میں شرکت نہ فرماتے۔ خاص دعوتوں میں شریک ہوتے۔ اگر کسی موقع پر ذرا بھی آداب شرع آپ سے ترک ہو جاتے۔ آپ بہت استغفار پڑھتے نعمتوں پر صبر اور تکالیف پر شکر کرتے تھے جیسا کہ اخص خواص کو کرنا چاہیئے۔ ہر امر میں آداب سنت ملحوظ اور اجتناب بدعت مدنظر رکھتے تھے۔ لباس بھی آپ کا بحسب شرع شریف تھا سر پر عمامہ اس کے دونوں سرے شانوں پر چھوٹے ہوئے۔ ایک میں مسواک آویزاں کرتے کہ آستین چاک یعنی سلی ہوئی نہ ہوتی تھیں۔ پاجامہ ٹخنوں سے اونچا کبھی نصف ساق تک۔ جوتا معمولی۔ ہاتھ میں عصا۔ کاندھے پر جانماز۔ نیو اور چیتا میں لباس فاخرہ مسنون زیب تن فرماتے تھے +

آپ کے عقائد | آپ متکلمین میں سے علماء ماتریدین کے عقائد کی تقلید کرتے اور فرماتے تھے ۔ کہ کشف صحیح سے انکی حقانیت ظاہر ہوتی ہے ۔ اس میں مقابلہ عقائد اشعریہ فلسفہ کا دخل نہیں ہے ۔ اور یہ طریقہ انوار نبوت سے مقتبس ہے ۔ اور بعض شیوخ کو جو اسکے خلاف مکاشفات ہوئے ہیں بے اصل و بے بنیاد ہیں ۔ آپ تعلیم دین کو بمقابلہ تلقین سلوک مقدم رکھتے تھے ۔ اور نبوت کو ولایت سے افضل فرماتے اور خاص خاص انسانوں کو خاص خاص ملائک پر فضیلت دیتے اور صحابہ کبار کو تمامی اولیاء سے بہتر بیان کرتے اولیاء عشرت کو اولیاء عزلت سے اعلے اور مذہب حنفی کو دیگر مذاہب پر ترجیح اور طریقہ نقشبندیہ کو اور طرق پر فوقیت دیتے اور فرماتے تھے ۔ کہ یہ طریقہ بسبب اتباع شرع شریف بعینہ طریقہ اصحاب کبار ہے ۔ اسکی نسبت دیگر نسبتوں سے بلند اور ارفع ہے اور مشائخ متاخرین حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند اور خواجہ محمد پارسا اور خواجہ علاؤالدین عطار و خواجہ عبید اللہ احرار علیہم الرضوان نے جو بعض امورات کو روا رکھا ہے ۔ اور وہ بظاہر خلاف شرع معلوم ہوتے ہیں ۔ فرماتے تھے ۔ کہ وہ امور لازم الاتباع نہیں ہیں ؂

آپ اکثر اوقات حضرت شیخ اکبر رضی اللہ عنہ کے محامد بیان فرماتے ۔ مگر ان کے بعض مکاشفات خلاف شرع کی تردید کرتے تھے ۔ کلمات توحید وجودی کا اظہار بلا غلبۂ حال ناپسند اور ایسے قال کی تقلید کو ناجائز فرماتے تھے ۔ حافظ ؎

رموز سر انا الحق چہ داند آں غافل ۔۔۔ کہ منجذب نشد از جذبہائے رحمانی

معارف توحید شہودی کو توحید وجودی پر اور صحو کو سکر پر ترجیح دیتے تھے ۔ ذکر جہر کو خلاف ادب جانتے اور چلہ کشی کو بے ضرورت اور خلاف سنت ۔ سجدۂ قبور کو اور سماع اور رقص اور صندل و چراغان عرس کو ناجائز فرماتے اور سختی سے منع کرتے تھے نفس میلاد شریف کو جائز اور طریقہ مروجہ کو ناجائز فرماتے تھے ۔ مگر زیارت قبور کو مستحسن اور اولیائے اللہ سے مدد چاہنے کو درست اور ایصال ثواب عبادات مالی اور بدنی کو جائز اور عام امر مسنون کو خواہ کوئی بہ تعین ادا کرے داخل سنت قرار دیتے تھے اور طواف و بوسہ دہی قبور کو مکروہ جانتے تھے مزارات والدین بزرگوار پر شروع شروع آپ ہاتھ پھیر کر چہرۂ انور سے ملتے تھے ۔ با آخر اس کو بھی ترک فرما دیا تھا ۔ حتی الامکان مذاہب فقہا میں جمع کر کے متفق علیہ مسئلہ پر آپ عمل فرماتے تھے ۔ چنانچہ اس غرض سے آپ خود امامت کرتے تھے ۔ کہ سورہ فاتحہ نماز میں پڑھ سکیں ۔ اور قرأۃ خلف الامام بھی نہ ہو ۔ اور چونکہ امام اعظم کے نزدیک قبرستان میں قرآن شریف پڑھنا مکروہ اور ان کے شاگرد امام محمد اور امام ابو یوسف کے نزدیک روا ہے ۔ گاہے آپ پڑھتے تھے اور گاہے ترک فرما ادعیہ مسنونہ پر اکتفا کرتے تھے ؂

آپ کے شبانہ روز اعمال | آپ ہمیشہ سفر ہو یا حضر موسم گرما ہو یا سرما بعد نصف شب بیدار ہوتے اور یہ دعا پڑھتے تھے ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ الْبَعْثُ وَالنُّشُوْرُ اور یہ

آیت بھی پڑھتے تھے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّھِمْ یَعْدِلُوْنَ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰی اَجَلًا وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَہٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ۝ وَھُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی الْاَرْضِ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَھْرَکُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ ۝

آپ کے آداب بیت الخلا بعد ازاں بیت الخلا رکو تشریف لیجاتے۔ پہلے بایاں پیر رکھتے بعد اُس کے داہنا اور یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ۔ جب بیٹھتے تو بائیں پاؤں پر زور رکھتے بعد فراغت بکلوخ طاق استنجا کرتے اُس کے بعد پانی سے استنجا کرتے اور بیت الخلا سے باہر نکلتے وقت پہلے داہنا پیر نکالتے۔

آپ کے آداب وضو وضو کرنے کو روبقبلہ بیٹھتے اور بلا کسی کی مدد کے وضو کرتے۔ اور آفتابہ بدست چپ رکھتے۔ اور ابتدا ہاتھ دھونے میں یہ دُعا پڑھتے۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی دِیْنِ الْاِسْلَامِ اَلْاِسْلَامُ حَقٌّ وَالْکُفْرُ بَاطِلٌ۔ پہلے داہنے ہاتھ پر پانی ڈالتے بعد ازاں بائیں پر بعد ازاں دونوں ہاتھ جمع کرکے دھوتے اور انگلیوں میں کف دست کی طرف سے خلال کرتے اور بوقت مضمضہ مسواک استعمال فرماتے اور تین مرتبہ داہنی طرف بعدہٗ تین مرتبہ بائیں طرف کرتے پھر زبان پر کرتے اور اگر زیادہ کرتے تو رعایت وتر ملحوظ رکھتے۔ اور پہلے داہنی طرف کے اوپر کے دانتوں میں پھر نیچے کے دانتوں میں بعد ازاں بائیں طرف اوپر کے دانتوں میں پھر نیچے کے دانتوں میں اور ہر وضو میں التزام مسواک رکھتے تھے بعد فراغ مسواک کو اکثر خادم کے سپرد کرتے اور وہ اس کو اپنی پگڑی کے پیچ میں رکھ لیتا۔ اور آپ کلی کے پانی کو دور ڈالتے تھے اور رعایت تثلیث رکھتے تھے بوقت مضمضہ یہ دعا پڑھتے تھے۔ اَللّٰھُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی ذِکْرِکَ وَعَلٰی تِلَاوَۃِ الْقُرْاٰنِ وَعَلٰی صَلٰوۃِ حَبِیْبِکَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اور تین دفعہ استنشاق بھی تازہ پانی سے جدا جدا کرتے اور بوقت استنشاق یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اَرِحْنِیْ رَائِحَۃَ الْجَنَّۃِ وَاَنْتَ عَنِّیْ رَاضٍ اور بعدہٗ مُنہ مبارک پر کمال آہستگی و سہولت سے بالائے پیشانی سے پانی ڈالتے اور داہنا ہاتھ داہنے رخسار پر اور بایاں ہاتھ بائیں رخسار پر گذارتے اور داہنے کو بائیں پر مقدم کرتے تاکہ ابتداء داہنے سے ہو۔ اور مُنہ دھونے وقت یہ دُعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ بَیِّضْ وَجْھِیْ بِنُوْرِکَ یَوْمَ تَبْیَضُّ وُجُوْہُ اَوْلِیَائِکَ وَلَا تُسَوِّدْ وَجْھِیْ یَوْمَ تَسْوَدُّ وُجُوْہُ اَعْدَائِکَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔ بعد ازاں داہنے ہاتھ کو کہنیوں تک تین مرتبہ دھوتے اور ہر مرتبہ اس پر ہاتھ پھیرتے

تاکہ قطرہ نہ رہجاوے اور اسی طرح سے بایاں ہاتھ دھوتے اور انگلیوں کی جانب سے پانی ڈالتے
اور داہنا ہاتھ دھوتے وقت یہ دُعا پڑھتے ۔ اَللّٰھُمَّ اَعْطِنِیْ کِتَابِیْ بِیَمِیْنِیْ وَ حَاسِبْنِیْ
حِسَابًا یَّسِیْرًا وَّ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ
اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ اور بایاں ہاتھ دھوتے وقت یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ
اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ تُعْطِیَنِیْ کِتَابِیْ بِشِمَالِیْ اَوْ مِنْ وَّرَاءِ ظَھْرِیْ وَلَا تُحَاسِبْنِیْ
حِسَابًا عَسِیْرًا وَّ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَ
اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ بعد ازاں داہنے چلو میں پانی لیکر بائیں
کفِ دست اور انگلیوں پر ڈال کر اس طرح زمین پر ڈالتے کہ چھینٹیں نہ اُڑیں اور تمام سر کا مسح
کرتے اور اطراف سر پر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیاں پیچھے سے آگے تک پھیر لاتے اور یہ دعا
پڑھتے اَللّٰھُمَّ غَشِّنِیْ بِرَحْمَتِکَ وَ اَنْزِلْ عَلَیَّ مِنْ بَرَکَاتِکَ وَ اَظِلَّنِیْ تَحْتَ ظِلِّ
عَرْشِکَ بعد ازاں اُسی پانی سے مسح گوش باطن سبابہ اور پشتِ گوش بزانگشت سے
کرتے اور یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اَعْتِقْ رَقَبَتِیْ مِنَ النَّارِ وَ رِقَابَ اٰبَائِیْ
وَ اَصِلْ لِیْ مِنَ السَّلَاسِلِ وَالْاَغْلَالِ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ
اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ ۔ بعد ازاں داہنا پیر تین مرتبہ ٹخنوں سے اوپر
تک دھوتے اور ہر مرتبہ اس پر اس طرح ہاتھ پھیرتے کہ قریب خشک کے ہو جاتا ۔ اور اسی
طرح سے بایاں پیر دھوتے اور یہ دُعا پڑھتے ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ تَزِلَّ
قَدَمِیْ وَقَدَمَ وَالِدَیَّ عَلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ یَوْمَ تَزِلُّ اَقْدَامُ الْمُنَافِقِیْنَ
وَالْکَافِرِیْنَ فِی النَّارِ بِحُرْمَۃِ النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ
وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ اور بعد فراغت وضو
یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ
وَاجْعَلْنِیْ مِنْ عِبَادِکَ الصّٰلِحِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنْ وَّرَثَۃِ جَنَّۃِ النَّعِیْمِ
وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ ہ وَاجْعَلْنِیْ
عَبْدًا شَکُوْرًا وَّاجْعَلْنِیْ اَنْ اَذْکُرَکَ کَثِیْرًا وَّ اُسَبِّحَکَ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اِنَّا اَنْزَلْنٰہُ
تا آخر اور یہ دُعا پڑھتے اَللّٰھُمَّ اشْفِنِیْ بِشِفَائِکَ وَدَاوِنِیْ بِدَوَائِکَ وَعَافِنِیْ مِنَ
الْبَلَاءِ وَاعْصِمْنِیْ مِنَ الْاَھْوَالِ وَالْاَمْرَاضِ وَالْاَوْجَاعِ ۔ اور آپ اعضائے
وضو کپڑے سے نہ پونچھتے ؛

آپ کی نماز تہجد و وتر اور مراقبہ بعد ازاں پوشاک لطیف و نفیس پہنتے۔ بہ تحمل و وقار تمام متوجہ نماز ہوتے اور دو رکعت خفیف گزارتے اور ان دو رکعت میں بعد فاتحہ یہ آیت پڑھتے۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ ۝ اور دوسری رکعت میں بعد فاتحہ آیت پڑھتے وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ باقی نماز تہجد کو بطول قرأت ادا کرتے۔ غالباً دو تین سیپارہ قرآن کے پڑھتے تھے۔ اور گاہ گاہ حالت غلبہ حضور میں نصف شب سے صبح تک ایک ہی رکعت میں گذر جاتی۔ اور جب خادم پکارتا کہ صبح ہوئی جاتی ہے تب دوسری رکعت بہ تخفیف ادا فرما کر سلام پھیرتے تھے۔ پس اوال دوسری دو رکعتیں بقرأت طویلہ لیکن اول سے کم ادا کرتے اور علٰی ہذا القیاس بعد کی رکعتیں ایک دوسرے سے کم ادا فرماتے بعد ازاں اگر اول شب میں وتر نہ پڑھے ہوتے تو تین وتر پڑھتے۔ اور بعد فاتحہ پہلی رکعت میں سورہ سبح اسم اور دوسری میں قل یا اور تیسری میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ پڑھتے۔ سیوم رکعت میں بعد قل ہو اللہ قنوت حنفی کو قنوت شافعی سے ضم کرتے جیسے کہ حنفیوں کی کتاب میں موجود ہے اَللّٰهُمَّ اهْدِنَا فِيْمَنْ هَدَيْتَ وَعَافِنَا فِيْمَنْ عَافَيْتَ وَتَوَلَّنَا فِيْمَنْ تَوَلَّيْتَ وَبَارِكْ لَنَا فِيْمَا اَعْطَيْتَ وَقِنَا رَبَّنَا شَرَّ مَا قَضَيْتَ اِنَّكَ تَقْضِيْ وَلَا يُقْضٰى عَلَيْكَ اِنَّهٗ لَا يَذِلُّ مَنْ وَّالَيْتَ وَلَا يَعِزُّ مَنْ عَادَيْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَيْكَ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ اور اگر وتر اول شب میں پڑھ لیا کرتے۔ تو تہجد بارہ رکعت پڑھتے اور کبھی آٹھ اور کبھی دس پر اکتفا فرماتے اور اکثر نماز تہجد میں سورہ یٰسین پڑھتے اور فرماتے کہ اس کی قرأت میں نفع بسیار اور نتائج بیشمار پائے گئے ہیں۔ اور سورہ الم سجدہ اور سورہ ملک اور سورہ مزمل اور سورہ واقعہ اور چہار قل بھی پڑھتے تھے۔ اور بعد نماز آخر سورہ آل عمران سے یہ پڑھتے تھے۔ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ اِلٰى اٰخِرِ السُّوْرَةِ اور ستر دفعہ استغفر اللہ پڑھتے اور کبھی کبھی آیت کریمہ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ستر مرتبہ پڑھتے بعدہٗ صبح تک مراقبہ کرتے یا کلمہ طیبہ پڑھتے یا قبل از صبح موافق سنت سنیہ علٰی مصدرہا الصلوٰۃ والتحیہ سو جاتے تا کہ تہیئۃ الجنبین

واقع ہو۔

آپ کی نمازِ فجر اور قبل صبح کے بیدار ہوتے اور وضو جدید کا فرماکر سنت گھر پڑھتے۔ بعدازاں بجانب قبلہ داہنا ہاتھ داہنے رخسار کے نیچے رکھ کر لیٹ جاتے۔ پھر اٹھ کر متوجہ مسجد ہوتے۔ لیکن آخر میں یہ اضطجاع ترک کر دیا تھا۔ بعدازاں فجر بجماعت کثیر اول وقت ادا کرتے اور خود امامت فرماتے اور طوال مفصل پڑھتے اور بعد ادائے فرض اسی جلسہ میں دس مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ اور سات دفعہ اَللّٰهُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ بعدازاں یہ آیت کریمہ تلاوت فرماتے اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۔ وحٰمٓ تَنْزِيْلُ الْكِتَابِ اِلَيْهِ الْمَصِيْرُ تک اور آیۃ الکرسی اور آیہ فَسُبْحَانَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ کو تُخْرَجُوْنَ تک۔ پھر یمین و یسار قوم کی طرف رجوع ہو کر دعا کے واسطے ہاتھ اٹھاتے۔ بعد دعا دونو ہاتھ چہرہ مبارک پر پھیرتے۔

آپ کا حلقہ ذکر و توجہ بعدازاں آپکا اصحاب حلقہ ذکر و مراقبہ فرماتے۔ اور شغل باطنی بہ بلندی آفتاب بقدر یک نیزہ مشغول رہتے۔ حلقہ میں کبھی کبھی حافظ صاحب سے قرآن شریف بھی سنتے۔

آپ کی نماز اشراق و استخارہ و نماز اوابین بعدہٗ دو رکعت نماز اشراق پڑھتے۔ اول رکعت میں بفاتحہ آیۃ الکرسی اور سورہ یاسین کو تا نُفِخَ فِي الصُّوْرِ اور دوسری رکعت میں ختم یٰسین تک اور سورہ والشمس پھر دو رکعت بہ نیت استخارہ پڑھتے کبھی اول رکعت میں قُل یٰا اور دوسری میں قل ھو اللہ اور کبھی پہلی میں سبح اسم اور الم نشرح و قل یا اور دوسری میں قل ھو اللہ تین مرتبہ اور معوذتین ایک ایک بار پڑھتے۔ اور بعد تشہد درود و استغفار اس طرح پڑھتے اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبِّيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَاَنَا عَبْدُكَ وَاَنَا عَلٰى عَهْدِكَ وَوَعْدِكَ مَا اسْتَطَعْتُ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا صَنَعْتُ اَبُوْءُ لَكَ بِنِعْمَتِكَ عَلَيَّ وَاَبُوْءُ بِذَنْبِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَاِنَّهٗ لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ بعدہٗ دعا استخارہ پڑھتے اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْتَخِيْرُكَ بِعِلْمِكَ وَاَسْتَقْدِرُكَ بِقُدْرَتِكَ وَاَسْئَلُكَ مِنْ فَضْلِكَ الْعَظِيْمِ فَاِنَّكَ تَقْدِرُ وَلَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَلَا اَعْلَمُ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ مَا اُرِيْدُ مِنْ اَيِّ عَمَلٍ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَلْيَوْمَ فَاقْدِرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ مَا اُرِيْدُ مِنْ اَيِّ عَمَلٍ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَمَعَاشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ اَلْيَوْمَ فَاصْرِفْهُ عَنِّيْ وَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاقْدِرْ لِيَ الْخَيْرَ

یث کَانَ ثُمَّ اَرْضِنِیْ بِہٖ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔ بوقت شام بعد اتمام اوابین یہی دعاءِ استخارہ پڑھتے اور بجائے اَلْیَوْمَ اَللَّیْل پڑھتے اور جب بعد نماز صبح سکوت فرماتے۔ تو بعض دعوات یومی بعد اشراق پڑھتے وہ دعائیں یہ ہیں اَصْبَحْنَا وَاَصْبَحَ الْمُلْکُ لِلّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰھُمَّ اَسْئَلُکَ خَیْرَ مَا فِیْ ھٰذَا الْیَوْمِ فَتْحَہٗ وَنَصْرَہٗ وَنُوْرَہٗ وَبَرَکَتَہٗ وَھُدَاہُ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّ مَا فِیْ ھٰذَا الْیَوْمِ وَشَرِّ مَا بَعْدَہٗ اَللّٰھُمَّ مَا اَصْبَحَ بِیْ مِنْ نِّعْمَۃٍ اَوْ بِاَحَدٍ مِّنْ خَلْقِکَ فَمِنْکَ وَحْدَکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ فَلَکَ الْحَمْدُ وَلَکَ الشُّکْرُ۔ شام کے وقت بجائے الیوم کے اللیل و اصبح کے امسی پڑھتے اور تین مرتبہ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ اور تین مرتبہ بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ اور سات دفعہ اَللّٰھُمَّ نَجِّنِیْ قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَ الْمَوْتُ اور سات دفعہ اَللّٰھُمَّ اَلْھِمْنِیْ رُشْدِیْ وَاَعِذْنِیْ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ اور سات دفعہ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَۃً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ ۝ اور سات مرتبہ یَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ قَلِّبْ قُلُوْبَنَا عَلٰی طَاعَتِکَ اور سات دفعہ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاُمَّۃِ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اور سات دفعہ رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ اور سو دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور تینتیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ اور تینتیس دفعہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور تینتیس دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اور ایک دفعہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اور بعض ادعیہ نماز کو بعد نماز اوابین پڑھتے۔ اور ان چہار کلمات کو ہر فرض کے بعد موافق اعداد مذکورہ بالا پڑھتے ۔

آپ کی خلوت اور صحبت بعد ازاں خلوت میں تشریف لیجاتے۔ اور بمقتضائے حال کبھی قرآن شریف پڑھتے اور کبھی کلمہ طیبہ کا تکرار کرتے۔ اور گاہ گاہ طالبانِ خدا کو جدا جدا طلب کرکے احوال پرسی فرماتے اور ہر ایک کے حال کے موافق ارشاد فرماتے اور بسا اوقات ایسا ہوتا۔ کہ اُن کا احوال خفیہ اگلا پچھلا خود بہ تفصیل و شرح فرماتے اور مقامات اور کیفیات سے آگاہ فرماتے۔ اور کبھی خاص خاص اصحاب کو طلب فرما کر اسرار خاصہ و معارف مکشوفہ بیان فرماتے اور اُن کے پوشیدہ رکھنے میں کوشش کرتے۔ اور معارف بیان کرتے وقت محسوس ہوتا۔ کہ گویا القا و اعطاء حال کرتے ہیں۔ بارہا ایسا اتفاق ہوتا کہ جس وقت طالب کوئی معرفت حضرت کی زبان سے سنتے بمجرد سننے کے اس معرفت سے بتوجہ

حضرت متحقق ہوجاتے۔ اور ہر ایک کو اُس کے حال اور استعداد کے موافق ذکر و فکر فرماتے اور تمام کو علوِ ہمت واتباعِ سنت و دوام ذکر و حضور مراقبت و اخفاءِ حال کی تاکید فرماتے۔ اور تکرار کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی نہایت ترغیب لاتے۔ اور فرماتے کہ تمام عالم بمقابلہ اس کلمہ معظمہ کے مثل قطرہ کے ہے بمقابلہ دریائے محیط کے اور فرماتے کہ یہ کلمہ طیبہ جامع کمالات ولایت و نبوت ہے۔ اور فرماتے کہ فقیر کو معلوم ہوا ہے۔ کہ اگر تمام جہان کو ایک مرتبہ کلمہ پر بخشدیں اور بہشت میں بھیج دیں تو بھی گنجائش رکھتا ہے۔ اور فرماتے کہ اس کے برابر کوئی آرزو دل میں نہیں ہے۔ کہ ایک گوشہ تنہائی میں بیٹھ کر اس کلمہ کے تکرار سے متلذذ و محظوظ ہوں۔ مگر کیا کیا جائے کہ یہ آرزو میسر نہیں اور مریدوں کو کتب فقہ کے مطالعہ کی تاکید فرماتے۔ تاکہ معلوم ہو کہ کونسا مسئلہ مفتی بہ ہے اور کون مسنون و معمول بہ اور کون بدعت و مردود حضرت کے صحابیوں سے خاموشی کی صحبت ہوتی اور اصحاب پر اس قدر دہشت و ہیبت غالب تھی۔ کہ مجال انبساط و دم زدن نہ تھی۔ اور حضرت کی تمکین اس درجہ کی تھی۔ کہ باوجود تواتر و تکاثر واردات متنوعہ و متضادہ ہرگز کبھی اثر تلوین ظاہر نہیں ہوا البتہ بسبیل ندرت چشم پُر آب ہو جاتی۔ اور گاہ گاہ اثنائے بیان حقائق میں تلون رنگ رخسارہ و دیدہ ہو جاتا ۔

آپ کی نمازِ چاشت | بعدہٗ نماز ضحی یعنے نماز چاشت کی آٹھ رکعت ادا کرتے۔ ہر چند کہ چار رکعت جو اوّل پڑھتے تھے۔ و داخل ضحی نہیں۔ حاصل یہ کہ نماز ضحی بارہ رکعت پڑھتے تھے۔ اور کبھی بسبب قلت انہیں چار رکعت پر جو کہ اول بنام اشراق پڑھتے اکتفا فرماتے۔ اور کبھی دو ہی اول پہ اور قرأت نماز چاشت میں بعد فاتحہ سبح اسم اور والشمس اور واللیل اور والضحیٰ اور چار قل پڑھتے تھے۔ اور اکثر حال میں نماز تہجد و الضحیٰ و فی الزوال میں اکثر تکرار قرأت سورہ یٰسین فرماتے حتیٰ کہ گاہ گاہ اسّی مرتبہ اس سورہ کا دن رات میں پڑھنے کا اتفاق ہو جاتا۔ اور آپ نماز ضحی خلوت میں ادا فرماتے تھے ۔

آپ کا طعام و قیلولہ | بعدہ محلسرا میں تشریف لے جاتے اور کھانا تناول فرماتے اور کھانے وقت فرزندان اور درویشوں کو طعام تقسیم فرماتے۔ اور خادموں میں سے اگر کوئی شخص موجود نہ ہوتا۔ تو اس کے حصہ کا کھانا رکھ چھوڑنے کے واسطے ارشاد فرماتے۔ حضرت کے گھر کا کھانا نہایت لذیذ ہوتا۔

نقل ہے کہ جب حضرت لشکر سلطانی کے ہمراہ تھے بادشاہ کا گزر سرہند شریف میں ہوا۔ حضرت نے بادشاہ کی دعوت کی۔ بادشاہ کھانا کھا کر نہایت خوش ہوا۔ اور کہا کہ ایسا لذیذ کھانا کبھی نہیں کھایا ہوگا۔ کیونکہ یہاں کی سی سرایت انوار سنت و طہارت اس کے کھانے میں کہاں۔ راقم الحروف کا تجربہ ہے۔ کہ جو خادم حضرت والدی مرشدی و مولائی حضرت حافظ عباس علیخان صاحب قادری و نقشبندی مجددی قدس سرہ کے گھر کے کھانے میں خواہ وہ کیسا ہی خشک ہوتا۔ لذت پاتے ۔۔

کسی امیر و کبیر کے کھانے ہیں خواہ وہ کیسا ہی عمدہ ہوتا نہیں پاتے وہی سرایت انوار و نسبت کی وجہ ہے۔
کھانا کھاتے وقت حضرت داہنا زانو کھڑا کر لیتے اور بایاں لٹا دیتے اور کبھی اہنا زانو لٹا دیتے اور
گاہ گاہ دونوں زانو کھڑے کر لیتے اور بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرتے اور بعض اوقات یہ دعا پڑھتے
بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهٖ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيْعُ
الْعَلِيْمُ فَاللّٰهُ خَيْرٌ حَافِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرَّاحِمِيْنَ ۔ اور سورہ لایلاف پڑھتے اور بعد کھانا کھا چکنے کے اگر طعام نمکین ہوتا تو
دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنِيْ هٰذَا الطَّعَامَ اللَّطِيْفَ الْمَلِيْحَ بِغَيْرِ حَوْلٍ مِّنِّيْ وَلَا قُوَّةٍ ۔ اور اگر طعام شیریں
ہوتا تو هٰذَا الطَّعَامَ الْحُلْوَ فرماتے اور کبھی یہ دعا پڑھتے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَطْعَمَنَا وَاَسْقَانَا
وَاَشْبَعَنَا وَاَرْوَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ۔ اور اگر کسی کی دعوت نوش فرماتے۔ تو یہ بھی
پڑھتے اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاٰكِلِهٖ وَلِبَاذِلِهٖ وَلِمَنْ كَانَ لَهٗ شَيْئًا فِيْهِ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى
خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ ۔ اگر صاحب طعام موجود ہوتا۔ تو فرماتے جَزَاكَ اللّٰهُ
خَيْرًا ۔ اور اگر صاحب طعام غائب ہوتا تو جَزَاهُ اللّٰهُ خَيْرًا ۔ اور کبھی یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ
ارْزُقْنِيْ مِمَّا تُحِبُّ وَتَرْضٰى اجْعَلْهَا عَوْنًا عَلٰى مَا تُحِبُّ مگر کھانے کے بعد ہاتھ اٹھا کر
فاتحہ نہ پڑھتے جیسا عام ملا کرتے ہیں۔ اور تین انگلیوں سے لقمہ لیتے اور جب خواہش نہ ہوتی۔
اسیق نکسیجا کر منہ میں لیتے۔ گویا کہ کھانے کی رغبت نہیں ہے محض اس نیت سے کہ کھانا سنت ہے
تناول فرماتے۔ آپ کی غذا نہایت قلیل و چپاتی گیہوں کی ہوتی تھیں اور بکری کا گوشت اور معقر
(دبیجا) بہت مرغوب تھا۔ کباب بھی دسترخوان پہ ہوتے تھے مع ذلک فرمایا کرتے۔ کہ بحکم اقتضائے
آخر زمانہ بھوک میں کمال اتباع آنسرور دین و دنیا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میسر نہیں ہوتا۔ اور کھانا نہایت
خضوع و خشوع سے تناول فرماتے۔ اور اس امر کی مریدوں کو بھی نہایت تاکید فرماتے۔ اور آپ کے
ارشادات میں سے ہے کہ عارف کو کوئی چیز ملکیت سے بشریت کی طرف لانے والی کھانے سے
زیادہ نہیں۔ بعدہٗ تھوڑی دیر بحکم سنت قیلولہ فرماتے تھے۔ اور جیسے ہی اذان ہوتی بمجرد استماع
اللہ اکبر بے اختیار لتعجلت اٹھ بیٹھتے۔ اور تخت سے زمین پر اتر آتے۔

آپ کی نماز فی الزوال جس وقت آپ اذان سنتے اس کا جواب دیتے۔ بوقت شہادت ثانیہ
تفصیل یا بین فرمائے کے قُرَّةُ عَيْنِيْ بِكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اور بوقت حیعلتین لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ
اِلَّا بِاللّٰهِ فرماتے اور فی الفور وضو کر کے مسجد میں تشریف لاتے۔ پہلے دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے بعدہٗ
چار رکعت سنت فی الزوال بطول قرأت ادا کرتے اور فرماتے۔ کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے تا زمان
بعثت سے تا زمان رحلت سنت زوال ترک نہیں کیں۔ اور اس میں طوال مفصل پڑھتے۔ اور کبھی
بمقتضائے گنجائش اختصار فرماتے۔

آپ کی نمازِ ظہر

بعدازاں چار رکعت سنت موکدہ ظہر کی پڑھتے اور بعد تکبیر اقامت خود امامت فرماتے۔ اور ظہر کے فرض ادا کرتے۔ اور قرأت طویل پڑھتے اور بعد فراغ نماز فرض کے یہ دعاء اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ وَاِلَيْكَ يَرْجِعُ السَّلَامُ حَيِّنَا رَبَّنَا بِالسَّلَامِ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَيْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ پڑھ کر کھڑے ہو جاتے۔ بعدازاں دو رکعت سنت موکدہ پڑھتے اور پھر چار رکعت سنت زائد پڑھتے۔ بعدازاں ظہر کے بعد کی ماثورہ دعائیں پڑھتے ؂

آپ کا حلقۂ ذکر و توجہ و تعلیم دین و نمازِ عصر و ختم خواجگان۔

اس کے بعد قوم کی جانب متوجہ ہو بیٹھتے۔ اور اصحاب کے ساتھ حلقہ کرتے اور حافظ صاحب قرآن شریف پڑھتے۔ اور حضرات مریدوں کو مراقبہ کراتے اور بعد فراغ کے دو ایک سبق دینی کتب کے درس فرماتے اور جب بعد مثلین وقت عصر ہو جاتا تو تجدید وضو کے واسطے اٹھتے اور چار رکعت سنت عصر ادا کرتے۔ بعدازاں خود امامت کرتے اور جماعت کثیر فرض عصر ادا کرتے۔ بعدازاں ادعیہ ماثورہ وقت عصر کو پڑھ کر قوم کی طرف پھر بیٹھتے اور اصحاب ختم خواجگان پڑھتے اور حلقہ کرتے اور حافظ صاحب قرآن پڑھتے اور حضرت اور اصحاب مراقب بیٹھتے اور کبھی احوال پرسی کا شغل کرتے اور متوجہ حال طالبان ہوتے اور اُنکی ترقی کے واسطے ہمت فرماتے اور کبھی کچھ اور عملِ صالح کرتے ؂

آپ کی نمازِ مغرب اور صلوٰۃ الاوابین

بعدازاں اوّل وقت نماز مغرب پڑھتے۔ اور بعد ادائے فرض دس مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ پڑھتے اور سات دفعہ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِيْ مِنَ النَّارِ پڑھتے بعدازاں چھ یا چار رکعت نماز اوابین پڑھتے اور اکثر اوقات اس میں سورہ واقعہ و سورہ اخلاص اور گاہے چھ رکعت پڑھتے ؂

آپ کی نمازِ عشاء و وتر

بعد زوالِ بیاضِ افق کہ نزدیک امام اعظم صاحب شفق اسی سے مراد ہے۔ وقت عشاء متفق علیہ ہے مسجد میں تشریف لاتے اول دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھتے۔ بعدازاں چار رکعت یا دو رکعت سنت گذارتے اور پھر فرض ادا کرتے اور بغیر اس کے کہ ادعیہ پڑھیں صرف اَللّٰھُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وغیرہ مذکور پڑھ کر اٹھ کھڑے ہوتے اور دو رکعت سنت موکدہ پڑھتے۔ بعدازاں چار رکعت اور پڑھتے۔ بعدازاں وتر پڑھتے بعدہٗ الٓمّ سجدہ پڑھتے۔ اور کبھی بعد فرض چار رکعت میں سورۂ سجدہ و تبارک و قل یا ایہا الکافرون و قل ہو اللہ پڑھتے اور دعاء قنوت حنفی و شافعی کہ حنفیوں نے جمع کیا ہے اور اوپر بیان ہو چکی ہے جمع کرتے۔ بعدازاں دو رکعت بیٹھ کر پڑھتے۔ اول رکعت میں اذا زلزلت الارض اور دوسری رکعت میں قل یا ایہا الکافرون پڑھتے اور آخر میں ان دو رکعت کو ترک کر دیا تھا اور ارشاد فرماتے تھے۔ کہ اس میں اختلاف ہے ؂

آپکے اوراد آپ بلا ناغہ رسالۂ صلوٰۃ مامورہ جوایک جزو سے زیادہ ہے۔ اور دلائل قادریہ جو حضرت غوث الاعظم مصنفہ درود ہے کبھی بعد ظہر اور کبھی بعد عشا پڑھا کرتے تھے۔

عام مسائل نماز بوقت نماز حضرت ہردو ابہام کان کی لو تک لیجاتے اور ہاتھوں کی انگلیوں کو نہ اسطرح کہ کھلی یا جوڑی رکھیں۔ بلکہ متوجہ قبلہ رکھتے اور اللہ اکبر کہتے ہوئے ہاتھوں کو نیچے لاتے اور زیر ناف داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر اس طرح سے رکھتے کہ داہنے ہاتھ کی خنصر اور ابہام سے حلقہ ہو جاتا۔ اور تین انگلیاں کلائی پر لمبی لمبی رکھی جاتیں۔ اور دونوں پیروں کے درمیان چار انگشت کا فاصلہ ہوتا اور دونوں پیروں پر برابر زور رکھتے۔ اور ایک پیر پر زور دیکر دوسرے کو آرام نہ دیتے۔ اور قیام میں سجدہ کی جگہ نگاہ رکھتے اور نہایت تجوید و تعمق معانی و اسرار قرآنی سے قرأت پڑھتے۔ بعد ازاں تکبیر کہتے ہوئے رکوع میں جاتے۔ اور قدموں پر نظر رکھتے اور سر پشت کے ساتھ برابر کرتے۔ اور زانوں کو انگلیاں کھولکر بقوت پکڑتے اور زانو ٹیڑھا نہ ہونے دیتے۔ بعد ازاں قومہ بقدر تسبیح جلسہ کرتے اور بحال انفراد سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ ۔ رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ کہتے۔ اور دونوں سجدوں کے درمیان بقدر تسبیح جلسہ کرتے اور سجدہ میں ناک کی نرمہ پر نگاہ رکھتے۔ اور پیٹ کو زانو سے اور زانو کو بازو سے جدا رکھتے۔ اور بوقت سجدہ تمام اعضا پر برابر زور دیتے۔ اور تشہد میں دونوں پیروں کی انگلیوں کو قبلہ کی جانب متوجہ رکھتے۔ اور کنار پر نظر رکھتے اور حضرت کے تمام اصحاب نماز میں حضرت کی تقلید کرتے۔ بہت سے آدمی حضرت کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھ کر فریفتہ ہوتے۔ بعد نماز عشا اور قبل سونے کے حضرت سورہ فاتحہ و آیۃ الکرسی و آمن الرسول تا آخر اور آیۃ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ تا مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ اور آیہ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ اور چار قل پڑھتے۔ اور جس وقت لیٹتے پہلوے راست پر تکیہ کرتے اور داہنے ہاتھ کو داہنے رخسار مبارک کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ رَبِّيْ وَضَعْتُ جَنْبِيْ وَبِكَ اَرْفَعُهٗ اِنْ اَمْسَكْتَ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لَنَا وَاِنْ اَرْسَلْتَهَا فَاحْفَظْهَا بِمَا تَحْفَظُ بِهٖ عِبَادَكَ الصَّالِحِيْنَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيْ اِلَيْكَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِيْ اِلَيْكَ وَاَلْجَاْتُ ظَهْرِيْ اِلَيْكَ رَغْبَةً وَّرَهْبَةً اِلَيْكَ لَا مَلْجَاَ وَلَا مَنْجَا مِنْكَ اِلَّا اِلَيْكَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اٰمَنْتُ بِكِتَابِكَ الَّذِيْ اَنْزَلْتَ وَبِرَسُوْلِكَ الَّذِيْ اَرْسَلْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَحْمَدُكَ بِكُلِّ لِسَانٍ وَاَسْتَعِيْذُ بِكَ مِنَ الْبَلَايَا وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ كُلِّهَا مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ تین مرتبہ اس کلمہ کی تکرار کرتے۔ پھر تینتیس مرتبہ سبحان اللہ اور تینتیس مرتبہ الحمد للہ اور چونتیس مرتبہ اللہ اکبر اور ایک مرتبہ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ بِیَدِہِ الْخَیْرُ وَھُوَ حَیٌّ لَا یَمُوْتُ اَبَدًا اَبَدًا ذُوالْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اور کبھی آپ تشہد میں انگشت شہادت نہ اٹھاتے تھے۔ اور کبھی بجماعت نماز نفل سوائے تراویح اور کسوف نہ پڑھتے تھے۔ اور نماز خسوف منفرد ادا کرتے تھے +

آپ کی نماز جمعہ وعیدین و تراویح وغیرہ۔	نماز جمعہ کو جس طرح کہ علماء حنفیہ نے فرمایا ہے۔ اُسی طرح ادا کرتے اور بعد فرض جمعہ سات دفعہ سورہ اخلاص اور سات دفعہ معوذتین مع بسم اللہ

اور احتیاطاً بعد ادائے جمعہ صلوٰۃ ظہر کو ادا فرماتے۔ کہ کل شرائط جمعہ بقول بعض فقہا اس وقت پائی نہیں جاتیں۔ اور اس طرح نیت کرتے نَوَیْتُ اَنْ اُصَلِّیَ لِلّٰہِ تَعَالٰی اَرْبَعَ رَکْعَۃٍ اٰخِرَ فَرْضِ الظُّھْرِ اَدْرَکْتُ وَقْتَہٗ وَلَمْ اُؤَدِّ ھٗ (ترجمہ) میں نے چار رکعت آخر فرض ظہر کی نیت کی پایا وقت اُس کا اور نہ ادا کیا تھا اُس وقت تک) اگر کبھی کچھ بیماری وغیرہ ہوتی اور نماز جمعہ کو نہ پہنچتے تو منفرد ادا کرتے اور اسی طرح سے سفر میں بھی طریقہ جاری رکھتے۔ اور آخر عشرہ رمضان میں مسجد میں اعتکاف کرتے اور عشرہ ذالحج میں عزلت اختیار کرتے۔ اور ان عشرات میں طاعات و اذکار و صیام کی طرف بہت راغب ہوتے۔ اور درود پڑھتے۔ اور شبہائے جمعہ کو مع اصحاب حلقہ کر کے درود شریف پڑھتے عید الضحیٰ کو راہ میں تکبیریں با آواز بلند کہتے۔ اور عشرہ ذی الحج کو حاجیوں کی مشابہت کر کے سر اور ناخن نہ ترشواتے۔ صرف بعض اوعیہ ماثورہ پڑھا کرتے تھے۔ اور عشرہ ذی الحج میں ہر روز نماز عشاء اور نماز فجر کی دوسری رکعت میں سورہ والفجر پڑھتے اور تعریف بغیر عرفہ کو یعنے اُن احکام کی بجا لانا اوروں کو جن کو حاجی لوگ عرفات میں کرتے ہیں آپ مکروہ جانتے تھے۔ اور نماز تراویح کی بیس رکعت ادا کرتے اور سفر و حضر میں بجمعیت تمام ادا کرتے۔ اور تین قرآن شریف سے کم ماہ صیام میں ختم نہ کرتے۔ اور ہر چار رکعت تراویح کے بعد تین دفعہ سُبْحَانَ ذِی الْمُلْکِ وَالْمَلَکُوْتِ سُبْحَانَ ذِی الْعِزَّۃِ وَالْعَظَمَۃِ وَالْھَیْبَۃِ وَالْقُدْرَۃِ وَالْکِبْرِیَاءِ وَالْجَبَرُوْتِ سُبْحَانَ الْمَلِکِ الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَنَامُ وَلَا یَمُوْتُ سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلٰٓئِکَۃِ وَالرُّوْحِ اَللّٰھُمَّ اَجِرْنِیْ مِنَ النَّارِ اور ہر دو رکعت کے بعد یہ دعا پڑھتے یَا کَرِیْمَ الْمَعْرُوْفِ یَا قَدِیْمَ الْاِحْسَانِ اَحْسِنْ عَلَیْنَا بِاِحْسَانِکَ الْقَدِیْمِ یَا اَللّٰہُ اور ختم کل تراویح پر یہ دعا پڑھتے۔ اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْئَلُکَ الرِّضْوَانَ وَالْجَنَّۃَ وَنَعُوْذُ بِکَ مِنَ النَّارِ ۔ اَللّٰھُمَّ یَا خَالِقَ الْجَنَّۃِ وَالنَّارِ بِرَحْمَتِکَ یَا عَزِیْزُ یَا غَفَّارُ یَا کَرِیْمُ یَا سَتَّارُ

یا رحیمُ یا بارُّ اٰجِرنا یا مُجیرُ یا مُجیرُ یا مُجیرُ بعزّتِکَ و فضلِکَ ربِّی
اللّٰھُمَّ اِنَّکَ عفوٌّ تُحِبُّ العفوَ فاعفُ عنّا یا غفورُ یا غفورُ یا غفورُ
اللّٰھُمَّ اِنّا نسئَلُکَ العفوَ و العافیۃَ و المعافاتَ الدّائمۃَ فِی الدّینِ
وَالدُّنیا وَالاٰخِرۃِ۔ دیگر ایام میں چونکہ خود حافظ قرآن تھے۔ بعد ظہر ہمیشہ تلاوت فرماتے تھے۔ اور حلقات میں استماع قرآن شریف ہمیشہ جاری تھا اور نماز وغیرہ میں اس طرح قرأت پڑھتے تھے۔ کہ گویا ادائے معنی ضمن الفاظ میں فرماتے جاتے ہیں۔ اور سامعین کو بدیہی طور سے معلوم ہوتا تھا کہ اسرار قرآنی اُس مقرب سبحانی پر وارد ہو رہے ہیں۔ بہت سے آدمی جو کہ مرید بھی نہ ہوتے تھے۔ کہتے کہ حضرت قرآن اس طور سے پڑھتے ہیں گویا الفاظ اُن کے دل سے نکلتے ہیں۔ اور ہرگز آواز بنا بنا کر نہ پڑھتے تھے اور نماز تراویح میں اکثر سامعین کو غنودگی ہو جاتی تھی لیکن حضرت کو کبھی کچھ نہ ہوتی تھی۔ اور اُسی طرح کھڑے کھڑے قرآن سنتے۔ ملا بدرالدین سرہندی نے لکھا ہے۔ کہ ایک روز میں نے حضرت سے عرض کیا کہ کیا باعث ہے کہ آپ کو کبھی غنودگی نہیں ہوتی۔ فرمایا شناوری دریاء اسرار قرآنی فرصت نہیں دیتی کہ پلک بھی جھپکاؤں سفر میں منزل پہنچنے تک تلاوت قرآن فرماتے۔ اور جس وقت آیت سجدہ آتی۔ فی الفور سواری سے اُتر کر زمین پر سجدہ کرتے۔ اور حالت انفراد میں تسبیحات رکوع و سجود پانچ و سات بلکہ نو و گیارہ پڑھتے اور کبھی تین مرتبہ پر اختصار فرماتے جب موقع ادا فرماتے کہ شرم آتی ہے۔ کہ با وجود قوت و استطاعت حالت انفراد میں اقل تسبیحات پر اختصار کیا جائے۔ اور حالت امامت میں اس قدر کہتے کہ مقتدی بفراغت تین مرتبہ کہہ سکیں ❊

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

چوتھا جوہر

حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تصانیف تعلیم طریقہ۔ وصال صاحبزادگان اور خلفاء کے بیان میں

آپ کی تصانیف علوم شریعت اور معارف طریقت میں آپ کی بے شمار تصانیف ہیں۔ ان میں سے صرف وہ تصنیفات جن کے مسودہ باقی رہ گئے تھے۔ اور وہ مرتبہ شہرت کو پہونچیں (۶۴۵) ہیں ؛

۱۔ اثبات النبوۃ۔ اس میں آپ نے ابو الفضل وغیرہ دہریہ اور اکثر ملحدین کے اقوال کا رد کر کے آنحضرت صلعم کی نبوت کا بدلائل عقلیہ و نقلیہ نہایت شرح و بسط سے ثبوت دیا ہے ؛

۲۔ رسالہ رد روافض۔ اس میں آپ نے شیعہ شنیعہ کے اُس رسالہ کا دندان شکن جواب دیا ہے۔ جو انہوں نے بوقت محاصرہ مشہد مقدس علماء ماوراء النہر کو قتل کرنے اور اُن کا مال لوٹنے کے جواز میں لکھا تھا ؛

۳۔ شرح رباعیات حضرت خواجہ باقی باللہ الدہلوی رحمۃ اللہ علیہ ؛

۴۔ تعلیقات عوارف جو آپ نے بطور ایک اعلےٰ حاشیہ کے عوارف پر تحریر کیا ہے ؛

۵۔ رسالہ علم حدیث ؛

۶۔ رسالہ حالات خواجگان نقشبند ؛

۷۔ رسالہ تہلیلیہ ؛

۸۔ رسالہ مکاشفات غیبیہ ؛

۹۔ رسالہ آداب المریدین ؛

۱۰۔ رسالہ مبدء و معاد

۱۱۔ رسالہ معارف لدنیہ

رسالہ نمبر ۱۰ و ۱۱ میں آپ نے اپنے مکاشفات اور مقاماتِ خاصہ بیان فرمائے ہیں۔ ان رسالوں کے سوا آپ کے (۶۳۴) مکتوب ہیں۔ کہ ہر ایک اُن میں سے بمنزلہ ایک مستقل رسالہ کے ہے ؛

آپ کے مکتوبات شریف آپ کے کل مکاتیب (۶۳۴) ہیں جو تین جلدوں میں منقسم ہیں ؛

جلد اوّل - موسوم باسم تاریخی دُرُّ المعرفت اس میں بموجب تعداد پیغمبران مرسل یا بعدد اصحاب بدر (۳۱۳) مکتوب ہیں - اس کو آپ کے خلیفہ حضرت مولانا یار محمد الجدید البدخشی الطالقانی نے ۱۰۲۵ھ میں جمع کیا ؛

(نوٹ ؛ بدخش مخفف بدخشان کا اور طالقان ملک فارس میں ایک شہر کا نام ہے)

جلد ثانی - موسوم باسم تاریخی نور الخلائق اس میں صرف (۹۹) مکتوب ہیں - اس کو آپ کے خلیفہ حضرت مولانا عبدالحی حصاری نے ۱۰۲۸ھ میں جمع کیا ؛

جلد ثالث - موسوم باسم تاریخی مَعْرِفَۃُ الْحَقَائِقْ - اس میں (۱۲۲) مکتوب ہیں - اس کو آپ کے خلیفہ حضرت مولانا خواجہ محمد ہاشم برہانپوری نے ۱۰۳۱ھ میں جمع کیا ؛

آپ کے مکتوبات قدسی آیات میں اعلیٰ اعلیٰ معارف اور عمدہ عمدہ حقائق بیان ہوئے ہیں - عرب و عجم کے علماء اور سرآمد مشائخ نے انکو ملاحظہ کرکے آپ کی مجددیت کی تصدیق کی - اور آپ کی تصانیف کی توصیف میں تقریظیں اور رسالے تحریر کئے - واضح ہو کہ مکتوبات شریف کے مضامین کی رفعت منزلت دو اعتبار سے ہے - ایک یہ کہ بسبب مرور ایام و دوری زمانہ مسعود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم دین میں بڑے بڑے نقائص اور خرابیاں پیدا ہوگئی تھیں - دربار اکبری کے ہمرنگ مسلمانوں میں ایک ملحد گروہ قائم ہوگیا تھا - جو توحید کو بغیر رسالت اسلام کے لئے کافی سمجھتا تھا - فلسفیوں نے ابطال نبوت پر کتابیں لکھدی تھیں - جاہل صوفیوں نے طریقت کو شریعت سے علیحدہ اور آزاد ٹھیرا دیا تھا - احکام قرآن و احادیث کی پابندی کو بالائے طاق رکھدیا تھا - نہ الہام اور ابہام میں تمیز رہی تھی نہ کشف اور وساوس شیطانی میں فرق باقی تھا - صوفیائے متقدمین کے شطحیات کی غلط غلط توجیہات قائم کرکے اُن کو قابل عمل سرآمد قرار دیا جارہا تھا - جب آپ کا ظہور ہوا - آپ نے اپنی تصنیفات میں نہایت خیریت سے ان سب بے دینیوں کا مقابلہ کیا - اور کتاب و سنت سے ہر امر کا فیصلہ فرما دیا - اور جو خلاف شرع کلام صوفیا متقدمین کا کشف حقیقی کے درجہ میں شمار ہوتا تھا - اُس کو بھی صاف کردیا مثلاً ارشاد حضرت شیخ اکبر اَلْوِلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ .. وغیرہ مقامات سلوک کے بیان میں اگر کسی سے کچھ چوک یا غلطی ہوئی تھی اُس کو بھی آپ نے صحت کرکے وضاحت کردی - مثلاً جناب شیخ نے فصوص الحکم میں مرتبہ جمع تشبیہ و تنزیہہ کو اعلےٰ ترین خیام مقصد صدق تحریر فرمایا ہے و تُنَبِّھُہٗ وَ تُنَزِّھُہٗ وَ تُقِمْہُ فِی مَقْعَدِ الصِّدْقِ

(ترجمہ) آپ نے اسکی تصحیح میں مکتوب ۷۹ دوسری جلد میں تحریر فرمایا ہے :-

ترجمہ	اصل عبارت
کفر طریقت کا ثمرہ تشبیہ ہے اور اسلام طریقت	ثمرۂ کفر طریقت تشبیہ است و نتیجہ اسلام طریقت

تنزیہہ ہر قدر فرق کہ درمیان تشبیہ و تنزیہہ است
ہماں قدر فرق کہ درمیان کفر و اسلام طریقت است
طائفہ کہ جمع تشبیہ و تنزیہہ کردہ اند و آنرا کمال
دانستہ اند آں تنزیہہ نیز از جملہ تشبیہ است کہ
در نظر شان تنزیہہ در آمدہ است والا تشبیہ را
چہ یارا کہ با تنزیہہ حقیقی جمع شود و در شعشعان
انوار آن مضمحل و ناچیز نگردد

شعر

بلے ہر جا شود مہر آشکارا
شہارا جز نہاں بودن چہ چارا

کا نتیجہ تنزیہہ۔ جس قدر فرق کہ درمیان تشبیہ و تنزیہہ
کے ہے اُسی قدر فرق درمیان کفر و اسلام طریقت
کے ہے۔ وہ گروہ مشائخ جنہوں نے کہ تشبیہ اور تنزیہہ
کو جمع کیا ہے اور اُس کو کمال خیال کیا ہے۔
در حقیقت وہ تنزیہہ کو نہیں پا سکے۔ جس کو انہوں
نے تنزیہہ سمجھا ہے واقع میں وہ بھی تشبیہ ہی
ہے۔ ورنہ تشبیہ کو کیا قدرت ہے۔ جو تنزیہہ حقیقی کے
ساتھ میں جمع ہو سکے اور اسکے انوار کی چمک میں مضمحل اور ناچیز نہ
ہو جائے۔ چنانچہ ضرب المثل ہے کہ آفتاب کے روبرو
ستارے نہیں چمکتے ؂

دوسرے یہ کہ آپ کے بعض مکتوبوں میں وہ معارف اور مقامات عالیہ بیان ہوئے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخصوص طور پر بلا شرکت دیگر اولیاء اللہ عطا فرمائے ہیں۔ جیسے امامت۔ سابقیت۔ خالصیت۔ محبوبیت۔ اصالت اور قیومیت۔ مجددیت الف ثانی۔ دیگر کمالات نبوت و رسالت وغیرہ ؂

مکتوبات شریف کی تردیدات۔

مکتوبات شریف کی تردید کرنا تو دوسری بات ہے۔ اُن کا سمجھنا ہی بغیر لیاقت کاملہ اور عنایت الٰہیہ ہر ذی علم کو دشوار ہے۔ پھر تردید کرنا خواہ وہ غلط ہو یا صحیح اور مشکل ہے۔ تاہم بعض بعض مکتوب کی تردید ضرور لکھی گئی۔ اور اس کے دو باعث ہوئے ؂

ایک یہ کہ آپ کا ایک مرید حسن خان افغانی آپ سے منحرف ہو کر کچھ مسودات مکتوبات شریف چرا کر لے بھاگا تھا۔ اُس نے اُس میں ترمیم اور تحریف کر کے متعدد نقول کر کے بغرض اغوا علمائے وقت کے پاس بھیجدیں۔ جس نے دیکھا۔ آپ سے غیر معتقد ہو گیا۔ بعض بعض نے تردید بھی لکھی مگر رفتہ رفتہ حسن خاں کے واقعہ کا اور تحریف کا بھی لوگوں کو علم ہو تا گیا جس جس نے تردید لکھی تھی۔ معذرت چاہی ؂

چنانچہ شیخ فتح محمد پھپھوری چشتی اپنی کتاب مناقب العارفین میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت شیخ عبدالحق کے صاحبزادہ مولانا نورالحق سے معلوم ہوا۔ کہ آپ کے مکتوبات شریف کے رد میں شیخ نے رسالہ لکھا تھا جب اُن کو حسن خاں کی تحریف کا واقع معلوم ہوا۔ تو اُنہوں نے معذرت کا مکتوب لکھا۔ حالانکہ جناب مجدد رحمۃ اللہ اور شیخ پیر بھائی اور حضرت خواجہ کے مرید ہیں ؂

دوسرا باعث یہ ہوا۔ کہ جب آپ کی ذات بابرکات سے کرامات ظاہرہ اور کمالات باہرہ کا ظہور

ہوا۔ اور ہر طرف نورِ سنت پھیلا۔ ظلمتِ شرک و بدعت کافور ہوئی۔ آپ کا عالمگیر شہرہ ہوا بعض لوگوں کے دلوں میں آتشِ حسد بھڑکی۔ اور آپ کی کلام معجز نظام کی تردید میں کوشاں ہوئے۔ محمد صالح گجراتی نے ایک رسالہ بنام اشتباہ لکھا۔ اور محمد عارف نو عبداللہ سورتی کو اغوا کر کے اُن سے کچھ روپیہ فراہم کر کے سید محمد برزنجی مدنی کے پاس پہنچا کر اُس سے بھی آپ کے مکتوب کا رد لکھوایا۔ اور اس کا ایراد البرزنجی نام رکھا گیا۔ اور قشاشی نے بعد وفات آپ کے خلیفہ حضرت شیخ آدم بنوری کے مکتوبات کے رد میں ایک رسالہ لکھا اور اس کا نام اسرار المناسک رکھا ۔

تردیدات کے جوابات | ان تردیدات کے جواب بھی نہایت بسط و شرح سے لکھے گئے۔ اگرچہ شیخ کے معذرت کر لینے کے بعد اُن کے رسالہ کی تردید کی ضرورت باقی نہ تھی لیکن مولانا وکیل احمد سکندر پوری نے اس کا جواب شافی ہدیہ مجددیہ در اشتباہِ محمد صالح کا دندان شکن جواب انوار احمدیہ تحریر کیا۔ اور اس میں ضمناً قشاشی کے رسالہ اسرار المناسک کا بھی جواب دیدیا ۔

ایراد البرزنجی اگرچہ ایک نہایت ہی غیر معتبر اور بالکل ہی بے حقیقت رسالہ تھا۔ حرمین شریفین کے تمامی علماء نے اُسکی صحت کی تصدیق پر مہر کرنے سے کلیۃً انکار فرمادیا۔ تاہم حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی نے اُس کا مفصل جواب لکھا۔ اُس کا نام الکلام المنجی فی رد ایراد البرزنجی رکھا۔ اور علامہ وقت شیخ نور الدین محمد بیگ نے بھی رد برزنجی میں ایک مفصل رسالہ لکھا۔ اس رسالہ کی صحت پر علماء حرمین شریفین مثل عبداللہ الافندی۔ شیخ احمد الشمشی سید اسعد المفتی المدنی الحنفی۔ امام العلی الطبری المفتی الشافعی۔ عبدالرحمٰن بن محمد الصالح الامام المالکی۔ محمد بن القاضی الحنفی۔ شیخ حسن الحنفی شمس الدین بن احمد المرشدی نے مہریں اور دستخط کئے۔ شیخ معظم عالم محترم سید محمد افندی اور شیخ الاسلام مفتی مکہ معظمہ مذہب حنفیہ شیخ عبداللہ آفندی عتاقی زادہ نے تقریظیں لکھیں۔ اُن کے مضمون کا عشر عشیر حاصل یہ ہے۔ کہ شیخ صالح نے جو گجراتی ہے یا اورنگ آبادی اور اس کے اتباع محمد عارف بعد عبداللہ سورتی نے مکتوبات قدس آیات سے عالم ربانی عارف حقانی حضرت شیخ احمد سرہندی فاروقی میں سب کچھ تحریف اور کمی بیشی کر کے عربی ترجمہ کر کے بہمراہی زرکثیر سید محمد برزنجی مدنی کے پاس رد لکھنے کی غرض سے بھیجے۔ برزنجی نے بطمع نفسانی رد لکھدیا۔ فوراً ہی فاضل اجل عالم باعمل شیخ نور الدین محمد بیگ نے آپ کے اصل مکتوبات ہندوستان سے منگا کر مقابلہ کیا۔ تو ثابت ہوا کہ وہ اصل تحریف شدہ مکتوب تھے۔ اور در حقیقت اُن کا کلام معجز نظام معارف اور حقائق کا گنجینہ اور شرائع اور احکام کا خزینہ ہے۔ ایسے کلام کی تردید ضلالت بین اور گمراہی ظاہر ہے۔ ان کے مکتوب کو دستور العمل قرار دیں ۔

آپ کے طریق کی تعلیم اور دیگر طرق سے فرق | اولیاء سلف کے سلوک سیر حسب ذیل ہے :-

۱۔ سیر الی اللہ۔ اس میں عالم خلق ۔ عالم امر۔ واحدیت اور وحدیت کی سیر ہوتی ہے ۔
۲۔ سیر فی اللہ۔ اس میں احدیت کی سیر ہوتی ہے ۔ جس کو آپ اپنی تحقیق میں فرماتے ہیں ۔ کہ یہ سیر حقیقتاً ظلال اسماء و صفات کی ہے ۔
۳۔ سیر عن اللہ باللہ ۔ اس میں احدیت سے کثرت خلق کی طرف نزول کی سیر ہوتی ہے ۔
(نوٹ) ۔ مراد عالم خلق ۔ سے مخلوق تحت العرش ۔ عالم امر سے مخلوق فوق العرش ملائک وغیرہ ۔ واحدیت سے مفصل صفات الٰہی وحدت سے مجمل صفات الٰہی ۔ احدیت سے ذات بحت ہے جو ہر قسم کے اعتبار سے منزہ ہے ۔ یہی پانچ مرتبے ایک مرتبہ انسان جامع مراتب ستہ کہلاتے ہیں ۔ اور یہ مراتب محض اعتباری ہیں ۔ ورنہ وہ ایک ہی ذات ہے ۔ جو قدم سے امکان تک موجود ہے ۔

آپ کے سلوک کی سیر حسب ذیل ہے :۔
۱۔ ولایت صغریٰ یا ولایت اولیاء ۔ اس میں "سیر الی اللہ" ہوتی ہے ۔ نیز وہ سیر جس کو دیگر اولیاء نے "سیر فی اللہ" سمجھا ہے ۔ اور حقیقت میں وہ سیر ظلال ہے ۔
۲۔ ولایت کبریٰ یا ولایت انبیاء ۔ اس میں اصل اسماء و صفات کی سیر ہوتی ہے ۔ جو اور طریقوں میں نہیں ہے ۔
اس کے علاوہ اور (۱۶ یا ۱۷) مقام مفصلہ ذیل ہیں ۔ جو قبل ذات بحت اس سلوک میں طے ہوتے ہیں ۔
(۱) ۔ ولایت علیا یا ولایت ملائک ۔ (۲) کمالات نبوت ۔ (۳) کمالات رسالت (۴) کمالات اولوالعزمی اس کے بعد یا (۵) قیومت اشیاء یا (۶) حقیقت کعبہ (۷) حقیقت قرآن ۔ (۸) حقیقت صلوٰۃ (۹) بعض لوگوں کو حقیقت صوم (۱۰) معبودیت صرفہ (۱۱) عبدیت یا (۱۲) خلت حقیقت ابراہیمیہ (۱۳) محبیت حقیقت موسویہ (۱۴) محبوبیت ممتزجہ حقیقت محمدیہ (۱۵) محبوبیت سازجہ حقیقت احمدیہ (۱۶) تعین حبی (۱۷) تعین وجودی ۔ اس کے بعد دائرہ لاتعین یعنی ذات بحت مع الصفات الثمانیۃ الحقیقیۃ ۔

آپ کی مرض الموت شب برات ۱۰۳۳ھ کو آپ نے اپنی وفات کے متعلق ظاہر فرما دیا ۔ کہ اسی سال ہو گی حتیٰ کہ آپ عید الضحیٰ کی نماز سے فراغت پا کر دولت سرا کو تشریف لائے ۔ تو اپنے خلفاء اور مریدین سے فرمایا ۔ کہ بموجب عدد علت عمر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم میری عمر بھی ۶۳ سال ہو گی ۔ اور اس کا وقت قریب آگیا ہے ۔ آپ سب کو لازم ہے کہ کتاب اللہ اور سُنّت رسول اللہ پر عمل کرتے رہیں ۔ پانچ چار روز کے اندر ہی آپ کو مرض ضیق النفس کا دورہ شروع ہو گیا ۔

حتیٰ کہ ۱۲ تاریخ محرم ۱۳۴۷ھ ہوئی۔ آپ نے تعداد ایام باقیہ۔ ظاہر فرمادی اور ایک روز اپنے
والد ماجد کے مزار شریف کی آخری زیارت کو تشریف لے گئے۔ اور دیر تک مراقب رہے اور
اُس قبرستان کے اہل قبور کے لئے بہت کچھ دعاء مغفرت فرمائی۔ اور وہاں سے جدا علٰے
حضرت امام رفیع الدین کے مزار پر تشریف لے گئے۔ اور اسی طرح سے مراقبہ فرمایا۔ اور وہاں
کے اہل قبور کے لئے دعاء مغفرت فرماکر رخصت ہوئے۔ اور دولت خانہ کو تشریف لائے حتیٰ کہ
۲۲ صفر کو آپ نے اپنے مریدین اور صاحبزادگان سے فرمایا۔ کہ اللہ پاک مجھ کو وہ سب کچھ عطا
فرماچکا جو بشر کو عطا کیا جاسکتا ہے۔ یہ سُنکر سب پر بہت بڑا اثر آپ کی جدائی کے پیدا
ہونے کا ہوا۔ ۲۳ صفر کو آپ نے تمام لباس فقراء کو خیرات کردیا۔ اور مرض مذکور کا غلبہ شروع ہوا
وہ شب جس کے بعد آپ کا وصال ہوا۔ باصرار تمام آپ اُٹھ کر بیٹھے۔ اور جو حقائق کہ منکشف
ہوتے تھے۔ بیان فرمائے۔ کہ میری ہمت کا مرغ آستانِ قدس تک پہنچا۔ اور آواز آئی۔
کہ یہ حقیقت کعبہ ہے۔ اس کے بعد اور عروج ہوا۔ اور مقام صفات حقیقیہ تک پہونچا
جو بوجود ذات موجود ہیں۔ پھر ہیں شیونات ذاتیہ تک پہونچا۔ وہاں سے ذات بحت تک
پہنچا۔ جو ہر قسم کے اعتبارات اور تعینوں سے معرا ہے۔ اور گرد ظلیت نے وہاں تک راہ نہیں
پائی ہے +

اس کے بعد ضعف کا غلبہ ہوا۔ تہجد کی نماز وضو کر کے کھڑے ہوکر ادا فرمائی۔ صبح کی نماز
بھی بجماعت پڑھ لی۔ اور ہندی کا یہ مصرعہ ورد زبان ہوا۔ ع

آج ملاوا کے پیا سب جگ دیواں وار

(ترجمہ) آج وہ دوست ملا جس پر سب دُنیا کو قربان کردوں +

پھر اشراق کی نماز جمعیت کے ساتھ ادا کی۔ اور تمام ادعیہ ماثورہ پڑھتے رہے اور مراقبہ
میں بھی مصروف ہو ہو جاتے تھے۔ بستر پر اس طرح سے لیٹے سر شمالی طرف منہ قبلہ کی طرف
داہنا ہاتھ ٹھوڑی مبارک کے نیچے اور ذکر میں مشغول ہوئے۔ سانس کی تیزی کو صاحبزادہ
صاحب نے دیکھ کر عرض کیا۔ کہ مزاج کیسا ہے۔ ارشاد فرمایا "اچھا ہے جو دو رکعت نماز پڑھ چکے
ہیں کافی ہے" یہ حکم آپ کا آخری کلام تھا اس کے بعد اللہ اللہ جاری تھا ۱۲

آپ کا وصال اور عمر شریف ۲۸ صفر ۱۳۴۷ھ روز دوشنبہ یا سہ شنبہ کو بوقت اشراق داعی اجل کو آپ
نے لبیک فرمائی۔ اور اس جہانِ فانی سے طرف عالم جاودانی کے رحلت فرمائی۔ اور عمر شریف آپ کی
۶۳ سال کی ہوئی +

نقل ہے۔ کہ اس روز زمین و آسمان روتے ہیں۔ اور آسمان کا رونا اُس کا چاروں طرف سے

شروع ہوتا ہے۔ اسی طرح سے کتاب شرح صدرین ہے۔ آپ کو غسل دیتے وقت یہ واقعہ پیش آیا۔ کہ دونوں ہاتھ مثل نماز کے قیام کے بستہ تھے کئی مرتبہ غسل دیتے وقت کھول دئے گئے پھر ویسے ہی ہو گئے۔ اور آپ کا چہرہ مبارک متبسم تھا۔ پس بموجب ہدسنت آپ کو کفن دیا گیا

آپ کا مدفن اور اس زمین کی فضیلت۔ آپ کا مدفن شریف وہی گنبد ہے جس میں آپ کے بڑے صاحبزادہ اکابر اولیاء حضرت خواجہ محمد صادق رضی اللہ عنہ مدفون ہیں۔ اور یہ گنبد شریف ارض مبشرہ میں واقع ہے جس کی تفصیل نمبر سے جو ہر میں مذکور ہوئی ہے۔ یہ گنبد شریف کچھ بڑی عمارت نہیں ہے۔ بلکہ وہ گنبد کہ جس میں آپ کے صاحبزادہ قیوم ثانی یا ان کے صاحبزادگان مدفون ہیں کہیں وسیع اور رفیع ہیں۔ جس وقت کہ آپ کا جنازہ روضہ مبارک (گنبد شریف) پر لایا گیا ہے۔ فوراً صاحبزادہ صاحب کی قبر مبارک جانب مشرق تقریباً ایک ہاتھ ہٹ گئی۔ اور جگہ وسیع ہو گئی۔ بجانب غرب آپ کی قبر اطہر کھودی گئی۔ اس میں آپ مدفون ہوئے۔ وہی زیارت گاہ خاص و عام ہے ❖

آپ کے صاحبزادگان اور صاحبزادیاں۔ آپ کے سب (۷) صاحبزادہ اور ۳ صاحبزادیاں تھیں:۔

۱۔ اکابر اولیاء حضرت خواجہ محمد صادق رضی اللہ عنہ آپ ۱۰۰۰ھ میں پیدا ہوئے تھوڑی ہی عمر میں علوم ظاہر و باطن میں کمال حاصل کیا۔ آپ کی ذات بابرکات میں انواع و اقسام کے فضائل جمع تھے۔ بتاریخ ۹ ربیع الاول روز دوشنبہ بعمر ۱۸ سال بعلالت وبائی وصال فرمایا۔ متعلق وفات واقعات عجیبہ پیش آئے۔ انکی تفصیل دیگر کتب میں مندرج ہے۔ اس وقت تک آپ کا نام نامی وبائی بیماریوں ہیضہ و طاعون کے لئے نقش مجرب ہے۔ آپ اسی گنبد مبارک میں مدفون ہیں جس کی تفصیل اوپر مندرج ہے۔ آپ کی اولاد میں صرف ایک صاحبزادہ شیخ محمد تھے ❖

۲۔ خزینۃ الرحمۃ حضرت خواجہ محمد سعید رضی اللہ عنہ آپ ۱۰۰۵ھ میں پیدا ہوئے آپ بھی علوم ظاہری و باطنی میں مثل برادر معظم کے کامل و مکمل تھے۔ تاریخ ۲۷ جمادی الثانی ۱۰۷۰ھ آپ کا وصال ہوا۔ اس مقبرہ میں بجانب مشرق آپ مدفون ہوئے۔ اور آپ کے لئے بھی جگہ مثل حضرت والد بزرگوار روضہ شریف میں وسیع ہو گئی تھی۔ آپ کے ۸ صاحبزادہ اور پانچ صاحبزادیاں تھیں ❖

(۱)۔ شاہ عبد اللہ ۲۔ شاہ لطف اللہ ۳۔ مولوی فرخ شاہ ۴۔ شیخ سعد الدین ۵۔ شیخ عبد الاحد ۶۔ شیخ خلیل اللہ ۷۔ شیخ محمد یعقوب ۸۔ شیخ محمد تقی ❖

(۱)۔ بی بی صالحہ (۲)۔ بی بی فاطمہ (۳)۔ بی بی شاکرہ (۴)۔ بی بی اشرف النساء (۵) بی بی فخر النساء

(۳) عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم قیوم ثانی رضی اللہ عنہ۔ آپ سنہ ۱۰۰۷ھ میں بمقام سرہندی پیدا ہوئے۔ آپ بھی علوم ظاہر و باطن میں فرید دہر اور وحید عصر تھے۔ بعد والد بزرگوار آپ ہی کو منصب قیومیت سے سرفرازی بخشی گئی۔ بتاریخ ۹ ربیع الاول سنہ ۱۰۷۹ھ آپ کا وصال ہوا ایک عظیم الشان گنبد میں آپ کا مزار شریف ہے۔ اور اس کے قریب ایک رفیع البنیان مسجد بھی ہے جو آپ ہی کے نام نامی سے موسوم ہے۔ آپ کے ۶ صاحبزادہ تھے ٭

۱۔ حضرت شیخ محمد صبغۃ اللہ ولادت سنہ ۱۰۳۲ھ وفات ۸ ربیع الثانی سنہ ۱۱۲۰ھ مزار شریف روضہ مبارک حضرت قیوم ثانی میں ہے ٭

۲۔ حضرت شیخ حجۃ اللہ محمد نقشبند ثانی قیوم ثالث ولادت ماہ ذیقعدہ سنہ ۱۰۳۴ھ وفات ۹ محرم سنہ ۱۱۱۵ھ مزار شریف ایک گنبد بزرگ بجانب شمال واقع ہے ٭

واضح ہو کہ حضرت خواجہ محمد زبیر قیوم رابع آپ کے صاحبزادہ حضرت خواجہ شیخ ابو العلی کی اولاد میں ہوئے ہیں۔ گویا آپ کے پنبیرہ ہیں ٭

۳۔ حضرت خواجہ محمد عبید اللہ معروف بہ مروج الشریعۃ ولادت یکم شعبان سنہ ۱۰۳۷ھجری وفات بتاریخ ۹ ربیع الاول سنہ ۱۰۸۳ھ مزار شریف روضہ مبارک حضرت قیوم ثانی میں ہے ٭

۴۔ حضرت خواجہ محمد اشرف ولادت سنہ ۱۰۴۸ھ وفات سنہ ۱۱۱۷ھ میں ہے ٭

۵۔ حضرت خواجہ شیخ سیف الدین معروف بہ محی السنۃ ولادت سنہ ۱۰۴۹ھ وفات بتاریخ ۲۶۔ جمادی الاول سنہ ۱۰۹۶ھ مزار شریف ایک گنبد کلاں میں بجانب جنوب واقع ہے ٭

۶۔ حضرت شیخ محمد صدیق معروف بہ مقبول اللہ ولادت سنہ ۱۰۵۹ھ وفات سنہ ۱۱۳۰ھ میں مزار شریف علیحدہ مقبرہ میں روبروئے مسجد حضرت قیوم ثانی واقع ہے ٭

(۴)۔ حضرت خواجہ محمد فرخ رضی اللہ عنہ آپ نے بعمر ۱۵ سال بحالت طالب علمی وصال فرمایا ٭

(۵) حضرت خواجہ محمد عیسیٰ آپ نے بعمر ۸ سال وصال فرمایا ٭

(۶) حضرت خواجہ محمد اشرف آپ نے بعمر ۲ سال وصال فرمایا ٭

(۷) حضرت خواجہ شیخ محمد یحییٰ آپ کی ولادت سنہ ۱۰۲۴ھ میں ہوئی۔ اور بتاریخ ۲۷ جمادی الثانی سنہ ۱۰۹۶ھ وصال فرمایا۔ مزار شریف روضہ مبارک حضرت قیوم اول کے بجانب غرب ایک گنبد میں ہے آپ کے تین صاحبزادہ اور ایک صاحبزادی تھی ٭

۱۔ شیخ ضیاء الدین یوسف (۲) شیخ زین العابدین (۳) شیخ محمد امام۔ صاحبزادی بی بی زیب النساء ٭

حضرت قیوم اول کی صاحبزادیوں کی تفصیل یہ ہے (۱) بی بی رقیہ بانو (۲) بی بی خدیجہ بانو

(۳) بی بی ام کلثوم نے طفولیت میں وفات پائی۔

آپ کے خلفاء آپ کے خلفاء بے شمار تھے بموجب عدد سنین عمر شریف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم صرف ۶۳ خلفاء کا ذکر کیا جاتا ہے پس باستثنائے حضرت خواجہ محمد عیسےٰ اور خواجہ محمد اشرف علیہما الرحمۃ آپ کے پانچوں صاحبزادگان ممدوح خلیفہ ہیں (۶) مولانا میر محمد نعمان اکبر آبادی (۷) شیخ حمید بنگالی (۸) شیخ عبد الحی حصاری (۹) شیخ نور محمد تنتنی (۱۰) شیخ مزمل پوربی (۱۱) شیخ نور محمد بہاری (۱۲) شیخ حامد بہاری (۱۳) مولانا فرخ حسین (۱۴) سید باقر سارنگ پوری (۱۵) سید محب اللہ مانک پوری (۱۶) سید حسین مانک پوری (۱۷) مولانا شیخ عبد الہادی بدایونی (۱۸) مولانا شیخ طاہر لاہوری (۱۹) مولانا امان اللہ لاہوری (۲۰) شیخ طاہر اللہ بدخشی (۲۱) حاجی خضر افغان (۲۲) مولانا صادق کابلی (۲۳) مولانا محمد ہاشم خادم (۲۴) خواجہ محمد ہاشم برہانپوری (۲۵) شیخ فضل اللہ برہانپوری (۲۶) مولانا حمید الدین احمد آبادی (۲۷) حاجی حسین۔ (۲۸) شیخ داؤد سانکی۔ (۲۹) مولانا غازی گجراتی (۳۰) خواجہ محمد صدیق الکشمی الدہلوی (۳۱) شیخ بدیع الدین سہارنپوری (۳۲) شیخ احمد دیوبندی (۳۳) شیخ عبد القادر انبالوی (۳۴) شیخ محمد حجری (۳۵) شیخ سلیم البنوری (۳۶) شیخ آدم البنوری (۳۷) مولانا بدر الدین السہرندی (۳۸) شیخ خضر البہلول پوری (۳۹) مولانا محمد یوسف سمرقندی (۴۰) مولانا عبد الغفور سمرقندی (۴۱) مولانا محمد صالح الکولابی (۴۲) شیخ کریم الدین بابا حسن ابدالی (۴۳) حاجی محمد فرکتی (۴۴) مولانا یار محمد قدیم طالقانی (۴۵) مولانا یار محمد جدید طالقانی (۴۶) صوفی قربان القدیم (۴۷) صوفی قربان الجدید الکنجی (۴۸) مولانا قاسم علی (۴۹) شیخ حسن البرکی (۵۰) شیخ یوسف البرکی (۵۱) شیخ عبد الرحیم البرکی (۵۲) مولانا صغیر احمد الرومی (۵۳) شیخ عبد العزیز النہری المغربی۔ (۵۴) شیخ علی المحقق المالکی۔ (۵۵) شیخ زین العابدین (۵۶) شیخ علی الطبری الشافعی المکی۔ (۵۷) شیخ احمد استنبولی (۵۸) فقیہ عثمان الیمنی الشافعی (۵۹) سید مبارک شاہ بخاری (۶۰) مولانا حسن بخاری (۶۱) قاضی توباک بخاری (۶۲) شیخ المحدث عیسےٰ المغربی (۶۳) شیخ محمد مدنی +

قصیدہ در منقبت حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ از مؤلف

پلا دے ساقیا ساغر مجدد الف ثانی کا
کہ ہوں مشتاق میں یکسر مجدد الف ثانی کا

پلا دے وہ مئے عرفان کہ زائل ہو خودی جس سے
رہوں مخمور تا محشر مجدد الف ثانی کا

ہے نام و نشاں میرا نہ کچھ ذات و صفت باقی
رہے باقی رخ انور مجدد الف ثانی کا

ہیں درج گوہر معنی وہ برج مہر عرفانی
جہاں میں نور ہے گھر گھر مجدد الف ثانی کا

عوام ان کے اشارہ سے بنے خاصان حق یکدم
یہ ہے مخصوص اک جوہر مجدد الف ثانی کا

کرامات ان کی ہیں لاکھوں عیاں ہے جملہ عالم پر
بنا نا قطب و غوث اکثر مجدد الف ثانی کا

جناب غوث اعظم نے خبر دی اُن کی آمد کی
نہ ہوگا کوئی بھی ہمسر مجدد الف ثانی کا

مٹا دی شرک کی ظلمت کیا اسلام کو روشن
طریقہ سب میں ہے بہتر مجدد الف ثانی کا

مرید اُن کے مرادیں پوری کر دیتے ہیں اکدم میں
رقم ہو مرتبہ کیونکر مجدد الف ثانی کا

مہینوں برسوں کا رستہ کرا دیتے ہیں طے پل میں
ہے وجہُ اللہ رخ انور مجدد الف ثانی کا

سراسر سنت بیضا ہے ان کا راستہ احمد
طریقہ دیکھیے چلکر مجدد الف ثانی کا

ایضاً

دکھا دے اے خدا روضہ مجدد الف ثانی کا
کہوں مدت سے ہیں شیدا مجدد الف ثانی کا

امام علم ربانی علیم سر پنہانی
بیاں کس منہ سے ہو رتبہ مجدد الف ثانی کا

جنابِ غوث اعظم نے کہا اک دن بجے ڈنکا
مجدد الف ثانی کا مجدد الف ثانی کا

نہیں ممکن کہ ہم کچھ لکھ سکیں توصیف ہیں آنکی
حدیثوں میں بیاں آیا مجدد الف ثانی کا

خدا کے دوست ہیں وہ اور رسول اللہ کے نائب ہیں
انہی نے خود لقب بخشا مجدد الف ثانی کا

شہنشاہوں کو کیا نسبت ہے اس در کے گداؤں سے
کہ ان کے سر پہ ہے سایہ مجدد الف ثانی کا

خودی کے نشہ کو کھو کر خدا کو پا لیا اُس نے
کہ جس نے پی لیا پیالہ مجدد الف ثانی کا

شریعت اس میں کامل ہے طریقت اس میں حاصل ہے
طریقہ ہے ید بیضا مجدد الف ثانی کا

انا الحق کہہ اُٹھے بعضے مشائخ جوش وحدت میں
کسی نے ظرف کب پایا مجدد الف ثانی کا

پلائے خم کے خم اُس نے کیا مستِ الست آخر
نہ بہکا کوئی متوالا مجدد الف ثانی کا

ندیم حق وہی ہے جو رکھے اسرار سربستہ
یہی ہے راستہ سیدھا مجدد الف ثانی کا

طریقِ احمدی ہے احمد مرسل نے بخشا ہے
اویس ہند ہے رتبہ مجدد الف ثانی کا

ہوئے وہ مسند آرائے ولایت ظاہر و باطن
الم نشرح بنا سینہ مجدد الف ثانی کا

ملا شجرہ طریقت کا بہم صدیق و حیدر کا
نسب فاروق اعظم کا مجدد الف ثانی کا

حیا و علم عثمانی کیا حق نے عطا ان کو
بنا احمد سمی کیا مجدد الف ثانی کا

طریق صابری میں ہیں وہ سجادہ ابِ جد کے
لکھوں کیا رتبۂ اعلیٰ مجدد الف ثانی کا

طریقِ قادری کا فیض پایا شہ سکندر سے
ہے جامع مشرب والا مجدد الف ثانی کا

طریقِ نقشبندی میں فیوض خواجہ باقی سے
بنا ہے سینہ گنجینہ مجدد الف ثانی کا

خلیفہ اور بھی ہیں خواجہ باقی باللہ کے
مگر سب سے فزوں پایا مجدد الف ثانی کا

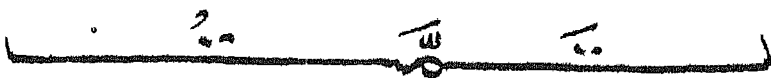
دقائق سے ہوئے واقف حقائق کے ہوئے کاشف
تمیز عبد و رب حصہ مجدد الف ثانی کا

جھلک سے اِک تجلی کی ہوئی موسیٰ زخود رفتہ — ہے ذات بحت نظّارہ مجدّد الف ثانیؓ کا
نگاہِ فیض سے دیتے ہیں وہ جذب و سلوک اِک دم — ہے سکر و صحو سب یکجا مجدّد الف ثانیؓ کا
کہا احمد نے انوارِ ولایت دیکھ کر اُن کے — کہ ہے جلوہ اِلٰہی کا مجدّد الف ثانیؓ کا

ایضًا قصیدہ در منقبت حضرت مجدّد الف ثانی رضی اللہ عنہ مصنفہ جناب قاضی مولوی مرزا محمد عبد الرحیم بیگ صاحب ساکن ضلع گنٹور عفا اللہ مدرس خلیفہ حضرت مؤلف مدّ ظلہم

تعالیٰ اللہ کسے یارا ہے آنحضرت کی مدحت کا — ہے نامِ پاکِ شیخ احمد گُلِ باغِ ولایت کا
کہ ہے وہ گوہرِ یکتا خدا کی بحرِ قدرت کا — لطیفہ ہے رسول اللہ کی نورِ بشارت کا
وہ ہے قطبِ زمان بل قطبِ اقطابِ زمانہ ہے — ستارہ ہے درخشاں وہ سمائے نورِ وحدت کا
شہِ غوث الوریٰ نے نورِ حضرت پر نظر کر کے — عطا فرما دیا پہلے ہی سے خرقہ خلافت کا
پس اِن کا دوست مومن ہے عدو ان کا منافق ہے — ہے یہ قولِ ولی اللہ ولیِ ربِ عزّت کا
جہاں پائے مبارک ہیں شہنشاہِ دوعالم کے — وہاں صدیقِ اکبر کا ہے سرِ شاہ صداقت کا
قدم صدیقِ اکبر پر نہایت لطف و خوبی سے — جھکا سر ہے مجدد آفتاب ذی جلالت کا
نسب ملتا ہے ان کا حضرتِ فاروقِ اعظم سے — جہاں کے پادشاہوں پر اثر ہے جنکی ہیبت کا
کرتے ظاہر ہیں شرعِ پاک کی تحقیق اور تصحیح — طریقِ باطنی سے بھی مٹایا رُخ ضلالت کا
ہے نسبت آپ کی قدم بھی پیروں کی نسبت سے — یہ درجہ خاص ہے صدیقِ اکبر ذی وجاہت کا
گیا وہ شاہ ہے شمعِ حریمِ کبریائی تک — کہ تھا وہ مقتدا اقطاب اور اہلِ ولایت کا
طریقہ آپ کا نورِ نبوت اور ولایت ہے — صحابہ تابعین کا اور سرکارِ رسالت کا
کیا الحاد و بدعت اور ضلالت کو جدا دیں سے — معاون شرعِ نبوی کا طریقت اور حقیقت کا
تھا جب دینِ نبی گرداب بحرِ علم عقلی میں — کیا دربند ملحد گبر و کافر کی شرارت کا

رہے ہے تاباں اخیرِ الف ثانی تک طریقہ یہ
ہے کیونکہ دورِ حق گو اِس زماں تک انکی صولت کا



قیمت غیر مجلد عمہ

حیاتِ جاودانی

قیمت مجلد عصہ

یعنے

مناقب و حالات حضرت محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ

بزبانِ اردو

یہ کتاب باب حضرت غوث صمدانی قطب ربانی محی الدین شیخ عبدالقادر گیلانی کے حالات و کرامات و مناقب میں جامع ہے عربی کتاب قلائد الجواہر فی مناقب شیخ عبد القادر مطبوعہ مصر کا نہایت سلیس بامحاورہ اردو ترجمہ ہے۔ اس کتاب میں حضرت ممدوح کے بچپن سے لیکر آخیر تک کے کل حالات مع کراماتِ عالیہ نہایت تفصیل کے ساتھ درج ہیں۔ آپ کے علم و فضل کے حالات۔ آپ کے مدرسہ کی کیفیت۔ آپ کے یارانِ صحبت کے سوانح اور ان بزرگوں کے حالات جو آپ کے زمانہ میں اولیائے کرام سے تھے نیز آپ کے شاگردوں کے حالات اور اُن لوگوں کا ذکر جن کو جناب عالی مقام سے فیض باطنی نصیب ہوا ہے۔ آپ کے فرزندان عالیمقام کے حالات اور شجرہ انساب اس کے علاوہ دیا گیا ہے۔ اس سے پہلے آج تک اردو زبان میں کوئی ایسی جامع کتاب نہیں چھپی۔ لہذا بپاس خاطر عاشقان جناب غوث اعظم و طالبانِ جمال محبوب ربانی غوث الثقلین سید عبدالقادر گیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اس بیش بہا کتاب کو عربی سے اردو میں بصرفِ زر کثیر ترجمہ کیا گیا ہے قیمت ... عہ

المشتہر
ملک فضل الدین ملک چنن الدین ملک تاج الدین ککے زئی تاجران کتب قومی منزل النقشبندیہ کوچہ ککے زئیاں کشمیری بازار لاہور

ترجمۂ دفتر اوّل

مکتوبات

حضرت امام ربّانی مُجدّد الفثانی

قدّس سرّہٗ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے کئی درجہ اس سے بڑھ کر جو اس کی تمام خلقت نے تعریف کی جیسے کہ ہمارا رب چاہتا اور پسند کرتا ہے۔ اور صلوٰۃ و سلام ہو آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہ وسلم پر جن کو اللہ تعالےٰ نے تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا جب تک کہ ذکر کرنے والے آپ کو یاد کریں اور غفلت کرنے والے آپ کے ذکر سے غافل رہیں جیسے کہ آپ کی شان کے لائق اور مناسب ہے۔ اور صلوٰۃ و سلام ہو آپ کی آل اور اصحاب پر جو نیکوکار اور متقی اور پرہیزگار ہیں ✦

اس کے بعد واضح ہو کہ غوث المحققین اور قطب العارفین ولایت محمدی کی دلیل روشن اور شریعت نبوی کی حجت۔ اور مسلمانوں کے پیشوا۔ ہمارے امام اور شیخ حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی (خدا ان کو سلامت اور قائم دائم رکھے) کے پاک نشانات والے مکتوبات میں سے یہ پہلا دفتر ہے جس کو اس پاک درگاہ کے غلاموں میں کمترین اور حقیر غلام یار محمد جدید بدخشی طالقانی نے جمع کر کے تحریر کیا ہے

ہیں اسی امید پر کہ اس کا نفع طالبانِ خدا کو پہنچے وَالْمَسْئُولُ مِنَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ الْعِصْمَۃُ وَالتَّوْفِیْقُ (اور عصمت و توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے) ◆

مکتوب ۱

اُن حالات کے بیان میں جو اسم ظاھر سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور توحید کے ایک خاص قسم کے ظہور، اور اُن عروجات کے بیان میں جو عرش پر واقع ہوئی ہیں۔ اور درجاتِ بہشت۔ اور بعض اہل اللہ کے مراتب کے ظہور میں اپنے پیر بزرگوار کی طرف لکھا ہے۔ اور وہ شیخ کامل دوسروں کو کامل کرنے والا کمال ولایت کے درجوں تک پہنچانے والا۔ ایسے راستہ کی طرف ہدایت کرنیوالا جس کا بدایت میں انتہا مندرج ہے۔ پسندیدہ دین کی تائید کرنے والا ہمارا شیخ اور امام محمد باقی باللہ نقشبندی احراری ہے۔ خدا تعالےٰ اس کے بھید کو پاک کرے۔ اور ایسے اعلےٰ درجہ تک اس کو پہنچائے۔ جس کی وہ آرزو رکھتا ہے:۔

حضور کے غلاموں میں سے کمترین غلام احمد خدمت عالی میں عرض کرتا ہے اور حضور کے حکم شریف کے موافق گستاخی کرتا ہے اور اپنے حال پریشان حضور کے پیش کرتا ہے کہ اثنائے راہ (راہ سلوک) میں حق تعالےٰ اسم ظاھر کی تجلی سے اس قدر جلوہ گر ہوا کہ تمام اشیاء میں خاص تجلی کے ساتھ علیحدہ علیحدہ ظاہر ہوا۔ خاص کر عورتوں کے لباس میں۔ بلکہ ان کے اجزا اور اعضا میں جُدا جُدا ظاہر ہوا۔ اور میں اس گروہ کا اس قدر مطیع ہوا کہ کیا عرض کروں۔ اور میں اس تابعداری میں بے اختیار تھا۔ جو ظہور اس لباس میں تھا وہ کسی اور جگہ نہ تھا۔ وہ عمدہ عمدہ خصوصیتیں اور عجیب عجیب خوبیاں جو اس لباس میں ظاہر ہوئیں کسی اور مظہر سے ظاہر نہ ہوئیں۔ میں ان کے آگے پگھل کر پانی پانی ہوا جاتا تھا۔ اور ایسے ہی ہر کھانے پینے پہننے کی چیزمیں الگ الگ جلوہ گر ہوا۔ جو لطافت اور خوبی کہ لذیذ پُر تکلف کھانے میں تھی وہ کسی اور کھانے میں نہ تھی اور میٹھے پانی سے لیکر پھیکے اور کڑوے پانی تک بھی فرق تھا۔ بلکہ ہر لذیذ اور شیریں چیز میں درجات کے اختلاف کے موجب جدا جدا ایک کامل خصوصیت تھی۔ بندہ اس تجلی

کی خصوصیتوں کو بذریعہ تحریر عرض نہیں کر سکتا۔ اگر خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو شاید عرض کر سکتا۔ لیکن ان تجلیات کے وقت رفیق اعلےٰ (یعنی خداوند تعالےٰ) کی آرزو رکھتا تھا۔ اور حتے المقدور ان کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا۔ لیکن مغلوب تھا۔ اور کوئی چارہ نہ جانتا تھا۔ اسی حالت میں معلوم ہوا کہ یہ تجلی تنزیہی نسبت کے مخالف نہیں ہے۔ اور باطن ویسے ہی اس تنزیہی نسبت میں گرفتار ہے۔ اور ظاہر کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہے۔ اور ظاہر کو جو اس نسبت تنزیہی سے خالی اور بیکار تھا۔ اس تجلی سے مشرف فرمایا۔ اور واقعی مَیں نے ایسا ہی معلوم کر لیا کہ باطن ہرگز بھی نظر میں مبتلا نہیں ہے اور تمام معلومات اور ظہورات سے رُوگرداں ہے۔ اور ظاہر کو جو کثرت اور دُوئی کی طرف متوجہ تھا، ان تجلیات کی سعادت بخشی ہے۔ کچھ مدت کے بعد یہ تجلیات پوشیدہ ہو گئیں۔ اور وہی حیرانی اور نادانی کی نسبت طاری ہو گئی۔ وَصَارَتْ تِلْكَ التَّجَلِّيَاتُ كَاَنْ لَّمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا (اور یہ سب تجلیات اس طرح پوشیدہ ہو گئیں گویا کہ کچھ بھی نہ تھیں) اور اس کے بعد ایک خاص فنا ظاہر ہوئی۔ اور بےشک وہ تعین علمی جو تعین ذاتی کے عروج کے بعد پیدا ہوا تھا، وہ اس فنا میں گم ہو گیا اور انانیت اور نفسانیت کا کوئی اثر نہ رہا۔ اس وقت اسلام حقیقی کے آثار اور شرک خفی کے دور ہونے کی علامتیں ظاہر ہونے لگیں۔ اور ایسے ہی اعمال کو کوتاہ دیکھنا اور نیتوں اور ارادوں کو تہمت زدہ جاننا ظہور میں آنے لگا۔ غرض عبودیت اور نیستی کے بعض نشان اس کے بعد ظاہر ہوئے ہیں۔ اللہ تعالےٰ حضور کی توجہ کی برکت سے بندگی کی حقیقت تک پہنچائے۔ اور عرش پر بہت دفعہ عروج واقع ہوئے ہیں۔

پہلی مرتبہ جو عروج واقع ہوا۔ اور سفر طے کرنے کے بعد جب عرش پر پہنچا، عرش کے نیچے بہشت مشاہدہ میں آیا۔ اس وقت دل میں گذرا کہ وہاں بعض آدمیوں کے مقامات کا مشاہدہ کروں۔ جب اس طرف متوجہ ہوا۔ ان کے مقامات نظر آئے۔ اور ان شخصوں کو بھی ان کے درجوں کے اختلاف کے موافق مکان اور مرتبہ اور شوق و ذوق کے لحاظ سے ان مقاموں میں دیکھا۔

دوسری مرتبہ پھر عروج واقع ہوا۔ بڑے بڑے مشائخ اور اماماں اہلبیت اور خلفائے راشدین کے مقامات اور حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاص

مقام، اور ایسے ہی درجہ بدرجہ تمام نبیوں اور رسُولوں کے مقام، اور مقربین فرشتوں کے مقامات عرش کے اوپر مشاہدہ میں آئے۔ اور عرش پر اس قدر عروج واقع ہوا کہ مرکز زمین سے لیکر عرش یا اس سے کچھ کم تک اور حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے مقام تک ختم ہوا۔ اور اس مقام کے اوپر بلکہ اسی مقام میں تھوڑی سی بلندی میں چند مشائخ مثل شیخ معروف کرخی علیہ الرحمۃ اور شیخ ابو سعید خراز علیہ الرحمۃ تھے اور باقی مشائخ میں سے بعض اس مقام کے نیچے مقام رکھتے تھے۔ اور بعض مشائخ اسی مقام میں تھے لیکن ذرا نیچے مثل شیخ علاؤ الدین سمنانی اور شیخ نجم الدین کبریٰ کے اور اس مقام کے اوپر اماماں اہلبیت اور ان کے اوپر خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین تھے۔ اور تمام انبیا علیہم الصّلوٰۃ والسلام کے مقامات آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقام سے ایک طرف علیحدہ تھے۔ اور ایسے ہی ملائکہ مقربین صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کے مقامات اس مقام سے دوسری طرف جدا تھے۔ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مقام تمام مقامات سے بلند و برتر تھا۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّھَا (اور حقیقت حال کو پورے طور پر اللہ تعالےٰ ہی جاننے والا ہے) اور جب چاہتا ہوں اللہ تعالےٰ کی عنایت سے عروج واقع ہوجاتا ہے۔ اور بعض وقات بے ارادہ بھی واقع ہوجاتا ہے۔ اور کچھ اور ہی دیکھا جاتا ہے اور بعض عروجوں کے نتیجے بھی مترتب ہوتے ہیں۔ اور اکثر چیزیں بھول جاتی ہیں۔ اور ہر چند چاہتا ہوں کہ بعض حالات کو لکھ لوں تاکہ عریضہ لکھتے کے وقت یاد آجاویں لیکن نہیں ہوسکتا کیونکہ نظر میں حقیر اور ہیچ دکھائی دیتے ہیں ان کا لکھنا تو کجا۔ ان سے تو توبہ ہی کرنا مناسب ہے ✤

عریضہ لکھتے وقت بعض چیزیں یاد نہیں۔ عریضہ ختم کرنے تک یاد نہ رہیں تاکہ لکھی جائیں اس واسطے زیادہ گستاخی نہ کی ✤

ملا قاسم علی کا حال بہتر ہے اس پر استہلاک اور استغراق (یعنی فنا) کا غلبہ ہے۔ اور اس نے جذبہ کے تمام مقامات سے اوپر قدم رکھا ہے۔ اور صفات کو جو اول اصل سے دیکھتا تھا، اب باوجود اس کے صفات کو اپنے سے جدا دیکھتا ہے۔ اور اپنے آپ کو محض خالی پاتا ہے۔ بلکہ اس نور کو بھی کہ جس کے ساتھ صفات قایم ہیں،

اپنے سے جدا دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو اس نور سے الگ پاتا ہے۔ اور دوسرے یاروں کے حال بھی دن بدن بہتری اور ترقی میں ہیں۔ دوسرے عریضہ میں انشاء اللہ العزیز مفصل عرض کیا جاویگا۔

مکتوب ۲

ترقیوں کے حاصل ہونے اور خداوند تعالےٰ کی مہربانیوں پر فخر کرنے کے بیان میں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار قدس سرہٗ کی خدمت میں لکھا ہے:۔

حضور کے غلاموں میں سے عاجز غلام احمد عرض کرتا ہے کہ مولانا شاہ محمد نے رمضان کے مبارک مہینے کے قریب استخارہ کرنے کا حکم پہنچایا۔ اس قدر فرصت نہ ملی کہ رمضان شریف تک اپنے آپ کو حضور کی قدمبوسی سے مشرف کرسکے۔ ناچار اس کے گذر جانے پر اپنے آپ کو تسلی دی۔ خداوند تعالےٰ کی مہربانیوں اور عنایتوں کی نسبت جو حضور کی توجہ کی برکت سے اس خاکسار پر پے در پے پہنچ رہی ہیں کیا عرض کرے

مثنوی من آں خاکم کہ ابر نو بہاری — کند از لطف بر من قطرہ باری
اگر بروید از تن صد زبانم — چو سبزہ شکر لطفش کے توانم

ترجمہ میں وہ مٹی ہوں ابر نو بہاری — کرے رحمت سے جس پر قطرہ باری
اگر ہر بال میں میرے زباں ہو — نہ پھر بھی شکر نعمت کچھ بیاں ہو

اگرچہ اس قسم کے احوال کا ظاہر کرنا، جرأت و گستاخی کا موجب اور فخر و مباہات پر شامل ہے

ؔ ولے چوں شہ مرا برداشت از خاک — سزد گر بگذرانم سر ز افلاک

ترجمہ اٹھایا خاک سی جب مجھ کو شہ نے — کروں کیونکر نہ سر برتر فلک سے

عالم صحو و بقا کی ابتدا ماہ ربیع الآخر کے اخیر سے ہے اور اب تک خاص بقا کے ساتھ ہر ایک مدت میں مشرف فرماتے ہیں۔ ابتدا حضرت شیخ محی الدین قدس سرہٗ کی تجلی ذاتی سے ہے۔ کبھی صحو میں لاتے ہیں کبھی پھر سکر میں لیجاتے ہیں۔ اور رائش دل و عروج میں عمدہ عمدہ علوم اور عجیب عجیب معارف کا فیضان فرماتے ہیں۔ اور ہر مرتبہ میں خاص احسان (یعنی اخلاص) اور شہود کے ساتھ جو اس مقام کے بقا کے مناسب ہے مشرف فرماتے ہیں۔

رمضان شریف کی چھٹی تاریخ کو ایسے بقا سے مشرف فرمایا اور ایسا احسان و اخلاص میسر ہوا کہ بندہ کیا عرض کرے یہ معلوم ہوتا ہے کہ استعداد کی نہایت وہیں تک ہے۔ اور وہ وصل بھی جو حال کے مناسب تھا وہاں حاصل ہوا۔ اور جذبہ کی بہت اب تمام ہوگئی ہے۔ اور سیر فی اللہ میں جو مقام جذبہ کے مناسب ہے۔ قدم رکھا ہے۔ جس قدر فنا پورے طور پر ہوگی اسی قدر وہ بقا جو اس پر مترتب ہوگی زیادہ کامل ہوگی۔ اور جس قدر بقا زیادہ کامل ہوگی اسی قدر صحو زیادہ ہوگا۔ اور جس قدر صحو زیادہ ہوگا اسی قدر شریعت حقہ کے موافق علوم کا فیضان ہوگا۔ کیونکہ کمال صحو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے تھا۔ اور وہ معارف و علوم جو ان سے صادر ہوئے ہیں شریعت کے احکام اور عقائد ہیں۔ جو ذات و صفات کے بارہ میں بیان فرماتے ہیں۔ اور ان احکام کے ظاہر کی مخالفت بقیۂ سکر سے ہے۔ اب وہ معارف جو اس خاکسار پر فائض ہوئے ہیں اکثر شرعی معارف کی تفصیل اور انہی کا بیان ہے۔ اور استدلالی علم کشفی اور ضروری علم سے بدلتا جاتا ہے۔ اور علم مجمل مفصل ہوتا جاتا ہے ع

گر بگویم شرح ایں بے حد شود

ترجمہ ع گر شرح اسکی لکھوں بے حد ہو۔

ڈرتا ہوں کہیں ایسا نہ ہو کہ گستاخی تک نوبت پہنچ جاوے۔ ع بندہ باید کہ حد خود داند

ترجمہ ع چاہیئے بندہ کو اپنی حد پہچانے

مکتوب ۳

یاروں کے ایک خاص مقام پر رک جانے اور بعض یاروں کے اس مقام سے گذرنے اور تجلی ذاتی کے مقامات تک پہنچنے کے بیان میں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار قدس سرہٗ کی خدمت میں لکھا ہے:۔

گذارش ہے کہ وہ یار جو یہاں ہیں اور ایسے ہی وہاں کے یار۔ ہر ایک ان میں سے خاص مقام پر رکا ہوا ہے۔ ان مقامات سے ان کے نکالنے کا طریق مشکل ہے۔ بندہ اس قدر طاقت جو اس مقام کے مناسب ہے اپنے آپ میں نہیں پاتا۔ حق سبحانہٗ وتعالےٰ حضور کی توجہ کی برکت سے ترقی بخشے ٭

اس خاکسار کے خویشوں میں سے ایک آدمی اس مقام سے گذر کر تجلیات ذاتی کے انتہا تک پہنچ گیا ہے۔ اس کا حال بہت اچھا ہے۔ خاکسار کے قدم پر قدم رکھتا ہے دوسروں کے حق میں بھی امیدوار ہے۔

دوسرے یہ عرض ہے کہ وہاں کے یاروں میں سے بعض یار مقربین کے طریق کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتے۔ ان کے حال کے موافق ابرار کا طریق ہے۔ غرض جو یقین کہ انہوں نے حاصل کیا ہے وہ بھی غنیمت ہے۔ اسی طریق پر حکم فرمانا چاہیئے؎

ہر کسے را بہر کارے ساختند

ترجمہ ہر اک کو بنایا ہے ہر اک کام کی خاطر

مفصل طور پر ان کے نام لکھنے میں اس واسطے جرأت نہ کی کہ حضور سے مخفی نہ ہونگے اس واسطے زیادہ گستاخی نہ کی۔

عریضہ لکھنے کے دن میر سید شاہ حسین نے اپنی مشغولی مراقبہ میں ایسا دیکھا کہ گویا ایک بڑے دروازہ پر پہنچا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ دروازہ حیرت ہے۔ اس کے اندر جو نظر کرتا ہے، حضور کو اور اس خاکسار کو دیکھتا ہے اور ہر چند کوشش کرتا ہے کہ اپنے آپ کو اس کے اندر ڈالے۔ لیکن اس کے پاؤں یاری نہیں کرتے۔

مکتوب ۴

بڑے درجے والے مہینے ماہ رمضان کی فضیلتوں اور حقیقت محمدی علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:۔

حضور کے خادموں میں سے ذلیل اور حقیر خادم گذارش کرتا ہے کہ مدت سے حضور کا کوئی نوازشنامہ صادر نہیں ہوا۔ اور اس بلند درگاہ کے خادموں کے احوال کی کوئی اطلاع نہیں ملی۔ ہر دم انتظاری ہے۔ ماہ مبارک رمضان شریف کا آنا مبارک ہو اس مہینے کو قرآن مجید کے ساتھ (جو تمام ذاتی اور شیونی کمالات کا جامع ہے اور دائرہ اصل میں داخل ہے۔ جس میں کسی ظلیت کو راہ نہیں اور قابلیت اولٰی یعنی حقیقت محمدیہ ؐ اس کا ظل ہے) بڑی مناسبت ہے۔ اور اسی مناسبت کی وجہ سے اس مہینے میں قرآن مجید کا نزول واقع ہوا۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ اس بات کا

مصداق ہے۔ اور اس مناسبت کے باعث یہ مہینہ بھی تمام خیرات و برکات کا جامع ہے جو برکت و خیر کہ تمام سال میں ہر شخص کو پہنچتی ہے خواہ وہ کسی راہ سے پہنچے، اس ماہ مبارک کی بے نہایت برکتوں کے دریا کا ایک قطرہ ہے۔ اس مہینے کی جمعیت تمام سال کی جمعیت ہے۔ اور اس مہینے کا تفرقہ تمام سال کا تفرقہ ہے۔ فَطُوْبٰى لِمَنْ مَضٰى عَلَيْهِ هٰذَا الشَّهْرُ الْمُبَارَكُ وَرَضِيَ عَنْهُ وَوَيْلٌ لِمَنْ سَخِطَ عَلَيْهِ فَمُنِعَ مِنَ الْبَرَكَاتِ وَحُرِمَ مِنَ الْخَيْرَاتِ پس اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس پر یہ مہینہ خوشی خوشی گذر گیا اور ہلاکت ہے اس شخص کے لئے جس پر یہ مہینہ ناراض گیا وہ اس کے خیرات و برکات سے محروم رہا +

اور نیز قرآن مجید کا ختم کرنا اس مہینے میں اس واسطے سنت ہوا ہے تاکہ تمام اصلی کمالات اور ظلی برکات حاصل ہو جائیں فَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا يُرْجٰى اَنْ لَّا يُحْرَمَ مِنْ بَرَكَاتِهٖ وَلَا يُمْنَعَ مِنْ خَيْرَاتِهٖ پس جس نے ان دونوں کو جمع کیا امید ہے کہ وہ اس مہینے کی برکات و خیرات سے محروم نہ رہیگا +

وہ برکتیں جو اس مہینے کے دنوں سے وابستہ ہیں وہ اور ہیں۔ اور وہ خیرات جو اس مہینے کی راتوں سے متعلق ہیں وہ اور ہیں۔ اور ممکن ہے کہ اسی حکمت کے سبب یہ حکم ہوا ہے کہ افطار میں جلدی کرنا اور سحری میں دیر کرنا اولے و افضل ہے۔ تاکہ دونوں وقتوں کے حصوں کے درمیان پوری پوری امتیاز حاصل ہو جائے +

قابلیت اولے جس کا اوپر ذکر ہو چکا ہے اور جس سے مراد حقیقت محمدی ہے عَلٰى مَظْهَرِهَا الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ (اس کے مظہر پر صلوات و سلام ہوں) وہ ذات کی قابلیت تمام صفات کے ساتھ متصف ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔ جیسے کہ بعض نے حکم کیا ہے۔ بلکہ ذات کی قابلیت اس علم کے اعتبار سے ہے جو ان تمام ذاتی اور شیونی کمالات سے متعلق ہے جو قرآن مجید کی حقیقت کا حاصل ہیں۔ اور قابلیت اتصاف جو خانہ صفات کے مناسب ہے اور اللہ تعالے کی ذات اور صفات کے درمیان برزخ کی طرح ہے۔ وہ دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حقائق ہیں۔ یہی قابلیت ان اعتبارات کے لحاظ سے جو اس میں مندرج ہیں بہت سے حقائق ہو گئی ہے۔ وہ قابلیت جس کو حقیقت محمدی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کہتے ہیں۔ اگرچہ ظلیت رکھتی ہے لیکن صفات کا

رنگ اس سے ملا ہوا نہیں ہے اور کوئی مانع و پردہ درمیان میں نہیں ہے۔ اور محمدی المشرب گروہ کے حقائق اس علم کے اعتبار سے جو بعض ان کمالات کے ساتھ متعلق ہوتا ہے ذات کی قابلیتیں ہیں۔ اور وہ قابلیت محمدیہ اللہ تعالے کی ذات پاک اور ان متعدد قابلیتوں کے درمیان برزخ کی طرح ہے۔ اور ان بعض کا حکم اس سبب سے ہے کہ قابلیت محمدیہ کا قدم گاہ صرف خانۂ صفات میں ہے اور خانۂ صفات کے عروج کی نہایت اس قابلیت تک ہے۔ اسی وجہ سے اس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور چونکہ یہ قابلیت انصاف ہرگز دور نہیں ہوتی۔ اس واسطے ان بعض نے یہ حکم لگایا ہے کہ حقیقت محمدی ہمیشہ حائل ہے۔ ورنہ قابلیت محمدیہ علے مظہرہا الصلوٰۃ والتحیۃ کے لئے جو ذات باری تعالے میں مجرد اعتبار ہے۔ نظر سے دور ہونا ممکن بلکہ واقع ہے۔ اور قابلیت اتصاف بھی اگرچہ اعتباری ہے لیکن برزخ ہونے کی وجہ سے ان صفات کے رنگ میں رنگی ہوئی ہے، جو وجود زائد کے ساتھ خارج میں موجود ہیں۔ اور اس کا دور ہونا ممکن نہیں ہے۔ اسی واسطے ہمیشہ تک اس کے حائل ہونے کا حکم کرتے ہیں +

اس قسم کے علوم جن کا منشا اصالت وظلیت کی جامعیت سے ہے بہت وارد ہوتے ہیں۔ اور ان میں اکثر کاغذ کے پرچوں میں لکھے جاتے ہیں۔ مقام قطبیت مقام ظلیت کے قلمی دقائق کا منشا ہے۔ اور مرتبۂ فردیت دائرہ اصل کے معارف وارد ہونے کا واسطہ ہے۔ ان دو دولتوں یعنی مقام قطبیت اور مرتبہ فردیت کے جمع ہونے کے بغیر ظل اور اصل کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہے +

بعض مشائخ قابلیت اولے کو کہ جسے تعین اول کہتے ہیں فوق اس سے زیادہ نہیں جانتے۔ اور اس قابلیت کے مشہود کو تجلی ذاتی خیال کرتے ہیں۔ وَالْحَقُّ مَا حَقَّقْتُ وَالْاَمْرُ مَا اَوْضَحْتُ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ (اور حق وہی ہے جو میں نے تحقیق کی اور حقیقت امر وہی ہے جس کو میں نے واضح کیا۔ اور اللہ تعالیٰ حق ظاہر کرتا ہے اور سیدھے رستہ کی ہدایت بخشتا ہے) +

وہ رسالہ جس کے لکھنے کے لئے خاکسار کو حکم ہوا تھا اس کے پورا کرنے کی توفیق نہیں ملی۔ اسی طرح مسودے پڑے ہوئے ہیں۔ دیکھیں اللہ تعالے کی حکمت اس توقف میں کیا

ہو گیا۔ زیادہ گستاخی ادب سے دور ہے ۔

مکتوب ۵

مخلص یاروں میں سے ایک مخلص یار خواجہ برہان الدین کی سفارش اور اس کے احوال کے بیان میں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار قدس سرہٗ کی خدمت میں لکھا ہے ۔

حضور کا فقیر خادم عرض کرتا ہے کہ ایک رسالہ حضرات خواجگان نقشبند قدس سرہم کی طریقت کے بیان میں لکھ کر ارسال خدمت کیا گیا ہے امید ہے کہ حضور کی نظر مبارک میں آئیگا۔ ابھی مسودہ ہی ہے چونکہ خواجہ برہان جلدی روانہ ہو گئے۔ اس واسطے صحیح نقل کرنے کی فرصت نہ ملی ۔

خاکسار کا خیال ہے کہ اس رسالہ کے ساتھ کچھ اور علوم بھی ملائے جائیں۔ ایک دن رسالہ سلسلۃ الاحرار نظر سے گذرا اسی وقت دل میں یہ خیال آیا کہ حضور سے عرض کروں کہ حضور اس رسالہ کے بعض علوم کے بارہ میں کچھ لکھیں۔ یا اس فقیر کو امر کریں کہ اس بارہ میں کچھ لکھے۔ یہ ارادہ نہایت پختہ ہو گیا تھا کہ اسی اثنا میں اس مسودہ کے بعض علوم فائض ہوئے۔ اور مجمل طور پر اس رسالہ یعنی سلسلۃ الاحرار کے بعض علوم اس مسودہ کے ضمن میں بیان کئے گئے۔ اگر اس مسودہ کو اس رسالہ کا تکملہ بنالیں تو بھی ہو سکتا ہے۔ اور اگر بعض مناسب علوم کو اس سے انتخاب کر کے اس رسالہ کے ساتھ ملا لیویں تو بھی مناسب ہے۔ زیادہ دلیری ادب سے دور ہے ۔

خواجہ برہان نے اس مدت میں اچھا کام کیا ہے۔ اور تیسرے سیر سے بھی جو مقام جذبہ کے مناسب ہے حصہ پالیا ہے۔ خواجہ برہان کا دل صوبہ مالوہ کی جاری مدد معاش کی وجہ سے پریشان رہتا تھا۔ اس واسطے حضور کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے جس طرح فرمائیں گے اس کے لئے مبارک ہو گا ۔

مکتوب ۶

جذبہ اور سلوک کے حاصل ہونے اور جلالی و جمالی دونوں صفتوں کے ساتھ تربیت پانے۔ اور فنا و بقا اور ان کے متعلقات اور نسبت نقشبندیہ کی فوقیت کے

بیان میں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے :۔

حضور کا کمترین بندہ احمد عرض کرتا ہے کہ اللہ تعالےٰ نے حضور کی توجہ عالی کی برکت سے جذبہ اور سلوک کے دونوں طریقوں اور جلال وجمال کی دونوں صفتوں سے تربیت فرمائی۔ اب جمال عین جلال ہے اور جلال عین جمال +

رسالہ قدسیہ کے بعض حاشیوں میں اس عبارت کو اپنے ظاہری مفہوم سے پھیر کر اپنے وہمی مفہوم پر حمل کیا ہے حالانکہ عبارت اپنے ظاہر پر محمول ہے تغیر و تاویل کے قابل نہیں ہے۔ اور اس تربیت کی علامت محبت ذاتی سے متحقق ہوتا ہے۔ اس تحقق سے پہلے ممکن نہیں۔ اور محبت ذاتی فنا کی علامت ہے۔ اور فنا سے مراد ماسوے اللہ کا فراموش ہو جانا ہے +

پس جب تک علوم پورے طور پر سینہ کے میدان سے صاف نہ ہو جائیں اور جہل مطلق کے ساتھ متحقق نہ ہو جائیں۔ فنا کا کچھ حصہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور یہ حیرت جہل دائمی ہے۔ اس کا زائل ہونا ممکن نہیں۔ ایسا نہیں کہ کبھی حاصل ہو جائے۔ اور کبھی زائل ہو جائے +

حاصل کلام یہ ہے کہ بقا سے پہلے جہالت محض ہے اور بقا کے بعد جہالت اور علم دونوں اکٹھے ہیں عین نادانی کی حالت میں شعور میں ہے اور عین حیرت کے وقت حضور میں کہ یہی مقام مرتبہ حق الیقین کا ہے۔ جہاں علم وعین ایک دوسرے کے حجاب نہیں ہیں۔ اور وہ علم جو ایسی جہالت سے پہلے حاصل ہوتا ہے۔ احاطہ اعتبار سے خارج ہے۔ اس حالت کے باوجود اگر علم ہے تو اپنے آپ میں ہے۔ اور اگر شہود ہے تو وہ بھی اپنے آپ میں ہے۔ جب تک نظر باہر میں ہے بیحاصل ہے اگرچہ اپنے آپ ہی میں نظر رکھی ہو۔ نظر باہر سے بالکل منقطع ہو جانی چاہیئے +

حضرت خواجہ بزرگ یعنی خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ اہل اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے آپ میں دیکھتے ہیں۔ اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے آپ میں پہچانتے ہیں۔ اور ان کی حیرت اپنے وجود میں ہی ہے +

یہاں سے صاف طور پر مفہوم ہوتا ہے کہ شہود اور معرفت اور حیرت صرف اپنے نفس میں ہے۔ ان میں سے کوئی بھی باہر میں نہیں ہے۔ جب تک ان تینوں میں ایک بھی باہر میں ہے اگرچہ اپنے آپ میں رکھتا ہو، فنا حاصل نہیں ہوتی تو بقا کیسے حاصل

ہو جائیگی۔ فنا و بقا میں نہایت مرتبہ یہی ہے۔ اور یہ فنا مطلق ہے۔ اور مطلق فنا عام اُسے اور بقا فنا کے اندازہ کے موافق ہے۔ اسی واسطے بعض اہل اللہ فنا و بقا کے ساتھ متحقق ہونے کے بعد باہر میں بھی شہود رکھتے ہیں۔ لیکن ان عزیزوں یعنی مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کی نسبت تمام نسبتوں سے برتر ہے ؎

نہ ہر کہ آئینہ دارد سکندری دانَد   نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری دانَد

ترجمہ ؎ کوئی آئینہ گر رکھے سکندر بن نہیں جاتا
مُنڈا لے سر اگر کوئی قلندر بن نہیں جاتا

جب اس سلسلہ کے بڑے بڑے مشائخ میں سے ایک یا دو کو بہت سے قرنوں کے بعد اس نسبت سے مشرف کرتے ہیں تو دوسرے سلسلوں کی نسبت کا کیا بیان کیا جائے۔

یہ نسبت حضرت خواجہ عبد الخالق غجدوانی قدس سرہٗ کی ہے۔ اور اس نسبت کو کامل اور پورا کرنے والے خواجہ خواجگان حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہم ہیں۔ اور ان کے خلیفوں میں سے حضرت خواجہ علاؤالدین قدس سرہٗ اس دولت سے مشرف ہوئے تھے ؏

این کار دولت است اکنوں کرا دہند

ترجمہ ؏ بڑی اعلیٰ ہے یہ دولت ملے اب دیکھئے کس کو

عجب معاملہ ہے کہ پہلے جو بلا و مصیبت واقع ہوتی تھی فرحت و خوشی کا باعث ہوتی تھی اور هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کہتا تھا۔ اور جو کچھ دنیاوی اسباب سے کم ہوتا تھا۔ اچھا معلوم ہوتا تھا۔ اور اسی قسم کی خواہش کرتا تھا۔ اب جب کہ عالم اسباب میں لائے ہیں اور اپنی عاجزی اور محتاجی پر نظر پڑی ہے۔ اگر تھوڑا سا بھی ضرر لاحق ہو جاتا ہے تو پہلے ہی صدمہ میں ایک قسم کا غم پیدا ہو جاتا ہے۔ اگرچہ جلدی دور ہو جاتا ہے اور کچھ نہیں رہتا ہے۔ اور ایسے ہی پہلے اگر بلا و مصیبت کے دفع کرنے کے لئے دعا کرتا تھا تو اس سے اس کا رفع کرنا مقصود نہ ہوتا تھا۔ بلکہ امر اُدْعُوْنِیْ کی تابعداری مقصود ہوتی تھی۔ لیکن اب دعا سے مقصود بلا و مصیبت کا رفع کرنا ہے۔ اور وہ خوف حزن جو زائل ہو گئے ہوئے تھے، اب پھر رجوع کر آئے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ وہ حال سُکر کی

وجہ سے تھا صحو کی حالت میں عجز و محتاجی اور خوف و حزن اور غم و شادی جیسے عام لوگوں کو لاحق ہے ویسے ہی اس خاکسار کو بھی لاحق ہے۔ ابتدا میں بھی جب کہ دعا سے بلا کا رفع کرنا مقصود نہ تھا۔ یہ بات دل کو اچھی نہ لگتی تھی لیکن حال غالب تھا۔ دل میں گذرتا تھا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعا اس قسم کی نہ تھی کہ جس سے اپنی مراد کا حاصل ہونا مقصود ہو۔ اب جب کہ فقیر اس حالت سے مشرف ہوا۔ اور حقیقت کار ظاہر ہوئی۔ تو معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعائیں عجز اور حاجتمندی اور خوف و حزن کے سبب سے تھیں۔ نہ مطلق امر کی تابعداری کے لئے۔ بعض امور جو ظاہر ہوتے ہیں حکم کے موافق کبھی کبھی ان کے عرض کرنے میں گستاخی کرتا ہے +

مکتوب

اپنے بعض عجیب غریب احوال اور بعض ضروری استفسار کے متعلق۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے :-

خاکسار غلام احمد کی یہ گذارش ہے کہ اس مقام میں جو عرش کے اوپر تھا اپنی روح کو بطریق عروج وہاں پاتا تھا۔ اور وہ مقام حضرت خواجہ بزرگ یعنی خواجہ نقشبند قدس سرہٗ سے مخصوص تھا کچھ زمانہ کے بعد اپنے بدن عنصری کو بھی اسی مقام میں پایا۔ اس وقت ایسا خیال میں گذرا کہ یہ عالم سارے کا سارا عنصریات و فلکیات سے نیچے چلا گیا ہے اور اس کا کچھ نام و نشان نہ رہا۔ اور اس مقام میں اولیاء کبار میں سے بعض کے سوا اور کوئی نہ تھا۔ اس وقت کہ تمام عالم کو اپنے ساتھ ایک ہی جگہ اور ایک ہی مقام میں شریک پاتا ہے بہت حیرت حاصل ہوتی ہے کہ باوجود تمام بیگانگی کے اپنے آپ کو ان کے ساتھ دیکھتا ہے +

الغرض وہ حالت جو کبھی کبھی حاصل ہوتی تھی کہ جس میں نہ خود رہتا تھا اور نہ عالم۔ اور نہ نظر میں کچھ آتا تھا نہ علم میں۔ اب وہ حالت دائمی ہے۔ اور خلقت عالم کا وجود دید و دانش سے نکل گیا ہے +

بعد ازاں اسی مقام میں ایک بلند محل ظاہر ہوا۔ جس کے ساتھ سیڑھی رکھی تھی۔ میں اس محل پر چڑھ گیا اور وہ مقام بھی عالم کی طرح آہستہ آہستہ نیچے چلا گیا۔ اور میں

ہر گھڑی اپنے آپ کو اوپر کی طرف چڑھتا ہوا معلوم کرتا تھا۔ اتفاقاً وضو کے شکرانہ کی نماز ادا کرتا تھا کہ ایک بہت بلند مقام ظاہر ہوا۔ اور مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم سے چار بزرگ مشائخ کو اس مقام میں دیکھا۔ اور دوسرے مشائخ مثل سید الطائفہ وغیرہ بھی وہاں تھے۔ اور بعض دوسرے مشائخ اس مقام کے اوپر ہیں۔ لیکن اس کے پایوں کو پکڑے ہوئے بیٹھے ہیں۔ اور بعض اپنے اپنے درجے کے موافق اس سے نیچے تھے۔ اور میں نے اپنے آپ کو اس مقام سے بہت دور پایا۔ بلکہ کچھ مناسبت نہ دیکھی۔ اس واقعہ سے میں نہایت بیقرار رہا۔ قریب تھا کہ دیوانہ ہو کر نکل جاؤں۔ اور غم و غصہ کی زیادتی کے باعث جسم جان سے خالی ہو جاؤں۔ کچھ مدت تو اسی طرح حال رہا۔ آخر حضور کی توجہ عالی سے اپنے آپ کو اس مقام کے مناسب دیکھا۔ اول اپنے سر کو اس مقام کے مقابل پایا اور آہستہ آہستہ جا کر اس مقام کے اوپر بیٹھ گیا۔ توجہ کے بعد ایسا دل میں گذرا کہ یہی مقام تکمیل تام کا مقام ہے کہ سلوک کے تمام کرنے کے بعد اس مقام پر پہنچتے ہیں۔ سلوک کو تمام نہ کئے ہوئے مجذوب کو اس مقام سے کچھ حصہ نہیں ہے۔ اور نیز اس وقت ایسا خیال پیدا ہوا کہ اس مقام پر پہنچنا اس واقعہ کا ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ جو حضور کی خدمت و ملازمت میں دیکھا تھا۔ اور عرض کیا تھا کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں اس واسطے آیا ہوں کہ تجھ کو آسمانوں کا علم سکھاؤں الخ۔ اور جب میں اچھی طرح متوجہ ہوا۔ تو تمام خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کے درمیان اس مقام کو حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے مخصوص پایا۔ واللہ سبحانہ اعلم +

دوسرے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ بُرے اخلاق ہر گھڑی نکلتے جاتے ہیں۔ بعض دھاگے کی طرح وجود سے نکلتے ہیں۔ اور بعض دھوئیں کی طرح باہر نکلتے ہیں۔ بعض اوقات خیال میں آتا ہے کہ سب نکل گئے ہیں۔ پھر دوسرے وقت کچھ اور ہی ظاہر ہوتا ہے اور نکلتا معلوم ہوتا ہے +

دوسری عرض ہے کہ آیا بعض امراض اور سختیوں کے دفع کرنے کے لئے توجہ کرنا اس بات پر مشروط ہے کہ اوّل معلوم ہونا چاہئے کہ توجہ کرنے میں خدائے تعالے کی رضامندی ہے یا نہیں یا توجہ اس بات پر مشروط نہیں ہے +

رشحات کی ظاہر عبارت سے جو حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ

سے منقول ہے، مفہوم ہوتا ہے کہ توجہ مذکور اس بات پر مشروط نہیں ہے۔ اس باب میں مناسب حکم فرمائیں۔ باوجود اس کے ایسا توجہ کرنا اچھا معلوم نہیں ہوتا +

تیسری یہ عرض ہے کہ حضور ثابت ہو جانے کے بعد طالبوں کو ذکر سے روکنا اور حضور کی نگہداشت کا امر کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ اور حضور کا کونسا مرتبہ ہے جس میں ذکر نہیں کرتے۔ لیکن بعض ایسے ہیں جنہوں نے اول سے آخر تک ذکر کہا ہے اور بالکل ذکر سے نہیں رکے۔ اور کام نہایت تک پہنچایا ہے۔ حقیقت حال جیسی ہو اس کے مناسب امر فرمائیں +

چوتھی یہ عرض ہے کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ اپنے فقرات میں فرماتے ہیں کہ آخر ذکر کے لئے امر کرتے ہیں کیونکہ بعض ایسے مقاصد ہیں جو بغیر ذکر کے حاصل نہیں ہوتے۔ ان مقاصد کو معین فرمائیں +

پانچویں خدمت اقدس میں یہ عرض ہے کہ بعض طالب طریقہ سیکھنے کی طلب ظاہر کرتے ہیں۔ لیکن لقمہ میں احتیاط نہیں کر سکتے۔ اور باوجود اس بے احتیاطی کے حضور اور ایک قسم کا استغراق پیدا کر لیتے ہیں۔ اور اگر لقمہ کے بارہ میں تاکید کی جائے تو طلب کی سستی کے باعث طریقہ کو بالکل ترک کر دیتے ہیں۔ اس بارہ میں کیا حکم ہے۔ اور بعض دوسرے ایسے ہیں جو بطریق ارادہ اس سلسلہ شریفہ سے پیوستہ ہونا اور ملنا چاہتے ہیں بغیر اس بات کے کہ ذکر سیکھنے کی طلب کریں۔ اس قسم کا پیوند بھی جائز ہے یا نہیں۔ اور اگر جائز ہے تو اس کا کیا طریق ہے۔ زیادہ گستاخی بڑی بے ادبی میں داخل ہے +

مکتوب ۸

ان احوال کے بیان میں جو صحو اور بقا سے تعلق رکھتی ہیں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:-

خاکسار احمد کی گذارش ہے کہ جب سے صحو میں لائے ہیں اور بقا بخشی ہے۔ تب سے عجیب و غریب علوم اور عمدہ عمدہ غیر متعارفہ معارف پے در پے فائض و وارد ہو رہے ہیں۔ ان میں سے اکثر قوم یعنی صوفیہ کے بیان۔ اور ان کی مشہور و مستعمل اصطلاح کے ساتھ موافقت نہیں رکھتے مسئلہ وحدت وجود اور اس کے متعلقات کی نسبت جو کچھ

صوفیہ نے بیان کیا ہے ، ابتدا میں اس حال سے مشرف ہوا - اور کثرت میں وحدت کا مشاہدہ حاصل ہوا - اس مقام سے کئی درجے اوپر لے گئے - اور اس ضمن میں کئی قسم کے علوم کا افادہ فرمایا - لیکن قوم کی کوئی کلام صریح طور پر ان مقامات اور معارف کے مصداق پائی نہیں جاتی البتہ ان میں سے بعض بزرگوں کے کلام شریف میں اجمالی رموز اور اشارات ہیں - لیکن ان علوم کی صحت پر ظاہر شریعت اور علمائے اہل سنت کے اجماع کی موافقت گواہ عادل ہے ظاہر شریعت کے ساتھ کسی چیز میں مخالفت نہیں رکھتے ۔ ہاں حکماء اور ان کے معقولی اصول کے ساتھ کچھ موافقت نہیں رکھتے - بلکہ علمائے اسلام میں سے وہ لوگ جو اہل سنت و جماعت سے مخالفت رکھتے ہیں - ان کے اصول بھی موافق نہیں ہیں +

استطاعت مع الفعل کا مسئلہ منکشف ہو گیا ہے - فعل سے پہلے انسان کچھ قدرت نہیں رکھتا فعل کے ساتھ ہی قدرت بخشتے ہیں - اور اسباب و اعضا کی سلامتی پر تکلیف دیتے ہیں جیسے کہ علمائے اہلسنت وجماعت نے ثابت کیا ہے - اور اس مقام میں اپنے آپ کو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے قدم پر پاتا ہے - آپ اسی مقام میں ہوئے ہیں - اور حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ کو بھی اس مقام سے حصہ حاصل ہے - اور اس سلسلہ علیہ کے بزرگوں میں سے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ اور مشائخ متقدمین سے حضرت خواجہ معروف کرخی اور امام داؤد طائی اور حضرت حسن بصری اور خواجہ حبیب عجمی قدس سرہم اس مقام میں تھے - ان سب کمال کا حاصل بعد اور بیگانگی ہے - اور کام علاج سے گذر چکا ہے - جب تک حجاب یعنی پردے لٹکے ہوئے تھے - ان کے رفع کرنے کے لئے سعی و کوشش کی جاتی تھی - اب اس کی بزرگی اس کا حجاب ہے ع

فَلَا طَبِیْبَ لَهَا وَلَا رَاقِیْ

ترجمہ ع نہیں طبیب کوئی اس کا اور نہ افسوں گر

شاید اسی کمال بیگانگی اور بے مناسبتی کا وصل و اتصال نام رکھا ہے - ہائے افسوس ! یوسف زلیخا کا یہ بیت حال کے موافق ہے ؎

درافگندہ ف این آوازہ از دوست | گر از پوست ف گویاں بود پوست

ترجمہ ؎ نکلنا ف سے ہے آوازہ دوست | نہیں مطرب کو حاصل اس سے جز پوست

شہود کہاں ہے اور شاہد کون ہے اور مشہود کیا ہے ع

خلق را روے کے نماید او

ترجمہ ع کب وہ خلقت کو مُنہ دکھاتا ہے

مَالِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ (خاک کو عالم پاک کے ساتھ کیا نسبت ہے) اپنے آپ کو اور ایسے ہی تمام جہان کو بندۂ مخلوق بغیر قادر جانتا ہے۔ اور خالق وقادر حق تعالیٰ کو سمجھتا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی نسبت ثابت نہیں کرتا۔ ایک دوسرے کا عین اور آئینہ ہونا کجا ع در کدام آئینہ در آید او

ترجمہ ع کسی آئینہ میں آتا نہیں وہ

اور اہل سنت وجماعت کے علماے ظاہر اگرچہ بعض اعمال میں قاصر ہیں لیکن ذات وصفات الٰہی میں ان کی درستی عقاید کا جمال اس قدر نورانیت رکھتا ہے کہ وہ کوتاہی اور کمی اس کے مقابلہ میں ہیچ وناچیز دکھائی دیتی ہے۔ اور بعض صوفی باوجود ریاضتوں اور مجاہدوں کے چونکہ ذات وصفات میں اس قدر درست عقیدہ نہیں رکھتے، وہ جمال ان میں پایا نہیں جاتا۔ اور علما وطالب علموں سے بہت محبت پیدا ہو گئی ہے اور ان کا طریقہ اچھا معلوم ہوتا ہے اور آرزو کرتا ہے کہ ان لوگوں کے گروہ میں ہو۔ اور تلویح کا مقدمات اربعہ ایک طالب کے ساتھ مباحثہ کرتا ہے۔ اور ھدایہ فقہ کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ اور معیت اور احاطہ علمی میں علما کے ساتھ شریک ہے۔ اور ایسے ہی حق تعالیٰ کو نہ تو عالم کا عین جانتا ہے اور نہ عالم کے متصل اور نہ منفصل اور نہ عالم کے ساتھ اور نہ عالم سے جدا اور نہ محیط اور نہ ساری۔ اور ذات اور صفات اور افعال کو اس کا پیدا کیا ہوا جانتا ہے۔ نہ یہ کہ ان کی صفتیں اس کی صفات ہیں اور نہ ان کے افعال اس کے افعال۔ بلکہ افعال میں اس کی قدرت کو مؤثر جانتا ہے۔ اور مخلوقات کی قدرت کے لئے کوئی تاثیر نہیں جانتا جیسے کہ علماے متکلمین کا مذہب ہے۔ اور ایسے ہی صفات سبعہ کو موجود جانتا ہے۔ اور حق تعالیٰ کو مرید ومختار سمجھتا ہے۔ اور قدرت کو صحت فعل اور قدرت کے معنوں میں یقینی طور پر خیال کرتا ہے نہ ان معنوں میں اگر چاہیگا کریگا اور اگر نہ چاہیگا تو نہ کریگا۔ کہ شرطیہ ثانی ممتنع ہوتا ہے۔ جیسے کہ حکما یعنی فلاسفہ اور بعض وجودی صوفیہ کا قول ہے کیونکہ یہ بات ایجاب تک پہنچ جاتی ہے اور حکماے فلاسفہ کے اصول کے موافق ہے۔ اور مسئلہ

قضا و قدر کو علمائے اہل سنت و جماعت کے طور پر جانتا ہے۔ فَلِلْمَالِكِ اَنْ يَّتَصَرَّفَ فِیْ مُلْكِهٖ كَيْفَ يَشَآءُ (مالک کا اختیار ہے کہ جس طرح چاہے اپنے ملک میں تصرف کرے) اور قابلیت و استعداد کا کچھ دخل نہیں جانتا کہ اس بات سے بھی ایجاب لازم آتا ہے۔ وَ هُوَ سُبْحَانَهٗ مُخْتَارٌ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (اور وہ ذات پاک مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے) علیٰ ہذا القیاس۔ چونکہ حال کا عرض کرنا نہایت ضروری ہے۔ اس واسطے اس کے لکھنے میں گستاخی کی ؏

بندہ باید کہ حد خود داند

ترجمہ ؏ چاہیئے بندہ کو اپنی حد پہچانے

مکتوب ۹

ان احوال کے بیان میں جو نیچے اترنے کے مقام یعنی مقام نزول سے مناسبت رکھتے ہیں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:۔

یہ سیاہ رو بدبخت اور بدخو گنہگار اپنے وقت و حال پر مغرور اور وصل و کمال پر فریفتہ ہوا ہوا کیا عرض کرے جس کا کام سر بسر مولے کی نافرمانبرداری ہے۔ اور اس کا عمل عزیمت اور اولےٰ کا ترک کرنا ہے۔ مخلوق کی نظرگاہ یعنی اپنے ظاہری وجود کو آراستہ کیا ہوا ہے۔ اور خدائے تعالےٰ کے منظر یعنی دل کو خراب کیا ہوا ہے۔ اس کی ساری ہمت ظاہر کے آراستہ کرنے پر لگی ہوئی ہے۔ اور اس کا باطن اس باعث سے ہمیشہ رسوائی میں ہے۔ اس کا قال اس کے حال کے مخالف ہے اور اس کا حال اس کے اپنے خیال پر مبنی ہے اس خواب و خیال سے کیا ہوتا ہے۔ اور اس قال و حال سے کیا بنتا ہے۔ بدبختی اور خسارہ اس کو حاصل ہے۔ اور سرکشی اور گمراہی اس کے شامل حال۔ فساد اور شرارت کا مبدا اور ظلم و معصیت کا منشا ہے۔ غرض مجسم عیوب اور مجموعہ گناہ۔ اس کی نیکیاں لعنت اور رد کرنے کے لائق ہیں۔ اس کی بھلائیاں طعن و دفع کرنے کے مستحق۔ رُبَّ قَارِئٍ اَلْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ يَلْعَنُهٗ (بہت سے قرآن پڑھنے والے ایسے ہیں کہ قرآن ان کو لعنت کرتا ہے) اس کے حق میں عادل گواہ ہے۔ اور رُبَّ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الظَّمَاءُ وَالْجُوْعُ (بہت سے روزہ دار ایسے ہیں جن کو روزہ سے سوائے

بھوک پیاس کے کچھ حاصل نہیں ہوتا) اس کے شان میں سچا گواہ ہے۔

پس افسوس ہے اُس شخص پر جس کا حال اور مرتبہ اور کمال اور درجہ ایسا ہو۔ اس کا استغفار اس کے تمام گناہوں کی مانند گناہ ہے بلکہ ان سے بڑھ کر ہے۔ اور اس کی توبہ اس کی تمام برائیوں کی طرح بُرائی ہے۔ بلکہ ان سے زیادہ بُری ہے۔ کُلُّ مَا یَفْعَلُہُ الْقَبِیْحُ قَبِیْحٌ (بُرا آدمی جو کچھ کرتا ہے بُرا ہی ہوتا ہے) اس بات کا مصداق ہے ع

زگندم جو زجو گندم نیاید

ترجمہ ع نہیں گندم سے جو اُگتے نہ جو سے گندم اُگتی ہے

اس کی مرض ذاتی ہے جو علاج قبول نہیں کرتی۔ اور اس کا درد اصلی ہے جو دوا قبول نہیں کرتا۔ جو چیز ذاتی ہو وہ ہرگز ذات سے دور نہیں ہوتی ع

سیاہی از حبشی کے رود کہ خود رنگ است

ترجمہ ع سیاہی رنگ حبشی سے بھلا کب دور ہوتی ہے

کیا کیا جائے۔ وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰہُ وَلٰکِنْ کَانُوْا اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ (اللہ تعالےٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے) ہاں خیر محض کے لئے شر محض ہونا چاہئے وَبِضِدِّھَا تَتَبَیَّنُ الْاَشْیَاءُ (اور چیزیں اپنی ضدوں ہی سے پہچانی جاتی ہیں) خیر و کمال مہیا تھا شر و نقص اس کے لئے چاہئے تھا۔ حسن و جمال کے آئینہ کی ضرورت ہے۔ اور آئینہ نہیں ہوتا مگر کسی شے کے مقابل۔

پس معلوم ہوا کہ خیر کے لئے شر اور کمال کے لئے نقص بمنزلہ آئینے کے ہے پس جس چیز میں نقص و شرارت زیادہ ہوگا۔ اسی قدر خیر و کمال اس میں زیادہ نمایاں ہوگا۔

عجب معاملہ ہے کہ اس ذم نے مدح کے معنے پیدا کئے اور یہ شرارت و نقصان خیر و کمال کا محل ہوگیا۔

پس یہی وجہ ہے کہ مقام عبدیت تمام مقامات سے بلند ہے۔ کیونکہ یہ معنی مقام عبدیت میں کامل اور پورے طور پر پائے جاتے ہیں۔ محبوبوں کو اس مقام سے مشرف فرماتے ہیں۔ اور محب شہود کے ذوق سے لذت پاتے ہیں۔ بندگی میں لذت کا حاصل ہونا اور اس کے ساتھ اُنس پکڑنا محبوبوں کے ساتھ مخصوص ہے۔ محبّوں کا اُنس محبوب کے مشاہدہ میں ہے اور محبوبوں کا اُنس محبوب کی بندگی میں۔ اس اُنس میں اُن کو

اس (دید نقص کی) دولت سے مشرف کرتے۔ اور اس نعمت سے سرفراز فرماتے ہیں ❖

اس میدان کے تیز رفتار شہسوار دین و دُنیا کے سردار اور اولین و آخرین کے سردار حبیب رب العلمین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ اور جس کسی کو محض اپنے فضل سے یہ دولت بخشنا چاہتے ہیں۔ اُس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال متابعت عنایت فرماتے ہیں۔ اور اس وسیلہ سے اُس کو بلند درجہ پر لے جاتے ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالےٰ بڑے فضل والا ہے) ❖

کمال شرارت و نقص سے مراد اس کا علم ذوقی ہے نہ یہ کہ شرارت و نقص سے متصف ہو۔ اس علم والا اللہ تعالےٰ کے اخلاق سے متخلق ہے۔ اور یہ علم بھی اسی تخلق کے ثمروں میں سے ہے۔ شرارت و نقص کو اس مقام میں کیا مجال ہے۔ سوائے اس کے کہ علم اس کے متعلق ہو۔ یہ علم شہود تام کی وجہ سے خیر محض ہے کہ جس کے پہلو میں سب کچھ شر دکھائی دیتا ہے۔ یہ معاملہ نفس مطمئنہ کے اپنے مقام پر اتر آنے کے بعد ہے ❖

پس بندہ جب تک اس طرح اپنے آپ کو زمین پر نہ ڈالے اور کام یہاں تک نہ پہنچے۔ اپنے مولائے جلشانہٗ کے کمال سے بے نصیب ہے۔ پس اس کا کیا حال ہوگا۔ جو اپنے آپ کو عین مولا جانے۔ اور اپنی صفات کو اُس ذات پاک کی صفات خیال کرے۔ تَعَالَى اللّٰهُ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا (اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے بہت بلند ہے) یہ امر اسماء و صفات میں الحاد و زندقہ ہے۔ اس عقیدے والے لوگ اس گروہ میں شامل ہیں جن کے حق میں یہ آیت ہے۔ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ (ان لوگوں کو چھوڑ دو جو اس کے ناموں میں الحاد کرتے ہیں) یہ نہیں کہ جس کا جذبہ سلوک پر مقدم ہے۔ محبوبین میں سے ہے۔ لیکن محبوبیت میں جذبہ کا اول ہونا شرط ہے۔ ہاں ہر جذبہ میں محبوبیت کے ایک قسم کے معنے حاصل ہیں کہ جن کے بغیر جذب نہیں ہوتا۔ اور وہ معنی عوارض سے پیدا ہوئے ہیں۔ ذاتی نہیں ہیں۔ اور وہ ذاتی معنی کسی شے سے معلل اور وابستہ نہیں ہیں۔ جس طرح ہر منتہی کو آخر جذبہ حاصل ہے۔ لیکن محبوبوں کے زمرہ میں داخل ہے۔ نہ زمرۂ محبوبین میں۔ اسی طرح عارض کے سبب محبوبیت کے معنی پیدا ہوئے ہیں۔ اور یہ بات اس کے حق میں کافی نہیں ہے۔ اور وہ عارض تصفیہ اور تزکیہ ہے

اور بعض مُبتدیوں میں آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کی اتباع اگرچہ بعض اموریں ہو مجمل طور پر اس کے معنے کا حاصل ہونے کا باعث ہے۔ بلکہ منتہی میں بھی اتباع ہی ہے۔ اور محبوبوں میں ان ذاتی فضلی معنوں کا ظہور بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کی اتباع سے وابستہ ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں۔ وہ ذاتی معنی بھی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذاتی مناسبت کی وجہ سے ہیں۔ اور وہ اسم جو اس کا رب ہے اس خصوصیت کے حق میں اس اسم کے مناسب واقع ہوا ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کا رب ہے۔ اور وہاں سے یہ سعادت حاصل کی ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ وَاللّٰہُ یُحِقُّ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلُ (اور اللہ تعالے بہتر جانتا ہے اور اسی کی طرف بازگشت ہے۔ اور اللہ حق ظاہر کرتا ہے اور سیدھا راستہ دکھاتا ہے) ۔

مکتوب ۱۰

غیرمشہورہ معانی میں قرب و بعد و فوق و وصل کے حاصل ہونے اور ان کے مناسب بعض علوم کے بارہ میں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:۔

حضور کا احقر خادم عرض کرتا ہے کہ مدت ہوئی ہے کہ اس بلند درگاہ کے خادموں کے حالات سے اطلاع نہیں پہنچی۔ ہر دم انتظار رہی ہے ؎

عجبے نیست اگر زندہ شود جانِ عزیز چوں از آں یار جدا نامہ پیامے برسد

مرے جُدا ہوئے دلبر کا نامہ جب آئے
عجب نہیں کہ مری جان زندہ ہو جائے

جانتا ہے کہ حضور کی دولت کے لائق نہیں ہے۔ ع

ایں بس کہ رسد ز دور بانگ جرسم

ترجمہ ؎ یہی بس ہے کہ آئے دُور سے بانگ جرس ہر دم

عجب معاملہ ہے کہ بعد کا نام قرب رکھا ہے اور نہایت فراق کو وصل کہتے ہیں۔ گویا درحقیقت اس کے ضمن میں قرب و وصال کی نفی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ شعر

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَھَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَھُنَّ حُیُوْفُ

ترجمہ ؎ ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک   راہ میں ہیں پُر خطر غار و جبال

پس اسی واسطے ہمیشہ کا غم اور دائمی فکر دامنگیر ہے۔ مراد کو بھی آخر کار مرید کی ارادت پر مرید ہونا پڑتا ہے ۔

دین و دنیا کے سردار آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مرادیت اور محبوبیت کے مقام کے باوجود محبین اور مریدین سے ہوئے ہیں۔ اسی واسطے آپ کے حال کی نسبت یوں خبر دی ہے کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ مُتَوَاصِلَ الْحُزْنِ دَائِمَ الْفِکْرِ (رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ غم کرنے والے اور دائمی فکر کرنے والے تھے) اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ (جس قدر مجھے ایذا دی گئی ہے کسی اور نبی کو ویسی ایذا نہیں دی گئی) ۔

محب ، محبت کے بوجھ کو اٹھا سکتے ہیں۔ محبوبوں کو اس بوجھ کا اٹھانا دشوار ہے۔ یہ قصہ کبھی ختم نہیں ہوتا ۔ ع

قِصَّۃُ الْعِشْقِ لَا انْفِصَامَ لَھَا

ترجمہ ع   قصہ عشق کا نہیں انجام

حامل عریضہ ہذا شیخ الہ بخش ایک قسم کا جذب محبت رکھتا ہے۔ اس کے اصرار سے چند کلمے حضور کے خادموں کی طرف لکھے گئے ہیں۔ الغرض خدمت و ملازمت کا شوق ظاہر کر کے ان حدود کی طرف متوجہ ہوا ہے ۔

اوّل اوّل اس نے اپنے بعض اور ارادوں کو ظاہر کیا تھا۔ جب اس بارہ میں خاکسار کی طرف سے سستی معلوم کی۔ تو اب صرف ملاقات پر راضی ہو کر اس نے چند باتیں لکھوائیں۔ زیادہ گستاخی ادب سے دور ہے ۔

مکتوب ۱۱

بعض کشفوں اور اپنے قصور کو دیکھنے اور تمام اعمال و اقوال میں اپنے آپ کو قاصر اور تہمت زدہ جاننے کا مقام حاصل ہونے۔ اور شیخ ابو سعید ابو الخیر

کی کلام کے ستر ظاہر ہونے کے بیان میں کہ انہوں نے فرمایا ہے عین نہیں ہٹتا ہے اثر کہاں رہے۔ اور بعض یاروں کے احوال کے بیان میں۔ یہ بھی اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے :۔

حضور کے غلاموں میں سے عاجز غلام احمد کی یہ گذارش ہے کہ وہ مقام جہاں بندہ نے پہلے اپنے آپ کو دیکھا تھا۔ جب حضور کے بلند حکم کے موافق پھر اس کا ملاحظہ کیا، تینوں خلفاء رضی اللہ عنہم کا عبور اس مقام میں نظر آیا۔ لیکن چونکہ وہاں اقامت و قرار نہ رکھتا تھا۔ پہلی دفعہ نظر میں نہ آئے ۔

چنانچہ اماماں اہل بیت میں سے سوائے امامین الشہیدین اور امام زین العابدین، رضی اللہ عنہم اجمعین کے اس مقام میں قرار و ثبات نہیں رکھتے۔ لیکن عبور اس میں واقع ہوا ہے۔ بڑی باریک نظر سے معلوم کر سکتے ہیں۔ اور یہ کہ اول اپنے آپ کو اس مقام سے نامناسب دیکھا تھا۔ یہ بے مناسبتی دو قسم کی ہے :۔

ایک یہ کہ طریقوں میں کوئی طریقہ ظاہر نہ ہونے کی وجہ سے بے مناسبتی طاری ہو جاتی ہے۔ اور جب اس کی طرف کوئی رستہ دکھا دیا جاتا ہے۔ وہ بے مناسبتی دور ہو جاتی ہے ۔

دوسری بے مناسبتی مطلق ہے۔ جو کسی طرح دور ہونے کے قابل نہیں ہے۔ اور وہ راہ جو اس مقام کی طرف پہنچانے والے ہیں۔ صرف دو ہیں جو اپنا تیسرا نہیں رکھتے یعنی ان دو رستوں کے سوا نظر میں اور رستہ ظاہر نہیں ہوتا ۔

ایک یہ کہ اپنا نقص و قصور دیکھیں اور تمام نیک کاموں میں باوجود قدرت جذبہ کے اپنی نیتوں کو قاصر تہمت زدہ خیال کریں ۔

دوسرے شیخ مکمل مجذوب کی صحبت جس نے سلوک کو تمام کیا ہو ۔

اللہ تعالیٰ نے حضور کی مہربانی کی طفیل پہلا طریق استعداد کے موافق عنایت فرمایا ہے۔ نیک اعمال میں سے کوئی عمل وقوع میں نہیں آتا۔ مگر یہ کہ اپنے آپ کو اس عمل میں تہمت زدہ بناتا ہے۔ بلکہ جب تک کسی نہ کسی قسم کی تہمت نہ لگائے بیقرار و بے آرام رہتا ہے۔ اور اپنے نزدیک ایسا جانتا ہے کہ کوئی عمل ایسا صادر نہیں ہوتا جو دائیں طرف کے فرشتوں کے قابل ہو۔ اور جانتا ہے کہ دائیں طرف کا نامۂ اعمال نیک عملوں سے خالی ہے

اور اس کے لکھنے والے معطل و بیکار ہیں۔ بھلا پھر درگاہ الٰہی کے لائق کیسے ہوگا۔ اور شخص کو جو جہان میں ہے حتیٰ کہ کافر۔ فرنگ اور زندیق ملحد کو اپنے سے کئی درجے بہتر جانتا ہے اور ان سب سے بدتر اپنے آپ کو خیال کرتا ہے۔ اور جذبہ کی جہت اگرچہ سیرالی اللہ کے تمام ہونے سے پوری ہوگئی تھی۔ لیکن اس کے بعض لوازم اور متعلقات رہ گئے تھے۔ جو اس فنا کے ضمن میں جو مقام سیرالی اللہ کے مرکز میں واقع ہوئے تھے۔ پورے ہوئے۔ اور اس فنا کے احوال پہلے عریضہ میں مفصل لکھے گئے ہیں۔ اور ہوسکتا ہے کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے جو اس کام کے نہایت کو فنا کہا ہے۔ اس سے ان کی مراد یہی فنا ہو۔ جو تجلی ذات اور سیر فی اللہ کی تحقیق کے بعد ثابت ہوتی ہے۔ اور فنائے ارادی بھی اسی فنا کی قسموں میں سے ہے ؎

ہیچکس را تا نگردد او فنا   نیست رہ در بارگاہ کبریا

ترجمہ ؎ جب تلک انساں ہو جائے فنا   تب تلک ہرگز نہیں ملتا خدا

اور اس مقام کے نامناسب لوگ بھی جو دو گروہ ہیں نظر میں ہیں +

ایک گروہ تو اس مقام کی طرف متوجہ ہے اور وہاں تک پہنچنے کا طریق تلاش کر رہا ہے۔ اور دوسرا گروہ اس مقام کی طرف کوئی التفات توجہ نہیں رکھتا۔ اور حضور کی توجہ اس مقام تک پہنچنے کے راستوں میں سے دوسرے طریق کی طرف زیادہ ظاہر ہوتی ہے۔ اور اسی طریق کے ساتھ مناسبت معلوم ہوتی ہے۔ چونکہ بندہ حضور کی جانب سے مامور ہے۔ اس لئے حضور کے ارشاد کے موافق بعض امور میں جرأت و گستاخی کی۔ ورنہ ع

من آں احمد پارینہ کہ ہستم ہستم

ترجمہ ع میں ہوں احمد وہی پرانا غلام +

دوسری عرض یہ ہے کہ دوسری دفعہ اس مقام کے ملاحظہ کے وقت اور بہت سے مقام ایک دوسرے کے اوپر ظاہر ہوئے۔ نیاز و عاجزی سے توجہ کرنے کے بعد جب اس پہلے مقام سے اوپر کے مقام میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ کا مقام ہے۔ اور دوسرے خلفا کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے اور یہ مقام بھی تکمیل و ارشاد کا مقام ہے۔ اور ایسے ہی اس مقام سے اوپر کے دو مقام بھی جن کا اب ذکر ہوتا ہے تکمیل و ارشاد کے مقام ہیں۔ اور اس مقام کے اوپر ایک اور مقام

نظر آیا۔ جب اس مقام میں پہنچا تو معلوم ہوا کہ یہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا مقام ہے اور دوسرے خلفا کا بھی وہاں عبور واقع ہوا ہے۔ اور اس مقام سے اوپر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مقام ظاہر ہوا۔ بندہ اس مقام پر بھی پہنچا۔ اور اپنے مشائخ میں سے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کو ہر مقام میں اپنے ساتھ ہمراہ پاتا تھا۔ اور دوسرے خلفاء کا بھی اس مقام میں عبور واقع ہوا ہے۔ سوائے عبور اور مقام اور مرور اور ثبات کے کچھ فرق نہیں ہے۔ اور اس مقام کے اوپر سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام کے مقابل ایک اور نہایت عمدہ نورانی مقام کہ اس جیسا کبھی نظر میں نہ آیا تھا ظاہر ہوا۔ اور وہ مقام اس مقام سے تھوڑا سا بلند تھا جس طرح کہ صفہ کو سطح زمین سے ذرا بلند بناتے ہیں۔ اور معلوم ہوا کہ وہ مقام محبوبیت کا مقام ہے۔ اور وہ مقام رنگین اور منقش تھا۔ اپنے آپ کو بھی اس مقام کے عکس سے رنگین معلوم کیا۔

اس کے بعد اسی کیفیت میں اپنے آپ کو لطیف پایا۔ اور ہوا یا بادل کے ٹکڑے کی طرح اطراف میں پھیل گیا۔ اور بعض اطراف کو گھیر لیا۔ اور حضرت خواجہ بزرگ خواجہ بہاؤالدین نقشبند قدس سرہٗ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے مقام میں ہیں۔ بندہ اپنے آپ کو اس کیفیت میں جو عرض کی گئی ہے۔ اس مقام کے مقابل مقام میں پاتا ہے۔

دوسری یہ عرض ہے کہ اس عمل یعنی ارشاد کے ساتھ مشغول ہونے کو ترک کرنا پسند معلوم نہیں ہوتا۔ کیسے ترک کیا جائے۔ جب کہ جہان گمراہی کے بھنور میں غرق ہوا جاتا ہے۔ اور جو شخص اپنے آپ میں جہان کو اس بھنور سے نکالنے کی طاقت پاتا ہے وہ کس طرح اپنے آپ کو معاف رکھ سکتا ہے۔ ہر چند اور کام درپیش ہوں۔ اس امر میں مشغول ہونا ضروری اور پسندیدہ ہے۔ لیکن اس شرط پر کہ بعض وسوسوں اور خواہشوں سے جو اس عمل کے اثنا میں ظاہر ہوتی ہیں۔ توبہ و استغفار کو لازم رکھا جائے۔ اسی شرط سے رضا میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور اس شرط کے لحاظ کے بغیر رضا میں داخل نہیں ہوتا۔ اور نیچے ٹھیر جاتا ہے۔ لیکن حضرت خواجہ نقشبند اور حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہما کے مادہ میں اس شرط کے ملاحظہ کے بغیر یہ عمل پسندیدہ ہے۔

اور اس خاکسار کا عمل اب اس شرط کے ملاحظہ کے بغیر کبھی صفاہین داخل ہے اور کبھی نیچے ٹھہر جاتا ہے +

دوسری عرض یہ ہے کہ نفحات میں حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ کی باتوں میں مذکور ہے کہ عین نہیں ہٹتا ہے اثر کہاں رہے۔ لَا تُبْقِیْ وَلَا تَذَرُ یہ سخن اوّل اوّل نظر میں مشکل معلوم ہوا۔ کیونکہ حضرت شیخ محی الدین عربی قدس سرہٗ اور ان کے تابعدار یہ کہتے ہیں کہ عین کا زائل ہونا جو اللہ تعالیٰ کے معلومات میں سے ایک معلوم ہے۔ محال ہے۔ ورنہ علم جہالت سے بدلجاتا ہے اور جب عین زائل نہ ہو۔ اثر کہاں جائیگا۔ اور اسی طرح یہ بات ذہن میں ثابت و برقرار ہولی ہوئی تھی حضرت شیخ ابوسعید قدس سرہٗ کا سخن کچھ حل نہیں ہوتا تھا۔ پوری توجہ کے بعد حق تعالیٰ نے اس سخن کا بھید ظاہر فرمایا۔ اور ثابت ہوگیا کہ نہ عین رہتا ہے نہ اثر۔ اور اپنے آپ میں بھی ان معنوں کو معلوم کرلیا۔ اور کچھ مشکل نہ رہی اور اس معرفت کا مقام بھی نظر آیا +

یہ مقام اس مقام سے جو حضرت شیخ اور اُن کے تابعداروں نے بیان فرمایا ہے بہت بلند ہے۔ یہ دونوں بحثیں ایک دوسرے کے ساتھ کچھ مخالفت و جھگڑا نہیں رکھتیں۔ ایک الگ جگہ سے ہے اور دوسری الگ مقام سے مفصّل کرنا درازی کلام اور رنج کا باعث ہے +

اور نیز جو کچھ حضرت شیخ ابوسعید ابوالخیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث[۱] کے دوام کی نسبت فرمایا ہے۔ وہ بھی ظاہر ہوا۔ کہ حدیث کس چیز سے مراد ہے۔ اور اس کا دوام کیا ہے۔ اور اپنے آپ میں بھی اس حدیث کو دائمی معلوم کیا۔ اگرچہ یہ شاذ و نادر ہے +

اور دوسری یہ عرض ہے کہ کتاب کا دیکھنا ہرگز اچھا معلوم نہیں ہوتا۔ مگر وہ کتاب جس میں ان بزرگ مشائخ کے کمالات اور مراتب کا ذکر لکھا ہوا ہے۔ جو مقامات میں واقع ہوئے ہیں۔ تو اس قسم کی کتاب کا مطالعہ اچھا لگتا ہے۔ اور متقدمین مشائخ کے

---

[۱] حدیث سے مراد اس جگہ تجلی ذاتی برقی ہے۔ جو حضرات نقشبندیہ کے نزدیک دائمی ہے اور اَوروں کے نزدیک برقی +

احوال بہت پسندیدہ ہیں حقائق اور معارف کی کتابیں اور خاصکر توحید کی باتوں اور مراتب کے تنزلات کو مطالعہ نہیں کرسکتا۔ اپنے آپ کو اس بارہ میں حضرت شیخ علاوالدولہ رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ بہت مناسب پاتا ہے۔ اور ذوق و حال میں اس مسئلہ میں شیخ موصوف کے ساتھ متفق ہے۔ لیکن سابقہ علم انکار اور شدت تک آنے نہیں دیتا +

اور یہ عرض ہو کہ کئی دفعہ بعض امراض کے دور کرنے کے لئے توجہ کی گئی۔ اور اس کا اثر ظاہر ہوا۔ اور ایسے ہی بعض مُردوں کے احوال جو عالم برزخ میں ظاہر ہوتے تھے۔ اُن کے رنج و تکلیف کے رفع کرنے کے لئے بھی توجہ کی گئی۔ لیکن اب توجہ پر طاقت نہیں رہی۔ کیونکہ اب فقیر کسی چیز پر اپنے آپ کو جمع نہیں کرسکتا۔ لوگوں کی طرف سے بعض تکلیفیں فقیر پر گذریں اور انہوں نے بہت ظلم و ستم کئے۔ اور اس طرف کے بہت سے متعلقین کو ناحق ویران اور جلاوطن کردیا۔ لیکن فقیر کے دل پر کسی قسم کا غبار اور رنج نہیں آیا۔ چہ جائیکہ ان کے ساتھ برائی کرنے کا خیال دل میں گذرتا +

بعض یار جنہوں نے مقام جذبہ سے شہود و معرفت حاصل کی ہے اور ابھی تک سلوک کی منزلوں میں قدم نہیں رکھا۔ ان کا تھوڑا تھوڑا حال عرض کرتا ہے۔ اُمید ہے کہ اللہ تعالےٰ جذبہ کی جہت تمام ہوجانے کے بعد سلوک کی دولت سے مشرف فرمائیگا +

شیخ نور اسی مقام میں بند ہے اور نقطہ فوق میں جو جذبہ کے مقام میں ہے نہیں پہنچا۔ حرکات و سکنات میں تکلیف دیتا ہے۔ اور وہ اس قباحت و برائی کو نہیں سمجھتا۔ بغیر ارادہ کے اس کا کام توقف میں پڑجاتا ہے۔ اور ایسے ہی اکثر یاروں کے کام آداب کی رعایت نہ کرنے کی وجہ سے توقف میں پڑجاتے ہیں۔ اس بارہ میں حیران ہے کہ اس طرف سے کوئی ارادہ ان کے توقف کا نہیں ہے۔ بلکہ ان کی ترقی کا ارادہ ہے۔ بلا ارادہ ان کے کاموں میں دیر واقع ہوجاتی ہے۔ ورنہ راہ تو بہت نزدیک ہے +

مولانا محمود اخیر نقطہ تک پہنچ گیا ہے۔ اور اس نے جذبہ کے کام کو پورا کرلیا ہے۔ اور اس مقام کی برزخیت میں پہنچ گیا ہے۔ اور فوق کو من وجہ نہایت تک پہنچا یا ہے۔ اول اول صفات کو بلکہ اس نور کو جس سے صفات قایم ہیں اس نے اپنے آپ

سے جدا دیکھا۔ اور اپنے آپ کو شیخ فانی معلوم کیا۔ بعد ازاں صفات کو ذات سے جدا دیکھا اور اس دید میں مقام جذبہ کی احدیت تک پہنچ گیا۔ اب اپنے آپ کو اور جہان کو ایسا گم کیا ہے کہ نہ احاطہ کا قائل ہے اور نہ معیت کا۔ اور بطنوں کے بطن کی طرف ایسا متوجہ ہے کہ حیرت اور نادانی کے سوا اسے کچھ حاصل نہیں +

سید شاہ حسین بھی مقام جذبہ سے اخیر نقطہ تک پہنچ گیا ہے۔ اور اس کا سر نقطہ تک پہنچ گیا ہے۔ اور ایسے ہی صفات کو ذات سے جدا دیکھتا ہے لیکن ذات احد کو سب جگہ پاتا ہے اور ظہور سے محفوظ ہے۔ اور ایسے ہی میاں جعفر بھی اخیری نقطہ کے نزدیک پہنچ گیا ہے۔ اور بہت شوق و ولولہ اس سے ظاہر ہوتا ہے۔ شاہ حسین کے قریب قریب ہے۔ اور دوسرے یاروں میں بھی فرق ظاہر ہوتا جاتا ہے +

میاں شیخی اور شیخ عیسیٰ اور شیخ کمال جذبہ میں نقطہ فوق تک پہنچ گئے ہیں۔ اور شیخ کمال بھی نزول کی طرف متوجہ ہے۔ اور شیخ ناگوری نقطہ فوق کی تہ میں آیا ہوا ہے۔ لیکن ابھی بہت سفر درپیش ہے۔ اور یہاں کے یاروں میں سے اب تک آٹھ یا نو بلکہ دس آدمی نقطہ فوق کی تہ میں آئے ہوئے ہیں۔ بعض نقطہ سے اصل ہو کر نزول کی طرف متوجہ ہیں۔ بعض دوسرے یار قریب ہیں اور بعض بعید +

میاں شیخ مزمل اپنے آپ کو گم پاتا ہے اور صفات کو اصل سے دیکھتا ہے اور مطلق کو سب جگہ پاتا ہے۔ اور اشیاء کو سراب کی طرح بے اعتبار جانتا ہے۔ بلکہ ہیچ معلوم کرتا ہے +

مولانا مذکور کے بارہ میں ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اس کو لوگوں کی تعلیم کے لئے اجازت دینا دل پسند ہے۔ لیکن وہ اجازت جو جذبہ کے مناسب ہے۔ اگرچہ بعض امور باقی رہ گئے ہیں جن کا اس کو استفادہ کرنا ضروری تھا۔ لیکن روانہ ہونے میں جلدی کی اور توقف نہ کیا۔ خدمت اقدس میں حاضر ہوتا ہے۔ جس طرح اس کے کام کی بہتری سمجھینگے حکم فرمائینگے۔ جو کچھ اس کمینہ کے علم میں تھا عرض کر دیا گیا وَالْحُكْمُ عِنْدَكُمْ (اور حکم آپ ہی کا ہے) +

خواجہ ضیاء الدین محمد چند روز تک یہاں رہا کچھ حضور و جمعیت حاصل کی تھی۔ آخر اسباب معیشت کی کمی کی وجہ سے اپنے آپ کو خاطر جمع نہ رکھ سکا۔ اس واسطے

لشکر کی طرف متوجہ ہوا۔ اور مولانا شیر محمد کا لڑکا بھی ملازمت کی طرف متوجہ ہے۔ قدرے حضور و جمعیت رکھتا ہے۔ بعض رکاوٹوں کی وجہ سے زیادہ ترقی نہ کر سکا۔ زیادہ لکھنا گستاخی ہے ع

بندہ باید کہ حد خود داند

ترجمہ ع چاہئے بندہ کو اپنی حد پہچانے

عریضہ لکھنے کے بعد ایک ایسی کیفیت ظاہر ہوئی اور ایسا حال پیش آیا جس کا بیان تحریر میں نہیں آ سکتا۔ اور اس حال میں فنائے ارادی ثابت ہوئی۔ جیسے کہ پہلے مراد و سے ارادہ کا تعلق ہر طرف ہوا ہوا تھا۔ لیکن ارادہ اصل باقی تھا۔ جیسے کہ عریضہ میں عرض کیا گیا تھا۔ اب ارادہ بھی دُور ہو گیا ہے اور اس وقت نہ مُراد باقی رہی ہے نہ ارادہ۔ اور اس فنا کی صورت بھی نظر آئی۔ اور بعض علوم جو اس مقام کے مناسب ہیں فائض ہوئے چونکہ ان علوم کا باریکی اور پوشیدگی وجہ سے لکھنا دشوار تھا۔ اس واسطے قلم کی باگ اُن علوم کے لکھنے سے روک لی۔ اور اس فنا کے ثابت ہونے اور علوم کے فیضان کے وقت وحدت کے پرے ایک خاص نظر ظاہر ہوئی ہے۔ اگرچہ یہ بات ثابت ہے کہ وحدت کے ماوراء کوئی نظر بلکہ کچھ نسبت نہیں ہے۔ لیکن بندہ جو کچھ پاتا ہے عرض کرتا ہے۔ اور جب تک یقینی طور پر ثابت نہیں ہوا لکھنے میں جرأت نہیں کی۔ اور اس مقام کی صورت وحدت کے پرے اس طرح دیکھتا ہے۔ جیسے آگرہ دہلی کے پرے ہے۔ اور کچھ شبہ اس میں نہیں پاتا۔ اگرچہ نظر میں نہ وحدت ہے نہ اس کا ماوراء۔ حیرانی اور نادانی اسی طرح صاف ہے اور اس بد سے کچھ فرق نہیں ہوا کہ میں نہیں جانتا کہ کیا عرض کروں سب تناقض در تناقض ہے جو کہنے میں نہیں آتا۔ اور حال بے شبہ ثابت ہے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ مِنْ جَمِیْعِ مَاکَرِهَ اللّٰهُ قَوْلًا وَّفِعْلًا وَّخَاطِرًا وَّنَاظِرًا (اللہ سے میں بخشش مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں ان تمام قول و فعل و ارادہ و نظر سے جس کو اللہ تعالےٰ مکروہ جانتا ہے) •

اور نیز اس وقت ایسا معلوم ہوا کہ پہلے جو کچھ فنائے صفات سے جانتا تھا۔ حقیقت میں صفات کی خصوصیت اور ان کے مابہ الامتیاز کی نفی تھی۔ جو وحدت کے ضمن میں مندرج ہوئی تھی۔ اور خصوصیتیں دور ہو گئی تھیں۔ اب اصل صفات بھی اگرچہ ایک دوسری میں ملنے جُلنے کے طریق پر ہوں ہر طرف ہو گئی ہے۔ اور عالم احدیت نے

کسی چیز کو نہیں چھوڑا۔ اور وہ تمیز جو علم اجمالی یا تفصیلی کے مرتبہ سے حاصل ہوئی تھی۔ نہ رہی اور تمام نظر خارج پڑ آگئی۔ اب کَانَ اللّٰہُ وَلَمْ یَکُنْ مَعَہٗ شَیْءٌ وَھُوَ الْاٰنَ کَمَا کَانَ (اللہ تھا اور اُس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی اور اب بھی ویسا ہی ہے جیسے کہ تھا) حال کے مطابق ہوگیا ہے۔ اور پہلے اس حدیث کے مضمون کا صرف علم ہی تھا نہ کہ حال یعنی اب علم و حال دونوں جمع ہیں۔ اُمید ہے کہ صحت و غلط پر آگاہ فرما دینگے۔

دوسرا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا قاسم علی کو مقام تکمیل سے حصہ حاصل ہے۔ ایسے ہی یہاں کے بعض یاروں کو بھی اس مقام سے حصہ حاصل ہُوا ہُوا معلوم ہوتا ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ (اور حقیقت حال کو اللہ ہی جانتا ہے)۔

مکتوب ۱۲

فنا و بقا کا مقام اور ہر چیز کی خاص توجہ کے ظہور حاصل ہونے اور سیر فی اللہ اور تجلّی ذاتی۔ برقی وغیرہ کی حقیقت کے بیان میں۔ اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے :۔

کمترین بندہ احمد عرض کرتا ہے۔ اپنی تقصیروں کی نسبت کیا عرض کرے۔ مَا شَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَا لَمْ یَشَاءْ لَمْ یَکُنْ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ (جو کچھ اللہ تعالیٰ نے چاہا ہوگیا اور جو نہ چاہا نہ ہُوا۔ اور نہیں ہے گناہوں سے پھرنے کی طاقت اور نیکی کرنے کی قوت مگر اللہ تعالیٰ بلند شان کی مدد سے)۔

وہ علوم جو فنا فی اللہ اور بقا باللہ کے مقام سے تعلق رکھتے تھے خدائے تعالیٰ نے اپنی عنایت سے ظاہر کر دئے۔ اور ایسا ہی معلوم کیا کہ ہر شئے کی وجہ خاص کیا ہے۔ اور سیر فی اللہ کس معنیٰ سے ہے۔ اور تجلّی ذاتی برقی کیا ہوتی ہے۔ اور محمدی مشرب کون ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس کے لوازم اور ضروریات کو دکھاتے اور سیر کراتے ہیں۔ اور ایسی کوئی چیز نہیں رہی کہ جس کا اولیاء اللہ نے نشان دیا ہے کہ اس کو راستہ میں چھوڑ جائیں۔ اور نہ دکھائیں۔ قُبِلَ مَنْ قُبِلَ بِلَا عِلَّۃٍ (جو کوئی خدا کی درگاہ میں قبول ہُوا ہے بلا سبب ہی قبول ہُوا ہے۔ جس طرح کہ اصل اشیاء کو پیدا ہُوا ہُوا جانتا

ہے۔ قابلیتوں اور استعدادوں کے اصل کو بھی پیدا کیا ہوا اور اسی کا بنایا ہوا جانتا ہے۔ خدا تعالیٰ قابلیتوں کا محکوم نہیں ہے۔ اور نہ ہی کسی چیز کو اس پر حاکم ہونا چاہئے زیادہ گستاخی مناسب نہیں ع بندہ باید کہ حد خود داند

چاہیئے بندہ کو اپنی قدر پہچانے

مکتوب ۱۳۱

رستہ کی لمبائی اور علوم حقیقت کو علوم شریعت کے ساتھ مطابق کرنے کے بیان میں۔ اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے :۔

کمترین بندہ عرض کرتا ہے۔ افسوس ہزار افسوس! یہ راستہ کس قدر بے نہایت اور لمبا ہے۔ سیر اس جلدی سے اور واردات و عنایات اس کثرت سے اسی وجہ سے مشائخ عظام نے فرمایا ہے کہ سیر الی اللہ پنجاہ ہزار سال کا رستہ ہے تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (چڑھینگے اس کی طرف فرشتے اور روح اس دن میں جس کا طول پچاس ہزار برس ہے) اس میں شاید انہی معنوں کی طرف اشارہ ہے۔ جب کام ناامیدی تک پہنچ گیا۔ اور امیدیں منقطع ہو گئیں۔ هُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ (خدائے تعالیٰ وہ ذات پاک ہے جو ناامیدی کے بعد بارش نازل فرماتا اور رحمت عام پھیلاتا ہے) یعنی خداوند تعالیٰ مددگار ہوا ۔

چند روز ہوئے ہیں کہ اشیا میں سیر واقع ہوا ہے۔ اور طالبوں اور مریدوں نے پھر ہجوم کیا ہے۔ ان کا کام شروع کیا گیا ہے۔ لیکن ابھی اپنے آپ کو اس مقام کے قابل نہیں پاتا۔ لیکن لوگوں کے اصرار سے مروت وحیا کے باعث کچھ نہیں کہتا۔ اور مسئلہ توحید میں جو پہلے متردد تھا۔ جیسے کہ کئی دفعہ عرض کیا گیا تھا۔ اور افعال وصفات کو اصل سے جانتا تھا۔ جب اصل حقیقت معلوم ہوئی۔ وہ تردد دور ہو گیا۔ اور ہمہ از وست والا پلہ ہمہ اوست کے مقولہ سے غالب معلوم کیا اور اس میں کمال زیادہ دیکھا۔ اور افعال وصفات کو بھی اور ہی رنگ میں معلوم کیا۔ سب کو ایک ایک کر کے دکھایا اور اوپر کو گذر کرایا۔ اور شک وشبہ بالکل دور ہو گیا۔ اور تمام کشفی علوم ظاہر شریعت کے مطابق ہو گئے

اور ظاہر شریعت سے سرِ مو مخالفت نہ دیکھی۔ اور یہ جو بعض صوفیا نے کشفوں کو ظاہر شریعت کے مخالف بیان کرتے ہیں یا سُہو سے ہے یا سُکر کی وجہ سے۔ باطن ظاہر کے کچھ مخالف نہیں ہے۔ اثنائے راہ میں سالک کو مخالفت نظر آتی ہے اور توجیہ اور جمع کی طرف محتاج ہوتا ہے لیکن منتہی حقیقی باطن کو ظاہر شریعت کے موافق معلوم کرتا ہے۔

علماء اور ان بزرگواروں کے درمیان اسی قدر فرق ہے کہ علما از روئے دلیل اور علم کے جان لیتے ہیں۔ اور یہ بزرگوار از روئے کشف اور ذوق کے پالیتے ہیں۔ اور ان کے صحت حال پر اس مطابقت سے بڑھ کر دلیل اور کونسی ہے۔ یَضِیْقُ صَدْرِیْ وَلَا یَنْطَلِقُ لِسَانِیْ شامل حال ہے۔ میں نہیں جانتا کیا عرض کروں۔ بعض احوال کے لکھنے کی توفیق نہیں رکھتا۔ اور خطوں میں بھی ان کے لکھنے کی گنجائش نہیں۔ شاید اس میں کوئی حکمت ہوگی۔ اس ہجر کے مارے محروم کو غریب پروری کی توجہ سے محروم نہ رکھیں۔ اور راہ میں نہ چھوڑیں ؎

این سخن را چوں تو مبدا بودہ گر فزوں گردد تواش افزودہ

ترجمہ ؎ اس سخن کی جب ہی تجھ سے ابتدا گر زیادہ ہو تو پھر ہے ڈر کیا

زیادہ گستاخی مناسب نہیں ع

بندہ باید کہ حدِّ خود داند

مکتوب ۱۴

ان واقعات کے حاصل ہونے کے بیان میں جو اثنائے راہ میں ظاہر ہوئے تھے۔ اور بعض مسترشدوں یعنی طالبوں کے احوال کے بیان میں۔ اپنے پیر بزرگوار قدس سرہ کی طرف لکھا ہے:۔

کمترین خادم احمد عرض کرتا ہے کہ وہ تجلیات جو مراتب کونی میں ظاہر ہوئی تھیں۔ ان میں سے بعض کا بیان سابقہ عریضہ میں کیا گیا تھا۔ اس کے بعد مرتبۂ وجوب جو صفات کلیہ کا جامع ہے۔ ظاہر ہوا۔ اور بدصورت سیاہ رنگ عورت کی صورت میں متمثل ہوا۔ اور اس کے بعد مرتبۂ احدیت دراز قد مرد کی صورت میں کہ باریک دیوار پر کھڑا ہے۔ جلوہ گر ہوا۔ اور یہ دونوں تجلیات حقانیت کے طور پر ظاہر ہوئیں۔ برخلاف

پہلی تجلّیوں کے کہ وہ اس طور پر ظاہر نہ ہوئی تھیں۔ اور اسی اثنا میں موت کی خواہش پیدا ہوئی اور ایسا نظر آیا کہ گویا میں ایک شخص ہوں جو دریائے محیط کے کنارہ پر کھڑا ہے۔ اس ارادہ پر کہ اپنے آپ کو دریا میں ڈالے۔ لیکن پیچھے سے اس کو رسّی کے ساتھ ایسا مضبوط باندھا ہے کہ وہ دریا میں جا نہیں سکتا۔ اور اس رسّی سے مراد میں اپنے بدن عنصری کے تعلقات سمجھتا تھا۔ اور آرزو کرتا تھا کہ وہ رسّی ٹوٹ جاوے۔ اور نیز ایک ایسی خاص کیفیت طاری ہوئی کہ اس وقت بطریق ذوق معلوم ہوا کہ دل کی کوئی خواہش حقتعالیٰ کے سوا نہیں رہی +

اس کے بعد صفات کلیّہ جو بیہ کہ جنہوں نے باعتبار محلّوں اور مظہروں کے مختلف خصوصیتیں پیدا کی تھیں، نظر آئیں۔ اس کے بعد وہ خصوصیتیں سب کی سب اپنے اپنے محلّوں اور مظہروں سے گر گئیں اور باقی نہ رہیں مگر کلیّہ جو بیّہ کے طور پر۔ اور خصوصیتوں سے ان کے الگ ہونے کی صورت بھی نظر آئی۔ اور اس وقت معلوم ہوا کہ اب تو نے حقیقی طور پر صفات کو اصل کے ساتھ جان لیا۔ اور خصوصیات سے الگ ہونے کے پہلے صفات کو اصل سے جاننا کچھ معنی نہ رکھتا تھا۔ مگر یہ کہ جواز کے طریق پر ہو۔ جیسے کہ تجلّی صوری والوں کا حال ہے۔ اور فنا حقیقی اس کو ثابت ہوگئی +

اس حالت کے ثابت ہونے کے بعد وہ صفات جو اپنے آپ میں اور اپنے غیر میں تھیں ایک ہی طرز پر پائیں۔ اور محل و جگہ کی تمیز اٹھ گئی۔ اس وقت شرک خفی کے کئی قسم کے باریک امور سے خلاصی میسّر ہوئی۔ اور اس وقت نہ عرش رہا اور نہ فرش نہ زمان نہ مکان نہ جہات نہ حدود۔ اگر بالفرض کئی سال تک فکر کروں ہرگز علم میں نہ آئے کہ جہان کا ایک ذرہ بھی پیدا ہوا ہوا ہے +

اس کے بعد اپنا یقین اور اپنی وجہ خاص بھی نظر آئی۔ اور اپنے تعیّن کو اس پھٹے ہوئے پرانے کپڑے کی طرح معلوم کیا جس کو کسی شخص نے پہنا ہوا ہو۔ اور اس شخص کو مَیں نے اپنی وجہ خاص جانا لیکن حقانیّت کے طور پر متصوّر نہ ہوا +

اس کے بعد اس شخص کے اوپر نزدیک ہی پوست رقیق نظر آیا۔ اور اپنے آپ کو اس پوست کا عین معلوم کیا۔ اور اس یقین کے جامہ کو اپنے سے بیگانہ دیکھا اور وہ نور جو اس پوست میں تھا دکھائی دیا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ نور نظر سے غائب ہوگیا۔ اور

یہ پوست اور جامہ بھی نظر سے دُور ہو گئے۔ اور وہی پہلی جہالت رہ گئی۔

اس واقعہ مذکورہ کی تعبیر جس طرح علم میں آتی ہے عرض کرتا ہے تاکہ اس کی صحت و غلطی معلوم ہو جائے۔ اور وہ یہ ہے کہ یہ صورت مذکورہ عین ثابتہ ہے جو وجوب امکان کے درمیان بمنزلہ برزخ کے ہے جس کی دونوں طرف ایک دوسری سے جدا ہوئی ہوئی ہیں۔ اور کمال فرق کے ساتھ متحقق ہیں۔ اور وہ پوست جو اس پرانے کپڑے اور نو کے درمیان واقع ہوا ہے۔ وجود اور عدم کے درمیان برزخ ہے۔ اور اپنے آپ کو جو آخر کار وہی پوست معلوم کیا۔ برزخیت میں پہنچنے کی طرف اشارہ ہے۔ اور پہلے بھی واقعات میں اپنے آپ کو وجود اور عدم کے درمیان برزخ معلوم کرتا تھا۔ لیکن ظاہرا وہ آفاق کی نسبت سے تھا۔ اور اب انفس کی طرف نظر ہے۔ اور ایک اور فرق بھی اس وقت ظاہر ہوا تھا۔ لیکن لکھنے کے وقت بھول گیا۔ جو کچھ ہمیشہ حاصل ہے حیرت نادانی ہے۔ اور کبھی کبھی اسی طرح عجیب غریب حال ظاہر ہوتے ہیں اور دُور ہو جاتے ہیں۔ اور ان کی معرفت رہجاتی ہے۔ اور بعض واقعات کی تعبیر میں عاجز رہجاتا ہے۔ اور اگر کچھ علم میں آتا ہے تو اس پر بھروسہ نہیں کرتا۔ اسی واسطے عریضوں کے ارسال کرنے میں گستاخی کرتا ہے تاکہ حضور کے جتلانے سے کسی امر کا یقینی علم حاصل ہو جائے۔ امید ہے کہ حضور کی بلند توجہوں سے دنیائے کمینی کے تعلقات کی گرفتاری سے نجات میسر ہو جائیگی ورنہ کام بہت مشکل ہے ؎

بے عنایات حق و خاصان حق گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

ترجمہ ؎ اہل حق اور حق تعالےٰ کی عنایت کے سوا
ہے عملنامہ سیاہ گرچہ فرشتہ ہی ہوا

شیخ عبد اللہ نیازی کا بیٹا شیخ طاہر جو سرہند کے مشہور مشائخ میں سے ہے اور حاجی عبد العزیز اس سے واقف ہے۔ قدمبوسی اور نیازمندی عرض کرتا ہے۔ اور اس کو طریقہ علیہ میں داخل ہونے کی خواہش پیدا ہوئی ہے۔ اور بڑے صدق و نیاز سے التجا کرتا ہے۔ مَیں نے اس کو کہا ہے کہ استخارہ کرے بظاہر مناسبت رکھتا ہے۔ اور جن یاروں نے یہاں ذکر کی تعلیم حاصل کی ہے اکثر ان میں سے طریق رابطہ میں مشغول ہیں۔ اور بعض ان میں سے واقعات میں دیکھ کر رابطہ حاصل کرکے

ہمراہ آتے ہیں۔ اور بعض دہلی سے واپس آنے سے پہلے رابطہ رکھتے تھے۔ اور اول حضور و استغراق میں جاتے ہیں۔ ان میں سے بعض صفات کو اصل سے دیکھتے ہیں اور بعض نہیں دیکھتے لیکن کوئی بھی توحید اور انوار اور کشوف کے راہ پر نہیں جاتا ✦

ملا قاسم علی اور ملا مودود محمد اور عبد المؤمن ظاہرا مقام جذبہ سے نقطۂ فوق تک پہنچے ہوئے ہیں لیکن ملا قاسم علی نزول کی طرف توجہ رکھتا ہے۔ اور ان دونوں کی نسبت معلوم نہیں کہ نزول کی طرف آئیں۔ اور میٹھو بھی نقطہ کے نزدیک ہے لیکن ابھی تک وہاں نہیں پہنچا ✦

ملا عبد الرحمن بھی نقطہ کے نزدیک ہے لیکن ابھی تھوڑی سی مسافت درمیان ہے ✦

ملا عبد الہادی نے حضور اور حضور میں استغراق حاصل کیا ہے۔ اور نیز کہتا ہے کہ پاک مطلق یعنی اللہ تعالے کو اشیا میں تنزیہی صفت سے دیکھتا ہوں اور افعال کو اس سے جانتا ہوں۔ حضور کی دولت ہے جو طالبوں اور مستعدوں کو پہنچ رہی ہے۔ اور اس کمینہ کو اس کے پہنچانے میں کچھ حصہ نہیں ع

من ہماں احمد پارینہ کہ ہستم ہستم

ترجمہ ع میں ہوں احمد وہی پرانا غلام

حضور نے ایک دن واقعات میں سے کسی واقع میں فرمایا تھا کہ اگر خاکسار میں محبوبیت کے معنے نہ ہوتے تو مقصود تک پہنچنے میں بہت توقف واقع ہوتا۔ اور اس نسبت کو بھی جو خاکسار کی محبوبیت کو حضور کی عنایت کے ساتھ ہے۔ بیان فرمایا۔ اس بات سے بڑی بھاری امید لگ رہی ہے۔ اور یہ جرأت و گستاخی بھی اسی جہ سے ہے ✦

مکتوب ۱۵

اُن احوال کے بیان میں جو ہبوط اور نزول کے مقامات کے مناسب ہیں مع پوشیدہ اسرار کے۔ اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:۔

اس حاضر غائب واجد فاقد مقبل معرض کی یہ عرض ہے کہ بندہ مدتوں سے

اس کو ڈھونڈتا تھا تو اپنے آپ کو پاتا تھا۔ اس کے بعد اس کا کام یہاں تک پہنچا کہ اگر اپنے آپ ڈھونڈتا تھا تو اس کو پاتا تھا۔ اب اس کو گم کیا ہے۔ لیکن اپنے آپ کو پاتا ہے۔ باوجود گم کرنے کے اس کا ڈھونڈنے والا نہیں ہے۔ اور باوجود ثابت ہونے فقدان (گم کرنے) کے اس کے چاہنے والا نہیں ہے۔

علم کی رُو سے حاضر و واجد و مقبل ہے۔ اور از روئے ذوق کے غائب و فاقد و معرض ہے۔ اس کا ظاہر بقا ہے اور باطن فنا۔ عین بقا میں فانی ہے اور عین فنا میں باقی۔ لیکن فنا علمی ہے اور بقا ذوقی۔

اس کا کاروبار ہبوط و نزول پر آ ٹھیرا ہے۔ اور صعود و عروج سے رہ چکا ہے۔ اور جس طرح اس کو مقام قلب سے قلب کے پھیرنے والے یعنی حق تعالےٰ کی طرف لے گئے تھے، اب پھر حق تعالےٰ کی طرف سے مقام قلب میں نیچے لے آئے ہیں۔

نفس سے رُوح کے آزاد ہونے اور نفس کے مطمئنہ ہو کر انوار کے غلبوں سے نکلنے کے باوجود اس کی رُوح کو۔ رُوح اور نفس کی دو جہتوں کا جامع بنایا ہے۔ اور ان دو جہتوں (طرفوں) کی برزخیت سے اس کو مشرف فرمایا ہے۔ اور اس کو اس برزخیت کے حاصل ہونے کی وجہ سے فوق سے فائدہ اُٹھانا اور ماتحت کو فائدہ دینا۔ دونوں کو ایک ہی وقت میں عطا فرمایا ہے۔ فائدہ حاصل کرنے کے وقت فائدہ دینے والا ہے اور فائدہ پہنچانے کی حالت میں فائدہ حاصل کرنیوالا ہے

گر بگویم شرح ایں بیحد شود ورنویسم بس قلمہا بشکند

ترجمہ گر کہوں بیحد ہو اس کا بیاں گر لکھوں طاقت قلم میں ہو کہاں

اس کے بعد عرض ہے کہ دست چپ مراد ہے قلب سے جو حق تعالےٰ کی طرف عروج کرنے سے پہلے حاصل ہے۔ فوق سے نزول کرنے کے بعد جو مقام قلب میں اُتر آتے ہیں۔ وہ مقام اور ہے جو چپ و راست کا برزخ ہے۔ جیسے کہ اس فن کے جاننے والوں پر ظاہر ہے۔ اور وہ مجذوب جنہوں نے سلوک حاصل نہیں کیا۔ صاحبان دل ہیں۔ کیونکہ حق تعالےٰ تک پہنچنا سلوک پر منحصر ہے۔ اور کسی شخص کے ساتھ مقام کے متعلق ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس شخص کو اس مقام میں

ایک خاص شان اور اس مقام والوں سے اس کو علیحدہ امتیاز حاصل ہوتا ہے ✿

منجملہ اس امتیاز کے جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ جذبہ کی سبقت اور بقائے خاص ہے جو اس مقام کے مناسب علوم اور معارف کا مبدأ ہے۔ مقام قلب کے علوم کی تحقیق اور جذبہ اور سلوک اور فنا و بقا کی حقیقت وغیرہ وغیرہ رسالہ مقررہ میں مفصل لکھی گئی ہے ✿

میر سید شاہ حسن جلدی ہی روانہ ہو پڑے۔ اس واسطے اس کے نقل کرنے کی فرصت نہ ملی۔ پیچھے انشاء اللہ تعالےٰ شرف مطالعہ حاصل کریگا یعنی وہ رسالہ حضور کے مطالعہ میں آویگا ✿

عزیز متوقف (یعنی خاکسار) فوق سے نیچے مقام قلب میں آیا ہے لیکن اس کی توجہ عالم کی طرف نہیں ہے۔ فوق کی جانب توجہ رکھتا ہے۔ چونکہ عروج فوقانی برخلاف طبیعت کے تھا۔ اس لئے (خاکسار) طبعی طور پر جذبہ کے ساتھ مناسبت رکھتا تھا۔ فوق سے نزول کے وقت اپنے ہمراہ کچھ چیز نہیں لایا۔ وہ تھوڑی سی نسبت جو طبیعت کے خلاف توجہ سے تھی۔ اور عروج اس توجہ کا اثر تھا۔ جذبہ کی نسبت میں ابھی تک اس طرح باقی ہے جیسے جسم میں روح اور اندھیرے میں نور۔ یہ جذبہ مذکورہ حضرات خواجگان قدس سرہم کے جذبہ سے الگ ہے۔ یہ وہ جذبہ ہے جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کو اپنے بزرگ باپ دادوں سے پہنچا ہے۔ اور ان کو اس مقام میں شان خاص حاصل ہوا ہے۔ اور کسی واقع میں بعض طالبوں نے جو ظاہر کیا تھا کہ خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کو جیسے کہ وہ ہو گئے ہیں وہ عزیز متوقف یعنی خاکسار نے کھا لیا ہے۔ اس واقع کے اثر کا ظہور اس مقام میں ہے یہ جذبہ مقام افادہ کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا۔ اس مقام میں ہمیشہ فوق کی طرف توجہ ہے اور دائمی سکر اس کو لازم ہے ✿

جذبہ کے بعض مقامات جذبہ میں داخل ہونے کے بعد سلوک کے مخالف ہیں۔ اور بعض دوسرے سلوک کے مخالف نہیں ہیں۔ ان میں داخل ہونے کے بعد سلوک کے لئے متوجہ ہوتے ہیں۔ یہ جذبہ اس میں داخل ہونے کے بعد سلوک کے مخالف ہے ✿

عریضہ لکھتے وقت اس مقام کی طرف متوجہ ہوا تھا۔ اس مقام کے بعض دقائق ظاہر ہوئے۔ جب تک باعث نہ ہو توجہ میسر نہیں ہوتی۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ اور حقیقت حال کو اللہ تعالےٰ زیادہ جاننے والا ہے ✿

چند مہینے ہوئے ہیں کہ وہ عزیز متوقف (خاکسار) پیچھے آ گیا ہے لیکن مقام جذبہ مذکورہ میں کامل طور پر داخل نہیں ہوا۔ اس مقام کے مناسب علم کا نہ ہونا۔ اور پراگندہ توجہ اس مقام میں داخل ہونے سے مانع ہے۔ امید ہے کہ ان بے ترتیب کلمات یعنی عریضہ کے مطالعہ کے وقت اس مقام میں پورے طور پر داخل ہو جاویگا۔ اس کے بعد حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کو وہ عزیز متوقف یعنی خاکسار پورے طور پر کھا جاویگا۔

مکتوب ۱۶

عروج و نزول وغیرہ کے احوال کے بیان میں۔ اپنے پیر بزرگوار قدس سرہ کی خدمت میں لکھا ہے:۔

طالب حقیر کی گذارش ہے کہ مولانا علاؤ الدین نے حضور کا نوازش نامہ پہنچایا۔ ہر ایک مقدمہ مذکورہ کے کشف بین وقت کے موافق مسودہ کیا گیا۔ ان علوم مذکورہ کے بعض متممات و تکملات بھی دل میں گذرے تھے۔ لیکن ابھی ان کے لکھنے کی فرصت نہ ملی کہ حامل عریضہ ہذا روانہ ہو گیا۔ انشاء اللہ تعالیٰ پیچھے خدمت اقدس میں بھیجا جاویگا اب ایک اور رسالہ جو صحیح و درست لکھا ہوا تھا بھیجا ہے۔ اور یہ رسالہ بعض یاروں کی التماس سے لکھا گیا ہے۔ یاروں نے التماس کی تھی کہ ایسی نصیحتیں لکھی جاویں جو طریقت میں نفع دیں۔ اور ان کے موافق زندگی بسر کی جائے۔ واقعی رسالہ بے نظیر اور بڑی برکتوں والا ہے۔ اس رسالہ کے لکھنے کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ حضرت رسالت پناہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی امت کے بہت سے مشائخ کے ساتھ حاضر ہیں۔ اور اسی رسالہ کو اپنے مبارک ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں۔ اور اپنے کمال کرم سے اس کو چومتے ہیں اور مشائخ کو دکھاتے اور فرماتے ہیں کہ اس قسم کے اعتقاد حاصل کرنے چاہئیں۔ اور وہ لوگ جنہوں نے ان علوم سے سعادت حاصل کی ہے وہ نورانی اور ممتاز اور عزیز الوجود ہیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہ وسلم روبرو کھڑے ہیں۔ یہ قصہ بہت لمبا ہے۔ اور اسی مجلس میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس خاکسار کو اس واقعہ کے شائع کرنے کا حکم فرمایا۔ ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ: کریموں پر نہیں مشکل کوئی کام

جس روز سے خاکسار حضور کی خدمت سے واپس آیا ہے۔ فوق کی طرف خواہش ہونے کے سبب مقام ارشاد کے ساتھ چنداں مناسبت نہیں رکھتا کچھ مدت تک یہ ارادہ رہا کہ گوشہ نشین ہو جائے۔ اور لوگ صحبت میں شیر ببر کی طرح نظر آتے رہے گوشہ نشینی کا ارادہ پختہ ہو چکا تھا۔ لیکن استخارہ اس کے موافق نہیں آتا تھا۔ قرب کے مدارج میں اگرچہ ان کی کوئی غائت اور انتہا نہیں ہے۔ انتہا درجے تک عروج حاصل ہوا۔ اور ہوتا ہے۔ اور کبھی اوپر لیجاتے ہیں اور کبھی نیچے لے آتے ہیں کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ (غرض ہر دن ایک نئی شان اور نئی حالت میں ہے)، تمام مشائخ کے مقامات پر الا ماشاء اللہ عروج میسر ہوا ہے

گلخے بُرند زین دہلیزہ پست	بداں درگاہ والا دست بر دست

ترجمہ ؎ اڑا دہلیز سے مٹی کو یک سر	گرایا بر در درگاہ برتر

اس اثنا میں اگر مشائخ کے روحانیات کے توسط (واسطہ در واسطہ ہونے) کو گننے لگوں تو بات لمبی ہو جائے۔ غرض تمام مقامات اصلی سے ظلی مقامات کی مانند گذر کرایا۔ خدا کی عنایتوں کا کیا بیان کرے۔ قُبِلَ مَنْ قُبِلَ بِلَا عِلَّۃٍ (جو شخص قبول ہوا ہے بلا سبب و وسیلہ قبول ہوا ہے) اس قدر ولایت اور ان کے کمالات ظاہر کئے کہ بندہ کیا عرض کرے۔

ماہ ذی الحجہ میں نزول کے درجوں میں مقام قلب تک نیچے لے آئے۔ اور یہ مقام تکمیل و ارشاد کا مقام ہے۔ لیکن ابھی اس مقام کے لئے تمام و کمال تک پہنچانے والی چیزیں درکار ہیں۔ دیکھئے کب حاصل ہوتی ہیں۔ یہ کام آسان نہیں ہے۔ باوجود مراد مند ہونے کے اس قدر منزلیں طے کرنی پڑتی ہیں کہ مریدوں کو عمر نوح میں بھی ان کا طے کرنا میسر نہیں ہوتا۔ بلکہ اس قسم کے کمالات مرادمندوں ہی کے ساتھ مخصوص ہیں مرید اس جگہ قدم نہیں رکھتے۔ افراد کا نہایت عروج مقام اصل کے ابتدا تک ہے۔ اس سے آگے افراد کو بھی گذر نہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔

تکمیل و ارشاد کے مراتب میں توقف کی وجہ یہی ہے۔ اور نورانیت کا نہ ہونا ظلمت عیب کے نور ظاہر ہونے کے سبب سے ہے۔ نہ کسی اور سبب سے۔ لوگ اپنے اپنے خیال کے

مواقف کئی باتیں بناتے ہیں۔ ان پر اعتبار نہ کرنا چاہیئے ؎

درنیابد حال پختہ ہیچ خام پس سخن کوتاہ باید والسلام

ترجمہ ؎ حال کامل کا نہیں جانے ہے خام پس مناسب مختصر ہی ہو کلام

اس قسم کی ظنی باتوں کے اندیشہ میں ضرر غالب کا احتمال ہے۔ ان لوگوں کو فرمائیں کہ اس خستہ دل کے احوال سے اپنی خیالی نظر ڈھانپ لیں۔ نظر کی مجال کے لئے اور بہت سے محل ہیں ؎

من گم شدہ ام مرا مجوئید با گم شدگاں سخن مگوئید

ترجمہ ؎ میں ہوں گم مجھ کو نہ ڈھونڈو دوستو!
میں ہوں گم مجھ سے نہ باتیں تم کرو!!

خداوند تعالےٰ کی غیرت سے ڈرنا چاہیئے جس امر کو اللہ تعالےٰ کامل کرنا چاہتا ہے اُس کے نقص اور عیب لگانے میں گفتگو کرنا نامناسب ہے۔ درحقیقت خدائے تعالےٰ کے ساتھ مقابلہ ہے۔ اور مقام قلب میں نزول ہونا حقیقت میں مقام فرق ہے۔ جس کو مقام ارشاد کہتے ہیں۔ اور اس مقام میں فرق سے مراد یہ ہے کہ نفس رُوح سے اور رُوح نفس سے جدا معلوم ہو۔ بعد اس کے کہ نفس رُوح کے نور میں داخل ہو۔ جس کو جمع بولتے ہیں جمع وفرق کی نسبت میں اس بیان سے زیادہ جو کچھ مفہوم ہوتا ہے وہ سُکر کی وجہ سے ہے۔ حق کو خلق سے جدا دیکھنا خالق سے حق کا جدا دیکھنا سمجھتے ہیں +

اصحاب سُکر کے اکثر علوم اسی قیاس پر ہیں۔ کیونکہ حقیقت امر وہاں مفقود ہے۔ وَالْاَمْرُ عِنْدَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ (اور اصل حقیقت کو خدا ہی جانتا ہے) +

کسی دوسرے رسالہ میں جذبہ اور سلوک والوں کے علوم اور ان دو نو مقام کی حقیقت مفصل طور پر لکھی گئی ہے۔ وہ رسالہ بھی عنقریب نظر مبارک میں گذریگا +

مکتوب ۱۷

بعض احوال کے بیان میں جو عروج و نزول کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں وغیرہ وغیرہ اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے :-

خادم فقیر کی گذارش یہ ہے کہ وہ عزیز یعنی (خاکسار) جو کچھ مدت سے ترقی سے

رُکا ہُوا تھا۔ نیاز نامہ لکھنے کے دن ایسا ظاہر ہُوا کہ اس مقام سے کچھ عروج کر کے اخیر تک نیچے آگیا ہے۔ لیکن پُورے طور پر نزول نہیں کیا ہے۔ اور باقی عزیز بھی جو اس مقام کے نیچے تھے۔ عروج کر کے اسی مقام فوق کی راہ سے نزول کی طرف متوجہ ہیں۔ اس کے بعد جو کیفیت ظاہر ہو گی۔ اور معرض ظہور میں آویگی عرض کی جاویگی۔ اگر صاحب معاملہ بھی اپنے حال کے ظاہر ہونے کے بعد کچھ لکھے تو بہت بہتر ہے۔ چونکہ اس قضیۂ نزول کا حادث ہونا قوی تھا۔ اور خاکسار کو سہل لینے کی وجہ سے ضعف لاحق ہُوا ہُوا تھا۔ اس واسطے اس نزول کے انجام کار میں مشغول نہ ہُوا۔ انشاء اللہ تعالےٰ پھر ظاہر کیا جاویگا ❊

مکتوب ۱۸

تمکین کے بیان میں جو تلوین کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اور ولایت کی تین قسم کے مراتب کے بیان میں کہ اللہ تعالےٰ کا وجُود اس کی ذات وغیرہ پر زائد ہے۔ اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:۔

بندۂ کمترین پُر تقصیر احمد بن عبدالاحد کی گذارش ہے کہ جب تک حالات واردات ظاہر ہوتے تھے۔ ان کے عرض کرنے میں گستاخی اور جرأت کرتا تھا۔ لیکن جب حق تعالےٰ نے حضور کی بزرگ توجہ کی برکت سے احوال کی غلامی سے آزاد کر دیا۔ اور تلوین سے تمکین کے ساتھ مشرف فرمایا۔ تو حیرت و پریشانی کے سوا کچھ ہاتھ نہ آیا۔ اور وصل سے جدائی اور قرب سے بُعد کے سوا کچھ حاصل نہ ہُوا۔ اور معرفت سے نادانی اور علم سے جہل کے سوا کچھ زیادہ نہ ہُوا۔ اس واسطے نیاز ناموں میں توقف واقع ہُوا۔ اور صرف بے مزہ خبروں کا عرض کرنا مناسب نہ جانا۔ اس کے علاوہ دل ایسا سرد ہو گیا ہے کہ کسی امر میں سرگرمی نہیں کرتا۔ اور بیکاروں کی طرح کسی کام میں مشغول نہیں ہو سکتا ؎

من نہ ہیچم وکم زہیچ بسیارے　　وازہیچ وکم از ہیچ نیاید کارے

ترجمہ ؎
ہیچ ہوں میں بلکہ کمتر ہیچ سے
ہیچ سے پھر کام کیا کچھ ہو سکے

اب ہم اصل سخن کو بیان کرتے ہیں ❊

تعجب یہ ہے کہ اب حق الیقین سے مشرف فرمایا ہے کہ جس جگہ علم وعین ایک

دوسرے کے حجاب نہیں ہیں۔ اور فنا و بقا وہاں جمع ہیں۔ عین حیرت و بے نشانی میں علم و شعور ہے۔ اور نفس غیبت میں حضور ہیں۔ باوجود علم و معرفت کے جہل و نادانی کی زیادتی کے سوا اور کچھ نہیں ہے ؎

عجب اینست کہ من واصل و سرگردانم

ترجمہ: تعجب ہے کہ واصل اور پریشاں ہوں

اللہ تعالیٰ نے محض اپنی بیحد عنایت سے کمالات کے درجوں میں ترقیات بخشی ہیں +

مقام ولایت سے اوپر مقام شہادت ہے اور ولایت کو شہادت سے وہی نسبت ہے جو تجلی صوری کو تجلی ذاتی سے ہے۔ بلکہ ولایت و شہادت کا درمیانی بُعد ان دونوں تجلیوں کے درمیانی بُعد سے کئی درجے زیادہ ہے۔ اور مقام شہادت سے اُوپر مقام صدیقیت ہے۔ اور وہ فرق جو ان دونوں مقاموں کے درمیان ہے وہ نہ تو کسی عبارت سے تعبیر کیا جا سکتا ہے اور نہ کسی اشارہ سے بیان کیا جا سکتا ہے۔ اور اس مقام سے اوپر سوائے مقام نبوت کے (علے صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات) اور کوئی مقام نہیں ہے! اور ممکن نہیں کہ مقام صدیقیت اور نبوت کے درمیان کوئی اور مقام ہوا ہو بلکہ محال ہے۔ اور اس کے محال ہونے کا یہ حکم صریح اور صحیح کشف سے معلوم ہوا ہے۔ اور یہ جو بعض اہل اللہ نے ان دونوں مقاموں کے درمیان واسطہ ثابت کیا ہے اور اس کا نام قربت رکھا ہے اس سے بھی مشرف فرمایا۔ اور اس مقام کی حقیقت پر اطلاع بخشی +

بہت سی توجہ اور بیشمار عاجزی کے بعد اوّل اُسی طرح جیسے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے ظاہر ہوا۔ لیکن آخر کار اصل حقیقت معلوم ہو گئی۔ ہاں عروج کے وقت مقام صدیقیت کے حاصل ہونے کے بعد وہ مقام حاصل ہوتا ہے۔ لیکن واسطہ ہونا مقام تامل ہے۔ ظاہری ملاقات کے بعد انشاء اللہ اس کی حقیقت کو مفصل عرض کیا جاویگا۔ وہ مقام بلند ہے۔ اور عروج کی منزلوں میں اس مقام سے اوپر اور کوئی مقام معلوم نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر وجود کا زائد ہونا اسی مقام میں ظاہر ہوتا ہے۔ جیسے کہ علمائے اہل حق کے نزدیک مقرر اور ثابت ہے۔ شکر اللہ تعالیٰ سعیہم (اللہ تعالیٰ اُن کو اُن کی کوشش کی جزائے خیر دیوے) اور یہاں وجود

بھی راستہ میں رہ جاتا ہے۔ اور اس سے اوپر عروج واقع ہوتا ہے۔

ابو المکارم رکن الدین شیخ علاؤ الدولہ علیہ الرحمۃ اپنی بعض تصنیفات میں فرماتے ہیں کہ عالم وجود کے اوپر پادشاہ ودود کا عالم ہے۔ اور مقام صدیقیت مقام بقا سے ہے جو عالم کی طرف توجہ رکھتا ہے۔ اور اس مقام سے نیچے مقام نبوت ہی جو حقیقت میں بالاتر ہے۔ اور اس میں کمال صحو اور بقا ہے۔ مقام قربت ان دونوں مقاموں کے درمیان برزخ اور واسطہ ہونے کی لیاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس کی توجہ تنزیہ صرف کی طرف ہے اور عروج کا انتہا ہے۔ ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے۔ ؎

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند　　ہر چہ استاد ازل گفت بگو میگویم

ترجمہ ؎　مثل طوطی آئینے کے پیچھے رکھا ہے مجھے
کہتا ہوں میں وہ جو استاد ازل مجھ کو کہے

شرعی نظری استدلالی علوم کو ضروری کشفی بنا دیا ہے۔ اور علمائے شریعت کے اصول سے سر مو مخالفت نہیں ہے۔ بلکہ انہی اجمالی علوم کو تفصیلی کر دیا ہے۔ اور نظریت سے ضرورت کی طرف لائے ہیں۔

کسی شخص نے حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ سے پوچھا کہ سلوک سے مقصود کیا ہے فرمایا تاکہ اجمالی معرفت تفصیلی اور استدلالی کشفی ہو جائے۔ اور نہ فرمایا کہ اس کے سوا کچھ اور علوم حاصل ہوتے ہیں۔ ہاں رستہ میں بہت سے علوم و معارف ظاہر ہوتے ہیں جن سے گزرنا پڑتا ہے۔ اور جب تک سالک نہایت کے نہایت درجے تک جو صدیقیت کا مقام ہے نہ پہنچے۔ ان علوم سے حصہ حاصل نہیں کرتا۔ فَيَا لَيْتَ شِعْرِيْ اِنَّ مِنْ اَهْلِ اللّٰهِ لِقَائِلِيْنَ لِحُصُوْلِ هٰذَا الْمَقَامِ الشَّرِيْفِ وَلَيْسَ لَهُمْ مُنَاسَبَةٌ بِعُلُوْمِ هٰذَا الْمَقَامِ وَمَعَارِفِهٖ فَمَا وَجْهُهٗ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ (کاش میں جانتا کہ بعض اہل اللہ جو اس مقام شریف کے حصول کے قائل ہیں۔ حالانکہ ان کو اس مقام کے علوم اور معارف کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اور ہر علم والے سے بڑھ کر علم والا ہے)۔

اور مسئلہ قضا و قدر کے راز پر اطلاع بخشی۔ اور اس کو اس طرح جتلایا کہ شریعت حقہ

کے ظاہر اصول سے کسی طرح مخالف نہیں۔ اور ایجاب کے نقص اور جبر کی آمیزش سے پاک و صاف ہے۔ اور ظہور میں چودھویں رات کے چاند کی طرح ہے۔

تعجب کی بات ہے کہ جب یہ مسئلہ اصول شریعت کے مخالف نہیں ہے تو پھر اس کو کیوں پوشیدہ رکھا ہے۔ ہاں اگر اس میں کچھ مخالفت ہوتی تو اس کا چھپانا اور پوشیدہ رکھنا مناسب تھا۔ لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ (جو کچھ وہ کرتا ہے اس سے کوئی پوچھ نہیں سکتا)۔ ؎

کراز ہرہ آنکہ از بیم تو | کشاید زباں جز بہ تسلیم تو

ترجمہ ؎ کس کو طاقت کہ بارے ڈر کے تیرے | غیر تسلیم کے زباں کھولے

علوم و معارف ابر بہاری کی طرح اس طرح برس رہے ہیں کہ قوت مدرکہ ان کے برداشت کرنے سے عاجز ہے۔ قوت مدرکہ تو مجبور و تعبیر ہے۔ وَاِلَّا لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاہُ (اور نہ بادشاہ کے عطیوں کو اس کی سواریاں اٹھا سکتی ہیں)۔

اوّل اوّل یہ شوق تھا کہ ان عجیب علوم کو لکھا جائے۔ مگر اس امر کی توفیق نہ پاتا تھا۔ اور اسی وجہ سے بیقرار رہتا تھا۔ آخرکار تسلی فرمائی کہ ان علوم کے فیضان سے ملکہ کا حاصل کرنا مقصود ہے نہ کہ علوم کا یاد کرنا۔ جیسے کہ طالب علم اس واسطے علم حاصل کرتے ہیں کہ مولویت کا ملکہ حاصل کریں۔ نہ اس لئے کہ صرف و نحو وغیرہ کے اصول حفظ کریں۔ ان میں سے بعض علوم عرض کرتا ہے:۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ وَّهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ (نہیں مانند اس کے کوئی چیز اور وہی ہے سنتا دیکھتا) کلام کا اوّل حصہ تنزیہ محض کا اثبات ہے جیسے کہ خود ظاہر ہے۔ اور اللہ تعالےٰ کا قول وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ اس تنزیہ کو تمام و کامل کرنیوالا ہے۔

اس کا بیان یہ ہے کہ چونکہ عالم کے لئے سمع و بصر کے ثابت ہونے میں باہم مشابہت کے ثبوت کا وہم گذرتا ہے اگرچہ فرضی ہو۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے اس وہم کے دور کرنے کے لئے عالم سے سمع و بصر کی نفی کر دی یعنی سمیع و بصیر وہی اللہ جلّ شانہٗ ہی ہے۔ اور سمع و بصر جو مخلوقات میں پیدا ہے۔ دیکھنے اور سننے میں کچھ دخل نہیں رکھتی۔ جس طرح کہ اللہ تعالےٰ سمع و بصر کو پیدا کرتا

ہے۔ اسی طرح ان دو صفتوں کے پیدا کرنے کے بعد بطریق عادت سماع و رویت یعنی دیکھنے اور سننے کو پیدا کرتا ہے بغیر اس امر کے کہ ان صفات کی تاثیر ہو۔ اور اگر ہم تاثیر کے قائل ہوں تو ان میں تاثیر بھی اُسی کی پیدا کی ہوئی ہے۔ پس جس طرح ان کے اصلی جماد محض ہیں اسی طرح ان کے صفات بھی جماد محض ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ محض اپنی قدرت سے پتھر میں کلام پیدا کر دے۔ تو یہ نہیں کہ سکتے کہ حقیقت میں پتھر کلام کرنیوالا ہے۔ پس جس طرح پتھر جماد محض ہے اس میں یہ صفت بھی اگر بالفرض موجود ہو تو جماد محض ہے۔ اس سے حرف و آواز کے ظاہر ہونے میں اس کا کوئی دخل نہیں۔ تمام صفات اسی طرح پر ہیں ٭

غرض جب یہ دو صفتیں زیادہ ظاہر تھیں۔ ان دونوں کی نفی کے لئے اللہ تعالیٰ نے خاص کیا۔ اور ان دونوں کی نفی سے باقی صفات کی نفی بطریق اولے لازم آئیگی ٭

حق تعالےٰ نے اول علم کی صفت کو پیدا کیا۔ بعد ازاں معلوم کی طرف اس کی توجہ پیدا کی۔ بعد ازاں معلوم کے ساتھ اس کا تعلق پیدا کیا۔ بعد ازاں معلوم کو اس پر منکشف کیا۔ پس علم کی صفت پیدا کرنے کے بعد صرف اپنی عادت کے طور پر انکشاف کو اس میں پیدا کیا۔ تو ظاہر ہے کہ علم کو اس انکشاف میں کیا دخل ہوگا ٭

اسی طرح اول سمع کی صفت کو پیدا کیا۔ بعد ازاں مسموع کی طرف توجہ اور کان لگانا۔ بعد ازاں سننا بعد ازاں مسموع کا ادراک پیدا کیا ٭

اسی طرح اول بصر کو پیدا کیا۔ بعد ازاں دھیری کا پلٹنا اور اشیار کی طرف توجہ بعد ازاں رویت یعنی دیکھنا۔ بعد ازاں دیکھی ہوئی چیز کا ادراک پیدا کیا علیٰ ہذا القیاس ٭

پس سمیع و بصیر وہی ہو سکتا ہے کہ یہ دو صفتیں اس کے سماع و رویت کا مبدا ہوں اور جب ایسا نہیں ہے تو سوائے خدائے تعالےٰ کے کوئی سمیع و بصیر نہیں ہے۔ پس ثابت ہوا کہ ان کے صفات ان کے اصل کی طرح جماد نہیں ہیں۔ پس آخر کلام سے یہ مقصود ہے کہ ان سے تمام صفات کی کلی طور پر نفی ہو جائے۔ نہ یہ کہ ان کے لئے صفات ثابت ہوں اور یہ صفتیں اللہ تعالےٰ کے لئے ہی ثابت ہیں۔ کیونکہ اس سے تنزیہ اور تشبیہ کا باہم جمع ہونا لازم آتا ہے۔ بلکہ تمام آیت کریمہ میں تنزیہ کا اثبات اور کلی طور پر تشبیہ کی نفی ہے ٭

علم اوّل یعنی ان کی صفات کو خاص خدائے تعالےٰ کے لئے ثابت کرنا۔ اور ان کے اصلوں کو محض جماد جاننا اور پرنالے اور کونے کی طرح معلوم کرنا کہ پانی وہاں سے ظاہر ہے

مقام ولایت کے مناسب علوم سے ہے۔ اور علم ثانی یعنی ان کی صفات کو بھی جماد کی طرح معلوم کرنا اور تمام کو میت جاننا کہ اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ (تو بھی مردہ ہے اور یہ بھی مردہ ہیں) مقام شہادت کے مناسب علوم سے ہے۔

اس بیان سے بھی دونوں مقامات کا درمیانی فرق مفہوم ہو جاتا ہے۔ وَالْقَلِیْلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْرِ وَالْجُرْعَةُ تُنْبِئُ عَنِ الْبَحْرِ الْغَدِیْرِ (تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے اور قطرہ بڑے سمندر کی خبر دیتا ہے) ع

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

ترجمہ ع ظاہر ہے سال اچھا اپنی بہار سے

اور ایسے ہی اس عالی مقام والے لوگ مخلوقات کے افعال کو بھی مردہ اور جماد کی طرح پاتے ہیں۔ نہ یہ کہ ان افعال کو حق تعالیٰ کی طرف منسوب کریں۔ اور ان فعلوں کا فاعل اللہ تعالیٰ کو جانیں۔ تَعَالَی اللّٰهُ ذٰلِكَ عُلُوًّا کَبِیْرًا (اللہ تعالیٰ کی ذات اس نسبت سے بلند ہے) مثلاً کوئی شخص پتھر کو ہلاتا ہے اور حرکت دیتا ہے تو نہیں کہ سکتے کہ وہ شخص متحرک ہے۔ بلکہ پتھر ہی حرکت کا ایجاد کرنے والا ہے اور پتھر متحرک ہے باوجود اس کے جس طرح کہ پتھر جماد محض ہے۔ اسی طرح اس کی حرکت بھی جماد محض ہے۔ اور اگر بالفرض اس حرکت سے کوئی شخص ہلاک ہو گیا۔ تو یہ نہیں کہتے کہ پتھر نے مارا۔ بلکہ یہ کہینگے کہ اس شخص نے مارا۔ اور علماء شریعت شَکَرَ اللّٰهُ تَعَالٰی سَعْیَھُمْ کا قول اس علم کے موافق ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ مخلوقات سے افعال کے صادر ہونے کے باوجود خواہ وہ فعل ارادی ہوں یا اختیاری۔ ان فعلوں کے مفعول خدائے تعالیٰ کے اور پیدا کئے ہوئے ہیں اور مخلوقات کے فعل کو ان کے مخلوق اور مصنوع ہونے میں کچھ دخل نہیں۔ ان کے افعال چند حرکتیں ہیں۔ بغیر اس امر کے ان کے لئے معمول کے بنانے میں کچھ تاثیر ہو۔ اگر کہیں کہ اس تقدیر پر افعال کو ثواب و عذاب کا مدار بنانا بیفائدہ ہے۔ جیسے کہ پتھر کو کسی امر کے لئے مکلف کریں۔ اور اس کے فعل پر مدح و ذم مترتب کریں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ سنگ اور مکلفین کے درمیان فرق ہے۔ کیونکہ تکلیف قدرت اور ارادت پر وابستہ ہے اور سنگ میں ارادت نہیں۔ لیکن جب ان کی ارادت بھی حق تعالیٰ کی مخلوق ہے بغیر اس بات کے کہ مراد کے حصول میں اس کی تاثیر ہو۔ وہ ارادت بھی مردہ کی طرح ہے۔ اس بنا

پر کہ مراد اُس کی ثابت ہونے کے بعد بطریق عادت پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر بالفرض مخلوق کی قدرت کو مؤثر کہا بھی جائے۔ جیسے کہ علماء ماوراء النہر (خدا ان کی کوشش کی جزا دیوے) نے کہا ہے۔ تو وہ تاثیر بھی اُس میں خدا کی پیدا کی ہوئی ہے۔ پس اس کی تاثیر میں اس کا ہرگز کچھ اختیار نہیں۔ پس اس کی تاثیر بھی جماد کی مانند ہوئی۔ مثلاً ایک شخص نے ایک پتھر کو دیکھا کہ کسی ہلانے والی کی حرکت سے اوپر سے نیچے گرا اور ایک جاندار کو مار دیا۔ وہ شخص جس طرح پتھر کو جماد جانتا ہے۔ اس کے فعل کو بھی جو حرکت ہے جماد جانتا ہے۔ اور اس فعل کے اثر کو بھی جو اہلاک یعنی مارنا ہے۔ جماد جانتا ہے۔ پس ذات وصفات و افعال سب کے سب محض جمادات اور مردہ ہیں۔ فَهُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ وَهُوَ الْفَعَّالُ لِمَا يُرِيْدُ۔ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمَاتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا (پس وہی زندہ اور قایم دایم ہے اور وہی سُننے والا دیکھنے والا ہے۔ اور وہی جاننے والا اور خبر والا ہے۔ اور وہی کرنے والا ہے جو چاہتا ہے کہ اگر سمندر اللہ تعالےٰ کے کلمات لکھنے کے لئے سیاہی بن جائیں۔ تو سمندر ختم ہو جائیں مگر اللہ تعالےٰ کی باتیں ختم نہ ہوں۔ اگرچہ اتنے اور دریا و سمندر مدد کے طور پر لائیں)۔

گستاخی بہت ہوئی اور جرأت بیحد واقع ہوئی۔ سخن کے جمال نے جو جمیل مطلق کی طرف سے ہے، اس بات پر برانگیختہ کیا کہ جس قدر سخن و راز ہوزیبا ہے۔ اور جو کچھ اسکی طرف سے بیان کیا جائے۔ اچھا معلوم ہوتا ہے۔ حالانکہ اپنے آپ میں کوئی مناسبت نہیں پاتا کہ اُس بارگاہ کی نسبت گفتگو کرے یا اس کا نام پاک زبان پر لائے ؎

ہزار بار بشویم دہن بمشک و گلاب ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی است

ترجمہ ؎ گلاب و مشک سے کتنا ہی مُنہ کو صاف کروں

ادب سے دُور ہے پھر بھی جو نام تیرا لوں

؎ بندہ باید کہ حد خود داند

حضور کی توجہ اور عنایت کا امیدوار ہے۔ اپنی خرابی کی نسبت کیا عرض کرے۔ اور جو کچھ اپنے آپ میں پاتا ہے حضور ہی کی توجہ عالی کی عنایت ہے۔ ورنہ ؎

من ہماں احمد پارینہ کہ ہستم ہستم

میاں شاہ حسین توحید کا طریق رکھتا ہے۔ اور اس میں ملحوظ ہے دل میں آتا ہے کہ وہاں سے اس کو نکالا جائے۔ تاکہ حیرت تک جو اصلی مقصود ہے پہنچ جائے۔

محمد صادق بچپن سے اپنے آپ کو ضبط نہیں کر سکتا۔ اگر سفر میں ہمراہ جاتا ہے۔ بہت ترقی کرتا ہے۔ دامن کوہ کے سیر میں ہمراہ تھا۔ بڑی ترقی کی۔ اور مقام حیرت میں غرق ہے۔ حیرت میں فقیر کے ساتھ بڑی مناسبت رکھتا ہے۔ اور شیخ نور بھی اسی مقام میں ہے۔ اس نے بھی بہت ترقی کی ہے۔ اور اس فقیر کے خویشوں میں سے ایک جوان ہے اس کا حال بہت بلند ہے۔ تجلیات برقی کے نزدیک ہے۔ اور مستعد ہے۔

مکتوب ۱۹

بعض حاجتمندوں کی سفارش میں۔ اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:۔

خادم فقیر کی عرض ہے کہ لشکر سے ایک شخص نے آکر بیان کیا کہ دھلی اور ہندوستان کے وظیفہ داروں کا روپیہ گذشتہ فصل خریف کی بابت حضور کے بلند درگاہ کے ملازموں کے حوالہ ہوا ہے تاکہ حق ثابت کرنے کے بعد حق داروں کو پہنچا دیں۔ اس لئے گستاخی کی گئی ہے کہ ہزار تنکہ فصلانہ شیخ ابوالحسن حافظ و اہل علم کے نام اور ہزار تنکہ فصلانہ شیخ شاہ محمد حافظ کے نام۔ نواب شیخ کی سرکار سے مقرر ہے۔ دونوں مذکورہ بالا شخص زندہ موجود ہیں۔ اس میں کچھ شبہ نہیں۔ اور انہوں نے اپنے کسی معتبر آدمی کو بھیجا ہے۔ اگر خبر مذکور سچی ہو تو ان دونوں مذکورہ بالا اشخاص کا روپیہ حامل عریضہ ہذا کے حوالہ کر دیں۔ یہ دونوں شخص سرہند میں موجود ہیں۔

مکتوب ۲۰

یہ بھی بعض حاجتمندوں کی سفارش میں اپنے پیر بزرگوار کی خدمت میں لکھا ہے:۔

خادم حقیر کی یہ گذارش ہے کہ دوبارہ حبیب اللہ سرہندی کی والدہ اور اس کی بیوی اور دوسرے بزرگوں کے وظائف کے بارہ میں جو عریضہ کے ضمن میں لکھے ہوئے ہیں حضور کے بلند درگاہ کے خادموں کو تکلیف دیتا ہے۔ اگر مذکورہ بالا اشخاص کے وظائف

کاروپیہ وقتاً فوقتاً ملی میں آیا ہُوا ہو۔ مولانا علی کو حکم فرمائیں کہ ان لوگوں کی تسلی کردیں۔ بعض بطریق وکالت کے اور بعض بطریق اصالت کے آتے ہیں۔ اور اگر مبلغات نہ آئے ہوئی ہوں تو مذکورہ بالا اشخاص زندہ اور موجود ہیں۔ پروانوں کے درست کرنے کی التماس کرتے ہیں زیادہ لکھنا گستاخی ہے۔

مکتوب ۲۱

ولایت کے درجوں خاصکر ولایت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درجوں کے بیان میں۔ اور طریقہ علیہ نقشبندیہ کی تعریف۔ اور ان بزرگوں کی نسبت کی بلندی اور باقی تمام طریقوں پر اس طریق کی فضیلت اور اس بیان میں کہ ان کا حضور دائمی ہے حاجی قاری موسیٰ لاہوری کے بیٹے شیخ محمد مکی کی طرف لکھا ہے:۔

آپ کا مکتوب شریف جو اس بندہ ضعیف کے نام لکھا ہُوا تھا پہنچا۔ اللہ تعالیٰ تم کو بڑا اجر دیوے۔ اور تمہارا کام آسان کرے۔ اور تمہارے سینے کو کھولے۔ اور تمہارے عذر قبول فرمائے بحرمت سید البشر علیہ وعلی آلہ الصلوات والتسلیمات جو زیغ بصر یعنی کجی چشم سے پاک ہیں۔

میرے بھائی! جان لو۔ جب تک وہ موت جو موت معروف کے پہلے ہے اور اہل اللہ اس کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ ثابت نہ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی جناب میں پہنچنا محال ہے۔ بلکہ آفاقی جھوٹے معبودوں اور انفسی ہوائی خداؤں کی پرستش سے نجات نہیں مل سکتی۔ اس کے سوا نہ تو اسلام کی حقیقت کا پتہ لگتا ہے اور نہ ہی کمال ایمان میسر ہوتا ہے۔ بھلا پھر خدا کے بندوں کے گروہ میں کس طرح داخل ہو سکتے ہیں۔ اور اوتاد کے درجے تک کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ حالانکہ یہ فنا پہلا قدم ہے جو درجات ولایت میں رکھا جاتا ہے اور بڑا بھاری کمال ہے جو ابتدا ہی میں حاصل ہو جاتا ہے پس یہی بہتر ہے کہ اس ولایت کے اول سے اس کے آخر کا حال اور اس کی ابتدا سے اس کی انتہا کا درجہ قیاس کیا جاوے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ع

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا

ترجمہ: قیاس کر لو مرے باغ سے بہار مری

کسی اور نے بھی ایسا ہی کہا ہے ؎

سالیکہ نکوست از بہارش پیدا

ترجمہ ؎ ظاہر ہے سال اچھا اپنی بہار سے

اور ولایت کے بہت سے درجے ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ کیونکہ ہر نبی کے قدم پر ایک ولایت ہے جو اس نبی سے مخصوص ہے۔ اور اس کے درجات میں سے بلند اور اعلیٰ وہی درجہ ہے جو ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم پر ہے۔ کیونکہ وہ تجلی ذاتی جس میں اسماء وصفات وشیون و اعتبارات کا نہ اثبات کے طور پر اور نہ نفی کے طور پر کچھ اعتبار ہے۔ بلکہ وہ سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت ہی سے مخصوص ہے اور اس مقام میں تمام وجودی اور اعتباری پردوں کا زائل ہو جاتا علمی اور عینی طور پر ثابت ہوتا ہے۔ پس اس وقت وصل عریانی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور وحدت حقیقی ثابت ہوتا ہے نہ ظنی اور تخمینی۔ اور اس عزیز الوجود مقام سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل تابعداروں کو بڑا حصہ حاصل ہوتا ہے ✦

پس اگر تم اس اعلیٰ دولت کے حاصل کرنے اور اس بلند درجہ کی تکمیل کے لئے متوجہ ہو۔ تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری لازم پکڑو۔ اور یہ تجلی ذاتی اکثر مشائخ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک برقی ہے۔ یعنی اللہ تعالےٰ کی بارگاہ کی طرف سے برق کی طرح تھوڑی سی مدت کے لئے تمام حجاب اُٹھائے جاتے ہیں۔ اس کے بعد اسماء وصفات کے پردے اُٹھائے جاتے ہیں۔ اور ذاتی انوار غلبوں میں ڈھانپا جاتا ہے۔ پس حضور ذاتی برق کی طرح ایک لحہ ہوتا ہے۔ اور غیبت ذاتی بہت کثرت سے۔ اور مشائخ نقشبند قدس سرہم کے نزدیک یہ حضور ذاتی دائمی ہے۔ اور ان بزرگواروں کے نزدیک زائل ہو جانے والی اور غیبت کے بدلنے والی حضور کا کچھ اعتبار نہیں ہے ✦

پس ان بزرگواروں کا کمال تمام کمالات سے بڑھ کر ہے۔ اور نسبت سے ان کی مراد حضور ذاتی دائمی ہے۔ اور ان سب باتوں سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ان کاملوں کے طریقہ میں نہایت۔ ابتداء میں درج ہے۔ اور یہ بزرگوار اس امر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ کرام کے پیرو ہیں۔ کیونکہ صحابہ کرام کو نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی پہلی ہی صحبت میں وہ کچھ حاصل ہو جاتا تھا جو دوسروں کو انتہا میں بھی بمشکل حاصل ہو سکے۔

اور یہ بات ابتدا میں انتہا درج ہونے کے سبب سے ہے۔

پس جس طرح ولایت محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام تمام پیغمبروں اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایتوں سے بڑھ کر ہے۔ اسی طرح ان بزرگواروں کی ولایت بھی تمام اولیاء قدس سرہم کی ولایتوں سے بڑھ کر ہے۔ اور کس طرح بڑھ کر نہ ہو جب کہ ان کی ولایت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔

ہاں کامل مشائخ میں سے بعض افراد کو یہ نسبت حاصل ہوئی ہے لیکن وہ بھی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ کی ولایت سے اقتباس ہے۔ جیسے کہ حضرت شیخ ابو سعید قدس سرہٗ نے اس حدیث کے دوام کی خبر دی ہے۔ اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا جذبہ شیخ ابو سعید مذکور قدس سرہٗ کو پہنچا ہے۔ جیسے کہ صاحب نفحات نے نقل کیا ہے۔ اور اس طریقہ علیہ نقشبندیہ کے بعض کمالات کے اظہار سے غرض یہ ہے کہ طالبوں کو اس طریقہ علیہ کی طرف رغبت پیدا ہو۔ ورنہ کجا ہیں اور کجا ان بزرگوں کے کمالات کا بیان۔ مولانا روم صاحب مثنوی میں فرماتے ہیں ؎

شرح او حیف است با اہل جہاں	ہمچو راز عشق باید در نہاں
لیک گفتم وصف او تا رہ برند	پیش ازاں کز فوت آں حسرت خورند

ترجمہ ؎ نامناسب ہے کھول اس کا بیاں	مثل راز عشق چاہیئے یہ نہاں
لیک کہدی وصف تا پائیں وہ راہ	اور اس کے فوت سے یا رہیں آہ

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى جَمِيْعِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى (تم پر اور ان لوگوں پر بھی جو ہدایت کے تابع ہیں۔ سلام ہو۔

مکتوب ۲۲

روح و نفس کے درمیانی تعلق اور ان کے نزول و عروج۔ اور فنائے جسدی اور روحی اور ان کے بقا۔ اور مغلوب الحال درویشوں اور ان لوگوں کے درمیان فرق کے بیان میں جو مقام دعوت کی طرف راجع ہیں شیخ محمد مفتی لاہوری کے بیٹے شیخ عبد المجید کی طرف لکھا ہے:۔

پاک اور منزہ ہے وہ ذات جس نے نور کو ظلمت کے ساتھ جمع کیا اور لامکانی کو

جو جہت سے بری ہے مکانی کے ساتھ جو جہت میں ہے ہمقرین کیا۔ اور ظلمت کو نور کی نظر میں محبوب کر دیا پس وہ نور اس پر فریفتہ ہو گیا۔ اور کمال محبت سے اس کے ساتھ مل گیا تاکہ اس تعلق سے اُس کی روشنی زیادہ ہو جائے۔ اور ظلمت کی ہمسائیگی سے اس کی صفائی کامل ہو جائے۔ جس طرح کہ آئینہ کو جب صیقل کرنا۔ اور اس کی لطافت کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں تو پہلے اُس کو مٹی سے آلودہ کرتے ہیں۔ تاکہ مٹی کی ظلمت کی ہمسائیگی سے اس کی صفائی ظاہر ہو جائے۔ اور مٹی کی کثافت کی وجہ سے اس کی روشنی زیادہ ہو جائے +

پس اس نور نے ظلمانی معشوق کے مشاہدہ میں غرق ہونے اور عنصری جسم سے تعلق ہونے کے باعث جو کچھ اسکو پہلے قدسی شہود سے حاصل تھا۔ فراموش کر دیا۔ بلکہ اپنی ذات اور اپنے وجود کے متعلقات سے بھی بے خبر ہو گیا۔ پس وہ اس کی ہمنشینی سے اصحاب مشئمہ یعنی بائیں ہاتھ والوں میں سے ہو گیا۔ اور اس کی صحبت میں اصحاب میمنہ یعنی دائیں ہاتھ والوں کے فضائل کو ضائع کر دیا۔ پس اگر اسی استغراق کے تنگ کوچہ میں پڑا رہا اور اطلاق و آزادی کے میدان میں نہ پہنچا۔ تو اس پر ہزار افسوس ہے۔ کیونکہ اس کے وجود سے جو مقصود تھا حاصل نہ ہوا۔ بلکہ اس کی استعداد کا جوہر بھی ضائع ہو گیا۔ فَضَلَّ ضَلَالًا بَعِیْدًا (پس بڑا گمراہ ہو گیا) اور اگر نیکی کی توفیق اس کو مل گئی۔ اور خدا کی عنایت اس کے شامل حال ہوئی۔ تو اس نے غفلت سے سر کو اٹھایا۔ اور جو کچھ اس سے گم ہوا تھا یاد کیا۔ اور یہ کہتے ہوئے اپنی پہلی حالت کی طرف رجوع کیا ؎

اے امیدم سوئے تو پس عمرہ وحج من است
حج کو مے کرد تو مو جانب خاک و حجر

ترجمہ ؎
اے میری اُمید میرا حج و عمرہ ہے تو ہی
مٹی پتھر کی طرف ہی دوسروں کا گرچہ حج

اگر اس کو دوبارہ اپنے قدسی مطلوب کے مشاہدہ میں اچھی طرح استغراق حاصل ہو گیا۔ اور بارگاہ مقدس کی طرف پورے طور پر توجہ نصیب ہو گئی۔ تو اس وقت ظلمت اس کے تابع ہو جائیگی۔ اور اس کے انوار کے غلبوں میں مندرج ہو جائیگی۔ پس جب یہ استغراق اس حد تک پہنچ جائے کہ ظلمانی تعلق کو بالکل بھول جائے۔ اور اپنی ذات اور اپنے وجود کے توابع سے کلی طور پر بے خبر ہو جائے۔ اور مشاہدہ نور الانوار میں فانی ہو جائے۔ اور اُس کو پردوں کے پیچھے سے مطلوب کا حضور حاصل ہو جائے تو فنائے جسدی و روحی سے مشرف ہو جائیگا۔

اور اگر اس مشہود میں فنا حاصل ہونے کے بعد اس کو مشہود میں بقا بھی حاصل ہوگئی۔ تو فنا اور بقا کی دو جہتیں اس کو پورے طور پر حاصل ہوگئیں۔ اور اب اسم ولایت کا اطلاق اس پر صحیح ہو گیا پس اس وقت اس کا حال دو امروں سے خالی نہیں ہے۔ یا تو اس کو مشہود میں کُلّی طور پر استغراق اور دائمی استہلاک اور فنا ہوگا۔ یا خلقت کو اللہ تعالےٰ کی طرف بلانے کے لئے راجع ہوگا۔ اس طرح پر کہ اس کا باطن اللہ تعالےٰ کے ساتھ اور اس کا ظاہر خلق کے ساتھ ہوگا۔ اور اس وقت نور اس ظلمت سے جو اس میں مندرج ہے اور اپنے مطلوب کی طرف متوجہ ہے آزاد ہو جاتا ہے۔ اور اس آزادی کے باعث اصحاب یمین یعنی دائیں ہاتھ والوں سے ہو جاتا ہے۔ اگرچہ حقیقت میں اس کے لئے نہ راست ہے نہ چپ۔ لیکن دست راست اس کے حال کے موافق اور اس کے کمال کے مناسب ہے۔ کیونکہ یمین برکت میں دونوں ہاتھوں کے مشترک ہونے کے باوجود دست راست خیریت کی جہت کا جامع ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ کی شان میں وارد ہے کِلْتَا یَدَیْہِ یَمِیْنٌ (اس کے دونوں ہاتھ دائیں ہاتھ کی طرح ہیں) اور وہ ظلمت اس نور سے بندگی اور طاعت کے مقام میں اترآتی ہے۔ اور ہماری مراد نور لامکانی سے رُوح بلکہ اس کا خلاصہ ہے۔ اور جہت میں مقید ہوئی ہوئی ظلمت سے مراد نفس ہے۔ اور ظاہر و باطن سے بھی ہماری مراد یہی ہے ✣

اگر کوئی کہے کہ اولیاے مغلوب الحال کو بھی عالم کے ساتھ شعور اور اس کی طرف توجہ اور اپنے بنی نوع کے ساتھ اختلاط ہوتا ہے ✣

پس دائمی طور پر پوری توجہ اور استہلاک و فنا کے کیا معنے ہیں۔ اور ان کے اور ان لوگوں کے درمیان جو دعوت کے لئے عالم کی طرف راجع ہیں کیا فرق ہے ✣

ہم کہتے ہیں کہ استہلاک اور توجہ تام مراد ہے روح و نفس دونوں کی اکٹھی توجہ سے بعد اس کے کہ رُوح کے انوار میں نفس مندرج ہو جائے۔ جیسے کہ پہلے اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اور عالم کے ساتھ اس کا شعور حواس و قوے اور اعضا کے ذریعے ہوتا ہے جو نفس کے لئے تفصیلوں کی مانند ہیں۔ پس مجمل ملخص اپنے مشہود کے مطالعہ کے باعث رُوحانی انوار کے ضمن میں مستہلک اور فانی رہتا ہے۔ اور اس کی تفصیل پہلے ہی شعور پر باقی رہتی ہے۔ بغیر اس کے کہ اس میں کسی قسم کا فتور واقع ہو۔ برخلاف اس شخص کے جو عالم کی طرف راجع ہے۔ کیونکہ اس کا نفس اطمینان حاصل کرنے کے بعد ان

انوار سے دعوت کے لئے باہر نکل آتا ہے اور اس کو عالم کے ساتھ مناسبت حاصل ہو جاتی ہے اور اس مناسبت کے سبب سے اس کی دعوت مقبول ہو جاتی ہے۔ لیکن اس بات کا بیان کہ نفس مجمل ہے۔ اور اس کے حواس وغیرہ اس کی تفصیل یہ ہے کہ چونکہ نفس کا قلب صنوبری کے ساتھ تعلق ہے اور قلب صنوبری کا تعلق حقیقت جامع قلبیہ کے وسیلے روح کے ساتھ ہے۔ اور روح سے فیوض وارده مجمل طور پر نفس پر نازل ہوتے ہیں پھر اس کے وسیلہ سے تمام قوے و اعضا پر مفصل طور پر پہنچتے ہیں۔ پس ان اعضا کا خلاصہ مجمل طور پر نفس میں موجود ہے۔ اس بیان سے دونوں گروہوں کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا۔

اور جاننا چاہیئے کہ پہلا گروہ صاحبان سکر میں سے ہے اور دوسرا اصحاب صحو میں سے۔ اور شرافت پہلے کے لئے ہے اور فضیلت دوسرے کے لئے۔ اور پہلا مقام ولایت کے مناسب ہے۔ اور دوسرا نبوت کے مناسب۔ اللہ تعالے ہم سب کو اولیا کی کرامتوں سے مشرف فرمائے اور انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی کمال متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ صَلَوٰتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِمْ وَعَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ (اللہ تعالے کی طرف سے ہمارے نبی پر اور تمام انبیا پر اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب اور ملائکہ مقربین اور بندگان صالحین پر قیامت تک صلوات وسلام نازل ہو۔ آمین)۔

کاتب الحروف دعا گو اگرچہ عجمی ہونے کے باعث عربی کو اچھی طرح نہ جانتا تھا۔ لیکن چونکہ آپ کا مکتوب شریف عربی میں لکھا ہوا تھا۔ اس واسطے اس کے موافق عربی میں جواب لکھا گیا۔ والسلام۔

مکتوب ۲۳

پیر ناقص سے طریقہ اخذ کرنے سے منع کرنے اور اس کے نقصان کے بیان میں اور ان القاب سے جو اہل کفر سے مشابہ ہیں زجر و تنبیہ کرنے کے بیان میں عبدالرحیم خانخاناں کی طرف۔ اس کے خط کے جواب میں لکھا ہے:۔

اللہ تعالے اپنے حبیب سید البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل جو تمام سیاہ وسرخ

یعنی نیک و بد کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ ہم کو اور تم کو حال سے خالی قال اور عمل سے خالی علم سے نجات بخشے۔ اور اللہ تعالےٰ اس شخص پر رحم کرے۔ جس نے امین کہا ؛

نیک بخت صادق بھائی نے تمہارا خط پہنچایا۔ اور زبان ترجمان سے آنجناب کا حال جیسا تھا بیان کیا۔ پس میں نے یہ شعر پڑھا ؎

اَھْلاً لِسُعْدٰی وَالرَّسُوْلِ وَحَبَّذَا
وَجْہُ الرَّسُوْلِ یُحِبُّ وَجْہَ الْمُرْسِلِ

فارسی ؎ مرحبا اے پیک قاصد دلدارِ ما دیدنِ روئت لقاء دلبر غمخوارِ ما

اردو ؎ مرحبا صد مرحبا اے قاصدا
دیکھنا تیرا ہے گویا دیکھنا دلدار کا

اے کمالات کے ظہور کو قبول کرنے والے بھائی کہ اللہ تعالےٰ تمہارے فعل کو قوت سے ظہور میں لائے۔ جان لے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ پس افسوس اس شخص پر جس نے اس میں کچھ نہ بویا۔ اور اپنی استعداد کی زمین کو بیکار رہنے دیا۔ اور اپنے اعمال کے بیج کو ضائع کر دیا ؛

اور جاننا چاہیئے کہ زمین کا ضائع اور بیکار کرنا دو طریق پر ہے۔ ایک یہ کہ اس میں کچھ نہ بوئے۔ اور دوسرا یہ کہ اس میں ناپاک اور خراب بیج ڈالے۔ اور پہلی قسم کی نسبت دوسری قسم اضاعت میں بہت مضر اور زیادہ فساد رساں ہے۔ جیسے کہ پوشیدہ نہیں ہے۔ اور بیج کا ناپاک اور خراب ہونا اس طرح پر ہے کہ ناقص سالک سے طریقہ اخذ کریں۔ اور اس کی راہ پر چلیں کیونکہ وہ حرص و ہوا کے تابع ہوتا ہے۔ اور حرص و ہوا والے کی کچھ تاثیر نہیں ہوتی۔ اور اگر بالفرض تاثیر ہو بھی۔ تو اس کی حرص کو ہی زیادہ کریگی پس اس سے سیاہی پر سیاہی حاصل ہوگی۔ اور نیز ناقص کو چونکہ خود وصل نہیں ہے۔ خدا کی طرف پہنچانے والے اور نہ پہنچانے والے رستوں کے درمیان تمیز حاصل نہیں ہے اور ایسے طالبوں کی مختلف استعدادوں کے درمیان فرق نہیں جانتا۔ اور جب اس نے طریق جذبہ اور سلوک کے درمیان تمیز نہ کی۔ تو بسا اوقات طالب کی استعداد ابتدا میں طریق جذبہ کے مناسب ہوتی ہے اور طریق سلوک سے نامناسب ہوتی ہے۔ اور ناقص شیخ نے رستوں اور مختلف استعدادوں کے درمیان تمیز کرنے نہ ہونے کے باعث

ابتدا میں اس کو طریق سلوک پر چلایا۔ تو اُس نے راہ حق سے اس کو گمراہ کر دیا۔ جیسے کہ وہ خود گمراہ ہے ✦

پس جب شیخ کامل مکمل ایسے طالب کی تربیت کرنی چاہے۔ اور اس کو اس طریق پر چلانا چاہے تو اس کو چاہئے کہ اول اس سے اس چیز کو دُور کرے جو ناقص شیخ سے اس کو پہنچی ہے۔ اور جو کچھ اس کے سبب سے اس کا بگاڑ ہوا ہے اس کی اصلاح و درستی کرے۔ پھر اُس کی استعداد کے مناسب اچھا بیج اس کی استعداد کی زمین میں ڈالے۔ پس اس طرح اچھا سبزہ اُگیگا ✦

مَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ طَيِّبَةٍ كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (ناپاک کلمہ کی مثال ناپاک درخت کی طرح ہے جس کی جڑ زمین کے اوپر ہے اور اس کو کوئی قرار نہیں ہے۔ اور پاک کلمہ کی مثال پاک درخت کی طرح ہے کہ اس کی اصل یعنی جڑ ثابت ہے اور اُس کی شاخ آسمان میں) ✦

پس شیخ کامل مکمل کی صحبت سُرخ گندھک یعنی کیمیا ہے۔ اس کی نظر دوا اور اُس کی بات شفا ہے۔ وَبِدُونِهَا خَرْطُ الْقَتَادِ (اور اس کے سوا بیفائدہ رنج و تکلیف ہے) اللہ تعالیٰ ہم کو اور تم کو شریعت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔ کیونکہ یہی مقصود ہے۔ اور اسی پر سعادت اور نجات کا مدار ہے۔ اور کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

محمد عربی کابروئے ہر دو سرا ست　　کسے کہ خاک درش نیست خاک برسر او

ترجمہ ؎ محمدؐ جو ہیں آبرو دو جہاں کی　　جو منکر ہے اس کا وہی ہے شقی

اور ہم اس مضمون کو سید المرسلین کی صلوات و تسلیمات و تحیات و برکات پر ختم کرتے ہیں ✦

تتمہ بڑے تعجب کی بات ہے کہ بھائی صادق نے بیان کیا ہے کہ آپ کے ہمنشین فاضل شاعروں میں سے ایک شخص شعر میں اپنے آپ کو کفر کے لقب سے ملقب کرتا ہے۔ حالانکہ وہ بزرگ سادات اور شریف خاندان میں سے ہے ہائے افسوس! اس کو اس بُرے اسم پر جس کی بُرائی ظاہر ہے کس چیز نے برانگیختہ کیا۔

حالانکہ مسلمان کو لازم ہے کہ ایسے اسم سے ایسا بھاگے جیسے ہلاک کرنے والے شیر سے۔ اور اسکو بہت برا سمجھے۔ کیونکہ یہ اسم اور اس کا مسمّٰے دونوں اللہ تعالےٰ اور اس کے رسُول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک ناپسند و مکروہ ہے۔ اور مسلمان کافروں کے ساتھ عداوت رکھنے اور ان پر سختی کرنے کے لئے مامور ہیں۔ پس ایسے بُرے اسم سے کنارہ کرنا واجب ہے ۔

اور یہ جو بعض مشائخ قدس سرہم کی عبارتوں میں سُکر کے غلبہ کے وقت کفر کی تعریف اور زنّار باندھنے کی ترغیب وغیرہ وغیرہ پائی جاتی ہے۔ تو اس کا مفہوم ظاہر سے پھیر کر تاویل و توجیہ پر محمول ہے۔ کیونکہ اہل سُکر کی کلام اچھے مفہوم پر حمل کی جاتی ہے۔ اور اپنے ظاہر سے پھری ہوئی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ وہ سُکر کے غلبہ کے باعث اس قسم کے ممنوعات کے ارتکاب میں معذور ہیں۔ باوجودیکہ ان بزرگواروں کے نزدیک کفر حقیقی اسلام حقیقی کی نسبت نقص و عیب ہے۔ اور وہ لوگ جو اہل سکر نہیں ہیں وہ اگر ان کی تقلید کریں تو معذور نہیں ہیں نہ ہی ان کے نزدیک اور نہ ہی اہل شرع کے نزدیک۔ کیونکہ ہر چیز کے لئے خاص موسم اور وقت ہوتا ہے کہ وہ چیز اس موسم میں اچھی معلوم ہوتی ہے اور دوسرے موسم میں بُری۔ اور دانا آدمی ایک کو دوسری پر قیاس نہیں کرتا ۔

پس میری طرف سے اس کو التماس کریں کہ اس اسم کو دور کرے۔ اور کسی اچھے اسم سے بدل دیوے۔ اور اپنے آپ کو اسلامی لقب سے ملقب کرے۔ کیونکہ یہ بات مسلمان کے حال و قال کے موافق اور اس اسلام کے مناسب ہے۔ جو اللہ تعالےٰ اور اُس کے رسُول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ دین ہے۔ اور اس میں اس تہمت سے بچنا ہے جس سے بچنے کے لئے ہم مامور ہیں۔ اِتَّقُوْا مِنْ مَّوَاضِعِ التُّہَمِ ایسی سچی کلام ہے کہ اس پر کسی قسم کا غبار نہیں ہے ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَیْرٌ مِّنْ مُّشْرِکٍ (اور بیشک بندہ مومن مشرک سے بہتر ہے) ۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی (اور سلام ہو اُس شخص پر جو ہدایت پر چلتا ہے ۔

مکتوب ۲۴

اس بیان میں کہ صوفی کائن بائن ہے۔ اور اس بیان میں کہ دل کا تعلق ایک سے زیادہ کے ساتھ نہیں ہوتا۔ اور اس بیان میں کہ محبت ذاتی کا ظہور محبوب کے رنج و انعام کو مساوی جاننے کو مستلزم ہے۔ اور اس بیان میں کہ مقربین کی عبادت اور ابرار کی عبادت میں کیا فرق ہے۔ اور اس بیان میں کہ مغلوب الحال اولیاء اور اُن اولیا کے درمیان جو دعوت خلق کی طرف راجع ہیں کیا فرق ہے۔

محمد قلیج خاں کی طرف لکھا گیا ہے:۔

اللہ تعالےٰ اپنے حبیب سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل آپ کو سلامت رکھے اور عافیت بخشے۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّہٗ آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے اُس کی دوستی ہے۔

پس مبارک ہے وہ شخص جس کے دل میں خدا کی محبت کے سوا کسی اور کی محبت نہ ہو۔ اور اس کے سوا کسی اور کا طالب نہ ہو۔ پس ایسا شخص اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہے اور ظاہر میں ان کے ساتھ مشغول ہے۔ اور کائن بائن صوفی کی یہی شان ہے یعنی حقیقت میں اللہ تعالےٰ کے ساتھ ہے اور خلق سے جدا ہے۔ یا یہ مراد ہے کہ ظاہر میں خلق کے ساتھ ہے اور حقیقت میں اس سے جدا۔ اور دل کی محبت کا تعلق ایک سے زیادہ کے ساتھ نہیں ہوتا۔ پس جب تک اس کی محبت کا تعلق اس ایک سے ہوگا اس کے ماسوا سے اس کی محبت نہ ہوگی۔ اور یہ جو اس کی مرادوں کی کثرت اور بہت قسم کی اشیا مثل مال و اولاد و سرداری اور تعریف اور لوگوں میں عزت و شان وغیرہ کے ساتھ اس کی محبت کا تعلق دیکھا جاتا ہے۔ تو اس صورت میں بھی اس کا محبوب ایک ہی چیز ہے اور وہ اس کا اپنا نفس ہے۔ اور ان سب چیزوں کی محبت اس کے اپنے نفس کی محبت کی فرع اور شاخ ہے۔ کیونکہ وہ ان سب چیزوں کو اپنے نفس کے لئے چاہتا ہے نہ کہ اپنے آپ کو ان کے لئے۔ پس جب اس کے اپنے نفس کی محبت زائل ہو جائے۔ تو ان تمام چیزوں کی محبت بھی بالتبع دُور ہو جائیگی۔ اسی سبب سے کہتے ہیں کہ بندہ اور حق تعالےٰ کے درمیان حجاب بندہ کا اپنا نفس ہے نہ کہ جہان۔ کیونکہ اس کا ذاتی مقصود جہان نہیں ہے

تا کہ حجاب ہو جائے۔ بلکہ اس کا مقصود اپنے نفس کے سوا اور کچھ نہیں۔ پس بالضرور حجاب اس کا اپنا نفس ہوگا نہ کوئی اور شے پس جب تک بندہ اپنے نفس کی مراد سے بالکل پاک نہ ہو جائے۔ حق تعالےٰ اُس کی مراد نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی حق تعالےٰ کی محبت اس کے دل میں آسکتی ہے۔ اور یہ اعلےٰ دولت فنائے مطلق کے بعد جو تجلی ذاتی سے وابستہ ہے ثابت و حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ ظلمات کا پورے طور پر رفع ہونا متصور نہیں جب تک کہ سورج اچھی طرح روشن نہ ہو جائے۔ پس جب یہ محبت جس کو محبت ذاتی سے تعبیر کرتے ہیں حاصل ہو جائے۔ تو اس وقت محب کے نزدیک محبوب کا انعام اور ایلام یکساں معلوم ہوتا ہے۔ پس اس کو اس وقت اخلاص حقیقی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور خدا کی عبادت خاص اسی کے لئے کرتا ہے نہ اپنے نفس کے لئے یعنی انعام کی طلب اور رنج کے دفع کرنے کی غرض سے نہیں کرتا۔ کیونکہ یہ دونوں اس کے نزدیک برابر ہیں۔ اور یہ مرتبہ مقربین کا ہے کیونکہ ابرار محبت ذاتی کی سعادت سے کامیاب ہونے کے باعث اللہ تعالےٰ کی عبادت خوف و طمع کی نیت سے کرتے ہیں۔ اور یہ دونوں امر ان کے اپنے نفس کی طرف راجع ہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ ابرار کی نیکیاں مقربین کے لئے گناہ ہیں۔ پس ابرار کے حسنات ایک وجہ سے نیکیاں ہیں اور ایک وجہ سے برائیاں۔ اور مقربین کے حسنات خالص اور محض نیکیاں ہیں ❖

ہاں مقربین میں سے بھی بعض لوگ بقاء کامل سے موصوف ہونے اور عالم اسباب کی طرف نزول کرنے کے بعد خوف و طمع کی نیت پر خدا کی عبادت کرتے ہیں لیکن ان کا خوف و طمع ان کے اپنے نفسوں کی طرف راجع نہیں ہوتا۔ بلکہ وہ اس کی رضامندی کی طمع پر اور اس کے غضب سے ڈر کے مارے عبادت کرتے ہیں۔ اور ایسے ہی جنت کو وہ اس واسطے طلب کرتے ہیں کہ وہ اس کی رضا کا مقام ہے نہ اپنے نفسوں کے حظ و فائدہ کے لئے۔ اور دوزخ سے اس واسطے پناہ مانگتے ہیں کہ اُس کے غضب کا مقام ہے۔ نہ کہ اپنی جانوں سے رنج و الم کو دور کرنے کے لئے۔ کیونکہ یہ بزرگوار نفسوں کی غلامی سے آزاد ہو کر خالص اللہ تعالےٰ ہی کے لئے ہو گئے ہیں۔ اور مقربین کے مرتبوں میں سے یہ رتبہ نہایت اعلےٰ ہے۔ اور اس مرتبہ والے شخص کو ولایت خاصہ کے مرتبہ سے متصف ہونے کے بعد مقام نبوت کے کمالات سے کامل حصہ حاصل ہوتا ہے۔ اور وہ

شخص جو عالم اسباب کی طرف نزول نہ کرے وہ مغلوب الحال اولیا میں سے ہے۔ اور اس کو مقام نبوت کے کمالات سے کچھ حصہ حاصل نہیں ہے۔ اس لئے وہ تکمیل و ارشاد کے بھی لائق نہ ہو گا۔ برخلاف اول کے۔

رَزَقَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مَحَبَّۃَ ھٰؤُلَاءِ الْاَکَابِرِ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْبَشَرِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا فَاِنَّ الْمَرْءَ مَعَ مَنْ اَحَبَّ اللہ تعالےٰ ہم کو سید البشر صلے اللہ و علے آلہ و اتباعہ وسلم کی طفیل ان بزرگواروں کی محبت عطا فرمائے۔ کیونکہ آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کی اس کو محبت ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۵

حضرت سید المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی متابعت پر ترغیب دینے کے بیان میں۔ خواجہ جہان کی طرف لکھا ہے:۔

اللہ تعالےٰ آپ کے دل کو سلامت رکھے اور آپ کے سینے کو کھولے اور آپ کے نفس کو پاک کرے اور آپ کے بدن کے چمڑے کو نرم کرے۔ یہ سب کچھ بلکہ رُوح اور سِر اور خفی اور اخفیٰ کے تمام کمالات حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری پر وابستہ ہیں۔ پس آپ کو چاہیئے کہ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت اور ان کے خلفائے راشدین ہادین مہدیین کی متابعت کو لازم پکڑیں۔ کیونکہ وہ ہدایت کے ستارے اور ولایت کے آفتاب ہیں۔ پس جس شخص کو ان کی تابعداری کا شرف حاصل ہوا فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا (وہ دونوں جہان میں بڑھ کر کامیاب ہوا) اور جو ان کی مخالفت پر پیدا ہوا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِیْدًا وہ سخت گمراہ ہو گیا۔

بقیہ مضمون یہ ہے کہ شیخ سلطان مرحوم کے دونوں بیٹوں کے لئے گذارہ و معیشت کی بہت تنگی اور ناچاری ہے۔ اس واسطے آنجناب سے التماس ہے کہ ان کی ہر طرح مدد و اعانت کریں۔ کیونکہ آپ اس بات کے لائق ہیں۔ بلکہ خدائے تعالےٰ نے آپ کو تمام لوگوں کی حاجتوں کو پورا کرنے کی توفیق بخشی ہے۔ اللہ تعالےٰ آپ کو زیادہ

زیادہ توفیق دیوے۔ اور خیر و بہتری کو آپ کا رفیق بنائے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَ عَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ آپ کو اور تمام ہدایت کی راہ پر چلنے والوں کو سلام ہو۔

مکتوب ۲۶

اس بیان میں کہ شوق ابرار کو ہوتا ہے اور مقربین کو نہیں ہوتا۔ اور اس مقام کے مناسب علوم کے بیان میں شیخ عالم مولانا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا گیا ہے:۔

اللہ تعالےٰ ہم کو اور تم کو حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی شریعت کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔

حدیث قدسی میں وارد ہے اَلَا طَالَ شَوْقُ الْاَبْرَارِ اِلٰی لِقَائِیْ وَاَنَا اِلَیْهِمْ لَاَشَدُّ شَوْقًا کہ خبردار ابرار کا شوق میرے دیدار کے لئے حد سے بڑھ گیا۔ اور میں اُن سے بھی زیادہ ان کی طرف مشتاق ہوں۔

اللہ تعالےٰ نے شوق کو ابرار کے لئے ثابت کیا۔ کیونکہ مقربین واصلین کو شوق نہیں رہتا۔ اس لئے کہ شوق مطلوب کے گم ہونے کو چاہتا ہے۔ اور مطلوب کا گم ہونا ان کے حق میں مفقود ہے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ انسان اپنے نفس کی طرف اشتیاق نہیں رکھتا۔ حالانکہ اپنے نفس سے اُس کو بڑی محبت ہوتی ہے۔ کیونکہ مطلوب یعنی اپنے آپ کو گم کرنا اُس کے لئے ثابت نہیں۔

پس مقرب واصل کا حال جو اللہ کے ساتھ باقی اور اپنے نفس سے فانی ہے اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایسا ہے۔ جیسے انسان کا حال اپنے نفس کے ساتھ۔

پس ثابت ہوا کہ ابرار ہی مشتاق ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ محب فاقد ہیں۔ اور ابرار سے ہماری مراد وہ شخص ہے جو مقرب واصل نہ ہو۔ خواہ ابتدا میں ہو یا وسط میں۔ اگرچہ وسط سے رائی کے دانہ کے برابر باقی رہا ہو۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست ۔۔۔ درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است

ترجمہ ؎ فراق دوست تھوڑا بھی بہت ہے حق میں عاشق کے
اگر ہو نیم مُو جتنا بھی تو بھی سخت مشکل ہے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ آپ نے ایک قاری کو دیکھا کہ قرآن پڑھ رہا ہے اور رو رہا ہے۔ اس کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ ہم بھی ایسا ہی کرتے تھے لیکن ہمارے دل سخت ہو گئے ہیں۔ آپ کا یہ فرمانا مدح بما یشبہ الذم کی قسم سے ہے ؂

اور خاکسار نے اپنے شیخ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ سے سنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ منتہی واصل بسا اوقات اس شوق اور طلب کی آرزو کرتا ہے۔ جو اس کو پہلے حاصل تھا ؂

اور شوق کے دور ہونے کے لئے اول مقام سے بڑھ کر کامل ایک اور مقام ہے اور وہ ادراک و معرفت سے عجز و نا امیدی کا مقام ہے۔ کیونکہ شوق وہاں ہوتا ہے جہاں کہ مطلوب حاصل ہونے کی امید ہو۔ پس جہاں امید نہیں شوق بھی نہیں۔ اور جب نہایت کمال تک پہنچنے والا ایسا کامل شخص عالم کی طرف بدستور رجوع کرتا ہے۔ تو عالم کی طرف رجوع کرنے سے مطلوب کے گم ہونے کی وجہ سے پھر بھی شوق اس کی طرف عود نہیں کرتا۔ کیونکہ اس کے شوق کے غائب ہونے کا باعث مطلوب کا گم ہونا نہیں تھا بلکہ یاس و نا امیدی کا حاصل ہونا تھا۔ جو رجوع کے بعد اب بھی موجود ہے۔ برخلاف پہلے کامل کے کہ عالم کی طرف رجوع کرنے کے وقت فقدان کے حاصل ہونے سے جو اول زائل ہو چکا تھا۔ پھر اس کی طرف شوق عود کرتا ہے۔ پس رجوع سے فقدان یعنی مطلوب کا گم ہونا پایا گیا۔ تو وہ شوق جو اس کے زائل ہونے سے دور ہو گیا ہوا تھا۔ پھر حاصل ہو جائیگا یہ نہیں کہا جاتا کہ وصول الی اللہ کے مراتب کبھی منقطع نہیں ہوتے۔ پس ان مراتب میں سے بعض کی توقع کی جاتی ہے۔ اس وقت مقرب واصل کے لئے بھی شوق کا ہونا متصور ہے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ مراتب وصول الی اللہ کا منقطع نہ ہونا سیر تفصیلی پر مبنی ہے۔ جو اسماء و صفات و شیون و اعتبارات میں واقع ہے۔ اور اس سالک کے حق میں نہایت تک پہنچنا متصور نہیں۔ اور اس سے کبھی شوق زائل نہیں ہوتا ہے۔ اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں وہ منتہی واصل وہ ہے جس نے ان مراتب کو اجمالی طور پر طے کیا ہے۔ اور ایسے مقام تک پہنچ گیا ہے جس کو نہ کسی عبارت سے تعبیر کر سکتے ہیں اور نہ کسی اشارے سے اس کو بیان کر سکتے ہیں۔ پس وہاں ہرگز توقع متصور نہیں ہے۔ اسی واسطے اس سے

شوق اور طلب بھی زائل ہو جاتا ہے۔ اور یہ حال خواص اولیا کا ہے۔ کیونکہ یہ وہ لوگ ہیں۔ جو صفات کی تنگی سے عروج کرکے دربار الٰہی تک پہنچ گئے ہیں۔ برخلاف ان لوگوں کے جو صفات میں تفصیلی طور پر سالک ہیں۔ اور شیونات میں ترتیب وار سیر کرنے والے ہیں۔ کیونکہ یہ لوگ تجلیات صفاتیہ میں ہمیشہ تک محبوس رہتے ہیں۔ اور مراتب وصول ان کے حق میں صفات تک ہی ہیں۔ اور بارگاہ خداوندی تک عروج کرنا صفات و اعتبارات میں اجمالی سیر کے سوائے متصور نہیں۔ اور جس کا سیر اسما میں تفصیلی طور پر واقع ہوا۔ وہ صفات اور اعتبارات میں مقید رہا۔ اور اس سے شوق و طلب زائل نہ ہوا۔ اور اس سے وجد و تواجد دور نہ ہوا۔ پس شوق و تواجد والے لوگ تجلیات صفاتیہ والے لوگ ہیں۔ اور جب یہ لوگ شوق اور وجد میں رہیں تجلیات ذاتی سے ان کو کچھ حصہ حاصل نہیں ہوتا۔ پس اگر کوئی کہنے والا کہے کہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے شوق کے کیا معنے ہیں۔ حالانکہ اس سے کوئی چیز مفقود نہیں۔ تو میں کہتا ہوں شوق کا ذکر اس جگہ ممکن ہے کہ صفت مشاکلت کی قسم سے ہو۔ اور اس میں شدت کا ذکر اس اعتبار سے ہو کہ جو کچھ عزیز جبار خدائے تعالےٰ کی طرف منسوب کیا جاوے۔ وہ شدید اور غالب ہوتا ہے۔ نسبت اس چیز کے جو بندۂ ضعیف کی طرف منسوب کیا جاوے۔ یہ جواب علما کے طریق پر ہے اور بندۂ ضعیف یعنی خاکسار کے نزدیک اور کئی قسم کے جواب ہیں۔ جو طریق صوفیہ کے مناسب ہیں۔ لیکن وہ جواب ایک قسم کا سکر چاہتے ہیں۔ اور سکر کے بغیر ان کا بیان کرنا اچھا نہیں بلکہ جائز نہیں۔ کیونکہ مست معذور ہیں اور ہشیار پوچھے جائینگے۔ اور اب میرا حال محض ہشیاری ہے۔ اس واسطے ان کا ذکر کرنا میرے حال کے مناسب نہیں ہے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلاً وَاٰخِرًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِيِّهٖ دَائِمًا وَسَرْمَدًا۔ اول و آخر سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے۔ اور اس کے نبیؐ پر ہمیشہ صلوٰۃ و سلام ہو۔

مکتوب ۲۷

طریقہ علیہ نقشبندیہ کی تعریف اور ان بزرگواروں کی بلندی نسبت کے بیان میں۔ خواجہ عمک کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو +

آپ کا مبارک نامہ جو از روئے کرم کے اس مخلص کے نام لکھا ہوا تھا۔ اس کے آنے سے فقیر بہت خوش ہوا ۔ خدا آپ کو سلامت رکھے ۔ فقیر نہیں چاہتا کہ آپ کو تکلیف دیوے بغیر اس بات کے کہ اس طریقہ علیہ نقشبندیہ کی تعریف کرے +

میرے مخدوم! اس سلسلۂ علیہ کے بزرگواروں کی عبارتوں میں لکھا ہے کہ ہماری نسبت سب نسبتوں سے بڑھ کر ہے ۔ نسبت سے ان کی مراد حضور و آگاہی ہے اور وہ حضور جو ان کے نزدیک معتبر ہے حضور بے غیبت ہے جس کو یادداشت سے تعبیر کرتے ہیں +

پس ان بزرگواروں کی نسبت سے مراد یادداشت ہے ۔ اور یادداشت جو اس فقیر کے فہم قاصر میں قرار پائی ہے ، اس تفصیل پر مبنی ہے کہ تجلی ذاتی حضرت ذات کے حضور سے مراد ہے ۔ جو بے ملاحظۂ اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کے ظاہر ہو اور مشائخ نے اس تجلی کو تجلی برقی کہا ہے ۔ یعنی تھوڑی دیر کے لئے شیون و اعتبارات رفع ہو جاتے ہیں ۔ اور پھر شیون و اعتبارات کے پردے چھا جاتے ہیں ۔ پس اس تقدیر پر حضور بے غیبت متصور نہیں ۔ بلکہ تھوڑی دیر حضور ہے اور اکثر اوقات غیبت پس یہ نسبت ان عزیزوں کے نزدیک معتبر نہیں ہے ۔ حالانکہ اس تجلی کو دوسرے سلسلوں کے مشائخ نے نہایت النہایت کہا ہے ۔ اور جس وقت یہ حضور دائمی ہو جائے اور ہرگز پردے میں نہ آئے ۔ اور ہمیشہ بے پردہ اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کے جلوہ گر ہو تو اس وقت حضور بے غیبت ہو گا ۔ پس ان بزرگواروں کی نسبت کو دوسروں کی نسبت کے ساتھ قیاس کرنا چاہیئے ۔ اور بے تکلف سب سے برتر جاننا چاہیئے ۔ اس قسم کا حضور اگرچہ بہت لوگوں کو بعید معلوم ہوتا ہے ۔ لیکن ؎

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ ؎ مبارک منعموں کو اپنی دولت مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

یہ نسبت علیہ ایسی نادر و قلیل الوجود ہے کہ اگر بالفرض اسی بزرگ سلسلہ کے مشائخ

کے سامنے بیان کی جاتی ۔ تو گمان ہے کہ ان میں سے اکثر انکار کر دیں اور ہرگز یقین نہ کریں۔ وہ نسبت جو اس خانوادہ بزرگ کے مشائخ میں متعارف اور مشہور ہے مراد ہے حق تعالے کے حضور اور شہود سے اس طرح پر کہ شاہدی اور مشہودی کے وصف سے پاک ہو۔ اور مراد ہے اس توجہ سے جو جہات ستہ مشہورہ سے خالی ہو۔ اگرچہ فوق کی جہت کا وہم گذرتا ہے اور بظاہر دوام قبول کرتا ہے۔ یہ نسبت صرف مقام جذبہ میں بھی ثابت ہو جاتی ہے۔ اور اس کی فوقیت کے لئے کوئی وجہ ظاہر نہیں ہے۔ برخلاف یادداشت سابقہ کے کہ جس کا حاصل ہونا بہت جذبہ اور مقامات سلوک کے تمام ہونے کے بعد ہے۔ اور اس کے درجہ کی بلندی کسی پر پوشیدہ نہیں ہے۔ اگر پوشیدگی ہے تو صرف اس کے حاصل ہونے میں ہی ہے۔ اگر کوئی حاسد حسد کے باعث انکار کرے اور ناقص اگر اپنے نقص کی وجہ سے منکر ہو جائے تو معذور ہے ؎

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور — حاش للہ کہ برارم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

ترجمہ: گر کوئی قاصر لگائے طعنہ ان کے حال پر — توبہ توبہ گر زباں پر لاؤں میں اس کا گلہ
شیر ہیں جکڑے ہوئے اس سلسلے میں سب کے سب — ٹوٹ جائے لومڑی سے کیسے پھر یہ سلسلہ

مکتوب ۲۸

بلندی حال کے بیان میں خواجہ عمک کی طرف لکھا ہے۔ لیکن ایسی عبارت میں تحریر ہے جس سے نزول و بُعد کا وہم پیدا ہوتا ہے:۔

آپ کا مبارک نامہ جو ازروئے کرم کے اس مخلص کے نام لکھا ہوا تھا فقیر اس کے صادر ہونے سے خوش ہوا۔ اور اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ یہ کتنی بڑی نعمت ہے کہ آزاد لوگ قیدیوں کو یاد کریں۔ اور کس قدر بھاری دولت ہے کہ وصل لوگ ہجر کے ماروں کی غمخواری کریں۔ بیچارے مہجور نے جب اپنے آپ کو وصال کے لائق نہ پایا۔ ناچار جدائی کے گوشہ میں پوشیدہ ہو گیا۔ اور قرب سے بھاگ کر بُعد میں آرام لیا۔ اور اتصال سے انفصال کے ساتھ قرار پکڑا۔ اور جب آزادی کے اختیار کرنے میں گرفتاری دیکھی۔ ناچار گرفتاری کو اختیار کیا ؎

چوں طمع خواہد زمن سلطانِ دیں خاک بر فرق قناعت بعد ازیں

ترجمہ :- چاہتا ہے جب طمع سلطانِ دیں پھر مجھے حاجت قناعت کی نہیں

بے ربط عبارتوں اور پراگندہ اشاروں میں لکھا ہے۔ اس سے زیادہ آپ کو کیا تکلیف دی جائے۔ ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی مُتَابَعَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلٰوةِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب ۲۹

فرضوں کے ادا کرنے اور سنتوں اور مستحبوں کی رعایت کرنے کی ترغیب اور فرضوں کے مقابلہ میں نفلوں کے ادا کرنے کی پروا نہ کرنے کے بیان میں۔ اور آدھی رات کے بعد نماز خفتن کو ادا کرنے سے منع کرنے اور وضو کے مستعمل پانی پینے کو جائز سمجھنے سے روکنے۔ اور مریدوں کو سجدہ کرنے کے جائز جاننے سے منع کرنے کے بیان میں شیخ نظام تھانیسری کی طرف صادر فرمایا ہے :-

عَصَمَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِیَّاکُمْ عَنِ التَّعَصُّبِ وَالتَّعَسُّفِ وَنَجَّانَا وَاِیَّاکُمْ عَنِ التَّلَهُّفِ وَالتَّاَسُّفِ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْبَشَرِ الْمَنْفِیِّ عَنْهُ زَیْغُ الْبَصَرِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوٰتِ اَتَمُّهَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا۔

حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو تعصب اور کج روی سے بچائے۔ اور افسوس و اندوہ سے نجات دے بحرمت سید البشر کے جو کجی چشم سے پاک صاف ہیں صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

اعمال مقربہ یعنی وہ عمل جن سے درگاہ الٰہی میں قرب حاصل ہوتا ہے فرض ہیں یا نفل فرضوں کے مقابلہ میں نفلوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ فرضوں میں سے ایک فرض کا ادا کرنا۔ ہزار سالہ نفلوں کے ادا کرنے سے بہتر ہے۔ اگرچہ وہ نفل خالص نیت سے ادا کئے جائیں۔ اور خواہ وہ نفل از قسم نماز و روزہ و ذکر و فکر وغیرہ وغیرہ ہوں۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ فرائض کے ادا کرنے کے وقت سنتوں میں سے کسی سنت اور مستحبات میں سے کسی مستحب کی رعایت کرنا بھی یہی حکم رکھتا ہے۔

منقول ہے کہ ایک دن امیر المؤمنین حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ

نے صبح کی نماز جماعت سے ادا کی۔ نماز سے فارغ ہو کر آدمیوں میں نگاہ کی۔ اپنے یاروں میں سے ایک شخص کو اُس وقت موجود نہ دیکھا۔ فرمایا کہ فلاں شخص جماعت میں حاضر نہیں ہوا۔ حاضرین نے عرض کی کہ وہ اکثر رات کو جاگتا رہتا ہے۔ شاید اس وقت سو گیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تمام رات سویا رہتا اور صبح کی نماز جماعت کے ساتھ ادا کرتا تو اس کے لئے بہتر ہوتا پس مستحب کی رعایت کرنا اور مکروہ سے بچنا اگرچہ تنزیہی ہو ادنے ہے چہ جائیکہ تحریمی ہو۔ ذکر اور فکر اور مراقبہ اور توجہ سے کئی درجے بہتر ہے۔ ہاں اگر اس رعایت اور اجتناب کے ساتھ یہ امور جمع ہوں۔ تو فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا بڑی کامیابی ہے۔ وَبِدُوْنِهٖ خَرْطُ الْقَتَادِ ورنہ بیفائدہ رنج ہے ❖

مثلاً زکوٰۃ کے طور پر ایک دانگ کا صدقہ کرنا جس طرح کہ نفلی طور پر سونے کے پہاڑ صدقہ کرنے سے کئی درجہ بہتر ہے۔ ویسے ہی اس دانگ کے صدقہ کرنے میں کسی ادب کا رعایت کرنا مثلاً اس کو کسی قریبی محتاج کو دینا بھی اس سے کئی درجے بہتر ہے ❖

پس نماز خفتن کو آدھی رات کے بعد ادا کرنا اور اس تاخیر کو قیام لیل یعنی نماز تہجد کی تاکید کا وسیلہ بنانا بہت بُرا ہے۔ کیونکہ حنفیہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک نماز خفتن کا ایسے وقت میں ادا کرنا مکروہ ہے۔ ظاہراً اس کراہت سے اُن کی مراد کراہت تحریمیہ ہے۔ کیونکہ نماز خفتن کا ادا کرنا آدھی رات تک اُن کے نزدیک مُباح ہے۔ اور نصف رات کے بعد مکروہ پس وہ مکروہ جو مباح کے مقابل ہے مکروہ تحریمی ہی ہے۔ اور شافعیہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک نماز خفتن کا اس وقت ادا کرنا جائز ہی نہیں۔ پس قیام لیل یعنی تہجد اور ذوق و جمعیت کے حاصل ہونے کے لئے اس وقت میں اس امر کا مرتکب ہونا بہت بُرا ہے۔ اس غرض کے لئے وتر کے ادا کرنے میں تاخیر کرنا بھی کافی ہے۔ اور یہ تاخیر بھی مستحب ہے۔ وتر بھی اچھے وقت میں ادا ہو جاتے ہیں۔ اور تہجد اور صبح کے وقت جاگنے کی غرض بھی حاصل ہو جاتی ہے پس اس عمل کو ترک کر دینا چاہئے اور گذشتہ نمازوں کو پھر ادا کرنا چاہئے ❖

امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ نے وضو کے آداب میں سے ایک ادب کے ترک ہونے کے باعث اپنی چالیس سال کی نمازوں کو قضا فرمایا ❖

اور نیز مستعمل پانی جس سے حدث اور ناپاکی کو دُور کیا ہو۔ یا اُس کو قربت یعنی عبادت و ثواب کی نیت سے استعمال کیا ہو۔ وضو کے وقت مناسب نہ سمجھیں کہ لوگ اس کو پئیں۔

کیونکہ وہ پانی امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک نجس مغلظ ہے۔ اور فقہاء نے اس پانی کے پینے سے منع کیا ہے۔ اور اس کا پینا مکروہ لکھا ہے۔ ہاں وضو کے باقیماندہ پانی کا پینا شفا فرمایا ہے۔ اگر کوئی از روئے اعتقاد کے طلب کرے۔ تو اس کو وہ پانی دیویں +

اس فقیر کے لئے دہلی میں ایک دفعہ اس قسم کا امتحان واقع ہوا تھا۔ بعض یاروں کو واقع میں ایسا ظاہر ہوا تھا کہ فقیر کے وضو کے مستعمل پانی کو پئیں ورنہ بڑا ضرر لاحق ہوگا بہتیرا منع کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ آخر کار فقہا کی کتابوں کی طرف رجوع کی اور نجات کا سبب مل گیا۔ کہ اگر تین دفعہ غسل کرنے کے بعد ثواب عبادت کی نیت نہ کریں۔ تو چوتھی مرتبہ پانی مستعمل نہیں ہوتا۔ یہ حیلہ تجویز کر کے ثواب کی نیت کے بغیر چوتھے غسل کے پانی کو پینے کیلئے دیا +

اور نیز معتبر آدمیوں نے بیان کیا ہے کہ آپ کے بعض خلفا کو ان کے مرید سجدہ کرتے ہیں۔ اور زمین بوسی پر بھی کفایت نہیں کرتے۔ اس فعل کی برائی آفتاب سے زیادہ ظاہر ہے۔ ان کو منع کریں اور بڑی تاکید کریں کہ اس قسم کے فعلوں سے بچنا ہر ایک آدمی کے لئے ضروری ہے۔ خاصکر اس شخص کے لئے جو خلق کا مقتدا و پیشوا بنا ہوا ہو +

اس قسم کے افعال سے پرہیز کرنا نہایت ہی ضروری ہے۔ کیونکہ اس کے پیرو اور تابعدار اس کے فعلوں کی اقتدا کرینگے۔ اور بلا و مصیبت میں پڑ جائینگے +

اور نیز اس گروہ کے علوم احوال کے علوم ہیں۔ اور احوال اعمال کے نتیجے اور ثمرے ہیں۔ اور احوال کے علوم سے اس شخص کو ورثہ ملتی ہے جس نے اعمال کو درست کیا ہو۔ اور ان کے اچھی طرح ادا کرنے پر قائم ہو۔ اور اعمال کا صحیح اور درست طریق پر ادا کرنا اس وقت میسر ہوتا ہے جب کہ اعمال کو پہچاننے اور ہر عمل کی کیفیت کو جاننے۔ اور وہ احکام شرعی مثلاً نماز۔ روزہ و باقی فرائض اور معاملات او نکاح و طلاق و بیع و شرے۔ اور ہر ایک اس چیز کا علم ہے جو حق تعالےٰ نے اس پر واجب کیا ہے اور اس کی طرف اس کو دعوت فرمایا ہے۔ اور یہ علوم کسبی ہیں۔ ان کے سیکھنے سے کسی کو چارہ نہیں ہے +

اور علم دو مجاہدوں کے درمیان ہے۔ ایک وہ مجاہدہ جو علم کے حاصل ہونے سے پہلے اس کی طلب میں ہوتا ہے۔ دوسرا وہ مجاہدہ جو علم حاصل ہونے کے بعد اس کے استعمال میں ہوتا ہے +

پس چاہیئے کہ جس طرح آپ کی مجلس مبارک میں کتب تصوف کا ذکر ہوتا رہتا ہے۔ اسی

طرح فقہ کی کتابوں کا بھی ذکر ہونا چاہیئے۔ اور فقہ کی کتابیں فارسی میں بہت ہیں مثلاً مجموعہ خانی وعمدۃ الاسلام اور کنز فارسی کے۔ بلکہ کتب تصوّف اگر نہ بھی مذکور ہوں۔ تو کچھ خوف نہیں کیونکہ وہ احوال سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور قال میں نہیں آتیں۔ اور کتب فقہ کے مذکور نہ ہونے میں ضرر کا احتمال ہے۔ زیادہ کیا طول کلامی کرے۔ اَلْقَلِیْلُ یَدُلُّ عَلَی الْکَثِیْرِ تھوڑا بہت پر دلالت کرتا ہے ؎

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ ؎
غم دل اس لئے تھوڑا کہا ہے ای میرے مشفق
کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سُن سُن کے دل تیرا

رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِیَّاکُمْ کَمَالَ اِتِّبَاعِ حَبِیْبِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال متابعت عطا فرمائے۔

مکتوب ۳۰

شہود آفاقی اور انفسی اور شہود انفسی اور تجلی صوری کے درمیان تفرقہ کے بیان میں۔ اور مقام عبدیت کے شان کی بلندی میں۔ اور اس مقام کے علوم کو شرعی علوم کے ساتھ مطابق کرنے اور اس کے مناسب بیان میں۔ مُلا محمد صدیق جو اس درگاہ کے قدیم خدمتگاروں میں سے ہے کہا کرتا تھا کہ یہ مکتوب بھی شیخ نظام تھانیسری کی طرف صادر ہوا ہے:۔

شَرَّفَکُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِکَمَالِ الْاِتِّبَاعِ الْمُحَمَّدِیِّ وَزَیَّنَکُمْ بِالزِّیِّ السَّنِیِّ الْمُصْطَفَوِیِّ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّحِیَّاتِ اَکْمَلُهَا۔ حق تعالیٰ آپ کو کمال اتباع محمدی سے مشرف کرے۔ اور روشن لباس مصطفوی سے آراستہ کرے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

مَیں نہیں جانتا کیا لکھوں۔ اگر اپنے مولائے کریم کی پاک بارگاہ کی نسبت کوئی بات زبان پر لاؤں تو محض کذب و افترا ہوگا۔ اس کی اعلیٰ بارگاہ اس سے بہت بلند ہے کہ مجھ جیسے بیہودہ گو کی زبان سے اس کی تعریف ہو سکے۔ بھلا چون بیچون کی نسبت کیا بیان

کرے۔ اور محدث قدیم سے کیا ڈھونڈے۔ اور مکانی لامکانی میں کب ٹک دوڑے۔ وہ بیچارہ اپنے باہر سے زیادہ کچھ نہیں رکھتا۔ اور اپنے ماورے میں گذر نہیں رکھتا ؎

ذرہ گر بس نیک ور بس بد بود | گرچہ عمرے تگ زند در خود بود

ترجمہ ؎ ذرہ ہووے نیک یا ہووے بُرا | عمر بھر دوڑے وہیں ہوگا پڑا

یہ معنی سیر انفسی میں بھی حاصل ہیں۔ جو کام کی نہایت میں میسر ہوتا ہے۔

حضرت خواجہ بزرگ خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اہل اللہ فنا و بقا کے بعد جو کچھ دیکھتے ہیں اپنے آپ میں دیکھتے ہیں اور جو کچھ پہچانتے ہیں اپنے آپ میں پہچانتے ہیں۔ اور ان کی حیرت اپنے وجود میں ہے وَفِيٓ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔

اس سے پہلے جو سیر کہ ہے سیر آفاقی میں داخل ہے کہ جس کا حاصل بیجا صلی ہے بیجاصلی کا لفظ اصل مطلب کے حاصل ہونے کی نسبت اطلاق کیا گیا ہے۔ ورنہ وہ بھی منجملہ شرائط اور اسباب کے ہے۔

شہود انفسی سے کوئی شخص وہم میں نہ پڑ جائے۔ اور اس کو تجلی صوری کے شہود کی طرح جو متجلی لہٗ کے نفس میں ہے خیال نہ کرے۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ تجلی صوری جس قسم کی ہو سیر آفاقی میں داخل ہے۔ اور مرتبہ علم الیقین میں حاصل ہے۔ اور شہود انفسی مرتبہ حق الیقین میں ہے۔ جو مراتب کمال کا نہایت ہے۔ اور شہود کا لفظ اس مقام میں میدان عبارت کی تنگی کے باعث بولا گیا ہے۔ ورنہ جیسے کہ ان کا مطلب بیچون و بیچگون ہے۔ اس مطلب کے ساتھ ان کی نسبت بھی بے شبہ و بے مانند ہے۔ چون کو بیچون کی طرف راہ نہیں ہے ؎

اتصالے بے تکیف بے قیاس | ہست رب الناس را با جان ناس

لیک گفتم ناس را النسناس نہ | ناس غیر از جان جاں اشناس نہ

ترجمہ ؎ ہے خدا کو اپنے بندوں سے اک ایسا اتصال | جس کی کیفیت کا پانا اور سمجھنا ہے محال

فکر ہے یاں ناس کا نسناس کا ہرگز نہیں | ناس بجز عارف کامل نہیں ہوتا کہیں

اور شہود انفسی اور شہود صوری مذکور کے باہم متحد ہونے کے وہم کا منشا دونوں مقاموں میں بقائے شخص کا حاصل ہونا ہے۔ کیونکہ تجلی صوری فنا کرنے والی نہیں ہے۔ اگرچہ قیود میں سے تھوڑی سی قید رفع کر دیتی ہے۔ لیکن فنا کی حد تک نہیں پہنچاتی۔ پس بقیہ وجود سالک کا اس تجلی میں حاصل ہے۔ اور سیر انفسی خود پوری پوری فنا اور کامل بقا کے بعد ہے۔ پس اسی واسطے

معرفت کی کمی کے باعث ان دونوں بقا کے درمیان فرق نہیں کر سکتے۔ اور ناچار اتحاد کا حکم لگاتے ہیں۔ اگر معلوم کریں کہ بقائے ثانی ان کے نزدیک بقا باللہ سے تعبیر کی گئی ہے۔ اور اس وجود کو وجود موہوب حقانی یعنی خدا کا بخشا ہوا وجود کہتے ہیں، تو شاید اس وہم سے خلاص ہو جائیں +

اس مضمون سے کوئی یہ نہ کہے کہ بقا باللہ اپنے آپ کو حق تعالٰے کا عین معلوم کرنے سے مراد ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ اگر یہ مضمون اس قوم کی بعض عبارات میں مفہوم ہو بھی تو اس کا ہم جواب کہتے ہیں کہ یہ بقا جذبہ کے مقام میں بعض کو اسی استغراق و نیستی کے بعد جو فنا کے مشابہ ہے حاصل ہوتی ہے۔ اور مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم اسے وجود عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہ فنا سے پہلے ہے۔ اور اس کے لئے زوال متصور ہے۔ بلکہ واقع ہے۔ کبھی اس سے اس کو لے لیتے ہیں اور کبھی پھر دیدیتے ہیں۔ اور وہ بقا جو فنائے کامل کے بعد ہے زوال و خلل سے محفوظ ہے۔ ان کی فنا دائمی فنا ہے۔ اور عین بقا میں فانی اور عین فنا میں باقی ہیں۔ اور وہ فنا و بقا جو زوال پذیر ہیں۔ احوال و تلوینات میں سے ہیں اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ وہ ایسے نہیں +

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ وجود عدم وجود بشریت میں عود نہیں کرتا۔ پس بالضرور ان کا وقت دائمی ہوگا اور ان کا حال مدامی۔ بلکہ ان کے لئے نہ کوئی وقت ہے نہ حال۔ ان کا کار وقتوں کے پیدا کرنے والے کے ساتھ ہے۔ اور ان کا معاملہ احوال کے پھیرنے والے کے ساتھ۔ پس زوال کا قبول کرنا وقت و حال سے مخصوص ہے۔ اور وہ جو وقت و حال سے گذر جائے وہ زوال سے محفوظ ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (یہ اللہ تعالٰے کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے اور اللہ تعالٰے بڑے فضل والا ہے) کوئی شخص گمان نہ کرے کہ وقت کا دوام اس وقت کے اثر از قسم تعین وغیرہ کے باقی رہنے کے اعتبار سے بیان کیا ہے نہیں بلکہ دوام عین وقت کے لئے ہے اور ہمیشگی نفس حال کے لئے۔ اور ظن سے حق بات کوئی ثابت نہیں ہوتی۔ بلکہ ہم کہتے ہیں کہ بعض ظن گناہ ہے۔ مضمون بہت لمبا ہو گیا +

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جب حق تعالٰے کی پاک درگاہ کے میدان میں سخن کی مجال نہیں ہے۔ تو پھر ہم اپنی زندگی اور ذلت و عاجزی کی نسبت

گفتگو کرتے ہیں۔ انسانی پیدائش سے مقصود وظائف بندگی کا ادا کرنا ہے۔ اور اگر ابتدا اور وسط میں کسی کو عشق و محبت دیا جائے تو اس سے مقصود ما سوے اللہ سے اس کا قطع تعلق کرنا ہے۔ کیونکہ عشق و محبت ذاتی بھی مقصود نہیں ہے۔ بلکہ مقام عبودیت کے حاصل ہونے کا ذریعہ ہے۔ انسان خدا تعالےٰ کا بندہ اُس وقت ہوتا ہے جب کہ ما سوے اللہ کی گرفتاری اور بندگی سے پُورے طور پر خلاصی پا جائے۔ اور عشق و محبت صرف اس انقطاع کا وسیلہ ہیں۔ اسی واسطے مراتب ولایت میں سے نہایت کا مرتبہ مقام عبدیت ہے۔ اور ولایت کے درجوں میں مقام عبدیت سے اوپر کوئی مقام نہیں۔ اس مقام میں اپنے مولا کے ساتھ اپنے لئے کوئی نسبت نہیں پاتا۔ مگر بندے کی طرف سے احتیاج اور مولا کی طرف سے ازروے ذات و صفت کے پُوری پُوری استغنا۔ یہ نہیں کہ اپنے آپ کو اس کی ذات کے ساتھ اور اپنی صفات کو اُس کی صفات کے ساتھ اور اپنے افعال کو اس کے افعال کے ساتھ کسی وجہ سے مناسب جانتے ظلیت کا اطلاق بھی منجملہ مناسبات سے ہے۔ اس سے بھی پاک و منزہ بتلاتے ہیں۔ اور حق تعالےٰ کو خالق اور اپنے آپ کو مخلوق جانتے ہیں۔ اس سے زیادہ کہنے کی کچھ جرأت نہیں کرتے +

توحید فعلی جو بعض بزرگواروں کو اثناے راہ میں حاصل ہوتی ہے۔ اور حق تعالےٰ کے سوا کسی کو فاعل نہیں پاتے۔ یہ بزرگوار یعنی نقشبندیہ قدس سرہم جانتے ہیں کہ ان افعال کا پیدا کرنے والا احد حق تعالےٰ ہے نہ کہ ان افعال کا اختیار کرنے والا۔ کیونکہ یہ بات خود نزدیک ہے کہ زندقہ اور الحاد تک پہنچا دیتی ہے +

اس مضمون کو اس مثال سے واضح کرتے ہیں مثلاً کوئی شعبدہ باز پردے کے پیچھے بیٹھ کر چند جمادی صورتوں کو حرکت میں لاتا ہے۔ اور عجیب و غریب افعال ان میں ایجاد کرتا ہے۔ تو وہ لوگ جو تیز نظر والے ہیں جانتے ہیں کہ ان جمادی صورتوں میں ان افعال کا بنانے والا وہ پردہ نشین شخص ہے۔ لیکن افعال کو اختیار کرنے والی وہی صورتیں ہیں۔ اسی واسطے کہتے ہیں کہ صورت متحرک ہے اور یہ نہیں کہتے کہ شعبدہ باز متحرک ہے +

یہ لوگ درحقیقت اس حکم میں حق کو ظاہر کرنے والے ہیں اور سچے ہیں (یعنی مشائخ نقشبندیہ رضی) اور انبیاے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شرائع بھی اسی حکم پر ناطق اور وحدت فعل کے ساتھ حکم کرنا سکر بات کی قسم سے ہے۔ بلکہ صریح حق یہی ہے کہ فاعل

بیشمار ہیں۔ اور افعال کا خالق ایک ہی ہے۔ اور ایسی ہی وہ کلام ہے جو توحید وجودی میں کہی ہے۔ وہ بھی سُکر وقت اور غلبہ حال پر مبنی ہے اور علوم لدنی کے درست اور صحیح ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ علوم شرعی کے صریح مطابق ہوں۔ اگر بال بھر بھی تجاوز ہو تو وہ سُکر سے ہے۔ اور حق وہی ہے جو علمائے اہل سنت وجماعت نے تحقیق کیا ہے اور اس کے سوا زندقہ یا الحادی یا سُکر وقت یا غلبہ حال۔ اور یہ تمام مطابقت مقام عبدیت میں میسر ہے۔ اس کے ماسوائے ہیں ایک قسم کا سُکر ثابت ہے ع

گر بگویم شرح ایں بیحد شود

ترجمہ ع شرح اس کی گر لکھوں بیحد ہو

کسی شخص نے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ سے سوال کیا کہ سلوک سے مقصود کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ یہ کہ اجمالی معرفت تفصیلی ہو جائے اور استدلالی کشفی سے بدل جائے۔ اور یہ نہ فرمایا کہ معارف شرعیہ سے زیادہ کوئی اور معرفت حاصل کی جائے۔ ہاں رستہ میں علوم شرعی سے زیادہ بعض امور پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن اگر نہایت کار تک پہنچ جائیں تو وہ امور زائدہ پراگندہ ہو کر دُور ہو جاتے ہیں۔ اور وہی معارف شرعیہ مفصل طور پر معلوم ہوتے ہیں۔ اور استدلال کی تنگی سے کشف کے ظاہر میدان میں آجاتے ہیں۔ یعنی نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان علوم کو بذریعہ وحی اخذ کرتے تھے۔ یہ بزرگوار الہام کے طور پر ان علوم کو اصل یعنی حق تعالےٰ سے اخذ کرتے ہیں۔ علما نے ان علوم کو شرائع سے اخذ کر کے اجمال کے طریق پر بیان کیا ہے۔ یہ علوم جس طرح انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تفصیلی اور کشفی طور پر حاصل تھے۔ ان کو بھی اسی طرح پر حاصل ہوتے ہیں۔ فرق درمیان میں صرف اصالت اور تبعیت کا ہے۔

اس قسم کے کمال کے لئے اولیا میں سے بعض کو دُور دراز قرنوں اور زمانوں کے بعد منتخب فرماتے ہیں۔

ارادہ تو تھا کہ اجمالی استدلالی کے ایک مسئلہ کو لکھوں لیکن کاغذ نے کوتاہی کی۔ شاید اس میں خدا تعالےٰ کی کوئی حکمت ہوگی۔ والسلام۔

مکتوب ۳۱

توحید وجودی کے ظہور اور حق تعالےٰ کے قرب اور معیت ذاتی کی حقیقت اور اس مقام سے گذر جانے کے بیان میں مع چند سوال و جواب کے جو اس مقام کی تحقیق سے تعلق رکھتے ہیں شیخ صوفی کی طرف لکھا گیا ہے:-

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی مُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَعَلَیْھِمْ وَعَلٰی اٰلِھِمْ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا

حق تعالےٰ ہم کو حضرت سید المرسلین صلے اللہ تعالےٰ علیہ وآلہ وصحابہ وسلم کی تابعداری پر ثابت رکھے ۔

ایک شخص نے جو آپ کی مجلس مبارک میں حاضر تھا بیان کیا کہ میاں شیخ نظام تھانیسری کے کسی درویش نے اسی مجلس میں اس فقیر کی نسبت ذکر کیا اور کہا کہ فقیر وحدت وجود کا انکار کرتا ہے ۔

اس ناقل شخص نے اس فقیر سے التماس کی کہ جو کچھ اصل حقیقت اس بارہ میں ہے آپ کے خادموں کی طرف لکھی جائے تاکہ لوگ اس نقل سے کئی قسم کی باتیں نہ بنائیں۔ اور بدظنی میں نہ پڑ جائیں کیونکہ بعض ظن گناہ ہے۔ اس لئے اس کے سوال کو قبول کر کے چند باتیں لکھ کر آپ کو تکلیف دیتا ہے ۔

میرے مخدوم و مکرم! فقیر کا اعتقاد لڑکپن سے اہل توحید کا مشرب تھا۔ اور فقیر کے والد بزرگوار قدس سرہ بظاہر اسی مشرب پر رہے ہیں۔ اور باطن میں پوری پوری نگرانی حاصل ہونے کے باوجود مرتبہ بے کیفی کی جانب رکھتے تھے۔ ان کا اشتغال ہمیشہ اسی طریق پر رہا۔ اور اس مضمون کے موافق کہ فقیہ کا بیٹا آدھا فقیہ ہوتا ہے۔ فقیر کو اس مشرب سے از روئے علم کے بہت فائدہ اور بڑی لذت حاصل تھی۔ یہاں تک کہ حق تعالےٰ نے محض اپنے کرم سے ارشاد و ہدایت کی پناہ والے حقائق و معارف کو جاننے والے۔ پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ اور مولےٰ اور قبلہ حضرت خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کی خدمت و صحبت نصیب کی۔ اور انہوں نے فقیر کو طریقہ علیہ نقشبندیہ تعلیم فرمایا۔ اور اس مسکین کے حال زار پر بڑی توجہ فرمائی ۔

اس طریقہ علیہ کی مشق کے بعد تھوڑی مدت میں توحید وجودی منکشف ہوگئی۔ اور اس کشف میں حد سے بڑھ کر زیادتی پیدا ہوئی۔ اور اس مقام کے علوم و معارف بہت ظاہر ہوئے اور اس مرتبہ کے دقائق میں سے شاید ہی کوئی دقیقہ رہ گیا ہو جس کو فقیر پر منکشف نہ کیا ہو۔ اور شیخ محی الدین ابن عربی کے معارف کے دقائق کو جیسے کہ چاہیئے ظاہر فرمایا۔ اور تجلی ذاتی جس کو صاحب فصوص نے بیان فرمایا ہے اور اس کے سوا عروج کی نہایت نہیں جانتا۔ اور اس تجلی کی شان میں کہتا ہے۔ وَمَا بَعْدَ هٰذَا اِلَّا الْعَدَمُ الْمَحْضُ۔ اس کے مابعد عدم محض کے سوا کچھ نہیں۔ فقیر اس تجلی سے بھی مشرف ہوا۔ اور اس تجلی کے علوم و معارف بھی جن کو شیخ خاتم الولایت سے مخصوص جانتا ہے مفصل معلوم ہوئے اور سکر وقت اور غلبۂ حال اس توحید میں اس درجے تک پہنچا کہ بعض عریضوں میں جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی خدمت میں لکھے تھے۔ ان دو بیتوں کو جو سراسر سکر ہیں لکھا تھا۔

اے دریغا کیں شریعت ملت اعمائی است ملت ما کافری و ملت ترسائی است

کفر و ایمان زلف و روئے آں پری زیبائی است کفر و ایماں ہر دو اندر راہ ما یکتائی است

ترجمہ

یہ شریعت احمقوں کا ہے طریقہ سربسر لیک مذہب ہی ہمارا کافروں کے دین پر

زلف اور رُو اس پری کا کفر اور ایمان ہے کفر اور ایماں ہمارے راہ میں یکساں ہے

اور یہ حال بہت مدت تک رہا اور مہینوں سے سالوں تک نوبت پہنچ گئی۔ ناگاہ حق تعالیٰ کی عنایت بے نہایت دریچۂ غیب سے میدان ظہور میں آئی۔ اور بیچونی اور بیچگونی کے چہرہ ڈھانپنے والے پردہ کو دور کر دیا۔ وہ پہلے علوم جو اتحاد اور وحدت وجود کی خبر دیتے تھے زائل ہونے لگے۔ اور احاطہ اور سریان اور قرب اور معیت ذاتیہ جو اس مقام میں ظاہر ہوئی تھی پوشیدہ ہوگئی۔ اور یقینی طور پر معلوم ہوگیا کہ حق تعالیٰ کے عالم کے ساتھ ان مذکورہ نسبتوں سے کوئی بھی نسبت ثابت نہیں۔ حق تعالیٰ کا احاطہ اور قرب علمی ہے جیسے کہ اہل حق کے نزدیک ثابت اور مقرر ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کی جزا دیوے اور حق تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہے خدا خدا ہے۔ اور عالم عالم۔ حق تعالیٰ بیچون و بیچگون ہے۔ اور عالم سراسر چونی اور بیچگونگی کے داغ سے داغدار ہے۔ بیچوں کو چون کا عین نہیں کہہ سکتے۔ واجب ممکن کا عین اور قدیم حادث کا عین ہرگز نہیں ہو سکتا۔

ممتنع العدم جائز العدم کا عین نہیں بن سکتا۔ حقائق کا انقلاب عقلی اور شرعی طور پر محال ہے۔ اور ایک کو دوسرے پر حمل کرنے کا ثبوت کلی طور پر ممتنع ہے ✦

تعجب ہے کہ شیخ محی الدین اور اس کے تابعدار حق تعالےٰ کی ذات کو مجہول مطلق کہتے ہیں۔ اور کسی حکم کے ساتھ اس کو محکوم علیہ نہیں جانتے ہیں۔ اور باوجود اس کے احاطہ ذاتی اور قرب او معیت ذاتی ثابت کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ حکم حق تعالےٰ کی ذات پر ہے ✦

پس بہتر وہی ہے جو علماے اہل سنت وجماعت نے بیان کیا ہے کہ قرب علمی اور احاطہ علمی ہے۔ اور توحید وجودی کے مشرب کے مخالف علوم و معارف کے حاصل ہونے کے وقت یہ فقیر بہت بیقرار رہا۔ کیونکہ اس توحید سے بڑھ کر اور کوئی اعلےٰ امر نہ جانتا تھا۔ اور عاجزی اور زاری سے دعا کرتا تھا کہ یہ معرفت زائل نہ ہو جائے یہاں تک کہ سارے حجاب سامنے سے زائل ہو گئے۔ اور کما حقہ حقیقت منکشف ہو گئی۔ اور معلوم ہو گیا کہ عالم ہر چند صفاتی کمالات کا آئینہ اور اسماے ظہورات کا جلوہ گاہ ہے۔ لیکن مظہر ظاہر کا عین اور ظل اصل کا عین نہیں ہے۔ جیسے کہ توحید وجودی والوں کا مذہب ہے۔ یہ بحث اس مثال سے واضح ہو جاتی ہے:۔

مثلاً کسی اہل فن نے چاہا کہ اپنے مختلف کمالات کو ظاہر کرے۔ اور اپنی پوشیدہ خوبیوں کو واضح کرے۔ تو اس نے حروف اور آوازوں کو ایجاد کیا۔ اور ان حروف اور آوازوں کے آئینوں میں اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کیا۔ اس صورت میں نہیں کہہ سکتے کہ یہ حروف اور آواز جو ان مخفی کمالات کے لئے آئینے اور مظہر ہیں۔ ان کمالات کا عین نہیں یا بالذات ان کمالات کو محیط ہیں۔ یا بالذات ان کے قریب ہیں۔ یا ان کے ساتھ معیت ذاتی رکھتے ہیں۔ بلکہ ان کے درمیان دالیت اور مدلولیت کی نسبت ہے۔ حروف اور آواز ان کمالات پر صرف دلالت کرنے والے ہیں۔ اور وہ کمالات اپنی محض غیر مقید حالت پر ہیں۔ وہ نسبتیں جو پیدا ہوئی ہیں وہمی اور خیالی ہیں۔ حقیقت میں ان نسبتوں سے کوئی ثابت نہیں لیکن جب ان کمالات اور حرفوں اور آوازوں کے درمیان ظاہریت اور مظہریت اور مدلولیت اور دالیت کی نسبت ہے۔ یہی مناسبت بعض عارضوں کے باعث بعض لوگوں کے لئے ان وہمی

نسبتوں کے حاصل ہونے کا باعث ہوجاتی ہے۔ اور حقیقت میں وہ کمالات ان تمام نسبتوں سے خالی اور پاک ہیں۔ اور جس کا ہم ذکر کرتے ہیں اس میں بھی والیت اور مدلولیت اور ظاہریت ومظہریت کے علاقہ کے سوا اور کوئی نسبت نہیں ہے۔ عالم اپنے صانع کے وجود کے لئے علامت اور اس کے اسمائی اور صفاتی کمالات کے ظہور کے لئے مظہر ہے۔ اور یہی علاقہ بعض عارفوں کے باعث بعض کے لئے وہمی احکام کا باعث ہوجاتا ہے ✦

بعض کو توحید کے مراقبوں کی کثرت ان احکام پر لے آتی ہے۔ کیونکہ ان مراقبوں کی صورت قوت متخیلہ میں نقش ہوجاتی ہے۔ اور بعض دوسروں کو توحید کا علم اور اس کا تکرار ان احکام کے ساتھ ایک قسم کا ذوق بخشتا ہے۔ اور توحید کی یہ دونوں صورتیں معلول اور ضعیف ہیں۔ اور دائرہ علم میں داخل ہیں حال کے ساتھ کچھ تعلق نہیں رکھتیں۔ اور بعض دوسروں کے لئے ان احکام کا منشا محبت کا غلبہ ہے۔ کیونکہ محبوب کی محبت کے غلبہ کے باعث محبوب کا غیر محب کی نظر سے دور ہوجاتا ہے۔ اور محبوب کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ نہ یہ کہ حقیقت میں محبوب کا غیر کچھ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ بات حس اور عقل اور شرع کے مخالف ہے۔ اور کبھی یہی محبت احاطہ اور قرب ذاتی کے ساتھ حکم کرنے کا باعث ہوجاتی ہے۔ اور توحید کی یہ قسم پہلی دونوں قسموں سے اعلیٰ ہے اور دائرہ حال میں داخل ہے۔ اگرچہ اصل حقیقت کے مطابق اور شریعت کے موافق نہیں ہے۔ اور شریعت اور اصل حقیقت کے ساتھ اس کا مطابق کرنا محض تکلیف ہے۔ مانند تکلفات بیہودہ فلسفیہ کے کہ ان میں سے اہل اسلام فلسفی چاہتے ہیں کہ اپنے اصول فاسدہ کو قوانین شرعیہ کے مطابق کریں۔ کتاب اخوان الصفا وغیرہ اسی قسم کی ہے ✦

حاصل کلام یہ ہے کہ خطائے کشفی خطائے اجتہادی کا حکم رکھتی ہے کہ جس سے ملامت وعتاب رفع ہے۔ بلکہ صواب کے درجوں میں سے ایک درجہ اس کے حق میں ثابت ہے۔ البتہ اس قدر فرق ہے کہ مجتہد کے مقلد مجتہد کا حکم رکھتے ہیں۔ اور خطا کے ہوجانے پر بھی صواب کا ایک درجہ پا لیتے ہیں۔ برخلاف اہل کشف کے مقلدوں کے کہ معذور نہیں ہیں۔ اور خطا کے ہوجانے سے درجہ صواب سے محروم ہیں۔ کیونکہ الہام اور کشف غیر پر حجت نہیں اور مجتہد کا قول غیر پر حجت ہے ✦ ۸۲۵۵۹

پس تقلید اوّل یعنی اہل کشف کی تقلید خطا کے احتمال پر جائز نہیں ہے۔ اور تقلید ثانی یعنی مجتہد کی تقلید خطا کے احتمال پر جائز بلکہ واجب ہے۔

اور بعض سالکوں کا شہود جو کونی تعینات کے آئینوں میں ہے۔ وہ بھی ان احکام کی قسم سے ہے۔ اور اس شہود کا انہوں نے کثرت میں وحدت کا مشاہدہ یا کثرت میں احدیت کا مشاہدہ نام رکھا ہے۔ کیونکہ واجب تعالےٰ جو بیچون اور بیچگون ہے۔ ہرگز چون کے آئینوں میں نہیں سما سکتا۔ اور چندی کے جولانگاہ میں نہیں آتا۔ اور لامکانی مکان میں گنجائش نہیں رکھتا۔

بیچون کو دائرہ چون کے باہر ڈھونڈنا چاہیئے۔ اور لامکانی کو مکان کے باہر تلاش کرنا چاہیئے۔ جو کچھ آفاق و انفس میں دیکھا جاتا ہے۔ وہ حق تعالےٰ کے نشانات ہیں۔ دائرہ ولایت کے قطب یعنی حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا۔ یہ سب غیر اور حجاب ہے۔ کلمہ لا کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہیئے ؎

در تنگنائے صورت معنی چگونہ گنجد | در کلبۂ گدایاں سلطاں چہ کار دارد
صورت پرست غافل معنی چہ داند آخر | کو با جمال جاناں پنہاں چہ کار دارد

ترجمہ صورت کی تنگ جا میں معنی نہیں سماتے | گھر میں گدا کے سلطاں ہرگز نہیں ہیں آتے
صورت پرست غافل معنی نہیں ہے پاتا | دلبر جمال اپنا اس کو نہیں دکھاتا

اگر کہیں کہ اکثر مشائخ نقشبندیہ اور دوسرے سلسلہ کے مشائخ کی عبارتوں میں صاف طور پر لکھا ہے جو وحدت وجود اور احاطہ اور قرب اور معیت ذاتی اور کثرت میں وحدت کے مشاہدے اور کثرت میں احدیت کے مشاہدے پر دلالت کرتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ احوال و شہود احوال کے اثنا میں ان کو ظاہر ہوئے ہونگے۔ اور بعد ازاں اس مقام سے گذر گئے ہونگے۔ جیسے کہ اس فقیر نے پیشتر اپنے حال کی نسبت لکھا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ بعض کے ظاہر کو جو کثرت میں ہے باطن میں احدیت صرف کی طرف پوری نگرانی ہونے کے باوجود ان احکام اور اس شہود سے مشرف کرتے ہیں۔ گویا باطن میں احدیت کے نگراں ہوتے ہیں اور بظاہر کثرت میں مطلوب کے مشاہدہ کرنیوالے جیسے کہ اس فقیر نے اس مکتوب کے ابتدا میں اپنے والد بزرگوار کے حال سے خبر دی ہے اور

اس جواب کی تحقیق مفصل طور پر اس رسالہ میں لکھی گئی ہے جو وحدت وجود کے مراتب کی تحقیق میں لکھا ہے۔ اس مقام پر اس سے زیادہ چونکہ ہوا بیان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ نہیں کہا جاتا کہ جب نفس امر میں بہت سے وجود ہوں اور قرب اور احاطہ ذاتیہ نہ ہو۔ اور کثرت میں وحدت کا شہود واقع کے مطابق نہ ہو۔ تو ان بزرگواروں کا حکم جھوٹا ہو گا۔ کیونکہ واقع اور نفس الامر کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ ہم جواب کہتے ہیں کہ ان بزرگواروں نے اپنے شہود کے اندازہ کے موافق حکم کیا ہے۔ جس طرح کوئی شخص یہ حکم کرے کہ میں نے زید کی صورت کو آئینے میں دیکھا ہے یہ حکم بھی واقع کے مطابق نہیں۔ کیونکہ آئینہ میں اس صورت کو نہیں دیکھا ہے۔ کیونکہ صورت آئینہ میں بالکل نہیں ہے جو دیکھی جاوے۔ اس شخص کو عام طور پر کاذب نہ کہینگے۔ اگرچہ واقع اور نفس الامر کے مطابق نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اس حکم میں معذور ہے۔ اور جھوٹ کی ملامت اس سے دُور ہے۔ جیسے کہ پہلے ذکر ہو چکا۔ ان حالات کے ظاہر کرنے سے جو پوشیدہ رکھنے کے لائق ہیں مقصود یہ ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ اگر فقیر نے وحدت وجود کو قبول کیا ہوا تھا تو وہ کشف سے تھا نہ از روئے تقلید کے۔ اور اگر اب انکار ہے تو الہام کے سبب سے ہے۔ اور الہام میں انکار کی گنجائش نہیں۔ اگرچہ الہام غیر پر حجت نہیں ہے +

دوسرا جواب جھوٹ کا شبہ دُور کرنے کے لئے یہ ہے کہ افراد عالم ایک دوسرے کے ساتھ بعض امور میں مشترک اور شریک ہیں۔ اور بعض دوسرے امور میں ایک دوسرے سے ممتاز اور جدا۔ اسی طرح ممکن کا واجب کے ساتھ بعض امور عارضی میں اشتراک ہے اگرچہ بالذات ایک دوسرے سے ممتاز ہیں پس محبت کے غلبہ کی وجہ سے وہ چیز جس فیما بین تمیز ہو سکے نظر سے پوشیدہ ہو جاتی ہے۔ اور وہ چیز جس سے دونوں میں اشتراک ہے۔ نظر میں رہ جاتی ہے +

پس اس صورت میں اگر ایک دوسرے کے عین ہونے کا حکم کریں تو واقع کے مطابق ہو گا۔ اور جھوٹ کی ہرگز مجال نہ رہیگی۔ اور احاطہ ذاتی اُس کی مانند۔ اور باتوں کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیئے۔ والسّلام +

مکتوب ۲۲

اس کمال کے بیان میں جو اصحاب کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے مخصوص ہے اور اولیا میں سے بہت تھوڑے ہیں جو اس کمال سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور حضرت مھدی رضی اللہ عنہ میں وہ کمال پورے طور پر ظہور پائیگا۔ اور وہ کمال جذبہ اور سلوک کی نسبت سے بڑھ کر ہے۔ اور اس بیان میں کہ صنعت کا کمال بہت سے فکروں کے ملنے پر ہوتا ہے۔ اور اس کی زیادتی بہت سے فکروں کی پیروی پر منحصر ہے۔ پیر کی نسبت اگر اسی اصلیت پر ہے۔ تو نقصان کا موجب ہے۔ مرید رشید اس کو کامل کر سکتا ہے۔ اور اس کے مناسب بیان ہیں۔ مرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے :

آپ کا مبارک محبت نامہ صادر ہوا۔ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ اَلْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ اللہ تعالیٰ کا حمد اور اس کا احسان ہے کہ دور اور جدا ہوئے ہوئے بھولتے نہیں ہیں۔ اور کسی نہ کسی موقع پر یاد آجاتے ہیں ع

بارے بہ ہیچ خاطر خود شاد میکنم

ترجمہ ع   جس طرح ہو دل کو کرلیتا ہوں خوش

پیر دستگیر یعنی خواجہ محمد باقی باللہ علیہ الرحمۃ کی خاص نسبت کے دریافت نہ ہونے کی بابت آپ نے لکھا تھا اور اس کا سبب پوچھا تھا۔

میرے مخدوم! اس قسم کی باتوں کا بیان کرنا بذریعہ تحریر بلکہ بذریعہ تقریر بھی مناسب معلوم نہیں ہوتا۔ تو پھر اس سے کوئی کیا سمجھیگا۔ اور اس سے کیا حاصل کریگا۔ حسن ظن یا طول صحبت کی شرط پر جس طرح کہ ہو سکے حاضر ہونا ضروری ہے۔ وَبِدُوْنِہٖ خَرْطُ الْقَتَادِ اس کے علاوہ بیفائدہ رنج ہے ؎

آسودہ شبے باید و خوش مہتابے   تا با تو حکایت کنم از ہر بابے

ترجمہ ؎   چاندنی خوش اور آسودہ ہو رات
تا کہوں میں تجھ سے اس دلبر کی بات

لیکن چونکہ سوال کا جواب ضرور ہونا چاہیئے۔ اس لئے خاکسار اس قدر ظاہر کرتا ہے کہ

ہر مقام کے لئے علوم و معارف جدا ہیں۔ اور احوال و مواجید جدا۔ کسی مقام میں فکر و توجہ مناسب ہے۔ اور کسی مقام میں تلاوت اور نماز مناسب۔ کوئی مقام جذبہ سے مخصوص ہے۔ اور کوئی مقام سلوک کے مناسب۔ اور کسی مقام میں یہ دونوں دولتیں ملی ہوئی ہیں۔ اور کوئی مقام ایسا ہے جو جذبہ اور سلوک کی دونوں جہتوں سے جدا ہے۔ نہ جذبہ کو اس سے علاقہ ہے۔ اور نہ سلوک کو اس سے تعلق۔ یہ مقام نہایت عجیب ہے +

آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اصحاب اس مقام کے ساتھ ممتاز اور اس بڑی دولت سے مشرف ہیں +

اس مقام والے کے لئے دوسرے مقامات والوں سے پورا پورا امتیاز ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ بہت کم مشابہت رکھتے ہیں۔ برخلاف دوسرے مقامات والوں کے کہ ایک دوسرے کے ساتھ مشابہت رکھتے ہیں۔ خواہ وہ مشابہت کسی وجہ سے ہو۔ یہ نسبت گذشتہ اصحاب کرام کی نسبت حضرت مہدی علیہ السلام میں پورے طور پر ظہور پائیگی انشاء اللہ تعالےٰ +

دوسرے طبقات یعنی سلسلوں کے رحمۃ اللہ علیہم میں سے بہت کم ہیں جنہوں نے اس مقام کی خبر دی ہے۔ پھر اس مقام کے علوم و معارف کی گفتگو کرنا کجا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالےٰ بڑے فضل والا ہے +

مطلب یہ ہے کہ اصحاب کرام کو یہ نایاب نسبت پہلی ہی قدم میں ظاہر ہو جاتی تھی۔ اور آہستہ آہستہ کمال تک پہنچ جاتی تھی۔ اور دوسرے کو اگر اس دولت سے مشرف کرنا چاہتے ہیں اور اصحاب کرام کی نسبت کے قدم پر تربیت دینا چاہتے ہیں۔ تو جذبہ اور سلوک کی منزلوں کو قطع کرنے اور ان کے علوم و معارف کو طے کرنے کے بعد اس دولت عظمےٰ سے سرفراز فرماتے ہیں +

ابتدا میں اس نسبت کا ظہور سید البشر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی صحبت کی برکت سے مخصوص ہے۔ لیکن ہوسکتا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تابعداروں میں سے بھی کسی کو اس برکت کے ساتھ مشرف کریں۔ تاکہ اس کی صحبت بھی ابتدا میں اس بلند نسبت کے ظہور کا سبب ہو جائے ہ

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید دیگراں نیز کنند آنچہ مسیحا میکرد

ترجمہ ؎ فیض روح القدس کا دے مدد تو اور بھی
کر دکھائیں کام جو کچھ کہ مسیحا نے کیا

اس وقت اس نسبت میں بھی ابتدا میں نہایت کا درج ہونا ثابت ہوتا ہے۔ جیسے کہ سلوک پر جذبہ کے مقدم ہونے کی صورت میں ثابت ہے۔ اس بیان سے زیادہ گنجائش نہیں رکھتا ؎

وَمِنْ بَعْدِ هٰذَا مَا يَدِقُّ صِفَاتُهٗ وَمَا كَتْمُهٗ اَحْظٰى لَدَيْهِ وَاَجْمَلُ

ترجمہ ؎ بعد ازاں وہ امر ہے لگتا نہیں جس کا پتا
اور ہے پوشیدہ رکھنا سر بسر اس کا بھلا

اس کے بعد اگر ملاقات نصیب ہوئی اور سننے والوں کی طرف سے سننے کا حسن ظن معلوم کیا۔ تو انشاء اللہ تعالیٰ اس مقام کی نسبت کچھ بیان کیا جاویگا۔ سُبْحَانَهٗ وَهُوَالْمُوَفِّقُ اور وہی اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے ✦

بعض یاروں کے بارہ میں لکھا ہوا تھا۔ اس فقیر نے اُن کے قصوروں کو معاف کیا۔ اللہ تعالیٰ رحم کرنے والا ہے۔ معاف فرماوے۔ لیکن یاروں کو نصیحت کریں کہ حضور و غیبت میں آزار و تکلیف کے درپے نہ ہوویں۔ اور اپنی وصفوں اور حالتوں کو نہ بدلیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی نیتوں اور ارادوں کو نہ بدلیں۔ اور جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کے ساتھ بُرائی اور عذاب کا ارادہ کرتا ہے تو اُس کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اور نہ ہی خدا کے سوا اُن کا کوئی کارساز ہے ✦

ثانیاً میاں شیخ الہ داد کے بارہ میں لکھا ہوا تھا۔ فقیر کو کچھ مضائقہ نہیں ہے لیکن مشارٌ الیہ کے لئے اپنی وضع کے بدلنے سے نادم ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ندامت بھی توبہ ہی ہے۔ شفاعت اور سفارش کا طلب کرنا ندامت کی فرع ہے۔ بہر صورت فقیر اپنی طرف سے درگذر کرنے کے درپے ہے۔ دوسری طرف کو آپ جانیں ✦

دوسرے یہ ہے کہ سرھند کو اپنا گھر تصوّر فرمائیں۔ محبت کا علاقہ اور بیر بھائی

ہونے کی نسبت اس قسم کی نہیں ہے کہ ایسی عارضی باتوں سے ٹوٹ جائے۔ زیادہ کیا لکھے والسلام ٭

تمام مخدوم زادے اور باقی گھر کے سب لوگ دعا کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اس خط کے لکھنے کے بعد دل میں آیا کہ یاروں کے قصور اور اُن کے معاف کرنے کے بارہ میں بات کو ذرا واضح کر کے لکھے تاکہ اچھی طرح سمجھ میں آجائے۔ کیونکہ اجمال میں شبہ ہے ٭

میرے مخدوم! معاف کرنا۔ اس تقدیر پر مطلوب اور متصور ہے کہ وہ لوگ اپنے وصفوں کو بُرا جانیں اور اس سے پشیمان ہوویں۔ ورنہ عفو کی گنجائش نہیں ہے ٭

آپ نے لکھا تھا کہ پیر دستگیر خواجہ محمد باقی باللہ قدس سرہٗ نے یہ مقام ان لوگوں کی موجودگی میں شیخ اللہ داد کے سپرد کیا تھا ٭

یہ سخن ذرا زیادہ بیان چاہتا ہے۔ اگر سپرد کرنا ان معنوں میں کہا ہے کہ فقرا اور آنے جانے والے لوگوں کی خدمت کرے۔ اور آب و نان سے ان کی خبر گیری کرے۔ تو مسلم اور منظور ہے۔ اور اگر ان معنوں میں کہا ہے کہ طالبوں کی جماعت کی تربیت کرے اور شیخیت کے مقام پر بیٹھے۔ تو یہ منع اور ناپسند ہے ٭

اخیری ملاقات کے وقت حضور قدس سرہٗ نے فقیر کو فرمایا تھا کہ تم تجویز کرو کہ شیخ اللہ داد ہماری طرف سے جا کر بعض طالبوں کو مشغولی یعنی ذکر کے لئے کہے۔ اور بعض کے احوال کو ہم تک پہنچائے۔ کیونکہ حضور میں بلانے اور ذکر بتلانے اور احوال پوچھنے کی طاقت اب ہم میں نہیں رہی ٭

فقیر اس بارہ میں بھی متردد تھا۔ لیکن ضروری معلوم ہوا۔ تو فقیر نے بھی اس تجویز کو پسند کیا۔ اس قسم کی تبلیغ محض ایلچی گری کی قسم سے ہے۔ خاص کر جب کہ ضرورت پر مبنی ہو۔ وَالضَّرُوْرَةُ تُقَدَّرُ بِقَدْرِهَا (اور ضرورت بقدر اپنے اندازہ کے حاصل کی جاتی ہے) پس یہ سفارت بھی حضور قدس سرہٗ کی زندگی تک ہی مخصوص ہوگی۔ حضور قدس سرہٗ کی رحلت فرما جانے کے بعد مشغولی کا کہنا اور طالبوں کا حال پوچھنا خیانت میں داخل ہے ٭

آپ نے لکھا تھا کہ پیر دستگیر خواجہ باقی باللہ صاحب کی نسبت باقی رہتی ہے۔ یعنی زیادتی اور نقصان قبول نہیں کرتی ٭

میرے مخدوم! ہر فن و صناعت کی تکمیل بہت سے فکروں کے ملنے سے ہے

جو نحو کہ سیبویہ نے وضع کیا تھا، متاخرین کی فکروں نے اس کو دس گنا زیادہ کر دیا ہے۔ اسی اصلی حالت پر رہنا عین نقصان ہے۔ وہ نسبت جو حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ رکھتے تھے، حضرت خواجہ عبد الخالق قدس سرہٗ کے زمانہ میں نہ تھی۔ علیٰ ہذا القیاس۔

خاص کر ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ اس نسبت کے کامل کرنے کے درپے رہے تھے۔ اور اس کو تمام و کمال نہیں جانتے تھے۔ اگر زندگی وفا کرتی تو خدائے تعالےٰ کے ارادہ سے اس نسبت کو معلوم نہیں کہاں تک پہنچاتے۔ اس نسبت کے زیادہ نہ ہونے میں کوشش کرنا مناسب نہیں ہے۔ اور فقیر نہیں جانتا کہ یہ نسبت کس طرح باقی رہیگی۔ تم آپ علیحدہ نسبت رکھتے ہو جو ان کی نسبت سے کچھ علاقہ نہیں رکھتی۔ یہ بات کئی دفعہ حضرت قدس سرہٗ کے حضور میں مقرر ہو چکی تھی۔ شیخ اِلٰہداد بیچارہ نسبت کو کیا جانے کہ کیا ہے تھوڑا سا حضور قلبی اس کو حاصل ہے۔ اور اس کو خود معلوم ہے کہ کیا حالت ہے۔ اس نسبت کا باقی رکھنے والا کون ہے۔ بیان کریں تاکہ فقیر بھی اس کا مددگار ہو وے۔ واقعات کا کچھ اعتبار نہ کریں کہ خیالی ہیں۔ اور کچھ صداقت نہیں رکھتے۔ شیطان بڑا بھاری دشمن ہے اس کے مکروں سے بچنا مشکل ہے۔ اِلَّا مَنْ عَصَمَہُ اللّٰہُ مگر جس کو اللہ تعالےٰ بچائے۔ اور حاصل ہوئی ہوئی نسبتوں کے سلب کرنے کے بارہ میں لکھا ہوا تھا۔

میرے مخدوم! وہ سلب کرنا اختیار میں نہ تھا۔ جیسے کہ سامنے ذکر ہوا تھا۔ اب بھی وہ سلب بدستور ہے زائل نہیں ہوا۔ اس کو زائل خیال کرنا وہم و خیال ہے۔ وہ آواز جو دل سے سنیں۔ اس حالت کے ساتھ کچھ تعلق نہیں رکھتی۔ آگ کے انگارہ کو جب سرد کرتے ہیں اور آگ اس سے دور ہو جاتی ہے۔ تو پانی ڈالنے کے بعد بھی اس میں آواز باقی رہتی ہے۔ یہ نہیں کہہ سکتے کہ ابھی آگ اس میں پوشیدہ ہے۔ واقعات کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ یہ بات اگر آج پوشیدہ ہے تو منتظر رہیں کل انشاء اللہ تعالےٰ ظاہر ہو جاویگی۔ چونکہ آپ نے بڑے مبالغہ کے ساتھ لکھا ہوا تھا۔ اس واسطے اس کے جواب میں ایسی باتیں لکھی گئیں۔ ورنہ بموقع بات کرنے کی فرصت نہیں ملتی۔

مکتوب ۳۳

بُرے علما کی مذمت میں جو دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں۔ اور جنہوں نے علم کو دنیا حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا ہے۔ اور علما زاہد کی تعریف میں جو دُنیا سے بے رغبت ہیں ملا حاجی محمدؐ لاہوری کی طرف لکھا ہے:۔

علما کے لئے دنیا کی محبت اور رغبت ان کے جمال کے چہرہ کا بدنما داغ ہے۔ مخلوقات کو اگرچہ ان سے بہت فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ مگر ان کا علم ان کے اپنے حق میں نافع نہیں ہے۔ اگرچہ شریعت کی تائید اور مذہب کی تقویت ان پر مترتب ہے۔ مگر کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ تائید و تقویت فاجر فاسق سے بھی ہو جاتی ہے۔ جیسے کہ سید الانبیار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فاجر آدمی کی تائید کی نسبت خبر دی ہے۔ اور فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ ؂

یہ علما پارس پتھر کی طرح ہیں کہ تانبا اور لوہا جو اس کے ساتھ لگ جائے سونا ہو جاتا ہے اور وہ اپنی ذات میں پتھر کا پتھر ہی رہتا ہے۔ ایسے ہی وہ آگ جو پتھر اور بانس میں پوشیدہ ہے جہان کو اس آگ سے کئی طرح کے فائدے حاصل ہیں۔ لیکن وہ پتھر اور بانس اس اپنی اندرونی آگ سے بے نصیب ہیں ؂

بلکہ ہم کہتے ہیں کہ یہ علم اُن کے اپنے نفس کے حق میں مُضر ہے کہ حجت کو ان پر پورا کر دیا۔ اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْہُ اللّٰہُ بِعِلْمِہٖ (تحقیق لوگوں میں سے زیادہ عذاب کا مستحق قیامت کے دن وہ عالم ہے جس کو اپنے علم سے کچھ نفع حاصل نہ ہوا) اور کیونکر مضر نہ ہو۔ وہ علم جو خدائے تعالےٰ کے نزدیک عزیز اور موجودات میں سے اشرف ہے۔ اس کو دنیائے کمینی یعنی مال وجاہ وریاست کے حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا ہے۔ حالانکہ دنیا حق تعالےٰ کے نزدیک ذلیل وخوار اور مخلوقات میں سے بدتر ہے۔

پس خدا کے عزیز کو خوار کرنا اور اس کے ذلیل کو عزت دینا بہت بُرا ہے۔ حقیقت میں خدائے تعالےٰ کے ساتھ مقابلہ کرنا ہے تعلیم دینا اور فتوے لکھنا اس وقت فائدہ مند ہے جب کہ خالص اللہ ہی کے لئے ہو۔ اور حُبّ جاہ وریاست اور مال وبلندی کی آمیزش سے خالی ہو۔ اور اس خالی ہونے کی علامت یہ ہے کہ دُنیا میں زاہد ہو۔ اور دُنیا وما فیہا سے بے رغبت ہو

وہ علما جو اس بلا میں مبتلا ہیں، اور اس کمینی دنیا کی محبت میں گرفتار ہیں۔ وہ دنیا کے عالموں میں سے ہیں۔ اور بُرے عالم اور لوگوں سے بدتر اور دین کے چور یہی عالم ہیں حالانکہ یہ لوگ اپنے آپ کو دین کا پیشوا جانتے ہیں اور مخلوقات میں سے اپنے آپ کو بہتر خیال کرتے ہیں۔ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ ۚ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكَاذِبُونَ ۝ اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطَانُ فَأَنْسَاهُمْ ذِكْرَ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ حِزْبُ الشَّيْطَانِ ۚ أَلَا إِنَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ هُمُ الْخَاسِرُونَ ۔ اور گمان کرتے ہیں کہ ہم بھی کچھ ہیں۔ خبردار یہ لوگ جھوٹے ہیں۔ ان پر شیطان نے غلبہ پا لیا ہے اور ان کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ یہ لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ خبردار ہو۔ شیطان کا گروہ گھاٹا کھانے والا ہے) ✦

کسی عزیز نے شیطان لعین کو دیکھا کہ فارغ بیٹھا ہے۔ اور گمراہ کرنے اور بہکانے سے خاطر جمع کیا ہوا ہے۔ اُس عزیز نے اس امر کا بھید پوچھا۔ لعین نے جواب دیا کہ اس وقت کے بُرے عالم میرے ساتھ اس کام میں میرے مددگار ہیں۔ اور مجھ کو اس ضروری کام سے فارغ کر دیا ہے ✦

اور واقعی اس زمانہ میں جو سستی اور غفلت کہ امور شرعی میں واقع ہوئی ہوئی ہے۔ اور جو فتور کہ مذہب و دین کے رواج دینے میں ظاہر ہوا ہوا ہے۔ سب کچھ ان بُری عالموں کی کمبختی اور ان کی نیتوں کے بگڑ جانے کے باعث ہے۔ ہاں وہ علما جو دنیا سے بے رغبت ہیں۔ اور جاہ و ریاست و مال و بلندی کی محبت سے آزاد ہیں۔ علمائے آخرت سے ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں۔ اور مخلوقات میں سے بہتر یہی علما ہیں کہ کل قیامت کے روز ان کی سیاہی فی سبیل اللہ شہیدوں کے خون کے ساتھ تولی جاویگی۔ اور ان کی سیاہی کا پلہ بھاری ہو جاویگا۔ اور نَوْمُ الْعُلَمَاءِ عِبَادَةٌ انہی کے حق میں ثابت ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کی نظروں میں آخرت کا جمال پسند آیا۔ اور دُنیا کی قباحت اور بُرائی معلوم ہوئی۔ اُس کو بقا کی نظر سے دیکھا۔ اور اس کو زوال کے داغ سے داغدار معلوم کیا اس واسطے اپنے آپ کو باقی کے سپرد کیا۔ اور فانی سے اپنے آپ کو ہٹا لیا۔ آخرت کی بزرگی کا مشاہدہ خدائے تعالیٰ کی بزرگی کے مشاہدہ کا ثمرہ ہے۔ اور دنیا و مافیہا کو ذلیل و خوار جاننا آخرت کی بزرگی مشاہدہ کرنے کے لوازم سے ہے۔ لِأَنَّ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ ضَرَّتَانِ إِنْ رَضِيَتْ إِحْدَاهُمَا سَخِطَتِ الْأُخْرَىٰ کیونکہ دنیا اور آخرت دونوں سوکنیں ہیں۔

یعنی دو عورتیں ایک مرد کے نکاح میں ہیں۔ ایک راضی ہوگئی تو دوسری ناراض ہوگی۔ اگر دنیا عزیز ہے تو آخرت خوار۔ اور اگر دنیا خوار ہے تو آخرت عزیز۔ ان دونوں کا جمع ہونا گویا دو ضدوں کا جمع ہونا ہے۔ ع

مَا اَحْسَنَ الدِّیْنَ وَالدُّنْیَا لَوِاجْتَمَعَا

ترجمہ ع دین و دنیا جمع گر ہو جائیں تو کیا خوب ہے

ہاں بعض مشائخ نے جو اپنی آرزو اور خواہش سے بالکل نکل چکے ہیں بعض نیک نیتوں کے باعث اہل دنیا کی صورت اختیار کی ہے۔ اور بظاہر رغبت کرنے والے دکھائی دیتے ہیں۔ لیکن حقیقت میں کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ اور سب سے فارغ اور آزاد ہیں۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ یہ وہ بہادر لوگ ہیں جن کو تجارت اور بیع اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

تجارت و بیع ان کو ذکر خدا سے مانع نہیں ہے۔ اور ان امور کے ساتھ تعلق رکھنے کی حالت میں بے تعلق ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ میں نے منٰے کے بازار میں ایک تاجر کو دیکھا کہ پنجاہ ہزار دینار کم و بیش کی خرید و فروخت کر رہا تھا۔ اور ایک لحظہ بھی اس کا دل حق تعالےٰ سے غافل نہ تھا۔

مکتوب ۳۴

عالم امر کے جواہر خمسہ کو شرح و تفصیل کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ ملا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا ہے:۔

دونوں جہان کی سعادت کا لفظ دونوں جہان کے سردار (محمد) صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اتباع پر وابستہ ہے۔ وہ فلسفی جس نے اپنی بصیرت کی آنکھ میں صاحب شریعت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تابعداری کا سُرمہ نہیں ڈالا۔ عالم امر کی حقیقت سے اندھا ہے۔ چہ جائیکہ اس کو مرتبہ وجوب کا شعور ہو۔ اس کی کوتاہ نظر عالم خلق پر لگی ہوئی ہے اور وہاں بھی ناتمام ہے۔

جواہر خمسہ جو اہل فلسفہ نے ثابت کئے ہیں۔ سب عالم خلق میں ہیں نفس و عقل کو

جو مجردات سے گنتے ہیں۔ یہ اُن کی نادانی ہے۔ نفس ناطقہ خود ہی نفس امارہ ہے۔ جو تزکیہ کا محتاج ہے۔ اور بالذات اس کی ہمت کمینہ پن اور پستی کی طرف ہے۔ عالم امر سے اس کو کیا نسبت اور تجرد کو اس سے کیا مناسبت۔ اور عقل خود معقولات میں سے سوائے ان امور کے جو مناسبت رکھتے ہیں۔ بلکہ انہوں نے محسوسات کا حکم پیدا کیا ہوا ہے کچھ ادراک نہیں کرتی۔ لیکن جو امر محسوسات کے ساتھ مناسبت ہی نہیں رکھتا۔ اور مشاہدات میں اس کی شبہ و مثال پیدا نہیں ہے۔ وہ عقل کے ادراک میں بھی نہیں آتا۔ اور اس کا بند عقل کی کنجی سے نہیں کھلتا۔ پس عقل کی نظر احکام بیچونی سے کوتاہ ہے۔ اور محض غیب میں گمراہ۔ اور یہ عالم خلق کی علامت ہے۔ عالم امر کی نسبت بیچونی کی طرف ہے۔ اور اس کی توجہ بیچگونگی کی جانب۔ عالم امر کی ابتدا مرتبہ قلب سے ہے۔ اور قلب کے اوپر روح اور روح کے اوپر سر اور سر کے اوپر خفی اور خفی کے اوپر اخفیٰ ہے۔ ان پنجگانہ عالم امر کو جواہر خمسہ کہیں۔ تو مناسب ہے۔ کوتاہ نظری سے چند ٹھیکریوں کو جمع کرکے فلسفیوں نے ان کا نام جواہر رکھا ہے۔

عالم امر کے ان جواہر خمسہ کا ادراک کرنا اور اُن کی حقیقت پر اطلاع پانا حضرت **محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم** کے کامل تابعداروں کا نصیب ہے جب عالم صغیر یعنی انسان میں عالم کبیر کا نمونہ ہے۔ تو عالم کبیر میں بھی ان جواہر خمسہ کے اصول ثابت ہیں۔ انسان کے دل کی طرح عرش مجید عالم کبیر کے ان جواہر کا مبدء ہے۔ اور اسی مناسبت کی وجہ سے قلب کو بھی عرش اللہ تعالیٰ کہتے ہیں۔ اور جواہر پنجگانہ کے باقی مراتب عرش کے اوپر ہیں۔

عرش عالم کبیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے جس طرح قلب انسان جو عالم صغیر میں عالم خلق اور عالم امر کے درمیان برزخ ہے۔ قلب اور عرش اگرچہ بظاہر عالم خلق میں ہیں۔ لیکن حقیقت میں عالم امر سے ہیں۔ اور بیچونی اور بیچگونگی سے کچھ حصہ رکھتے ہیں۔ ان جواہر خمسہ کی حقیقت پر اطلاع پانا۔ اولیاء اللہ میں سے کامل افراد کے لئے مسلم ہے۔ جو مراتب سلوک کو مفصل طور پر طے کرکے نہایت النہایت تک پہنچ گئے ہیں ؎

ہر گدائے مرد میداں کے شود | پشہ آخر سلیماں کے شود

ترجمہ ؎ گدا ہوتا نہیں ہے مرد میداں | نہیں مچھر ہے بن سکتا سلیماں

اور اگر محض خدا کے فضل سے کسی صاحب دولت کی بصیرت کی آنکھ کو مرتبۂ وجوب کی تفصیل کے لئے بقدر طاقت کھولدیں۔ تو اس مقام میں بھی ان جواہر کے اصول کا مطالعہ کر لیتا ہے۔ اور ان جواہر صغیرہ اور کبیرہ کو ان جواہر حقیقی کے ظل کی طرح معلوم کر لیتا ہے ع

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

ترجمہ ۴ بڑی اعلےٰ ہے یہ دولت ملا اب دیکھئے کس کو

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

عالم امر کے حقائق کے اظہار سے رُک جانا پوشیدہ معنوں کی باریکی کے باعث ہے۔ کوتاہ نظر لوگ اس سے کیا حاصل کر سکتے ہیں۔ راسخ العلم اور کامل لوگ جو وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (اور تم لوگوں کو اسرار الٰہی میں سے) بس تھوڑا ہی سا علم دیا گیا ہے)، کے شرف سے مشرف ہیں اس ماجرا سے آگاہ ہیں ع

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا

ترجمہ مبارک منعموں کو اپنی دولت

۵

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ ہست

ترجمہ ۵ اچھا نہیں کہ پردہ سے باہر یہ راز ہو
ورنہ ہے راز کونسا جانیں نہ جس کو رند

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ مِنَ الصَّلَوَاتِ وَالتَّسْلِيْمَاتِ اَتَمُّهَا وَاَدْوَمُهَا اور سلام ہو آپ پر اور اُن لوگوں پر جو ہدایت کے رستہ پر چلے۔ اور جنہوں نے حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

دوسرا یہ دل میں آیا کہ جواہر مقدسہ عُلیا کا تھوڑا سا بیان لکھا جاوے۔

جاننا چاہیئے کہ ان جواہر کی ابتدا صفات اضافیہ سے ہے۔ جو وجوب اور امکان کے درمیان برزخوں کی طرح ہے۔ اور ان کے اوپر صفات حقیقیہ ہیں۔ جن کی تجلیات سے رُوح کو حصہ حاصل ہے۔ اور قلب کا تعلق صفات اضافیہ سے ہے اور ان کی

تجلیات سے اشرف ہے اور ان جواہر علیا میں سے باقی جواہر جو صفات حقیقیہ کے اوپر ہیں۔ حضرت ذات تعالیٰ کے دائرہ میں اخل ہیں۔ اسی لئے اِن تینوں مراتب کی تجلیات کو تجلیات ذاتیہ کہتے ہیں۔ ان کی نسبت گفتگو کرنا اچھا نہیں ع

قلم اینجا رسید و سر بشکست

ترجمہ ع قلم آیا یہاں تو سر گیا ٹوٹ

مکتوب ۳۵

محبت ذاتی کے بیان میں جہاں کہ انعام و ایلام برابر ہے۔ میاں حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا گیا :۔

نَجَّانَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَنْ زَیْغِ الْبَصَرِ بِحُرْمَتِ سَیِّدِ الْبَشَرِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید البشر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طفیل کج چشم سے نجات دیوے۔

سیر و سلوک سے مقصود نفس امارہ کا تزکیہ اور پاک کرنا ہے۔ تا کہ جھوٹے خداوں کی عبادت سے جو نفسانی خواہشوں کے وجود سے پیدا ہوتی ہیں۔ نجات حاصل ہو جائے۔ اور حقیقت میں خدائے واحد برحق کے سوا کوئی توجہ کا قبلہ نہ رہے۔ اور دینی یا دنیاوی مقصودوں اور مطلبوں سے کوئی مقصود و مطلب اختیار نہ کریں۔

دینی مقصود ہر چند نیک ہیں۔ لیکن یہ ابرار کا کام ہے۔ مقربین ان کو برائیاں جانتے ہیں۔ اور سوائے واحد برحق کے اور کوئی اپنا مقصود خیال نہیں کرتے۔ یہ دولت فنا کے حاصل ہونے اور محبت ذاتی کے ثابت ہونے پر منحصر ہے کہ اس مقام میں انعام ایلام برابر ہیں۔ عذاب میں وہی لذت ہے جو انعام میں ہے۔ اگر بہشت کو چاہتے ہیں تو اس لئے کہ اُس کی رضا کا مقام ہے۔ اور اس کے طلب کرنے میں خدا تعالیٰ کی مرضی ہے اور دوزخ سے پناہ اس واسطے مانگتے ہیں کہ حق تعالیٰ کے غضب کا مقام ہے۔ نہ تو بہشت سے ان کا مقصود نفس کی لذت کا طلب کرنا ہوتا ہے۔ اور نہ ہی دوزخ سے پناہ مانگنا رنج و محنت کے باعث۔ کیونکہ جو کچھ محبوب سے آئے ان بزرگواروں کے نزدیک مرغوب اور عین مطلوب ہوتا ہے۔ کُلُّ مَا یَفْعَلُہُ الْمَحْبُوْبُ مَحْبُوْبٌ۔ محبوب جو کام

کرتا ہے وہ بھی محبوب ہی ہوتا ہے۔

اخلاص کی حقیقت یہاں معلوم ہوتی ہے۔ اور جھوٹے خداؤں کی پرستش سے خلاصی اسی جگہ حاصل ہوتی ہے۔ اور کلمہ توحید اس وقت درست ہوتا ہے۔ وَبِدَوْنِهٖ خَرْطُ الْقَتَادِ۔ ورنہ بغیر اس کے بیفائدہ رنج ہے۔

محبت ذاتی کے بغیر جو اسماء و صفات کے ملاحظہ کے بغیر اور محبوب کے انعام و اکرام کے وسیلہ کے سوا ہے۔ مقصود حاصل ہونا بہت مشکل ہے۔ اور فنائے مطلق اس شرکت کو جلانے والی محبت کے سوا حاصل نہیں ہوتی۔ مثنوی

عشق آں شعلہ است کوچوں برفروخت ہر چہ جز معشوق باقی جملہ سوخت

تیغ لا در قتل غیر حق براند در نگر زاں پس کہ بعد از لا چہ ماند

ماند الا اللہ باقی جملہ رفت شاد باش اے عشق شرکت سوز زفت

ترجمہ: عشق کی آتش کا جب شعلہ اُٹھا ماسوا معشوق سب کچھ جل گیا

تیغ لا سے قتل غیر حق ہُوا بعد ازاں پھر دیکھ باقی کیا رہا

رہ گیا اللہ باقی سب فنا مرحبا اے عشق تجھ کو مرحبا

مکتوب ۳۶

اس بیان میں کہ شریعت دُنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی ضامن ہے۔ اور کوئی ایسا مطلب نہیں ہے کہ جس کے حاصل کرنے میں شریعت کے سوا کسی اور چیز کی حاجت پڑے۔ اور طریقت وحقیقت دونوں شریعت کے خادم ہیں اور اس کے مناسب بیان میں۔ ملا حاجی محمد لاہوری کی طرف لکھا گیا:۔

حَقَّقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ بِحَقِیْقَۃِ الشَّرِیْعَتِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا۔ حق تعالےٰ ہم کو اور آپ کو شریعت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت سے آگاہ کرے۔ اور اللہ تعالےٰ اُس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا:۔

شریعت کے تین جزو ہیں۔ علم و عمل و اخلاص۔ جب تک یہ تینوں جزو متحقق نہ ہوں۔ شریعت متحقق نہیں ہوتی۔ اور جب شریعت حاصل ہو گئی تو گویا حق تعالےٰ کی رضامندی

حاصل ہوگئی۔ جو دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑھ کر ہے ✤

پس شریعت دنیا اور آخرت کی تمام سعادتوں کی ضامن ہے۔ اور کوئی ایسا مطلب باقی نہیں۔ جس کے حاصل کرنے کے لئے شریعت کے سوا کسی اور چیز کی طرف حاجت پڑے طریقت اور حقیقت جن سے صوفیا ممتاز ہیں تیسری جزو یعنی اخلاص کے کامل کرنے میں شریعت کی خادم ہیں۔ پس ان دونوں کی تکمیل سے مقصود شریعت کی تکمیل ہے نہ کوئی اور امر شریعت کے سوا ✤

احوال و مواجید اور علوم و معارف جو صوفیہ کو اثنائے راہ میں حاصل ہوتے ہیں اصلی مقصود نہیں ہیں۔ بلکہ وہم و خیالات ہیں۔ جن سے طریقت کے بچوں کی تربیت کیجاتی ہے۔ ان سب سے گذر کر مقام رضا تک پہنچنا چاہئے۔ جو مقام جذبہ اور سلوک کا نہایت ہے۔ کیونکہ طریقت اور حقیقت کی منزلیں طے کرنے سے یہ مقصود ہے کہ اخلاص حاصل ہو جائے۔ جو مقام رضا کو مستلزم ہے۔ تین قسم کی تجلیوں اور عارفانہ مشاہدوں سے گذار کر ہزاروں میں سے کسی ایک کو اخلاص اور مقام رضا کی دولت تک پہنچاتے ہیں۔ بے سمجھ لوگ احوال و مواجید کو اصلی مقصود جانتے ہیں۔ اور مشاہدات اور تجلیات کو اصل مطلب خیال کرتے ہیں۔ اسی واسطے وہم و خیال کی قید میں گرفتار رہتے ہیں اور شریعت کے کمالات سے محروم ہو جاتے ہیں۔ كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ اِلَيْهِ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ (مشرکین کو وہ بات بڑی بھاری اور مشکل معلوم ہوتی ہے۔ جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف برگزیدہ کر لیتا ہے۔ اور اپنی طرف اسی کو ہدایت دیتا ہے جو اس کی طرف جھکتا ہے) ✤

ہاں مقام اخلاص ہونا۔ اور مرتبہ رضا تک پہنچنا ان احوال و مواجید کے طے کرنے اور ان علوم و معارف کے ثابت ہونے پر وابستہ اور منحصر ہے ✤

پس یہ سب باتیں مطلوب حاصل کرنے کے لئے اسباب اور مقصود تک پہنچنے کے لئے وسیلہ ہیں ✤

اس مطلب کی حقیقت حضرت حبیب اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل اس فقیر کو

اس راستہ میں پورے دس سال کے بعد واضح و ظاہر ہوئی ۔ اور شریعت کا معشوق کما حقہٗ جلوہ گر ہوا ۔ اگرچہ ابتدا ہی سے احوال و مواجید کی گرفتاری رکھتا تھا ۔ اور شریعت کی حقیقت سے متحقق ہونے کے بغیر اور کوئی مطلب مد نظر نہ تھا ۔ لیکن دس سال کے بعد اصل حقیقت کما حقہٗ ظاہر ہوئی ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا مُبَارَکًا فِیْہِ مُبَارَکًا عَلَیْہِ

مغفرت پناہ میاں شیخ جمال کے فوت ہونے سے تمام اہل اسلام کو غم و الم لاحق ہوا ۔ ان کے مخدوم زادوں کے ہاں فقیر کی طرف سے ماتم پرسی کی رسم بجا لا کر فاتحہ پڑھیں ۔ وَالسَّلَامُ

مکتوب ۳۷

سنت نبوی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تابعداری پر برانگیختہ کرنے اور نسبت نقشبندیہ قدس سرہم کے حاصل کرنے کے لئے ترغیب دینے میں شیخ محمد خیلوی کی طرف لکھا ہے :-

آپ کا پاک اور بزرگ مکتوب جو از روئے کرم کے خاکسار کے نام لکھا ہوا تھا اس کے مطالعہ سے بہت خوشی حاصل ہوئی ۔ اس طریقہ علیہ نقشبندیہ پر اپنی استقامت اور ثابت قدمی کے بارہ میں لکھا ہوا تھا ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ ۔ حق تعالےٰ اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں کی برکت سے بیشمار ترقیاں عطا فرمائے ۔

ان کا طریقہ سرخ گندھک یعنی اکسیر ہے ۔ اور سنت نبوی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تابعداری پر منحصر ہے ۔

یہ فقیر اپنے نقد وقت یعنی موجودہ حال کی نسبت لکھتا ہے کہ بہت مدت تک علم و معارف اور احوال و مواجید بھاری بادل کی طرح گرتے رہے اور جو کام کرنا چاہئے تھا ۔ اللہ تعالےٰ کی عنایت سے کر دیا ۔ اور اب سوائے اس کے اور کوئی آرزو نہیں رہی کہ نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی سنتوں میں سے کوئی سنت زندہ کی جائے ۔ اور احوال و مواجید اہل ذوق کے لئے مسلّم رہیں ۔

آپ کو چاہئے کہ باطن کو خواجگان قدس سرہم کی نسبت سے معمور رکھیں ۔ اور ظاہر کو نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تابعداری سے آراستہ و پیراستہ بنائیں ع

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ: اصل مطلب ہے یہی باقی ہے ہیچ

نمازِ پنجگانہ اول وقت میں ادا کیا کریں۔ مگر موسم سرما کی عشا کہ رات کے تیسرے حصہ تک اس میں تاخیر کرنا مستحب ہے۔ فقیر اس امر میں بے اختیار ہے۔ نہیں چاہتا کہ نماز کے ادا کرنے میں سرِ مُو تاخیر واقع ہو۔ اور بشریت کا عجز اس سے مستثنےٰ ہے ✤

مکتوب ۳۸

ذات بحت کے ساتھ جو اسما و صفات و شیون و اعتبارات کے اعتبار سے پاک و منزہ ہے۔ گرفتار ہونے میں اور ناقص لوگوں کی خدمت میں جو چون کو بیچون تصور کر کے اس میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اور اہل فنا کے مرتبوں کے تفاوت میں کہ جن پر علوم و معارف وغیرہ کا تفاوت مترتب ہے۔ یہ بھی شیخ محمد خیری کی طرف لکھا گیا :-

آپ کا مکتوب شریف پہنچ کر خوشی کا باعث ہوا۔ حق تعالےٰ ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے۔ اور ایک لحظہ بھی اپنے غیر کے حوالہ نہ کرے۔ جو کچھ حق تعالےٰ کی ذات بحت کے سوا ہے اس کی تعبیر غیر سے کی گئی ہے۔ اگرچہ اسما و صفات ہوں۔ اور یہ جو متکلمین نے لاھو و لا غیرہٗ کہا ہے اس کے اور معنے ہیں۔ اور غیر سے ان کی مراد غیر اصطلاحی ہے۔ اور انہی معنے میں نفی کی ہے نہ معنی مطلق سے۔ اور نفی خاص نفی عام کو مستلزم نہیں ہے۔ اور حق تعالےٰ کی ذات بحت سے سلب یعنی نفی کے سوا اور کچھ تعبیر نہیں کر سکتے اس مرتبہ میں جو اثبات ہے وہ الحادی ہے اور تمام تعبیروں میں بہتر تعبیر اور تمام عبارتوں سے جامع عبارت لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ہے۔ جس کا فارسی ترجمہ بیچون اور بیچگون ہے اور علم اور شہود اور معرفت کو اس کی طرف راہ نہیں۔ جو کچھ دیکھتے اور جانتے اور پہچانتے ہیں۔ یہ سب اُس کا غیر ہے۔ ان کے ساتھ گرفتار ہونا اس کے غیر کے ساتھ گرفتار ہونا ہے پس کلمہ لَآ اِلٰهَ کے نیچے لا کر ان سب کی نفی ضروری ہے۔ اور کلمہ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ اس ذات بیچون و بیچگون کا اثبات کرنا لازم ہے۔ اور یہ بات اثبات اول میں تقلید کے طور پر ہے۔ اور اخیر میں تحقیق کے طور پر ✤

بعض سالکوں نے نہایت مطلب تک نہ پہنچکر چون کو بیچون تصور کیا ہے ! اور شہود معرفت کو اس کی طرف دخل دیا ہے۔ تقلید والے لوگ ان سے کئی درجے بہتر ہیں۔ کیونکہ ان کی تقلید نور نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے چراغ سے حاصل کی گئی ہے۔ جس کی طرف سہو و خطا کو راہ نہیں ہے۔ اور ناقص لوگوں کا مقتدا غیر صحیح یعنی غلط کشف ہے ع

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

ترجمہ ع　　دیکھ رستہ کا فرق ہے کس قدر

اور درحقیقت یہ لوگ ذات کے منکر ہیں۔ کیونکہ اگرچہ شہود ذات کا اثبات کرتے ہیں۔ مگر نہیں جانتے کہ نفس اثبات عین انکار ہے +

امام المسلمین امام اعظم کوفی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے فرمایا ہے۔ سُبۡحَانَكَ مَا عَبَدۡنَاكَ حَقَّ عِبَادَتِكَ وَلٰكِنۡ عَرَفۡنَاكَ حَقَّ مَعۡرِفَتِكَ حق عبادت کا ادا نہ ہونا تو ظاہر ہے۔ لیکن حق معرفت کا حاصل ہونا اس بنا پر ہے کہ حق تعالےٰ کی ذات میں نہایت معرفت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اس کو بیچونی اور بیچگونگی کے ساتھ پہچان لیں ٭ کوئی بیوقوف یہ گمان نہ کرے کہ اس معرفت میں عام و خاص اور مبتدی اور منتہی برابر ہیں +

ہم کہتے ہیں کہ اس نے علم و معرفت کے درمیان فرق نہیں کیا ہے۔ مبتدی کو صرف علم ہی علم ہے۔ اور منتہی کو معرفت۔ اور معرفت سوائے فنا کے نہیں ہوتی۔ اور یہ دولت فانی کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتی۔ مولنا روم فرماتے ہیں ؎

ہیچکس را تا نہ گردد او فنا　　نیست رہ در بارگاہ کبریا

ترجمہ ؎ جب تلک کوئی نہ ہو جاوے فنا　　تب تلک ملتا نہیں اس کو خدا

پس جب معرفت علم سے الگ ہے تو پھر جاننا چاہیئے کہ مشہور دانش کے سوا وہ ایک ایسا امر ہے۔ جس کو معرفت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اسی کو ادراک بسیط بھی کہتے ہیں ؎

فریاد حافظ اینہمہ آخر بہرزہ نیست　　ہم قصۂ غریب و حدیث عجیب ہست

ترجمہ ؎ نہیں حافظ کی یہ بیہودہ فریاد　　عجب ہی ماجرا اس کا سراسر

مثنوی ؎

اتصالے بے تکیف بے قیاس　　ہست رب الناس را با جان ناس

لیک گفتم ناس انسناس نہ ناس غیر از جان جان اشناس نہ

ترجمہ ہے خدا کا اپنے بندوں سے اک ایسا اتصال جس کی کیفیت کا پانا اور سمجھنا ہے محال
ذکر ہے یاں ناس کا نسناس کا ہرگز نہیں ناس غیر از عارف کامل نہیں ہوتا کہیں

اور جب فنا میں بھی مرتبے مختلف ہیں تو اس واسطے تینوں کو بھی معرفت میں ایک دوسرے پر فضیلت ہوگی - یعنی جس کی فنا زیادہ کامل ہوگی اُس کی معرفت بھی زیادہ کامل ہوگی جس کی فنا کم ہوگی اُس کی معرفت بھی کم ہوگی۔ علیٰ ہذا القیاس +

سُبحان اللہ! بات کس طرف چلی گئی - چاہیئے تو یہ تھا کہ اپنی بیحاصلی اور نامرادی اور بے استقامتی اور ناثباتی کی نسبت کچھ لکھتا - اور دوستوں سے مدد طلب کرتا - مجھے اس قسم کی باتوں سے کیا نسبت **بیت**

آگہ از خویشتن چو نیست جنیں چہ خبر دارد از چنان و چنیں +

ترجمہ واقف اپنے سے جب نہیں جنیں پھر وہ جانے کیا چنان و چنیں

لیکن بلند ہمت اور ذاتی خصلت اجازت نہیں دیتی کہ کمینے مرتبوں اور سفلی ستاریہ کی طرف اُتر آئے - یا اُن کی طرف التفات کرے - اگر کہے تو اسی کی نسبت کہے - اگرچہ کچھ نہیں کہ سکتا - اور اگر ڈھونڈے تو اسی کو ڈھونڈے - اگرچہ کچھ نہ پائے - اور اگر کچھ حاصل ہو - وہی ہو اگرچہ کچھ حاصل نہ ہو - اور اگر واصل ہو تو اسی کے ساتھ واصل ہو - اگرچہ بیحاصل ہی رہے +

بعض بزرگواروں قدس سرہم کی عبارتوں میں جو شہود ذاتی واقع ہے - اس کے معنے کاملوں کے سوا کسی اور پر ظاہر نہیں ہیں - اور ناقصوں کے لئے ان معنوں کا سمجھنا مشکل ہے ؎

حال پختہ در نیابد ہیچ خام پس سخن کوتاہ باید والسلام

ترجمہ ؎ حال کامل کا نہیں جانے ہے خام پس سخن کوتاہ چاہئے والسلام

آپ نے خط کے عنوان کو کلمہ ھُوَ الظَّاھِرُ ھُوَ الْبَاطِنُ سے آراستہ کیا ہوا تھا میرے مخدوم! ھُوَ الظَّاھِرُ ھُوَ الْبَاطِنُ درست ہے لیکن کچھ مدت گذری ہے کہ فقیر اس عبارت سے توحید کے معنے نہیں سمجھتا - اور ان کے معنے سمجھنے میں علما کے موافق ہے - اور توحید والوں کی درستی سے ان کی درستی بہتر و بڑھ کر معلوم ہوئی ہے - کُلٌّ مُیَسَّرٌ لِمَا خُلِقَ لَهٗ ہر ایک کے لئے ایسی چیز کا حاصل ہونا آسان ہے جس کے لئے

وہ پیدا کیا گیا ہے۔ مصرعہ

ہر کسے را بہر کارے ساختند

ترجمہ ؏ ہر کسی کو کام ہے ہر اک الگ

جو کچھ اس انسان پر ضروری اور اس کے ساتھ مکلّف ہے۔ وہ اوامر کی تابعداری کرنا اور نواہی سے رُک جانا ہے۔ مَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ۔ جو کچھ رسول تمہارے پاس لائے اس کو پکڑ لو۔ اور جس سے تم کو منع کرے۔ ہٹ جاؤ۔ اور اللہ تعالےٰ سے ڈرو ۔

اور جب انسان اخلاص سے مامور ہے اور وہ بغیر فنا کے حاصل نہیں ہوتا۔ اور محبت ذاتی کے بغیر میسر نہیں ہوتا ہے۔ تو اس واسطے فنا کے مقدمات یعنی دس مقامات کو حاصل کرنا چاہئے۔ اگرچہ فنا خدا کی محض بخشش ہے۔ لیکن اُس کے مقدمات اور مبادی کسب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اگرچہ بعض ایسے بھی لوگ ہیں جن کو فنا کی حقیقت سے مشرف کرتے ہیں۔ بغیر اس بات کے کہ مقدمات کو حاصل کریں۔ اور ریاضتوں اور مجاہدوں سے اپنی حقیقت کو مصفا کریں۔ اور اس وقت اس کا حال دو صورت سے خالی نہیں ہے۔ یا اس کو نہایت النہایت میں ٹھہرا رکھتے ہیں یا ناقصوں کی تکمیل کے لئے عالم کی طرف اس کو لوٹاتے ہیں ۔

برتقدیر اول اس کا سیر مقامات مذکورہ میں واقع نہیں ہوتا۔ اور اسمائی اور صفاتی تجلیات کی تفصیلوں سے بےخبر رہتا ہے۔ اور برتقدیر ثانی اس کو عالم کی طرف لوٹاتے ہیں۔ تو اس کی سیر مقامات کی تفصیل پر واقع ہوتی ہے۔ اور بےنہایت تجلیات سے اس کو مشرف کرتے ہیں۔ ظاہر میں مجاہدہ کی صورت رکھتا ہے لیکن حقیقت میں کمال ذوق اور لذت میں ہے۔ بظاہر ریاضت میں ہے اور باطن میں نعمت و لذت میں ؏

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

ترجمہ ؏ بڑی اعلےٰ ہے یہ دولت ملے اب دیکھئے کس کو

یہ نہیں کہا جاتا کہ جب اخلاص اس قسم کے اموروں سے ہے جن کی تابعداری واجب ہے۔ اور بغیر فنا کے اس کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ پس علمائے ابرار اور صلحائے اخیار جو فنا کی حقیقت سے مشرف نہیں ہوئے۔ اخلاص کے ترک سے عاصی ہوں۔ کیونکہ ہم کہتے

ہیں کہ نفس اخلاص ان کو حاصل ہے۔ اگرچہ اخلاص بعض افراد کے ضمن میں ہو۔ اور فنا کے بعد کمال حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس کے تمام افراد کو شامل ہو جاتا ہے۔ اسی واسطے یہ کہا گیا ہے کہ اخلاص کی حقیقت بغیر فنا کے متصور نہیں ہوتی۔ اور یہ نہیں کہا کہ نفس اخلاص بغیر فنا کے متحقق نہیں ہوتا۔

مکتوب ۳۹

اس بیان میں کہ کام کا مدار دل پر ہے۔ نرے ظاہری عملوں اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ وغیرہ وغیرہ کے بیان میں شیخ محمد چتری کی طرف لکھا ہے:

حق تعالیٰ سید البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل جو کجی چشم سے پاک ہیں۔ اپنے غیر کی طرف سے ہٹا لے اور اپنی پاک جناب کی طرف توجہ عنایت فرمائے۔

کام کا مدار دل پر ہے۔ اگر دل حق تعالیٰ کے غیر سے گرفتار ہے تو خراب اور ابتر ہے۔ صرف ظاہری اعمال اور رسمی عبادتوں سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ ماسوائے حق کی طرف توجہ کرنے سے دل کو سلامت رکھنا اور اعمال صالحہ جو بدن سے تعلق رکھتے ہیں اور شریعت نے جن کے بجالانے کے لئے حکم کیا ہے دونوں درکار ہیں۔ بدنی نیک عملوں کے بجالانے کے بغیر دل کی سلامتی کا دعوےٰ کرنا باطل ہے۔ جس طرح اس جہان میں بدن کے بغیر روح کا ہونا ناممکن ہے۔ ویسے ہی دل کے احوال بدنی نیک عملوں کے بغیر محال ہیں۔ اس زمانہ میں اکثر ملحد اس قسم کے دعوے کئے بیٹھے ہیں۔ نَجَّانَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنْ مُعْتَقِدَاتِھِمُ السُّوْءِ بِصَدْقَۃِ حَبِیْبِہٖ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ حق تعالیٰ اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے ان کے ایسے برے عقائد سے نجات بخشے۔

مکتوب ۴۰

مقام اخلاص کے حاصل کرنے کے بیان میں جو شریعت کے تینوں حصوں میں سے ایک حصہ ہے۔ اور اس جزو کے کامل کرنے میں طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے خادم ہیں وغیرہ وغیرہ کے بیان میں۔ شیخ محمد چتری کی طرف لکھا ہے:

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَنُسَلِّمُ میرے مخدوم! سلوک کی منزلوں کو طے کرنے اور جذبہ کے مقامات کو قطع کرنے کے بعد معلوم ہوا کہ اس سیر و سلوک سے مقصود مقام اخلاص کا حاصل کرنا ہے۔ جو آفاقی اور انفسی معبودوں کی فنا پر منحصر ہے۔ اور یہ اخلاص شریعت کے اجزا میں سے ایک جزو ہے۔ کیونکہ شریعت کے تین جزو ہیں علم و عمل و اخلاص۔

پس طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے تیسرے جزو یعنی اخلاص کی تکمیل کے لئے شریعت کے خادم ہیں۔ اصل مقصود تو یہی ہے۔ مگر ہر ایک کا فہم یہاں تک نہیں پہنچتا۔ اکثر اہل جہان نے خواب و خیال کے ساتھ آرام کیا ہوا ہے۔ اور اکھروٹ اور منقہ یعنی بیہودہ اور نکمی باتوں پر کفایت کی ہے۔ وہ شریعت کے کمالات کو کیا جانتے ہیں اور طریقت اور حقیقت کا کیا پتہ لگا سکتے ہیں۔ شریعت کو پوست خیال کرتے ہیں۔ اور حقیقت کو مغز جانتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ اصل معاملہ کیا ہے۔ صوفیہ کی بیہودہ باتوں پر مغرور اور احوال و مقامات پر فریفتہ ہیں۔ هَدَاهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ سَوَاءَ الطَّرِيْقِ وَالسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ۔ اللہ تعالیٰ اُن کو سیدھے راستہ کی ہدایت دیوے۔ اور ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر سلام ہو۔

مکتوب ۴۱

حضرت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشن اور بزرگ سنت کی تابعداری کی ترغیب میں۔ اور اس بیان میں کہ طریقت اور حقیقت۔ شریعت کو کامل کرنیوالی ہیں۔ اور اس بیان میں کہ علوم شرعیہ اور علوم صوفیہ کے درمیان جو مقام صدیقیت میں جو ولایت کے مرتبوں میں سے اعلےٰ مرتبہ ہے فائض ہوتے ہیں۔ ہرگز مخالفت نہیں ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں شیخ درویش کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالےٰ اپنے نبی اور اُن کی بزرگوار آل صلے اللہ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی طفیل ظاہر و باطن کو حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کی متابعت سے آراستہ پیراستہ کرے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حق تعالےٰ کے محبوب ہیں۔ اور جو چیز کہ خوب اور مرغوب ہے وہ حق تعالےٰ کے مطلوب اور محبوب کیلئے ہے

اسی واسطے حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ بیشک تو بڑے خلق پر ہے۔ اور نیز فرماتا ہے اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ تو مرسلین میں سے ہے اور راہ راست پر ہے۔ اور نیز فرماتا ہے۔ اِنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ بیشک یہ میرا راستہ سیدھا ہے تم اس پر چلو اور اَور راستوں پر نہ چلو۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعت کو صراط مستقیم کہا۔ اور اس کے ماسوے کو ٹیڑھے راستوں میں داخل فرمایا۔ اور ان کی تابعداری سے منع فرمایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خدا کا شکر کرتے ہوئے اور خلق کو ہدایت کا نشان بتلاتے ہوئے فرمایا ہے کہ خَيْرُ الْهَدْيِ هَدْيُ مُحَمَّدٍ سب ہدایتوں سے بہتر ہدایت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ اور نیز آپ نے فرمایا ہے کہ اَدَّبَنِيْ رَبِّيْ فَاَحْسَنَ تَاْدِيْبِيْ مجھے میرے رب نے ادب سکھایا اور میری تعلیم اور تادیب اچھی طرح کی۔ اور باطن ظاہر کو پورا کرنے والا ہے۔ اور بال بھر بھی ایک دوسرے کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتے۔ مثلاً زبان سے جھوٹ نہ بولنا شریعت ہے۔ اور دل سے جھوٹ کا خطرہ دور کرنا طریقت اور حقیقت ہے۔ یعنی اگر یہ نفی تکلف اور بناوٹ سے ہے تو طریقت ہے۔ اور اگر تکلف کے بغیر حاصل ہے تو حقیقت ہے۔ پس حقیقت میں باطن جس کو طریقت اور حقیقت کہتے ہیں۔ ظاہر کو جو شریعت ہے پورا اور کامل کرنے والا ہے۔

پس اگر طریقت وحقیقت کی راہ پر چلنے والوں سے اثنائے راہ میں ایسے امور سرزد ہوں جو بظاہر شریعت کے مخالف ہیں تو وہ سکر وقت اور غلبہ حال پر مبنی ہیں۔ اور اگر اس مقام سے گذار کر صحو میں لے آویں تو وہ مخالفت رفع ہو جاتی ہے۔ اور وہ ایک دوسرے کے مخالف علوم سب کے سب دور ہو جاتے ہیں۔

مثلاً صوفیہ سکر کے باعث احاطہ ذاتی کے قائل ہوتے ہیں۔ اور بالذات حق تعالیٰ کو عالم کا محیط جانتے ہیں۔ یہ حکم اہل حق لوگوں کی رائوں کے مخالف ہے۔ کیونکہ یہ لوگ احاطہ علمی کے قائل ہیں حقیقت میں علما کی رائیں بہت ہی بہتر ہیں۔ اور اگرچہ صوفیہ اس بات کے قائل ہوں کہ حق تعالیٰ کی ذات کسی حکم کے ساتھ محکوم نہیں ہوتی۔ اور کسی علم سے معلوم نہیں ہوتی۔ تو اس پر احاطہ اور سریان کے ساتھ حکم کرنا اس قول کے مخالف ہے۔ اور واقعی

حق تعالےٰ کی ذات بیچون اور بیچگون ہے اور کسی حکم کو اس کی طرف راہ نہیں۔ وہاں حیرت و نادانی اور اس مقام میں جہل صرف اور محض سرگردانی ہے۔ اس پاک جناب میں احاطہ و سریان کی کیا مجال ہے۔ ہاں ایک بات ہے جس کے سبب ان صوفیہ کی طرف سے جو ان احکام کے قائل ہیں عذر خواہی کی جائے۔ اور کہا جائے کہ ذات سے ان کی مراد تعین اول ہے۔ اور چونکہ اس کو متعین ذات نہیں جانتے۔ اس لئے اس تعین کو عین ذات کہتے ہیں۔ اور وہ تعین اول جو وحدت سے تعبیر کیا گیا ہے تمام ممکنات میں جاری و ساری ہے۔ تو اس لحاظ سے احاطہ ذاتی کے ساتھ حکم کرنا درست ہے۔ یہاں ایک اور دقیقہ ہے۔

جاننا چاہئے کہ حق تعالےٰ کی ذات علمائے اہل حق کے نزدیک بیچون اور بیچگون ہے۔ اور اس کے سوا جو کچھ ہے اس پر زائد ہے۔ اور وہ تعین بھی اگر ان کے نزدیک ثابت ہو جائے تو زائد ہوگا۔ اور اس کو حضرت ذات بیچون کے دائرہ سے باہر جانینگے۔ پس اس کے احاطہ کو ذاتی نہ کہینگے۔ پس علما کی نظر صوفیہ کی نظر سے بلند ہے۔ اور صوفیہ کے نزدیک جو ذات ہے۔ وہ ان علما کے نزدیک ماسوے میں داخل ہے۔ اور قرب و معیت ذاتی بھی اسی قیاس پر ہیں۔ اور باطنی معارف اور شریعت کے ظاہری علوم کے درمیان پورے اور کامل طور پر موافقت کا ہونا۔ یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے امور میں بھی مخالفت کی مجال نہ رہے مقام صدیقیت میں ہے جو تمام مقام ولایت سے بالاتر مقام ہے۔ اور مقام صدیقیت سے بڑھ کر مقام نبوت ہے۔ جو علوم نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کو وحی کے ذریعے پہنچے ہیں۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو الہام کے طور پر منکشف ہوئے ہیں۔ ان دونوں علموں کے درمیان صرف وحی اور الہام کا فرق ہے۔ اور مقام صدیقیت کے سوا اور جس قدر مقام ہیں ان میں ایک قسم کا سکر متحقق ہے۔ صحو تام صرف مقام صدیقیت ہی میں ہے۔

دوسرا فرق۔ ان دونوں علموں کے درمیان یہ ہے کہ وحی میں قطع ہے اور الہام میں ظن۔ کیونکہ وحی بذریعہ فرشتہ کے ہے۔ اور فرشتے معصوم ہیں۔ ان میں خطا کا احتمال نہیں اور الہام اگرچہ محل عالی رکھتا ہے جسے قلب کہتے ہیں۔ اور قلب عالم امر سے ہے لیکن قلب کا عقل اور نفس کے ساتھ ایک قسم کا تعلق ثابت ہے۔ اور نفس اگرچہ تزکیہ کے ساتھ مطمئنہ ہو جائے لیکن اپنی صفات سے ہرگز نہیں بدلتا۔ اسی واسطے اس مقام میں خطا کی مجال ظاہر ہے۔

جاننا چاہیئے کہ نفس کے مطمئنہ ہو جانے کے باوجود اس کی صفات کے باقی رکھنے میں

بڑے فائدے اور نفعے ہیں۔ اگر نفس بالکل اپنی صفات کے ظہور سے روکا جائے۔ تو ترقی کا رستہ بند ہو جائے۔ اور روح فرشتہ کا حکم پیدا کرلے۔ اور اپنے مقام میں بند رہجائے۔ کیونکہ ترقی کا حاصل ہونا نفس کی مخالفت کے باعث ہے۔ اگر نفس میں مخالفت نہ رہی تو ترقی کیسی ہو گی ؞

سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کفار کے جہاد سے واپس آئے تو آپ نے فرمایا رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِهَادِ الْاَکْبَرِ۔ نفس کے جہاد کو جہاد اکبر فرمایا۔ اور نفس کی مخالفت اس مقام میں عزیمت و اولے کے ترک سے ہے بلکہ اُس ارادہ کے ترک کرنے سے ہے جو ترک عزیمت کے ثابت ہونے سے بھی منصور نہیں ہے۔ اور اسی ارادہ سے اس کو اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں اس قدر ندامت اور پشیمانی اور التجا اور عاجزی حاصل ہوتی ہے کہ ایک سال کا کام ایک گھڑی میں حاصل ہو جاتا ہے ؞

اب ہم اصل بات کی طرف جاتے ہیں۔ یہ بات مقرر اور ثابت ہے کہ جس چیز میں محبوب کے اخلاق اور خصلتیں پائی جاتی ہیں۔ محبوب کے تابع ہونے کی وجہ سے وہ چیز بھی محبوب ہو جاتی ہے۔ یہ اس رمز کا بیان ہے جو اس آیت کریمہ میں ہے فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ پس آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری میں کوشش کرنا مقام محبوبیت تک لیجانیوالا ہے۔ پس ہر ایک دانا اور عقلمند پر واجب ہے کہ ظاہر و باطن میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال تابعداری میں کوشش کرے۔ بات بہت لمبی ہو گئی ہے۔ امید ہے کہ معذور فرمائینگے ؞

سخن کا جمال جب جمیل مطلق کی طرف سے ہے۔ تو جس قدر لمبا ہو جائے اچھا معلوم ہوتا ہے۔ لَوْ کَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّکَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ کَلِمٰتُ رَبِّیْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا۔ اگر اللہ کی باتیں لکھنے کے لئے سمندروں کی سیاہی بنائی جائے۔ تو سمندر ختم ہو جائیں۔ مگر اللہ کے کلمات نہ لکھے جائیں۔ اگرچہ اتنے سمندر اور اس کے ساتھ ملائے جائیں ؞

بات کو کسی طرف لیجانا چاہیئے۔ حامل رقیمہ ہذا مولانا محمد حافظ اور صاحب علم ہے۔ اور اس کا عیال بہت ہے۔ گذارہ کا سبب نہ ہونے کے باعث لشکر کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ اگر توجہ فرما کر فتح کے نشان والی اور سرداری اور شرافت کے مرتبہ والی سرکار شیخ جیو سے کچھ وظیفہ یا امداد اس کے واسطے مقرر کرا دیں۔ تو آپ کی کمال بخشش ہو گی

زیادہ کیا تکلیف دیوے۔

مکتوب ۴۲

اس بیان میں کہ دل کی حقیقت جامع سے ماسوے اللہ کی محبت کے زنگار کو دور کرنے والی سب سے بہتر چیز نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سُنت کی تابعداری ہے۔ شیخ درویش کی طرف لکھا ہے:۔

سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاَبْقَاکُمْ اللہ تعالےٰ آپ کو سلامت اور قائم رکھے جب تک انسان کا دل پراگندہ تعلقات سے آلودہ ہے۔ تب تک محروم اور مہجور ہے۔ دل کی حقیقت جامع کے آئینے سے ماسوے اللہ کی زنگار دُور کرنا ضروری ہے۔ اور دل سے زنگار کو دُور کرنے والی بہتر چیز حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزرگ و روشن سُنت کی تابعداری ہے جس کا مدار نفسانی عادتوں کے رفع کرنے پر ہے۔ یعنی جس سے تمام نفسانی عادتیں اور رسمیں دُور ہو جاتی ہیں۔ فَطُوْبیٰ لِمَنْ شُرِّفَ بِھٰذِہِ النِّعْمَۃِ الْعُظْمٰی وَوَیْلٌ لِّمَنْ حُرِمَ مِنْ ھٰذِہِ الدَّوْلَۃِ الْقُصْوٰی۔ پس اس شخص کے لئے مُبارکبادی ہے۔ جس کو اس بھاری نعمت کا شرف حاصل ہوا۔ اور افسوس ہے اس شخص پر جو اس اعلےٰ دولت سے محروم رہا۔

باقی مقصود یہ ہے کہ جناب اخی اعزی میاں مظفر ولد شیخ گھورن مرحوم شریف اور بزرگوں کی اولاد میں سے ہے اور ان کے متعلقین بہت سے ہیں۔ ان کی حالت قابل رحم ہے۔ زیادہ کیا تکلیف دیوے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی آپ پر اور ہدایت کی راہ پر چلنے والوں پر سلام ہو۔

مکتوب ۴۳

اس بیان میں کہ توحید دو قسم ہے۔ شہودی اور وجودی۔ اور وہ جو ضروری ہے توحید شہودی ہے، جس سے فنا متعلق ہے۔ اور توحید شہودی عقل و شرع کے ساتھ مخالفت نہیں رکھتی برخلاف توحید وجودی کے۔ اور ان مشائخ کے اقوال کی جو توحید وجودی میں نظر کرنے والے ہیں توحید شہودی کی طرف تاویل کرنی چاہیئے

تاکہ مخالفت کی گنجائش نہ رہے۔ اور توحید شہودی مرتبہ عین الیقین میں ہے۔ جو حیرت کا مقام ہے۔ اور جب اس مقام سے گذر کر حق الیقین تک پہنچتے ہیں۔ اس قسم کے احوال اور اقوال سے کنارہ کرتے ہیں۔ اور اس مضمون کے مناسب سوالوں اور جوابوں اور روشن مثالوں کے بیان میں۔ سرداری کی پناہ والے شرافت کے مرتبہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے :۔

سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی وَسُبْحَانَہٗ وَعَصَمَکُمْ عَمَّا یَصِمُکُمْ وَصَانَکُمْ عَمَّا شَانَکُمْ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے اور اس چیز سے بچائے جو آپ کو عیب لگائے۔ اور محفوظ رکھے آپ کو اس چیز سے جو آپ کو دھبہ لگائے۔ وہ توحید جو اثنائے راہ میں اس بزرگ گروہ کو حاصل ہوتی ہے۔ دو قسم پر ہے۔ توحید شہودی اور توحید وجودی * توحید شہودی ایک کو دیکھنا ہے۔ یعنی ایک کے سوا سالک کو کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ اور توحید وجودی۔ ایک موجود کو جاننا اور اس کے غیر کو نابود سمجھنا۔ اور اس کے مظہروں اور جلوہ گاہوں کے نہ ہونے کے باوجود ایک خیال کرنا ہے۔ پس توحید وجودی علم الیقین کی قسم سے ہے۔ اور توحید شہودی عین الیقین کی قسم سے۔ توحید شہودی اس راہ کی ضروریات سے ہے۔ کیونکہ فنا اس توحید کے بغیر ثابت نہیں ہوتی۔ اور مرتبہ عین الیقین اس کے سوا میسر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اس میں ایک کو غلبہ کے ساتھ دیکھنا اس کے ماسوا کے نہ دیکھنے کو مستلزم ہے۔ برخلاف توحید وجودی کے کہ وہ ایسی نہیں ہے۔ یعنی ضروری نہیں ہے۔ کیونکہ علم الیقین بغیر اس معرفت کے حاصل ہے۔ کیونکہ علم الیقین اس کے ماسوا کی نفی کو مستلزم نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ ہے کہ اس ایک کے علم کا غلبہ اس کے ماسوا کے علم کی نفی کو مستلزم ہے۔ مثلاً ایک شخص کو آفتاب کے وجود کا علم حاصل ہو گیا۔ تو اس یقین کا غلبہ اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ستاروں کو اس وقت نیست و نابود جانے۔ لیکن جب آفتاب کو دیکھیگا۔ اس وقت ستاروں کو نہ دیکھیگا۔ اور آفتاب کے سوا اس کو کچھ نظر نہ آئیگا۔ اور اس وقت بھی جب کہ ستاروں کو نہیں دیکھتا۔ وہ جانتا ہے کہ ستارے نیست و نابود نہیں ہیں۔ بلکہ جانتا ہے کہ ستارے موجود ہیں۔ لیکن چھپے ہوئے ہیں۔ اور سورج کی روشنی میں مغلوب ہیں۔ اور یہ شخص ان لوگوں کے ساتھ جو اس وقت میں ستاروں کے وجود کی نفی کرتے ہیں۔ انکار کے مقام میں ہے۔ اور جانتا ہے کہ یہ معرفت صحیح نہیں ہے پس توحید وجودی

کہ ماسوائے ذات حق کی نفی ہے عقل و شرع کے ساتھ مخالف ہے۔ برخلاف توحید شہودی کے کہ ایک کے دیکھنے میں کچھ مخالفت نہیں ہے۔ مثلاً آفتاب کے طلوع ہونے کے وقت ستاروں کی نفی کرنا اور اُن کو معدوم سمجھنا خلاف واقع ہے۔ لیکن ستاروں کو اس وقت نہ دیکھنا کچھ مخالف نہیں ہے۔ بلکہ وہ نہ دیکھنا بھی آفتاب کی روشنی کے غلبہ اور دیکھنے والے کی کمزوری کے باعث ہے۔ اگر دیکھنے والے کی آنکھ اسی آفتاب کی روشنی سے روشن ہو جائے۔ اور قوت پیدا کرے۔ تو ستاروں کو آفتاب سے جُدا دیکھیگا۔ اور یہ دیکھنا حق الیقین میں ہے۔

پس بعض مشائخ کے اقوال جو بظاہر شریعت حقہ کے مخالف نظر آتے ہیں۔ اور بعض لوگ ان کو توحید وجودی پر حمل کرتے ہیں۔

مثلاً منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ کا انا الحق کہنا اور بایزید بسطامی علیہ الرحمۃ کا سُبحانی مَا اَعظَمُ شانی پکارنا وغیرہ وغیرہ۔

بہتر اور مناسب یہ ہے کہ ان اقوال کو توحید شہودی پر محمول کیا جائے۔ اور مخالفت کو دُور کیا جائے۔ جب ماسوائے حق ان کی نظر سے مخفی ہو گیا۔ تو غلبہ حال کے وقت اس قسم کے الفاظ ان سے سرزد ہوئے۔ اور حق کے سوا اس کے غیر کو ثابت نہ کیا۔ اور انا الحق کے معنے یہ ہیں کہ حق ہے اور میں نہیں ہوں۔ جب وہ اپنے آپ کو نہیں دیکھتا تو اثبات نہیں کرتا۔ نہ یہ کہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ اور اس کو حق کہتا ہے کہ یہ خود کفر ہے۔ اس جگہ کوئی یہ نہ کہے کہ اثبات نہ کرنا نفی تک پہنچا دیتا ہے۔ اور وہ بعینہٖ توحید وجودی ہے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ اثبات کے نہ کرنے سے نفی لازم نہیں آتی۔ بلکہ اس مقام میں حیرت ہے۔ احکام سب کے سب ساقط ہوئے ہیں۔ اور سُبحانی میں حق تعالےٰ کا تنزیہ ہے نہ اس کا اپنا تنزیہ کہ وہ بالکل ہو چکا ہوا ہے۔ اور کوئی علم اس کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ اور اس قسم کی باتیں مقام عین الیقین میں جو مقام حیرت ہے۔ بعض لوگوں سے ظاہر ہوتی ہیں۔ اور جب اس مقام سے ترقی کر کے حق الیقین تک پہنچتے ہیں۔ تو اس قسم کی باتوں سے کنارہ کرتے ہیں اور حد اعتدال سے تجاوز نہیں کرتے۔ اس زمانہ میں اس گروہ میں سے بہت لوگوں نے جو اپنے آپ کو صوفیوں کے لباس میں ظاہر کرتے ہیں۔ توحید وجودی کو شائع کیا ہوا ہے۔ اور اس کے سوا کچھ کمال نہیں جانتے۔ اور عین الیقین

سے علم الیقین ہی میں رُکے ہوئے ہیں۔ اور مشائخ کے اس قسم کے اقوال کی اپنے خیالی معنوں کے مطابق تاویل کرتے ہیں۔ اور انہی خیالی معنوں کو اپنے زمانہ کا مقتدا بنایا ہوا ہے۔ اور اپنے کھوٹے بازار کو ان خیالی باتوں سے رواج دیا ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ متقدمین مشائخ میں سے بعض کی عبارتوں میں ایسے الفاظ واقع ہیں جن سے صاف طور پر توحید وجودی ثابت ہوتی ہے۔ تو وہ اس بات پر محمول ہیں کہ ابتدا میں علم الیقین کے مقام میں ان سے اس قسم کے الفاظ سرزد ہوئے ہیں۔ اور آخر کار ان کو اس مقام سے گذار کر عین الیقین تک لے گئے ہیں۔ اس بات سے کوئی یہ نہ کہے کہ توحید وجودی والے بھی جیسے کہ ایک جانتے ہیں ایک ہی دیکھتے ہیں۔ پس عین الیقین سے ان کو بھی حصہ حاصل ہے۔ کیونکہ ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ توحید وجودی والوں نے توحید شہودی کی مثالی صورت کو دیکھا ہے۔ نہ یہ کہ توحید شہودی سے متحقق ہوئے ہیں۔ اور توحید شہودی کو اپنی اس صورت مثالی کے ساتھ درحقیقت کچھ مناسبت نہیں ہے کیونکہ اس توحید کے حاصل ہونے کے وقت حیرت ہے۔ اور اس مقام میں کسی امر کے ساتھ حکم نہیں ہے۔ اور اس توحید وجودی والا توحید شہودی کی مثالی صورت کے مشاہدہ کرنے کے باوجود بھی علم الیقین والوں میں سے ہے۔ کیونکہ ماسوے اللہ کے وجود کی نفی کرتا ہے۔ اور یہ نفی مقولہ علم الیقین کے احکام میں سے ایک حکم ہے۔ اور حیرت اور علم ایک دوسرے کے ساتھ جمع نہیں ہوتے۔

پس ثابت ہوا کہ توحید وجودی والا عین الیقین سے کچھ حصہ نہیں رکھتا۔ ہاں توحید شہودی والے کو مقام حیرت کے بعد اگر ترقی واقع ہو جائے تو مقام معرفت میں جو حق الیقین ہے لیجاتے ہیں۔ اور اس مقام میں علم و حیرت دونوں جمع ہو جاتے ہیں۔ اور وہ علم جو حیرت کے بغیر اور حیرت سے پہلے ہے وہ علم الیقین ہے۔

یہ جواب اس مثال سے واضح ہوتا ہے کہ مثلاً کسی شخص نے مقام بادشاہت کے ساتھ مناسبت ہونے کی وجہ سے خواب میں اپنے آپ کو بادشاہ دیکھا۔ اور بادشاہت کے لوازم اپنے آپ میں معلوم کئے۔ تو معلوم ہے کہ وہ بادشاہ نہیں ہوا ہے۔ بلکہ بادشاہت کی مثالی صورت کو اپنے آپ میں دیکھا ہے۔ اور حقیقت میں بادشاہت کو اس مثالی صورت کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے۔ ہاں وہ شہود اگر صورت مثالی میں ہو۔ تو اتنا معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص اس مثالی صورت کی حقیقت کے ساتھ متحقق ہونے کی استعداد رکھتا ہے۔ اگر اس

کی حالت اچھی ہو جائے اور خدائے تعالےٰ کی عنایت اس کے شامل حال ہو جائے۔ تو اس مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ اور قوت سے فعل تک بہت فرق ہے ❖

بہت لوہے آئینہ بننے کی قابلیت رکھتے ہیں۔ مگر جب تک آئینہ نہ بن جائیں تب تک بادشاہوں کے ہاتھ میں نہیں پہنچتے۔ اور بادشاہوں کا جمال حاصل نہیں کر سکتے۔ اوہو۔ میں کہاں چل پڑا۔ مگر میں کہتا ہوں کہ ان پوشیدہ علوم کے لکھنے کا باعث یہ ہے کہ اکثر اس زمانہ میں بعض لوگوں نے تقلید سے اور بعضوں نے مجرد علم سے اور بعضوں نے اجمالی طور پر علم اور ذوق کے ملنے سے اور بعضوں نے الحاد اور زندقہ سے اس توحید وجودی کا دامن ہاتھ میں لیا ہوا ہے۔ اور سب کچھ حق سے جانتے ہیں۔ بلکہ حق ہی جانتے ہیں۔ اور اپنی گردنوں کو شرعی تکلیف کی رسی سے بالکل نکالتے جاتے ہیں۔ اور احکام شرعیہ کے بجالانے میں سستی کرتے ہیں۔ اور اس معاملہ پر بڑے خوش و خرم ہیں۔ اور اگر امور شرعیہ کے بجالانے کا اقرار بھی کریں تو اپنے آپ کو طفیلی جانتے ہیں۔ اور اصلی مقصود شریعت کے سوا کچھ اور خیال کرتے ہیں۔ حاشا و کلا۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے۔ ایسے برے اعتقاد سے اللہ کی پناہ طریقت اور شریعت ایک دوسرے کی عین ہیں۔ اور بال بھر ان کے درمیان فرق نہیں ہے۔ فرق صرف اجمال اور تفصیل اور استدلال اور کشف کا ہے۔ جو کچھ شریعت کے مخالف ہے مردود ہے۔ کُلُّ حَقِیْقَۃٍ رَدَّتْہُ الشَّرِیْعَۃُ فَھُوَ زَنْدِقَۃٌ اور جس حقیقت کو شریعت نے رد کر دیا وہ زندقہ ہے ❖

شریعت کو اپنی جگہ پر قائم رکھ کر حقیقت کو طلب کرنا بہادروں کا کام ہے۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمُ الْاِسْتِقَامَۃَ عَلٰی مُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْبَشَرِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ ظَاھِرًا وَّبَاطِنًا اللہ تعالےٰ ہم کو اور آپ کو ظاہر باطن میں حضرت سید البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر استقامت عطا فرماوے آمین ❖

معرفت کی پناہ والے ہمارے قبلہ گاہ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہٗ کچھ مدت توحید وجودی والوں کا مشرب رکھتے تھے۔ اور اپنے رسالوں اور خطوں میں بھی اس کو ظاہر فرماتے تھے لیکن آخر کار حق تعالےٰ نے اپنی کمال عنایت سے اس مقام سے ترقی عطا فرما کر شاہراہ میں ڈالا۔ اور اس معرفت کی تنگی سے خلاصی بخشی ❖

میاں عبد الحق جو حضرت قدس سرہٗ کے مخلص یاروں میں سے ہیں بیان کرتے

ہیں کہ مرض موت سے ایک ہفتہ پہلے حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا کہ مجھے عین الیقین سے معلوم ہو گیا کہ توحید وجودی ایک تنگ کوچہ ہے۔ اور شاہراہ اور ہے۔ اس سے پہلے بھی جانتا تو تھا۔ مگر اب ایک اور قسم کا یقین حاصل ہوا ہے۔ اور یہ فقیر بھی کچھ مدت تک حضرت قدس سرہٗ کی درگاہ میں اسی توحید کا مشرب رکھتا تھا۔ اور اس طریق کی تائید میں مقدمات کشفیہ بہت ظاہر ہوئے تھے۔ لیکن خدائے تعالےٰ کی عنایت نے اس مقام سے گذار کر اس مقام کے ساتھ جو فقیر چاہتا تھا مشرف فرمایا۔ اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہے۔

میاں شیخ ذکریا اپنے پرگنہ سے بار بار لکھتے ہیں۔ اور آپ کی خدمت علیہ میں بہت نیازمندی ظاہر کرتے ہیں اور معاملہ کروڑی گری یعنی تحصیلداری سے ڈرتے ہیں۔ اور عالم اسباب میں آپ کی مقدس بارگاہ سے التجا رکھتے ہیں۔ اور بظاہر آپ کی توجہ عالی کے سوا اور کوئی جائے پناہ نہیں رکھتے۔ آپ کی عنایت کے امیدوار ہیں کہ جس طرح آگے آپ نے ان کی نوازش کی ہے۔ اب بھی دستگیری فرمائیں۔ اور حادثوں کی بھیڑوں سے محفوظ رکھیں۔ اور کمال ادب کے باعث بذریعہ عریضہ عرض نہیں کر سکتے۔ فقیر کی طرف رجوع کر کے اپنا احوال ظاہر کرتے ہیں۔ امید ہے کہ آپ ان کا سوال قبول کرینگے۔

مکتوب ۴۴

حضرت خیر البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف میں اور اس بیان میں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کی تصدیق کرنے والے تمام امتوں سے بہتر اور اُس کے جھٹلانے والے تمام بنی آدم سے بدتر ہیں۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روشن سنت کی تابعداری کی ترغیب میں۔ سرداری کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:۔

آپ کا بزرگ رحمت نامہ بڑے اچھے وقت میں صادر ہوا۔ اور اس کے مطالعہ سے شرف حاصل ہوا۔ لِلّٰہِ الْحَمْدُ سُبْحَانَہٗ وَالْمِنَّۃُ اللہ تعالےٰ کا حمد اور اس کا احسان ہے کہ آپ کو فقر محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی میراث حاصل ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ فقرا کے ساتھ ملتے جلتے اور اُن سے محبت رکھتے ہیں۔ یہ بے سروسامان فقیر نہیں جانتا کہ اس کے جواب میں کیا لکھے۔ سوائے اس کے چند فقرے عربی عبارت میں جو آپ کے بزرگوار

خیر العرب صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے فضائل میں ماثور ہیں لکھے۔ اور اس سعادت نامہ کو اپنی آخرت کی نجات کا وسیلہ بنائے۔ نہ یہ کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کی تعریف کرے۔ بلکہ اپنی کلام کو حضور علیہ السلام کے نام سے آراستہ کرے۔ شعر

مَا اِنْ مَدَحْتُ مُحَمَّدًا بِمَقَالَتِیْ لٰکِنْ مَدَحْتُ مَقَالَتِیْ بِمُحَمَّدٍ

غرض سخن سے نہیں مدح صاحب لولاک

سوائے اس کے کہ میرا سخن ہو جائے پاک

فَاَقُوْلُ وَبِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ الْعِصْمَۃُ وَالتَّوْفِیْقُ۔ پس میں کہتا ہوں اور اللہ ہی سے عصمت اور توفیق ہے ✣

تحقیق حضرت محمد اللہ کے رسول اور حضرت آدمؑ کی اولاد کے سردار ہیں۔ اور قیامت کے دن اور لوگوں کی نسبت زیادہ تابعداروں والے ہونگے۔ اور اللہ تعالےٰ کے نزدیک سب اولین و آخرین سے بزرگ ہیں۔ اور پہلے ہیں جو قبر سے نکلینگے! اور اول ہیں جو شفاعت کرینگے۔ اور اول ہیں جن کی شفاعت قبول ہوگی۔ اور اول ہیں جو جنت کا دروازہ کھٹکھٹائینگے۔ اور اللہ تعالےٰ اُن کے لئے دروازہ کھول دیگا۔ اور قیامت کے دن لواء حمد کے اُٹھانے والے ہیں۔ جس کے نیچے آدم اور باقی انبیاء علیہم السلام ہونگے۔ اور وہ وہ ذات مبارک ہیں جنہوں نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن ہم ہی آخرین ہیں اور ہم ہی آگے بڑھنے والے ہیں۔ اور میں یہ بات فخر سے نہیں کہتا۔ اور میں اللہ کا دوست ہوں، اور میں پیغمبروں کا پیشرو ہوں اور کچھ فخر نہیں۔ اور میں نبیوں کا ختم کرنیوالا ہوں، اور کچھ فخر نہیں۔ اور میں محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ جب اللہ تعالےٰ نے خلقت کو پیدا کیا۔ تو ان میں سے بہتر خلقت میں مجھے پیدا کیا۔ پھر ان کو دو گروہ بنایا۔ اور مجھے ان میں سے اچھے گروہ میں کیا پھر ان کے قبیلے بنائے۔ اور مجھے ان میں سے بہتر قبیلے میں بنایا۔ پھر ان کو گھروں میں تقسیم کیا۔ اور مجھے ان میں سے بہتر گھر والوں میں پیدا کیا۔ پس میں از روئے نفس اور گھر کے ان سب سے بہتر ہوں۔ اور میں سب لوگوں سے اول نکلونگا جب وہ قبروں سے نکالے جائینگے اور میں ان کا رہنما ہوں جب کہ وہ گروہ گروہ بنائے جائینگے۔ اور میں ان کا خطیب ہوں جب وہ خاموش کرائے جاوینگے۔ اور میں ان کا شفیع ہوں جب وہ روکے جاوینگے۔ اور میں ان کو خوشخبری دینے والا ہوں جب وہ ناامید ہو جائینگے۔ اور کرامت اور جنت کی

کنجیاں اور لواء حمد اُس دن میرے ہاتھ میں ہوگا۔ اور میں اللہ تعالےٰ کے نزدیک تمام اولاد آدم سے بزرگ ہوں۔ ہزار خادم میرے گرد طواف کرینگے۔ اور جب قیامت کا دن ہوگا۔ میں نبیوں کا امام اور ان کا خطیب اور اُن کی شفاعت کرنے والا ہونگا۔ اور مجھے اس بات کا فخر نہیں ہے۔ اگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات پاک نہ ہوتی۔ تو اللہ تعالےٰ خلقت کو پیدا نہ کرتا۔ اور اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔ اور آپ نبیؐ تھے جب کہ آدم علیہ السلام پانی اور کیچڑ میں تھے۔ یعنی ابھی پیدا بھی نہ ہوئے تھے ؎

کہ دارد چنیں سید پیشرو ۔ ناند بعصیاں کسے در گرو

ترجمہ ؎ کہ جس کا رہنما پیشوا ہو ایسا نبیؐ ۔ عوض گناہ کے پکڑا نہ جائیگا وہ کبھی

پس ناچار ایسے پیغمبر سید البشر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تصدیق کرنے والے تمام اُمتوں سے بہتر ہیں کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ ان کے حال کے مصداق ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جھٹلانے والے سب بنی آدم سے بدتر ہیں اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّنِفَاقًا ان کے حال کا نشان ہے ۔

دیکھئے کس صاحب نصیب کو حضور کی سُنّت سنیہ کی تابعداری سے نوازش کرتے ہیں۔ اور حضور کی پسندیدہ شریعت کی متابعت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی حقیقت کو تصدیق کرنے کے بعد تھوڑا سا عمل بھی بجا لانا عمل کثیر کے برابر ہے ۔

اصحاب کہف نے اتنا بڑا درجہ صرف ایک ہی نیکی کے باعث حاصل کیا۔ اور وہ نور ایمانی کے ساتھ دشمنوں کے غلبہ کے وقت خدائے تعالےٰ کے دشمنوں سے ہجرت کر جانا تھا۔ مثلاً سپاہی دشمنوں اور مخالفوں کے غلبہ کے وقت اگر تھوڑا سا بھی تردد کریں تو اس قدر نمایاں ہوتا ہے اور اس کا اتنا اعتبار ہوتا ہے کہ امن کی حالت میں اس سے کئی گنا اعتبار نہیں آسکتا۔ اور نیز جب آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم خدائے تعالےٰ کے محبوب ہیں۔ تو حضور کے تابعدار بھی آپ کی تابعداری کے باعث محبوبیت کے درجے تک پہنچ جاتے ہیں۔ کیونکہ محبّ اور عاشق اُس آدمی کو بھی جس میں اپنے محبوب کی عادتیں اور خصلتیں دیکھتا ہے اپنا محبوب ہی جانتا ہے۔ اور مخالفوں کو اسی پر قیاس کرنا چاہیئے ؎

محمد عربی کآبروئے ہر دو سراست کسے کہ خاک درش نیست خاک بر سر او

ترجمہ ؎ وسیلہ دو جہاں کی آبرو کا ہیں نبی سرور
پڑے خاک اس کے سر پر جو نہیں ہے خاک اس در پر

اگر ہجرت ظاہری میسر نہ ہو سکے تو باطنی ہجرت کو مد نظر رکھنا چاہئے خلقت کے درمیان ہو کر ان سے الگ رہنا چاہئے۔ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا۔ امید ہے کہ اللہ تعالےٰ اس کے بعد کوئی امر پیدا کر دیگا۔

موسم نوروز آگیا ہے۔ اور معلوم ہے کہ ان دنوں میں وہاں کے رہنے والے معاملہ کو پراگندہ رکھتے ہیں۔ اس ہنگامہ کے گذر جانے کے بعد اگر خدائے تعالےٰ نے چاہا تو امید ہے کہ آپ کی ملاقات کا شرف حاصل ہوگا۔ زیادہ لکھنا موجب تکلیف ہے۔ ثَبَّتَكُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی جَادَّةِ اٰبَائِكُمُ الْكِرَامِ اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ وَعَلَیْہِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ اللہ تعالےٰ آپ کو تمہارے بزرگ باپ دادوں کے طریق پر ثابت قدم رکھے۔ آپ پر اور ان پر قیامت تک سلام ہو۔

مکتوب ۴۵

یہ بھی سرداری اور شرافت کے پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ یہ مکتوب اپنے پیر دستگیر کے اس جہان فانی سے کوچ کر جانے کے بعد لکھا تھا۔ اور چونکہ خانقاہ کے فقراکی ظاہری تقویت شیخ موصوف سے منسوب تھی۔ اس لئے اس کا شکر کر کے انسان کی جامعیت کی وجہ کو جو انسان کے کمال کا بھی اور نقصان کا بھی موجب ہے بیان کیا ہے۔ اور ماہ مبارک رمضان شریف کے فضائل اور اس کے مناسب ذکر کئے ہیں۔

ثَبَّتَكُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی جَادَّةِ اٰبَائِكُمُ الْكِرَامِ وَسَلَّمَكُمْ عَنْ مُوْجِبَاتِ التَّلَهُّفِ وَالتَّاَسُّفِ بِمُرُوْرِ الشُّهُوْرِ وَالْاَیَّامِ۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اپنے بزرگ باپ دادوں کے رستہ پر ثابت قدم رکھے۔ اور مہینوں اور دنوں کی گردش کے باعث غم و اندوہ کے حادثوں سے سلامت رکھے۔

خدا کے دوست اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کے ساتھ

اس کو محبت ہے) کے موافق خدا کے ساتھ ہیں لیکن بدنی تعلق اس معیت اور اتصال کے درمیان ایک قسم کا مانع ہے۔ اس عنصری پیکر سے جدا ہونے اور ظلمانی صورت سے الگ ہونے کے بعد قرب در قرب اور اتصال در اتصال ہے۔ اَلْمَوْتُ جِسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ (موت ایک پل ہے جو ایک دوست کو دوسرے دوست سے ملاتا ہے) انہی معنوں کا بیان ہے۔ اور آیت کریمہ وَمَنْ کَانَ یَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰہِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ جو شخص اللہ تعالےٰ کا دیدار چاہتا ہے تو اللہ تعالےٰ کا وعدہ آنے والا ہے) کا مضمون جو مشتاقوں کے لئے ایک قسم کی تسلی ہے۔ اسی رمز کو بیان کرتا ہے۔ لیکن ہم پس ماندوں کا خیال بزرگوں کی حضور کی دولت کے بغیر خراب و ابتر ہے۔ اور بزرگوں کی روحانیات سے فیض حاصل کرنا چند شرطوں پر مشروط ہے کہ ہر ایک کو ان شرطوں کے پورا کرنے کی مجال نہیں ٭

اللہ تعالےٰ کا حمد اور احسان ہے کہ اس ہولناک حادثہ اور وحشتناک واقعہ کے باوجود ان بے سروسامان فقرا کا مربی اور مددگار بھی دین و دنیا کے سردار صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلبیت سے مقرر ہوا ہے۔ جو اس سلسلہ عالیہ کے انتظام اور نسبت نقشبندیہ کی جمعیت کا وسیلہ ہے ٭

ہاں یہ نسبت علیہ بھی جو اس ملک میں بہت غریب ہے۔ اور اس نسبت والے لوگ ان ملکوں میں بہت تھوڑے ہیں۔ چونکہ اہلبیت کی نسبت کی طرح ہے۔ تو اس کا مربی بھی اہلبیت ہی سے ہونا مناسب ہے۔ اور اس کی تقویت کے لئے بھی انہی نسبت والوں سے ہونا بہتر ہے۔ تاکہ اس بڑی دولت کی تکمیل غیر کے حوالہ نہ ہو جائے۔ جس طرح اس بڑی نعمت کا شکر فقرا پر واجب ہے اسی طرح دولت کا شکر بھی ان کے ذمے لازم ہے۔ انسان جس طرح باطنی جمعیت کا محتاج ہے۔ اسی طرح ظاہری جمعیت کی بھی اس کو احتیاج ہے۔ بلکہ یہ احتیاج مقدم ہے۔ بلکہ تمام مخلوقات میں سے زیادہ محتاج انسان ہے۔ اور یہ احتیاج کی زیادتی اس کو اس کی جامعیت کے سبب سے ہے۔ اور جو کچھ سب کے لئے درکار ہے وہ اس اکیلے کو درکار ہے۔ اور جس جس چیز کی طرف محتاج ہے۔ اس کی طرف اس کا تعلق بھی ہے۔ پس اس کے تعلق سب سے زیادہ ہیں۔ اور ہر ایک تعلق خدائے تعالےٰ کی طرف سے رُوگردانی کا باعث ہے۔ پس اس لحاظ سے تمام مخلوقات میں سے زیادہ محروم

انسان ہے ؎

پایۂ آخر آدم است و آدمی
گشت محروم از مقام محرمی
گر نگردد باز مسکین زیں سفر
نیست از وے ہیچکس محروم تر

ترجمہ
رتبۂ انسان ہے سب سے اخیر
اس لئے محروم تر ہے یہ فقیر
گر نہ لوٹے اس سفر سے یہ گدا
ہے پھر اس کے حال پر واحسرتا

حالانکہ تمام مخلوقات میں سے اس کے فضل اور اشرف ہونے کا سبب بھی یہی وجہ معیّت ہے۔ اس لئے کہ اس کا آئینہ پورا اور کامل ہے اور جو کچھ تمام مخلوقات کے آئینوں میں ظاہر ہے۔ وہ اس کے ایک ہی آئینہ میں روشن ہے۔ پس اس جہت سے تمام مخلوقات سے بہتر اور اچھا انسان ہے۔ اور مذکورہ بالا جہت سے سب سے بدتر بھی یہی ہے۔ اسی انسان کی نسل سے حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم تھے۔ اور اسی میں ابوجہل علیہ اللعنت۔ اس میں شک نہیں کہ خدائے تعالےٰ کی توفیق سے ان فقرا کی ظاہری جمعیت کے ضامن اور کفیل آپ ہی ہیں۔ باطنی جمعیت کے بارہ میں اَلْوَلَدُ سِرٌّ لِاَبِیْہِ (بیٹا باپ کا نمونہ ہوتا ہے) کے موافق بڑی بھاری اُمید ہے۔ چونکہ آپ کا عنایت نامہ رمضان شریف میں صادر ہوا ہے۔ اس لئے دل میں گذرا کہ اس بڑے قدر والے مہینے کے کچھ فضائل لکھے جائیں۔

جاننا چاہئے کہ رمضان کا مہینہ بڑا بزرگ ہے عبادت نفلی از قسم نماز و روزہ و صدقہ وغیرہ جو اس مہینہ میں ادا کی جائے دوسرے دنوں کے فرضوں کے ادا کرنے کے برابر ہے۔ اور اس مہینے کے فرضوں کا ادا کرنا دوسرے مہینوں کے ستر فرضوں کے ادا کرنے کے برابر ہے ✦

اگر کوئی شخص اس مہینہ میں روزہ دار کا روزہ افطار کرائے اس کو بخش دیتے ہیں۔ اور اس کی گردن کو دوزخ سے آزاد کر دیتے ہیں۔ اور اس کو اس روزہ دار کے اجر کے برابر اجر عطا کرتے ہیں۔ بغیر اس کے کہ اس روزہ دار کے اجر کو کم کریں۔ اور ایسے ہی اگر کوئی شخص اپنے غلاموں کی خدمت میں کمی کرے تو حق تعالےٰ اس کو بخش دیتا ہے اور اسکی گردن دوزخ سے آزاد کر دیتا ہے ✦

رمضان کے مہینہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم قیدیوں کو آزاد کر دیا کرتے تھے۔ اور جو کچھ آپ سے کوئی مانگتا اُس کو دیدیتے تھے ✦

اگر کسی شخص کو اس مہینے میں خیرات اور اعمال صالحہ کی توفیق حاصل ہو جائے۔ تو تمام سال تک توفیق اس کے شامل حال رہتی ہے۔ اور اگر یہ مہینہ پراگندگی سے گذرا تو تمام سال ہی پراگندہ گذرتا ہے۔ جہاں تک ہو سکے اس مہینے کی جمعیت میں کوشش کرنی چاہئے۔ اور اس مہینے کو غنیمت جاننا چاہئے۔ اس مہینے کی ہر رات میں کئی ہزار دوزخ کے لائق آدمیوں کو آزاد کرتے ہیں۔ اور اس مہینے میں بہشت کے دروازے کھلجاتے ہیں۔ اور دوزخ کے دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اور شیطانوں کو زنجیر ڈالے جاتے ہیں۔ اور رحمت کے دروازے کھلجاتے ہیں۔ اور افطار میں جلدی کرنا اور سحرگی کو دیر سے کھانا سنت ہے۔

اس بارہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بڑا مبالغہ کرتے تھے۔ اور شاید سحرگی کی تاخیر اور افطار کی جلدی میں اپنے عجز و احتیاج کا اظہار ہے۔ جو مقام بندگی کے مناسب ہے۔ اور کھجور یا چھوہارہ سے افطار کرنا سنت ہے۔ اور افطار کے وقت یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔ ذَهَبَ الظَّمَاءُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰی پیاس دور ہوگئی اور رگیں تر ہو گئیں اور اجر ثابت ہو گیا انشاء اللہ تعالے۔

تراویح کا ادا کرنا اور قرآن مجید کا ختم کرنا اس مہینے میں سنت موکدہ ہے۔ اور اس سے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔ وَفَّقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِحُرْمَةِ حَبِيْبِهٖ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ اللہ تعالے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ہم کو ان کاموں کی توفیق دیوے۔

باقی یہ تکلیف دیتا ہے کہ آپ کا عنایت نامہ عین رمضان شریف میں پہنچا۔ ورنہ حکم کے بجالانے میں اپنے آپ کو معاف نہ رکھتا۔ ماہ مبارک کے بعد کی نسبت گفتگو کرنا غیب سے حکم کرنا ہے۔ اور بڑی لمبی امید سے خبر دینے والا ہے۔ غرض جس طرح آپ کی مرضی ہوگی اس میں کسی طرح اپنے آپ کو معاف نہ رکھیگا۔ کیونکہ آپ کے ظاہری باطنی حقوق ہم فقرا کے ذمے ثابت ہیں۔

حضرت قبلہ گاہی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے۔ کہ شیخ جیو کے حقوق تم سب پر ثابت اور مقرر ہیں۔ اس جمعیت کا باعث آپ ہی ہیں۔ حق تعالے آپ کو ہمیشہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کی بزرگ آل رضی اللہ عنہم کی طفیل پسندیدہ اعمال کی توفیق بخشے۔ اس سے زیادہ لکھنا باعث تکلیف ہے۔

مکتوب ۴۶

اس بیان میں کہ حق تعالےٰ کا وجود اور اس کی وحدت اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت بلکہ تمام جو کچھ آپ اللہ کی طرف سے لائے ہیں سب بدیہی ہیں اور کسی فکر اور دلیل کے محتاج نہیں ہیں۔ اور اس مضمون کے واضح کرنے میں بہت دلائل بیان کئے ہیں۔ یہ مکتوب بھی سرداری اور شرافت کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:۔

ثَبَّتَكُمُ اللّٰهُ عَلٰى جَادَّةِ اٰبَائِكُمُ الْكِرَامِ عَلٰى اَوَّلِهِمْ وَاَفْضَلِهِمْ اَوَّلًا وَعَلٰى بَوَاقِيْهِمْ ثَانِيًا اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اپنے بزرگ باپ دادوں کے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔ اول ان سب میں سے اول اور افضل پر۔ اور پھر ان میں سے باقیوں پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

حق تعالےٰ کا وجود اور ویسے ہی اس کی وحدت بلکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت بلکہ جو کچھ آپ اللہ تعالےٰ کی طرف سے لائے ہیں سب بدیہی ہیں۔ اور کسی فکر اور دلیل کے محتاج نہیں ہیں۔ بشرطیکہ قوت مدرکہ ردی آفتوں اور باطنی مرضوں سے سلامت اور تندرست ہو۔ کیونکہ ان امور میں نظر وفکر سے کام لینا قوت مدرکہ میں کسی علت وآفت کے موجود ہونے سے ہے۔ لیکن مرض قلبی سے نجات پانے اور باطنی آنکھوں کے آگے سے پردہ دور ہو جانے کے بعد بداہت ہی بداہت ہے۔

مثلاً صفراوی آدمی جب تک مرض صفرا میں گرفتار ہے۔ قند اور نبات کی شیرینی اس کے نزدیک دلیل کی محتاج ہے۔ لیکن اس بیماری سے خلاصی پا جانے کے بعد کسی دلیل کی حاجت نہیں۔ اور یہ احتیاج جس کا مبدء بیماری کا ہونا ہے۔ بداہت کے مخالف نہیں ہے۔

بیچارہ احول جو ایک شخص کو دو دیکھتا ہے۔ اور اس شخص کے ایک ہونے کا حکم کرتا ہے معذور ہے۔ اور احول میں بیماری کا ہونا اس شخص کے ایک ہونے کو بداہت سے خارج نہیں کرتا۔ اور نہ ہی دلیل کی طرف محتاج کرتا ہے۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ استدلال کا میدان بہت تنگ ہے۔ اور دلیل کے ذریعے یقین کا حاصل ہونا بہت مشکل

ہے۔ پس یقینی ایمان حاصل کرنے کے لئے دلی امراض کا دُور کرنا ضروری ہے۔ صفراوی مزاج والے کو نبات و قند کی شیرینی کے یقین حاصل کرنے کے لئے صفراوی مرض کا دُور کرنا اس بات سے نہایت ضروری ہے کہ نبات و قند کی شیرینی کے یقین پر دلیل قائم کرے ✦

بھلا دلیل سے اس کو کس طرح یقین حاصل ہو سکتا ہے جب کہ اس کا وجدان اور ذوق صفراوی بیماری کے باعث نبات کے کڑوا ہونے کا حکم کرتا ہے۔ اور ایسے ہی حال ہے جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ کیونکہ نفس امارہ بالذات احکام شرعیہ کا منکر ہے۔ اور بالطبع ان کے برخلاف حکم کرنے والا ہے۔ پس ان سچے احکام کے ساتھ بذریعہ دلیل کے یقین حاصل کرنا جب کہ استدلالی وجدان ان کے انکار کا حکم کرتا ہے۔ بہت دشوار ہے۔ پس نفس کا پاک کرنا نہایت ضروری ہے۔ بغیر تزکیہ کے یقین حاصل ہونا مشکل ہے۔ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا تحقیق خلاص ہو گیا جس نے اُس کو پاک کیا۔ اور محروم رہا جس نے اس کو آلودہ کیا ✦

پس ثابت ہوا کہ اس روشن شریعت اور ظاہر ملت کا منکر نبات کی مٹھاس کے منکر کی طرح ہے۔ ع

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

ترجمہ ع　　اگر کوئی ہے خود اندھا گناہ خورشید کا کیا ہے

پس سیر و سلوک اور تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب سے مقصود یہ ہے کہ باطنی آفتیں اور دلی امراض کہ جن کی نسبت فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ میں اشارہ کیا گیا ہے دُور ہو جائیں۔ تاکہ ایمان کی حقیقت حاصل ہو جائے۔ اور ان امراض و آفات کے باوجود اگر ایمان ہے تو صرف ظاہری اور رسمی طور پر ہے۔ کیونکہ نفس امارہ کا وجدان اس کے برخلاف حکم کرتا ہے۔ اور اپنے کفر کی حقیقت پر اڑا ہوا ہے۔ اس قسم کے ایمان اور ظاہری تصدیق کی مثال ایسی ہے۔ جیسے قند و نبات کی مٹھاس کے ساتھ صفراوی مزاج والے کا ایمان کہ اس کا وجدان اس کے برخلاف گواہ ہے۔ شکر کی شیرینی کے ساتھ حقیقی یقین کا حاصل ہونا مرض صفراوی کے دُور ہو جانے کے بعد متصوّر ہے۔ پس تزکیہ نفس اور اس کے اطمینان کے بعد ایمان کی حقیقت ظاہر ہوتی ہے۔ اور اس کا ایمان زوال سے محفوظ ہے۔ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ایسے ایمان والے لوگوں کے حق میں صادق ہے ✦

شَرَّفَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِشَرَفِ هٰذَا الْاِيْمَانِ الْكَامِلِ الْحَقِيْقِيِّ بِحُرْمَةِ

النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْقُرَشِیِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا۔ اللہ تعالےٰ اپنے نبی امی قرشی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہم کو اس قسم کے کامل اور حقیقی ایمان سے مشرف فرمائے۔ آمین ۞

مکتوب ۴۷

یہ بھی سیادت پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے۔ سابقہ زمانوں کی شکایت کرنے کے بیان میں جب کہ کفار غالب تھے اور اہل اسلام خوار اور بے اعتبار۔ اور اس بات کی ترغیب میں کہ پادشاہت کے ابتدا میں اگر دین کی ترقی اور رواج میسر ہو جائے تو بہتر ہے۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی گمراہ خلقت کو گمراہ کرنیوالا درمیان میں آکر اہل اسلام کے کارخانہ میں خلل ڈال دے۔ اور پہلے زمانہ کی طرح کر دے ۞

ثَبَّتَکُمُ اللہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی جَادَّۃِ اٰبَائِکُمُ الْکِرَامِ عَلٰی اَفْضَلِھِمْ سَیِّدِ الْکَوْنَیْنِ اَوَّلًا وَعَلٰی بَوَاقِیْھِمْ ثَانِیًا اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ۔ حق تعالےٰ آپ کو بزرگ باپ دادا کے رستہ پر ثابت قدم رکھے۔ اول ان میں سے افضل یعنی سردار دو جہان پر اور پھر باقیوں پر صلوٰۃ وسلام ہو ۞

پادشاہ کی نسبت جہان کے ساتھ ایسی ہے جیسے دل کی نسبت بدن کے ساتھ۔ اگر دل اچھا ہے تو بدن بھی اچھا ہے۔ اگر دل بگڑ جائے تو بدن بھی بگڑ جاتا ہے۔ ایسے ہی جہان کی بہتری پادشاہ کی بہتری پر منحصر ہے۔ اور اس کے بگڑنے پر جہان کا بگڑنا وابستہ ہے ۞

آپ جانتے ہیں کہ گذشتہ زمانہ میں اہل اسلام کے سر پر کیا کیا گذرا ہے۔ گذشتہ زمانہ میں باوجود کمال غریب ہونے کے اہل اسلام پر اس قسم کی خرابی اور تباہی نہ گذری تھی کہ مسلمان اپنے دین پر قائم رہتے۔ اور کفار اپنے طریق پر۔ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ اسی مضمون کا بیان ہے۔ اور گذشتہ زمانہ میں کافر غلبہ پا کر دار اسلام میں کفر کے احکام جاری کرتے تھے۔ اور مسلمان اسلام کے احکام جاری کرنے سے عاجز تھے۔ اور اگر کرتے تھے۔ تو قتل کئے جاتے تھے۔ ہائے افسوس! حق تعالےٰ کے محبوب حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تصدیق کرنے والے ذلیل وخوار تھے۔ اور ان کے عزت واعتبار میں مسلمان زخمی دلوں کے

ساتھ اسلام کی ماتم پرسی کرتے تھے۔ اور دشمن ہنسی ٹھٹھا کرکے ان کے زخموں پر نمک چھڑکتے تھے۔ ہدایت کا آفتاب گمراہی کے پردہ میں چھپا ہوا تھا۔ اور حق کا نور باطل کے پردوں میں آگیا تھا۔ آج کہ دولت اسلام کی ترقی اور پادشاہ اسلام کی تخت نشینی کی خوشخبری خاص و عام کے کانوں میں پہنچی۔ اہل اسلام نے اپنے اوپر لازم جانا کہ پادشاہ کے مددگار اور معاون ہوں۔ اور شریعت کے رواج دینے اور مذہب کے تقویت دینے میں اس کی مدد کریں۔ خواہ یہ امداد و تقویت زبان سے ہو سکے خواہ ہاتھوں سے۔ سب سے بڑھ کر مدد کتاب و سنت اور اجماع امت کے طریق پر شرعی مسائل کو بیان کرنا اور کلامیہ عقیدوں کو ظاہر کرنا ہے تاکہ کوئی بدعتی اور گمراہ درمیان آکر رستہ سے نہ بہکاوے۔ اور کام خراب کردے۔ اس قسم کی امداد علمائے اہل حق سے مخصوص ہے جو آخرت کی طرف توجہ رکھتے ہیں۔ اور علمائے دنیا جن کا مقصود ہمہ تن دنیا کمینی ہے ان کی صحبت زہر قاتل ہے اور ان کا فساد متعدی ہے ؎

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند ... او خویشتن گم است کرا رہبری کند

ترجمہ ؎ وہ عالم جو کہ ہر دم تن کو پالے ... وہ خود گمراہ ہے کس کو رہ بتائے

گذشتہ زمانہ میں جو بلا اسلام کے سر پر آئی وہ اسی جماعت کی کمبختی کے باعث تھی۔ پادشاہوں کو انہوں نے ہی بہکایا۔ بہتر مذہب جنہوں نے گمراہی کا رستہ اختیار کیا ہے ان کے مقتدا اور پیشوا یہی بُرے علما ہیں۔ علما کے سوا ایسے لوگ بہت کم ہیں جو گمراہ ہوئے ہوں۔ اور اُن کی گمراہی کا اثر اور لوگوں تک پہنچا ہو +

اکثر جاہل اس زمانہ میں صوفیوں کا لباس پہنکر بُرے علما کا حکم رکھتے ہیں۔ ان کا فساد بھی متعدی ہے۔ اور ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص باوجود طاقت کے کسی قسم کی مدد نہ کرے اور کارخانہ اسلام میں فتور پڑ جائے۔ تو اس کوتاہی کرنے والے کو سزا دیجاویگی۔ اس لئے یہ فقیر بے سروسامان بھی چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو دولت اسلامیہ کے مددگار گروہ میں داخل کرے۔ اور اس بارہ میں کوشش کرے۔ مَنْ کَثَّرَ سَوَادَ قَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ (جس نے قوم کے گروہ کو زیادہ کیا وہ انہی میں سے ہے) کے موافق ہو سکتا ہے کہ اس فقیر کو ان بزرگوں کی جماعت میں داخل کرلیں۔ فقیر اپنے آپ کو اس بڑھیا کی طرح خیال کرتا ہے جو اپنا تھوڑا سا سوت لیکر حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خریداروں میں شامل ہوگئی تھی۔ اُمید ہے کہ فقیر جلدی ہی انشاء اللہ العزیز حاضر خدمت ہونے کا شرف حاصل کریگا۔ آپ کی جناب شریف سے اُمید ہے کہ جب

حق تعالیٰ نے آپ کو پادشاہ کا قرب پورے طور پر بخشا ہے۔ تو شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے رواج دینے میں ظاہر و باطن کوشش کرینگے۔ اور مسلمانوں کو غریبی سے نکالینگے ۔

حامل رقیمہ ہذا مولانا حامد کا اقبالمند سرکار سے وظیفہ مقرر ہے پچھلے سال ظاہراً حضور سے لے آیا تھا۔ اس سال بھی اُمیدوار ہو کر حاضر خدمت ہوتا ہے۔ خدائے تعالیٰ حقیقی اور مجازی دولت آپ کے نصیب کرے ۔

مکتوب ۴۸

عالموں اور طالب علموں کی تعظیم پر جو شریعت کے اُٹھانے والے اور قائم رکھنے والے ہیں ترغیب دینے میں سرداری اور شرافت کے پناہ والے شیخ فرید بخاری کی طرف لکھا ہے:۔

نَصَرَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلَى الْاَعْدَاءِ بِحُرْمَتِ سَيِّدِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ ۔ اللہ تعالیٰ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل آپ کو دشمنوں پر فتح دیوے ۔

آپ کا بزرگ مرحمت نامہ جس سے فقیر کو نوازش فرمایا تھا۔ اس کے مطالعہ سے شرف حاصل کیا۔ آپ نے مولانا قلیج کے خط میں لکھا تھا کہ طالب علموں اور صوفیوں کے لئے کچھ خرچ بھیجا گیا ہے۔ صوفیوں پر طالب علموں کے ذکر کا مقدم کرنا آپ کی بلند ہمت نظر میں بہت ہی اچھا معلوم ہوا۔ اور اس مضمون کے موافق کہ اَلظَّاهِرُ عُنْوَانُ الْبَاطِنِ ظاہر باطن کا نمونہ ہے امید ہے کہ آپ کے باطن شریف میں بھی اس بزرگ جماعت کا صوفیوں پر مقدم رکھنا ظاہر ہوگا۔ کیونکہ کُلُّ اِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيْهِ برتن سے وہی کچھ نکلتا ہے جو اس کے بیچ میں ہو۔ اور طالب علموں کے مقدم سمجھنے میں شریعت کی ترویج ہے۔ شریعت کے اُٹھانے والے یہی لوگ ہیں۔ اور مصطفوی مذہب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہی کے ساتھ قائم ہے۔ کل قیامت کے روز شریعت کی بابت پوچھینگے۔ اور تصوف کی بابت کچھ نہ پوچھینگے۔ جنت میں داخل ہونا اور دوزخ سے بچنا شریعت کے حکم بجا لانے پر منحصر ہے ۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے جو تمام مخلوقات میں سے بہتر ہیں، شرائع کی طرف دعوت کی ہے۔ اور اپنی تمام زندگی میں اسی پر رہے ہیں۔ اور ان بزرگواروں کی پیدائش

سے مقصود وہی احکام شریعت کا لوگوں تک پہنچانا ہے۔ پس سب سے بڑی بھاری نیکی یہی ہے کہ شریعت کو رواج دینے اور اس کے حکموں میں سے کسی حکم کے زندہ کرنے میں کوشش کیجائی۔ خاصکر ایسے زمانہ میں جب کہ اسلام کے نشان بالکل مٹ گئے ہوں۔ کروڑ ہا روپیہ خدا کے رستہ میں خرچ کرنا اس کے برابر نہیں کہ شرعی مسائل میں سے ایک مسئلہ کو رواج دیا جاوے۔ کیونکہ اس فعل میں انبیاء علیہم السلام کی اقتدا ہے۔ جو بزرگترین مخلوقات ہیں۔ اور اس فعل میں ان بزرگواروں کے ساتھ شریک ہونا ہے۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ سب سے بڑھ کر نیکیاں انہی لوگوں کو عطا ہوئی ہیں۔ اور کروڑ ہا روپیہ خرچ کرنا تو ان بزرگواروں کے سوا اوروں کو بھی میسر ہے۔ اور نیز شریعت کے بجا لانے میں نفس کی کمال مخالفت ہے۔ کیونکہ شریعت نفس کے برخلاف وارد ہوئی ہے۔ اور مالوں کے خرچ کرنے میں تو کبھی نفس بھی موافقت کر لیتا ہے۔ ہاں ان مالوں کے خرچ کرنے میں جو شریعت کی تائید اور مذہب کی ترویج کے لئے ہوں بہت درجہ ہے۔ اور اس نیت پر ایک جیتیل کا خرچ کرنا کسی دوسری نیت سے کئی لاکھ خرچ کرنے کے برابر ہے ✦

یہاں کوئی یہ سوال نہ کرے کہ طالب علم گرفتار کو صوفی آزاد سے کیوں مقدم کیا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے ابھی بات کی حقیقت کو معلوم نہیں کیا ہے۔ طالب علم باوجود گرفتاری کے خلقت کی نجات کا سبب ہے۔ کیونکہ احکام شرعی کی تبلیغ اس کو حاصل ہے اگرچہ اس سے خود اس کو کچھ نفع نہیں ہے۔ اور صوفی نے باوجود آزادی کے اپنے نفس کو خلاص کیا ہے خلقت سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ جس شخص پر بہت لوگوں کی نجات وابستہ ہو۔ وہ اس شخص سے بہتر ہے۔ جو صرف اپنی نجات کے خیال میں ہے۔ ہاں وہ صوفی جو فنا و بقا اور سیر عن اللہ وفی اللہ کے بعد عالم کی طرف راجع ہو۔ اور خلق کی دعوت میں مشغول ہو۔ وہ مقام نبوت سے حصہ حاصل رکھتا ہے۔ اور شریعت کے حکم پہنچانے والوں میں داخل ہے۔ اور علمائے شریعت کا حکم رکھتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے ✦

مکتوب ۴۹

ان دونوں دولتوں کے جمع کرنے یعنی ظاہر کو احکام شرعیہ سے آراستہ کرنے اور باطن کو ماسوائے حق کی گرفتاری سے آزاد کرنے کی ترغیب میں۔ سرداری کے پناہ والے

شیخ فرید کی طرف لکھا ہے :۔

حق تعالیٰ آپ کو ظاہری دولت اور باطنی سعادت سے سعادتمند کرے حقیقت میں ظاہری دولت یہ ہے کہ اپنے ظاہر کو شریعت مصطفوی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے احکام سے آراستہ کیا جائے ۔ اور سعادت باطنی یہ ہے کہ باطن کو ماسوائے حق کی گرفتاری سے خلاص اور آزاد کیا جاوے ۔ دیکھئے کس صاحب نصیب کو ان دونوں کراموں سے مشرف کرتے ہیں ع

کار این است و غیر این ہمہ ہیچ

ترجمہ ع کام اصلی ہے یہی باقی ہے ہیچ

زیادہ لکھنا موجب تکلیف ہے ۔ والسلام

مکتوب ۵

کمینی دنیا کی مذمت میں سرداری کی پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے :۔

حق تعالیٰ اپنے حبیب سید البشر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طفیل جو کجی چشم سے پاک ہیں اپنے ماسوئے کی غلامی سے آزاد فرما کر اپنے ساتھ گرفتار کرے ۔

دنیا ظاہر میں میٹھی ہے اور صورت میں تازگی رکھتی ہے لیکن حقیقت میں زہر قاتل اور جھوٹا اسباب اور بیہودہ گرفتاری ہے ۔ اس کا مقبول خوار اور اس کا عاشق مجنون ہے ۔ اس کا حکم اس نجاست کا سا ہے جو سونے میں منڈھی ہو ۔ اور اس کی مثال اس زہر کی سی ہے جو شکر میں ملا ہوا ہو عقلمند وہی ہے جو ایسے کھوٹے متاع پر فریفتہ نہ ہو اور ایسے خراب اسباب کا گرفتار نہ ہو ۔ اور داناؤں نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا مال زمانہ میں سے کسی عقلمند کو دیں ۔ تو زاہد کو دینا چاہئیے جو دنیا سے بے رغبت ہے اور اس کی وہ بے رغبتی بڑی دانائی کے سبب سے ہے ۔ زیادہ لکھنا طول کلامی ہے ۔

باقی تکلیف یہ دیجاتی ہے کہ فضائل مآب شیخ ذکریا اس حال میں کروڑگری یعنی تحصیلداری میں گرفتار ہے ۔ باوجود اس گرفتاری کے دنیاوی محاسبہ سے جو عاقبت کے محاسبہ کی نسبت بہت آسان ہے ۔ بہت ڈرتا ہے ۔ اور عالم اسباب میں بڑا ذریعہ اور وسیلہ آپ ہی کی توجہ شریف کو جانتا ہے ۔ امید ہے کہ نئے دفتر سے بھی ظاہر ہو جاوے گا کہ آپ کی عالی درگاہ کے خادموں میں سے ہے ۔

تو مرا دل دہ و دلیری بیں رو بہ خویش خوان و شیری بیں

ترجمہ ۔ مجھ کو دل دیکے پھر دلیری دیکھ اپنا لومڑ بنا کے شیری دیکھ

نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان کی آل بزرگوار رضہ کی طفیل آپ کو ظاہری باطنی دولت حاصل ہو ۔

مکتوب ۵۱

شریعت روشن علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے رواج دینے کی ترغیب میں سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے :۔

خدائے تعالےٰ کی جناب میں دعا ہے کہ اس بزرگوں کی اولاد کو وجود شریف کے ذریعہ شریعت غرا کے ارکان اور ملت روشن کے احکام قوت پکڑیں ۔ اور رواج پائیں ۔

کار این است غیر ازیں ہمہ ہیچ

ترجمہ ۔ کام اصلی ہے یہی باقی ہے ہیچ

آج کل بیچارے اہل اسلام اس طرح گمراہی کے بھنور میں پھنسے ہیں کہ ان کی نجات کی امید بھی خیر البشر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اہل بیت کی کشتی سے ہے ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَثَلُ اَھْلِ بَیْتِیْ کَسَفِیْنَۃِ نُوْحٍ مَنْ رَکِبَھَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْھَا ھَلَکَ میری اہل بیت کی مثال نوح علیہ السلام کی کشتی کی طرح ہے جو اس پر سوار ہو گیا بچ گیا اور جو اس سے پیچھے رہا ہلاک ہو گیا ۔

اپنی تمام بلند ہمت اسی بات پر لگائیں تاکہ یہ بڑی بھاری سعادت حاصل ہو جائے ۔ خدا کے فضل سے جاہ و جلال اور عظمت و شوکت سب کچھ حاصل ہے ۔ ذاتی شرف و عزت کے ساتھ اگر یہ بات بھی شامل ہو جائے ۔ تو سبقت کا گیند سعادت کے چوگان کے ساتھ سب سے آگے لیجاوینگے ۔ یعنی بڑی سعادت حاصل کرینگے ۔

یہ فقیر حقیر شریعت حقہ کی ترویج اور تائید میں اس قسم کی باتوں کے ظاہر کرنے کے ارادہ پر آپ کی خدمت کی طرف متوجہ ہے ۔

ماہ رمضان کا ہلال حضرت دہلی میں دیکھا گیا ۔ حضرت والد بزرگوار کی مرضی توقف میں معلوم ہوئی ۔ اس واسطے تمام قرآن مجید کے سننے تک دیر کی ۔ وَالْاَمْرُ عِنْدَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ

آگے جو خدا کو منظور ہے۔ دونوں جہان کی سعادت آپ کے نصیب ہو۔

مکتوب ۵۲

نفس امارہ کی مذمت اور اس کی ذاتی مرض اور اُس کے علاج کے بیان میں۔ سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:۔

آپ کا بزرگ مرحمت نامہ جس سے از روئے شفقت و مہربانی کے اپنے اس دعاگو کو آپ نے ممتاز فرمایا تھا۔ اس کے مضمون کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ حق تعالےٰ آپ کو بڑا اجر دے۔ اور آپ کے قدر کو بلند کرے۔ اور آپ کے سینے کو کھولے۔ اور آپ کے کاموں کو آسان کرے۔ آپ کے جد بزرگوار اور اُس کی آل کی طفیل علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی مُتَابَعَتِہٖ ظَاھِرًا وَّبَاطِنًا وَّیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا حق تعالےٰ ہم کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری باطنی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

پھر چند فقرے بُرے مصاحب اور بدخو ہمنشین کی شکایت میں لکھے جاتے ہیں اُمید ہے کہ قبولیت کے کانوں سے سُنیں گے۔

میرے مخدوم و مکرم! نفس امارہ انسانی حب جاہ و ریاست پر پیدا کیا گیا ہے اور اس کا مقصود ہمہ تن ہمسروں پر بلندی حاصل کرنا ہے۔ اور وہ بالذات اس بات کا خواہاں ہے کہ تمام مخلوقات اس کی محتاج اور اُس کے امر و نہی کی تابع ہو جائے۔ اور وہ خود کسی کا محتاج اور محکوم نہ ہو۔ اس کا یہ دعوےٰ خدائے بیمثل کے ساتھ الوہیت اور شرکت کا ہے۔ بلکہ وہ بے سعادت شرکت پر بھی راضی نہیں ہے۔ چاہتا ہے کہ حاکم صرف آپ ہی ہو۔ اور سب اس کے محکوم ہوں۔

حدیث قدسی میں آیا ہے۔ عَادِ نَفْسَکَ فَاِنَّھَا انْتَصَبَتْ بِمُعَادَاتِیْ۔ یعنی اپنے نفس کو دشمن رکھ کیونکہ وہ میری دشمنی میں کھڑا ہے۔

پس جاہ و ریاست اور بلندی اور تکبر وغیرہ اس کی مرادوں کے حاصل کرنے میں نفس کی تربیت کرنا حقیقت میں اُس کو خدائے تعالےٰ کی دشمنی میں مدد اور تقویت دینا ہے اس امر کی بُرائی کو اچھی طرح معلوم کرنا چاہیئے۔

حدیث قدسی میں وارد ہے کہ اَلْکِبْرِیَاءُ رِدَائِیْ وَالْعَظْمَةُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَعَنِیْ فِیْ شَیْءٍ مِّنْهُمَا اَدْخَلْتُهُ فِی النَّارِ وَلَا اُبَالِیْ تکبر میری چادر ہے اور عظمت میرا کپڑا پس جس نے ان دونوں میں سے کسی میں میرے ساتھ جھگڑا کیا میں اس کو دوزخ میں داخل کرونگا۔ اور مجھے کچھ پرواہ نہیں ÷

دنیا کمینی جو خدائے تعالیٰ کی ملعونہ اور مبغوضہ ہے۔ اسی باعث سے ہے کہ دنیا کا حاصل ہونا نفس کی مرادوں کے حاصل ہونے میں مدد دیتا ہے۔ پس جو کوئی دشمن کی مدد کرے وہ لعنت ہی کے لائق ہے۔ اور فقر فخر محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ کیونکہ فقر میں نفس کی نامرادی اور عاجزی ہے ÷

انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پیدا ہونے سے مقصود اور شرعی تکلیفوں میں حکمت یہی ہے کہ نفس امارہ عاجز اور خراب ہو جائے۔ شرعی احکام نفسانی خواہشوں کے دفع کرنے کے لئے وارد ہوئے ہیں۔ احکام شرعی میں سے ایک حکم کا بجالانا نفسانی خواہشوں کے دور کرنے میں اُن ہزار سالہ ریاضتوں اور مجاہدوں سے جو اپنے پاس سے کئے جائیں۔ کئی درجہ بہتر ہے۔ بلکہ ایسی ریاضتیں اور مجاہدے جو شریعت غرا کے موافق نہ کئے جائیں۔ نفسانی خواہشوں کو مدد اور قوت دینے والے ہیں ÷

برہمنوں اور جوگیوں نے ریاضتوں اور مجاہدوں میں کمی نہیں کی لیکن ان میں سے کوئی فائدہ مند نہ ہوا۔ اور نفس کی تقویت اور تربیت کے سوا کچھ حاصل نہ ہوا ÷

مثلاً زکوٰۃ کے طور پر جس کا شریعت نے حکم دیا ہے ایک دام خرچ کرنا نفس کے خراب کرنے میں اُن ہزار دیناروں کے خرچ کرنے سے بہتر اور فائدہ مند ہے جو اپنی مرضی کے موافق خرچ کئے جائیں۔ اور شریعت کے حکم سے عید فطر کے دن کا کھانا خواہش کے دور کرنے میں اپنی مرضی کے موافق کئی سال روزہ رکھنے سے بہتر ہے۔ اور نماز صبح کی دو رکعتوں کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا جو سنتوں میں سے ایک سنت ہے کئی درجہ اس بات سے بہتر ہے کہ تمام رات نماز نفل میں قیام کریں۔ اور صبح کی نماز بے جماعت ادا کریں ÷

غرض جب تک نفس صاف نہ ہو جائے اور سرداری کے مالیخولیا کی پلیدی سے پاک نہ ہو جائے تب تک نجات محال ہے۔ اس مرض کے دور کرنے کا فکر ضروری ہے تاکہ ہمیشہ کی موت تک نہ پہنچا دیوے ÷

کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ جو نفسی اور آفاقی معبودوں کی نفی کے لئے وضع کیا گیا ہے نفس کے پاک و صاف کرنے میں بہت ہی فائدہ مند ہے۔ طریقت کے بزرگوار و قدس سرہم نے تزکیۂ نفس کے لئے اسی کلمہ کو اختیار کیا ہے ؎

تا بجاروب لا نروبی راہ ۔۔۔ نہ رسی در سرائے الا اللہ

ترجمہ ؎ نہ ہو صاف رہ لا کے جھاڑو سے جبتک
نہیں پہنچتا کوئی دربار رب تک

جب نفس سرکشی کے درپے ہو اور اپنے عہد کو توڑ دے۔ تو اس کلمہ کے تکرار سے ایمان کو تازہ کرنا چاہیئے ۔

نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ جَدِّدُوْا اِیْمَانَکُمْ بِقَوْلِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ لا الہ الا اللہ کے کہنے سے اپنے ایمان کو تازہ کیا کرو! بلکہ ہر وقت اس کلمہ کا تکرار ضروری ہے کیونکہ نفس امارہ ہمیشہ اپنی پلیدی میں ہے۔ اور اس کلمہ کی فضیلتوں کے بارہ میں حدیث میں آیا ہے کہ اگر سب آسمان اور زمینوں کو ایک پلہ میں اور اس کلمہ کو دوسرے پلہ میں رکھیں تو کلمہ والا پلہ بھاری ہوگا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا ۔

مکتوب ۵۳

اس بیان میں کہ بُرے عالموں کا اختلاف جہان کی تباہی کا باعث ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں۔ سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے :۔

ثَبَّتَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی جَادَۃِ اٰبَائِکُمُ الْکِرَامِ حق تعالے آپ کو بزرگ باپ دادوں کے رستہ پر ثابت قدم رکھے ۔

سُنا گیا ہے کہ پادشاہ اسلام نے مسلمانی کی نیک نیت سے جو اپنی ذات میں رکھتا ہے آپ کو فرمایا ہے کہ چار آدمی علمائے دیندار پیدا کریں تاکہ ملازم رہیں۔ اور مسائل شرعیہ کو بیان کرتے رہیں۔ تاکہ خلاف شرع کوئی امر صادر نہ ہو ۔

الحمد للہ! مسلمانوں کو اس سے بڑھ کر کونسی خوشی ہوگی۔ اور ماتم زدوں کو اس سے

زیادہ کیا خوشخبری ہوگی۔ لیکن چونکہ یہ حقیر بھی اسی غرض کے لئے آپ کی خدمت بلند کی طرف متوجہ ہے۔ چنانچہ کئی دفعہ اس امر کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس لئے اس بارہ میں کہنے اور لکھنے سے اپنے آپ کو معاف نہیں رکھ سکیگا۔ اُمید ہے کہ معذور فرمائینگے۔ صَاحِبُ الْغَرَضِ مَجْنُوْنٌ۔ معروض کرتا ہے کہ ایسے علمائے دیندار بہت تھوڑے ہیں جو حُبِ جاہ و ریاست سے خالی ہوں۔ اور شریعت کی ترویج اور ملت کی تائید کے سوا اور کچھ مطلب نہ رکھتے ہوں اور حُب جاہ ہونے کی صورت میں ہر ایک عالم اپنی طرف کھینچیگا۔ اور اپنی بزرگی کو ظاہر کرنا چاہیگا۔ اور اختلافی باتیں درمیان لاکر اُن کو پادشاہ کے قرب کا وسیلہ بنائیگا۔ تو ناچار معاملہ بگڑ جاویگا۔ گذشتہ زمانہ میں ایسے علما کے اختلافوں نے جہان کو بلا میں ڈالدیا۔ اور اب بھی وہی صحبت درپیش ہے۔ ترویج کیا ہوگی بلکہ یہ تو خرابی کا باعث ہوگا۔ اللہ تعالےٰ بُرے علما کے فتنہ سے بچائے۔ اگر اس غرض کے لئے ایک عالم بجائے تو بہتر ہے۔ اور اگر علمائے آخرت میں سے کوئی دستیاب ہو جائے تو نہایت ہی سعادت ہے۔ کیونکہ اس کی صحبت اکسیر ہے۔ اور اگر ایسا آدمی نہ ملے۔ تو صحیح غور و فکر کے بعد اس قسم کے آدمیوں میں سے کسی بہتر کو اختیار کریں مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ ۔

میں نہیں جانتا کیا لکھوں۔ جس طرح مخلوقات کی خلاصی علما کے وجود پر وابستہ ہے۔ جہان کا خسارہ بھی انہیں پر منحصر ہے۔

کسی بزرگ نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ فارغ اور بیکار بیٹھا ہے۔ اس کا سبب پوچھا۔ اس نے جواب دیا کہ اس وقت کے علما میرا کام کر رہے ہیں۔ بہکانے اور گمراہ کرنے میں وہی کافی ہیں ؎

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند ‫ ‫ او خویشتن گم است کرا رہبری کند

ترجمہ ؎ کام جس عالم کا ہوئے غفلت و تن پروری۔

اور کی وہ کس طرح پھر کر سکے ہے رہبری۔

امید ہے کہ اس بارہ میں صحیح فکر اور کامل غور سے کام لینگے۔ کیونکہ جب کام ہاتھ سے نکل جائے تو پھر کچھ علاج نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ اس قسم کی باتیں داناؤں کے سامنے اظہار کرنے سے شرم آتی ہے۔ لیکن اسی مطلب کو اپنی سعادت کا وسیلہ بنا کر آپ کو تکلیف دیتا ہے۔

مکتوب ۵۴

اس بیان میں کہ بدعتی کی صحبت سے بچنا لازم ہے۔ بدعتی کی صحبت کا ضرر کافر کی صحبت سے بڑھ کر ہے۔ اور بدعتی فرقہ شیعہ شنیعہ ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں سرداری اور شرافت کے پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:۔

اللہ تعالےٰ آپ کو بڑا اجر دیوے اور آپ کی قدر بلند کرے۔ اور آپ کا کام آسان کرے۔ اور آپ کے سینے کو کھولے۔ حضرت سید البشر کی طفیل جو کجی چشم سے پاک ہیں صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

مَنْ لَّمْ یَشْکُرِ النَّاسَ لَمْ یَشْکُرِ اللّٰہَ جو شخص لوگوں کا شکرادا نہیں کرتا وہ خدا کا شکر بھی بجا نہیں لاتا۔

پس اول ہم فقیروں پر آپ کے احسانوں کا شکر لازم ہے۔ کیونکہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی جمعیت کا سبب آپ ہی ہوئے تھے۔ اور اس جمعیت کی حالت میں آپ کی طفیل ہم نے حق سبحانہٗ کی طلب کی۔ اور بہت فائدے حاصل کئے۔

دوسرے اس مضمون کے موافق کہ کَمُوْتُ بِمَوْتِ الْکُبَرَاءِ بڑوں کے مرنے سے میں بڑا بنگیا جب اس طبقہ تک نوبت پہنچی۔ تو فقرا کے اجتماع اور طالبوں کے انتظام کا باعث بھی آپ ہی ہیں۔ حق تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دیوے ؎

گر برتن من زباں شود ہر موے	یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

ترجمہ ؎ اگر ہر بال ہیں میرے زباں ہو	ترا احسان کب مجھ سے بیاں ہو

آرزو یہی ہے کہ حق تعالےٰ آپ کو آپ کے جد بزرگوار سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ناموافق اور نامناسب امور سے محفوظ رکھے۔

یہ فقیر آپ کی بزرگ صحبت سے دور پڑا ہے معلوم نہیں کہ آپ کی مجلس شریف میں کس قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ اور آپ کا خلوت اور جلوت میں کون غمخوار ہے ؎

خوابم بشد از دیدہ دریں فکر جگر سوز	کاغوش کہ شد منزل و آسائش خواب

ترجمہ ؎ تمام رات نہ اس غم سے مجھ کو آئی نیند
کہ سویا کس کی بغل میں تو رات بھر میری جاں

یقینی طور پر تصور فرمائیں کہ بدعتی کی صحبت کا فساد کافر کی صحبت سے زیادہ تر ہے اور تمام بدعتی فرقوں میں بدتر اس گروہ کے لوگ ہیں جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے ساتھ بغض رکھتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے کلام میں ان کا نام کفار رکھتا ہے۔ لِیَغِیْظَ بِھِمُ الْکُفَّارَ قرآن اور شریعت کی تبلیغ اصحابؓ ہی نے کی ہے۔ اگر ان پر طعن لگائیں تو قرآن اور شریعت پر طعن آتا ہے۔ قرآن کو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے جمع کیا ہے۔ اگر حضرت عثمان رضؓ مطعون ہیں تو قرآن مجید بھی مطعون ہے۔ حق تعالےٰ ان زندیقوں کے ایسے بُرے اعتقاد سے بچائے۔ مخالفت اور جھگڑے جو اصحاب کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے درمیان واقع ہوئے ہیں نفسانی خواہشوں پر محمول نہیں ہیں۔ کیونکہ خیر البشر صلے اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ان کے نفسوں کا تزکیہ ہو چکا تھا۔ اور امّارہ پن سے آزاد ہو گیا ہوا تھا۔ اس قدر جانتا ہوں کہ حضرت امیرؓ اس بارہ میں حق پر تھے۔ اور ان کے مخالف خطا پر لیکن یہ خطا اجتہادی ہے۔ فسق کی حد تک نہیں پہنچاتی۔ بلکہ اس قسم کی خطا میں ملامت کی بھی مجال نہیں۔ کیونکہ خطا کرنے والے کو بھی ایک درجہ ثواب کا حاصل ہے۔ اور کمبخت یزید اصحاب سے نہیں ہے۔ اس کی بدبختی میں کس کو کلام ہے۔ جو کام اس بدبخت نے کیا ہے۔ کوئی کافر فرنگ بھی نہیں کرتا۔

اہل سنت وجماعت میں سے بعض علما نے اس کے لعنت کرنے میں جو توقف کیا ہے تو اس لحاظ سے نہیں ہے کہ وہ اس سے راضی ہیں۔ بلکہ اس کی رجوع اور توبہ کے احتمال پر ہے۔

آپ کو چاہیئے کہ قطب زمان بندگی مخدوم جہانیاں قدس سرہٗ کی معتبر کتابیں کچھ کچھ ہر روز آپ کی مجلس میں پڑھی جایا کریں۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ انہوں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کی کس طرح تعریف کی ہے۔ اور کس ادب کے ساتھ یاد کیا ہے۔ تاکہ بدخواہ دشمن شرمندہ اور خوار ہوں۔ اس زمانہ میں اس بدخواہ گروہ کا بہت زور ہے۔ اور ادھر ادھر گرد نواح میں بہت پھیلا ہوا ہے۔ اس لئے چند کلمے اس بارہ میں لکھے گئے۔ تاکہ آپ کی بزرگ صحبت میں اس قسم کے بداندیش دخل نہ پائیں۔ ثَبَّتَکُمُ اللّٰہُ عَلَی الطَّرِیْقَۃِ الْمَرْضِیَّۃِ اللہ تعالےٰ آپ کو پسندیدہ طریقہ پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب ۵۵

محبت کے ظاہر کرنے میں سیادت پناہ شیخ عبدالوہاب کی طرف لکھا ہے :-

کچھ مدت سے فقیر کے دل میں آپ کے ملازموں کی نسبت محبت پیدا ہوگئی ہے۔ سوائے اس رابطہ کے جو پہلے ثابت تھا۔ اسی واسطے آپ کے حق میں غائبانہ دعا میں مشغول ہے۔ اور حبیب سرور کائنات اور فخر موجودات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مَنْ اَحَبَّ اَخَاہُ فَلْیُعْلِمْ اِیَّاہُ جو شخص اپنے بھائی کو دوست رکھے تو اسے چاہئے کہ اس کو جتلا دے۔ اس لئے اپنی محبت کا ظاہر کرنا بہتر اور مناسب جانا۔ اور اس محبت سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رشتہ داروں کے ساتھ پیدا ہوگئی ہے۔ بڑی اُمید لگ رہی ہے۔ حق تعالےٰ اپنے حبیب سید البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ان کی محبت پر استقامت عطا فرماوے۔

مکتوب ۵۶

ایک سید کی سفارش میں شیخ عبدالوہاب کی طرف صادر فرمایا ہے :-

سادات کثیر البرکات کی پاک درگاہ دین و دنیا کے سردار صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فضیلت و بزرگی کے باعث اس سے بڑھ کر ہے کہ اس کی تعریف اور توصیف ہوسکے۔ ہاں اس کو اپنی سعادت کا وسیلہ بنا کر اس بارہ میں جرات کرتا ہے بلکہ اس وسیلہ سے اپنے آپ کی ستائش کرتا ہے۔ اور ان کی محبت کو جس کا ہمیں امر ہے ظاہر کرتا ہے۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ مُحِبِّیْھِمْ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَعَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ یا اللہ تو اپنے سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل سادات کے محبوں میں سے ہم کو بنا۔

حامل عریضہ نیاز میر سید احمد سادات سامانہ میں سے ہیں۔ اور طالب اور نیک ہیں۔ گذارہ کی تنگی کے باعث اس طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اگر سرکار عالی میں کچھ گنجائش ہو۔ تو یہ اس کے لائق اور مستحق ہیں۔ ورنہ اپنے مخلصوں میں سے کسی کی طرف سفارش کریں کہ وجہ معاش کی طرف سے ان کو خاطر جمع کردیں۔ چونکہ یقین تھا کہ آپ کے خادم فقرا اور محتاجوں کے بارہ میں اور خاص کر سادات عظام کی امداد میں بڑی توجہ فرماتے ہیں۔ اس لئے چند کلمے لکھے گئے روانگی کے وقت اگرچہ رخصت کی سعادت سے سعادتمند نہیں ہوا ہے لیکن مخلصوں کے

گروہ میں سے ہے۔ حق تعالےٰ آپ کی محبت اور اخلاص پر استقامت بخشے۔ زیادہ لکھنا گستاخی ہے۔

مکتوب ۵۷

نصیحت کے بارہ میں شیخ محمد یوسف کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالےٰ اپنے حبیب سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل آپ کو بزرگ باپ دادوں کے رستہ پر ثابت قدم رکھے۔ بزرگی آپ کے خاندان میں موروثی ہے۔ اس طرح زندگانی بسر کریں کہ اس وراثت کا استحقاق حاصل ہو۔ اپنے ظاہر کو ظاہر شریعت سے اور باطن کو باطن شریعت یعنی حقیقت سے آراستہ پیراستہ رکھیں۔ کیونکہ حقیقت اور طریقت دونوں شریعت ہی کی حقیقت سے مراد ہیں۔ نہ یہ کہ شریعت اور ہے اور طریقت وحقیقت کچھ اور۔ کہ یہ الحاد و زندقہ ہے۔ فقیر کا گمان آپ کے حق میں بہت نیک ہے بعض واقعات اس پر شاہد ہیں۔ اور آپ کے والد بزرگوار علیہ الرحمۃ کے سامنے بھی یہ ماجرا ظاہر کیا گیا تھا۔

باقی مقصود یہ ہے کہ شیخ عبد الغنی بہت نیک اور خدا پرست آدمی ہے۔ اگر آپ کی خدمت میں کسی امر کے لئے رجوع کرے۔ تو اس کے حال پر توجہ فرمائیں۔ والسلام والاکرام۔

مکتوب ۵۸

اس بیان میں کہ یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں سب سات قدم ہے۔ اور اس بیان میں کہ مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم نے سیر کا ابتدا عالم امر سے اختیار کیا ہے۔ برخلاف دوسرے سلسلوں کے مشائخ کے۔ اور ان بزرگواروں کا طریق اصحاب کرام کا طریق ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں۔ سیادت مآب سید محمود کی طرف لکھا ہے:۔

آپ کا بزرگ محبت نامہ صادر ہوا۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ کو اس بزرگ گروہ کی باتیں سننے کا شوق ہے۔ اس لئے آپ کی غرض پورا کرنے اور مقصود کی طرف رغبت دینے

کے لئے چند باتیں لکھی جاتی ہیں ٭

میرے مخدوم! یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں۔ انسان کے سات لطیفوں کے موافق سب سات قدم ہیں۔ دو قدم عالم خلق میں ہیں جن کا تعلق قالب اور نفس کے ساتھ ہے۔ اور پنج قدم عالم امر میں ہیں۔ جو قلب و روح و سر و خفی و اخفےٰ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ اور ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم میں دس ہزار پردے پھاڑنے پڑتے ہیں۔ خواہ وہ پردے نورانی ہوں یا ظلمانی۔ اِنَّ لِلّٰہِ سَبْعِیْنَ اَلْفَ حِجَابٍ مِّنْ نُّوْرٍ وَّ ظُلْمَۃٍ تحقیق اللہ تعالےٰ کے لئے ستر ہزار پردے نور اور ظلمت کے ہیں ٭

اور پہلے قدم میں جو عالم امر میں لگاتے ہیں تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے۔ اور دوسرے قدم پر تجلی صفات۔ اور تیسرے قدم پر تجلیات ذاتیہ کا شروع آجاتا ہے علےٰ ہذا القیاس جو درجوں کے تفاوت کے لحاظ سے ترقی ہوتی جاتی ہے۔ جیسے کہ اس رستہ کے سالکوں پر مخفی نہیں ہے اور ان ساتوں قدموں میں سے ہر ایک قدم پر اپنے آپ سے دور ہوتا جاتا ہے اور حق تعالےٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ جتنے کہ ان قدموں کے تمام ہونے تک قرب بھی پورا ہو جاتا ہے۔ پھر اس کے بعد فنا اور بقا سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور ولایت خاصہ کے درجے تک پہنچ جاتے ہیں ٭

طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے مشائخ قدس سرہم نے برخلاف دوسرے سلسلوں کے مشائخ کے اس سیر کی ابتدا عالم امر سے اختیار کی ہے۔ اور عالم خلق بھی اسی سیر کے ضمن میں طے کر لیتے ہیں۔ اسی واسطے طریقہ نقشبندیہ سب طریقوں سے اقرب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان کی ابتدا میں مندرج ہے۔ ؎

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

ترجمہ ؎ قیاس کر لے گلستاں سے تو بہار مری

آن بزرگواروں کا طریقہ بعینہٖ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا طریق ہے۔ کیونکہ اصحاب کبار رض کو حضرت سید البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی ہی صحبت میں انتہا کے ابتدا میں درج ہونے کے طریق پر وہ کچھ حاصل ہو جاتا تھا۔ جو امت کے کامل اولیا کو انتہا میں بھی حاصل ہونا مشکل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حمزہ علیہ الرحمۃ کا قاتل وحشی جو ایک ہی دفعہ حضرت خیر البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا خواجہ اویس قرنی

سے جو تابعین سے بہتر ہے کئی درجے افضل ہے ✦
عبداللہ بن مبارک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ معاویہؓ افضل ہے یا عمر بن عبدالعزیز تو انہوں نے جواب دیا کہ وہ گرد و غبار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاویہ کے گھوڑے کی ناک میں پڑا ہے وہ عمر بن عبدالعزیز سے کئی گنا بہتر ہے۔ تو پھر سوچنا چاہئے کہ جس گروہ کی ابتدا میں اوروں کی انتہا درج ہو۔ اس کی انتہا کہاں تک ہوگی۔ اور اوروں کے ادراک و فہم میں کس طرح سمائیگی وَمَا یَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؎

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن و قصور ۔۔۔ حاش للہ کہ برارم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند ۔۔۔ روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

ترجمہ گر کوئی قاصر لگائے طعنہ ان کے حال پر ۔۔۔ توبہ توبہ گر زباں پر لاؤں میں اس کا گلہ
شیر ہیں اس سلسلے میں سب کے سب جکڑے ہوئے ۔۔۔ توڑ سکتی کس طرح ہے لومڑی یہ سلسلہ

رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِیَّاکُمْ مَحَبَّةَ هٰذِهِ الطَّائِفَةِ الْعَزِیْزِ وُجُوْدُهَا حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس عزیز الوجود گروہ کی محبت عطا فرمائے۔ کاغذ اگرچہ ناقص ہے لیکن اس میں معارف بلند اور حقائق ارجمند درج ہیں۔ امید ہے کہ عزیز جانینگے ✦

مکتوب ۵۹

سید محمود کی طرف صادر فرمایا ہے۔ اس بیان میں کہ آدمی کو تین چیزوں سے چارہ نہیں تاکہ نجات ابدی حاصل ہو جائے۔ اور اس بیان میں کہ اہل سنت و جماعت کی تابعداری کے سوا نجات محال ہے۔ اور اس بیان میں کہ علم و عمل شریعت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور اخلاص طریق صوفیہ پر چلنے سے وابستہ ہے۔ اور اس بیان میں کہ عمل کا اخلاص اولیا کو تمام افعال اور اعمال اور حرکات و سکنات میں حاصل ہے :-

حق تعالیٰ شریعت مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سید سے رستہ پر استقامت فرما کر پورے طور پر اپنی بارگاہ میں گرفتار کرلے ✦

آپ کا شریف اور لطیف محبت نامہ صادر ہو کر خوشی کا باعث ہوا۔ فقرا کے ساتھ آپ کی محبت اور اخلاص کا حال معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ اس کو اور زیادہ کرے۔ آپ کے فوائد

طلب کئے تھے ۔

میرے مخدوم! آدمی کو تین چیزوں سے چارہ نہیں ہے تاکہ نجات ابدی حاصل ہو جائے علم و عمل و اخلاص ۔

علم دو قسم ہے۔ ایک وہ علم ہے جس سے مقصود عمل ہے جس کا متکفل علم فقہ ہے ۔

دوسرا۔ وہ علم ہے جس سے مقصود صرف اعتقاد اور دل کا یقین ہے ۔ جو علم کلام میں مفصل مذکور ہے ۔ اور فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کے قیاس صحیح اور عقیدے کے موافق ہے ۔ اور نجات ان بزرگواروں کے اتباع کے بغیر محال ہے ۔ اور اگر بال بھر بھی مخالفت ہے ۔ تو کمال خطرہ ہے ۔ یہ بات کشف صحیح اور الہام صریح سے یقینی طور پر حاصل ہو چکی ہے ۔ اس میں کچھ خلاف نہیں ہے ۔

پس خوشخبری ہے اُس شخص کے لئے جس کو ان کی متابعت کی توفیق حاصل ہوئی ۔ اور ان کی تقلید سے مشرف ہوا ۔ اور ہلاکت ہے اُس شخص کے لئے جس نے ان کی مخالفت کی اور ان سے الگ ہو گیا ۔ اور ان کے اصول سے مُنہ پھیرا ۔ اور ان کے گروہ سے نکل گیا ۔ پس وہ خود بھی گمراہ ہوا ۔ اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا ۔ پس رویت اور شفاعت کا منکر ہوا ۔ اور صحبت کی فضیلت اور صحابہ کی بزرگی اس سے مخفی رہی ۔ اور اہلبیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اولاد بتول رضی اللہ عنہا کی محبت سے محروم رہا ۔ اور وہ اس بڑی نیکی سے رُک گیا ۔ جو اہلسنت وجماعت نے حاصل کی ۔

تمام صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان میں سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں ۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ جو اصحاب کے حالات سے بخوبی واقف ہیں انہوں نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگ بہت بیقرار ہو گئے ۔ پس ان کو حضرت ابوبکرؓ سے بہتر کوئی شخص آسمان کے سایہ تلے نہ ملا ۔ پس انہوں نے اُن کو اپنا ولی بنا لیا ۔ یہ صریح دلالت ہے اس بات پر کہ تمام صحابہ حضرت صدیق رضؓ کے افضل ہونے میں متفق ہیں ۔ اور ان کے افضل ہونے میں یہ اجماع صدر اول میں ہوا ۔ اور یہ اجماع قطعی ہے جس میں انکار کو دخل نہیں ہے ۔ اور اہلبیت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مثال کشتئ نوح علیہ السلام کی طرح ہے جو اس پر سوار ہوا بچ گیا اور جو اس سے پیچھے ہٹا رہا وہ ہلاک ہو گیا ۔

بعض عارفوں نے فرمایا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کو ستاروں

کی مانند فرمایا و بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ اور اہل بیت کو کشتئ نوح کی طرح۔ اس میں اشارہ ہے کہ کشتی کے سوار کے لئے ستاروں کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ تاکہ وہ ہلاک ہونے سے بچ جائے اور ستاروں کی رعایت کے بغیر نجات بالکل محال ہے۔ اور اس بات کو اچھی طرح معلوم کریں کہ بعض کا انکار کرنا سب کے انکار کو مستلزم ہے۔ کیونکہ حضرت خیرالبشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں سب صحابہ مشترک ہیں۔ اور صحبت کی فضیلت تمام فضیلتوں اور کمالوں سے بڑھ کر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اویس قرنی جو تمام تابعین میں سے اچھا ہے ایک ادنیٰ صحابی کے درجے کو نہیں پہنچا ہے۔ پس صحبت کی فضیلت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔ اور نہ ہی ہوگی۔ کیونکہ ان کا ایمان صحبت اور نزول وحی کی برکت سے شہودی ہوگیا تھا۔ اور صحابہ کے بعد کسی کو اس درجہ کا ایمان نصیب نہیں ہوا۔ اور اعمال ایمان پر مترتب ہوتے ہیں اور کمال ایمان کے کمال کے موافق حاصل ہوتا ہے۔ اور جو کچھ ان کے درمیان لڑائی جھگڑے واقع ہوئے ہیں۔ سب بہتر حکمتوں اور نیک گمانوں پر محمول ہیں۔ وہ حرص و ہوا اور جہالت سے نہ تھے۔ بلکہ وہ اجتہاد اور علم کی رُو سے تھے۔ اور اگر ان میں سے کسی نے اجتہاد میں خطا کی ہے تو اللہ تعالےٰ کے نزدیک خطا کار کے لئے بھی ایک درجہ ہے۔ اور یہی افراط و تفریط کے درمیان سیدھا راستہ ہے۔ جس کو اہلسنت وجماعت نے اختیار کیا ہے۔ اور یہی بچاؤ والا اور مضبوط رستہ ہے۔ غرض علم وعمل دونوں شریعت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور اخلاص کا حاصل ہونا جو علم عمل کے لئے رُوح کی طرح ہے طریق صوفیہ پر چلنے پر منحصر ہے۔ جب تک سیر الی اللہ نہ قطع کریں اور سیر فی اللہ کے ساتھ متحقق نہ ہو جائیں۔ حقیقت اخلاص سے دُور اور مخلصوں کے کمالات سے مہجور رہتے ہیں۔ اگرچہ عام مومنین کو بھی تکلف اور تعمل کے ساتھ بعض اعمال میں مجمل طور پر اخلاص حاصل ہو جاتا ہے۔ مگر وہ اخلاص جس کا ذکر ہم کر رہے ہیں۔ وہ ہے جو تمام اقوال و افعال اور حرکات و سکنات میں حاصل ہے اور اس میں کسی تکلف اور بناوٹ کو راہ نہیں ہے۔ یہ اخلاص نفسی و آفاقی معبودوں کے فنا پر منحصر ہے۔ جو فنا و بقا اور ولایت خاصہ کے درجے تک پہنچنے سے وابستہ ہے۔ جو اخلاص تکلف اور بناوٹ کا محتاج ہے وہ ہمیشہ نہیں رہتا۔ اخلاص کا دوامی طور پر حاصل ہونا جو مرتبہ حق الیقین میں ہے اس میں بے تکلف ہونا ضروری ہے ✤

پس اولیاء اللہ جو کچھ کرتے ہیں خدا کے لئے کرتے ہیں نہ اپنے نفس کے لئے۔ کیونکہ ان کے نفس خدا پر قربان ہو چکے ہیں۔ ان کے اخلاص کے خالص ہونے میں نیت کا صحیح کرنا

ضروری نہیں ہے۔ ان کی نیت فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے درست ہو چکی ہے مثلاً کوئی شخص جو اپنے نفس میں گرفتار ہے وہ جو کچھ کرتا ہے اپنے نفس کے لئے کرتا ہے خواہ نیت کرے یا نہ کرے۔ اور جب نفس کی قید دُور ہو کر خدائے تعالےٰ کی قید حاصل ہو جائے۔ تو اس صورت میں وہ جو کچھ کریگا خدا کے لئے کریگا۔ خواہ نیت کرے یا نہ کرے۔ نیت ظنی امر میں درکار ہے یقینی میں اس کی حاجت نہیں ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ❊

دوامی اخلاص المخلص بفتح لام ہے اور وہ جس کو دوام حاصل نہیں ہے اور ابھی اخلاص کا کسب کرتا ہے مخلِص بکسر لام ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان بڑا فرق ہے اور طریق صوفیہ سے علم وعمل میں جو نفع حاصل ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ علوم کلامیہ استدلالیہ کشفی ہو جائیں اور اعمال کے ادا کرنے میں بڑی آسانی حاصل ہو جائے۔ اور جو سُستی شیطان اور نفس کی طرف سے واقع ہوتی ہے دُور ہو جائے ؎

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

ترجمہ ؎ بڑی اعلےٰ ہے یہ دولت ملے اب دیکھئے کس کو

والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۹

کلی طور پر خطروں کے دُور کرنے اور وسوسوں کے دفع کرنے اور اس کے مناسب بیان میں سیادت پناہ سید محمود کی طرف لکھا ہے :۔

حق تعالےٰ ہمیشہ کے لئے اپنی جناب پاک کی گرفتاری سے مشرف فرمائے۔ کیونکہ اصلی خلاصی اور حقیقی نجات اسی گرفتاری میں ہے۔ خطرات کا دور ہونا اور وسوسوں کا دفع ہونا حضرات خواجگان قدس سرہم کے طریقہ میں پورے طور پر حاصل ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس بزرگ خاندان کے بعض مشائخ نے خطرات کے دفع کرنے کے لئے چلّہ کھینچا ہے۔ تو ان تمام چالیس دنوں میں اپنے باطن کو خطرات کے آنے سے محفوظ رکھا ہے ❊

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے اس مقام میں فرمایا ہے کہ خطرات کے دفع کرنے سے وہ خطرات مراد ہیں جو دوام مطلوب کے مانع ہیں۔ نہ کہ مطلق طور پر خطرات کا دفع کرنا۔ اور اس سلسلہ علیہ کے مخلصوں میں سے ایک درویش اس مضمون کے موافق وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ

تحدیث کہ اپنے رب کی نعمت کو ظاہر کر۔ اپنا حال اس طرح بیان کرتا ہے کہ خطرات دل سے اس طرح دور ہو جاتے ہیں کہ اگر بالفرض صاحب دل کو حضرت نوح علیہ الصلوٰۃ و السلام کی عمر دیجائے تو بھی ہرگز اس کے دل میں خطرہ نہ آنے پائے۔ بغیر اس بات کے کہ وہ اس کے دفع میں کسی قسم کا تکلف کرے۔ کیونکہ جو امر تکلف سے ہے وہ وقت تک محدود ہے۔ ہمیشہ تک نہیں رہتا۔ بلکہ اگر خطرات کے لانے میں کئی سال تک تکلف کرے تو بھی میسر نہ ہو۔ اربعین کا مقرر کرنا بناوٹ اور تکلف سے خبر دیتا ہے اور تکلف اور بناوٹ مرتبہ طریقت میں ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ بناوٹ اور تکلف سے خالی ہو۔ یادکرد طریقت میں ہے اور یادداشت حقیقت میں ✦

پس ثابت ہوا کہ عشرہ اور اربعین سے تکلف کے ساتھ خطرات کے روکنے میں جو وقت پر محدود ہے مطلوب کی طرف دوامی توجہ کا حاصل کرنا محال ہے۔ کیونکہ تکلف مرتبہ طریقت میں ہے اور طریقت میں دوام توجہ متصور نہیں ہے۔ اور مرتبہ حقیقت میں دوام توجہ اس وجہ سے ہے کہ اس مقام میں تکلف کی مجال نہیں ہے ✦

پس مرتبہ تکلف میں خطرات کا آنا بیشک دوام توجہ کا مانع ہے۔ اور دل کی دوام نگرانی جو اس سلسلہ علیہ کے مبتدیوں کو حاصل ہوتی ہے وہ کچھ اور ہے۔ اور دوام توجہ جس کا ہم ذکر کرتے ہیں وہ یادداشت سے مراد ہے جو نہایت مرتبہ کمال ہے ✦

حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ یادداشت کے آگے پنداشت و وہم ہے۔ یعنی اور مرتبہ کوئی نہیں ✦

اس قسم کے احوال ظاہر کرنے سے مقصود یہ ہے کہ اس طریقہ علیہ کے طالبوں کو رغبت اور شوق پیدا ہو۔ اگرچہ منکروں کا انکار ہی زیادہ ہوگا۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا بہت کو گمراہ کرتا ہے اور بہت کو ہدایت دیتا ہے ؎

ہر کہ افسانہ بخواند افسانہ است　　وانکہ دیدش نقد خود مردانہ است
آب نیل است و بقبطی خوں نمود　　قوم موسےٰ را نہ خوں بود آب بود

ترجمہ ؎
جس نے افسانہ پڑھا افسانہ ہے　　جس نے دیکھا نقد وہ مردانہ ہے
خون آب نیل قبطی پر ہوا　　قوم موسےٰ کے لئے وہ آب تھا

والسلام مع الاکرام ✦

مکتوب ۶۱

شیخ کامل مکمل کی صحبت کی ترغیب اور ناقص کی صحبت سے بچنے اور اس کے مناسب بیان میں سیادت مآب سیّد محمود کی طرف لکھا ہے :-

حق تعالےٰ اپنے حبیب سیّد البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل جو کجی چشم سے پاک ہیں اپنے درد اور طلب میں زیادتی عطا فرمائے - اور جو چیز مطلب حاصل کرنے سے مانع ہے اس سے بچائے ۔

آپ کا مبارک محبت نامہ مشرف ہوا - چونکہ طلب اور شوق کو برانگیختہ کرنے والا - اور درد و تشنگی سے بھرا ہوا تھا - نظر میں بہت ہی پسند آیا - کیونکہ طلب میں مطلب حاصل ہونے کی خوشخبری ہے اور مقصود تک پہنچنے کا وسیلہ ہے ۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ دینے کا ارادہ نہ کرتا تو طلب اور درد نہ دیتا - غرض طلب اور درد کی دولت کو بڑی نعمت جانکر جو چیز کہ اس کے مخالف ہے اس سے بچنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ اس میں کوئی فتور پڑ جائے اور اس گرمی میں کسی قسم کی سردی تاثیر کر جائے - اور اس کی محافظت کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اس دولت کے حاصل ہونے کا شکر ادا کیا جاوے - وَلَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ اور ہمیشہ خدائے تعالےٰ کی جناب میں التجا اور زاری کرتے رہیں - تاکہ طلب کے چہرہ کو جمال لایزال کے کعبہ کی طرف سے نہ ہٹائے - اور اگر حقیقی طور پر التجا اور تضرع حاصل نہ ہو - تو ظاہری تضرع اور نیازمندی کو بھی ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہئے - وَاِنْ لَّمْ تَبْكُوْا فَتَبَاكُوْا اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے - یہ محافظت شیخ کامل کے ملنے تک ہے - بعد ازاں اپنی سب مرادیں اس بزرگ کے سپرد کر دینی چاہئیں - اور اس کی خدمت میں مردہ بدست غسال کی طرح ہونا چاہئے ۔

اوّل فنا فی الشیخ ہے اور یہی فنا پھر فنا فی اللہ کا وسیلہ بنجاتی ہے ؎

زاں رو کہ ترا چشم تست احول ۔۔۔ معبود تو پیر تست اول

ترجمہ ؎ آنکھ تیری یہ چونکہ احول ہے ۔۔۔ پیر معبود تیرا اول ہے

کیونکہ فائدہ دینا اور فائدہ حاصل کرنا دونوں طرف کی مناسبت پر مبنی ہے ۔

اوّل اوّل چونکہ طالب علم کو کمال خست اور کمینہ پن کے باعث حق تعالےٰ کی

جناب پاک کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہوتی۔ اس لئے دونوں طرف کے درمیان ایک برزخ کا ہونا ضروری ہے۔ اور وہ شیخ کامل مکمل ہے۔ اور طالب کے حق میں سب سے بڑھ کر فتور شیخ ناقص کی طرف رجوع کرنا ہے جس نے ابھی جذبہ اور سلوک سے اپنے کام کو تمام نہیں کیا۔ اور شیخی کی مسند پر بیٹھ گیا ہے۔ طالب کے لئے اس کی صحبت زہر قاتل ہے۔ اور اس کی طرف رجوع کرنا مرض مہلک۔ ایسے شیخ کی صحبت طالب کی بلند استعداد کو بلندی سے پستی میں گرا دیتی ہے۔ مثلاً وہ مریض جو ناقص طبیب سے دارو کھاتا ہے۔ وہ اپنی مرض کے زیادہ کرنے میں کوشش کرتا ہے۔ اور اپنی مرض کے دُور ہونے کی قابلیت کو ضائع کر رہا ہے۔ اگرچہ ابتدا میں اس دارو سے مرض میں کچھ تخفیف ہوگی لیکن حقیقت میں عین مضرت ہے۔ یہی مریض اگر بالفرض کسی حاذق طبیب کے پاس جاوے۔ تو پہلے اُس طبیب کو چاہیئے کہ اُس دارو کی تاثیر کو دُور کرنے کا فکر کرے۔ اور مسہلات سے اس کا علاج کرے۔ اس تاثیر کے دُور ہو جانے کے بعد مرض اصلی کے دُور کرنے کا فکر کرے +

ان بزرگواروں کی طریق کا مدار صحبت پر ہے۔ صرف کہنے اور سُننے سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ بلکہ طلب میں سُستی پیدا ہو جاتی ہے +

امید ہے کہ کچھ دنوں کے بعد دہلی اور آگرہ کی طرف سیر کا اتفاق ہوگا۔ اگر آپ تن تنہا تشریف لائیں۔ اور آمنے سامنے کچھ حاصل کر کے جلدی واپس چلے جائیں تو بہت ہی مناسب ہے۔ اس سے زیادہ لکھنا ناحق تکلیف ہے +

بقیہ سوالوں کا جواب یہ ہے کہ جناب شیخت پناہ معارف آگاہ میاں شیخ تاج بہت بزرگ ہیں۔ اور اس صوبہ میں ان کا وجود غنیمت ہے لیکن آپ کی استعداد ان کے طریق کے مناسب نہیں ہے۔ رابطہ نسبت کے بغیر مطلوب حاصل ہونا مشکل ہے۔ آگے آپ کا اختیار ہے۔ اگر کبھی کبھی اپنے احوال کی نسبت لکھتے رہیں تاکہ اس طرف سے بھی اُس کے مناسب کچھ لکھا جایا کرے تو بہت ہی مناسب ہے۔ کیونکہ اخلاص کا سلسلہ اس طرح ہمیشہ حرکت میں رہتا ہے والسلام

مکتوب ۶۲

اس بیان میں کہ وہ جذبہ جو سلوک سے اوّل ہے وہ اصلی مقصود نہیں ہے۔ بلکہ منازل سلوک کو بآسانی قطع کرنے کا وسیلہ ہے۔ ہاں وہ جذبہ جو سلوک کے بعد ہے۔ وہ

اصلی مقصد ہے۔ جناب مرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی سب تعریف اللہ کے لئے ہے۔ اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو +

طریق وصول الی اللہ کے دو جزو ہیں۔ جذبہ اور سلوک یا دوسری عبارت میں تصفیہ اور تزکیہ۔ وہ جذبہ جو سلوک سے مقدم ہے اصلی مقصود نہیں۔ اور وہ تصفیہ جو تزکیہ سے اوّل ہے۔ اصلی مطلب نہیں ہے۔ لیکن وہ جذبہ جو سلوک کے تمام ہونے کے بعد ہے۔ اور وہ تصفیہ جو تزکیہ حاصل ہونے کے بعد سیر فی اللہ میں ہے۔ اصلی مقصود اور مطلوب ہیں۔ سابقہ جذبہ اور تصفیہ سلوک کے راستوں کی آسانی کے لئے ہیں۔ کیونکہ بغیر سلوک کے کچھ نہیں ہو سکتا۔ اور منازل طے کرنے کے بغیر مطلوب کا جمال نظر نہیں آتا۔ پہلا جذبہ دوسرے جذبہ کے لئے صورت کی طرح ہے۔ اور حقیقت میں ایک دوسرے کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتے +

پس ابتدا میں انتہا کے درج ہونے سے جو اس سلسلہ علیہ کے مشائخ کی عبارتوں میں واقع ہے یہ مراد ہے کہ نہایت کی صورت ابتدا میں درج ہے۔ ورنہ نہایت کی حقیقت بدایت میں نہیں سما سکتی۔ اور نہایت کو بدائت کے ساتھ کچھ نسبت نہیں +

اس بحث کی تحقیق اُس رسالہ میں مفصّل مذکور ہے۔ جو جذبہ اور سلوک وغیرہ کی تحقیق میں لکھا گیا ہے +

غرض صورت سے گذر کر حقیقت تک پہنچنا نہایت ضروری ہے۔ اور حقیقت کو چھوڑ کر صورت پر کفایت کرنا سراسر دوری ہے +

حَقَّقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِالْحَقِیْقَۃِ الْحَقَّۃِ وَجَنَّبَنَا عَنِ الصُّوْرَۃِ الْبَاطِلَۃِ بِحُرْمَۃِ النَّبِیِّ الْمُخْتَارِ وَاٰلِہِ الْاَبْرَارِ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمْ مِّنَ الصَّلَوٰتِ اَکْمَلُہَا وَمِنَ التَّحِیَّاتِ اَفْضَلُہَا۔ حق تعالےٰ اپنے نبی مختار اور اُن کی آل ابرار علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی طفیل ہم کو حقیقت حقہ پر ثابت قدم رکھے اور صورت باطلہ سے بچائے +

مکتوب ۶۳

اس بیان میں کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام دین کے اصول میں متفق ہیں۔ اور ان بزرگواروں کا اختلاف صرف دین کے فروع میں ہے۔ اور ان بعض متفق علیہ

کلمات کے بیان میں سرداری کے پناہ والے شرافت کے مرتبہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے :-

ثَبَّتَنَا اللهُ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَّةِ اٰبَائِکُمُ الْکِرَامِ عَلٰی اَفْضَلِہِمْ اِصَالَةً وَعَلٰی بَوَاقِیْہِمْ مُتَابَعَةً اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔ اللہ تعالے ہم کو اور آپ کو آپ کے بزرگ باپ دادوں کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔ ان میں سے افضل پر اصلی طور پر اور باقیوں پر متابعت کی رُو سے صلوٰۃ وسلام ہو۔

انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ اللہ کی صلوٰۃ اور سلام اور برکات ان سب پر بالعموم اور اُن کے افضل پر بالخصوص ہو۔ اللہ کی رحمتیں ہیں۔ کیونکہ ان بزرگواروں کی طفیل جہان کو نجاتِ ابدی کی سعادت حاصل ہوئی ہے اور ہمیشہ کی گرفتاری سے آزادی حاصل ہوئی ہے۔ اگر ان کا وجود شریف نہ ہوتا تو حق تعالے جو غنی مطلق ہے۔ جہان کو اپنی ذات وصفات کی نسبت کچھ خبر نہ دیتا۔ اور اس طرف کا رستہ نہ دکھاتا۔ اور کوئی شخص اس کو نہ پہچانتا۔ اور اوامر ونواہی جن کے ساتھ بندوں کو محض اپنے کرم سے ان کے نفع کے لئے مکلف کیا ہے ان کے بجالانے کی تکلیف نہ دیتا۔ اور اس کی رضامندی نارضامندی سے جدا نہ ہوتی۔ پس اس نعمت عظمےٰ کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے اور کس کو یہ طاقت ہے کہ اس کا شکر ادا کر سکے۔ اللہ کا حمد ہے جس نے ہم پر انعام کیا۔ اور ہم کو اسلام کی طرف ہدایت کی۔ اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تصدیق کرنے والوں میں سے بنایا۔ اور یہ بزرگوار اصول میں متفق ہیں۔ اور ذات وصفات اور حشر ونشر پیغمبروں کے بھیجنے اور فرشتوں کے نازل ہونے اور وحی کے وارد ہونے اور ہمیشہ کے لئے جنت کے آرام اور دوزخ کے عذاب کے بارے میں ان سب کی بات ایک ہی ہے۔ اور ان کا اختلاف صرف بعض احکام میں ہے جو دین کے فروع سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور حق تعالے نے ہر ایک زمانہ میں اُولو العزم پیغمبر پر مناسب احکام کے ساتھ وحی بھیجی ہے۔ اور اُس زمانہ کے لوگوں کو احکام مخصوصہ کے ساتھ تکلیف فرمائی ہے۔

احکام شرعیہ میں نسخ اور تبدیل کا ہونا خدائے تعالے کی حکمتوں اور مصلحتوں پر مبنی ہے۔ اور اس قسم کی مثالیں بہت سی ہیں کہ ایک ہی صاحب شریعت پیغمبر پر مختلف وقتوں میں ایک دوسرے کے متضاد احکام نسخ اور تبدیل کے طور پر وارد ہوئے ہوں۔ اور ان بزرگواروں کے متفق علیہ کلمات میں سے یہ چند کلمیں ہیں :-

خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور اس کے ساتھ کسی کو شریک کرنا اور مخلوقات میں سے کسی کو خدا کے سوا اپنا رب بنانا۔ یہ حکم انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام سے ہی مخصوص ہیں۔ اور ان کے تابعداروں کے سوا اور لوگ اس دولت سے مشرف نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی ان کے سوا کسی نے اس قسم کے کلمات کہے ہیں۔

نبوت کے منکر اگرچہ خدا کو ایک جانتے ہیں۔ لیکن ان کا حال دو امر سے خالی نہیں ہے۔ یا تو اہل اسلام کی تقلید کرتے ہیں یا وجود کے وجوب میں واحد جانتے ہیں۔ نہ کہ عبادت کے استحقاق میں۔

کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ سے مراد جھوٹے خداؤں کی عبادت کی نفی کرنا اور معبود برحق کا ثابت کرنا ہے۔ اور کلمہ دوسرا جو ان بزرگواروں سے مخصوص ہے یہ ہے کہ اپنے آپ کو اور لوگوں کی طرح بشر جانتے ہیں اور عبادت کے لائق خدا ہی کو جانتے ہیں۔ اور لوگوں کو اس کی طرف بلاتے ہیں۔ اور حق تعالےٰ کو حلول اور اتحاد سے پاک بتلاتے ہیں اور منکرین نبوت ایسے نہیں ہیں۔ بلکہ ان کے سردار خدائی کا دعوے کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ میں خدا کو حلول کیا ہوا ثابت کرتے ہیں۔ اور عبادت کے حق دار بنتے اور خدا کا نام اپنے اوپر بولنے سے احتراز نہیں کرتے۔ اس واسطے بندگی سے پاؤں نکال کر کئی قسم کی بدفعلیوں اور بدعملیوں میں پڑ جاتے ہیں۔ اور اباحت کا رستہ ان کی طرف کھلجاتا ہے۔ اور گمان کرتے ہیں کہ اللہ کسی چیز سے ممنوع نہیں۔ اور جو کچھ کہتے ہیں بہتر جانتے ہیں۔ اور جو کچھ کرتے ہیں مباح سمجھتے ہیں پس یہ لوگ خود بھی گمراہ ہو گئے اور لوگوں کو بھی گمراہ کیا۔ پس ان کے لئے اور ان کے تابعداروں کے لئے اور ان کی تقلید کرنے والوں پر ہلاکت ہے۔

اور دوسرا کلمہ جس میں انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام باہم متفق ہیں۔ اور ان کے منکر اس دولت سے بے نصیب ہیں۔ یہ ہے کہ یہ بزرگوار فرشتوں کے نازل ہونے کے (جو معصوم مطلق ہیں اور کسی قسم کا تعلق اور آلودگی نہیں رکھتے) قائل ہیں۔ اور وحی کے امین اور کلام ربانی کے اٹھانے والے انہی کو جانتے ہیں۔ پس یہ بزرگوار جو کچھ کہتے ہیں خدا کی طرف سے کہتے ہیں۔ اور جو کچھ پہچانتے ہیں خدا کی طرف سے پہچانتے ہیں۔ اور ان کے اجتہادی احکام بھی وحی سے مؤید ہیں۔ اگر بالفرض کسی قسم کی لغزش واقع ہو جاتی تھی۔ تو حق تعالےٰ فوراً اس کا تدارک وحی قطعی سے فرما دیتا تھا۔ اور منکروں کے رئیس جو الوہیت کے مدعی ہیں۔ جو کچھ

کہتے ہیں اپنی طرف سے کہتے ہیں اور الوہیت کے خیال سے اسی کو بہتر جانتے ہیں پس انصاف سے کام لینا چاہئے کہ جو شخص بیوقوفی سے اپنے آپ کو خدا بنائے اور عبادت کا مستحق جانے۔ اور اس خیال سے بہت ناشائستہ فعل اس سے سرزد ہوں۔ تو اُس کی باتوں کا کیا اعتبار ہے اور اُس کی تابعداری پر کیا مدار ہے ع

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

ترجمہ ع ہوتا ہے سال ویسا جیسی بہار ہووے

اس قسم کی باتوں کا ظاہر کرنا زیادہ تشریح کے لئے ہے ورنہ حق باطل سے جُدا ہے۔ اور نور اندھیرے سے ظاہر ہے جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔ اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْنَا عَلٰى مُتَابَعَةِ هٰؤُلَاءِ الْاَكَابِرِ عَلَيْهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّحِيَّاتُ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا یا اللہ تو ہم کو اول و آخر انہی بزرگواروں کی تابعداری پر ثابت قدم رکھ۔

بقیہ مقصود یہ ہے کہ سیادت پناہ میاں پیر کمال کو آپ خوب جانتے ہیں کچھ حاجت نہیں کہ اس بارہ میں کچھ لکھا جاوے لیکن اس قدر لکھنا ضروری ہے کہ فقیر کو کچھ عرصہ سے ان کی ملاقات حاصل ہے۔ مدت سے آپ کی قدمبوسی کا شوق رکھتے تھے لیکن ضعف لاحق ہونے سے کچھ مدت فرش پر پڑے رہے۔ اب صحت ہونے کے بعد آپ کی خدمت عالی کی طرف متوجہ ہوئے ہیں۔ اور آپ کی عنایت کے امیدوار ہیں۔

مکتوب ۶۴

جسمانی اور روحانی لذت اور درد کے بیان میں۔ اور جسمانی رنج اور مصیبتوں کو برداشت کرنے کی ترغیب اور اس کے مناسب بیان میں سیادت و شرافت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:۔

سَلَّمَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَعَافَاكُمْ فِي الدَّارَيْنِ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الثَّقَلَيْنِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ حق تعالیٰ حضرت سید الثقلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل آپ کو دونوں جہان میں سلامت اور عافیت سے رکھے۔

دُنیا کی لذت اور الم دو قسم ہے۔ جسمانی اور روحانی۔ جس چیز میں جسم کی لذت ہے اس میں روح کا رنج ہے۔ اور جس چیز سے جسم کو رنج پہنچے اس میں رُوح کی لذت ہے۔

پس رُوح اور جسم ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اور اس جہان میں کہ رُوح جسم کے مقام میں اُترا ہُوا ہے اور جسم اور جسمانی میں گرفتار ہُوا ہے۔ رُوح نے بھی جسم کا حکم پیدا کر لیا ہُوا ہے۔ اور اس کی لذت سے اُس کو لذت اور اس کے رنج سے اس کو رنج ہے۔ یہ مرتبہ عوام کالانعام کا ہے ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِيْنَ (پھر ہم اس کو (بوڑھا کر کے) کمتر سے کمتر مخلوق کے درجے میں لوٹا لائے) انہی کی شان میں صادق ہے۔ اگر رُوح اس گرفتاری سے خلاص نہ ہو۔ اور اپنے اصلی وطن کی طرف رجُوع نہ کرے تو ہزار ہزار افسوس ہے ؎

پایۂ آخر آدم است و آدمی گشت محروم از مقام محرمی
گر نگردد باز مسکیں زیں سفر نیست از وے ہیچکس محروم تر

ترجمہ ؎ سب کے پیچھے رُتبہ ہے انسان کا اس لئے محروم تر سب سے ہُوا
گر نہ لوٹے اس سفر سے یہ گدا ہے پھر اس کے حال پر واحسرتا

رُوح کی بیماری کے باعث ہے کہ اپنے رنج کو لذّت اور لذت کو رنج معلوم کرتا ہے۔ جیسے کہ صفراوی مزاج والا شخص بیماری کے باعث شیرینی کو کڑوا معلوم کرتا ہے۔

پس عقلمندوں پر لازم ہے کہ اس مرض کے دُور کرنے کا فکر کریں تاکہ جسمانی رنج و مصائب میں خوش و خرم زندگی بسر کریں ؎

از برائے عیش و عشرت ساختن صد ہزاراں جاں بباید باختن

ترجمہ صد ہزاراں جان جو کھوئیں پڑے جا ودانی عیش و عشرت تب ملے

اور جب اچھی طرح غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اگر دنیا میں درد اور الم و مصیبت نہ ہوتے تو جَو کے برابر اس کی قدر نہ ہوتی۔ اس کی ظلمتوں کو واقعات اور حادثے دُور کر دیتے ہیں حادثوں کی تلخی دارُوئے تلخ کی طرح نافع ہے جس سے مرض کو دُور کرتے ہیں۔

فقیر کو تجربہ سے معلوم ہُوا ہے کہ عام عورتوں میں جو کھانا پکاتے ہیں۔ اور خالص نیّت نہیں کر سکتے۔ اور بعض لوگ اُس کھانے کی نسبت گلہ و شکایت کرتے ہیں۔ اور طعام اور صاحب طعام کا عیب اور نقصان ظاہر کرتے ہیں۔ اور صاحب طعام کو اس بات سے دل کی شکستگی حاصل ہو جاتی ہے۔ تو صاحب طعام کی یہی شکستگی اس ظلمت کو جو خالص نیّت کے نہ ہونے سے کھانے میں آ گئی تھی دُور کر دیتی ہے اور معرض قبول میں لے آتی ہے۔ اگر وہ لوگ شکایت نہ کرتے اور صاحب طعام کا دل شکستہ نہ ہوتا۔ تو طعام سراسر ظلمت اور کدورت سے بھرا رہتا۔

اور اس صورت میں قبولیت کا احتمال نہ ہوتا ۔

پس کام کا مدار شکستگی اور آوارگی پر ہے ۔ اور ہم نازسے پلے ہوئے عیش و آرام کے طالبوں کو یہ کام مشکل ہے ۔ مَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ نص قاطع ہے ۔ اور عبادت سے مقصود عجز و انکسار ہے ۔ پس انسان اور خاصکر مسلمانوں اور دینداروں کے پیدا کرنے سے مقصود ذلت و خواری ہے ۔ کیونکہ دنیا ان کے لئے قید خانہ ہے ۔ قید خانہ میں عیش و آرام کا ڈھونڈنا عقل سے دور ہے ۔ پس آدمی کو محنت کشی اور اس بوجھ کے اٹھانے سے کوئی چارہ نہیں ۔ حق تعالےٰ آپ کے جد امجد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ہم بے نواؤں کو استقامت عطا فرمائے ۔

مکتوب ۶۵

اسلام کے ضعف اور مسلمانوں کی خواری پر افسوس کرنے اور اسلام کو تقویت دینے اور احکام جاری کرنے کی ترغیب دینے میں خان اعظم کی طرف لکھا ہے :-

حق تعالےٰ آپ کو احکام اسلام کے بلند کرنے میں اسلام کے دشمنوں پر مدد اور نصرت دیوے ۔ مخبر صادق صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ اَلْاِسْلَامُ بَدَءَ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَءَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ یعنی اسلام غریب ہی ظاہر ہوا ۔ اور عنقریب غریب ہو جاویگا پس غریبوں کے لئے خوشخبری ہے ۔ اسلام کی غربت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ کفار کھلم کھلا اسلام پر طعن اور مسلمانوں کی مذمت کرتے ہیں ۔ اور ہر کوچہ و بازار میں نڈر ہو کر کفر کے احکام جاری کرتے ہیں اور اہل کفر کی تعریف کرتے ہیں ۔ اور مسلمان اسلام کے احکام جاری کرنے سے رکے ہوئے ہیں ۔ اور شرائع کے بجا لانے میں مذموم اور مطعون ہیں ۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

ترجمہ چھپائے رخ کو پری دیو ناز کرے
حواس و ہوش یہ سنکر میرے بجا نہ رہے

سبحان اللہ وبحمدہ ۔ داناؤں نے کہا ہے کہ اَلشَّرْعُ تَحْتَ السَّيْفِ کہ شرع تلوار کے نیچے ہے ۔ اور شرع شریف کی رونق پادشاہوں پر منحصر ہے لیکن اب قضیہ برعکس ہو گیا ہے ۔ اور معاملہ بدل گیا ہے ۔ ہائے افسوس! صد افسوس!!

ہم اپنے نازک وقت میں آپ کے وجود مبارک کو غنیمت جانتے ہیں۔ اور اس معرکہ ضعف و شکست میں آپ کے سوا کسی کو بہادر اور لڑاکا نہیں پہچانتے۔ حق تعالےٰ اپنے نبی اور اُن کی آل صلے اللہ علیہ و علیہم الصلوٰۃ و السلام کی طفیل آپ کا مددگار اور ناصر ہو ٭

حدیث میں وارد ہے لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّهٗ مَجْنُوْنٌ تم میں سے کوئی ایماندار نہ ہوگا جب تک اُس کو دیوانہ نہ کہا جائے ٭

اس وقت وہ جنون جو غیرتِ اسلام کی زیادتی پر مبنی ہے اب آپ ہی کی طبیعت میں محسوس ہے۔ الحمد للہ علےٰ ذٰلک ٭

آج وہ دن ہے کہ تھوڑے سے عمل کو بڑے اجر کے بدلے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں۔ اصحاب کہف سے ہجرت کے سوا اور کوئی عمل ظاہر نہیں ہوا۔ جس نے اتنا اعتبار پیدا کیا ہے۔ سپاہی دشمنوں کے غلبہ کے وقت اگر تھوڑا سا بھی تردد کریں تو بڑا اعتبار رکھتا ہے۔ برخلاف دشمنوں کے امن و آرام کے وقت کے۔ یہ قولی جہاد جو آج آپ کو حاصل ہے یہی جہاد اکبر ہے۔ اس کو غنیمت جانیں اور ھَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ کہیں۔ اور اس جہاد قولی کو جہاد قتال سے بہتر سمجھیں۔ ہم جیسے بے دست و پا فقرا اس دولت سے محروم ہیں ؎

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ ؎ مُبارک منعموں کو اپنی نعمت مُبارک عاشقوں کو درد و کلفت

؎ دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں ما اگر نہ رسیدیم تو شاید برسی

ترجمہ ؎ تجھے گنج مقصود بتلایا ہم نے ملا گر نہیں ہم کو شاید تو پالے

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں شیخی کروں تو جہان میں کسی شیخ کا کوئی مرید نہ رہے۔ لیکن میرے متعلق کچھ اور کام ہے۔ اور وہ شریعت کو رواج دینا اور مذہب کی تائید کرنا ہے۔ اسی واسطے بادشاہوں کی صحبت میں جایا کرتے اور اپنے تصرف سے اُن کو مطیع کرتے تھے۔ اور ان کے ذریعے شریعت کو رواج دیتے تھے۔ التماس یہی ہے کہ جب حق تعالےٰ نے اس بزرگ خاندان کے بزرگواروں کی محبت کی برکت سے آپ کی بات میں تاثیر بخشی ہے۔ اور آپ کی مسلمانی کی عزت ہمسروں کی نظر میں ظاہر ہے۔ تو کوشش فرمائیں۔ اور زیادہ نہ سہی تو اس قدر تو ہو کہ اہل کفر کے احکام جو اہل اسلام

میں شائع ہیں معدوم ہو جائیں۔ اور اہل اسلام ان کے بیہودہ عملوں سے محفوظ رہیں۔ اللہ تعالےٰ آپ کو ہماری اور تمام مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر دے۔ پہلی سلطنت میں دین مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ دشمنی مفہوم ہوتی تھی۔ اور اس سلطنت میں ظاہر طور پر وہ عناد نہیں ہے۔ اگر ہے تو بے علمی کے باعث ہے۔ یہ ڈر ہے کہ ایسا نہ ہو عناد و دشمنی تک نوبت پہنچ جائے اور مسلمانوں پر معاملہ اس سے بھی زیادہ تنگ ہو جائے۔ ع

چو بید بر سر ایمان خویش مے لرزم

ترجمہ ع کانپتا ایمان پر ہوں مثل بید

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی مُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ حق تعالےٰ آپ کو اور ہم کو سید المرسلین صلی اللہ و آلہ وسلم کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ فقیر کسی تقریب پر یہاں آیا تھا۔ یہ نہ چاہا کہ اپنے آنے کی نسبت آپ کو اطلاع نہ دے۔ اور بعض فائدہ مند باتوں کو نہ لکھے۔ اور اپنی دلی محبت سے جو طبعی مناسبت کے سبب ہے خبر نہ کرے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے مَنْ اَحَبَّ اَخَاہُ فَلْیُعْلِمْہُ اَخَاہُ یعنی جو کوئی اپنے کسی مسلمان بھائی کو دوست رکھے۔ تو اُس کو چاہیئے کہ اس محبت کی نسبت اس کو جتلا دے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی جَمِیْعِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی آپ پر اور تمام ہدایت کی راہ پر چلنے والوں پر سلام ہو۔

مکتوب ۶۶

طریقہ علیہ نقشبندیہ کی تعریف میں اور اس بیان میں کہ یہ طریق بعینہٖ اصحاب کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کا طریق ہے۔ اور دوسروں پر اصحاب کرام رض کی فضیلت میں اگرچہ اویس قرنی ہو یا عمر مروانی۔ خان اعظم کی طرف صادر ہوا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالےٰ کی حمد ہے اور اُس کے خاص بندوں پر سلام ہے۔

حضرات خواجگان (نقشبندیہ) قدس سرہم کا طریق اندراج نہایت در بدایت پر مبنی ہے۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے انتہا کو ابتدا میں درج کر دیا ہے۔ اور یہ بعینہٖ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کا طریق ہے۔ کیونکہ یہ بزرگوار آنحضرت

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی ہی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے کہ اُمّت کے اولیا کو نہایت النہایت میں بھی اس کمال سے تھوڑا سا حصہ بمشکل حاصل ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشیؓ جو ابتدائے اسلام میں ایک ہی مرتبہ سیّد اوّلین و آخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت سے مشرف ہوا۔ اویس قرنی رضؓ سے جو خیر التابعین ہیں افضل ہیں جو کچھ وحشی کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی ہی صحبت میں حاصل ہوا۔ اویس قرنیؓ کو وہ خصوصیت انتہا میں بھی میسّر نہ ہوئی۔ اسی واسطے سب زمانوں میں بہتر زمانہ اصحابؓ کا ہے۔ اور ثُمَّ کے نقطہ نے دوسروں کو پیچھے ڈال دیا۔ اور درجے کے بعد کی طرف اشارہ کیا۔

ایک شخص نے عبداللہ بن مبارک قدس سرہٗ سے پوچھا کہ معاویہ رضؓ افضل ہے یا عمر و بن عبدالعزیز۔ تو اس نے جواب دیا کہ وہ غبار جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ معاویہ کے گھوڑے کے ناک میں داخل ہوا وہ عمر بن عبدالعزیز سے کئی درجے بہتر ہے۔

پس ناچاران حضرت کا سلسلہ سلسلۃ الذہب ہے۔ اور اس طریقہ علیہ کی زیادتی دوسرے طریقوں پر ایسی ہے جیسے زمانہ اصحاب کی زیادتی اَوروں کے زمانہ پر۔ جن لوگوں کو کمال فضل سے ابتدا ہی میں اس کے انجام و انتہا سے مشرف فرمائیں۔ ان کے سوا دوسروں کو ان کے کمالات کی حقیقت پر اطلاع پانا مشکل ہے۔ ان کا نہایت دوسروں کے نہایت سے بڑھ کر ہے ع

قیاس کن زگلستانِ من بہار مرا
ترجمہ ع میری بہار کو کرے قیاس بستاں سے

ع سالے کہ نکوست از بہارش پیداست
ترجمہ ع ہوتا ہے سال ویسا جیسی بہار ہوئے

ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ تعالے کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ہم فضلی ہیں۔
جَعَلَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ مِنْ مُحِبِّیْ ھٰؤُلَاءِ الْاَکَابِرِ وَمُتَابِعِیْ اٰثَارِھِمْ

بِحُرْمَةِ النَّبِيِّ الْقُرَشِيِّ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا حق تعالےٰ اپنے نبی قرشی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ہم کو اور آپ کو ان بزرگوار کے محبوں اور تابعداروں سے بنائے +

مکتوب ۶۷

ایک محتاج کی سفارش میں خان خاناں کی طرف لکھا ہے:-

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ عَلٰى مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ ظَاهِرًا وَّبَاطِنًا وَّيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِيْنًا حق تعالےٰ ہم کو اور آپ کو ظاہر و باطن میں سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری پر ثابت قدم رکھے اور اللہ تعالےٰ اُس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا +

دو ضروری امروں نے بے اختیار اس بات پر آمادہ کیا کہ آپ کو تکلیف دیجائے اوّل تکلیف کے گمان کو دفع کرنے بلکہ دوستی اور اخلاص کے حاصل ہونے کا اظہار رہے اور دوسرا امر ایک محتاج کی حاجت کی طرف اشارہ ہے۔ جو بزرگی اور بہتری سے آراستہ ہے۔ اور معرفت و شہود سے پیراستہ۔ نسب کے لحاظ سے کریم ہے اور حسب کی رو سے شریف +

میرے مخدوم! حق بات کے ظاہر کرنے میں ایک قسم کی تلخی ہے۔ اگرچہ شدت وضعف کے لحاظ سے متفاوت ہوتی ہے۔ وہ شخص بڑا ہی سعادت مند ہے جو اس تلخی کو شہد کی طرح پی جائے اور ھل من مزید کہے +

احوال کا تغیر و تبدل امکان کی صفت کے لوازم سے ہے۔ وہ لوگ جو مرتبۂ تمکین تک پہنچ گئے ہیں تلوین سے خلاص ہو گئے ہیں۔ بیچارہ ممکن کبھی صفات جلالیہ میں مغلوب ہے اور کبھی صفات جمالیہ کا محکوم کبھی قبض ہے کبھی بسط ہے۔ اور ہر موسم کے احکام جدا ہیں۔ کل کچھ اور حال ہے آج کچھ اور۔ قَلْبُ الْمُؤْمِنِ بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ يُقَلِّبُهٗ كَيْفَ يَشَاءُ مومن کا دل خدا کی دو انگلیوں کے درمیان ہے جس طرح چاہتا ہے اُس کو پلٹاتا ہے۔ والسلام +

مکتوب ۶۸

اس بیان میں کہ تواضع دولتمندوں سے اچھی ہے اور استغنا ولاپروائی فقراء سے زیبا ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں خان خاناں کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْخَيْرُ فِيْ مَا صَنَعَ اللهُ تَعَالٰى بہتر وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کرے ٭

میرے مخدوم! ؎

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

ترجمہ ؎
جو حق کہنے کا ہے کہتا ہوں تجھ سے اے میرے مشفق
نصیحت آئے ان باتوں سے تجھ کو یا ملال آئے

تواضع دولتمندوں سے اچھی ہے اور استغنا فقراء سے۔ کیونکہ معالجہ ضد کے ساتھ ہوتا ہے۔ آپ کے تینوں خطوں میں استغنا کے سوا کچھ مفہوم نہ ہوا۔ اگرچہ آپ کا مقصود تواضع تھا۔ مثلاً اخیر کے مکتوب میں لکھا تھا کہ حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو۔ اس عبارت کو اچھی طرح معلوم کریں کہ کہاں لکھنی چاہئے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ آپ نے فقراء کی بہت خدمت کی ہے۔ لیکن آداب خدمت کا مدنظر رکھنا بھی ضروری ہے۔ تا کہ خدمت کا ثمرہ حاصل ہو۔ وَبِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقَتَادِ ورنہ بیفائدہ تکلیف ہے۔ ہاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے متقی لوگ تکلف سے بری ہیں۔ لیکن متکبروں کے ساتھ تکبر کرنا صدقہ ہے ٭

کسی شخص نے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کو کہا کہ یہ شخص متکبر ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا تکبر خدا کی جانب سے ہے۔ تا کہ لوگ اس گروہ کو ذلیل و خوار نہ سمجھیں۔ رُبَّ اَشْعَثٍ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَى اللهِ لَاَبَرَّهٗ (بہت سے ایسے پراگندہ حال درویش ہیں جن کو لوگ دروازہ بدروازہ ہانکتے ہیں۔ لیکن اگر وہ اللہ پر قسم کھائیں تو اللہ اسکو پورا کر دے) حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے ؎

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ ؎
غم دل اس لئے تھوڑا کہا ہے تجھ سے اے دلبر
کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سن سن کے دل تیرا

آپکے دلی مخلصوں اور عزیز دوستوں کو لازم ہے کہ حقیقت حال کو مدنظر رکھا کریں۔ جو کچھ

آپ کی خدمت میں عرض کریں اصلی واقعہ بیان کریں۔ اور یہ مشورہ دیں اس میں آپ کی صلاح کو منظور رکھیں نہ اپنی مصلحتوں کو کہ یہ خیانت محض ہے۔ اس سفر کے غائبانہ اسباب میں سے آپ کے بھی بعض نفعے تھے۔ مگر عالم اسباب میں آپ کے محبوں اور مخلصوں نے نہ چھوڑے۔ اور اس طرف سے کسی قسم کی کوتاہی نہ سمجھیں۔ اگرچہ اس قسم کی باتیں تلخ معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن آپ کے خوشامد گو بہت ہیں۔ انہی پر کفایت کریں۔ فقراء کی محبت سے مقصود یہی ہے کہ پوشیدہ عیبوں پر اطلاع ہو جائے اور پوشیدہ بُرے فعل ظاہر ہو جائیں۔ لیکن جان لیں کہ اس قسم کی باتوں کا ظاہر کرنا آپ کو آزار و تکلیف دینے کی غرض سے نہیں ہے۔ بلکہ خیر خواہی اور محبت کے باعث ہے۔ اس بات کو یقین سے تصور کریں۔ خواجہ محمد صدیق اگر ایک روز پہلے آتا تو امید تھی کہ فقیر بہر حال اپنے آپ کو آپ کی خدمت میں پہنچاتا۔ لیکن سرہند کے راہ ہی میں ملاقات ہو گئی۔ اس لئے معذور و معاف فرمائیں گے۔ اَلْخَیْرُ فِیْمَا صَنَعَ اللّٰہُ بہتر وہی ہے، جو اللہ تعالےٰ کرے *

مکتوب ۷۹

تواضع کے بیان میں جو دونوں جہان کی عزت کا باعث ہے۔ اور اس بیان میں کہ نجات فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کی تابعداری پر وابستہ ہے :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ۔ آپ کا بزرگ محبت نامہ جو مولانا محمد صدیق کے ہمراہ بھیجا تھا پہنچا۔ آپ نے بڑی مہربانی فرمائی۔ خدا تعالےٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے۔ جب آپ نے فقراء کے آداب کو مدنظر رکھا ہے۔ اور تواضع سے گفتگو کی ہے۔ اُمید ہے کہ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ کے موافق یہ تواضع دینی اور دنیاوی بلندی اور عزت کا موجب ہو جائیگی بلکہ ہو گئی ہے۔ آپ کو مبارک اور بشارت ہو۔ جب آپ انابت اور رجوع کے الفاظ درمیان لائے ہیں۔ ایسا تصور فرمائیں کہ یہ انابت درویشوں میں سے کسی درویش کے ہاتھ پر واقع ہوئی ہے۔ اس کے فائدوں اور نتیجوں کے امیدوار رہیں۔ لیکن چاہیئے کہ اس کے حقوق کو پورے طور پر بجا لائیں *

یہ فقیر حقیقتیں اور نتیجیں کیا لکھے اور علوم و معارف کیا ظاہر کرے۔ کیونکہ علماء مجتہدین اور صوفیہ محققین نے اس امر کی تفصیل اور شرح میں کوتاہی نہیں کی۔ اور بعض بار

اس بے سروسامان کے مسودوں کو بھی آپ کی خدمت میں لے گئے ہیں۔ اُمید ہے کہ نظر شریف سے گذرے ہونگے۔ غرض نجات کا طریق افعال و اقوال اور اصول و فروع میں فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کی متابعت پر ہے۔ خدائے تعالےٰ ان کو زیادہ کرے۔ اور اس کے سوا جتنے فرقے ہیں سب زوال کے مقام اور ہلاک کے کنارہ پر ہیں۔ آج اس بات کو خواہ کوئی جانے یا نہ جانے کل قیامت کے روز ہر ایک جان لیگا۔ اور اس کو کچھ نفع نہ دیگا۔ اَللّٰھُمَّ نَبِّھْنَا قَبْلَ اَنْ یُّنَبِّھَنَا الْمَوْتُ یا اللہ تو ہم کو اس غفلت سے بیدار کر پیشتر اس کے کہ موت بیدار کرے۔

سیادت مآب سید ابو احمد قدیم سے اپنی بلند درگاہ سے نسبت رکھتا ہے اور دعاگوؤں کے سلسلہ میں شامل ہے۔ آپ کے کرم و بخشش پر اُمید ہے کہ دستگیری فرمائینگے تاکہ اس فقر و پیری کی حالت میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ فراغ خاطر سے گذارہ کرے۔ اور آپ کے لئے دونوں جہان کی سلامتی کی دعا میں مشغول رہے۔ والسلام۔

مکتوب

اس بیان میں کہ انسان کے لئے جس طرح اس کی جامعیت اس کے قرب کا باعث ہے ویسے ہی یہ جامعیت اس کے بُعد کا بھی باعث ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں خان خاناں کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

ثَبَّتَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی جَادَّۃِ الشَّرِیْعَۃِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا۔ اللہ تعالےٰ آپ کو شریعت مصطفوی صلے اللہ علیہ وسلم کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے اور اللہ تعالےٰ اُس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

انسان کے لئے جس طرح کہ اس کی جامعیت اس کے قرب اور کرامت اور فضیلت کا باعث ہے۔ اسی طرح یہی جامعیت اس کے بُعد اور ذلت وخواری کا موجب ہے۔ قرب کا باعث تو اس واسطے ہے کہ اس کا آئینہ تمام و کمال ہے۔ اور تمام اسماء وصفات بلکہ تجلیات ذاتیہ کے بھی ظہور کی قابلیت رکھتا ہے۔ حدیث قدسی لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَّسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیْ الْمُؤْمِنِ (نہ میں زمین میں سما سکتا ہوں نہ آسمان میں لیکن مومن

آدمی کے دل میں سما سکتا ہوں، میں اسی بیان کی رمز ہے۔ اور اس کی بُعد اور دوری کا باعث اس لئے ہے کہ جہان کی تمام چھوٹی چیزوں کی اس کو حاجت ہے۔ کیونکہ سب چیزیں اسکو درکار ہیں۔ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا زمین میں جو کچھ ہے سب تمہارے لئے پیدا کیا ہے ✤

اس احتیاج کے باعث ان سب اشیاء میں وہ ایسا گرفتار ہے کہ اس کے بُعد اور گمراہی کا موجب ہے ؎

پایۂ آخر آدم است و آدمی — گشت محروم از مقام محرمی
گر نہ گردد باز مسکیں زیں سفر — نیست از وے ہیچکس محروم تر

ترجمہ ؎
سب سے آخر رتبہ ہے انسان کا — اس لئے محروم ہی یہ رہ گیا
گر نہ لوٹے اس سفر سے یہ گدا — ہے بھر اس کے حال پر احسرتا

پس تمام مخلوقات میں سے بہتر بھی انسان ہی ہے اور بدتر بھی انسان ہے۔ کیونکہ حبیب رب العالمین حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم بھی اسی سے تھے۔ اور زمین و آسمان کے پیدا کرنے والے خدائے پاک کا دشمن ابوجہل لعین بھی اسی سے۔ غرض جب تک ان سب کی گرفتاری سے آزاد ہو کر ایک خدا کے ساتھ جو ایک ہونے سے بھی منزہ و پاک ہے گرفتار و مقید نہ ہو جائیں۔ تب تک خرابی ہی خرابی اور وبال ہی وبال ہے۔ لیکن مَالَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ کے موافق اپنی چند روزہ زندگانی کو صاحب شریعت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تابعداری میں بسر کرنا چاہئے۔ کیونکہ آخرت کے عذاب سے بچنا اور ہمیشہ کی نعمتوں سے کامیاب ہونا اسی تابعداری کی سعادت پر وابستہ ہے۔ پس بڑھنے والے مالوں اور چرنے والوں چارپاؤں کی زکوٰۃ پورے طور پر ادا کرنی چاہئے۔ اور اس کو مالوں اور چارپاؤں کے ساتھ تعلق نہ ہونیکا وسیلہ بنانا چاہئے۔ اور لذیذ کھانوں اور نفیس کپڑوں میں نفس کا فائدہ مدنظر نہ رکھنا چاہئے بلکہ کھانے پینے وغیرہ سے اس کے سوا اور کوئی نیت نہ ہونی چاہئے کہ طاعات کے ادا کرنے پر قوت حاصل ہو۔ نفیس کپڑوں کو خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ کے موافق مذکورہ بالا زینت کی نیت پر پہننا چاہئے۔ اور کسی اور نیت کو اس میں نہ ملانا چاہئے اور اگر حقیقی طور پر نیت میسر نہ ہو تو اپنے آپ کو تکلف سے اس نیت پر لانا چاہئے فَاِنْ لَّمْ تَبْکُوْا فَتَبَاکَوْا اگر تم کو رونا نہ آئے تو رونے والوں کی صورت بنا لو۔ اور ہمیشہ

حق تعالےٰ کی بارگاہ میں التجا اور زاری کرنی چاہیئے کہ حقیقی نیت حاصل ہو جائے۔ اور تکلف دُور ہو جائے ؎

مے تواند کہ دہد اشک مرا حسن قبول   آنکہ دُر ساختہ است قطرہ بارانی را

ترجمہ ؎ عجب نہیں کہ وہ کرلے قبول گریہ میرا   دیا ہے قطرۂ باراں کو جس نے موتی بنا

علےٰ ہٰذا القیاس تمام امور میں علمائے دیندار کے فتوے کے موافق جنہوں نے عزیمت کو اختیار کیا ہے اور رخصت سے تجاوز کیا ہے۔ زندگانی بسر کرنی چاہیئے۔ اور اس کو ہمیشہ کی نجات کا وسیلہ بنانا چاہیئے۔ مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ اگر تم شکر کرو اور ایمان لے آؤ۔ تو اللہ تم کو عذاب دیکر کیا کریگا ✽

مکتوب ۱۷

اس بیان میں کہ منعم کا شکر منعم علیہ پر واجب ہے اور شکر کا حاصل ہونا شریعت کے بجالانے سے ہے نہ کچھ اور۔ خان خاناں کے بیٹے مرزا داراب کی طرف لکھا ہے :۔

اَیَّدَکُمُ اللّٰہُ وَنَصَرَکُمْ خدائے تعالےٰ آپ کی تائید کرے۔ اور آپ کو فتح و نصرت دیوے ✽

عقلی اور شرعی طور پر منعم کا شکر منعم علیہ پر واجب ہے۔ اور معلوم ہے کہ شکر بھی اسی قدر واجب ہوتا ہے جس قدر نعمت پہنچے۔ پس جس قدر نعمت زیادہ پہنچیگی شکر بھی اسی قدر زیادہ واجب ہوگا۔ پس اس اعتبار سے فقرا کی نسبت دولتمندوں پر ان کے درجوں کے اختلاف کے بموجب کئی گنا زیادہ شکر واجب ہے۔ کیونکہ اس امت کے فقرا دولتمندوں سے پہلے پانچسو سال بہشت میں جاوینگے۔ اور منعم حقیقی یعنی حق تعالےٰ کا شکر اول یہ ہے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت و جماعت کے عقائد کے موافق اپنے عقیدوں کو درست کیا جائے۔ اور دوسرے یہ کہ اسی فرقہ ناجیہ کے ائمہ مجتہدین کے اقوال کے موافق شرعی عملی احکام بجالائے جائیں تیسرے یہ کہ اسی بلند گروہ کے صوفیہ کرام کے سلوک کے مطابق تصفیہ و تزکیہ کیا جائے۔ اور اس رکن کا وجوب استحسانی و استحبابی ہے بخلاف پہلے دو رکنوں کے۔ کیونکہ اصل اسلام انہی دو رکنوں سے وابستہ ہے۔ اور کمال اسلام اسی ایک رکن یعنی اول سے متعلق ہے۔ جو عمل ان ارکان ثلاثہ کے

مخالف ہو۔ خواہ وہ سخت ریاضت اور مشکل مجاہدہ ہو۔ منعم حقیقی جل شانہ کی نافرمانی اور گنہگاری اور ناشکری میں داخل ہے۔

ہندو برہمنوں اور یونانی فلسفیوں نے ریاضتوں اور مجاہدوں میں کمی نہیں کی۔ چونکہ وہ سب کے سب انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے احکام کے موافق نہیں ہوئے ہیں۔ اسلئے مردود ہیں۔ اور آخرت کی نجات سے بے نصیب ہیں۔

فَعَلَیْکُمْ بِمُتَابَعَۃِ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا وَشَفِیْعِ ذُنُوْبِنَا وَطَبِیْبِ قُلُوْبِنَا مُحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّمَ وَمُتَابَعَۃِ خُلَفَائِہِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ رِضْوَانَ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ۔ پس آپ پر واجب ہے کہ ہمارے آقا ہمارے مولا ہمارے گناہوں کے شفیع ہمارے دلوں کے طبیب سید المرسلین حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت اور خلفاے راشدین مہدیین رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کی تابعداری لازم پکڑیں۔

مکتوب ۲

اس بیان میں کہ دین کا دنیا کے ساتھ جمع کرنا مشکل ہے۔ پس طالب آخرت کے لئے دنیا کا ترک کرنا ضروری ہے۔ اگر حقیقی ترک میسر نہ ہو تو ترک حکمی سے چارہ نہیں۔ اور اس کے مناسب بیان میں خواجہ جہان کی طرف لکھا ہے:۔

سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ وَعَافَاکُمْ حق تعالے آپ کو سلامت و عافیت سے رکھے

ع مَا اَحْسَنَ الدِّیْنَ وَالدُّنْیَا لَوِ اجْتَمَعَا

ترجمہ دین و دنیا جمع گر ہو جائیں تو کیا خوب ہے

دین و دنیا کا جمع کرنا دو ضدوں کا جمع کرنا ہے۔ پس طالب آخرت کے لئے دنیا کا ترک کرنا ضروری ہے۔ اور چونکہ اس وقت اس کا حقیقی ترک میسر نہیں ہو سکتا بلکہ مشکل ہے تو ناچار ترک حکمی پر ہی قرار پکڑنا چاہئے۔ اور ترک حکمی سے مراد یہ ہے کہ دنیاوی امور میں شریعت روشن کے حکم کے موافق چلنا چاہئے۔ اور کھانے پینے اور رہنے سہنے میں شرعی حدوں کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ اور حدوں سے تجاوز نہ کرنا چاہئے۔ اور بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چارپاؤں میں زکوٰۃ مفروضہ ادا کرنا چاہئے۔ اور جب احکام شرعی سے آراستہ ہو

نصیب ہوا۔ تو گویا دنیا کی تکالیف سے نجات حاصل ہو گئی۔ اور آخرت کے ساتھ جمع ہو گئی۔ اور کسی کو اگر اس قسم کا ترک حکمی بھی میسر نہ ہو تو وہ اس بحث سے خارج ہے۔ وہ منافق کا حکم رکھتا ہے۔ کیونکہ صرف ظاہری ایمان آخرت میں فائدہ مند نہ ہوگا۔ اسکا نتیجہ صرف دنیاوی خون اور مالوں کا بچاؤ ہے ؎

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم
تو خواہ از سخنم پند گیر خواہ ملال

ترجمہ ؎ جو حق کہنے کا ہے کہتا ہوں تجھ سے اے میرے مشفق
نصیحت لے ان باتوں سے تجھ کو یا ملال آئے

دیکھئے ایسا صاحب دولت کون ہے جو باوجود اس دنیاوی شان و شوکت اور لشکر و خادموں کے اور باوجود اس قدر لذیذ اور عمدہ کھانوں اور نفیس و قیمتی کپڑوں کے سچی باتوں کو قبولیت کے کانوں سے سنتا ہے ؎

گوشت از بار دُر گران شدہ است
نشنود نالہ و فغان مرا

ترجمہ ؎ بار دُر سے ہیں بھاری تیرے کان
اسلئے سن نہیں سکتے آہ و فغاں

وَفَّقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ بِمُتَابَعَةِ الشَّرِيْعَةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ حق تعالےٰ آپ کو اور ہم کو شریعت مصطفوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کی توفیق دیوے ۔

بقیہ مقصود یہ ہے کہ میاں شیخ ذکریا جو پہلے کروڑی یعنی تحصیلدار تھا۔ عالم و فاضل آدمی ہے۔ شومئے اعمال سے کچھ مدت سے قید خانہ میں ہے۔ بڑھاپے کی کمزوری اور گذارہ کی تنگی اور مدت کی درازی سے تنگ و عاجز ہو کر فقیر کی طرف لکھا ہے کہ عسکر یعنی چھاؤنی میں آکر ہمارے چھڑانے کی کوشش کریں۔ رستہ کی زیادہ مسافت آنے سے مانع ہے۔ چونکہ میرے بھائی خواجہ محمد صدیق آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔ ناچار چند کلمات لکھ کر آپ کو تکلیف دیگئی ہے۔ امید ہے کہ اس بوڑھے ضعیف کے بارہ میں توجہ عالی سے کام لینگے کہ وہ عالم بھی ہے اور بوڑھا بھی

والسلام اولاً و آخراً

مکتوب ۳۷

دُنیا اور اہل دنیا کی مذمت اور بیفائدہ علوم کے حاصل کرنے کی بُرائی اور فضول مُباحات سے بچنے اور خیرات و اعمال صالحہ کے خاص کر جوانی کے وقت بجالانے کی ترغیب اور اس کے مناسب بیان میں قلیج اللہ بن قلیج خاں کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالےٰ حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی روشن شریعت کے سیدھے راستہ پر چلنے کی استقامت بخشے ﴿

اے فرزند! دنیا آزمائش اور امتحان کا مقام ہے۔ اس کے ظاہر کو طرح طرح کی آرائشوں سے ملمع اور آراستہ کیا ہے۔ اور اس کی صورت کو وہمی خط وخال اور زلف وچہرہ سے پیراستہ کیا ہے۔ دیکھنے میں شیریں اور تروتازہ نظر آتی ہے۔ لیکن حقیقت میں عطر لگا ہوا مردار اور مکھیوں اور کیڑوں سے بھرا ہوا کوڑا اور پانی کی طرح دکھائی دینے والا سُراب اور زہر کی مانند شکر ہے۔ اس کا باطن سراسر خراب اور ابتر ہے۔ اور باوجود اس قدر گندہ ہونے کے اس کا معاملہ اہل دنیا کے ساتھ اس سے بھی بدتر ہے جو بیان ہو سکے۔ اس کا فریفتہ دیوانہ اور جادو کا مارا ہے۔ اس کا گرفتار دھوکا کھایا ہوا اور مجنون ہے۔ جو شخص اس کے ظاہر پر فریفتہ ہوا ہمیشہ کا گھاٹا اُس کے ہاتھ آیا۔ اور جس نے اس کی مٹھاس اور تروتازگی پر نظر کی ہمیشہ کی شرمندگی اُس کے نصیب ہوئی ﴿

سرورِ کائنات حبیبِ ربّ العٰلمین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَا الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةُ اِلَّا ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِيَتْ اِحْدٰهُمَا سَخِطَتِ الْاُخْرٰى دنیا اور آخرت دونوں آپس میں سوکن ہیں۔ اگر ایک راضی ہوگی تو دوسری ناراض۔ پس جس نے دنیا کو راضی کیا آخرت اُس سے ناراض ہوگئی۔ پس آخرت سے بے نصیب ہوگیا۔ حق تعالےٰ ہم کو دُنیا اور اہل دنیا کی محبت سے بچائے ﴿

اے فرزند! کیا تو جانتا ہے کہ دُنیا کیا ہے۔ دنیا وہی ہے جو تجھے حق تعالےٰ کی طرف سے ہٹا رکھے۔ پس زن اور مال وجاہ و ریاست و لہو ولعب اور بیہودہ کاروبار میں مشغول ہونا سب دنیا میں داخل ہے۔ اور وہ علوم جو آخرت میں کام آنے والے نہیں ہیں سب دنیا

ہی میں داخل ہیں۔ اگر نجوم و ہندسہ و منطق و حساب وغیرہ بیفائدہ علوم کا حاصل ہونا مفید ہوتا۔ تو فلاسفہ سب اہل نجات میں سے ہوتے ۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ عَلَامَۃُ اِعْرَاضِہٖ تعالیٰ عَنِ الْعَبْدِ اِشْتِغَالُہٗ بِمَا لَا یَعْنِیْہِ بندہ کا فضول کاموں میں مشغول ہونا خدا تعالیٰ کی رُوگردانی کی علامت ہے ۔

ہرچہ جز عشق خدائے احسن است گر شکر خوردن بود جاں کندن است

ترجمہ ۔ سوائے عشق حق جو کچھ کہ ہے ہرچند احسن ہے
شکر کھانا بھی گر ہووے عذاب جان کندن ہے

اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ علم نجوم نماز کے وقت پہچاننے کے لئے درکار ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ علم نجوم کے بغیر اوقات پہچانے نہیں جاتے۔ بلکہ مطلب یہ ہے کہ علم نجوم اوقات کے پہچاننے کے طریقوں میں سے ایک طریقہ ہے۔ بہت لوگ جو علم نجوم نہیں جانتے مگر نماز کے اوقات کو نجوم کے جاننے والوں سے بہتر جانتے ہیں۔ اور علم منطق اور حساب وغیرہ کے حاصل کرنے کی بھی جن کا مجمل طور پر حاصل کرنا بعض علوم شرعی میں ضروری ہے یہی وجہ بیان کرتے ہیں۔ غرض بہت سے حیلوں کے بعد ان علوم کے ساتھ مشغول ہونے کا جواز ثابت ہو جاتا ہے۔ بشرطیکہ احکام شرعیہ کی معرفت اور علم کلام کی دلیلوں کی تقویت کے سوا ان کے حاصل کرنے سے اور کوئی غرض مدنظر نہ ہو۔ ورنہ ہرگز جائز نہیں ہیں ۔

انصاف کرنا چاہئے کہ جب امر مباح جس کے اختیار کرنے سے امور واجب فوت ہو جائیں اباحت سے خارج ہو جاتا ہے۔ تو کچھ شک نہیں کہ ان علوم میں مشغول ہونے سے علوم شرعی ضروری کا اشتغال فوت ہو جاتا ہے ۔

اے فرزند! حق تعالٰے نے اپنی بڑی مہربانی سے تجھ کو ابتدائے جوانی میں توبہ کی توفیق عطا فرمائی تھی۔ اور اس سلسلہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم کے درویشوں میں سے ایک درویش کے ہاتھ پر انابت و رجوع کی طاقت بخشی تھی۔ میں نہیں جانتا کہ نفس و شیطان کے ہاتھ سے تجھ کو اس توبہ پر ثابت رہنا نصیب ہوا ہے یا نہیں۔ استقامت مشکل معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جوانی کا زمانہ ہے اور دنیاوی اسباب سب حاصل ہیں۔ اور وہ بھی ہمسروں کی نسبت زیادہ نامناسب اور ناموافق ۔

ہمہ اندرز من بتو این است	کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

ترجمہ: نصیحت مری تجھ سے ساری یہی ہے | کہ گھر ہے منقش تو بچہ ابھی ہے

اے فرزند! غرض یہی ہے کہ فضول مباحات سے پرہیز کی جائے۔ اور مباحات سے ضرورت کے موافق کفایت کرنی چاہئیے۔ اور ان میں یہ نیت ہونی چاہئیے کہ وظائف بندگی کے ادا کرنے کی جمعیت حاصل ہو۔ مثلاً کھانے سے مقصود طاعت کے ادا کرنے کی قوت۔ اور پوشاک سے ستر عورت اور گرمی و سردی کا دور کرنا ہے۔ باقی مباحات ضروریہ میں بھی یہی قیاس کر لو۔

نقشبندیہ بزرگواروں قدس سرہم نے اپنا عمل عزیمت پر اختیار کیا ہے۔ اور رخصت سے حتی المقدور پرہیز کی ہے۔ اور منجملہ سب عزیمتوں کے قدر ضرورت پر کفایت کرنا ہے اگر یہ دولت میسر نہ ہو۔ تو مباحات کے دائرہ سے پاؤں باہر نہ نکالنا چاہئیے۔ اور حرام و مشتبہ کے نزدیک نہ جانا چاہئیے۔ حق تعالےٰ نے اپنی کمال بخشش سے امور مباحہ کے ساتھ کامل اور پورے طور پر لذت کا حاصل کرنا جائز فرمایا ہے۔ اور اس قسم کی نعمتوں کا دائرہ وسیع کیا ہے۔ ان نعمتوں اور لذتوں سے قطع کرکے کونسا عیش اس کے برابر ہے کہ بندے کا مولیٰ اس کے کام سے راضی ہو جائے۔ اور کونسا ظلم اس کے برابر ہے کہ اس کا مالک اس کے اعمال سے ناراض ہو جائے۔ جنت میں اللہ تعالےٰ کی رضامندی جنت سے بہتر ہے اور دوزخ میں اللہ تعالےٰ کی ناراضگی دوزخ سے بدتر ہے۔

یہ انسان اپنے مولےٰ کے حکم کا محکوم غلام ہے۔ اس کو خود مختار نہیں بنایا کہ جو چاہے کرے۔ اس کو کچھ باز پرس نہ ہوگی۔ فکر کرنا چاہئیے اور عقل دوراندیش سے کام لینا چاہئیے۔ کل قیامت کے دن ندامت اور خسارہ کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ کام کا وقت جوانی کا زمانہ ہے۔ جوانمرد وہ ہے جو اس وقت کو ضائع نہ کرے۔ اور فرصت کو غنیمت جانے۔ ممکن ہے کہ اس کو بڑھاپے تک پہنچنے نہ دیں۔ اور اگر پہنچنے بھی دیں تو جمعیت حاصل نہ ہوگی۔ اور اگر حاصل ہوگی۔ تو ضعف اور سستی کے وقت کچھ نہ کر سکیگا۔ اس وقت جمعیت کے اسباب مہیا ہیں۔ اور والدین کا وجود بھی خدائے تعالےٰ کے بڑے انعاموں میں سے ہے کہ معاش اور گذارہ کا غم ان کے سر پر ہے۔ اور فرصت کا موسم اور قوت و استطاعت کا زمانہ ہے۔ کس عذر سے آج کے کام کو کل پر ڈالنا چاہئیے۔ اور اپنا اسباب تسویف میں

یعنی دیر میں کھینچنا چاہیئے ؎

آنحضرت صلے اللہ علیہ آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ هَلَكَ الْمُسَوِّفُوْنَ سوف افعل یعنی آج کل کرنے والے ہلاک ہو گئے۔ ہاں اگر دنیا کمینی کے کاموں کو کل پر ڈال دیں اور آج آخرت کے کاموں میں مشغول ہو جائیں تو بہت ہی اچھا ہے۔ جیسے کہ اس کا عکس بہت ہی برا ہے۔ جوانی کے وقت جب کہ دینی دشمنوں یعنی نفس و شیطان کا غلبہ ہے۔ تھوڑا عمل بھی اس قدر معتبر ہے کہ ان کے غلبہ نہ ہونے کے وقت اس سے کئی گنا زیادہ عمل مقبول نہیں۔ فن سپاہ گری میں دشمنوں کے غلبہ کے وقت کارگزار سپاہیوں کا تھوڑا سا تردد اس قدر معتبر اور نمایاں ہوتا ہے کہ دشمنوں کے شر سے امن کی حالت میں بہت سا تردد ویسا نہیں ہوتا ؎

اے فرزند! انسان کے پیدا کرنے سے جو خلاصۂ موجودات ہے۔ صرف کھیل کود اور کھانا سونا مقصود نہیں۔ بلکہ اس سے مقصود بندگی کے وظیفوں کو ادا کرنا۔ ذلت و انکسار و عجز و احتیاج و التجا اور خدائے تعالےٰ کی جناب میں گریہ زاری کرنا ہے۔ وہ عبادات جن سے شرع محمد صلے اللہ علیہ آلہ وسلم ناطق ہے اور ان کے ادا کرنے سے مقصود بندوں کے فائدے اور نفعے ہیں۔ اور خدائے تعالےٰ کی جناب میں ان میں سے کچھ عائد نہیں ہوتا۔ جان سے احسانمند ہو کر ادا کرنی چاہئیں۔ اور بڑی فرمانبرداری سے اوامر کو بجالانے اور نواہی سے بچنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ حق تعالےٰ نے باوجود غنی مطلق ہونے کے بندوں کو اوامر و نواہی سے سرفراز فرمایا ہے۔ ہم محتاجوں کو اس نعمت کا شکر پوری طرح ادا کرنا چاہیئے۔ اور بڑی احسانمندی سے احکام کے بجالانے میں کوشش کرنی چاہیئے ؎

اے فرزند! تجھے معلوم ہے کہ اگر دنیاداروں میں سے کوئی شخص جو ظاہری جاہ و شوکت رکھتا ہو۔ اپنے ماتحت متعلقین میں سے کسی کو خدمت سے سرفراز فرمائے۔ حالانکہ اس خدمت میں حکم دینے والے کا بھی نفع ہے۔ تو ظاہر ہے کہ یہ ماتحت اس کے حکم کو کس قدر عزیز جانتا ہے۔ اور اس کو معلوم ہے کہ ایک بلند قدر والے شخص نے یہ خدمت فرمائی ہے بڑے احسان کے ساتھ بجالانی چاہیئے۔ تو پھر کیا بلا پڑی کہ خدائے تعالےٰ کی عظمت اس شخص کی عظمت سے کم نظر آتی ہے کہ خدائے تعالےٰ کے احکام بجالانے میں کوشش نہیں کی جاتی شرم کرنی چاہیئے۔ خواب خرگوش سے اپنے آپ کو بیدار کرنا چاہیئے۔ خدائے تعالےٰ کے حکموں کو بجا نہ لانا دو باتوں سے خالی نہیں۔ یا شرعی اخباروں کو جھوٹ جانتا ہے اور یقین نہیں کرتا۔

یا خدائے تعالیٰ کی عظمت و شان ان بنیاد اروں کی نسبت بہت حقیر نظر آتی ہے۔ اس امر کی برائی اچھی طرح معلوم کرنی چاہیئے ✦

اے فرزند! جس شخص کا جھوٹ کئی دفعہ تجربہ میں آچکا ہو۔ وہ اگر کہدے کہ دشمن غلبہ پاکر فلاں قوم پر چھاپہ مارینگے۔ تو اُس قوم کے عقلمند اپنی حفاظت کے درپے ہو جاوینگے اور اس مُصیبت کے دُور کرنے کا فکر کرینگے۔ حالانکہ اُن کو معلوم ہے کہ وہ مخبر جھوٹ سے متہم ہے۔ لیکن کہتے ہیں کہ خطرہ کے گمان کے وقت عقلمندوں کے نزدیک احتراز لازم ہے ✦

مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے بڑے مُبالغہ کے ساتھ آخرت کے عذاب سے آگاہ کیا ہے۔ لیکن کچھ اثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ اگر اثر ہو۔ تو اس کے دفع کرنے کا فکر کریں۔ حالانکہ اس کے دفع کرنے کا علاج بھی مخبر صادق صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بتلادیا ہے۔ پس یہ کیا ایمان ہے کہ مخبر صادق صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر اُس جھوٹے کی خبر جتنا بھی اعتبار نہیں رکھتی۔ صرف ظاہری اسلام نجات نہیں بخشتا۔ یقین حاصل کرنا چاہیئے۔ یقین کجا کہ ظن بھی نہیں ہے۔ بلکہ وہم بھی نہیں ہے۔ کیونکہ عقلمند خطرہ کے وقت وہم کا بھی اعتبار کر لیتے ہیں۔ اور ایسا ہی حق تعالےٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اللہ دیکھنے والا ہے جو تم عمل کرتے ہو ✦

باوجود اس امر کے بُرے بُرے فعل سرزد ہوتے ہیں۔ اگر جانیں کہ کوئی حقیر شخص ان عملوں سے خبردار ہے تو ہرگز بُرا فعل اُس کی نظر کے سامنے نہ کریں ✦

پس ان کا حال دو حالت سے خالی نہیں یا حق تعالےٰ کی خبر کا یقین نہیں کرتے۔ یا حق تعالےٰ کے واقف ہونے کا اعتبار نہیں کرتے۔ تو خود ہی بتلانا چاہیئے کہ اس قسم کے فعل ایمان سے ہیں یا کفر سے۔ پس اس فرزند پر لازم ہے کہ از سرِ نو ایمان لائے ✦

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جَدِّدُوْا اِيْمَانَكُمْ بِقَوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی لا الٰہ الا اللہ کے کہنے سے اپنے ایمان کو تازہ کرو۔ اور خدائے تعالیٰ کی ناپسند باتوں سے از سرِ نو خالص توبہ کریں۔ جن کاموں سے منع فرمایا ہے اور اُن کو حرام بتلایا ہے بچیں۔ پنجوقتی نماز کو جماعت سے ادا کریں۔ اور اگر تہجد کے لئے رات کا جاگنا حاصل ہو جائے تو نہے سعادت۔ اور مال کی زکوٰۃ ادا کرنا بھی ارکانِ اسلام میں سے ہے۔ اس کو بھی ضرور ادا کریں۔ اور اس کے ادا کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ اپنے مال سے جس قدر فقرا کا حق ہے

سال کے حساب سے جُدا کریں۔ اور زکوٰۃ کی نیت پر نگاہ رکھ کر تمام سال میں زکوٰۃ کے مصارف میں خرچ کریں۔ اس طریق سے ہر مرتبہ زکوٰۃ کے ادا کرنے کی نئی نیت کرنا لازم نہیں ہے۔ ایک ہی دفعہ کی نیت کافی ہے۔ معلوم ہے کہ تمام سال میں کس قدر فقرا اور مستحقین پر خرچ کرتے ہیں۔ لیکن چونکہ اس میں زکوٰۃ کی نیت نہیں، وہ کسی حساب میں نہیں۔ اور صورت مذکورہ بالا میں زکوٰۃ بھی ذمے سے ادا ہو جاتی ہے اور نامناسب خرچ سے بھی خلاصی مل جاتی ہے۔ اور اگر بالفرض اس قدر تمام سال میں فقرا پر خرچ نہ ہو۔ اور کچھ باقی بچ رہے تو اُس کو اسی طرح اپنے مال سے جُدا رکھیں۔ ہر سال اسی طرح عمل کریں۔ جب فقرا کا مال جدا ہوتا ہے۔ اگر آج اُس کے ادا کرنے کی توفیق نصیب نہ ہو۔ تو شاید کل توفیق حاصل ہو جائے ۔

اے فرزند! چونکہ نفس بالذات بخیل ہے۔ اور احکام الٰہی کے بجالانے میں سرکش ہے۔ اس واسطے بات صرفہ اور اختصار تک پہنچ جاتی ہے۔ ورنہ مال و ملک سب خدائے تعالےٰ کا ہے۔ اس کی کیا مجال ہے کہ اس میں دیر کرے۔ چاہیئے کہ بڑی احسانمندی سے ادا کریں۔ اور ایسے ہی تمام عبادات میں اپنے آپ کو معاف نہ رکھیں۔ بندوں کے حقوق ادا کرنے میں بڑی کوشش کریں کہ کسی کا حق اپنے ذمے نہ رہ جائے۔ اب اس کا حق ادا کرنا آسان ہے۔ نرمی اور چاپلوسی سے بھی رفع ہو سکتا ہے۔ اور آخرت میں کام مشکل ہے۔ کوئی علاج نہ ہوگا۔ احکام شرعی علمائے آخرت سے پوچھنے چاہئیں۔ کیونکہ ان کی بات کی بڑی تاثیر ہے۔ شاید کہ ان کے دم کی برکت سے ان کے عمل کرنے کی توفیق حاصل ہو جائے۔ اور علمائے دُنیا سے جنہوں نے علم کو مال و جاہ کا وسیلہ بنایا ہے دُور رہنا چاہیئے۔ ہاں اگر کوئی پرہیزگار عالم نہ ملے تو بقدر ضرورت ان سے ملنا ضروری ہے۔ وہاں میاں حاجی محمد اتوہ علمائے دیندار میں سے ہیں اور شیخ علی اتوہ کو تم خود جانتے ہی ہو۔ غرض ان ہر دو بزرگواروں کا وجود اس علاقہ میں غنیمت ہے۔ مسائل کی تفتیش میں ان کی طرف رجوع کرنا مناسب ہے ۔

اے فرزند! ہم فقرا کو دنیا دار دولتمندوں سے کیا نسبت کہ ان کے نیک و بد کی نسبت گفتگو کریں۔ شرعی نصیحتیں اس بارہ میں پورے اور کامل طور پر صادر ہوئی ہیں۔ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ۔ کامل دلیل اللہ ہی کے ہاں ہے ۔

لیکن جب اس فرزند نے از رُوئے توبہ کے فقرا کی طرف رجوع کی تھی۔ اسی نسبت کے سبب اکثر اوقات دلی توجہ اس فرزند کے حال پر ہوتی رہتی ہے۔ اور وہی توجہ اس گفتگو کا

باعث ہوئی ہے۔ مَیں جانتا ہوں کہ یہ سب نصیحتیں اور مسئلے اُس فرزند کے کانوں میں پہنچے ہوئے ہونگے۔ لیکن مقصود عمل ہے نہ صرف علم۔

وہ بیمار جو صرف اپنی مرض کی دوا کا علم رکھتا ہے۔ جب تک اس دوا کو نہ کھائیگا صحت نہ پائیگا۔ صرف دوا کا جاننا فائدہ نہ کریگا۔ یہ سب مبالغہ اور اصرار عمل کے لئے ہی علم خود محبت کو درست کرلیتا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اِنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَذَابًا عَالِمٌ لَّمْ یَنْفَعْہُ اللّٰہُ بِعِلْمِہٖ سب لوگوں میں سے بڑھ کر عذاب کا مستحق وہ عالم ہے جس کو اپنے علم سے کچھ نفع نہیں۔

وہ فرزند! جان لے کہ پہلی انابت نے جمعیت والوں کی صحبت نہ ہونے سے اگر کچھ فائدہ نہ دیا ہوگا۔ لیکن اس فرزند کے جوہر استعداد کے نفیس ہونے کی خبر دیتی ہیں۔ اُمید ہے کہ حق تعالےٰ اس انابت کی برکت سے آخر اپنی مرضیات کی توفیق عطا کریگا۔ اور اہل نجات میں سے بنا دیگا۔

بہرحال اس گروہ کی محبت کا رشتہ ہاتھ سے نہ دیں۔ اور ان لوگوں کے آگے التجا اور عاجزی کرتے رہیں۔ اور منتظر رہیں کہ حق تعالےٰ اس گروہ کی محبت کے باعث اپنی محبت سے مشرف فرماوے۔ اور پوری طرح اپنی طرف کھینچ لیوے۔ اور ان جنجالوں سے بالکل آزاد کردے ؎

عشق آں شعلہ است کو چوں برفروخت　　ہر کہ جز معشوق باقی جملہ سوخت
تیغ لا در قتل غیر حق براند　　در نگر زاں پس کہ بعد لا چہ ماند
ماند الا اللہ و باقی جملہ رفت　　شاد باش اے عشق شرکت سوز رفت

ترجمہ ؎
عشق کی آتش کا جب شعلہ اُٹھا　　ماسوا معشوق سب کچھ جل گیا
تیغ لا سے قتل غیر حق کیا　　دیکھ اس کے بعد پھر کیا رہ گیا
رہگیا اللہ باقی سب فنا　　مرحبا اے عشق تجھ کو مرحبا

مکتوب ۴۷

فقرا کی محبت اور ان کی طرف توجہ کی ترغیب اور صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کی نصیحت میں مرزا بدیع الزمان کی طرف لکھا ہے:۔

آپ کا شریف اور لطیف خط صادر ہوا۔ الحمد للہ کہ اس کے مضمون سے فقرا کی محبت اور ان کی طرف توجہ کا حال معلوم ہوا۔ جو سرمایۂ آخرت ہے۔ کیونکہ یہی لوگ اللہ کے ہمنشین ہیں۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہمنشیں بدبخت نہیں ہوتا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فقرائے مہاجرین سے فتح کی طلب کرتے تھے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہی کے حق میں فرمایا ہے رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ۔ (ترجمہ) بہت سے ایسے پریشان ہیں جو دروازہ سے ہٹائے ہوئے ہیں۔ اگر قسم کھائیں خدا کی تو البتہ پورا کرے اس کو اللہ تعالےٰ ✦

اے میرے سعادتمند۔ آپ کے مکتوب کے کسی فقرہ میں لکھا ہوا تھا کہ خدیو نشاتین یعنی دونوں جہان کا بادشاہ ✦

یہ ایسی لغت اور تعریف ہے جو حضرت واجب الوجود جلشانہٗ سے مخصوص ہے۔ بندۂ مملوک کو جو کسی شے پر قادر نہیں۔ ہے کیا لائق ہے کہ کسی وجہ سے خدائے تعالےٰ کے ساتھ شرکت کرے۔ اور خداوندی کے راستہ پر چلے۔ خاصکر عالم آخرت میں کہ مالکیت اور ملکیت حقیقی اور مجازی حضرت مالک یوم الدین سے مخصوص ہے۔ حضرت حق تعالےٰ قیامت کے دن پکاریگا لِمَنِ الْمُلْکُ الْیَوْمَ لِلّٰہِ الْوَاحِدِ الْقَہَّارِ آج کس کا ملک ہے اللہ واحد قہار کا ہے ✦

بندوں پر ڈر اور خوف چھایا ہوگا اور حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ حق تعالےٰ قرآن مجید میں اس دن کی سختی اور مخلوقات کی بیقراری سے خبر دیتا ہے اور فرماتا ہے:۔

اِنَّ زَلْزَلَۃَ السَّاعَۃِ شَیْءٌ عَظِیْمٌ یَوْمَ تَرَوْنَھَا تَذْھَلُ کُلُّ مُرْضِعَۃٍ عَمَّا اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ کُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَھَا وَتَرَی النَّاسَ سُکٰرٰی وَمَا ھُمْ بِسُکٰرٰی وَلٰکِنَّ عَذَابَ اللّٰہِ شَدِیْدٌ بیشک قیامت کا زلزلہ سخت ہے جس دن سب دودھ پلانے والیاں اپنے بچوں کو بھول جائینگی اور ہر حاملہ کا حمل گر جاویگا۔ اور لوگ

ستونوں کی طرح لڑکھڑاتے نظر آئینگے۔ حالانکہ وہ مست نہ ہونگے۔ لیکن اللہ کا عذاب سخت ہے ۔

دراں روز کز فعل پرسند وقول ۔ اولوالعزم را دل بلرزد بہول
بجائیکہ دہشت خورند انبیا ۔ تو عذر گنہ را چہ داری بیا

ترجمہ: حشر کو پوچھینگے جس دم فعل سے اور قول سے ۔ کانپ جاوینگے اولوالعزموں کے دل واں ہول سے
جس جگہ ڈر جاوینگے دہشت کے مارے انبیا ۔ تو گنہ کا عذر کیا لائیگا پھر بتلا بھلا

باقی نصیحت یہ ہے کہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کو لازم پکڑیں اور دنیا کی زیب و زینت کی طرف توجہ نہ کریں۔ اور اس کے ہونے یا نہ ہونے کی پروا نہ کریں۔ کیونکہ دنیا حق تعالیٰ کی دشمن اور مبغوضہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کا کچھ قدر نہیں ہے۔ پس مناسب ہے کہ بندوں کے نزدیک اس کا عدم وجود سے بہتر ہو۔ اس کی بیوفائی اور جلدی دور ہو جانے کا قصہ مشہور ہے۔ بلکہ مشاہدے میں آچکا ہے۔ پس گذشتہ مردہ اہل دنیا سے عبرت حاصل کریں۔ وَفَّقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ بِمُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کی توفیق بخشے ۔

مکتوب ۵۷

حضرت سید الکونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری پر حرص دلاتے ہیں۔ اول عقائد کے درست کرنے سے اور پھر فقہ کے ضروری احکام جاننے سے اور اس بیان میں کہ حق تعالیٰ سے بوسیلہ یا بے وسیلہ اسی کو طلب کرنا چاہیئے۔ اور اس کے مناسب بیان میں مرزا بدیع الزمان کی طرف لکھا ہے:۔

سَلَّمَكُمُ اللّٰهُ وَعَافَاكُمْ حق تعالیٰ آپ کو سلامت اور عافیت سے رکھے دونوں جہان کی سعادت کا نقد سید کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر وابستہ ہے ایسے طریق پر کہ علمائے اہل سنت وجماعت نے بیان فرمایا ہے۔ خدا ان کی کوشش کی جزا دیوے۔ اول اپنے عقیدوں کو ان بزرگواروں کے عقائد کے موافق درست کرنا چاہیئے اور پھر علم حلال و حرام و فرض و واجب و سنت و مستحب و مباح و مشتبہ حاصل کرنا چاہیئے اور

اس علم کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ ان دو پروں اعتقادی اور عملی کے حاصل ہو جانے کے بعد اگر سعادت ازلی مدد فرمائے تو عالم قدس کی طرف پرواز کرنا حاصل ہو جاتا ہے۔ وَدُوْنَهَا خَرْطُ الْقَتَادِ ورنہ بیفائدہ رنج ہے۔ اور دنیا کمینی اس لائق نہیں ہے کہ اس کو اصلی مطلب سے شمار کریں۔ اور اس کے مال و جاہ کے حاصل ہونے کو اصلی مقصود خیال کریں۔ بلند ہمت ہونا چاہئے اور حق تعالیٰ سے بوسیلہ یا بیوسیلہ اسی کو طلب کرنا چاہئے ع

کار این است باقی ہمہ ہیچ

ترجمہ ع اصل مطلب یہی باقی ہے ہیچ

اور جب آپ نے توجہ کی ہے اور ہمت کی طلب کی ہے۔ آپ کو بشارت ہو۔ سالم و غانم (سلامتی سے اور غنیمت کا مال لیکر) واپس جاوینگے۔ لیکن ایک شرط کو مدنظر رکھیں۔ اور وہ یہ ہے کہ اپنی توجہ کا قبلہ ایک بنائیں۔ توجہ کے قبلہ کا متعدد و بنانا اپنے آپ کو تفرقہ میں ڈالنا ہے مثل مشہور ہے۔ ہر کہ یک جا است ہمہ جا ست و ہر کہ ہمہ جا ست ہیچ جا نیست۔ جو ایک جگہ ہے وہ سب جگہ ہے۔ اور جو سب جگہ ہے وہ کسی جگہ نہیں۔ حق تعالیٰ شریعت مصطفوی علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راہ پر چلنے کی استقامت بخشے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۷۶

اس بیان میں کہ ترقی ورع و تقوے سے وابستہ ہے۔ اور فضول مباحات کے ترک کرنے کی ترغیب میں۔ اگر یہ میسر نہ ہو۔ تو محرمات سے بچ کر فضول مباحات کے دائرہ کو بہت تنگ اختیار کرنا چاہیئے۔ اور اس بیان میں کہ مباحات سے بچنا بھی دو قسم ہے۔ قلیج خاں کی طرف لکھا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَبِهٖ نَسْتَعِیْنُ عَصَمَكُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی عَمَّا یَصِمُكُمْ وَصَانَكُمْ عَمَّا شَانَكُمْ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْبَشَرِ الْمَنْفِیِّ عَنْهُ زَیْغُ الْبَصَرِ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَكْمَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَفْضَلُهَا حق تعالےٰ آپ کو اس چیز سے بچائے جو آپ کو

عیب لگائے، اور محفوظ رکھے آپ کو اس بات سے جو آپ کو دھبہ لگائے بطفیل حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو میلان چشم سے پاک وصاف ہیں ❖

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا ہمارا رسول جو چیز تمہارے پاس لے آئے اس کو پکڑ لو۔ اور جس چیز سے منع کرے اس سے ہٹ جاؤ ❖

نجات کا مدار دو چیزوں پر ہے۔ اوامر کا بجالانا، نواہی سے رک جانا۔ اور ان دونوں چیزوں میں سے بزرگتر جزو اخیر ہے جو ورع و تقوےٰ سے تعبیر کیا گیا ہے ❖

ذُکِرَ رَجُلٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِعِبَادَۃٍ وَاجْتِھَادٍ وَذُکِرَ اٰخَرُ بِرِعَۃٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ لَا تَعْدِلُ بِالرِّعَۃِ شَیْءٌ یَعْنِیْ الْوَرَعَ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس ایک شخص کا ذکر عبادت اور اجتہاد سے کیا گیا تھا۔ اور دوسرے شخص کا ذکر ورع کے ساتھ۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ورع یعنی پرہیزگاری کے برابر کوئی چیز نہیں ❖

اور نیز نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مِلَاکُ دِیْنِکُمُ الْوَرَعُ تمہارے دین کا مقصود پرہیزگاری ہے۔ اور انسان کی فضیلت فرشتوں پر اسی جزو سے ثابت ہے۔ اور قرب کے درجوں پر ترقی بھی اسی جزو سے ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ فرشتے پہلی جزو میں شریک ہیں اور ترقی ان میں مفقود ہے۔ پس ورع و تقوےٰ کی جزو کا مدنظر رکھنا۔ اسلام کے اصلی مقصود وں اور بڑی ضروریات میں سے ہے۔ یہ جزو کہ جس کا مدار محرمات سے بچنے پر ہے۔ کامل طور پر اس وقت حاصل ہوتا ہے کہ فضول مباحات سے پرہیز کی جائے اور بقدر ضرورت مباحات پر کفایت کی جائے۔ کیونکہ مباحات کے اختیار کرنے میں باگ کا ڈھیلا چھوڑنا مشتبہ امور تک پہنچا دیتا ہے۔ اور مشتبہ حرام کے نزدیک ہے۔ مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰی یُوْشِکُ اَنْ یَّقَعَ فِیْہِ جو شخص چراگاہ کے گرد پھرا قریب ہے کہ اس میں جا پڑے ❖

پس کمال تقوےٰ کے حاصل ہونے کے لئے بقدر ضرورت مباحات پر کفایت کرنا ضروری ہے۔ اور وہ بھی اس شرط پر کہ اس میں وظائف بندگی کے ادا کرنے کی نیت ہو۔ ورنہ اس قدر بھی وبال ہے۔ اور اس کا قلیل بھی کثیر کا حکم رکھتا ہے۔ اور جب فضول مباحات سے پورے طور پر بچنا تمام اوقات میں اور خاصکر اس وقت بہت ہی دشوار ہے۔ اس واسطے محرمات سے بچکر حتےالمقدور فضول مباحات کے اختیار کرنے کا دائرہ بہت تنگ کرنا چاہئے۔ اور اس

ارتکاب میں ہمیشہ پشیمان ہونا چاہیئے۔ اور توبہ و بخشش طلب کرنی چاہیئے۔ اور اس کو محرمات میں داخل ہونے کا دروازہ جانکر ہمیشہ حق تعالےٰ کی جناب میں التجا اور گریہ و زاری کرنی چاہیئے۔ شاید کہ ندامت و استغفار اور التجا و تضرع فضول مباحات سے بچنے کا کام کر جائے۔ اور اس کی آفت سے محفوظ کرے ✦

ایک بزرگ فرماتا ہے اِنْکِسَادُ الْعَاصِیْنَ اَحَبُّ مِنْ صَوْلَۃِ الْمُطِیْعِیْنَ گنہگاروں کی عاجزی فرمانبرداروں کے دبدبہ سے بہتر ہے۔ اور محرمات سے بچنا بھی دو قسم پر ہے ایک وہ قسم ہے جو اللہ کے حقوق سے تعلق رکھتی ہے۔ اور دوسری وہ ہے جو بندوں کے حقوق سے متعلق ہے۔ اور دوسری قسم کی رعایت نہایت ضروری ہے۔ حق تعالےٰ غنی مطلق اور بڑا رحم کرنے والا ہے۔ اور بندے فقرا اور محتاج اور بالذات بخیل اور کنجوس ہیں ✦

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر کسی شخص پر اس کے بھائی کا مالی یا اور کسی قسم کا حق ہے تو اس کو چاہیئے کہ آج ہی اُس سے معاف کرالے قبل اس کے کہ اس کے پاس دینار و درہم نہ ہوں۔ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا تو حق کے موافق لیکر صاحب حق کو دیا جاویگا۔ اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہونگی تو صاحب حق کی بُرائیاں اُس کی بُرائیوں پر زیادہ کی جاوینگی ✦

اور نیز نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہے حاضرین نے عرض کیا کہ ہمارے نزدیک مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم و اسباب وغیرہ کچھ نہ ہو۔ تو نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں سے مُفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز و روزہ و زکوٰۃ سب کچھ کرکے آئے، مگر ساتھ ہی اس نے اگر کسی کو گالی دی ہو، اور کسی کو تہمت لگائی ہو۔ اور کسی کا مال کھایا ہو، اور کسی کا خون گرایا ہو، اور کسی کو مارا ہو۔ تو اس کی نیکیوں میں سے ہر ایک حق دار کو اس کے حق کے برابر دیجاوینگی۔ اور اگر اُس کی نیکیاں اُن کے حقوق کے برابر نہ ہوئیں، تو ان حق داروں کے گناہ لیکر اُس کی بُرائیوں میں شامل کئے جاوینگے۔ پھر اُس کو دوزخ میں ڈالا جائیگا۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا ہے ✦

دوسرے آپ کی تعریف اور شکر گذاری کرتا ہے کہ شہر لاہور میں آپکے وجود سے بہت سے احکام شرعی اس زمانہ میں جاری ہو گئے ہیں۔ اور اس جگہ دین کی تقویت اور مذہب کی ترویج حاصل ہو گئی ہے۔ اور وہ شہر فقیر کے نزدیک ہندوستان کے تمام شہروں کی نسبت قطب ارشاد کی طرح ہے۔ اس شہر کی خیر و برکت ہندوستان کے تمام شہروں میں پھیلی ہوئی ہے

اگر وہاں ترقی ہے تو سب جگہ ترقی متحقق ہے۔ حق تعالےٰ آپ کا مددگار اور معاون ہو +
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق کا مددگار رہیگا۔ اور جو اسکی خواری کا ارادہ کریگا اس کو کچھ ضرر نہ دیگا۔ حتیٰ کہ اللہ تعالےٰ کا امر آجاوے اور وہ اس حال پر ہونگے۔ چونکہ آپ کی محبت کا رشتہ حضرت معرفت پناہ قبلہ گاہ ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کے ساتھ بہت محکم تھا۔ اس واسطے یہ فقیر یہ چند کلمے لکھکر اس محبت کی نسبت کو حرکت میں لایا۔ اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہے +
حامل رقیمہ ہذا نیک اور صالح آدمی ہے۔ ایک ضروری حاجت کے لئے آپ کے پاس آتا ہے۔ اُمید ہے کہ اس کے حال پر توجہ فرما کر اس کی حاجت کو پُورا کر دینگے جنفیقی دولت اور ہمیشہ کی سعادت آپ کو حاصل ہو۔ بحرمتہ النبی وآلہ الامجاد علیہ وعلےٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات۔ اور سیادت مآب میر سید جمال الدین کو غریبانہ دعوات پہنچاویں + فقط

مکتوب ۷۷

اس بیان میں کہ خدائے بےمثل و بیمانند کی عبادت کب حاصل ہوتی ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں جباری خاں کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ کا حمد ہے اور اُس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو ؎

بعد از خدائے آنچہ پرستند ہیچ نیست — بیدولت است آنکہ بہیچ اختیار کرد

ترجمہ ؎
خدا کو چھوڑ کر جو پُوجتے ہیں ہیچ و باطل ہے
جو پُوجے ہیچ و باطل کو وہی بدبخت جاہل ہے

خدائے بےمثل و بیمانند کی عبادت اُس وقت میسر ہوتی ہے۔ جب کہ تمام ماسوی اللہ کی غلامی سے آزاد ہو کر توجہ کا قبلہ ذات احدیت کے سوا اور کچھ نہ رہے۔ اور اس توجہ کا مصداق حق تعالےٰ کے انعام اور ایلام کا برابر ہونا ہے۔ بلکہ اس مقام کے حاصل ہونے کی ابتدا میں انعام کی نسبت رنج و الم زیادہ مرغوب معلوم ہوتا ہے۔ اگرچہ آخر کار تفویض تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اور جو کچھ اس کی طرف سے پہنچتا ہے اس کو بہتر اور مناسب جانتا ہے۔ جو عبادت رغبت اور خواہش سے تعلق رکھتی ہے وہ درحقیقت اپنی عبادت ہے۔ اور اس سے مقصود اپنی نجات

اور سرور ہے ؎

تا تو دربند خویشتن باشی　　عشق گوئی دروغ زن باشی

ترجمہ ؎ جبتک تجھ کو اپنا ہی ہے خیال　　دعوے عشق تیرا سب ہی محال

اس دولت کا حاصل ہونا فنائے مطلق پر وابستہ ہے۔ اور یہ توجہ محبت ذاتیہ کا نتیجہ اور ولایت خاصہ محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ظہور کا مقدمہ ہے۔ اور اس بڑی نعمت کا حاصل ہونا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال تابعداری پر موقوف ہے۔ کیونکہ ہر نبی کی شریعت جو از راہ نبوت اس کو عطا فرمائی ہے۔ اس کی ولایت کے مناسب ہے۔ کیونکہ ولایت میں کلی طور پر حق تعالےٰ کی طرف توجہ ہے۔ اور جب نبوت کے درجے میں لاتے ہیں، تو وہی نور ساتھ آجاتا ہے۔ اور اسی کمال کو خلق کی توجہ کے ساتھ جمع کرتا ہے۔ اور مقام نبوت کے کمالات کا سبب بھی وہی نور ہے۔ اور اسی واسطے بزرگوں نے کہا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ کیونکہ ہر پیغمبر کی شریعت اُس کی ولایت کے مناسب ہوتی ہے۔ اور اس شریعت کی تابعداری بھی اس ولایت تک پہنچنے کو مستلزم ہے۔ اور اگر سوال کریں کہ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کے بعض تابعداروں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ولایت سے کچھ حصہ نہیں بلکہ دوسرے انبیاءؑ کے قدم پر ہیں۔ اور ان کی ولایت سے حصہ رکھتے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت تمام شریعتوں کی جامع ہے۔ اور جو کتاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی اس میں تمام آسمانی کتابیں شامل ہیں۔ پس اس شریعت کی تابعداری گویا تمام شریعتوں کی تابعداری ہے۔ پس تابعدار اپنی استعداد کے موافق انبیاء میں سے کسی ایک کے ساتھ نسبت رکھتا ہے کہ جس کی ولایت کو حاصل کر لیتا ہے۔ اور اس میں کچھ ڈر نہیں ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایتوں پر حاوی ہے پس ان ولایتوں تک پہنچنا اس ولایت خاصہ کے اجزا میں سے کسی ایک جزو تک پہنچنا ہے اور اس ولایت تک نہ پہنچنے کا باعث حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال متابعت میں کمی کرنا ہے۔ اور کمی کے لئے کئی درجے ہیں۔ اسی لئے درجات ولایت میں تفاوت حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اگر کمال اتباع میسر ہو جائے تو اس ولایت تک پہنچنا ممکن ہے۔ اعتراض اس وقت وارد ہوتا ہے۔ جب کہ دوسرے نبیوں کی شریعتوں کے تابعداروں کو ولایت

خاصہ محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل ہوتی ہے۔ اور جب ایسا نہیں تو اعتراض بھی کوئی نہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَنْعَمَ عَلَیْنَا وَھَدَانَا اِلَی الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِیْمِ وَالدِّیْنِ الْقَوِیْمِ اللہ کا حمد ہے جس نے ہم پر بڑا احسان کیا اور سیدھے راستہ اور مضبوط دین کی طرف ہدایت کی ✤

صراط مستقیم اسی مضبوط راستے اور شریعت روشن سے مراد ہے۔ اِنَّکَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اسی معنی پر دلیل ہے ✤

رَزَقَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ کَمَالَ اِتِّبَاعِ شَرِیْعَۃِ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ بِحُرْمَۃِ کُمَّلِ اَتْبَاعِہٖ وَمُعْظَمِ اَوْلِیَائِہٖ رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ اٰمِیْنَ۔ حق تعالے آپ کو اور ہم کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں اور بزرگ اولیاؤں کی طفیل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال تابعداری عطا فرمائے۔ آمین ✤

حامل رقیمہ ہذا ان حدود کی طرف آنے والا تھا۔ اس لئے چند باتوں سے محبت کے سلسلہ کو ہلانیوالا ہوا۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ اللہ تعالے کی رحمت وسلام تم پر ہو ✤

مکتوب ۷۸

سفر در وطن اور سیر آفاقی اور انفسی کے معنے میں اور اس بیان میں کہ اس دولت کا حاصل ہونا صاحب شریعت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اتباع سے وابستہ ہے۔

جبادی خاں کی طرف صادر فرمایا ہے:

حق تعالے شریعت حقہ کے سیدھے راستہ پر استقامت عطا فرمائے۔ چند روز ہوئے ہیں کہ دہلی اور آگرہ کے سفر سے مراجعت واقع ہوئی اور وطن مالوف میں آرام حاصل ہوا ہے۔ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ شامل حال ہے۔ وطن میں پہنچنے کے بعد اگر سفر ہے تو وطن میں ہے ✤

سفر در وطن مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کا مقررہ اصول ہے۔ اس طریق میں اس سفر کی چاشنی ابتداہی میں میسر ہوجاتی ہے۔ اور ابتدا میں نہایت کے درج ہونے کے طور پر حاصل ہوجاتی ہے۔ اور اس گروہ میں سے جن کو مجذوب سالک بنانا چاہتے ہیں۔ اس کو سیر بیرونی میں ڈالدیتے ہیں۔ اور سیر آفاقی کے تمام ہونے کے بعد سیر انفسی میں جس سے مراد

سفر در وطن سے آرام دیتے ہیں ع

ایں کار دولت است کنوں تا کرا دہند

ترجمہ بڑی اعلےٰ ہے یہ دولت ملی اب دیکھو کس کو

ع هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا

ترجمہ ع مبارک منعموں کو اپنی دولت

اس نعمت عظمےٰ تک پہنچنا سید اولین و آخرین صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے اتباع سے وابستہ ہے۔ جب تک اپنے آپ کو پورے طور پر شریعت میں گم نہ کریں۔ اور اوامر کے بجالانے اور نواہی سے رک جانے سے آراستہ نہ ہو جائیں۔ اس دولت کی بو جان کے دماغ میں نہیں پہنچتی۔ باوجود شریعت کی مخالفت کے اگرچہ بال بھر ہی ہو۔ اگر بالفرض احوال و مواجید حاصل ہو جائیں وہ سب استدراج میں داخل ہیں۔ آخر اس کو رسوا و خوار کرینگے۔ محبوب رب العلمین صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تابعداری کے بغیر خلاصی ممکن نہیں چند روزہ زندگانی کو خدائے تعالےٰ کی رضامندی میں صرف کرنا چاہئے۔ یہ کیا زندگانی اور عیش ہے کہ اس کا مولیٰ اس کے فعل سے ناراض ہو۔ حق تعالےٰ تمام جزئی کلی چھوٹے بڑے احوال پر مطلع اور حاضر و ناظر ہے اس سے شرم کرنی چاہئے۔ بالفرض اگر جانیں کہ کوئی شخص ان کے افعال ناپسندیدہ اور عیبوں سے واقف ہے تو اس کے حضور میں نامناسب امر سرزد نہیں ہوتا۔ اور نہیں چاہتے کہ ان کے عیوب پر وہ شخص مطلع ہو۔ تو پھر کیا بلا پڑی کہ باوجود حق تعالےٰ کو حاضر و ناظر جاننے کے کچھ خوف نہیں کرتے اور یہ کیا اسلام ہے کہ حق تعالےٰ کا اس شخص کے برابر اعتبار نہیں کرتے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا۔ اللہ تعالےٰ ہم کو نفسوں کی شرارتوں اور برے اعمال سے بچائے۔

حدیث جَدِّدُوْا اِيْمَانَكُمْ بِقَوْلِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے موافق اس عظیم الشان قول سے ہر وقت ایمان کو تازہ کرنا چاہئے۔ اور تمام ناپسندیدہ افعال سے حق تعالےٰ کی جناب میں توبہ و رجوع کرنی چاہئے۔ ممکن ہے کہ پھر توبہ کا موقع نہ ملے۔ هَلَكَ الْمُسَوِّفُوْنَ حدیث نبوی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ہے۔ سوف فعل کہنے والے یعنی دیر کرنے والے ہلاک ہو گئے فرصت کو غنیمت جانکر خدائے تعالےٰ کی رضامندی میں (عمر) بسر کرنی چاہئے۔ اور توبہ کی توفیق حق تعالےٰ کی عنایت سے ہے۔ ہمیشہ حق تعالےٰ سے توفیق مانگتے رہیں۔ اور ان درویشوں

سے جو شریعت میں قدم راسخ رکھتے ہیں اور عالم حقیقت سے بخوبی واقف ہیں، دعا طلب کرنی چاہیئے اور مدد لینی چاہیئے۔ تاکہ حق تعالیٰ کی عنایت ان کی طفیل ظاہر ہو کر پوری طرح اپنی طرف کھینچ لے۔ اور مخالفت کی اُس میں گنجائش نہ رہے۔ اگر شریعت کی مخالفت کا راستہ بال بھر بھی کھلا ہے تو خطرہ کا مقام ہے۔ مخالفت کے تمام راستوں کو بند کرنا چاہیئے ؎

محال است سعدی کہ راہ صفا توان رفت جز در پئے مصطفیٰ

ترجمہ ؎ اطاعت ہو جبتک مصطفیٰ کی کبھی حاصل نہ ہو دولت صفا کی

اہل اللہ پر خاص کر جب کہ پیری و مرشدی کا نام درمیان ہو۔ اور افادہ کا راستہ کھلا ہو اعتراض نہ کرنا چاہیئے اور اس کو زہر قاتل جاننا چاہیئے۔ اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہے یہ چند باتیں بھی محبت و اخلاص کے رابطہ کے باعث لکھی گئی ہیں۔ امید ہے کہ ملال کا باعث نہ ہونگی۔

دوسرے یہ تکلیف دیتا ہے کہ ملا عمر و شاہ حسین شریف زادہ اور خاندانی ہیں اور آپ کی ملازمت کا خواہاں ہے۔ اُمید ہے کہ اس کو اپنے خاص ملازموں میں داخل کر لینگے اسمٰعیل بھی اسی ارادہ سے حاضر خدمت ہوتا ہے اگرچہ پیادہ ہے۔ اُمید ہے کہ اپنی حالت کے موافق حصہ پالیگا۔ زیادہ کیا تکلیف دوں۔ والسلام والاکرام۔

مکتوب ۹۷

اس بیان میں کہ یہ شریعت عزا تمام گذشتہ شریعتوں کی جامع ہے۔ اور اس شریعت کے موافق عمل کرنا تمام شریعتوں کے موافق عمل کرنا ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں جہادی خاں کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالیٰ شریعت مُصطفوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سیدھے راستہ پر ثابت قدمی اور استقامت عطا فرما کر اپنی بارگاہ کی طرف بالکل متوجہ کرے۔ چونکہ ثابت ہو چکا ہے کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اعتدال کے طور پر تمام اسمائی اور صفاتی کمالات کے جامع اور تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مظہر ہیں۔ وہ کتاب جو ان پر نازل ہوئی ہے اُن تمام آسمانی کتابوں کا خلاصہ ہے جو تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی ہیں۔ اور نیز وہ شریعت جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عطا ہوئی ہے تمام گذشتہ شریعتوں کا اقتباس ہے

اور وہ اعمال جو اس شریعت حقہ کے موافق ہیں سب گذشتہ شریعتوں بلکہ فرشتوں کے اعمال سے منتخب ہیں۔ کیونکہ بعض فرشتوں کو رکوع کا حکم ہے اور بعض کو سجدے کا اور بعض کو قیام کا اور ایسا ہی گذشتہ اُمتوں میں سے بعض کو صبح کی نماز کا حکم تھا۔ اور بعض کو دوسری نماز کا۔ اس شریعت میں گذشتہ اُمتوں اور مقرب فرشتوں کے اعمال کا خلاصہ انتخاب کرکے ان کے بجالانے کا حکم فرمایا۔ پس اس شریعت کو سچا جاننا اور اس کے مطابق عمل کرنا درحقیقت تمام شریعتوں کی تصدیق کرنے اور ان کے موافق عمل بجالانا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ اس شریعت کی تصدیق کرنے والے تمام اُمتوں میں سے بہتر ہونگے۔ اور اسی طرح اس شریعت کا جھٹلانا اور اس کے مطابق عمل نہ کرنا گذشتہ تمام شریعتوں کو جھٹلانا اور ان کے موافق عمل نہ کرنا ہے۔ اور ایسے ہی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار کرنا تمام اسمائی وصفاتی کمالات کا انکار کرنا ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق ان سب کی تصدیق ہے۔ پس ناچار آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر اور اس شریعت کی تکذیب کرنیوالے تمام اُمتوں میں سے بدتر ہونگے۔ اَلْاَعْرَابُ اَشَدُّ کُفْرًا وَّنِفَاقًا (اعرابی کفر و نفاق میں بڑے سخت ہیں) میں اسی کی طرف اشارہ ہے ؎

محمد عربی کابروئے ہر دو سراست کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سر او

ترجمہ ؎ وسیلہ دو جہاں کی آبرو کا ہیں نبی سرور
پڑے خاک اُس کے سر پر جو نہیں ہے خاک اس در پر

خدائے منعم کا حمد اور اس کا احسان ہے کہ آپ کا حسن اعتقاد اور کمال یقین اس شریعت اور اس شریعت والے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت اچھی طرح مشاہدہ ہو چکا ہے۔ اور نامناسب حرکات پر ندامت و پشیمانی ہمیشہ آپ کے دامنگیر رہی ہے۔ حق تعالیٰ اس سے زیادہ عطا فرمائے۔

دوسری یہ التماس ہے کہ حامل رقیمہ عاملیان شیخ مصطفیٰ، قاضی شریح کی نسل سے ہیں۔ ان کے بزرگ اس ملک میں بڑی عزت سے آئے تھے۔ اور وجوہ معاش اور وظائف بکثرت رکھتے تھے۔ مشارالیہ معاش کی تنگی کے باعث لشکر کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ اور سندیں اور پروانے اس کے پاس بہت موجود ہیں۔ اُمید ہے کہ آپ کے وسیلہ سے جمعیت حاصل کریگا۔ زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ صدر اعظم کے پاس مشارالیہ کی سفارش کسی طرح کردیں۔ تاکہ ان کا کام بن جائے۔ اور پراگندہ حالوں کی جمعیت کا باعث ہوگی۔ والسلام والاکرام

مکتوب ۸۰

اس بیان میں کہ تہتر فرقوں میں سے فرقہ ناجیہ اہلسنت و جماعت کا فرقہ ہے بدعتی فرقوں کی برائی اور اس کے مناسب بیان میں مرزا فتح اللہ خان حکیم کی طرف لکھا ہے :-

اللہ تعالےٰ شریعت مصطفوی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے راستہ پر استقامت بخشے ۔ع کار اینست غیر ایں ہمہ ہیچ ✦

تہتر فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ شریعت کی تابعداری کا مدعی ہے اور اپنی نجات کا دعوےٰ کرتا ہے ۔ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ ان کے حال کے شامل ہے ۔ لیکن وہ دلیل جو پیغمبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان متعدد فرقوں میں سے ایک فرقہ ناجیہ کی تمیز کے لئے بیان فرمائی ہے ۔ یہ ہے :-

اَلَّذِیْنَ ھُمْ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ یعنی وہ ایک فرقہ ناجیہ وہ لوگ ہیں جو اس طریق پر ہیں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب ہیں ✦

اصحاب کا ذکر صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کے کافی ہونے کے باوجود اس مقام میں اسی واسطے ہو سکتا ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ میرا طریق بعینہٖ اصحاب کا طریق ہے اور نجات کا راستہ صرف ان کے طریق سے وابستہ ہے جس طرح اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے وَمَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ پس رسول اللہ کی اطاعت عین حق کی اطاعت ہے ۔ اور ان کی مخالفت بعینہٖ حق تعالےٰ کی نافرمانی ہے ✦

جن لوگوں نے خدائے تعالےٰ کی اطاعت کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی اطاعت کے برخلاف تصور کیا ہے ۔ حق تعالےٰ نے ان کے حال کی خبر دی ہے ۔ اور ان پر کفر کا حکم لگایا ہے ۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے :-

یُرِیْدُوْنَ اَنْ یُّفَرِّقُوْا بَیْنَ اللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ وَیَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَکْفُرُ بِبَعْضٍ وَّیُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا بَیْنَ ذٰلِکَ سَبِیْلًا اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْکٰفِرُوْنَ حَقًّا ارادہ کرتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کے درمیان فرق ڈالیں اور کہتے ہیں کہ بعض کے ساتھ ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض سے ہم انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان رستہ

اختیار کریں۔ یہی لوگ پکے کافر ہیں ؛

پس مذکورہ بالا صورت میں اصحاب کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کے طریق اور تابعداری کے برخلاف حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کا دعوےٰ کرنا باطل اور جھوٹا ہے۔ بلکہ حقیقت میں وہ اتباع رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عین نافرمانی ہے۔ پس اس مخالف طریق میں نجات کی کیا مجال ہے۔ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّھُمْ عَلٰی شَیْءٍ اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ الْکٰذِبُوْنَ (اور گمان کرتے ہیں یہ کہ وہ اوپر کسی چیز کے ہیں۔ خبردار ہو تحقیق وہی ہیں جھوٹے) ان کے حال کے موافق ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ فرقہ جس نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کی تابعداری کو لازم پکڑا ہے۔ اہل سنت و جماعت ہی ہیں خدائے تعالےٰ ان کی کوشش کو مشکور فرمائے ؛

پس یہی لوگ فرقہ ناجیہ ہیں۔ کیونکہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کو طعنہ لگانیوالے ان کی اتباع سے محروم ہیں۔ جیسے کہ شیعہ اور خارجیہ۔ اور معتزلہ خود مذہب نیا رکھتے ہیں۔ ان کا رئیس واصل بن عطا، امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگردوں میں سے ہے۔ جو ایمان اور کفر کے درمیان واسطہ ثابت کرنے کے باعث امامؒ سے جدا ہو گیا۔ اور امامؒ نے اس کے حق میں فرمایا اِعْتَزَلَ عَنَّا ہم سے جدا ہو گیا۔ اسی طرح باقی فرقوں کو قیاس کر لو اور اصحاب کے حق میں طعنہ کرنا درحقیقت پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو طعنہ لگانا ہے۔ مَآ اٰمَنَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ مَنْ لَّمْ یُوَقِّرْ اَصْحَابَہٗ جس نے اصحابؓ کی عزت و تعظیم نہیں کی وہ رسول اللہ پر ایمان نہیں لایا۔ کیونکہ ان کا حسد ان کے صاحب کے حسد تک نوبت پہنچا دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ اس برے اعتقاد سے بچائے۔ اور نیز جو احکام قرآن و حدیث سے ہم تک پہنچے ہیں وہ انہی کی نقل کے وسیلہ سے ہیں۔ جب یہ مطعون ہونگے، تو ان کی نقل بھی مطعون ہوگی۔ کیونکہ یہ نقل ایسی نہیں کہ بعض کے سوا بعض کے ساتھ مخصوص ہو۔ بلکہ سب کے سب عدل اور صدق اور تبلیغ میں برابر ہیں۔ پس ان میں سے کسی ایک کا طعن دین کے طعن کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالےٰ اس سے بچائے۔ اور اگر طعنہ لگانے والے یہ کہیں کہ ہم بھی اصحاب کی متابعت کرتے ہیں یہ لازم نہیں کہ ہم سب اصحاب کے تابع ہوں۔ بلکہ ان کی راؤں کے متضاد ہونے اور مذہبوں کے اختلاف کے باعث سب کی تابعداری ممکن نہیں۔ تو اس کا جواب ہم کہتے ہیں کہ بعض کی متابعت اس وقت فائدہ مند ہو سکتی ہے۔ جب کہ بعض کا انکار اس کے ساتھ شامل نہ ہو۔ ورنہ بعض کا انکار کرنے سے

بعض کی متابعت ثابت نہیں ہوتی۔ کیونکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ نے خلفائے ثلثہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کی عزت و تعظیم کی ہے اور ان کو اقتدا کے لائق جان کر ان سے بیعت کی ہے پس خلفائے ثلثہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین کا انکار کرنا اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی متابعت کا دعوے کرنا محض افترا ہے۔ بلکہ وہ انکار درحقیقت حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا انکار ہے۔ اور ان کے افعال و اقوال کا صریح رد ہے۔ اور تقیہ کے احتمال کو حضرت اسد اللہ رضی اللہ عنہ کے حق میں دخل دینا بھی بڑی بیوقوفی ہے عقل صحیح ہرگز اس کو جائز نہیں سمجھتی کہ حضرت اسد اللہ رضہ باوجود کمال معرفت اور شجاعت کے خلفائے ثلثہ کے بغض کو تیس سال تک پوشیدہ رکھیں۔ اور ان کے برخلاف کچھ ظاہر نہ کریں اور منافقانہ صحبت ان کے ساتھ رکھیں حالانکہ کسی ادنے مسلمان سے اس قسم کا نفاق متصور نہیں ہو سکتا۔ اس فعل کی برائی کو معلوم کرنا چاہیئے کہ حضرت امیر رضہ کی طرف کس قسم کی خرابی اور فریب منسوب ہوتا ہے۔ اور اگر بفرض محال حضرت اسد اللہ رضہ کے حق میں تقیہ جائز بھی سمجھیں تو وہ تعظیم و توقیر جو حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم خلفائے ثلثہ کی کرتے تھے۔ اور ابتدا سے انتہا تک ان کو بزرگ جانتے رہے ہیں اس کا کیا جواب دینگے۔ وہاں تقیہ کی گنجائش نہیں۔ حق امر کی تبلیغ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام پر واجب ہے۔ وہاں تقیہ کو دخل دینا زندقہ تک پہنچا دینا ہے۔

اللہ تعالے فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ پ ۶ ع ۱۴ اے میرے رسول جو کچھ تجھ پر تیرے رب کی طرف سے نازل ہوا ہے اُس کو پہنچا دے۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو رسالت کے حق کو ادا نہ کیا۔ اور اللہ تجھے لوگوں سے بچا دیگا۔

کفار کہا کرتے تھے کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اُس وحی کو جو اُس کے موافق ہے ظاہر کر دیتا ہے۔ اور جو اس کے مخالف ہوتی ہے اُس کو ظاہر نہیں کرتا اور اس کو پوشیدہ رکھتا ہے۔ اور یہ بات ثابت ہے کہ نبی کو خطا پر مقرر رکھنا جائز نہیں۔ ورنہ اس کی شریعت میں خلل پیدا ہو جاتا ہے۔ پس جب خلفائے ثلثہ کی تعظیم و توقیر کے خلاف آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ظاہر نہ ہوا۔ تو معلوم ہوا کہ ان کی تعظیم خطا اور زوال سے محفوظ تھی۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور ان کے اعتراض کا جواب ذرا صاف طور پر کہتے ہیں کہ تمام اصحاب کی متابعت دین کے اصول میں لازم ہے اور ہرگز اصول میں اختلاف نہیں رکھتے

اگر اختلاف ہے تو فروع میں ہے۔ اور جو شخص ان میں سے بعض کو طعن کرتا ہے وہ سب کی متابعت سے محروم ہے۔ ہر چند ان کا کلمہ متفق ہے۔ مگر دین کے بزرگواروں کے انکار کی بدبختی اختلاف میں ڈالدیتی ہے۔ اور اتفاق سے باہر نکالدیتی ہے۔ بلکہ قائل کا انکار اس کے اقوال کے انکار تک پہنچادیتا ہے۔ اور نیز شریعت کے پہنچانے والے سب اصحاب ہی ہیں جیسے کہ ذکر ہو چکا۔ کیونکہ سب کے سب اصحاب عادل تھے۔ ہر ایک نے کچھ نہ کچھ شریعت ہم تک پہنچائی ہے۔ اور ایسے ہی قرآن بھی ہر ایک سے کچھ نہ کچھ لیکر جمع کیا گیا ہے۔ پس بعض کا انکار کرنا گویا اس کی تبلیغ سے بھی انکار کرنا ہے۔ پس تمام شریعتوں کا انکار منکر کے مادہ میں ثابت ہے۔ پھر کس طرح نجات اور خلاصی کی اُمید ہے ✦

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ کیا تم بعض کتاب سے ایمان لاتے ہو اور بعض کا انکار کرتے ہو۔ پس جو شخص تم میں سے ایسا کرتے ہیں اُن کی جزا سوائے اس کے اور کیا ہے کہ دنیا میں خوار اور ذلیل ہوں اور آخرت میں سخت عذاب کی طرف کھینچے جائیں ✦

یا ہم یہ کہتے ہیں کہ قرآن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا جمع کیا ہوا ہے۔ بلکہ درحقیقت جامع حضرت صدیق رض و حضرت فاروق رض ہیں اور حضرت امیر رض کی جمع قرآن کے سوا ہے۔ پس سوچنا چاہیئے کہ ان بزرگواروں کا انکار فی الحقیقت قرآن کا انکار رہے ہے۔ نعوذ باللہ ✦

ایک شخص نے اہل شیعہ کے مجتہد سے سوال کیا کہ قرآن حضرت عثمان رض کا جمع کیا ہوا ہے۔ آپ کا اس قرآن کے حق میں کیا اعتقاد ہے۔ اُس نے کہا میں اس کے انکار میں مصلحت نہیں دیکھتا کہ اس کے انکار سے تمام دین درہم برہم ہو جاتا ہے ✦

دیگر عاقل آدمی ہرگز قرار نہیں دیتا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے روز امر باطل پر اجتماع کریں۔ اور مقرر ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحلت کے دن ۳۳ ہزار اصحاب حاضر تھے جنہوں نے رضا و رغبت سے حضرت صدیق رض سے بیعت کی۔ اتنے اصحاب کا گمراہی پر جمع ہونا محال ہے حالانکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِيْ عَلَى الضَّلَالَةِ۔ میری امت کبھی گمراہی پر جمع نہ ہوگی ✦

اور جو توقف ابتدا میں حضرت امیر رض سے واقع ہوا ہے وہ اس واسطے تھا کہ اس مشورہ

میں حضرت امیرؓ کو بُلایا نہ گیا تھا۔ چنانچہ حضرت امیرؓ نے فرمایا ہے۔ مَا غَضِبْنَا اِلَّا لِاَنَّا اُخِّرْنَا عَنِ الْمَشْوَرَةِ وَاِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ خَيْرٌ مِّنَّا ہم اس واسطے ناراض ہوئے ہیں کہ ہم کو مشورہ میں بُلایا نہیں گیا ورنہ یہ تو ہم جانتے ہیں کہ ابوبکرؓ ہم سے بہتر ہے ۔

اور ان کا نہ بُلانا شاید کسی حکمت پر مبنی ہوگا مثل اس کے کہ اہل بیت کو حضرت امیرؓ کے موجود ہونے سے مصیبت کے صدمہ اول کے وقت تسلّی ہو۔ وغیرہ وغیرہ۔ اور وہ اختلاف جو اصحاب پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان واقع ہوئے تھے وہ نفسانی خواہشوں سے نہ تھے۔ کیونکہ ان کے نفس تزکیہ پا چکے تھے۔ اور امّارگی سے اطمینان کے درجے کو پہنچ چکے تھے۔ اور ان کے سب ارادے شریعت کے تابع ہو گئے تھے۔ بلکہ وہ اختلاف حق کے بلند کرنے کے لئے اجتہاد پر مبنی تھا۔ پس ان کے خطا کار کے لئے بھی اللہ کے نزدیک ایک درجہ ہے۔ اور مصیبت کے لئے خود دو درجے ثابت ہیں۔ پس زبان کو ان کے گلہ سے روکنا چاہیئے اور سب کو نیکی سے یاد کرنا چاہیئے ۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللهُ عَنْهَا اَيْدِيَنَا فَلْنُطَهِّرْ عَنْهَا اَلْسِنَتَنَا یہ ایسے خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالیٰ نے پاک رکھا پس ہم اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھتے ہیں ۔

اور نیز امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اِضْطُرَّ النَّاسُ بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ فَلَمْ يَجِدُوْا تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَاءِ خَيْرًا مِّنْ اَبِيْ بَكْرٍ فَوَلَّوْهُ رِقَابَهُمْ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد لوگ ناچار ہو گئے۔ پس انہوں نے آسمان کے تلے ابوبکرؓ سے بہتر کوئی نہ پایا پس اس کو اپنی گردنوں کا والی بنا لیا ۔

یہ قول تقیہ کی نفی اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی بیعت پر حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی رضامندی کے لئے صریح و صاف ہے ۔

بقیہ مقصود یہ ہے کہ میاں سیدن ولد میاں شیخ ابوالخیر شریف خاندان سے ہے اور دکن کے سفر میں آپ کے ہمراہ بھی گیا تھا۔ آپ کی توجہ اور عنایت کا امیدوار ہے۔ اور نیز مولانا محمد عارف طالب علم اور بزرگ زادہ ہے اس کا باپ بھلا آدمی تھا۔ مددِ معاش کے لئے آیا ہے اور آپ کی توجہ کا امیدوار ہے۔ والسلام والاکرام ۔

مکتوب ۸۱

اسلام کی ترقی پر ترغیب دینے اور اسلام اور مسلمانوں کی کمزوری اور کفار نگونسار کے غلبہ کے بیان میں لالا بیگ کی طرف لکھا ہے:۔

زَادَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاکُمْ حَمِیَّةَ الْاِسْلَامِ حق تعالےٰ ہم میں اور تم میں غیرت اسلامی کو زیادہ کرے۔ عرصہ تخمیناً ایک صدی سے اسلام پر اس قسم کی غربت چھا رہی ہے کہ کافر لوگ مسلمانوں کے شہروں میں صرف کفر کے احکام جاری کرنے پر راضی نہیں ہوتے۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ اسلامیہ احکام بالکل دور ہو جائیں اور اسلام اور اہل اسلام کا کچھ اثر نہ رہے۔ اور اس حد تک نوبت پہنچ چکی ہے کہ اگر کوئی مسلمان شعار اسلامی کو ظاہر کرتا ہے تو قتل کیا جاتا ہے۔ گائے کا ذبح کرنا ہندوستان میں اسلام کا بڑا شعار ہے۔ کفار جزیہ دینے پر شاید راضی ہو جائیں مگر گائے ذبح کرنے پر ہرگز راضی نہ ہونگے۔ سلطنت کے ابتدا ہی میں اگر مسلمانی نے رواج پا لیا اور مسلمانوں نے اعتبار پیدا کر لیا تو بہتر۔ ورنہ نعوذ باللہ! اگر توقف ہو گیا۔ تو مسلمانوں پر کام بہت مشکل ہو جاویگا۔ الغیاث الغیاث ثم الغیاث۔ دیکھئے کون صاحب دولت اس سعادت کو حاصل کرتا ہے اور کون بہادر اس دولت کو چھین لیجاتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ۞

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی مُتَابَعَةِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمْ وَعَلٰۤی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا حق تعالےٰ آپ کو اور ہم کو سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ والسلام ۞

مکتوب ۸۲

اس بیان میں کہ دل کی سلامتی ماسوائے اللہ کے نسیان کے بغیر ناممکن ہے اور یہ نسیان فنا سے تعبیر کیا گیا ہے سکندر خاں لودی کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالےٰ سید البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل جو میلان چشم سے پاک ہیں ہمیشہ اپنے ساتھ رکھے اور اپنے غیر کے حوالہ نہ کرے۔ جو کچھ ہم پر اور تم پر لازم ہے۔ حق تعالےٰ کے غیر سے دل کو سلامت رکھنا ہے۔ اور یہ سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ ماسوائے اللہ

کا دل پر عبور نہ رہے۔ اور ماسوے اللہ کا دل پر نہ گذرنا ماسوی اللہ کے نسیان پر وابستہ ہے۔ جس کی تعبیر اس گروہ کے نزدیک فنا سے تعبیر کی گئی ہے۔ اور اگر بالفرض تکلف کے ساتھ بھی غیر کو دل میں گذاریں تو ہرگز نہ گذرے۔ جب تک کام اس درجے تک نہ پہنچے دل کی سلامتی محال ہے۔ آج کل یہ نسبت کوہ قاف کے عنقا کی طرح نایاب ہے۔ بلکہ اگر بیان کی جائے تو کوئی اس کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اور نہ کوئی اس کا یقین کرتا۔ شعر

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ مبارک منعموں کو مال و دولت مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۸۳

ظاہر و باطن کی جمعیت کو شریعت و حقیقت کے ساتھ جمع کرنے پر ترغیب دینے میں بہادر خاں کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالے سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل مختلف تعلقات سے نجات بخش کر بالکل اپنی جناب کا گرفتار کرلے۔

ہرچہ جز عشقِ خدائے احسن است گر شکر خوردن بود جاں کندن است

ترجمہ سولے عشقِ حق جو کچھ کہ ہے ہرچند احسن ہے
شکر کھانا بھی گر ہو وے عذابِ جان کندن ہے

ظاہر کو شریعت روشن سے آراستہ کرنا اور باطن کو ہمیشہ حق جلشانہ کے ساتھ رکھنا بڑا کام ہے۔ دیکھئے کس نیک بخت کو ان دو بڑی نعمتوں سے مشرف فرماتے ہیں۔ آج ان دونوں نسبتوں کا جمع کرنا بلکہ صرف ظاہر شریعت پر استقامت کرنا بھی بہت مشکل ہے۔ اور سرخ گندھک یعنی اکسیر سے زیادہ نایاب ہے۔ حق تعالے اپنے کمال کرم سے سید اولین و آخرین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر ظاہری باطنی استقامت عطا فرماوے۔

مکتوب ۸۴

اس بیان میں کہ شریعت و حقیقت ایک دوسرے کا عین ہیں اور مرتبہ حق الیقین تک پہنچنے کی علامت اس مقام کے علوم و معارف کا علوم شرعیہ کے ساتھ مطابق ہونا اور اس کے مناسب بیان میں سید احمد قادری کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالیٰ شریعت کے راستہ پر استقامت بخشے اور ہماری ساری ہمت کو اپنی پاک جناب کی طرف پھیر کر ہم کو پورے طور پر اپنے آپ سے فانی کر دیوے اور بالکل اپنے ماسوے سے ہٹا لے۔ بحرمت سید البشر صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ اجمعین کی جو میلان چشم سے پاک ہیں ؎

از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است

ترجمہ ؎　جو یار کا سخن ہے وہ سب سے عجیب ہے

جو کچھ کہ دوست کی نسبت کہا جاتا ہے اگرچہ اس کا سخن نہیں ہے لیکن جب اس کلام کو خدائے تعالےٰ کی جناب کے ساتھ ایک قسم کی مناسبت ثابت ہے تو اس نسبت کو غنیمت جانکر اس بارہ میں جرات اور زبان درازی کرتا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ شریعت اور حقیقت ایک دوسرے کا عین ہیں اور حقیقت میں ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں۔ فرق صرف اجمال و تفصیل اور کشف و استدلال اور غیبت و شہادت اور تعمل اور عدم تعمل کا ہے۔ وہ احکام و علوم جو شریعت روشن کے موافق ظاہر اور معلوم ہوئے ہیں۔ حق الیقین کی حقیقت ثابت ہونے کے بعد یہی احکام و علوم بعینہٖ تفصیل کے طور پر منکشف ہو جاتے ہیں۔ اور غیبت سے شہادت میں آ جاتے ہیں۔ اور کسب کا تکلف اور عمل کی بناوٹ درمیان سے اٹھ جاتی ہے۔ اور حق الیقین کی حقیقت تک پہنچنے کی علامت اس مقام کے علوم و معارف کا شرعی علوم و معارف کے ساتھ مطابق ہونا ہے۔ اور مشائخ طریقت میں جس کسی سے علم و عمل میں خلاف شریعت صادر ہوا ہے۔ وہ سکر وقت پر مبنی ہے۔ اور سکر وقت اثنائے راہ میں واقع ہوتا ہے۔ نہایت النہایت کے منتہیوں کو سب صحو اور ہوشیاری ہے۔ اور وقت ان کا مغلوب ہے اور حال و مقام ان کے کمال کے تابع ہے ؎

صوفی ابن الوقت آمد در مثال　　لیک صافی فارغ است از وقت و حال

ترجمہ ؎　صوفی وقت و حال کا پابند ہے　　لیک صافی ہر گھڑی خورسند ہے

پس ثابت ہوا کہ خلاف شریعت کا صادر ہونا حقیقت کا رتک نہ پہنچنے کی علامت ہے۔

بعض مشائخ کی عبارتوں میں واقع ہے کہ شریعت حقیقت کا پوست ہے۔ اور حقیقت شریعت کا مغز۔ یہ عبارت اگرچہ اس کلام کے بولنے والے کی بے استقامتی ظاہر کرتی ہے۔ لیکن ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہو کہ مجمل کو مفصل کے ساتھ وہ نسبت ہے جو مغز کو پوست کے ساتھ ہے اور استدلال کشف کے مقابلہ میں ایسا ہے جیسے مغز کے مقابلہ میں پوست لیکن مستقیم الاحوال بزرگوار اس قسم کی موہومی عبارت کا لانا پسند نہیں کرتے۔ اور اجمال وتفصیل اور کشف واستدلال کے سوا اور فرق نہیں بتلاتے۔

کسی شخص نے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ سے سوال کیا کہ سیر وسلوک سے مقصود کیا ہے۔ تو فرمایا یہ کہ معرفت اجمالی تفصیلی ہو جائے۔ اور استدلالی کشفی بنجائے۔

رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَلثَّبَاتَ وَالْاِسْتِقَامَۃَ عَلَی الشَّرِیْعَۃِ عِلْمًا وَّعَمَلًا صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلٰی صَاحِبِھَا اللہ تعالےٰ ہم کو شریعت پر علمی اور عملی طور پر استقامت بخشے۔

باقی تکلیف یہ ہے کہ حامل رقیمۂ حاشیۂ مصطفےٰ شریحی قاضی شریح کی نسل سے ہے۔ ان کے باپ دادا بڑے بزرگ تھے۔ اور وظائف اور وجہ معاش بہت رکھتے تھے سندیں اور پروانے جمع کر کے لشکر کی طرف متوجہ ہوا ہے۔ گذارہ کے اسباب کے نہ ہونے سے تنگ ہے اس کے حال پر اس طرح توجہ فرمائیں کہ اس کی جمعیت کے حاصل ہونے کا سبب ہو جائے اور بیقراری اور پراگندگی سے نجات پائے۔ زیادہ کیا تکلیف دیوے۔

مکتوب ۸۵

اعمال صالحہ کے بجالانے خاصکر نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے کی ترغیب اور اس کے مناسب بیان میں مرزا فتح اللہ حکیم کی طرف صادر فرمایا ہے۔

وَفَّقَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ لِمَرْضِیَّاتِہٖ حق تعالےٰ آپ کو اپنی مرضیات کی توفیق دیوے۔ آدمی کے لئے جس طرح اعتقادوں کا درست کرنا ضروری ہے۔ ویسے ہی اعمال صالحہ کا بجالانا بھی ضروری ہے۔ اور سب عبادتوں سے جامع اور سب عبادتوں سے زیادہ مقرب نماز کا ادا کرنا ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ فَمَنْ اَقَامَھَا

فَقَدْ اَقَامَ الدِّیْنَ وَمَنْ تَرَکَھَا فَقَدْ ھَدَمَ الدِّیْنَ نماز دین کا ستون ہے جس نے اس کو قائم کیا اُس نے دین کو قائم کیا اور جس نے اُس کو ترک کیا اُس نے دین کو گرا دیا۔ اور جس کسی کو ہمیشہ کیلئے نماز کے ادا کرنے کی توفیق بخشیں اس کو بُرائیوں اور بےحیائیوں سے ہٹا رکھتے ہیں اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْکَرِ۔ اسی بات کی مؤید ہے۔ اور جو نماز ایسی نہیں ہے۔ وہ صرف صورت نماز کی ہے جس میں حقیقت کچھ نہیں۔ لیکن حقیقت کے حاصل ہونے تک صورت کو بھی نہ چھوڑنا چاہئے۔ مَا لَا یُدْرَکُ کُلُّہٗ لَا یُتْرَکُ کُلُّہٗ وہ اکرم الاکرمین اگر صورت کو حقیقت کے ساتھ اعتبار کرے تو اس سے کچھ دُور نہیں ہے ❖

پس آپ پر واجب ہے کہ ہمیشہ نماز کو جماعت کے ساتھ خشوع اور خضوع سے ادا کریں کیونکہ نجات اور خلاصی کا یہی سبب ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ ھُمْ فِیْ صَلٰوتِھِمْ خَاشِعُوْنَ تحقیق خلاصی پائی اُن لوگوں نے جو اپنی نمازیں عاجزی کرنے والے ہیں ❖

بہادری وہی ہے جو خطرہ کے وقت کی جاوے۔ سپاہی دشمن کے غلبہ کے وقت اگر تھوڑا بھی تردد کرتے ہیں تو بڑا اعتبار پیدا کرتا ہے۔ جوانوں کی نیکی بھی اسی واسطے زیادہ اعتبار رکھتی ہے کہ باوجود غلبۂ شہوت نفسانی کے اپنے آپ کو نیک کام میں لگایا ہے۔ اصحاب کہف نے اس قدر بزرگی صرف ایک ہی عمل یعنی دین کے مخالفوں سے ہجرت کرنے کے باعث حاصل کی۔ اور حدیث نبوی علیہ الصلٰوۃ والسلام میں وارد ہے عِبَادَۃٌ فِی الْھَرْجِ کَھِجْرَۃٍ اِلَیَّ ہرج میں عبادت کرنا گویا میری طرف ہجرت کرنا ہے۔ پس منافی حقیقت میں عین باعث ہے۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے ❖

فرزندی شیخ بہاؤالدّین کو فقرا کی صحبت پسند نہیں آتی۔ دولتمندوں اور مالداروں کی طرف مائل ہے اور ان میں ملا جلا رہتا ہے۔ اور نہیں جانتا کہ ان کی صحبت زہر قاتل ہے۔ اور ان کے چرب لقمے سیاہی بڑھانے والے ہیں۔ ان سے بچیو بچیو ❖

حدیث صحیح میں وارد ہے مَنْ تَوَاضَعَ لِغَنِیٍّ لِغِنَائِہٖ ذَھَبَ ثُلُثَا دِیْنِہٖ فَوَیْلٌ لِّمَنْ تَوَاضَعَھُمْ لِغِنَائِھِمْ جس نے کسی دولتمند کی اس کی دولت کے باعث تواضع کی اُس کے دین کے دو حصے چلے گئے پس افسوس ہے اس شخص پر جس نے ان کی دولتمندی کے سبب ان کی تواضع کی۔ اللہ تعالےٰ ان سے بچنے کی توفیق بخشے ❖

مکتوب ۸۶

ماسوائے حق سے دل کو سلامت رکھنے کے بیان میں پرگنہ جرلٹ کے کسی حاکم کی طرف لکھا ہے :-

حق تعالےٰ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل حد اعتدال اور مرکز عدالت پر استقامت عطا فرمائے۔ جو کچھ ہم پر اور آپ پر لازم ہے ماسوائے حق کی گرفتاری سے دل کا سلامت رکھنا ہے۔ اور یہ سلامتی اُس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ خدائے تعالےٰ کے سوا کسی غیر کا دل پر گذر نہ رہے۔ اگر بالفرض ہزار سال تک زندہ رہیں۔ تو بھی اس نسیان کے باعث جو دل کو ماسوائے حق سے حاصل ہوا ہے۔ دل پر غیر کا گذر نہ ہو ع

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ ٭

ترجمہ ع اصل مطلب ہے یہی باقی ہے ہیچ

ملاقات کے وقت از روئے کرم کے آپ نے کہا تھا کہ اگر کوئی مہم یا ضروری کام پیش آجائے تو لکھنا۔ اس لئے تکلیف دیجاتی ہے کہ شیخ عبد اللہ صوفی نیک آدمی ہے۔ بعض ضروریات کے باعث قرضدار ہوگیا ہے۔ اُمید ہے کہ قرض سے چھڑانے میں اس کی مدد فرمائینگے۔ والسّلام ٭

مکتوب ۸۷

اس بیان میں کہ اس سے بڑھ کر کونسی سعادت ہے کہ خدائے تعالےٰ کے دوست کسی کو قبول کریں۔ پہلوان محمود کی طرف لکھا ہے :-

سَلَّمَکُمُ اللہُ تَعَالٰی وَثَبَّتَکُمْ عَلٰی جَادَّۃِ الشَّرِیْعَۃِ عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ حق تعالےٰ آپ کو سلامت رکھے۔ اور شریعت کے رستہ پر ثابت رکھے۔ میاں شیخ مزمل کا آنا آپ کے خاندان کے لئے مبارک ہے ان کی صحبت کی برکتوں کا کیا بیان ہو سکے۔ اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہے کہ خدائے تعالےٰ کے دوست کسی کو قبول کرلیں چہ جائیکہ محبت اور قربت سے ممتاز فرمائیں۔ ھُمْ قَوْمٌ لَا یَشْقٰی جَلِیْسُھُمْ یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہمنشین بدبخت نہیں ہوتا ٭

غرض ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور صحبت کے آداب کو مدنظر رکھیں۔ تاکہ زیادہ

مؤثر ہو۔ زیادہ کیا لکھے۔ اول و آخر سلام ہو۔

مکتوب ۸۸

اس بیان میں کہ اس سے بڑھ کر اور کونسی نعمت ہے کہ کسی شخص نے ایمان و صلاح کے ساتھ اپنے سیاہ بالوں کو سفید کیا ہو۔ اور جوانی میں اس پر خوف غالب ہو۔ پہلوان محمود کی طرف لکھا ہے:۔

یہ کس قدر اعلیٰ نعمت ہے کہ کوئی شخص ایمان اور نیکی کے ساتھ اپنے سیاہ بالوں کو سفید کرے۔ حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے مَنْ شَابَ شَيْبَةً فِي الْاِسْلَامِ غُفِرَ لَهٗ جو اسلام میں بوڑھا ہوا وہ بخشا جاویگا۔ امید کی جانب کو ترجیح دیویں اور مغفرت کا ظن غالب رکھیں کہ جوانی میں خوف زیادہ درکار ہے۔ اور پیری میں رجا زیادہ غالب چاہئے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۸۹

ماتم پرسی کے بارہ میں میرزا علی خاں کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالیٰ شریعت کے راستہ پر استقامت بخشے۔ آدمی کو کُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (ہر نفس موت کا مزا چکھنے والا ہے) کے موافق موت سے چارہ نہیں ہے۔ پس وہ شخص کیا ہی مبارک ہے جس کی عمر لمبی ہوئی اور اس کے نیک عمل بہت ہوئے۔ یہی موت ہے جس سے مشتاقوں کو تسلی دیتے ہیں۔ اور اس کو ایک دوست کا دوسرے دوست کے پاس پہنچنے کا وسیلہ بناتے ہیں۔ مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَاءَ اللّٰهِ فَاِنَّ اَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ جو شخص اللہ تعالیٰ کے دیدار کو چاہتا ہے تو اللہ کا وعدہ آنیوالا ہے۔ ہاں پیچھے رہنے والوں اور گرفتاروں کا حال مطلب یافتہ اور آزادوں کی حضور کی دولت کے بغیر خراب و ابتر ہے۔ آپ کے ولی نعمت مرحوم کا وجود اس وقت بہت غنیمت تھا۔ اب آپ پر لازم ہے کہ احسان کے بدلے احسان کریں۔ اور دعا و صدقہ سے ہر گھڑی ان کی مدد کریں۔ فَاِنَّ الْمَيِّتَ كَالْغَرِيْقِ يَنْتَظِرُ دَعْوَةً تَلْحَقُهٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ صَدِيْقٍ۔ کیونکہ میت غریق کی طرح ہوتی ہے اور دعا کی منتظر رہتی ہے جو اسے باپ یا ماں یا دوست کی طرف سے آئے۔ اور نیز چاہئے کہ

ان کے مرنے سے اپنی موت کی عبرت پکڑیں۔ اور ہمہ تن اپنے آپ کو خدا کی مرضیات میں سپرد کردیں۔ اور دنیا کی زندگانی کو دھوکے اور فریب کا اسباب سمجھیں۔ اگر دنیاوی عیش و آرام کا کچھ بھی اعتبار ہوتا۔ تو کفار بدکار کو بال بھر بھی نہ دیتے۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمُ الْاَعْرَاضَ عَمَّا سِوَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَالْاِقْبَالَ اِلٰی جَنَابِ قُدْسِہٖ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَعَلَیْہِمْ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُہَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُہَا۔ حق تعالےٰ حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اپنے ماسوٰے سے ہٹالے اور اپنی طرف متوجہ کرلے

وَالسَّلَامُ اَوَّلًا وَّآخِرًا۔

مکتوب ۹۰

اس بات پر ترغیب دینے میں کہ ہمہ تن حق تعالےٰ کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اور آج اس دولت کا حاصل ہونا اس طریقہ علیہ نقشبندیہ کے ساتھ توجہ اور اخلاص پر وابستہ ہوا ہے۔ خواجہ قاسم کی طرف لکھا ہے :۔

حق تعالےٰ حضرت سید البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل جو میلان چشم سے پاک ہیں۔ دنیا کمینی کو نظر بلند ہمت میں خوار و بے اعتبار کر کے آخرت کے حسن و جمال کو باطن کے آئینہ میں جلوہ گر اور آراستہ فرمائے۔

آپ کا بزرگ محبت نامہ مع نفیس تحفوں کے وصول ہوا۔ آپ نے بڑا اکرم کیا۔ اللہ تعالےٰ آپ کو جزائے خیر دے۔ وہ نصیحت جو محبّوں اور دوستوں کو کی جاتی ہے۔ سب یہی ہے کہ پورے طور پر خدائے تعالےٰ کی طرف توجہ میسر ہو جائے اور ماسوائے حق سے روگردانی حاصل ہو جائے۔

کار این است غیر ازیں ہمہ ہیچ

آج اس دولت کا حاصل ہونا اس طریقہ علیہ نقشبندیہ کے ساتھ توجہ اور اخلاص پر وابستہ ہو رہا ہے بڑی بڑی سخت ریاضتوں اور مجاہدوں سے اس قدر حاصل نہیں ہوتا۔ جو ان بزرگواروں کی ایک ہی صحبت سے حاصل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں کے طریق میں نہایت ابتدا میں درج ہے۔ پہلی صحبت میں وہ کچھ بخشتے ہیں جو دوسرے طریقوں کے منتہیوں کو نہایت میں جا کر حاصل ہوتا ہے۔ اور ان بزرگواروں کا طریق اصحاب کرام کا طریق ہے۔ ان کو خیر البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی ہی

صحبت میں وہ کمالات حاصل ہو جاتے تھے جو اولیاء امت کو نہایت میں شاید ہی میسر ہوں۔ اور یہی ابتدا میں انتہا کے درج ہونے کا طریق ہے۔ پس آپ پر ان بزرگواروں کی محبت واجب ہے۔ کیونکہ اصل مقصود یہی ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اور سلام ہو آپ پر اور اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا ۔

مکتوب ۹۱

اس بیان میں کہ عقاید کی درستی اور نیک عملوں کا بجا لانا دونوں عالم قدس کی طرف اڑنے کے لئے پر ہیں۔ اور شریعت کے اعمال اور حقیقت کے احوال سے مقصود نفس کا پاک اور دل کا صاف کرنا ہے۔ شیخ کبیر کی طرف لکھا ہے :۔

رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمُ الْاِسْتِقَامَةَ عَلٰى مُتَابَعَةِ السُّنَّةِ السَّنِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ حق تعالےٰ ہم کو اور آپ کو سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری پر استقامت عطا فرمائے ۔

اصل مطلب یہ ہے کہ اول فرقہ ناجیہ اہلسنت وجماعت کے علما کی رائے کے موافق عقاید کو درست کرنا چاہئے۔ پھر احکام فقہیہ کے موافق علم وعمل حاصل کرنا چاہئے۔ ان دو اعتقادی وعملی پروں کے حاصل کرنے کے بعد عالم قدس کی طرف پرواز کرنا چاہئے۔ ؎

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

شریعت کے اعمال اور طریقت وحقیقت کے احوال سے مقصود نفس کا پاک کرنا اور دل کا صاف کرنا ہے۔ جب تک نفس پاک اور دل تندرست نہ ہو جائے ایمان حقیقی جس پر نجات کا مدار ہے حاصل نہیں ہوتا۔ اور دل کی سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے۔ جب کہ حق تعالےٰ کا غیر ہرگز دل پر نہ گذرے۔ اگر ہزار سال گذر جائیں تو بھی دل میں غیر کا گذر نہ ہو۔ کیونکہ اس وقت دل کو نسیان ماسوے پورے طور پر حاصل ہوا ہے۔ اور اگر تکلیف سے بھی اس کو یاد دلائیں تو یاد نہ کرے۔ یہ حالت فنا سے تعبیر کی گئی ہے اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے وَبِدُوْنِهٖ خَرْطُ الْقَتَادِ۔ اور اس کے سوا بیفائدہ تکلیف ہے۔ والسلام والاکرام اولاً وآخراً ۔

مکتوب ۹۲

اس بیان میں کہ دل اطمینان ذکر پر منحصر ہے۔ نہ نظر اور استدلال پر شیخ کبیر کی طرف لکھا ہے:۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَلَی الشَّرِیْعَۃِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ ۔حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو شریعت مصطفویہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ثابت قدم رکھے۔

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ خبردار اللہ کے ذکر ہی سے دل اطمینان حاصل کرتا ہے۔ دل کے اطمینان کا طریق اللہ کا ذکر ہے نہ نظر و استدلال سے

پائے استدلالیاں چوبیں بود پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

ترجمہ چوب کے پاؤں ہیں استدلال کے ایسے پاؤں کب ہیں استقلال کے

کیونکہ ذکر میں کسب کی مناسبت ہے اگرچہ اس پاک جناب کے ساتھ کچھ نسبت نہیں رکھتا۔

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

لیکن ذاکر و مذکور کے درمیان ایک قسم کا علاقہ پیدا ہو جاتا ہے جو محبت کا سبب ہو جاتا ہے اور جب محبت ہو گئی۔ تو پھر اطمینان کے سوا کچھ نہیں۔ جب کام دل کے اطمینان تک پہنچ گیا تو ہمیشہ کی دولت حاصل ہو گئی ہے

ذکر گو ذکر تا ترا جان است پاکئے دل ز ذکر رحمان است

ترجمہ ذکر کر ذکر جب تک جاں ہے دل کی پاکی یہ ذکر رحماں ہے

والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۳

اس بیان میں کہ تمام اوقات ذکر الٰہی میں مشغول رہنا چاہئے۔ سکندر خاں لودی کی طرف لکھا ہے:۔

پنج وقتی نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنے اور سنت مؤکدہ کو بجا لانے کے بعد اپنے اوقات کو ذکر الٰہی میں صرف کرنا چاہئے۔ اور اس کے سوا کسی چیز میں مشغول نہ ہونا چاہئے۔ یعنی

کھانے سونے اور آنے جانے میں غافل نہ ہونا چاہئے۔ ذکر کا طریق آپ کو سکھلایا ہوا ہے۔ اسی طریق پر استعمال کریں۔ اور اگر جمعیت میں فتور معلوم کریں تو پہلے فتور کا باعث دریافت کرنا چاہئے۔ اور پھر اس کوتاہی کا تدارک کرنا چاہئے۔ اور بڑی عاجزی اور زاری سے حق تعالےٰ کی جناب کی طرف متوجہ ہو کر اس ظلمت کے دور ہونے کی دعا مانگنی چاہئے۔ اور جس شیخ سے ذکر سیکھا ہے اسی کو وسیلہ بنانا چاہئے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُيَسِّرُ كُلَّ عَسِيْرٍ حق تعالےٰ ہر مشکل کو آسان کرنے والا ہے۔ والسلام۔

مکتوب ۹۴

اس بیان میں کہ آدمی کو عقاید کی درستی اور اعمال صالحہ کے بجالانے سے چارہ نہیں ہے تاکہ ان دو پروں کے ساتھ عالم حقیقت کی طرف اڑ سکے۔ خضر خان لودی کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالےٰ شریعت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رستہ پر استقامت عطا فرمائے جو کچھ ضروری ہے اول یہ ہے کہ فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کے عقاید کے موافق اپنے عقاید کو درست کریں۔ اور پھر احکام فقہی از قسم فرض وسنت وواجب ومستحب وحلال وحرام ومکروہ ومشتبہ جاننے کے بعد ان کے موافق عمل بجالائیں۔ جب یہ اعتقادی اور عملی دو پر حاصل ہو گئے۔ اور خداوند تعالےٰ کی توفیق نے مدد کی تو عالم حقیقت کی طرف پرواز کر سکتے ہیں۔ ورنہ ان دو بازوؤں کے حاصل ہونے کے بغیر عالم حقیقت تک پہنچنا محال ہے ؎

محال است سعدی کہ راہ صفا توان رفت جز در پئے مصطفےٰ

ترجمہ؎ اطاعت ہو جب تک مصطفےٰ کی کبھی حاصل نہ ہو دولت صفا کی

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهُ وَاِيَّاكُمْ عَلٰى مُتَابَعَتِهٖ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اللہ تعالےٰ ہم کو اور آپ کو حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب ۹۵

اس بیان میں کہ آدمی نسخہ جامع ہے۔ اور اس کا دل بھی جامعیت کی صفت پر پیدا کیا گیا ہے۔ اور بعض مشائخ کے اقوال جو مرتبہ سکر میں دل کی وسعت وغیرہ میں ظاہر ہوئے ہیں

وہ مختلف توجیہوں پر محمول ہیں۔ اور اس بیان میں کہ صحو افضل ہے سکر سے۔ اور اس کے مناسب بیان میں سیّد احمد بجواڑی کی طرف لکھا ہے:۔

انسان نسخہ جامع ہے۔ جو کچھ تمام موجودات میں ہے انسان میں تنہا ثابت ہے لیکن عالم امکان سے بطریق حقیقت کے اور مرتبۂ وجوب سے بطور صورت کے إِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ آدَمَ عَلٰى صُوْرَتِهٖ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اسی جامعیت کے بارہ میں ہے۔ اور قلب انسان کو بھی اسی سبب سے کہ جو کچھ پورے انسان میں ہے وہ سب کچھ اکیلے دل میں ہے حقیقت جامع کہتے ہیں۔ اور اسی جامعیت کے باعث بعض مشائخ نے قلب کی وسعت سے ایسی خبر دی ہے کہ اگر عرش اور ما فیہا عارف کے دل کے گوشہ میں ڈال دیں تو کچھ محسوس نہ ہو۔ کیونکہ قلب عناصر اور افلاک کا جامع ہے۔ اور عرش و کرسی و عقل و نفس اور مکانی اور لامکانی کو شامل ہے۔ پس اس لحاظ سے عرش اور ما فیہا کا لامکانیت سے شامل ہونے کے باعث قلب میں کچھ مقدار نہ ہوگا۔ کیونکہ عرش اور ما فیہا باوجود وسعت کے دائرہ مکان میں داخل ہے۔ اور مکانی اگرچہ وسیع ہے لیکن لامکانی کے مقابلہ میں بہت تنگ ہے اور کچھ مقدار نہیں رکھتا۔ لیکن مشائخ میں سے اصحاب صحو قدس سرہم جانتے ہیں کہ یہ حکم سکر پر مبنی ہے۔ اور شئے کی حقیقت اور اس کے نمونہ کے درمیان تمیز نہ کرنے پر محمول ہے۔ عرش مجید جو ظہور تام کا محل ہے۔ اس سے بہت بلند ہے کہ تنگ قلب میں سما سکے۔ جو کچھ دل میں عرش کی نسبت ظاہر ہوتا ہے وہ عرش کا نمونہ ہے، نہ کہ عرش کی حقیقت۔ اور کچھ شک نہیں کہ وہ نمونہ دل کے مقابلہ میں جو بیشمار نمونوں کا جامع ہے، کچھ مقدار نہیں رکھتا۔ وہ آئینہ کہ جس میں اس قدر بڑا آسمان مع دوسری اشیاء کے دکھائی دیتا ہے نہیں کہہ سکتے کہ آسمان سے وسیع ہے۔ ہاں آسمان کا نمونہ جو آئینہ میں ہے آسمان کے مقابلہ میں چھوٹا آسمان ہے۔ نہ کہ آسمان کی حقیقت یہ بحث اس مثال سے روشن ہو جاتی ہے۔ مثلاً انسان میں کرۂ خاک کا نمونہ پوشیدہ ہے۔ تو انسان کی جامعیت پر نظر کر کے یہ نہیں کہہ سکتے کہ انسان کا وجود کرۂ خاک سے زیادہ وسیع ہے۔ بلکہ انسان کا وجود کرۂ خاک کے مقابلہ میں ایک حقیر شئے کے سوا کچھ مقدار نہیں رکھتا۔ بلکہ حقیر شئے کے نمونہ کو شئے جان کر یہ حکم وقوع میں آتا ہے۔ اور اسی قسم سے ہے بعض مشائخ کا کلام جو انہوں نے غلبہ سکر میں کہا ہے کہ جامعیت محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جامعیت الٰہی سے زیادہ جامع ہے جب حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو امکان و وجوب کی حقیقت کا جامع جانتے ہیں تو اس نے حکم کرتے

ہیں کہ محمد کی جامعیت اللہ جلشانہ کی جامعیت سے زیادہ ہے۔ یہاں بھی صورت کو حقیقت تصوّر کر کے حکم کیا ہے۔ حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام مرتبۂ وجوب کی صورت کے جامع ہیں نہ کہ حقیقت وجوب کے۔ اور اللہ تعالیٰ الحقیقی واجب الوجود ہے۔ اگر وجوب کی حقیقت اور اس کی صورت کے درمیان تمیز کرتے تو ایسا حکم نہ کرتے۔ اس قسم کے سکریہ احکام سے اللہ کی پناہ۔ محمد ایک بندہ محدود اور متناہی ہے۔ اور حق تعالیٰ غیر محدود اور نامتناہی ہے ❖

جاننا چاہئے کہ جو کچھ احکام سکریہ سے ہے مقام ولایت سے ہے۔ اور جو کچھ صحو سے ہے وہ مقام نبوت سے تعلق رکھتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو بھی تابعداری کے طور پر صحو کے باعث اس مقام سے حصہ حاصل ہے ❖

بسطامیہ سکر کو صحو پر فضیلت دیتے ہیں۔ اسی واسطے شیخ بایزید بسطامی قدس سرہٗ کہتے ہیں کہ لِوَائِیْ اَرْفَعُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ میرا جھنڈا حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے زیادہ بلند ہے۔ اپنے جھنڈے کو ولایت کا جھنڈا جانتے ہیں۔ اور حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جھنڈے کو نبوت کا جھنڈا۔ اور ولایت کے جھنڈے کو جو سکر کی طرف توجہ رکھتا ہے نبوت کے جھنڈے پر جو صحو سے تعلق ہے ترجیح دیتے ہیں ❖

اور اسی قسم سے ہے بعض کا کلام جو انہوں نے کہا ہے کہ اَلْوِلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ جانتے ہیں کہ ولایت میں حق کی طرف توجہ رکھتے ہیں اور نبوت میں خلق کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ خلق کی طرف مُنہ کرنے سے حق کی طرف مُنہ کرنا افضل ہے ❖

بعضوں نے اس بات کی توجیہ میں کہا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے لیکن فقیر کے نزدیک اس قسم کی باتیں بیہودہ معلوم ہوتی ہیں۔ کیونکہ نبوت میں صرف خلق کی طرف ہی توجہ نہیں ہوتی۔ بلکہ اس توجہ کے ساتھ خالق کی طرف بھی توجہ رکھتا ہے۔ یعنی اس کا باطن حق کے ساتھ اور ظاہر خلق کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور جس کی سب توجہ خلق ہی کی طرف ہے۔ وہ بدبخت ہے ❖

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام موجودات میں سے بہتر ہیں۔ اور سب سے بہتر دولت انہی کے نصیب ہوئی ہے۔ اور ولایت نبوت کا جزو ہے اور نبوت کل ہے پس نبوت ولایت سے افضل ہے خواہ ولایت نبی کی ہو یا ولی کی ❖

پس صحو افضل ہے سکر سے۔ کیونکہ صحو میں سکر مندرج ہے جیسے نبوت میں ولایت درج ہے۔ صحو تنہا جو عوام الناس کو حاصل ہے وہ بحث سے خارج ہے۔ اس صحو پر ترجیح دینا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ اور وہ صحو جس میں سکر شامل ہے بیشک سکر سے افضل ہے۔

علوم شرعیہ جن کا مصدر مرتبہ نبوت ہے سراسر صحو ہے۔ اور ان علوم کے مخالف جو کچھ ہو وہ سکر ہے۔ اور سکر والا شخص معذور ہے۔ تقلید کے لائق صحو کے علوم ہیں نہ سکر کے۔ ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی تَقْلِیْدِ الْعُلُوْمِ الشَّرْعِیَّۃِ عَلٰی مَصْدَرِھَا الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ یَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا۔ حق تعالیٰ ہم کو علوم شرعیہ کی تقلید پر ثابت قدم رکھے۔ اور ان علوم کے مصدر یعنی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود اور سلام ہو۔ اور خدائے تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

اور یہ جو حدیث قدسی میں وارد ہے لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِ مُّؤْمِنٍ زمین و آسمان میں میں نہیں سما سکتا۔ لیکن مومن آدمی کے دل میں سما سکتا ہوں۔

مراد اس گنجائش سے مرتبہ وجوب کی صورت ہے نہ حقیقت۔ کیونکہ حلول وہاں محال ہے۔ جیسے کہ اوپر ذکر ہو چکا۔

پس ظاہر ہوا کہ لامکانیت کو شامل ہونا لامکانیت کی صورت کے اعتبار سے ہے نہ اس کی حقیقت کے اعتبار سے تاکہ عرش وما فیہا کا کچھ مقدار نہ ہو۔ یہ حکم لامکانیت کی حقیقت سے مخصوص ہے۔

مکتوب ۹۶

تسویف اور تاخیر سے منع کرنے اور جھڑکنے اور شریعت کی متابعت پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب بیان میں محمد شریف کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اے فرزند! آج فرصت کا وقت ہے۔ اور جمعیت کے اسباب سب مہیا ہیں توقف اور تاخیر کی گنجائش نہیں ہے۔ بہتر وقت کو جو جوانی کا وقت ہے بہتر عملوں میں جو مولیٰ کی اطاعت وعبادت ہے صرف کرنا چاہیئے۔ اور محرمات ومشتبہات سے بچکر پنجوقتی نماز کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا چاہیئے۔ نصاب کے ہونے پر زکوٰۃ کا ادا کرنا ضروریات اسلام سے ہے

اس کو رغبت اور منت سے ادا کرنا چاہئے۔ حق تعالے نے اپنے کمال کرم سے تمام دن رات میں پانچ وقت عبادت کے لئے مقرر کئے ہیں۔ اور بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چارپاؤں سے چالیسواں حصہ تحقیقاً اور تقریباً فقرا کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اور مباحات خرچوں کا میدان فراخ کر دیا ہے۔ تو پھر کس قدر نا انصافی ہے کہ دن رات کی ساٹھ گھڑیوں میں سے دو گھڑی بھی حق تعالے کی بندگی میں صرف نہ ہوں۔ اور چالیس حصوں میں سے ایک حصہ بھی فقرا کو ادا نہ کیا جاوے۔ اور مباحات کے وسیع دائرہ سے نکلکر محرمات اور مشتبہات میں جا پڑیں۔ جوانی کے وقت جب کہ نفس امارہ اور شیطان لعین کا غلبہ ہے۔ تھوڑے عمل کو بہت سے اجر کے عوض قبول کرتے ہیں۔ اور کل جب کہ بڑھاپے کی عمر تک پہنچ جاوینگے اور حواس اور قوتیں سست ہو جائینگی۔ اور جمعیت کے اسباب پراگندہ ہو جاوینگے تو سوائے ندامت و پشیمانی کے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور ممکن ہے کہ کل تک مہلت نہ دیں۔ اور ندامت و پشیمانی کا موقع بھی جو ایک قسم کی توبہ ہے ہاتھ نہ آئے۔ اور ہمیشہ کا عذاب جس کی نسبت پیغمبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خبر دی ہے۔ اور گنہگاروں کو اس سے ڈرایا ہے در پیش ہے۔ اس میں کچھ خلاف نہیں ہے۔ آج شیطان خدا کے کرم پر مغرور کر کے سستی میں ڈالتا ہے۔ اور اس کی عفو کا بہانہ بنا کر گناہ کرنے پر آمادہ کرتا ہے ❊

جاننا چاہئے کہ دنیا آزمائش اور ابتلا کا مقام ہے۔ اس میں دشمن و دوست دونوں کو ملایا ہوا ہے۔ اور دونوں کو رحمت میں شامل کیا ہے۔ وَسِعَتۡ رَحۡمَتِیۡ کُلَّ شَیۡءٍ (میری رحمت نے سب چیزوں کو گھیر لیا ہے) اسی بات پر شامل ہے۔ لیکن قیامت کے دن دشمن کو دوست سے جدا کر دینگے۔ وَامۡتَازُوا الۡیَوۡمَ اَیُّهَا الۡمُجۡرِمُوۡنَ (اے مجرمو آج الگ ہو جاؤ) اسی مضمون کی خبر دیتی ہے۔ اس وقت رحمت کا ترعہ دوستوں کے نام ڈالینگے اور دشمنوں کو محروم مطلق اور لعنت کا مستحق فرما دینگے۔ فَسَاَکۡتُبُهَا لِلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ وَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ بِاٰیٰتِنَا یُؤۡمِنُوۡنَ (میں اس کو ان لوگوں کے لئے لکھونگا جو مجھ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور میری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں) اسی مطلب کا گواہ ہے۔ یعنی میں رحمت کو ان لوگوں کے لئے ثابت کرونگا جو کفر و معاصی سے بچتے ہیں۔ اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں پس کرم و رحمت آخرت میں نیکوکار اور پرہیزگار مسلمانوں کے لئے ہے۔ ہاں مطلق اہل اسلام کے لئے بھی خاتمہ بالخیر ہونے پر رحمت کا کچھ حصہ ہے۔ اگرچہ ہزار زمانوں

کے بعد دوزخ کے عذاب سے نجات پائینگے۔ لیکن گناہوں کی سیاہی اور آسمانی نازل ہوئے ہوئے احکام کی پروانہ کرنا نورِ ایمان کو کب سلامت لیجانے دیتا ہے ۔

علماء نے فرمایا ہے کہ صغیرہ پر اصرار کرنا کبیرہ تک پہنچا دیتا ہے۔ اور کبیرہ پر اصرار کرنا کفر تک لیجاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ بچائے ؎

اندکے پیش تو گفتم غمِ دل ترسیدم　　کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ ؎　غمِ دل اس لئے تھوڑا کہا ہے تجھ سے اے مشفق
　　　کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سُن سُن کے دل تیرا

حق تعالےٰ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اپنی مرضیات پسندیدہ کاموں کی توفیق دیوے ۔

بقیہ مقصود یہ ہے کہ حامل رقیمہ ہذا مولانا اسحاق فقیر کا مخلص اور آشنا ہے۔ اور قدیم سے ہمسائیگی کا حق بھی رکھتا ہے۔ اگر مدد و اعانت طلب کرے تو اس کے حال پر توجہ فرمائیں۔ مشارالیہ فن کتابت اور انشا میں اچھی مہارت رکھتا ہے۔ والسلام ۔

مکتوب ۹۷

اس بیان میں کہ عبادات مامورہ سے مقصود یقین کا حاصل کرنا ہے۔ شیخ درویش کی طرف لکھا ہے ۔

حق سبحانہٗ و تعالےٰ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہم مفلسوں کو حقیقت ایمان سے مشرف فرمادے جس طرح انسانی پیدائش سے عبادت مامورہ کا ادا کرنا مقصود ہے ویسے ہی عبادت مامورہ کے ادا کرنے سے مقصود یقین حاصل کرنا ہے جو ایمان کی حقیقت ہے۔ ممکن ہے کہ آیت کریمہ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (اور اپنے پروردگار کی عبادت کر یہاں تک کہ تجھ کو موت آئے) میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے۔ کیونکہ کلمہ حتّٰی جس طرح نہایت وغایت کے لئے آتا ہے سببیت اور علیت کے لئے بھی آتا ہے۔ یعنی لِاَجْلِ اَنْ يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ۔ گویا وہ ایمان جو عبادت کے ادا کرنے سے پہلے ہے وہ صرف ایمان کی صورت ہی صورت ہے نہ کہ ایمان کی حقیقت۔ جس کی تعبیر یقین سے کی گئی ہے ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا آمِنُوْا اے الَّذِيْنَ آمَنُوْا صورۃً

اٰمِنُوْا بِاَدَاءِ الْوَظَائِفِ الْمَامُوْرَةِ اے ایمان والو پھر ایمان لاؤ یعنی اے لوگو جو ظاہر ایمان لائے ہو۔ وظائف ماموره کے ادا کرنے پر ایمان لاؤ۔ اور فنا و بقا سے کہ جس کے حاصل ہونے سے مراد ولایت ہے۔ صرف یہی یقین مقصود ہے۔ اور اگر فنا فی اللہ اور بقا باللہ سے کچھ اور معنی مراد لیں جن سے حالیت اور محلیت یعنی حلول کا وہم پڑتا ہو۔ تو عین الحاد اور زندقہ ہے غلبہ حال اور سکر میں ایسی ایسی چیزیں ظاہر ہوتی ہیں، جن سے آخر گذرنا پڑتا ہے اور توبہ کرنی پڑتی ہے۔

ابراھیم بن شیبان جو مشائخ طبقات قدس سرہم میں سے ہیں فرماتے ہیں کہ فناء و بقا کا علم وحدانیت کے اخلاص اور عبودیت کی صحت کے گرد پھرتا ہے۔ اور اس کے سوا مغالطہ اور زندقہ ہے۔ اور بیشک سچ فرماتے ہیں اور یہ کلام اُن کی استقامت کی خبر دیتا ہے۔ فنا فی اللہ خدائے تعالیٰ کی مرضیات میں فانی ہونے سے مراد ہے۔ اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ وغیرہ اسی قیاس پر ہیں۔

اور دوسری یہ تکلیف دیتا ہے کہ نیک کردار میاں الہ بخش صلاح و تقوے و فضیلت سے آراستہ ہیں اور بہت سے لوگ ان کے متعلق ہیں اگر کسی امر میں مدد طلب کریں۔ تو امید ہے کہ ان کے حال پر توجہ فرمائینگے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی آپ پر اور ہدایت یافتہ لوگوں پر سلام ہو۔

مکتوب ۹۸

نرمی کرنے کی ترغیب دینے اور سختی کو ترک کرنے کے بیان میں اور اس کے مناسب احادیث نبوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام کے لکھنے میں شیخ ذکریا کے بیٹے عبدالقادر کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالیٰ مرکز عدالت پر استقامت بخشے۔ نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی چند حدیثیں جو وعظ و نصیحت کے بارہ میں وارد ہوئی ہیں لکھی جاتی ہیں حق تعالیٰ ان کے موافق عمل نصیب کرے:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ رَفِیْقٌ یُّحِبُّ الرِّفْقَ وَیُعْطِیْ عَلَی الرِّفْقِ مَا لَا یُعْطِیْ عَلَی الْعُنْفِ وَمَا لَا یُعْطِیْ عَلٰی مَا سِوَاہُ رَوَاہُ مُسْلِمٌ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ رفیق ہے نرمی کو دوست رکھتا ہے۔

اور نرمی پر وہ کچھ دیتا ہے۔ جو سختی پر اور اس کے سوا اور چیز پر نہیں دیتا +

اور مسلم کی دوسری روایت میں ہے قَالَ لِعَائِشَةَ عَلَيْكِ بِالرِّفْقِ وَاِيَّاكِ وَالْعُنْفَ وَالْفُحْشَ اِنَّ الرِّفْقَ لَا يَكُوْنُ فِيْ شَيْءٍ اِلَّا زَانَهُ وَلَا يُنْزَعُ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا شَانَهُ۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عائشہ صدیقہ رضہ کو فرمایا نرمی کو لازم پکڑ اور درشت خوئی اور بدگوئی سے بچ کیونکہ نرمی جس چیز میں ہو۔ اُس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے نکلجائے اُس کو عیبناک کر دیتی ہے +

وَقَالَ اَيْضًا عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ يُحْرَمِ الرِّفْقَ يُحْرَمِ الْخَيْرَ جو نرمی سے محروم رہا وہ سب نیکی سے محروم رہا +

وَقَالَ اَيْضًا عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِنَّ مِنْ اَحَبِّكُمْ اِلَيَّ اَحْسَنَكُمْ اَخْلَاقًا تم میں سے زیادہ اچھا میرے نزدیک وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہیں +

اور نیز علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے مَنْ اُعْطِيَ حَظَّهٗ مِنَ الرِّفْقِ اُعْطِيَ حَظَّهٗ مِنَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ جس کو نرمی کا کچھ حصہ دیا گیا اس کو دنیا و آخرت کی بھلائی کا حصہ مل گیا +

اور نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اَلْحَيَاءُ مِنَ الْاِيْمَانِ وَالْاِيْمَانُ فِي الْجَنَّةِ وَالْبَذَاءُ مِنَ الْجَفَاءِ وَالْجَفَاءُ فِي النَّارِ اِنَّ اللّٰهَ يُبْغِضُ الْفَاحِشَ الْبَذِيَّ اَلَا اُنَبِّئُكُمْ بِمَنْ يَحْرُمُ عَلَى النَّارِ وَيَحْرُمُ النَّارُ عَلَيْهِ عَلٰى كُلِّ هَيِّنٍ لَيِّنٍ قَرِيْبٍ سَهْلٍ اَلْمُؤْمِنُوْنَ هَيِّنُوْنَ لَيِّنُوْنَ كَالْجَمَلِ الْاَنِفِ اِنْ قِيْدَ انْقَادَ وَاِنِ اسْتُنِيْخَ عَلٰى صَخْرَةٍ اِسْتَنَاخَ مَنْ كَظَمَ غَيْظًا وَهُوَ يَقْدِرُ عَلٰى اَنْ يُّنْفِذَهٗ دَعَاهُ اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى رُءُوْسِ الْخَلَائِقِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حَتّٰى يُخَيِّرَهٗ فِيْ اَيِّ الْحُوْرِ شَاءَ +

حیا ایمان سے ہے اور اہل ایمان جنت میں ہے اور بکواس جفا سے ہے اور جفا دوزخ میں ہے اور اللہ تعالٰے بیہودہ بکواسی کو دشمن جانتا ہے۔ کیا میں تمہیں نہ بتاؤں کہ آگ دوزخ کی کس پر حرام ہے۔ ہر ایک نرم اور متواضع قریب سہل پر۔ مومن سب نرم اور متواضع کرنیوالے ہیں۔ ناک میں مہار ڈالے ہوئے اونٹ کی طرح۔ اگر اس کو ہانکا جائے تو چل پڑے اور اگر اُس کو پتھر پر بٹھائیں تو بیٹھ جائے۔ جس نے غصہ کو پی لیا درحالیکہ وہ اس کے جاری کرنے پر

قابو رکھتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کو سب خلقت کے سامنے بلائیگا تاکہ اس کو اختیار دے کہ جس حور کو چاہتا ہے پسند کرے ۔

وَاِنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ اَوْصِنِیْ قَالَ لَا تَغْضَبْ فَرَدَّدَ مِرَارًا قَالَ لَا تَغْضَبْ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَھْلِ الْجَنَّۃِ کُلُّ ضَعِیْفٍ مُّتَضَعِّفٍ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ اَلَا اُخْبِرُکُمْ بِاَھْلِ النَّارِ کُلُّ عُتُلٍّ جَوَّاظٍ مُّسْتَکْبِرٍ اِذَا غَضِبَ اَحَدُکُمْ وَھُوَ قَائِمٌ فَلْیَجْلِسْ فَاِنْ ذَھَبَ عَنْہُ الْغَضَبُ وَاِلَّا فَلْیَضْطَجِعْ اِنَّ الْغَضَبَ لَیُفْسِدُ الْاِیْمَانَ کَمَا یُفْسِدُ الصَّبْرُ الْعَسَلَ مَنْ تَوَاضَعَ لِلّٰہِ رَفَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ نَفْسِہٖ صَغِیْرٌ وَفِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ عَظِیْمٌ وَمَنْ تَکَبَّرَ وَضَعَہُ اللّٰہُ فَھُوَ فِیْ اَعْیُنِ النَّاسِ صَغِیْرٌ وَفِیْ نَفْسِہٖ کَبِیْرٌ حَتّٰی لَھُوَ اَھْوَنُ عَلَیْھِمْ مِنْ کَلْبٍ اَوْ خِنْزِیْرٍ ۔

ایک شخص نے نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ مجھے وصیت کریں ، آپ نے فرمایا غصہ مت کر۔ اُس نے پھر عرض کی۔ پھر بھی آپ نے فرمایا کہ غصہ مت کیا کر۔ کیا میں آپ کو اہل جنت کی نسبت خبر نہ دوں ، وہ ضعیف اور عاجز ہے کہ اگر اللہ پر قسم کھائے تو اللہ اُس کی قسم کو سچا کر دیوے۔ اور میں کیا تم کو اہل دوزخ کی خبر نہ دوں۔ وہ سرکش اکڑنے والا متکبر ہے۔ جب تم میں سے کسی کو غصہ آوے ، اگر وہ کھڑا ہے تو بیٹھ جاوے۔ پس اگر اس کا غصہ دُور ہو گیا تو بہتر ورنہ اُسے چاہئے کہ لیٹ جائے۔ کیونکہ غضب ایمان کو ایسا بگاڑ دیتا ہے جیسے مصبر شہد کو بگاڑ دیتا ہے۔ جس نے اللہ کے لئے تواضع کی ، اس کو اللہ بلند کرتا ہے۔ پس وہ اپنے نفس میں حقیر اور لوگوں کی آنکھوں میں بڑا ہوتا ہے۔ اور جس نے تکبر کیا۔ اللہ اس کو پست کرتا ہے۔ پس وہ لوگوں کی آنکھوں میں حقیر اور اپنے نفس میں بڑا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ لوگوں کے نزدیک کتے اور سور سے بھی زیادہ خفیف ہو جاتا ہے ۔

حضرت موسےٰ بن عمران علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی یا رب تیرے بندوں میں سے تیرے نزدیک زیادہ عزیز کون ہے۔ فرمایا وہ شخص جو باوجود قادر ہونے کے معاف کرے ۔

وَقَالَ اَیْضًا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ مَنْ خَزَنَ لِسَانَہٗ سَتَرَ اللّٰہُ عَوْرَتَہٗ وَمَنْ کَفَّ غَضَبَہٗ کَفَّ اللّٰہُ عَنْہُ عَذَابَہٗ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ وَمَنِ اعْتَذَرَ

قَبِلَ اللّٰهُ تَعَالٰى عُذْرَهٗ ؛

جس نے اپنی زبان کو بند رکھا اللہ تعالےٰ اس کی شرمگاہ کو ڈھانپتا ہے۔ اور جس نے غصہ کو روکا۔ اللہ تعالےٰ قیامت کا عذاب اس سے روک لیگا۔ اور جس نے عذر قبول کیا اللہ تعالےٰ اس کا عذر کو قبول کریگا ؛

وَقَالَ اَيْضًا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ مَنْ كَانَتْ لَهٗ مَظْلَمَةٌ لِاَخِيْهِ مِنْ عِرْضِهٖ اَوْ شَيْءٍ فَلْيَتَحَلَّلْ مِنْهُ الْيَوْمَ قَبْلَ اَنْ لَّا يَكُوْنَ دِيْنَارٌ وَّلَا دِرْهَمٌ اِنْ كَانَ لَهٗ عَمَلٌ صَالِحٌ اُخِذَ بِقَدْرِ مَظْلَمَتِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَهٗ حَسَنَاتٌ اُخِذَ مِنْ سَيِّئَاتِ صَاحِبِهٖ فَحُمِلَ عَلَيْهِ ؛

جس شخص پر کسی اپنے بھائی کا کوئی مال یا اور کوئی حق ہے تو اُسے چاہئے کہ آج ہی اس سے معاف کرالے۔ پیشتر اس سے کہ اُس کے پاس کوئی درہم و دینار نہ ہوگا۔ اگر اس کا کوئی نیک عمل ہوگا۔ تو اُس کے حق کے موافق لیا جاویگا۔ اور کوئی نیکی نہ ہوگی تو صاحب حق کی بُرائیاں لیکر اُس کی بُرائیوں میں اور زیادہ کیجاوینگی ؛

وَقَالَ اَيْضًا عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوا الْمُفْلِسُ فِيْنَا مَنْ لَّا دِرْهَمَ لَهٗ وَمَتَاعَ فَقَالَ الْمُفْلِسُ مِنْ اُمَّتِيْ مَنْ يَّاْتِيْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ بِصَلٰوةٍ وَصِيَامٍ وَزَكٰوةٍ وَيَاْتِيْ قَدْ شَتَمَ هٰذَا وَاَكَلَ مَالَ هٰذَا وَقَذَفَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَيُعْطٰى هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ فَاِنْ فَنِيَتْ حَسَنَاتُهٗ قَبْلَ اَنْ يُّقْضٰى مَا عَلَيْهِ اُخِذَ مِنْ خَطَايَاهُمْ فَطُرِحَتْ عَلَيْهِ ثُمَّ طُرِحَ فِي النَّارِ ؛

نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تم جانتے ہو مفلس کون ہے یاروں نے عرض کی ہم میں مفلس وہ ہے جس کے پاس درہم و اسباب کچھ نہ ہو۔ آپ نے فرمایا میری امت میں سے مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز روزہ زکوٰۃ سب کچھ کرکے آئے۔ اور ساتھ ہی اس کے اُس نے کسی کو گالی دی ہے اور کسی کا مال کھایا ہے۔ اور کسی کو تہمت لگائی ہے۔ اور کسی کا خون گرایا ہے۔ اور کسی کو مارا ہے۔ پس اس کی نیکیوں میں سے ہرایک کو دیجاوینگی۔ پس اگر حق ادا ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں۔ تو حقداروں کے قصور لیکر اُس کے گناہوں میں اور زیادہ کئے جاوینگے۔ اور پھر اُس کو دوزخ میں ڈالدیا جاویگا ؛

اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی طرف لکھا کہ میری طرف کچھ لکھ کہ جس میں تو مجھے وصیت کرے لیکن بہت نہ ہوں مختصر ہو۔ پس انہوں نے یہ لکھا:۔

سَلَامٌ عَلَیْکُمْ اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ مَنِ الْتَمَسَ رِضَی اللّٰہِ بِسَخَطِ النَّاسِ کَفَاہُ اللّٰہُ مُؤْنَۃَ النَّاسِ وَمَنِ الْتَمَسَ رِضَی النَّاسِ بِسَخَطِ اللّٰہِ وَکَلَہُ اللّٰہُ عَلَی النَّاسِ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ صَدَقَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ۔

آپ پر سلام ہو۔ اس کے بعد واضح ہو کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کو یہ کہتے سنا کہ جو شخص لوگوں کے غصہ کے مقابلہ میں اللہ کی رضامندی چاہے۔ اللہ تعالےٰ اس کو لوگوں کی تکلیف سے بچائے رکھتا ہے۔ اور جس شخص نے اللہ کی ناراضگی کے مقابلہ میں لوگوں کی رضامندی چاہی۔ اللہ تعالےٰ اس کو لوگوں کے حوالہ کر دیتا ہے۔ اور تجھ پر سلام ہو۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ۔

حق تعالےٰ ہم کو اور آپ کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ جو مخبر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ والسلام ۔

یہ حدیثیں اگرچہ بغیر ترجمہ کے لکھی گئی ہیں لیکن شیخ جیو کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے معنی سمجھیں اور کوشش کریں کہ ان کے موافق عمل نصیب ہو جائے۔ دنیا کا بقا بہت تھوڑا ہے۔ اور آخرت کا عذاب بہت سخت اور دائمی ہے عقل دور اندیش سے کام لینا چاہیے اور دنیا کی طراوت اور حلاوت پر مغرور نہ ہونا چاہیے۔ اگر دنیا کے باعث کسی کی عزت وآبرو ہوتی۔ تو کفار دنیا دار سب سے زیادہ عزت والے ہوتے۔ اور دنیا کے ظاہر پر فریفتہ ہونا بیوقوفی ہے۔ چند روزہ فرصت کو غنیمت جاننا چاہیے۔ اور خدائے تعالےٰ کے پسندیدہ کاموں میں کوشش کرنی چاہیے۔ اور خلق خدا پر احسان کرنا چاہیے۔ اللہ کے امر کی تعظیم کرنا اور خلق خدا پر شفقت کرنا آخرت کی نجات کے لئے دو بڑے رکن ہیں۔ مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ فرمایا ہے حقیقت حال کے مطابق ہے بیہودہ اور بکواس نہیں ہے۔ یہ خواب خرگوش کب تک۔ آخر رسوائی اور خواری اٹھانی پڑیگی۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ

کیا تم نے خیال کیا ہے کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا ہے۔ اور تم ہماری طرف نہ پھروگے۔ اگرچہ معلوم ہے کہ تمہارا وقت اس قسم کی باتیں سننے کا تقاضا نہیں کرتا۔ کیونکہ جوانی کا آغاز ہے اور دنیوی عیش و آرام سب موجود۔ اور خلقت پر غلبہ اور حکومت حاصل ہے لیکن آپ کے حال پر شفقت اس گفتگو کا باعث ہوئی ہے۔ ابھی کچھ نہیں گیا۔ توبہ و انابت کا وقت ہے اس لئے اطلاع دینا ضروری ہے ع

درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

ترجمہ — سُنے کوئی اگر میری تو ایک ہی حرف کافی ہے

والسلام و اولاً و آخراً۔

مکتوب ۹۹

ایک استفسار کے جواب میں جو دوام آگاہی کی کیفیت اور حالت نوم کے ساتھ اس کے جمع کرنے کے بارے میں جو سراسر غفلت اور بیکاری ہے۔ کیا گیا تھا۔ ملا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔

آپ کا بزرگ محبت نامہ صادر ہوا۔ اور اس استفسار کا حال جو آپ نے دوام آگاہی کی کیفیت اور حالت نوم کے ساتھ اس کے جمع کرنے کے بارہ میں جو سراسر غفلت اور بیکاری ہے۔ اور اس بزرگ خاندان کے بعض بزرگوں نے اس دولت کے حاصل ہونے کی نسبت خبر دی ہے۔ کیا ہوا تھا معلوم ہوا۔

میرے مخدوم! اس اشکال کا حل ایک مقدمہ پر مبنی ہے جس کا بیان کرنا ضروری ہے۔ میں کہتا ہوں کہ انسانی رُوح کے لئے اس جسمانی صورت کے تعلق سے پہلے ترقی و عروج کا رستہ بند تھا۔ اور وَمَا مِنَّآ اِلَّا لَهٗ مَقَامٌ مَّعْلُوْمٌ کے پنجرہ میں قید و محبوس تھا۔ لیکن عروج کی استعداد کا قیمتی جوہر نزول کی شرط پر اس کی طبیعت میں بطور امانت رکھا ہوا تھا۔ اور اسی وجہ سے فرشتہ پر اس کی زیادتی مقرر فرمائی تھی۔ حق تعالٰے نے اپنی کمال بخشش سے اس نورانی جوہر کو اس ظلمانی جسم کے ساتھ جمع کر دیا۔ فَسُبْحَانَ مَنْ جَمَعَ بَيْنَ النُّوْرِ وَالظُّلْمَةِ وَقَرَنَ الْاَمْرَ بِالْخَلْقِ۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے نور اور ظلمت کو جمع کر دیا اور امر کو خلق کے ساتھ ملا دیا۔ اور چونکہ یہ دونوں امر درحقیقت ایک دوسرے کے

ضد و نقیض و رفع ہوئے تھے ؁

حکیم مطلق جل شانہٗ نے اس اجتماع کے ثابت کرنے اور اس انتظام کے مقرر کرنے کے لئے روح اور نفس کے درمیان عشق و گرفتاری کی نسبت پیدا کی۔ اور اس گرفتاری کو ان کے انتظام کا سبب بنایا۔ آیت کریمہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْنَ (البتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے آدمی کو بیچ اچھی تر کیب کے۔ پھر پھیر دیا ہم نے اُس کو سب سے نیچے) میں اسی بیان کی رمز ہے۔ اور یہ روح کا تنزّل اور اُس کی گرفتاری حقیقت میں مدح بما یشبہ الذم کی قسم سے ہے ؁

پس اس محبت کی نسبت کے باعث روح نے ہمہ تن اپنے آپ کو عالم نفس میں ڈالکر اپنے آپ کو اس کے تابع بنا دیا۔ بلکہ اپنے آپ کو بھی بھول گیا۔ اور اپنے آپ کو نفس امّارہ سے تعبیر دیا۔ روح کی اصلیت میں یہ لطافت اور ہے کہ کمال لطافت کے باعث جس طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اسی کا حکم اختیار کر لیتا ہے۔ پس جب اس نے اپنے آپ کو فراموش کیا ہو۔ تو ضرور ہے کہ اپنی پہلی آگاہی کی نسبت کو بھی جو وجوب حق تعالےٰ کے مرتبہ میں رکھتا تھا۔ فراموش کر دیگا اور ہمہ تن اپنے آپ کو غفلت میں ڈالدیگا۔ اور ظلمت کا حکم پکڑیگا ؁

پس اللہ تعالےٰ نے اپنی کمال مہربانی اور بندہ نوازی سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا۔ اور اس کو ان بزرگواروں کے ذریعے اپنی طرف بلایا۔ اور نفس کی مخالفت کیلئے جو روح کا معشوق ہے حکم فرمایا۔ فَمَنْ رَجَعَ الْقَهْقَرٰی فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِیْمًا وَمَنْ لَّمْ یَرْفَعْ رَاْسَهٗ وَاَخْتَارَ الْخُلُوْدَ اِلَی الْاَرْضِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِیْدًا۔ پس جو پاؤں کے بل اُلٹا پھرا وہ بڑا کامیاب ہوا۔ اور جس نے اپنا سر اُٹھایا۔ اور زمین میں ہی ہمیشہ رہنا اختیار کیا وہ سخت گمراہ ہو گیا ؁

اب ہم ان اشکال کا جواب لکھتے ہیں کہ اس مقدمہ سے روح کا نفس کے ساتھ جمع ہونا تو مفہوم ہو گیا۔ بلکہ نفس ہی میں اس کی فنا اور اسی کے ساتھ اس کی بقا معلوم ہو۔ پس ناچار جب تک یہ اجتماع اور انتظام قایم ہے۔ ظاہر کی غفلت بعینہ باطن کی غفلت ہے اور نیز جو ظاہر کی غفلت ہے عین باطن کی غفلت ہے۔ اور جب اس انتظام میں خلل پڑجائے اور باطن ظاہر کی محبت سے مُنہ پھیرے۔ تو باطنوں کے باطن کی محبت اس کو حاصل ہو جاتی ہے۔ اور وہ فنا و بقا جو نفس کے ساتھ پیدا کی تھی زائل ہو جاتی ہے۔ اور باقی حقیقی کے ساتھ

فنا و بقا حاصل کر لیتا ہے اس وقت ظاہر کی غفلت باطن کے حضور میں تاثیر نہیں کرتی - اور کیونکر تاثیر کرے جب کہ باطن نے ظاہر کی طرف پیٹھ کی ہوئی ہے - اور ظاہر کی طرف سے باطن میں کچھ نہیں جاتا - پس جائز ہے کہ ظاہر غافل ہو - اور باطن آگاہ ہو - وَلَامَحْذُوْرَ اس میں کچھ ڈر نہیں ۔

مثلاً روغن بادام جب تک کھلی میں ملا ہوا ہے دونوں کا حکم ایک ہے - اور جب روغن کھلی سے جُدا ہو گیا - تو دونوں کے احکام جُدا جُدا ہونگے - اور ایک کا حکم دوسرے پر جاری نہ ہوگا ۔

اس قسم کے صاحب دولت کو اگر جہان کی طرف واپس لانا چاہیں - اور جہان کو اس کے وجود شریف کی برکت سے نفسانی اندھیروں سے نکالنا چاہیں - تو اس کو سیر عن اللہ باللہ کے طریق پر جہان کی طرف لے آتے ہیں - اور اس کی توجہ ہمہ تن خلق کی طرف ہوتی ہے - بغیر اس بات کے کہ اس کو ان کے ساتھ کسی قسم کی گرفتاری حاصل ہو - کیونکہ وہ اسی اپنی پہلی گرفتاری پر ہے - بے اختیار اس کو اس جہان میں لاتے ہیں - پس یہ منتہی خدا تعالیٰ کی طرف سے منہ پھیرنے اور خلق کی طرف توجہ کرنے میں ظاہر طور پر تمام مبتدیوں کے ساتھ مشترک ہوتا ہے لیکن حقیقت میں ان سے کچھ مناسبت نہیں رکھتا - اور گرفتاری اور عدم گرفتاری میں بڑا فرق ہے - اور نیز خلق کی طرف منہ کرنا اس منتہی کے حق میں بے اختیاری ہے اس میں اپنی کچھ رغبت نہیں رکھتا - بلکہ اس توجہ میں حق تعالیٰ کی رضامندی ہے - اور مبتدی میں اپنی ذاتی رغبت اور حق تعالیٰ کی نارضامندی - ہے اب ایک اور فرق بیان کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ مبتدی کے لئے آسان ہے کہ عالم کی طرف سے منہ پھیر کر حق تعالیٰ کی طرف توجہ کرے - لیکن منتہی کے لئے خلق کی طرف سے منہ پھیرنا محال ہے - خلق کی طرف ہمیشہ کے لئے توجہ کا ہونا اس کے مقام کے لازم ہے - ہاں جب کہ اس کی دعوت کا کام تمام ہو جائے اور اس کو دار فنا سے دار بقا کی طرف لیجانا چاہیں تو اس وقت اَلرَّفِيْقُ الْاَعْلٰى کی ندا اس کو سنائی جاتی ہے ۔

مشائخ طریقت قدس سرہم نے مقام دعوت کے مقرر کرنے میں مختلف باتیں بیان کی ہیں - بعض نے حق اور خلق کے درمیان توجہ کا جامع ہونا بیان کیا ہے - ان کا اختلاف احوال و مقامات کے اختلاف پر مبنی ہے - ہر ایک نے اپنے مقام کی نسبت خبر دی ہے وَالْاَمْرُ عِنْدَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ اور حقیقت حال اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے ۔

اور یہ جو سید الطائفہ جنید رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ نہایت ہی ہدایت کی طرف رجوع کرنا ہے۔ اسی مقام دعوت کے موافق ہے جو اس مسودہ میں لکھا جا چکا ہے کیونکہ ہدایت میں ہمہ تن توجہ خلق کی طرف ہے۔

حدیث تَنَامُ عَیْنَایَ وَلَا یَنَامُ قَلْبِیْ (میری آنکھیں سو جاتی ہیں لیکن میرا دل نہیں سوتا) جو لکھی ہوئی تھی۔ اس میں دوام آگاہی کی طرف اشارہ نہیں ہے بلکہ اپنے اور اپنی اُمت کے احوال سے غافل نہ ہونے کی خبر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نیند آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں وضو کو توڑنے والی نہ ہوئی۔ اور جب کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی اُمت کی محافظت میں گڈریے کی طرح ہیں تو پھر غفلت منصب نبوت کے مناسب نہیں۔ اور حدیث لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِیٌّ مُرْسَلٌ میں بشرط صحت تجلی ذاتی برقی کی طرف اشارہ ہو سکتا ہے۔ اور وہ تجلی بھی حق تعالیٰ کی جناب کی طرف توجہ کی مستلزم نہیں ہے۔ بلکہ یہ تجلی اس طرف سے ہے متجلی لہٗ کا اس میں کچھ دخل نہیں۔ اور عاشق و معشوق کے سیر کرنے کی قسم سے ہے کیونکہ عاشق سیر سے سیر ہو گیا ہوا ہے ؎

آئینہ صورت از سفر دور است کاں پذیرائے صورت از نور است

ترجمہ ؎
سفر سے آئینہ صورت کا ہے بہت اثر پذیر
کہ صورت اس کی ہے سب کی سب پُر نور

جاننا چاہیئے کہ خلق کی طرف رجوع کرنے کی حالت میں دور ہوئے ہوئے پردے پھر عود نہیں کرتے۔ باوجود بے پردگی کے اس کو خلق میں مشغول کیا ہے۔ اور مخلوقات کی بہتری اور خلاصی اس پر منحصر ہے۔

ان بزرگواروں کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو بادشاہ کے ساتھ خاص قرب رکھتا ہے اور اُس کے اور بادشاہ کے درمیان کوئی ظاہر و باطنی مانع نہیں ہے۔ اور باوجود اس کے اس کو حاجتمند لوگوں کی خدمت میں مشغول کیا ہے۔ یہ مبتدی و منتہی مرجوع ہیں اور فرق ہے۔ کیونکہ مبتدی ابھی حجاب میں ہے اور منتہی کے آگے سے حجاب اُٹھائے گئے ہیں۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ اور سلام ہو آپ پر اور اُن لوگوں پر جو ہدایت کے تابع ہوئے۔

مکتوب ۱۰۰

ایک سوال کے جواب میں جو اس بارہ میں کیا گیا تھا کہ شیخ عبد الکبیر یمنی نے کہا ہے کہ حق تعالےٰ غیب کا جاننے والا نہیں ہے۔ مُلا حسن کشمیری کی طرف لکھا ہے :۔

آپ کا بزرگ نوازشنامہ صادر ہوا۔ جو کچھ از روئے کرم کے لکھا تھا واضح ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ شیخ عبد الکبیر یمنی نے کہا ہے کہ حق تعالےٰ عالم الغیب نہیں ہے ؛

میرے مخدوم! فقیر کو اس قسم کی باتیں سننے کی ہرگز تاب نہیں۔ بے اختیار میری فاروقی رگ جوش میں آجاتی ہے۔ اور اس میں توجیہ و تاویل کی فرصت نہیں دیتی ؛

ان باتوں کا قائل شیخ کبیر یمنی ہو یا شیخ اکبر شامی۔ مگر ہم کو تو محمد عربی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کلام درکار ہے۔ نہ کہ محی الدین عربی اور صدر الدین قونوی اور عبد الرزاق کاشی کی کلام۔ ہم کو نص سے کام ہے نہ فص سے۔ فتوحاتِ مدنیہ یعنی احادیث نے ہم کو فتوحاتِ مکیہ سے لاپرواہ کر دیا ہے ؛

حق تعالےٰ قرآن مجید میں اپنی تعریف علم غیب سے کرتا ہے اور اپنے آپ کو عالم غیب فرماتا ہے۔ حق تعالےٰ سے علم غیب کی نفی کرنا بہت ہی بُرا ہے جو حقیقت میں حق تعالےٰ کی تکذیب ہے۔ غیب کے کچھ اور معنی بیان کرنے اس بُرائی کو دُور نہیں کرتے۔ کَبُرَتْ کَلِمَۃً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ چھوٹا منہ بڑی بات ہے۔ کاش ان کو اس قسم کے صریح خلاف شریعت کلمات کے بولنے پر کس چیز نے آمادہ کیا ؛

اگر منصور، اناالحق اور بسطامی، سبحانی کہتے ہیں تو وہ معذور ہیں اور غلبۂ احوال میں مغلوب ہیں لیکن اس قسم کی کلام احوال پر مبنی نہیں۔ بلکہ علم سے تعلق رکھتی ہے۔ اور تاویل کی محتاج ہے۔ اور کسی عذر کے لائق نہیں۔ اور کوئی تاویل اس مقام میں مقبول نہیں۔ کیونکہ مستوں کے کلام کی تاویل کی جاتی ہے۔ اور ظاہر کی طرف پھیری جاتی ہے نہ کسی اور کلام کی۔ اور اگر متکلم کا مقصود اس قسم کی کلام کے اظہار سے خلق کی ملامت اور نفرت ہو۔ تو یہ بھی بہت بُری اور مکروہ بات ہے۔ کیونکہ خلق کی ملامت حاصل کرنے کے لئے اور بہت سے طریقے ہیں۔ ایسی باتوں کی کیا ضرورت ہے جو کفر تک

پہنچادیں۔ اور چونکہ آپ نے اس کلام کی تاویل میں گفتگو کی ہے۔ اور دریافت کیا ہے۔ اس سوال کا جواب دینا ضروری ہے۔ ناچار اس بارہ میں کچھ بیان کیا جاتا ہے۔ وَعِلْمُ الْغَیْبِ عِنْدَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ اور غیب کا علم اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

یہ جو بعض نے کہا ہے کہ غیب معدوم ہے اور معدوم کا علم نہیں ہوتا یعنی جب غیب حق تعالیٰ کی نسبت معدوم مطلق اور لاشے محض ہے۔ تو علم کا اس سے تعلق رکھنا کچھ معنے نہیں رکھتا۔ کیونکہ معاومیت اس کو معدوم مطلق اور لاشے محض ہونے سے خارج کردیتی ہے نہیں کہہ سکتے کہ حق تعالیٰ کو اپنے شریک کا علم ہے حالانکہ حق تعالیٰ کا شریک ہرگز موجود نہیں اور لاشے محض ہے۔ ہاں غیب اور شریک کا مفہوم تصوّر کرنا ممکن ہے لیکن گفتگو ان کی مصدوقہ اور ثابت کی ہوئی کلام میں ہے نہ مفہوم میں۔

ان تمام محالات کا حال بھی ایسا ہی ہے جن کے مفہوم کا تصور ممکن ہے اور مصدوقہ کا تصور ممتنع ہے۔ کیونکہ معاومیت اس کو محال ہونے سے نکال دیتی ہے اور کم از کم وجود ذہنی بخشتی ہے۔

اور وہ اعتراض جو مولانا محمد روحی کی توجیہ پر کیا ہے درست ہے احدیت مجرّدہ کے مرتبہ میں نسبت علمیہ کی نفی کرنا مطلق علم کی نفی کو مستلزم ہے۔ صرف علم غیب کی نفی کو مخصوص کرنا کوئی وجہ نہیں رکھتا۔ اور دوسری اشکال مولانا کی توجیہ پر یہ ہے کہ اگرچہ احدیت مجرّدہ کے مرتبہ میں نسبت علمیہ منتفی ہے لیکن حق تعالیٰ کی عالمیت اپنے حال پر ہے۔ کیونکہ وہ ذات کی رُو سے عالم ہے نہ کہ صفت کی رُو سے۔ کیونکہ وہاں صفت کی گنجائش نہیں صفات کی نفی کرنے والے حق تعالیٰ کو عالم کہتے ہیں اور ساتھ ہی اس کے علم کی صفت کو حق تعالیٰ سے منسوب کرتے ہیں۔ اور وہ انکشاف جو صفت پر مترتب ہوتا ہے اس کو ذات پر مترتب جانتے ہیں پس ایسا ہی یہ ہے۔

اور وہ توجیہ جو آپ نے کی ہے اور غیب سے حق تعالیٰ کا غیب مراد لیا ہے اور علم کا تعلق اس سے جائز نہیں رکھا۔ اگرچہ واجب تعالیٰ کا علم ہُوَ ہُوَ سب توجیہات سے زیادہ قریب ہے۔ لیکن فقیر کو حق تعالیٰ کی ذات بحت کے ساتھ علم کے تعلق کے جائز نہ ہونے میں بحث ہے۔ کیونکہ وہ وجہ جو انہوں نے عدم جواز میں بیان کی ہے اس میں علم کی حقیقت معلوم کے احاطہ کی مقتضی ہے۔ اور وہ ذات مطلق عدم احاطہ کی مقتضی ہے پس اس تعلق سے

دونوں جمع نہ ہونگے۔

یہاں خدشہ کا مقام ہے کیونکہ علم حصولی میں یہ معنی درکار ہیں۔ کیونکہ وہاں قوت عاقلہ میں معلوم کی صورت کا حاصل ہونا ہے۔ لیکن علم حضوری میں کچھ درکار نہیں۔ اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں، وہ علم حضوری ہے نہ حصولی۔ پس اس میں کوئی ڈر نہیں۔ کیونکہ علم واجبی کا تعلق حق تعالیٰ کی ذات کے ساتھ حضور کے طریق پر ہے نہ کہ حصول کے طریق پر۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ اور حقیقت حال کو اللہ ہی جانتا ہے۔ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ وَسَلَّمَ وَبَارَكَ۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۰۱

اُن لوگوں کے رد میں جو کامل کو ناقص خیال کر کے اعتراض کی زبان دراز کرتے ہیں ملا حسن کشمیری کی طرف لکھا ہے:۔

اَحْسَنَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ حَالَكُمْ وَاَصْلَحَ بَالَكُمْ حق تعالیٰ آپ کے حال کو اچھا کرے اور دل کو درست کرے۔

مولانا محمد صدیق نے آپ کا نوازشنامہ پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ کا حمد ہے کہ آپ نے دور پڑے ہوؤں کو فراموش نہیں کیا۔ جو خطاب آپ نے ظاہر طور پر نفس کی طرف کئے ہوئے تھے، واضح ہوئے۔ ہاں جو اعتراض کہ نفس پر کریں، اماّرگی وقت مُسَلّم ہے لیکن اطمینان حاصل ہونے کے بعد اعتراض کی مجال نہیں کیونکہ نفس اس مقام میں حق تعالیٰ سے راضی ہے اور حق تعالیٰ اس سے راضی۔ پس وہ مقبول اور پسندیدہ ہے اور مقبول پر اعتراض جائز نہیں۔ اور اس کی مراد حق تعالیٰ کی مرضی ہے۔ کیونکہ اس دولت کا حاصل ہونا اللہ کے اخلاق سے متخلق ہونے کا وقت ہے۔ اور اس کا پاک میدان ہم پست فطرتوں کے اعتراض سے بہت بلند ہے۔ جو کچھ ہم کہیں ہماری طرف ہی لوٹ آتا ہے ؎

آگہ از خویشتن چو نیست چنیں   چہ خبر دارد از چنان وچنیں

ترجمہ ؎   واقف اپنے سے جب نہیں ہے چنیں
جانے پھر وہ کیا چنان وچنیں

بسا اوقات جاہل لوگ کمال جہالت سے نفس مطمئنہ کو اماّرہ تصور کرتے ہیں۔ اور اماّرہ کے

احکام مطمئنہ پر جاری کرتے ہیں۔ جیسے کہ کفار نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو باقی تمام انسانوں کی طرح خیال کر کے کمالات نبوت سے انکار کیا ہے۔ حق تعالیٰ ہم کو ان بزرگواروں اور ان کے تابعداروں کے انکار سے بچائے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہم الصلوٰۃ والسلام

مکتوب ۱۰۲

اس بیان میں کہ سودی قرض میں سب کا سب روپیہ حرام ہے نہ فقط زیادتی مثلاً کسی شخص نے دس تنکہ بعوض بارہ تنکہ کے قرض لئے۔ تو اس صورت میں سب بارہ تنکہ حرام ہیں نہ صرف دو تنکہ زیادتی۔ اور اس کے متعلق مناسب بیان میں۔ ملا مظفر کی طرف صادر کیا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کا حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ اس دن فرماتے تھے کہ ربا، قرض سودی میں صرف زیادتی ہی ہے۔ اور بارہ تنکہ کے عوض دس تنکہ قرض لینے میں صرف یہی دو تنکہ زیادتی حرام ہے۔ لیکن جب فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کی تو معلوم ہوگیا کہ شریعت میں جس عقد میں زیادتی ہے۔ اس میں ربا ہی ہے پس ناچار یہ عقد حرام ہوگا۔ اور جو کچھ حرام کی نسبت حاصل کریں، وہ بھی حرام ہوگا۔ پس وہ دس تنکہ بھی ربا ہوگا۔

کتاب جامع الرموز اور روایات کتاب ابراہیم شاہی کے بھیجنے سے مقصود اسی مطلب کا اظہار تھا۔ باقی رہی صورت احتیاج کی۔ سو میرے مخدوم! ربا کی حرمت نص قطعی سے ثابت ہے۔ جو محتاج اور غیر محتاج کو شامل ہے۔ وہاں محتاج کا خاص کرنا اس قطعی حکم کا منسوخ کرنا ہے۔ اور قنیہ کی روایت یہ مرتبہ نہیں رکھتی کہ حکم قطعی کو منسوخ کرے۔ حالانکہ مولانا جمال لاہوری جو لاہور کے علماء میں سے زیادہ عالم ہیں فرماتے تھے کہ قنیہ کی بہت سی روایتیں قابل اعتبار نہیں ہیں اور کتب معتبرہ کی روایتوں کے مخالف ہیں۔ اور اگر اس روایت کو صحیح مان لیں تو اس احتیاج کی تاویل اضطرار اور مخمصہ سے کرنی پڑیگی۔ تاکہ آیت کریمہ فَمَنِ اضْطُرَّ فِیْ مَخْمَصَۃٍ کے ساتھ اس حکم قطعی کی تخصیص ہو جائے کہ قوت میں بھی ویسی ہی ہے۔

اور نیز اگر محتاج سے عام مراد لیا جاوے تو پھر چاہیئے کہ ربا کی حرمت کے لئے کوئی مقام اور محل پیدا نہ ہو۔ کیونکہ جو زیادتی قبول کرتا ہے اس کا باعث کوئی نہ کوئی حاجت ضرور ہوتی ہے اور بغیر حاجت کے کوئی شخص اپنے ضرر پر پیش دستی نہیں کرتا۔ پس اس صورت میں اس صاحب تعریف حکیم کے نازل فرمائے ہوئے حکم کے لئے کوئی زیادہ فائدہ باقی نہیں رہتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی کتاب عزیز اس قسم کی وہمی باتوں سے بلند و پاک ہے۔ اور اگر ہم بفرض محال عام احتیاج کو تسلیم کرلیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ احتیاج بھی منجملہ ضروریات کے ہے۔ اور ضرورت اندازہ کے موافق پوری کی جاتی ہے۔ پس اس سودی روپیہ سے کھانا پکانا اور لوگوں کو کھلانا احتیاج میں داخل نہیں ہے۔ اور نہ ہی کوئی ضرورت اس کے متعلق ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ترکہ میت میں احتیاج مستثنےٰ ہے۔ اور کفن پر منحصر ہے۔ اور اس کی روحانیت کے لئے کھانا پکانا احتیاج میں داخل نہیں گنتے حالانکہ وہ صدقہ کا زیادہ تر محتاج ہے ✤

پس صورت متنازع فیہ میں ملاحظہ فرمائیں کہ سودی قرض لینے والے محتاج ہیں یا نہ۔ اور محتاج ہونے کی صورت میں وہ کھانا جو اس مال سے اس جماعت کے لئے پکاتے ہیں۔ اس جماعت کو یہ کھانا حلال ہے یا نہیں ✤

جمعداری اور سپاہگری کو احتیاج کا حیلہ بنانا اور اس سبب سے سودی قرض لینا اور اس کو حلال و جائز جاننا دینداری سے دور ہے۔ چاہیئے کہ امر معروف اور نہی منکر کے طریق کو مدنظر رکھیں۔ اور جو لوگ اس بلا میں گرفتار ہیں ان کو منع کریں۔ اور اس حیلہ کے سچا نہ ہونے سے بھی آگاہ کریں۔ ایسا کسب کیوں اختیار کرنا چاہیئے کہ جس کے سبب آخر کار اس قسم کے خطرناک فعل کے ارتکاب میں مبتلا ہونا پڑے۔ روزگار کے وجوہ بہت ہیں۔ کچھ سپاہگری پر ہی منحصر نہیں جب آپ اہل صلاح و تقوے ہیں اس لئے کھانے میں طیب کی روایت بھیجی گئی ہے ✤

آپ نے لکھا تھا کہ اس زمانے میں شبہ کے بغیر روزی پیدا نہیں ہوتی سچ ہے لیکن جہاں تک ہوسکے شبہ سے بچنا چاہیئے۔ زراعت بے طہارت جس کو آپ نے طیب کی منافی بیان کیا ہے ہندوستان میں اس سے بچنا ناممکن ہے۔ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَہَا اللہ تعالیٰ کسی نفس کو تکلیف نہیں دیتا مگر بقدر اس کی طاقت کے ✤

لیکن سودی کھانے کو ترک کر دینا بہت آسان ہے۔ حلال و حلال اور حرام کو حرام جا

حلال و حرام میں قطعی ہے جس کا انکار کفر تک پہنچا دیتا ہے ظنیات میں ایسا نہیں بہت سے امور حنفیہ کے نزدیک مباح ہیں کہ شافعی ان کو مباح نہیں جانتے۔

پس صورت مذکورہ بالا میں اگر کوئی شخص محتاج مشکوک کے لئے سودی قرض کے حلال ہونے میں جو نص قطعی کے حکم کے بظاہر مخالف ہے توقف کرے تو اس کو گمراہی سے منسوب کرنا چاہئے اور اس کے حلال ہونے کے اعتقاد پر اس کو تکلیف دینی چاہئے بلکہ صواب اسی کی طرف غالب بلکہ یقینی ہے۔ اور اس کا مخالف خطرہ میں ہے۔

آپ کے بعض یاروں نے کہا کہ ایک دن مولانا عبدالفتاح نے آپ کے حضور میں کہا کہ اگر قرض بے سود ملجائے تو بہتر ہے۔ پھر کیوں کوئی سود لیوے۔ آپ نے اس کو تنبیہ کی اور کہا کہ تو حلال سے انکار کرتا ہے۔

میرے مخدوم! اس قسم کی باتیں حلال قطعی میں گنجائش رکھتیں۔ اور اگر حلال بھی ہو تو شک نہیں کہ پھر بھی اس کا ترک کرنا مناسب ہے۔ کیونکہ اہل ورع رخصت کا امر نہیں کرتے۔ اور عزیمت پر رہنمائی کرتے ہیں۔

لاہور کے مفتیوں نے احتیاج کو دخل دیکر اس کے حلال ہونے پر حکم کیا۔ احتیاج کا دامن فراخ ہے۔ اگر اس کو چوڑا کریں تو کچھ رہا نہیں رہتا۔ اور ربا کی حرمت میں نص قطعی کا حکم عبث ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ اوپر گذر چکا لیکن اس قدر ضرور ملاحظہ کرنا چاہئے کہ سودی قرض لینے وا کے لئے اوروں کو طعام کھلانا کس قسم کی احتیاج ہے۔

قنیہ کی روایت حیلہ و بہانہ کے بعد صرف محتاج کے لئے سودی قرض کا لینا جائز قرار دیتی ہے نہ کہ دوسروں کے لئے۔ اور اگر کوئی کہے کہ محتاج نے اس کھانے کو شاید کفارہ قسم یا ظہار یا روزہ کی نیت پر پکایا ہو۔ اور شک نہیں کہ وہ اس کفارہ کے ادا کرنے میں محتاج ہے تو میں کہتا ہوں کہ اگر کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتا، تو روزہ رکھ لے نہ یہ کہ قرض سودی لے اور اگر اور کسی قسم کی احتیاج بھی پیدا ہو جائے تو تھوڑی توجہ کے ساتھ تقوے کی برکت سے دفع ہو جاویگی۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ جو شخص اللہ سے ڈرتا ہے اللہ تعالٰے اُس کے لئے کوئی مخرج بنا دیتا ہے اور اس کو اس جگہ سے رزق دیتا ہے جہاں سے گمان نہیں ہوتا۔ زیادہ لکھنا درازی کلام ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى آپ پر اور ہدایت والوں پر سلام ہو۔

مکتوب ۱۰۳

عافیت کے معنی اور سرہند کے لئے قاضی کے طلب کرنے کے بیان ہیں۔ سیادت وشرافت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالےٰ عافیت سے رکھے۔ آپ کے لئے وہ عافیت طلب کی جاتی ہے کہ ایک بزرگ ہمیشہ دعا کرتا۔ اور ایک دن کی عافیت کی آرزو کرتا تھا۔ ایک شخص نے اس بزرگ سے پوچھا کہ یہ سب کچھ تو گذرتا ہے، کیا عافیت نہیں ہے۔ اس نے کہا میں یہ چاہتا ہوں کہ ایک دن صبح سے لیکر شام تک حق تعالےٰ کی نافرمانی کا مرتکب نہ ہوں ❊

مدت گذری ہے کہ سرہند میں کوئی قاضی نہیں۔ اور بعض احکام شرعیہ کے جاری کرنے میں بڑی دقت پیش آتی ہے۔ مثلاً ہمارا ایک بھتیجا یتیم ہے۔ اس کے باپ کی کچھ میراث باقی ہے۔ اور اس کا کوئی وصی نہیں۔ اور ہم شرعی حکم کے بغیر اس کے مال میں تصرف نہیں کر سکتے۔ اگر قاضی ہو، تو اس کے حکم کے بموجب کام آسان ہو جائے ❊

مکتوب ۱۰۴

ماتم پرسی کے بارہ میں پرگنہ مستکن کے قاضیوں کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

وہ مصیبت جو مغفرت پناہ کے فوت ہونے سے پہنچی۔ اگرچہ بہت سخت اور مشکل ہے لیکن مقام بندگی ہے۔ مولائے پاک کے فعل سے راضی ہونے کے سوا کچھ چارہ نہیں۔ یہاں رہنے کے لئے نہیں بھیجا۔ بلکہ کام کرنے کیلئے لگائے ہیں۔ وہ کام کرنا چاہئے۔ اگر کام کر کے چلا گیا تو کچھ ڈر نہیں بلکہ بادشاہ ہے۔ اور اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُّوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ اس کی شان میں ثابت ہے۔ چلے جانے پر مصیبت نہیں ہے۔ بلکہ جانے والے کے حال پر ہے کہ دیکھئے اس کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہیں۔ دعا و استغفار و صدقہ سے امداد کرنی چاہئے ❊

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میت قبر میں فریاد چاہنے والے غریق کی طرح ہوتی ہے۔ اور اس دعا کی منتظر رہتی ہے جو اس کو باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچے۔ پس جس وقت اس کو وہ دعا پہنچتی ہے تو اس کے نزدیک دنیا و مافیہا سے

بہتر ہوتی ہے۔ اور بیشک اللہ تعالٰے زمین پر رہنے والوں کی دعا سے اہل قبور پر پہاڑوں جتنی رحمت نازل فرماتا ہے۔ اور بیشک زندوں کا تحفہ مردوں کی طرف اُن کے لئے مغفرت مانگنا ہے۔

آپ کا محبت نامہ پہنچا۔ موسم سرما کی ہوا فقرا پر سخت ہے ورنہ کبھی اپنے آپ کو معذور نہ رکھتا۔ سفارش بڑی تاکید سے لکھی ہے۔ انشاء اللہ فائدہ مند ہوگی۔ زیادہ لکھنا دردسری ہے۔ محبت کے نشان والے قاضی حسن اور تمام عزیز بہت بہت دعوات مطالعہ کریں اور تمام امور میں حق تعالےٰ سے شاکر و راضی رہیں ؛

مکتوب ۱۰۵

اس بیان میں کہ مریض جب تک بیماری سے تندرست نہ ہو جائے کوئی غذا اس کو فائدہ نہیں دیتی۔ اور اس کے مناسب بیان میں حکیم عبدالقادر کی طرف لکھا ہے:-

جب حکما کے نزدیک مقرر ہے کہ مریض جب تک بیماریوں سے تندرست نہ ہو جائے کوئی غذا اُسے فائدہ نہیں دیتی۔ اگرچہ مرغ بریاں ہو۔ بلکہ غذا اس صورت میں مرض کو بڑھا دیتی ہے ع

ہرچہ گیرد علتی علت شود

ترجمہ ع علتی جو کچھ کرے علت ہی ہے

پس پہلے اس کی مرض کے دُور کرنے کا فکر کرتے ہیں۔ بعد ازاں مناسب غذاؤں کے ساتھ آہستہ آہستہ اس کو اصلی قوت کی طرف لاتے ہیں ؛

پس آدمی جب تک مرض قلبی میں مُبتلا ہے فِیْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ۔ کوئی عبادت وطاعت اُس کو فائدہ نہیں دیتی۔ بلکہ اُس کے لئے مضر ہے۔ رُبَّ تَالِ الْقُرْاٰنِ وَالْقُرْاٰنُ يَلْعَنُهٗ۔ بعض لوگ قرآن اس طرح پڑھتے ہیں کہ قرآن اُن پر لعنت کرتا ہے۔ حدیث مشہور ہے۔ وَ رُبَّ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَالظَّمَأُ بعض روزہ دار ایسے ہیں کہ سوائے بھوک اور پیاس کے اور کچھ اُن کے نصیب نہیں ہوتا۔ خبر صحیح ہے ؛

دلی امراض کا علاج کرنے والے یعنی مشائخ بھی اول مرض کے دُور کرنے کا حکم فرماتے ہیں۔ اور اس مرض سے مراد ماسوائے حق کی گرفتاری ہے۔ بلکہ اپنے نفس کی گرفتاری ہے کیونکہ ہر ایک شخص جو کچھ چاہتا ہے اپنے نفس کے لئے چاہتا ہے۔ اگر فرزند کو دوست رکھتا ہے تو اپنے لئے۔ اور اگر مال و ریاست وحُبِّ جاہ ہے تو اپنے لئے۔ پس درحقیقت اس کا معبود

اس کی اپنی نفسانی خواہش ہے۔ پس جب تک نفس اس قید سے خلاص نہ ہو جائے تب تک نجات کی اُمید مشکل ہے۔
پس دانشمند علما اور صاحب بصیرت اصحاب حکما پر اس مرض کے دُور کرنے کا فکر لازم ہے۔ ع

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است
اگر کوئی سُنے میری تو بس اک حرف کافی ہے

مکتوب ۱۰۶

اس بیان میں کہ اس گروہ کی محبت جو ان کی معرفت پر مترتب ہے۔ خداوند تعالےٰ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ محمد صادق کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

آپ کا مکتوب مرغوب جو زیادتی محبت اور کمال دوستی سے بھرا ہوا تھا، وصول ہوا لِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ عَلٰی ذٰلِكَ۔ اللہ تعالےٰ کا حمد اور اس کا احسان ہے۔ اس گروہ کی محبت جو ان کی معرفت پر مترتب ہے، خداوند تعالےٰ جلشانہٗ کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ دیکھئے کس صاحب نصیب کو اس نعمت سے مشرف فرماتے ہیں۔

شیخ الاسلام ہروی فرماتے ہیں کہ الٰہی یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا کیا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا تجھ کو پا لیا اور جب تک تجھ کو نہ پایا، ان کو نہ پہچانا۔ اس گروہ کا بغض زہر قاتل ہے۔ اور ان پر طعن کرنا ہمیشہ کی مایوسی کا باعث ہے نَجَّانَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ عَنْ هٰذَا الْاِبْتِلَاءِ اللہ تعالےٰ ہم کو اور آپ کو اس مصیبت سے بچائے۔

شیخ الاسلام نے فرمایا ہے کہ الٰہی جس کو تو اپنے دربار سے دھتکارنا چاہتا ہے۔ اس کو تو ہمارا مخالف بنا دیتا ہے۔ ؎

بے عنایات حق و خاصان حق گر ملک باشد سیاہ ہستش ورق

ترجمہ: بندگان حق اور حق کی عنایت کے سوا ہے کالا نامہ سیاہ گرچہ فرشتہ بن گیا۔

یہ رجوع و انابت جو حق تعالےٰ نے آپ کو نئے سرے سے کرامت فرمائی ہے اس کو بڑی نعمت خیال کریں اور حق تعالےٰ سے اس پر استقامت طلب کریں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اور سلام ہو آپ پر اور اُس شخص پر جو ہدایت پر چلا۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ

صلے اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کو لازم پکڑا ✤

مکتوب ١٠١

چند اُن سوالوں کے جواب میں جو اس طرح لکھے ہوئے تھے۔ جن سے طعن و تعصّب کی بُو آتی تھی۔ اور یہ مکتوب اُن ضروری فوائد پر مشتمل ہے۔ جو اس طائفہ عُلیہ کے ایمان میں فائدہ مند ہیں۔ محمد صادق کشمیری کی طرف لکھا ہے:

حق تعالےٰ اس طائفہ عُلیہ کے ایمان کی سعادت نصیب کرے۔ خط مرسلہ جو چند سوالوں پر مشتمل تھا پہنچا۔ اگرچہ اس قسم کے سوال جن میں طعن و تعصب کی ملاوٹ ہو۔ جواب کے لائق نہیں ہیں لیکن فقیر اس سے قطع نظر کر کے جواب دینے میں پیش دستی کرتا ہے۔ اگر ایک کو نفع نہ دیں تو شاید کسی اور ہی کو فائدہ بخشیں ✤

پہلا سوال یہ تھا کہ کیا باعث ہے کہ اولیائے متقدمین سے کرامات اور خرق عادات بہت ظاہر ہوتے تھے۔ اور اس زمانہ کے بزرگوں سے کم ظاہر ہوتے ہیں۔ اگر سوال سے مقصود خرق عادات کے کم ہونے کے باعث اس وقت کے بزرگوں کی نفی ہے۔ جیسے کہ عبارت کے مضمون سے صاف ظاہر ہے۔ تو اس قسم کے شیطانی ڈھکوسلوں سے اللہ تعالےٰ کی پناہ ✤

خرق عادات کا ظاہر ہونا ولایت کے ارکان میں سے نہیں۔ اور نہ ہی اس کے شرائط میں سے ہے۔ برخلاف معجزہ نبی صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے کہ مقام نبوت کے شرائط میں سے ہے۔ لیکن خوارق کا ظہور جو اولیائے اللہ سے شائع و ظاہر ہے، بہت کم ہے جو خلاف واقع ہو۔ لیکن خوارق کا کثرت سے ظاہر ہونا، افضل ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ وہاں قرب الٰہی کے درجات کے اعتبار سے فضیلت ہے۔ ممکن ہے کہ ولی اقرب سے بہت کم خوارق ظاہر ہوں۔ اور ولی بعید سے بہت ✤

وہ خوارق جو اس امت کے بعض اولیا سے ظاہر ہوئے ہیں۔ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے ان کا دسواں حصہ بھی ظہور میں نہیں آیا۔ حالانکہ اولیا میں سے افضل ولی ایک ادنےٰ صحابی کے درجے کو نہیں پہنچتا ✤

خوارق کے ظہور پر نظر رکھنا کوتاہ نظری ہے اور تقلیدی استعداد کے کم ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ نبوت و ولایت کے فیض قبول کرنے کے لائق وہ لوگ ہیں جن میں تقلید ہی استعد

ان کی قوت نظری پر غالب ہے

حضرت صدیق اکبر رضی عنہ تقلیدی استعداد کے قوی ہونے کے باعث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصدیق میں ہرگز دلیل کے محتاج نہ ہوئے۔ اور ابوجہل لعین اسی استعداد کے کم ہونے کے باعث اس قدر کثرت سے آیات ظاہرہ اور معجزات غالبہ ظاہر ہونے کے باوجود نبوت کی دولت کے اقرار سے مشرف نہ ہوا۔

حضرت حق سبحانہ تعالےٰ ان بدنصیبوں کے حق میں فرماتا ہے۔ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْكَ یُجَادِلُوْنَكَ وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اور اگر دیکھیں سب نشانیاں نہ ایمان لاویں ساتھ اُن کے، یہاں تک کہ جب آویں تیرے پاس جھگڑتے تجھ سے کہتے ہیں وہ لوگ جو کافر ہوئے نہیں یہ مگر کہانیاں پہلوں کی۔

باوجود اس کے ہم کہتے ہیں کہ اکثر متقدمین میں سے ساری عمر میں پانچ یا چھ خوارق سے زیادہ نقل نہیں لئے۔ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ جو سید الطائفہ ہیں معلوم نہیں کہ ان سے دس خوارق بھی سرزد ہوئے ہوں۔ اور حضرت حق تعالےٰ اپنے کلیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حال سے ایسی خبر دیتا ہے وَلَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسٰی تِسْعَ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ہم نے موسےٰ علیہ السلام کو نو روشن معجزے دیئے۔ اور یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ اس وقت کے مشائخ سے اس قسم کے خوارق ظہور میں نہیں آتے۔ بلکہ اولیاء اللہ سے خواہ متقدم ہوں خواہ متاخر ہر گھڑی خوارق ظہور میں آتے رہتے ہیں۔ مدعی ان کو جانے یا نہ جانے ؎

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

ترجمہ ؎ اگر کوئی ہے خود اندھا گنہ خورشید کا کیا ہے

دوسرا سوال یہ ہے کہ صادق طالبوں کے کشف و شہود میں القائے شیطانی کو دخل ہے یا نہیں۔ اور اگر ہے تو کشف شیطانی کی کیفیت کو واضح کریں کہ کس طرح ہے۔ اور اگر دخل نہیں تو کیا وجہ ہے کہ بعض امور الہامی میں خلل پڑ جاتا ہے۔ اس کا جواب اس طرح پر ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ کہ کوئی شخص القائے شیطانی سے محفوظ نہیں ہے۔ جب کہ انبیاء میں متصور بلکہ متحقق ہے تو اولیاء میں بطریق اولےٰ ہوگا۔ تو پھر طالب صادق کس گنتی میں ہے۔

حاصل کلام یہ کہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس القا پر آگاہ کر دیتے ہیں اور باطل کو حق سے جدا دکھاتے ہیں۔ فَیَنْسَخُ اللّٰهُ مَا یُلْقِی الشَّیْطٰنُ ثُمَّ یُحْكِمُ اللّٰهُ اٰیٰتِهٖ اسی مضمون

پر دلالت کرتی ہے۔ اور اولیا میں یہ بات لازم نہیں۔ کیونکہ وہ نبی کے تابع ہے جو کچھ نبی کے مخالف پائیگا، اس کو رد کر دیگا اور باطل جانیگا۔ لیکن جس صورت میں کہ نبی کی شریعت اس سے خاموش ہے اور اس کے اثبات اور نفی پر حکم نہیں کرتی قطعی طور سے حق و باطل کے درمیان تمیز کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ الہام ظنی ہے۔ لیکن اس امتیاز کے نہ ہونے میں کوئی قصور ولایت میں نہیں پایا جاتا۔ کیونکہ احکام شریعت کا بجالانا اور نبی ؑ کی تابعداری دونوں جہان کی نجات کو متکفل ہے۔ اور وہ امور جن سے شریعت نے سکوت کیا ہے وہ شریعت پر زائد ہیں۔ اور ہم ان زائدہ امور پر مکلف نہیں ہیں ÷

اور جاننا چاہیئے کہ کشف کا غلط ہو جانا القائے شیطانی پر ہی منحصر نہیں ہے۔ بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ قوت متخیلہ میں احکام غیر صادقہ ایک صورت پیدا کر لیتے ہیں جس میں شیطان کا کچھ دخل نہیں ہوتا ÷

یہ اسی قسم سے ہے یہ بات کہ بعض خوابوں میں حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھتے ہیں۔ اور بعض ایسے احکام اخذ کرتے ہیں، جن کا حقیقت میں خلاف ثابت ہے۔ اس صورت میں القائے شیطانی متصور نہیں۔ کیونکہ علما کے نزدیک مختارہ مقرر ہے کہ شیطان حضرت خیر البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی کسی صورت میں متمثل نہیں ہوسکتا۔ پس اس صورت میں صرف قوتِ متخیلہ کا تصرف ہے جس نے غیر واقع کو واقع ظاہر کیا ہے ÷

تیسرا سوال یہ تھا کہ جب کرامات کا تصرّف اور استدراج کی تاثیر نمائش اور ظہور میں برابر و یکساں ہیں تو مبتدی کس طرح پہچان سکتا ہے کہ یہ ولی صاحب کرامت ہے یا یہ مُدعی صاحب استدراج ہے۔ اس کا جواب یہ ہے واللہ اعلم کہ طالب مبتدی کیلئے اس تفرقہ میں ایک دلیل روشن ہے اور وہ اس کا وجدان صحیح ہے۔ اگر اپنے دل کو اسکی صحبت میں حق تعالےٰ کے ساتھ جمع پائیگا۔ تو اس کو معلوم ہو جاویگا کہ یہ ولی صاحب کرامت ہے اور اگر اس کے برخلاف پائیگا تو وہ سمجھ لیگا کہ یہ مُدعی صاحب استدراج ہے۔ اور اگر اس بات میں کچھ پوشیدگی ہے تو عوام کالانعام کے لئے ہے نہ طالبوں کے لئے۔ اور عوام کی پوشیدگی خواص کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں رکھتی۔ کیونکہ اس کا منشا دلی مرض اور آنکھ کا پردہ ہے بہت سی ایسی چیزیں عوام پر مخفی ہیں جن کا جاننا اس تفرقہ کے جاننے سے ضروری ہے۔ اور ہم اس مکتوب کو بعض ایسے معارف کے بیان کرنے سے ختم کرتے ہیں جو آپ کو اس قسم کو شک و شبہ

کے دُور کرنے میں نفع دیں ۔

جاننا چاہئے کہ تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللہِ کے معنے جس سے ولایت اخذ کی گئی ہے۔ یہ ہیں کہ اولیا اللہ کو وہ صفات حاصل ہو جاتے ہیں جو واجب تعالےٰ کی صفات کے مناسب ہیں۔ لیکن یہ مناسبت اسم اور عام عنوانات میں ہوتی ہے نہ کہ خاص معانی میں کہ وہ محال ہے۔ اور اس میں حقائق کا انقلاب و تغیر لازم آتا ہے ۔

خواجہ محمد پارسا قدس سرہ تحقیقات میں جس مقام پر تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللہِ کے معنے بیان کرتے ہیں فرماتے ہیں کہ اور صفت ملک ہے اور مَالِک کے معنے سب پر متصرف کے ہیں۔ جب سالک طریقت اپنے نفس پر قابو پا لیتا ہے اور اس کو مغلوب کر لیتا ہے اور اس کا تصرف دلوں میں جاری ہو جاتا ہے۔ تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے ۔

اور صفت بَصِیْر ہے اور بَصِیْر کے معنے دیکھنے والے کے ہیں جب سالک طریقت کی بینائی کی آنکھ بینا ہو جاتی ہے۔ اور نور فراست سے اپنے تمام عیب دیکھ لیتا ہے اور دوسروں کے حال کا کمال معلوم کر لیتا ہے یعنی سب کو اپنے آپ سے بہتر دیکھتا ہے۔ اور نیز حق تعالےٰ کی بصیرت اس کی نظر کے منظور ہو جاتی ہے تاکہ جو کچھ وہ کرتا ہے حق تعالےٰ کی رضامندی کے موافق کرتا ہے۔ تو اسی صفت سے موصوف ہو جاتا ہے ۔

اور صفت سَمِیْع ہے اور سَمِیْع کے معنی سننے والا جب سالک طریقت حق تعالےٰ کی بات کو خواہ وہ کسی سے سنے بلا تکلف قبول کر لیتا ہے اور غیبی اسرار اور لاریبی حقائق کو جان کے کانوں سے سن لیتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے ۔

اور صفت مُحْیِی ہے اور مُحْیِی کے معنے زندہ کرنیوالا۔ جب سالک طریقت متروکہ سنت کے زندہ کرنے میں قیام کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہو جاتا ہے ۔

اور صفت مُمِیْت ہے اور مُمِیْت کے معنے مارنیوالا جب سالک بدعتوں کو جو سنتوں کی بجائے ظاہر ہوئی ہوئی ہیں دُور کرتا ہے تو اس صفت سے موصوف ہوتا ہے۔ علےٰ ہذا القیاس ۔

اور عوام نے تَخَلَّقُوْا کے معنے اور طرح سمجھے ہیں۔ اس لئے گمراہی کے جنگل میں جا پڑے ہیں۔ اور انہوں نے خیال کیا ہے کہ ولی کے لئے جسم کا زندہ کرنا درکار ہے۔ اور اشیائے غیبی کا اس پر منکشف ہونا ضروری ہے۔ اور اس قسم کے کئی بیہودہ اور فاسد ظن ان کے دلوں میں جمے ہوئے ہیں۔ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ بعض ظن گناہ ہیں۔ اور نیز خوارق صرف زندہ کرنے اور مارنے پر ہی منحصر نہیں ہیں ۔

الہامی علوم اور معارف بڑے بھاری نشان اور بلند خوارق میں سے ہیں۔ یہی وجہ ہے

کہ قرآنی معجزات سب معجزوں سے زیادہ قوی اور دیرپا ہیں۔ ذرا آنکھ کھول کر دیکھیں کہ یہ سب علوم و معارف جو بہاری بادل کی طرح برس رہے ہیں، کہاں سے ہیں۔ یہ علوم باوجود اس قدر کثرت کے سب کے سب علوم شرعیہ کے موافق ہیں بال بھر بھی مخالفت کی گنجائش نہیں ہے اور ان علوم کے خاص ہونے کی یہی علامت ہے ۔

ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے۔ اور لکھا کرتے تھے کہ تمہارے علوم سب صحیح ہیں لیکن کیا فائدہ کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی بات آپ پر حجت نہیں ہے۔ اگرچہ آپ نے اپنے آپ کو پیر پرست ظاہر کیا ہوا ہے۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جاوے ۔

آپ کے یہ سوال پہلے تو گراں معلوم ہوئے لیکن جب بہت سے علوم و معارف کے باعث ہوئے۔ اور یہ سب باتیں اسی مناسبت کے لحاظ سے بیان کی گئی ہیں اس لئے نیک ہیں ؎

ہیچ نرشتے نیست کو را خوبیے ہمراہ نیست زنگئے شب رنگ را دنداں چو دُر خوش ہمراست

ترجمہ ؎ گر نہیں زنگی میں کچھ خوبی تو کوئی ڈر نہیں۔
دانت ہی اس کے ہیں کافی مثل گوہر آبدار

عجب معاملہ ہے کہ پہلے مکتوب میں بڑا اخلاص ظاہر کیا ہوا تھا۔ اور اس کا باعث دو متواتر واقعات کا ظہور بیان کیا تھا اور لکھا تھا کہ اس کا اثر بیداری میں بھی معلوم کیا۔ یہاں تک کہ پہلی وضع سے بڑی ندامت حاصل ہوئی۔ اور توبہ و انابت کی طرف رجوع کر کے از سر نو ایمان سے مشرف ہوئے۔ ابھی ایک مہینہ گذرنے نہیں پایا کہ اس وضع میں تغیر معلوم ہو گیا اور پھر پہلی وضع پر بدل گئے۔ اور اس بات کے درپے ہوئے کہ ان دو واقعات کیلئے کوئی ایسی وجہ پیدا ہو جاوے جو ان کو القائے شیطانی سے ملادے یا غلط کشف تک پہنچا دے وہ کیا تھا اور یہ کیا ہے ؎

بگفتا فلانے چو بد مے کند نہ با من کہ بانفس خود مے کند

ترجمہ ؎ کہا کسی نے فلاں کر رہا ہے بدی بگاڑ ہو گا اسی کا نہ ہو گا میرا ذری

والسلام علی من اتبع الھدیٰ والتزم متابعۃ المصطفیٰ علیہ و آلہ الصلوات والتسلیمات ۔

مکتوب ۱۰۸

اس بیان میں کہ نبوت افضل ہے ولایت سے، برخلاف اُن لوگوں کے جو کہتے ہیں کہ ولایت افضل ہے نبوت سے۔ میاں سید احمد کی طرف لکھا ہے:۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَ اِیَّاکُمْ وَجَمِیْعِ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی مُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَعَلَیْہِمْ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری پر ثابت قدم رکھے۔

بعض مشائخ نے سُکر کے وقت کہا ہے کہ ولایت افضل ہے نبوت سے۔ اور بعض دوسروں نے اس ولایت سے نبی کی ولایت مراد لی ہے تاکہ نبی پر ولی کے افضل ہونے کا وہم رفع ہو جائے۔ لیکن حقیقت میں کام برعکس ہے۔ کیونکہ نبی کی نبوت ولایت سے افضل ہے ولایت میں سینہ کی تنگی کے باعث خلق کی طرف توجہ نہیں کر سکتے۔ اور نبوت میں کمال شرح صدر ہوتا ہے۔ نہ تو حق تعالیٰ کی توجہ خلق کی توجہ کی مانع ہوتی ہے اور نہ ہی خلق کی توجہ حق تعالیٰ کی توجہ کی مانع۔ نبوت میں صرف خلق کی طرف ہی توجہ نہیں تاکہ ولایت کو جس میں صرف حق کی طرف توجہ ہوتی ہے، اس پر ترجیح دیویں۔ نعوذ باللہ۔

صرف خلق کی طرف توجہ کا ہونا عوام کالانعام کا مرتبہ ہے۔ نبوت کی شان اس سے بڑھ کر ہے۔ ان معنوں کا سمجھنا اربابِ سُکر کے لئے دشوار ہے لیکن مستقیم الاحوال بزرگوار اس معرفت سے ممتاز ہیں ع

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا

بقیہ مقصود یہ ہے کہ میاں شیخ عبداللہ ولد میاں شیخ عبدالرحیم اس فقیر کے رشتہ دار ہیں ان کے والد بزرگوار مدت تک بہادر خاں کے ملازم رہے اور اب حاجتمند ہیں اور بینائی سے معذور ہیں۔ اپنے بیٹے کو بھیجا ہے کہ بہادر خاں کے پاس نوکر ہو جائے۔ اس بارہ میں اگر آپ کی طرف سے بھی کچھ اشارہ ہو جائے۔ تو فائدہ مند ہوگا والسلام۔

مکتوب ۱۰۹

دل کی سلامتی اور ماسوائے حق کے نسیان میں حکیم صدر کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اہل اللہ دلی امراض کے طبیب ہیں۔ باطنی مرضوں کا دُور ہونا، ان بزرگواروں کی توجہ سے وابستہ ہے۔ ان کی کلام دوا ہے اور ان کی نظر شفا۔ یہ وہ لوگ ہیں، جن کا ہمنشین بدبخت نہیں ہوتا۔ اور یہی لوگ اللہ کے ہمنشین ہیں۔ انہی کی طفیل بارش نازل ہوتی ہے۔ اور انہی کی طفیل مخلوقات کو رزق دیا جاتا ہے۔ باطنی مرضوں کے سردار اور اندرونی بیماریوں کے رئیس ماسوائے حق کے ساتھ دل کی گرفتاری ہے۔ جب تک اس قید سے پُورے طور پر آزادی نہ ہو جائے، سلامتی محال ہے۔ کیونکہ شرکت کو اس بارگاہ اعلےٰ میں ہرگز دخل نہیں۔ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ خبردار دینِ خالص اللہ ہی کے لئے ہے۔ پس کیا حال ہے جب کہ شریک کو غالب کیا ہو۔ غیر کی محبت کو اس طرح غالب بنا تا کہ حق تعالےٰ کی محبت اس کے مقابلہ میں معدوم یا مغلوب ہو جائے۔ نہایت بیحیائی ہے۔ اَلْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ حیا ایمان کی شاخ ہے، میں شاید اسی حیا کی طرف اشارہ ہو۔ اور دل کے گرفتار نہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ ماسوائے حق کو کُلّی طور پر بھول جائے اور تمام اشیاء سے بیخبر ہو جائے۔ حتّٰی کہ اگر تکلف سے بھی اشیاء کو یاد کرے تو اس کو یاد نہ آئیں۔ پس اشیاء کی گرفتاری کی اس مقام میں کیا مجال ہے۔ اس حالت کو اہل اللہ فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے اور قدم کی انوار ظاہر ہونے کا مبداء اور معرفتوں اور حکمتوں کے وارد ہونے کا منشا ہے۔

وَ بِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقَتَادِ اور اس کے سوائے بیفائدہ رنج ہے ؎

ہیچکس را تا نگردد او فنا نیست رہ در بارگاہ کبریا

ترجمہ ؎ جب تلک انساں نہ ہو جاوے فنا درگہِ حق میں نہیں ملتی ہے جا

مکتوب ۱۱۰

اس بیان میں کہ انسانی پیدائش سے مقصود بندگی کے وظائف کو ادا کرنا۔ اور حق تعالےٰ کی جناب میں پُورے طور پر توجہ رکھنا ہے۔ شیخ صدرالدین کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالےٰ نے صاحبان کمال کے اعلےٰ رتبہ تک پہنچا دے خلقت انسانی سے مقصود بندگی کے وظائف کو ادا کرنا ہے۔ اور حق تعالےٰ کی جناب کی طرف کامل طور پر متوجہ ہونا ہے۔ اور یہ مطلب حاصل نہیں ہوتا، جب تک سید اولین و آخرین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل طور پر ظاہری باطنی تابعداری نہ کریں۔

رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِیَّاکُمْ کَمَالَ اِتِّبَاعِهٖ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ قَوْلًا وَّفِعْلًا ظَاهِرًا وَّبَاطِنًا وَّعَمَلًا وَّاِعْتِقَادًا اٰمِیْنَ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ

حق تعالےٰ ہم کو اور آپ کو قول و فعل اور ظاہر و باطن میں عملی اور اعتقادی طور پر حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی کمال تابعداری عطا فرماوے۔ آمین یا رب العالمین ؎

بعد از خدا ہر چہ پرستند ہیچ نیست — بیدولت است آنکہ بہ ہیچ اختیار کرد

ترجمہ

خدا کو چھوڑ کر جو پوجتے ہیں ہیچ و باطل ہے

جو پوجے ہیچ و باطل کو بڑا کمبخت جاہل ہے

حق تعالےٰ کے سوا جو کچھ مقصود ہے وہی معبود ہے غیر کی عبادت سے اُس وقت نجات ملتی ہے جب کہ حق تعالےٰ کے سوا کچھ مقصود نہ رہے۔ خواہ آخرت کا مقصود اور بہشتی لذتیں اور نعمتیں ہی ہوں۔ اگرچہ اس قسم کے مقصود ہیں لیکن مُقربین کے نزدیک برائیاں ہیں جب آخرت کے امور میں یہ حال ہے تو امور دنیا کی نسبت کیا کہا جاوے کہ دنیا پر تو حق تعالےٰ کا غضب ہے۔ اور جب سے پیدا ہوئی ہے۔ اس کی طرف نگاہ نہیں کی۔ اور اس کی محبت گناہوں کی جڑ ہے اور اس کا طالب لعنت و دھتکار کا مستحق ہے۔ اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنَةٌ وَّمَا فِیْهَا مَلْعُوْنَةٌ اِلَّا ذِکْرَ اللّٰهِ تَعَالٰی دنیا بھی ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے مگر اللہ کا ذکر۔

حق تعالےٰ ہم کو اپنے حبیب حضرت محمد سید الاولین و آخرین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل دنیا و اس کے ما فیہا کے شر سے بچاوے۔

مکتوب ۱۱۱

اس بیان میں کہ توحید ما سوائے حق سے دل کو خلاص کرنے سے مراد ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں شیخ حمید سنبھلی کی طرف لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کا حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

توحید سے مراد یہ ہے کہ دل ماسوائے حق کی توجہ سے خلاص ہو جائے۔ جب تک دل ماسوائے حق سے گرفتار ہے خواہ تھوڑا ہی ہو۔ توحید والوں سے نہیں۔ اس دولت کے حاصل ہونے کے بغیر ایک کہنا اور ایک جاننا اصولیوں کے نزدیک فضول ہے ہاں اس کہنے اور ایک جاننے سے جو تصدیق ایمان میں معتبر ہے چارہ نہیں لیکن اس کے اور معنے ہیں۔ لَا مَعْبُوْدَ اِلَّا اللہُ اور لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللہُ کے درمیان فرق ظاہر ہے۔ ایمان کی تصدیق علمی ہے اور ادراک وجدانی حالی ہے جس کی نسبت حال سے پہلے گفتگو کرنا منع ہے۔

بعض مشائخ نے جو اس بارہ میں گفتگو کی ہے، دو حالت سے خالی نہیں۔ یا تو معذور ہیں اور غلبہ حال میں مستور ہیں۔ یا احوال کے لکھنے اور ظاہر کرنے سے ان کا یہ مقصود ہوگا کہ دوسروں کے احوال کے لئے کسوٹی بنجائیں۔ اور ان کے احوال کی کجی اور درستی کو ان کے احوال کے ترازو سے وزن کرلیں۔ ان دو حالتوں کے سوا اسرار کا ظاہر کرنا منع ہے۔

حق تعالےٰ حضرت نبی صلے اللہ علیہ کی طفیل ہم بدبختوں کو بھی کاملین کے احوال سے کچھ حصہ نصیب کرے اور سنت سنیہ کی متابعت پر ثابت قدمی عطا فرماوے والسلام۔

باقی تکلیف یہ ہے کہ حامل رقیمہ میاں شیخ عبدالفتاح حافظ۔ ذی عزت اور شریف زادہ ہے۔ اور اس کے اہل و عیال اور بیٹیاں بہت ہیں۔ اسباب معیشت کے نہ ہونے نے اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ اپنے آپ کو کسی کریم تک لیجاوے۔ امید ہے کہ مقصود حاصل کریگا۔ زیادہ لکھنا سردردی ہے۔

مکتوب ۱۱۲

اس بیان میں کہ اصل مقصود یہی ہے کہ اہل سنت وجماعت کے عقائد پر پابند ہوجائیں اگر اس دولت کے ساتھ احوال و مواجید بھی عطا فرمائیں۔ تو کمال احسان ہے ورنہ اسی دولت کو کافی جانتے ہیں۔ جب یہ ہے تو سب کچھ ہے۔ شیخ عبدالجلیل کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالےٰ ہم مفلسوں کو اہل حق یعنی اہل سنت وجماعت کے سچے عقاید کی حقیقت پر

ثابت قدم رکھ کر پسندیدہ اعمال کی توفیق بخشے۔ اور احوال جو انہی اعمال کا ثمرہ ہیں کرامت فرماوے اور پورے طور پر جناب کی طرف کھینچ لیوے۔ ع

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ ع اصل مطلب ہے یہی باقی ہے ہیچ

کیونکہ احوال و مواجید جو اس فرقہ ناجیہ کے عقائد کی حقیقت سے متحقق ہونے کے بغیر حاصل ہوں۔ ان کو ہم استدراج کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ اور خرابی کے سوا کچھ خیال نہیں کرتے۔ اس فرقہ ناجیہ کی تابعداری کی دولت کے ساتھ جو کچھ دیدیں ہم احسانمند ہیں۔ اور شکر بجالاتے ہیں۔ اور اگر یہی عطا فرمائیں اور احوال و مواجید کچھ نہ دیں۔ تو بھی کچھ ڈر نہیں ہم راضی ہیں۔ اور بعض مشائخ قدس سرہم سے جو غلبۂ حال اور سکر وقت میں اہل حق کی صحیح راؤں کے برخلاف علوم و معارف ظاہر ہوئے ہیں۔ چونکہ ان کا باعث کشف ہے۔ اس لئے معذور ہیں۔ امید ہے کہ قیامت کو انہیں مواخذہ نہ کرینگے۔ وہ خطا کار مجتہد کا حکم رکھتے ہیں کہ اس کو خطا پر بھی ایک اجر ملیگا۔ اور حق علمائے اہل حق کی طرف ہے۔ خدائے تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور کرے۔ کیونکہ علماء کے علوم چراغ نبوت سے لئے ہوئے ہیں۔ جن کی وحی قطعی سے تائید کی گئی ہے۔ اور ان صوفیہ کے معارف کا منفذ کشف اور الہام ہے کہ خطا کو اس میں دخل ہے۔ اور کشف و الہام کی صحت کا مصداق علمائے اہل سنت کے علوم کے ساتھ ان کا مطابق ہونا ہے۔ اگر سر مو بھی مخالفت ہے تو دائرہ صواب سے باہر ہیں۔ یہی علم صحیح اور حق صریح ہے اور اس کے سوا گمراہی +

رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمُ الْاِسْتِقَامَۃَ عَلٰی مُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ ظَاہِرًا وَّبَاطِنًا عَمَلًا وَّاِعْتِقَادًا عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَکْمَلُہَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَفْضَلُہَا۔ حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر ظاہری و باطنی اور عملی اور اعتقادی استقامت عطا فرماوے +

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ آپ پر اور تمام ہدایت والوں پر سلام ہو +

مکتوب ۱۱۳

جذبۂ مبتدی اور جذبۂ منتہی کے درمیانی فرق کے بیان میں اور اس بیان میں کہ مجذوبوں کا مشہود ابتدا میں سوائے روح کے نہیں ہے جو قلب کے اوپر ہے۔ اور اسی مشہود کو شہود الٰہی خیال کرتے ہیں۔ جمال الدین حسین، کولابی کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کا حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

جذب اور کشش نہیں ہوتی مگر مقام فوق میں نہ فوق، فوق میں۔ اور شہود وغیرہ میں بھی یہی حال ہے۔ پس سلوک نہ کئے ہوئے مجذوبوں کو جو مقام قلب میں ہیں جذب اور کشش نہیں ہوتی۔ مگر مقام روح میں جو مقام قلب کے اوپر ہے کشش الٰہی منتہیوں کے جذبہ میں ہے جس کے اوپر کوئی اور مقام نہیں ہے۔ اور جذبۂ بدایت میں روح منفوخ کے سوائے کچھ مشہود نہیں ہے۔ اور چونکہ روح اپنی اصلی صورت پر موجود ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِهٖ شہود روح کو شہود حق تعالےٰ جانتے ہیں۔ اور جب روح کو عالم اجساد کے ساتھ ایک طرح کی مناسبت ثابت ہے کبھی اس شہود کو کثرت میں احدیت کا شہود کہتے ہیں اور کبھی معیت کے قائل ہوتے ہیں۔ حق تعالےٰ کا شہود فنائے مطلق کے حاصل ہونے کے بغیر جو نہایت سلوک پر متحقق ہے متصور نہیں ہے ؎

ہیچکس را تا نہ گردد او فنا نیست رہ در بارگاہ کبریا

ترجمہ ؎ جبتلک انسان نہ ہوجائے فنا بارگاہ حق میں کب ملتی ہے جا

اس شہود کا عالم کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے۔

ان دونوں شہودوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ جو عالم کے ساتھ کسی نہ کسی وجہ سے مناسبت رکھتا ہے وہ شہود حق نہیں ہے۔ اور اگر بے مناسبت ہے۔ تو وہ شہود الٰہی کی علامت ہے۔ شہود تنگیٔ عبارت کی وجہ سے بولا گیا ہے۔ ورنہ یہ نسبت بھی منتسب الیہ کی طرح بیچون وبیچگون ہے ع

عالم چوں را بہ بیچوں راہ نیست

ترجمہ عالم چوں کو نہیں رہ کوئی بیچوں کی طرف

لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِكِ اِلَّا مَطَایَاہُ بادشاہ کے عطیوں کو اُس کی اُونٹ اٹھا سکتی ہیں ✦

مکتوب ۱۱۴

حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر حرص دلانے میں صوفی قربان کی طرف لکھا ہے :-

حق تعالے ہم بے سروسامان مفلسوں کو حضرت سید اولین وآخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جن کی دوستی کی طفیل اپنے اسمائی اور صفاتی کمالات کو ظاہر فرمایا۔ اور اُن کو تمام مخلوقات میں سے بہتر بنایا، کی اتباع کی دولت سے مشرف فرماوے اور اس پر استقامت بخشے کیونکہ اس پسندیدہ متابعت کا ایک ذرہ تمام دنیاوی لذتوں اور آخرت کی نعمتوں سے کئی درجے بہتر ہے ✦

بزرگی ، سنت کی تابعداری پر وابستہ ہے اور ہزار تی شریعت کی بجا آوری پر منحصر ہے ۔ مثلاً دوپہر کا سونا ، جو اس تابعداری کے باعث واقع ہو ۔ کروڑ کروڑ شب بیداریوں سے جو اس تابعداری کے موافق نہ ہوں اُولیٰ وافضل ہے ۔ اور ایسے ہی عید فطر کے دن کا کھانا جس کا شریعت نے حکم کیا ہے خلاف شریعت دائمی روزہ رکھنے سے بہتر ہے شارع علیہ السلام کے حکم سے ایک جیتل کا دینا اپنی خواہش سے سونے کا پہاڑ خرچ کرنے سے بزرگتر ہے ✦

امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دن صبح کی نماز جماعت سے ادا کر کے یاروں میں نگاہ کی ۔ ان میں ایک آدمی کو موجود نہ پایا ۔ اس کا سبب پوچھا ۔ یاروں نے عرض کی کہ وہ شخص تمام رات جاگتا رہتا ہے شاید اس وقت سو گیا ہوگا ۔ امیر المومنین نے فرمایا کہ اگر وہ تمام رات سویا رہتا اور صبح کی نماز جماعت سے ادا کرتا تو اس کے لئے بہتر تھا ✦

اہل ہنود نے بہت ریاضتیں اور مجاہدے کئے ہیں لیکن جب شریعت کے موافق نہیں ہیں ۔ سب بے اعتبار اور خوار ہیں ۔ اور اگر اُن سخت اعمال پر کچھ اجر ثابت ہو بھی جائے تو کسی دنیاوی نفع پر ہی منحصر ہے ۔ اور تمام دنیا کیا ہے تا کہ اس کے کسی نفع کا اعتبار کیا جاوے ۔ ان کی مثال خاکروبوں کی طرح ہے کہ جن کا کام سب سے زیادہ اور مزدوری سب سے کم ہے ۔ اور شریعت کے تابعداروں کی مثال اُن لوگوں کی طرح ہے ۔ جو قیمتی جواہر میں عمدہ عمدہ الماس جڑتے

ہیں کہ ان کا کام بہت تھوڑا اور مزدوری بہت زیادہ ہے۔ ایک گھڑی کے کام کی مزدوری لاکھ سال کے برابر ہو سکتی ہے۔ اس میں بھید یہ ہے کہ جو عمل شریعت کے موافق کیا جاوے وہ خدائے تعالےٰ کو پسند ہے۔ اور اس کے برخلاف ناپسند۔ پس ناپسندیدہ فعل میں تو ثواب کی کیا امید ہے بلکہ وہاں تو عذاب کی توقع ہے۔ یہ بات عالم مجاز میں بخوبی واضح ہے۔ تھوڑی سی التفات سے ظاہر ہو جاتی ہے ؎

ہرچہ گیرد علتی علت شود کفر گیرد کاملے ملت شود

ترجمہ ؎ علتی جو کچھ کرے علت ہی ہے
کفر گر کامل کرے ملت ہی ہے

پس تمام سعادتوں کا سرمایہ سنت کی تابعداری ہے۔ اور تمام فسادوں کی جڑ شریعت کی مخالفت ہے ۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَإِيَّاكُمْ عَلٰى مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰى اٰلِهٖ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ وَالسَّلَامُ۔ اللہ تعالےٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر ثابت قدم رکھے ۔

مکتوب ۱۱۵

اس بیان میں کہ یہ راہ جس کے ہم قطع کرنے کے در پے ہیں، صرف سات قدم ہے۔ ملا عبد الحق دہلوی کی طرف لکھا ہے :۔

ع از ہرچہ میرود سخن دوست خوشتر است

ترجمہ ع کلام یار عاشق کو ہے بہتر سب کلاموں سے

یہ راہ جس کے ہم قطع کرنے کے در پے ہیں۔ سب سات قدم ہے۔ جن میں سے دو قدم عالم خلق میں ہیں۔ اور پانچ عالم امر میں ۔

پہلے قدم پر جو عالم امر میں لگاتے ہیں تجلی افعالی ظاہر ہوتی ہے۔ اور دوسرے قدم پر تجلی صفات۔ اور تیسرے قدم پر تجلیات ذاتیہ شروع ہو جاتی ہیں ۔

اسی طرح درجات کمال کے اختلاف کے موجب ظہور ہوتا جاتا ہے۔ جیسے کہ اس راہ کے طے کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔ یہ سب کچھ سید اولین و آخرین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

کی تابعداری پر وابستہ ہے۔ اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ یہ راہ دو قدم ہے۔ اس سے ان کی مراد عالم خلق اور عالم امر ہے۔ اجمالی طور پر تاکہ طالبوں کی نظر میں کام آسان دکھائی دے اور اصل حقیقت وہی ہے جو اللہ کی توفیق سے مَیں نے ثابت کیا ہے۔

مکتوب ۱۱۶

اس بیان میں کہ دل کی سلامتی ماسوائے حق کے نسیان میں ہے۔ اور دنیاوی کاروبار میں بکثرت مشغول ہونے سے منع کرتے ہیں کہ ایسا نہ ہو دنیا میں رغبت پیدا ہو جائے
مُلّا عبدالواحد لاہوری کی طرف لکھا ہے:۔

میرے بھائی کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ سلامتی قلب کا حال جو آپ نے لکھا تھا واضح ہُوا۔ بیشک دل کی سلامتی ماسوائے حق کو بھلا دینے پر منحصر ہے۔ یہاں تک کہ اگر تکلف سے بھی اُس کو یاد دلائیں، تو اس کو یاد نہ آئے۔ اس لحاظ سے ماسوئے کے گذرنے کے کچھ معنے نہیں ہیں۔ یہ حالت فنائے قلبی سے تعبیر کی گئی ہے۔ اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے اور درجات استعداد کی تفاوت کے بموجب کمالات ولایت کی خوشخبری دینے والا ہے۔ ہمت کو بلند رکھیں اور جوز و مویز پر قناعت نہ کریں۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ مَعَالِیَ الْھِمَمِ اللہ تعالےٰ بلند ہمتوں کو دوست رکھتا ہے۔ امور دنیا میں بکثرت مشغول ہونے سے ڈر ہے کہ امور دنیا میں رغبت نہ پیدا ہو جائے۔ اس دل کی سلامتی پر ہرگز مغرور نہ ہو جائیں۔ کیونکہ رجوع ممکن ہے۔ اور جہاں تک ہو سکے دنیاوی کاروبار میں اس قدر مشغول نہ ہوں کہ ان میں رغبت پیدا ہو جائے اور خسارہ میں ڈال دیوے۔ نعوذ باللہ منہا۔ فقیروں خاکروبی کرنا دولتمندی کی صدر نشینی سے کئی درجے بہتر ہے۔ سب مقصود یہی ہو کہ چند روزہ زندگانی فقر و نامرادی سے بسر ہو جائے۔ اور دولتمندی اور دولتمندوں سے ایسا بھاگو جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔ والسلام۔

مکتوب ۱۱۷

اس بیان میں کہ ابتدا میں قلب جس کے تابع ہے اور انتہا میں یہ تابعداری نہیں رہتی
مُلّا بابا محمد بدخشی قدیم کی طرف لکھا ہے:۔

مولانا یاد محمد کو واضح ہو کہ کچھ مدت تک قلب حس کا تابع ہے پس ناچار جو چیز حس سے دور ہے وہ قلب سے بھی دور ہے - حدیث مَنْ لَّمْ يَمْلِكْ عَيْنَهٗ فَلَيْسَ الْقَلْبُ عِنْدَهٗ یعنی جس نے اپنی آنکھ پر قابو نہ پایا دل بھی اس کے قابو میں نہیں ہے - اس مرتبہ کی تائید کرتی ہے - نہایت کار میں جب دل کو حس کی تابعداری نہیں رہتی حس سے دور ہونا ولی قرب میں اثر نہیں کرتا یہی وجہ ہے کہ مشائخ طریقت نے مبتدی اور متوسط کے لئے شیخ کامل مکمل کی صحبت سے الگ ہونا جائز نہیں فرمایا -

غرض مَا لَا يُدْرَكُ كُلُّهٗ لَا يُتْرَكُ كُلُّهٗ کے موافق اسی طریق پر رہیں اور ناجنس کی صحبت سے پوری طرح بچیں -

میاں شیخ مزمل کا آنا موجب سعادت سمجھ کر ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور اکثر اوقات ان سے صحبت رکھیں کہ بہت عزیز الوجود ہیں والسلام -

مکتوب ۱۱۸

اُن لوگوں کے خسارہ کے بیان میں جو اہل اللہ پر اعتراض کرتے ہیں مُلّا قاسم علی بدخشی کی طرف لکھا ہے :-

وہ مکتوب جو محبت کے نشان والے مولانا قاسم علی نے بھیجا تھا پہنچا اور اس کا مضمون واضح ہوا - اللہ تعالےٰ فرماتا ہے مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا جس نے کوئی نیک کام کیا تو وہ اس کے اپنے نفس کے لئے ہے اور جس نے کوئی بُرائی کی وہ اسی کے لئے وبال ہے -

خواجہ عبدُ اللہ انصاری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الٰہی جس کو تو تباہ کرنا چاہتا ہے اس کو تو ہمارا دشمن بنا دیتا ہے ؎

ترسم آں قوم کہ بردُردکشاں میخندند   در سر کار خرابات کنند ایماں را

ترجمہ
نہ ہنس تو مے کشوں پر واعظا ہے ڈر مجھے ایسا
کہ میخانے کے در پر پیچ جائے تو نہ ایماں کو

حق تعالےٰ سید البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل تمام مسلمانوں کو فقرا کے انکار اور درویشوں کے طعن سے نگاہ رکھے -

مکتوب ۱۱۹

شیخ مقتدا کی صحبت پر ترغیب دینے میں اور اس بیان میں کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کامل لوگ اپنے بعض ناقص مریدوں کو بھی نسبت کے لئے طریقہ سکھانے کی اجازت فرماتے ہیں۔ میر محمد نعمان بدخشی کی طرف لکھا ہے:۔

میر صاحب کا مکتوب شریف وصول ہوا۔ اس راستہ میں دیوانہ پن درکار ہے۔ لَنْ یُّؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُقَالَ اِنَّہٗ لَمَجْنُوْنٌ تم میں سے کوئی ایمان والا نہ ہوگا جب تک اُسے یہ نہ کہا جاوے کہ وہ دیوانہ ہے۔ اور جب دیوانہ پن آگیا۔ زن و فرزند کی تدبیر سے چھوٹ گیا۔ اور ان و آں کے اندیشہ سے جمعیت حاصل ہوگئی۔ یہ دیوانہ پن آپ کی طبیعت میں پایا جاتا ہے۔ مگر بعض بیہودہ عارضوں کے باعث آپ نے اس کو فراموش کر دیا ہے کیا کیا جاوے اس ظاہری جدائی میں بڑی بے مناسبتی پائی جاتی ہے، جلدی اس کا تدارک کریں اور اپنی کم ہمتی کو عین ہمت جانکر بُعد صوری کو رفع کریں۔ اس گروہ کی جمعیت خلق کی جمعیت سے الگ ہے خلق کی جمعیت کے اسباب اس گروہ کے تفرقہ کا باعث ہیں خلق کے تفرقہ کے اسباب میں ہاتھ مارنا چاہیئے تاکہ جمعیت حاصل ہو جاوے۔ اور اگر بالفرض خالق کی جمعیت میں اس گروہ کو جمعیت بخشیں تو اس جمعیت سے ڈرنا چاہیئے۔ اور خدا کی جناب میں التجا کرنا چاہیئے تاکہ وہ جمعیت جان کی وبال نہ ہو جاوے۔ اور فلاں و فلاں کے احوال پر قیاس نہ کرنا چاہیئے کہ کامل ہونے سے درجات کے تفاوت کے موجب سب نقص کے مراتب ہیں ؎

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست

ترجمہ فراق دوست گو کم ہو مگر وہ کم نہیں ہے

مشائخ طریقت کامل ہونے سے پہلے بعض مریدوں کو طریقہ سکھانے کی اجازت فرمایا کرتے ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے مولانا یعقوب چرخی قدس سرہٗ کو طریقہ سکھانے اور بعض منزلیں طے کرانے کے بعد فرمایا تھا۔ کہ اے یعقوب جو کچھ ہم سے تجھ کو پہنچا ہے، وہ خلق کو پہنچاوے۔ حالانکہ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میرے بعد علاؤالدین کی خدمت میں رہنا۔ اور اکثر انہوں نے خواجہ علاؤالدین کی خدمت میں کام پورا کیا۔

حتے کہ مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ نفحات میں ان کو پہلے خواجہ علاؤالدین رحمۃ اللہ علیہ کے مریدوں میں گنتے ہیں۔ اور پھر حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ غرض اس تفرقہ کا علاج جمعیّت والوں کی صحبت ہے۔ یہ مضمون بار بار تاکید سے لکھا جا چکا ہے ۔

اور سُنا گیا ہے کہ مولانا محمد صدیق نے نوکری اختیار کی ہے ۔ اور فقرا کی وضع کو چھوڑ دیا ہے ۔ افسوس ہزار افسوس کہ کسی کو اعلےٰ علّیین سے اسفل سافلین میں گرا دیں اس کا امر دو حال سے خالی نہ ہوگا ۔ یا نوکری میں اس کو جمعیت دینگے یا نہ دینگے ۔ اگر جمعیت دینگے تو بد ہے اور اگر نہ دینگے تو بدتر ۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۔ یا اللہ تو ہدایت فرما کر پھر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کیجیو۔ اور اپنے پاس سے ہمارے حال پر رحمت فرما۔ تو ہی بخشنے والا ہے ۔ والسلام ۔

مکتوب ۱۲۰

جمعیت والوں کی صحبت پر ترغیب دینے میں میر محمد نعمان کی طرف لکھا ہے :۔

مانا کہ میر صاحب نے فراموشی اختیار کر لی کہ سلام و پیام تک سے یاد نہیں کرتے فرصت بہت تھوڑی ہے ۔ اور اس کا صرف کرنا ایک بڑے بھاری کام میں نہایت ضروری ہے۔ اور وہ کام ارباب جمعیّت کی صحبت ہے ۔ کیونکہ صحبت کے برابر کوئی چیز نہیں ۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب صحبت ہی کے باعث انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا سب پر اگرچہ اویس قرنی اور عمر مروانی ہی ہو افضیلت لے گئے ۔ حالانکہ صحبت کے سوا یہ دونوں بڑے درجوں تک پہنچے ہوئے تھے ۔ اور بڑے بڑے کمالات حاصل کر چکے تھے ۔ یہی وجہ ہے کہ معاویہؓ کی خطا صحبت کی برکت سے ان دونوں کے صواب سے بہتر ہے ۔ اور عمرو بن العاص رضؓ کا سہو ان دونوں کے صواب سے افضل ہے ۔ کیونکہ ان بزرگواروں کا ایمان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیکھنے اور فرشتہ کے حاضر ہونے اور وحی کے مشاہدے اور معجزات کے دیکھنے سے شہودی ہو چکا تھا۔ اور ان کے

سوا کسی اور کو اس قسم کے کمالات جو درحقیقت تمام کمالات کا اصل اصول ہیں نصیب نہیں ہوئے اور اگر اویس قرنی کو معلوم ہوتا کہ صحبت کی فضیلت میں یہ خاصیت ہے تو اُس کو صحبت سے کوئی چیز مانع نہ ہوتی۔ اور اس فضیلت پر کوئی چیز اختیار نہ کرتا۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اور اللہ تعالےٰ اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے خاص کرتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ بڑے فضل والا ہے ۔

سکندر را نمے بخشند آبے | بزور و زر میسر نیست ایں کار

ترجمہ: سکندر کو نہیں دیتے ہیں پانی | نہیں ملتی بزور و زر یہ دولت

یا اللہ اگرچہ تو نے ہم کو اس جہان میں ان بزرگواروں کے زمانہ میں پیدا نہیں کیا مگر تو ہمیں عالم آخرت میں ہی ان کے گروہ میں اُٹھا۔ بحرمت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم آمین ✤

مکتوب ۱۲۱

اس بیان میں کہ یہ راہ سب سات قدم قرار پایا ہے۔ اور بعض یار چھ قدم پر پہنچے ہیں میر محمد نعمان کی طرف لکھا ہے :۔

میر صاحب بہت دعوات مطالعہ فرمائیں۔ مدت ہوئی کہ اپنے احوال سے اطلاع نہیں دی۔ اور یہاں کے فقرا کی خبر نہیں لی۔ اللہ کا حمد اور اس کا احسان ہے کہ فقرا خوش حال ہیں فقیر مختصر طور پر تھوڑا سا حال بیان کرتا ہے ✤

اے محبت کے نشان والے، یہ راستہ سب سات قدم قرار پایا ہے بعض یاروں نے اپنا کام چھ قدموں تک پہنچایا ہے۔ اور بعض نے پانچ قدم تک اور ایک گروہ نے چار قدم تک اور ایک گروہ نے تین قدم تک اپنے اپنے درجوں کے اختلاف کے بموجب اور جب تین قدم والا بھی لوگوں کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ تو وہ لوگ جو ان سے آگے قدم رکھتے ہیں، کیسے فائدہ نہ پہنچا سکینگے۔ بلند ہمتی درکار ہے تاکہ ہیچ و پوچ پر کفایت نہ ہو اس سے زیادہ لکھنا وقت کے مناسب نہ تھا۔ والسلام ✤

مکتوب ۱۲۲

بلند ہمتی پر ترغیب دینے اور ہر چیز پر جو ہاتھ میں آوے توجہ نہ کرنے کے بیان میں۔ ملا طاہر بدخشی کی طرف لکھا ہے :۔

مولانا محمد طاہر معذور ہیں۔ مولانا یار محمد ہماری نقل و حرکت کی وجہ بیان کرینگے۔ جب آپ ہندوستان کے سفر کا ارادہ مصمم رکھتے ہیں۔ تو جائیں اور اہل و عیال کی خبر لیں سالباقی عندالتلاقی مشہور خبر ہے۔ دوام حضور اور غیروں کی صحبت سے بچنا ضروری ہے ہمت کو بلند رکھنا چاہیئے۔ اور جو کچھ ہاتھ میں آجائے اُسی میں مشغول نہ ہونا چاہیئے ؎

ما از پے نوری کہ بود مشرق انوار \
از مغربی و کوکب و مشکوٰۃ گذشتیم

ترجمہ ؎

ہمیں اُس نور کی خاطر جو ہے انوار کا مشرق \
نہ حاجت ہے ستارے کی نہ سورج چاند و مشعل کی

اس زمانہ کے اکثر فقرا مقام ریٔ اور اکتفا (یعنی سیراب ہونے اور کفایت کرنے) پر اقامت رکھتے ہیں یعنی آگے ترقی نہیں کرتے۔ ان کی صحبت زہر قاتل ہے۔ ان سے ایسا بھاگو جیسے شیر سے۔ اور واقعات کا کچھ اعتبار نہ کریں۔ کیونکہ تاویل کا میدان بہت وسیع ہے۔ اور ہرگز خواب و خیال پر فریفتہ نہ ہو جائیں ؎

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَدُوْنَهَا \
قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خُيُوْفُ

ہائے پہنچوں کس طرح میں یار تک \
راہ میں ہیں پُر خطر کوہ اور غار

والسلام ۞

مکتوب ۱۲۳

اس بیان میں کہ نفل کا ادا کرنا خواہ حج ہی کیوں نہ ہو۔ اگر فرض کے فوت ہو جانے کو مستلزم ہے تو وہ لایعنی میں داخل ہے۔ ملا طاہر بدخشی کی طرف صادر کیا ہے :۔

میرے بھائی نیک بخت کا دکہ (اپنے نام کی طرح تعلقات کی آلودگی سے ہمیشہ پاک رہیں) مکتوب مبارک صادر ہوا۔ اے بھائی حدیث میں آیا ہے۔ عَلَامَةُ اِعْرَاضِہٖ

تَعَالیٰ عَنِ الْعَبْدِ اِشْتِغَالُہٗ بِمَا لَا یَعْنِیْہِ بندے کا لایعنی باتوں میں مشغول ہونا بندہ کی طرف سے خدا کی روگردانی کی علامت ہے۔ فرض کو چھوڑ کر نفل میں مشغول ہونا لایعنی میں داخل ہے۔ پس اپنے احوال کی تفتیش کرنا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو جائے کہ وہ کس چیز میں مشغول ہے۔ نفل میں یا فرض میں۔ ایک نفلی حج کے لئے اتنے ممنوعات کا مرتکب ہونا چاہئے۔ اچھی طرح ملاحظہ کریں۔ اَلْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ عقلمند کے لئے ایک ہی اشارہ کافی ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی رُفَقَائِکُمْ آپ پر اور آپ کے دوستوں پر سلام ہو۔

مکتوب ۱۲۴

اس بیان میں کہ رستہ کی استطاعت حج کے واجب ہونے کے لئے شرط ہے استطاعت نہ ہونے کے باوجود حج کا ارادہ کرنا مطلب کے حاصل ہونے کی نسبت تضیع اوقات میں داخل ہے۔ ملا طاہر بدخشی کی طرف لکھا ہے۔

ملا محمد طاہر بدخشی کا مکتوب شریف پہنچا۔ اللہ کا حمد اور اس کا احسان ہے کہ فقرا کے اخلاص اور محبت میں کوئی فتور نہیں پڑا۔ جدائی کی مدت دراز ہونے کے باوجود یہ بڑی سعادت کی علامت ہے۔

اے محبت کے نشان والے! جب آپ نے رخصت طلب کی اور جانے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ تو وداع ہونے کے وقت اس قدر ذکر ہوا تھا کہ شاید ہم بھی آپ کے ساتھ مل جاوینگے۔ ہر چند ارادہ کیا لیکن استخارے موافق نہ ہوئے۔ اور اس بارہ میں کوئی تجویز معلوم نہ ہوئی۔ ناچار اس بارہ میں سستی اختیار کی۔ فقیر کی صلاح پہلے ہی آپ کے جانے میں نہ تھی۔ لیکن آپ کے شوق کو دیکھ کر صاف طور پر منع نہ کیا۔ استطاعت رستہ کی شرط ہے۔ بغیر استطاعت کے تضیع اوقات ہے۔ ضروری کام کو چھوڑ کر غیر ضروری کام میں ہونا مناسب نہیں۔ کئی خطوں میں آپ کی طرف یہ مضمون لکھا ہے۔ شاید پہنچا ہے یا نہیں۔ اصل بات یہی ہے۔ آگے آپ مختار ہیں۔ والسلام۔

مکتوب ۱۲۵

اس بیان میں کہ کیا عالم صغیر کیا عالم کبیر اسما و صفات الٰہی کے مظہر ہیں۔ اور عالم کو اپنے صانع کے ساتھ مخلوقیت اور مظہریت کے سوا اور کوئی نسبت نہیں ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں میر صالح نیشاپوری کی طرف لکھا ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْیَاءِ کَمَا ھِیَ یا اللہ تو ہم کو اشیاء کی حقیقت دکھا، جیسی کہ وہ ہیں۔

جہان کیا چھوٹا کیا بڑا حق تعالیٰ کے اسما و صفات کے مظہر اور اس کے شیون اور ذاتی کمالات کے آئینے ہیں۔ حق تعالیٰ ایک خزانہ مخفی اور پوشیدہ تھا۔ اس نے چاہا کہ اپنے آپ کو خلوت سے جلوت میں لائے اور اجمال سے تفصیل میں لائے۔ تو جہان کو اس طرح پیدا کیا کہ اپنی ذات و صفات میں حق تعالیٰ کی ذات و صفات پر دلالت کرے۔ پس جہان کو اپنے صانع کے ساتھ کوئی نسبت نہیں ہے۔ مگر یہ اس کی مخلوق ہے۔ اور اس کے شیون اور کمالات پر دلالت کرنے والا ہے۔ وہاں اتحاد اور عینیت اور احاطہ و سریان اور معیت ذاتیہ کا حکم لگانا غلبۂ حال اور سکر وقت سے ہے مستقیم الاحوال بزرگوار کہ جن کو صحو کا پیالہ ملا ہوا ہے۔ جہان کے لئے صانع کے ساتھ کوئی نسبت سوائے مخلوق اور مظہر ہونے کے ثابت نہیں کرتے۔ اور علمائے اہل حق کے مطابق (کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوشش کو مشکور فرمائے) احاطہ و سریان و معیت کو علمی جانتے ہیں۔

تعجب ہے کہ صوفیا کی ایک جماعت بعض ذاتی نسبت کو مثل احاطہ اور معیت کے ثابت کرتے ہیں۔ اور ساتھ ہی اس بات کے معترف ہیں کہ ذات سے تمام نسبتیں مسلوب ہیں حتےٰ کہ صفات ذاتیہ کا بھی سلب ظاہر کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ تناقض ہے۔ اور اس تناقض کے دفع کرنے کے لئے ذات میں مراتب کا ثابت کرنا فلسفی تحقیقات کی طرح بیجا تکلف ہے۔ صحیح کشف والے لوگ ذات حق کو بسیط حقیقی کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ اور اس کے سوائے جو کچھ ہو اسما میں داخل گنتے ہیں ؎

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست
درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است

ترجمہ ؎ فراق یار گو کم ہے بہت ہے حق میں عاشق کے
اگرچہ نیم جو ہووے بہت تکلیف دیتا ہے

اس مضمون کی تحقیق کے لئے ایک مثال بیان کرتا ہوں۔ مثلاً اگر کوئی فاضل عالم بڑے فن جاننے والا چاہے کہ اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کرے۔ اور حرفوں اور آوازوں کو ایجاد کرے۔ تاکہ ان کے پردے میں ان کمالات کو ظاہر کرے۔ تو اس صورت میں دلالت کرنیوالے حرفوں اور آوازوں کو ان پوشیدہ معنوں کے ساتھ نسبت نہیں ہے۔ سوائے اس کے کہ یہ حروف اور آوازان پوشیدہ معنوں کے مظہر اور در پردہ کمالات کے آئینے ہیں۔ حرفوں اور آوازوں کو ان مخفی معانی کا عین کہنا کچھ معنی نہیں رکھتا۔ اور اسی طرح اس صورت میں احاطہ اور معیت کا حکم لگانا نامناسب ہے۔ معانی اسی طرح اپنی پہلی مخزونہ حالت پر ہیں۔ ان معانی کی ذات وصفات میں کسی قسم کا تغیر و تبدل واقع نہیں ہوا۔ چونکہ معانی اور حروف و اصوات دالہ کے درمیان ایک قسم کی دالیت اور مدلولیت کی نسبت ثابت ہے تو اس سے کچھ زائد معنے خیال میں نہیں آتے۔ لیکن حقیقت میں وہ معانی پوشیدہ ان زائد معنوں سے پاک وصاف ہیں۔ اور جو کچھ اس مسئلہ میں ہمارا اعتقاد ہے وہ یہ ہے کہ مظہر اور آئینہ ہونے کے سوا اور کسی امر زائد مثل اتحاد وعینیت ومعیت و احاطہ کا ثابت کرنا شرک کے باعث ہے۔ حق تعالےٰ کی ذات نسبت و مناسبت سے معرا ومبرا ہے۔ مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ

ع چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ظاہریت اور مظہریت کی اس قدر مناسبت سے وحدت وجود کہیں پایہ کہیں حقیقت میں متعدد وجود ہیں۔ لیکن اصالت وظلیت اور ظاہریت ومظہریت کے طور پر۔ نہ یہ کہ ایک موجود ہے۔ اور اس کے سوا باقی سب وہم وخیالات۔ یہ مذہب بعینہ مذہب سوفسطائی ہے حقیقت کا اس میں ثابت کرنا اوہام وخیالات سے جو سوفسطائی کا مقصود ہے خارج نہیں ہوتا ؎

چوں بدانستی تو اورا از نخست	سوئے آنحضرت نسب کردی درست
وانکہ دانستی کہ ظل کیستی	فارغی گر مُردی وگر زیستی

ترجمہ ؎

جبکہ تونے اس کو جاناں از نخست	اور کی اُس کی طرف نسبت درست
سایہ کس کا ہے تو جب پہچان لے	بیخطر ہے خواہ مرے تجھ خواہ جیئے

مکتوب ۱۲۶

اس بیان میں کہ طالب کو چاہئے کہ باطل خداؤں کی نفی کرنے میں خواہ آفاقی ہوں خواہ انفسی، کوشش کرے۔ اور معبود برحق کے اثبات کی طرف میں جو کچھ حوصلہ فہم اور احاطہ اور ادراک میں آئے۔ اُس کو بھی نفی کے نیچے لاکر صرف موجودیت پر کفایت کرے۔ اگرچہ وجود کی بھی اس مقام میں گنجائش نہیں۔ اور اس کے مناسب بیان میں میر صالح نیشاپوری کی طرف لکھا ہے:۔

اے سرداری و شرافت کی مسند والے! طالب کو چاہئے کہ انفسی اور آفاقی جھوٹے خداؤں کی نفی کرنے میں کوشش کرے۔ اور معبود برحق کے اثبات کی جانب جو کچھ فہم کے حوصلہ اور وہم کے احاطہ میں آئے اس کو بھی نفی کے نیچے لاکر صرف مطلوب کی موجودیت پر کفایت کرے ع

بیش ازیں پے نبردہ اند کہ ہست

ترجمہ ع زیادہ ہست سے بڑھ کر کسی نے کچھ نہ پہچانا

اگرچہ وجود کی بھی اس مقام میں گنجائش نہیں۔ تاہم اس کو وجود کے ماسوا طلب کرنا چاہئے۔

علمائے اہل سنت و جماعت نے اچھا کہا ہے کہ واجب تعالےٰ کا وجود اس کی ذات پر زائد ہے۔ وجود کو عین ذات کہنا اور وجود کے سوا دوسرا امر ثابت نہ کرنا قصورِ نظر سے ہے۔

شیخ علاؤ الدولہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ فَوْقَ عَالَمِ الْوُجُوْدِ عَالَمُ الْمَلِكِ الْوُدُوْدِ عالم وجود کے اُوپر ملک الودود کا عالم ہے۔

اور اس درویش کو جب مرتبہ وجود سے اوپر گذر ہوا تو کچھ مدت تک کہ مغلوب الحال تھا اپنے آپ کو ذوق و وجدان کی وجہ سے ارباب تعطیل سے پاتا تھا۔ اور حق تعالےٰ کے وجود کا حکم نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ وجود کو راہ میں چھوڑ گیا تھا۔ مرتبۂ ذات میں وجود کی گنجائش نہ پاتا تھا۔ فقیر کا اسلام اس وقت تقلیدی تھا نہ تحقیقی۔

غرض جو کچھ حوصلہ ممکن میں آوے بطریق اولیٰ ممکن ہوگا۔ پس پاک ہے وہ ذات جس نے خلق کے لئے اپنی طرف کوئی رستہ سوائے اس کے نہیں بنایا کہ اس کی معرفت سے عجز کا اقرار کیا جائے۔

فنافی اللہ اور بقا باللہ کے حاصل ہونے سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ ممکن واجب

ہو جاتا ہے۔ کیونکہ یہ محال ہے۔ اور اس سے حقائق کا تغیر و تبدل لازم آتا ہے۔ پس جب ممکن واجب نہ ہوا۔ تو ممکن کا نصیب سوائے عجز کے کچھ نہ ہو گا ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

ترجمہ ؎ اُٹھالے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے
لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے

بلند ہمتی اسی طرح کا مطلب چاہتی ہے کہ کچھ بھی اس سے ہاتھ نہ آئے۔ اور اس سے کچھ نام و نشان پیدا نہ ہو۔ بعض لوگ ایسے ہیں جو یہ مطلب چاہتے ہیں کہ اس کو اپنا عین پائیں اور اس کے ساتھ قرب و معیت پیدا کریں ؏

آں ایشا نند و من چنینم یا رب

ترجمہ ؏ وہ ایسے ہیں میں ایسا ہوں خدایا

وَالسَّلَامُ اَوَّلاً وَّ اٰخِرًا ۔

مکتوب ۱۲۷

اس بیان میں کہ والدین کی خدمت اگرچہ نیکیوں میں سے ہے لیکن اصلی مطلب تک پہنچنے کے مقابلہ میں محض بیکاری اور صرف تعطیل ہے۔ بلکہ بُرائی میں داخل ہے۔ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ اور اس کے مناسب بیان میں مُلّا صفر احمد رومی کی طرف لکھا ہے :۔

مکتوب مرغوب پہنچا۔ جو عذر آپ نے توقف کے بارہ میں کیا تھا صحیح ہے۔ زیادہ اس سے جو وقوع میں آتا ہے کرنا چاہیئے۔ اور اپنے آپ کو قصور وار جاننا چاہیئے ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْہِ اِحْسَانًا حَمَلَتْہُ اُمُّہٗ کُرْھًا وَّوَضَعَتْہُ کُرْھًا ہم نے انسان کو والدین کے ساتھ احسان کرنے کا حکم کیا ہے اس کو اس کی ماں نے تکلیف سے اُٹھایا اور تکلیف ہی سے جنا ۔

دوسری جگہ فرماتا ہے اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کر ۔

باوجود اس امر کے اس بات کا معتقد ہونا چاہیئے کہ یہ سب کچھ مطلب حقیقی تک پہنچنے کے مقابلہ میں محض بیکار ہے۔ بلکہ منازل سلوک طے کرنے میں صرف تعطیل ہے حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ

سَیِّئَاتُ الْمُقَرَّبِیْنَ آپنے سنا ہوگا ۔

ہرچہ جز عشق خدائے احسن است گرشکر خوردن بود جاں کندن است

ترجمہ ۔ سوائے عشق حق جو کچھ کہ ہے ہرچند احسن ہے
شکر کھانا بھی گر ہووے عذاب جان کندن ہے

حق تعالٰے کا حق تمام مخلوقات کے حقوق پر مقدم ہے ۔ ان کے حقوق کو ادا کرنا خدا کے حکم کی تابعداری کا باعث ہے ۔ ورنہ کس کی مجال ہے کہ اس کی خدمت کو چھوڑ کر دوسرے کی خدمت میں مشغول ہو جائے ۔ پس ان کی خدمت اس لحاظ سے خدا ہی کی خدمت میں سے ہے ۔ لیکن خدمت خدمت میں بہت فرق ہے ۔ کاشتکار اور ہل چلانے والے بھی بادشاہ کی خدمت کرتے ہیں لیکن مقربین کی خدمت اور ہے ۔ وہاں زراعت اور ہل چلانے کا نام لینا عین گناہ ہے ۔ اور ہر کام کی مزدوری اس کام کے موافق ہوتی ہے ۔ ہل چلانے والے بڑی محنت سے دن بھر میں ایک تنکہ مزدوری لیتے ہیں ۔ اور مقرب ایک گھڑی خدمت میں حاضر ہو کر لاکھوں کا مستحق ہو جاتا ہے ۔ حالانکہ اس کو ان لاکھوں سے کچھ تعلق نہیں ۔ وہ تو صرف پادشاہ کے قرب میں گرفتار رہے ۔ شَتَّانَ مَا بَیْنَہُمَا ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے ۔

فرخ حسین کو بہت توفیق حاصل ہے ۔ اس کی طرف سے خاطر جمع رکھیں زیادہ کیا لکھوں ۔ والسلام ۔

مکتوب ۱۲۸

بلند ہمتی پر ترغیب دینے اور سوائے مطلب بیچونی کے کفایت نہ کرنے کے بیان میں خواجہ مقیم کی طرف لکھا ہے :-

جناب خواجہ مقیم دور پڑے ہوؤں کو فراموش نہ کریں بلکہ دور نہ جانیں ۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کو وہ دوست رکھتا ہے ۔

سالک کا مقصود بڑا لمبا ہے ۔ مطلب نہایت کمال اور ہمت بہت پست ۔ نیز درمیانی منزلیں سراب کی مطلب نما ہیں ۔ نعوذ باللہ ، وسط کو نہایت سمجھ کر کیا غیر مقصد کو مقصد جانتا ہے ۔ اور چون کو بیچون تصور کرتا ہے ۔ اور مطلب حقیقی تک پہنچنے سے پیچھے رہتا ہے ۔ ہمت کو بلند رکھنا چاہئے ۔ اور کسی حاصل پر کفایت نہ کرنی چاہئے ۔ اور وراء الوراء ڈھونڈنا چاہئے ۔

اس قسم کی ہمت کا حاصل ہونا شیخ مقتدا کی توجہ پر منحصر ہے۔ اور اس کی توجہ مرید مقتدی کے اخلاص اور محبت کے موافق ہوتی ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

مکتوب ۱۲۹

اس بیان میں کہ انسان کی جامعیت اس کے تفرقہ کا باعث ہے اور یہی جامعیت اس کی جمعیت کا موجب ہے۔ جیسے کہ کہا گیا ہے کَمَاءِ النِّيْلِ مَاءٌ لِّلْمَحْبُوْبِيْنَ وَبَلَاءٌ لِّلْمَحْجُوْبِيْنَ آبِ نیل کی طرح جو دوستوں کے لئے پانی اور محجوبوں کے لئے بلا ہے۔ سید نظام کی طرف لکھا ہے:۔

مکتوب شریف وصول ہوا۔ آدمی چونکہ جامع ترین موجودات ہے۔ اور اجزا میں سے ہر ایک جز کے لئے بیشمار موجودات کے ساتھ اس کا تعلق اور گرفتاری ظاہر ہے پس حقیقت میں یہی جامعیت سب سے زیادہ خدا کی جناب سے اس کی دوری کا باعث ہے۔ اور اس کے بکثرت تعلقات سب سے زیادہ اس کی محرومی کا سبب ہیں۔ اور اگر خدا کی توفیق سے اپنے آپ کو ان پراگندہ تعلقات سے جمع کرلے۔ اور پس پا واپس آجائے۔ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا وَاِلَّا فَقَدْ ضَلَّ ضَلَالًا بَعِيْدًا تو بڑا کامیاب ہوگیا ورنہ بہت گمراہ ہوا۔

اس جامعیت کے باعث بہترین موجودات بھی چونکہ انسان ہی ہے۔ بدترین مخلوقات بھی اسی جامعیت کے باعث وہی ہے۔ اس کا آئینہ اس جامعیت کے باعث بہت کامل ہے اگر جہان کی طرف منہ رکھے تو اس قدر مکدر ہوجاتا ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ اور اگر حق کی طرف منہ کرے تو سب سے زیادہ مصفا اور زیادہ خوشنما ہے۔ ان تعلقات کی آلودگی سے کمال آزادی محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا خاصہ ہے۔ اور اس کے بعد دوسرے انبیاء اور اولیا اپنے اپنے درجوں اور مرتبوں کے موافق۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے صلوٰۃ و تسلیمات ہوں ہمارے نبی پر اور ان پر اور ان کے سب تابعداروں پر قیامت کے دن تک۔

حق تعالےٰ ہم کو اور آپ کو حضرت نبی مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل جس کی حق تعالےٰ نے مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى سے تعریف کی ہے ان تعلقات سے نجات بخشے۔

اس سے زیادہ لکھنا ملال کا باعث ہے۔ والسلام والاکرام۔

مکتوب ۱۳۰

اس بیان میں کہ احوال کے تغیر و تبدل کا کچھ اعتبار نہیں۔ بیچونی اور بیچگونگی کے مطلب کو حاصل کرنا چاہیئے۔ جمال الدین کی طرف لکھا ہے:۔

احوال کی تلوینات کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ اس بات کا مقید نہ ہونا چاہیئے کہ کیا آیا اور کیا گیا اور کیا کہا اور کیا سنا مقصود کچھ اور ہی ہے جو کہنے سننے اور دیکھنے اور مشاہدے سے منزہ و مبرا ہے۔ بچوں کو جوز و مویز سے تسلی دیتے ہیں۔ ہمت بلند رکھنی چاہیئے۔ کام کچھ اور ہے۔ یہ سب خواب و خیال ہے۔ خواب میں اگر کوئی اپنے آپ کو بادشاہ دیکھے تو وہ حقیقت میں بادشاہ نہیں ہے۔ لیکن یہ خواب امیدواری بخشتی ہے۔

طریقہ نقشبندیہ قدس سرہم میں واقعات کا کچھ اعتبار نہیں کرتے۔ یہ بیت ان کی کتابوں میں لکھا ہے ؎

چو غلام آفتابم ہم ز آفتاب گویم
نہ شبم نہ شب پرستم کہ حدیث خواب گویم

ترجمہ ؎
سخن خورشید کا کرتا ہوں خادم میں اسی کا ہوں
نہ شب نے شب کا طالب جو حدیث خواب کچھ بولوں

اگر کوئی حال آوے یا جاوے کچھ شادی و غم نہیں۔ بیچونی اور بیچگونگی کا مطلب حاصل ہونے کا منتظر رہنا چاہیئے۔ والسلام۔

مکتوب ۱۳۱

طریقہ حضرات خواجگان قدس سرہم کی بلندی شان اور ان لوگوں کی شکایت میں جنہوں نے اس طریقہ میں نئی نئی باتیں نکالی ہیں اور ان کو اس طریق کی تکمیل سمجھی ہے۔ خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ الطَّاہِرِیْنَ سب تعریف اللہ کو ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اور صلوٰۃ و سلام سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر ہو۔

میرے سعادت مند بھائی خواجہ محمد اشرف خدا آپ کو اولیائے کرام کی تشریفات سے مشرف فرمائے۔

جان لیں کہ حضرات خواجگان قدس سرہم کا طریقہ خدا کی طرف پہنچانے والے سب راستوں سے زیادہ قریب رستہ ہے۔ اور دوسروں کا انتہا ان بزرگواروں کے ابتدا میں درج ہے۔ اور ان کی نسبت سب نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ اس کا باعث یہ ہے کہ اس طریق میں سنت کو لازم پکڑتے ہیں۔ اور بدعت سے بچتے ہیں۔ اور حتے المقدور رخصت پر عمل جائز نہیں کرتے۔ اگرچہ بظاہر باطن میں فائدہ دینے والا ہو۔ اور عزیمت پر عمل کرنا نہیں چھوڑتے اگرچہ بظاہر طور پر باطن میں مضر جانیں۔ انہوں نے احوال و مواجید کو احکام شرعی کے تابع کیا ہے۔ اور ذوق و معارف کو علوم شرعیہ کے خادم سمجھتے ہیں۔ احکام شرعیہ کے نفیس موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے جوز و مویز کے عوض نہیں دیتے۔ اور صوفیہ کی بیہودہ باتوں پر مغرور اور فریفتہ نہیں ہوتے۔ نص کو چھوڑ کر فص کی طرف نہیں جاتے۔ اور فتوحات مدنیہ یعنی احادیث سے قطع نظر کر کے فتوحات مکیہ کی طرف التفات نہیں کرتے۔ ان کا حال دائمی ہے اور ان کا وقت استمراری۔ تجلی ذاتی جو اوروں کے لئے بجلی کی طرح ہے۔ ان بزرگواروں کے لئے دائمی ہے۔ وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو ان بزرگواروں کے نزدیک بے اعتبار ہے۔ رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ یہ وہ بہادر ہیں جن کو تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔

لیکن ہر ایک کا فہم ان بزرگواروں کے مذاق تک نہیں پہنچتا۔ بلکہ نزدیک ہے کہ اس طائفہ علیہ کے قاصر اور کم ہمت لوگ بھی ان بزرگواروں کے بعض کمالات سے انکار کر دیں۔

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور حاش للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را

ترجمہ:
کرے گر طعن کوئی پست ہمت اس طریقے پر
پناہ دے رب اگر لاؤں زباں پر کچھ گلہ اس کا

ہاں اس طریقہ علیہ کے بعض متاخرین خلفا نے اس طریق میں بھی نئی نئی باتیں نکالی ہیں۔ اور ان بزرگواروں کے اصل رستہ کو ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے۔ ان کے بعض مریدوں کا یہ اعتقاد ہے کہ ان نئی نئی باتوں نے اس طریقہ کو کامل کر دیا ہے۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے کَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ منہ چھوٹا اور بڑی بات ہے بلکہ انہوں نے اس کے خراب اور

ضائع کرنے میں کوشش کی ہے ۔

افسوس ہزار افسوس کہ جن بدعتوں کا دوسرے سلسلوں میں نام و نشان تک پایا نہیں جاتا وہ اس طریقہ علیہ میں پیدا کر دی ہیں ۔ نمازِ تہجد کو جماعت سے ادا کرتے ہیں ۔ اور گرد و نواح سے اس وقت لوگ تہجد کے واسطے جمع ہو جاتے ہیں ۔ اور بڑی جمعیت سے ادا کرتے ہیں ۔ اور یہ عمل مکروہ ہے ، بکراہت تحریمہ ۔

بعض فقہا نے جن کے نزدیک تداعی (یعنی ایک دوسرے کو بلانا) کراہت کی شرط ہے اور نفل کی جماعت کو مسجد کے ایک کونے میں جائز قرار دیا ہے ۔ تین آدمیوں سے زیادہ کی جماعت کو بالاتفاق مکروہ کہا ہے ۔

اور نیز نماز تہجد کو اس وجہ سے تیرہ رکعت جانتے ہیں ، جن میں سے بارہ رکعت کو کھڑے ہو کر ادا کرتے ہیں ۔ اور دو رکعت کو بیٹھ کر تاکہ ایک رکعت کا حکم پیدا کرے ۔ اور ان سے مل کر تیرہ ہو جائیں ، حالانکہ ایسا نہیں ہے ۔

ہمارے حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے جو کبھی تیرہ رکعت ادا کیئے ہیں اور کبھی گیارہ اور کبھی نو اور کبھی سات ۔ تو اس میں نماز تہجد کے ساتھ وتر نے مل کر فردیت کا حکم پیدا کیا ہے نہ یہ کہ بیٹھ کر دو رکعت ادا کرنے کو کھڑے ہو کر ایک رکعت ادا کرنے کا حکم دیا ہے ۔ اس قسم کے علم و عمل کا باعث سنت سنیہ مصطفوی علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی عدم اتباع ہے ۔

تعجب ہی کی بات ہے کہ علما ہی کے شہروں میں جو مجتہدین علیہم الرضوان کا وطن ہے اس قسم کے محدثات اور بدعات رواج پا گئے ہیں ۔ حالانکہ ہم فقیر اسلامی علوم انہی کی برکت سے حاصل کرتے ہیں ۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ الْمُلْہِمُ لِلصَّوَابِ اللہ تعالے بہتری کی طرف الہام کرنے والا ہے ۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ

غمِ دل اس لئے تھوڑا کیا ظاہر ہے ڈرتا ہوں
کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سُن سُن کے دل تیرا

والسلام ۔

مکتوب ۱۳۲

دولتمندوں کی صحبت سے بچنے اور فقرا کی صحبت پر ترغیب دینے کے بیان میں کہ فقرا کی خاک روبی دولتمندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ ملا محمد صدیق بدخشی کی طرف لکھا ہے :۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ یا اللہ تو ہدایت دیکر پھر ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کر اور ہم کو اپنے پاس سے رحمت بخش تو بڑا بخشنے والا ہے ؂

آپ نے فقرا کی صحبت سے دل تنگ ہو کر دولتمندوں کی مجلس اختیار کی ہے بہت برا کیا ہے۔ آج اگر آپ کی آنکھ بند ہے تو کل کھل جاویگی۔ اور پھر ندامت کے سوا کچھ فائدہ نہ ہوگا اطلاع دینا شرط ہے ؂

اے بوالہوس تیرا امر دو حال سے خالی نہیں ہے۔ دولتمندوں کی مجلس میں آپ کو جمعیت دینگے یا نہ دینگے۔ اگر دینگے تو بد ہے اور اگر نہ دینگے تو بدتر ہے۔ اور اگر دینگے تو استدراج ہے نعوذ باللہ منہا۔ اور اگر نہ دینگے۔ تو دنیا و آخرت کا خسارہ شامل حال ہے۔ فقرا کی خاک روبی دولتمندوں کی صدر نشینی سے بہتر ہے۔ آج یہ بات آپ کی سمجھ میں آوے یا نہ آوے۔ آخر ایک دن سمجھ میں آ جاویگی۔ پھر کچھ فائدہ نہ دیگی۔ چرب کھانوں کی خواہش اور قیمتی لباس کی تمنا نے آپ کو اس بلا میں ڈالدیا۔ اب بھی کچھ نہیں گیا۔ اپنے مقصد کا فکر کریں۔ اور جو کچھ حق تعالیٰ سے مانع ہو اُس کو دشمن جانکر اس سے بھاگیں اور خوف کریں۔ اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ نص قاطع ہے ؂

صحبت کے حق نے اس بات پر برانگیختہ کیا کہ ایک مرتبہ آپ کو نصیحت کیجاوے۔ آپ عمل کریں یا نہ کریں۔ آپ کی فضول باتوں سے مجھے اول ہی معلوم تھا کہ اس طرح فقر پر استقامت دشوار ہے ؎

وَقَدْ كَانَ مَا خِفْتُ اَنْ يَّكُوْنَا   اِنَّا اِلَى اللهِ رَاجِعُوْنَا

ترجمہ ؎ ہوا آخر وہی جس کا کہ ڈر تھا   پڑھا اِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَا

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ

وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے رستہ پر چلا۔ اور حضرت محمد مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کو لازم پکڑا ✦

میں آپ کی فطرت اور استعداد سے کچھ اور اُمید رکھتا تھا۔ مگر افسوس کہ آپ نے قیمتی جوہر کو شرگین میں ڈال دیا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ ✦

مکتوب ۱۳۳

اس بیان میں کہ فرصت کو غنیمت جاننا چاہیئے۔ اور وقت کو عزیز رکھنا چاہیئے مُلّا محمد صادق کی طرف لکھا ہے:۔

وہ مکتوب جو قاصد کے ہاتھ بھیجا تھا، پہنچا۔ فرصت کو غنیمت اور وقت کو عزیز سمجھنا چاہیئے۔ رسم و عادات سے کچھ نہیں بنتا۔ اور مہلت و حیلہ بہانہ سے سوائے خسارے اور ربایوں کے کچھ حاصل نہیں ہوتا ✦

مخبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ هَلَكَ الْمُسَوِّفُوْنَ سوف افعل کہنے والے ہلاک ہو گئے۔ موجودہ عمر کو موہوم امر میں صرف کرنا اور موہوم کو موجود کے لئے نگاہ رکھنا بہت بُرا ہے۔ چاہیئے کہ وقت کے نقد کو ضروری کام میں صرف کریں۔ اور اُدھار کو بیہودہ آرائشوں کیلئے جمع کریں۔ حق تعالٰے تھوڑی سی بے آرامی بخشے تاکہ ماسوائے حق کے آرام سے نجات مل جائے۔ گفتگو کچھ فائدہ نہ دیگی۔ وہاں تو سلامتی قلب طلب کرتے ہیں۔ اپنی مفصل اصل کا فکر کرنا چاہیئے۔ اور بیہودہ کاروبار سے مُنہ پھیرنا چاہیئے ؎

ہرچہ جز عشق خدائے احسن است		گر شکر خوردن بود جاں کندن است

ترجمہ ؎
سوائے عشق حق جو کچھ کہ ہے ہرچند احسن ہے
شکر کھانا بھی گر ہووے عذاب جان کندن ہے

مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد پر پیغام پہنچانا ہی ہے ✦

مکتوب ۱۳۴

تسویف یعنی سوف افعل کہنے سے منع کرنے میں مُلّا محمد صدیق کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالٰے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل قرب کے درجوں میں بے اندازہ عروج

کرامت فرمائے۔

اے محبت کے نشان والے اَلْوَقْتُ سَیْفٌ قَاطِعٌ وقت، کاٹنے والی تلوار ہے معلوم نہیں کل تک فرصت دیں یا نہ دیں۔ ضروری کام آج ہی کرنا چاہئے۔ اور غیر ضروری کام کو کل پر ڈالنا چاہئے عقل کا حکم یہی ہے عقل معاش کا نہیں بلکہ عقل معاد کا۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسلام۔

مکتوب ۱۳۵

ولایت عامہ اور خاصہ کے مرتبوں کے بیان میں مع بعض خاص الخاص کے ہیچے، مخلص محمد صدیق کی طرف لکھا ہے:۔

جاننا چاہئے کہ ولایت فنا اور بقا سے مراد ہے اور وہ عام ہے یا خاص۔ اور عام سے ہماری مراد مطلق ولایت ہے۔ اور ولایت خاصہ سے مراد ولایت محمدیہ ہے۔ علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کہ جس میں فنا اتم اور بقا اکمل ہے۔ اور جو شخص اس بڑی نعمت سے مشرف ہو اس کا بدن طاعت کے لئے نرم ہو جاتا ہے۔ اور اس کا سینہ اسلام کے لئے کھل جاتا ہے۔ اور اس کا نفس مطمئنہ ہو کر اپنے مولیٰ سے راضی ہو جاتا ہے۔ اور اس کا دل دلوں کے پھیرنے والے کے لئے صحیح و سلامت ہو جاتا ہے۔ اور اس کا روح پورے طور پر حضرت صفات لاہوت کی مکاشفہ کی طرف پرواز کرتا ہے۔ اور اس کا سر شیون و اعتبارات کے ملاحظہ کے ساتھ مقام مشاہدہ تک پہنچ جاتا ہے۔ اور اس مقام میں تجلیات ذاتیہ برقیہ سے مشرف ہو جاتا ہے۔ اور اس کا خفی کمال تنزہ اور تقدس اور کبریائی کے باعث متحیر ہوتا ہے۔ اور اس کے اخفٰی کو بلا تکیف بلامثال اتصال حاصل ہوتا ہے۔ اس وقت یہ مثال اس کے حق میں ہوتی ہے ع

هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا

ترجمہ ع مبارک منعموں کو مال و دولت

اور وہ بات کہ جس کا جاننا ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ولایت خاصہ محمدیہ علٰی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام عروج و نزول کی دونوں طرفوں میں ولایت کے تمام مرتبوں سے متمیز ہے لیکن عروج کی طرف میں اس وجہ سے کہ اخفٰی کا فنا و بقا دونوں اسی ولایت خاصہ سے مخصوص ہیں۔ اور باقی ولایتوں کا عروج فقط خفی تک ہے ان کے درجوں کے اختلاف کے بموجب یعنی بعض ولایتوں کا عروج

نقطہ خفی تک ہے ان کے درجوں کے اختلاف کے بموجب یعنی بعض ولایت والوں کا عروج مقام روح تک اور بعض کا سِر تک اور بعض کا خفی تک ہے۔ اور یہ درجہ ولایت عامہ کے درجوں میں سے زیادہ خاص ہے۔ لیکن نزول کی طرف میں اس وجہ سے کہ اولیائے محمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حصول کے لئے اسی ولایت کے درجوں کے کمالات سے کچھ حصّہ حاصل ہے۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی رات جسد کے ساتھ جہاں تک اللہ تعالےٰ نے چاہا سیر کرایا۔ اور جنت و دوزخ آپ کے پیش کئے گئے۔ اور اس کی طرف وحی بھیجی گئی جیسے کہ حق تھا۔ اور اس وقت رویت بصری سے مشرف ہوئے۔ اور اس قسم کا معراج حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے مخصوص ہے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعدار اولیا اور آپ کے زیر قدم سالکوں کے لئے بھی اس مرتبہ مخصوصہ سے کچھ حصّہ ہے ع

وَلِلْاَرْضِ مِنْ کَاسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ

ترجمہ ہے کاسۂ کرام سے حصّہ زمین کو

حاصل کلام یہ ہے کہ دُنیا میں رویت کا واقع ہونا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہی سے مخصوص ہے۔ اور وہ حالت جو آنحضرت کے زیرِ قدم اولیا کو حاصل ہوتی ہے وہ رویت نہیں ہے اور اس رویت اور حالت کے درمیان وہی فرق ہے جو اصل اور فرع اور شخص اور ظل کے درمیان ہے اور ایک دوسرے کا عین نہیں ہے۔

مکتوب ۱۳۶

مطلوب حقیقی کے حاصل کرنے میں تسویف و تاخیر سے منع کرنے میں مُلّا محمد صدیق کی طرف لکھا ہے :-

مکتوب مرغوب وصول ہوا۔ چونکہ قاصد عشرہ متبرکہ کے اخیر میں پہنچا تھا۔ اس لئے اس کے گذرنے کے بعد خط کا جواب لکھا گیا۔ اور خان خاناں کے خط کا جواب اور خواجہ عبداللہ کے خط کا جواب بھی لکھ کر بھیجدیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائینگے۔ اس دفعہ آپ کا لشکر میں جانا فقیر کے پسند نہیں ہے دیکھئے اس میں کیا حکمت ہے۔ وَالْاَمْرُ عِنْدَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ سب کام اللہ کے اختیار میں ہے۔

ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت حق تعالےٰ نے بڑی مہربانی سے یومیہ قوت عطا فرمایا ہے

اس کو غنیمت سمجھ کر اپنے کام کا فکر کرنا چاہیئے نہ یہ کہ اس کو اور قوت کا وسیلہ بنایا جائے کیونکہ کلام تسلسل تک پہنچ جاتا ہے۔ درویشی میں طول امل کفر ہے۔ اور قرض سے فارغ ہونے کا معاملہ معلوم نہیں کہ خواجگی سے کوئی صورت پیدا کر لے۔ اور اگر کچھ شبہ ہے تو خواجگی کی طرف صاف و صریح طور پر لکھنا چاہیئے۔ اگر وہ بھی جواب صاف لکھے اور پختہ وعدہ مفہوم ہو، تو اس نیت سے چلے جائیں۔ لیکن تسویف و تاخیر کا علاج کیا ہوگا۔ جو کچھ کرنا ہے بہت جلدی کریں کیونکہ فرصت بہت غنیمت ہے۔

مکتوب ۱۳۷

نماز کی بلند شان میں کہ جس کا کمال نہایت النہایت سے وابستہ ہے اور اس کے مناسب بیان میں حاجی خضر افغان کی طرف صادر کیا ہے:۔

مکتوب مرغوب پہنچا۔ مضمون معلوم ہوا۔ عبادات میں لذت حاصل ہونا اور ان کے ادا کرنے میں تکلف کا رفع ہونا، حق تعالے کی بڑی نعمتوں میں سے ہے۔ خاصکر نماز کے ادا کرنے میں جو غیر منتہی کو میسر نہیں ہے۔ اس سے زیادہ خاصکر نماز فریضہ کے ادا کرنے میں۔ کیونکہ ابتدا میں نماز نفلی کے ادا کرنے میں لذت بخشتے ہیں۔ اور نہایت النہایت میں یہ نسبت فرائض سے وابستہ ہو جاتی ہے۔ اور نوافل کے ادا کرنے میں اپنے آپ کو بیکار جانتا ہے۔ اس کے نزدیک فرائض کا ادا کرنا ہی بڑا کام ہے۔ ع

این کار دولت است کنوں تا کرا دہند

ترجمہ ع بڑی اعلے ہے یہ دولت خدا جانے ملے کس کو

جاننا چاہیئے کہ وہ لذت جو نماز کے ادا کرنے کے وقت حاصل ہوتی ہے نفس کا اس میں کچھ فائدہ نہیں ہے۔ عین اس لذت حاصل کرنے کے وقت نالہ و فغاں میں ہے۔ سبحان اللہ کیا عجیب رتبہ ہے۔ ع

هَنِيئًا لِأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا

ترجمہ ع مبارک منعموں کو اپنی دولت

ہم جیسے حریص آدمیوں کو اس قسم کی باتیں کہنی اور سننی بھی غنیمت ہیں ع

بارے بہ ہیچ خاطر خود شاد میکنم ترجمہ ع بارے اسی خیال سے کرتا ہوں دل کو خوش

اور نیز جان لیں کہ نماز کا رتبہ آخرت میں رویت کے رتبہ کی طرح ہے۔ دنیا میں نہایت قرب نماز میں ہے اور آخرت میں نہایت قرب رویت کے وقت۔ اور جان لیں کہ تمام عبادات نماز کے لئے وسیلہ ہیں۔ اور نماز اصلی مقصد ہے۔ والسّلام والاکرام ❖

مکتوب ۱۳۸

دنیا کمینی کی مذمت اور دنیا داروں کی صحبت سے بچنے میں شیخ بہاؤالدین سرہندی کی طرف لکھا ہے :-

میرے سعادت مند فرزند! اس دنیائے مبغوضہ پر خوش نہ ہوں۔ اور حق تعالےٰ کی جناب میں دوام توجہ کے سرمایہ کو ہاتھ سے نہ دیں ❖

سوچنا چاہئے کہ کیا بیچتے ہیں اور کیا خریدتے ہیں۔ آخرت کو دنیا کے بدلے بیچنا اور حق تعالےٰ کو چھوڑ کر خلق میں مشغول ہونا بیوقوفی اور کم عقلی ہے۔ اور دنیا و آخرت کا جمع ہونا دو ضدوں کا جمع ہونا ہے ؏

مَا اَحْسَنَ الدِّیْنَ وَالدُّنْیَا لَوِاجْتَمَعَا

دین و دنیا جمع گر ہو جائیں کیسا خوب ہے

ان دونوں ضدوں میں سے جس کو چاہے اختیار کرے اور جس کے عوض چاہے اپنے آپ کو بیچ ڈالے۔ آخرت کا عذاب ہمیشہ کے لئے ہے اور دنیا کا اسباب بہت تھوڑا۔ دنیا حق تعالیٰ کی مبغوضہ ہے اور آخرت حق تعالےٰ کو پسند ہے۔ عِشْ مَاشِئْتَ فَاِنَّكَ مَيِّتٌ وَاَلْزِمْ مَاشِئْتَ فَاِنَّكَ مُفَارِقٌ جی لے جس قدر تو چاہتا ہے ایک دن ضرور مریگا۔ اور لازم پکڑ جس کو تو چاہتا ہے تو اس سے ضرور جدا ہونے والا ہے ❖

آخر ایک دن زن و فرزند کو چھوڑنا پڑیگا۔ اور ان کی تدبیر حق تعالےٰ کے سپرد کرنی پڑیگی۔ آج ہی اپنے آپ کو مردہ سمجھنا چاہئے۔ اور ان کی ضروریات حق تعالےٰ کے سپرد کرنی چاہئیں۔ اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ نص قاطع ہے۔ آپ نے کئی دفعہ سنا ہوگا۔ یہ خواب خرگوش کب تک رہیگی۔ آخر آنکھ کھولنی چاہئے ❖

اہل دنیا کی صحبت اور ان سے ملنا جلنا زہر قاتل ہے۔ اس زہر سے مرا ہوا ہمیشہ کی موت میں گرفتار ہے عقلمند کو ایک اشارہ ہی کافی ہے۔ تو مبالغے اور تاکید کے ساتھ تصریح کیونکر کافی ہوگی

پادشاہوں کے چرب لقمے دلی مرضوں کو بڑھاتے ہیں۔ تو پھر فلاح اور نجات کی کیسے امید ہے۔
الحذر الحذر ؎

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

ترجمہ ؎
جو حق کہنے کا ہے کہتا ہوں تجھ سے اے میرے مشفق
نصیحت آئے ان باتوں سے تجھ کو یا ملال آئے

ان کی صحبت سے اس طرح بھاگو، جیسے شیر سے بھاگتے ہیں۔ کیونکہ شیر تو دنیاوی موت کا موجب ہے۔ اور وہ کبھی آخرت میں فائدہ دیجاتی ہے۔ اور پادشاہوں سے ملنا جلنا ہمیشہ کی ہلاکت اور دائمی خسارہ کا موجب ہے۔ پس ان کی صحبت اور لقمہ اور محبت اور ان کی ملاقات سے بچنا چاہیئے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس نے کسی دولتمند کی تواضع اس کی دولتمندی کے باعث کی۔ اس کے دو حصے دین کے چلے گئے۔ تو سوچنا چاہیئے کہ یہ سب تواضع و چاپلوسی ان کی دولتمندی کے باعث ہے یا کسی اور باعث سے۔ کچھ شک نہیں کہ ان کی دولتمندی کے باعث ہے۔ اور اس کا نتیجہ دین کے دو حصوں کا ضائع ہو جاتا ہے۔ تو اسلام کہاں کا اور نجات کہاں کی اور یہ سب مبالغہ اور اصرار اس وجہ سے ہے کہ چرب لقمے اور ناجنس کی صحبت اس فرزند کے دل کو پند و نصیحت کے قبول کرنے سے حجاب میں ڈالدیگی۔ اور کسی کلمہ و کلام کی تاثیر نہ ہونے دیگی۔ پس ان کی صحبت اور ملاقات سے بچیں۔ اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے۔ نجانا اللہ سبحانہ وایاکم عما لا یرضی عنہ بحرمۃ سید البشر المطہر عن زیغ البصر علیہ وعلی آلہ من الصلوات افضلہا ومن التسلیمات اکملہا حق تعالیٰ سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل جسکی تعریف مازاغ البصر وما طغیٰ سے کی گئی ہے ہم کو اور آپ کو ان باتوں سے نجات دیوے جن سے وہ راضی نہیں ہے۔ والسلام۔

مکتوب ۱۳۹

اس بیان میں کہ ان بدبختوں کی ہجو اور مذمت جو اہل اللہ پر طعن کرتے ہیں جائز بلکہ مستحسن ہے جعفر بیگ تہانی کی طرف لکھا ہے:۔

آپکا گرامی التفات نامہ مشرف ہوا۔ حق تعالیٰ آپ کو تندرست رکھے کہ آپ فقراء کے حال

شفقت فرماتے ہیں۔ اور حضور و غیبت کو یکساں رکھتے ہیں ۔

میرے مخدوم! جب کفار قریش نے اپنی کمال بدنصیبی سے اہل اسلام کی ہجو اور برائی میں کمال مبالغہ کیا حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے اسلامی شاعروں کو حکم کیا کہ کفار نگونسار کی ہجو کریں۔ وہ شاعر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے منبر پر چڑھ کر کھلم کھلا کفار کی ہجو میں اشعار پڑھتے تھے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ جب تک وہ کفار کی ہجو کرتے رہتے ہیں روح القدس ان کے ساتھ ہے خلق کی ملامت وایذا عشق کی غنیمت ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنْھُمْ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمْ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ یا اللہ تو ہم کو بھی سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ان لوگوں میں سے بنا۔ آمین ۔

مکتوب ۱۴۰

اس بیان میں کہ رنج و محنت محبت کے لوازم سے ہے ملا محمد معصوم کابلی کی طرف لکھا ہے:۔

اے محبت کے نشان والے! رنج و محنت محبت کے لوازم سے ہے۔ فقر کے اختیار کرنے میں درد و غم ضروری ہے ۔

غرض از عشق تو ام چاشنئے درد و غم است ورنہ در زیر فلک اسباب تنعم چہ کم است

ترجمہ ۔
عشق تیرے سے غرض ہے چاشنئے درد و غم
ورنہ نیچے آسماں کے کونسی نعمت ہے کم

دوست رنج اور آوارگی چاہتا ہے تاکہ اس کے غیر سے پورے طور پر انقطاع حاصل ہو جائے۔ یہاں آرام بے آرامی میں ہے۔ اور ساز سوز میں۔ اور قرار بیقراری میں۔ اور راحت جراحت میں۔ اس مقام میں آرام طلب کرنا اپنے آپ کو رنج میں ڈالنا ہے ۔

اپنے آپ کو ہمہ تن محبوب کے حوالہ کر دینا چاہیئے۔ اور جو کچھ اس کی طرف سے آئے خوشی سے قبول کرنا چاہیئے۔ اور ہرگز سر نہ پھیرنا چاہیئے۔ زندگانی کا طریق اسی صورت سے ہے جہاں تک ہو سکے استقامت اختیار کریں۔ ورنہ فتور پیچھے ہے۔ آپ کی مشغولی خوب ہو گئی تھی لیکن قوی ہونے سے اول ہی کمزور ہو گئے۔ مگر کچھ غم نہیں۔ اگر تھوڑا سا بھی اس تردد سے اپنے آپ کو جمع کریں تو پہلے سے بھی بہتر ہو جاویگی۔ تفرقہ کے ان اسباب کو عین جمعیت

کے اسباب جانیں۔ اور جہاں تک ہوسکے کام کرنا چاہئیے۔ والسّلام

مکتوب ۱۴۱

اس بیان میں کہ اس کام میں عمدہ محبت و اخلاص ہے۔ مُلّا محمّد قلیچ کی طرف لکھا ہے:-

حق تعالےٰ سیّد المرسلین صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل و رعایت عطا فرماوے۔ احوال قلبی کی نسبت آپ نے کبھی کچھ نہیں لکھا کہ کیا حال ہے۔ کبھی کبھی اس بارہ میں لکھتے رہا کریں کہ غائبانہ توجّہ کا باعث ہو۔ اس کام میں عمدہ محبّت و اخلاص ہے۔ اگر اس وقت ترقی مفہوم نہیں ہوتی تو کچھ غم نہیں۔ جب اخلاص پر استقامت ہوگی۔ تو اُمید ہے کہ سالوں کا کام گھڑیوں میں مُیسّر ہو جائیگا والسّلام

مکتوب ۱۴۲

اس بیان میں کہ ان بزرگواروں کی نسبت میں سے اگر تھوڑی بھی ہاتھ آجاوے۔ تو وہ تھوڑی نہیں۔ مُلّا عبدالغفور سمرقندی کی طرف لکھا ہے:-

مکتوب شریف جو ازروئے التفات کے ارسال کیا تھا پہنچا۔ فقرا کی محبّت اور اس گروہ سے توجّہ رکھنا خدائے تعالےٰ کی بڑی نعمت ہے۔ حضرت حق تعالےٰ سے اس پر استقامت طلب کرتے رہیں۔ وہ نیاز جو درویشوں کے لئے بھیجی تھی وہ بھی وصُول ہوئی۔ اور فاتحہ سلامت پڑھا گیا۔ وہ طریقہ جو آپ نے حاصل کیا تھا۔ اور وہ نسبت جو آپ کو پہنچی تھی۔ اس کی نسبت کچھ ذکر نہ کیا۔ ایسا نہ ہو کہ اس میں فتور پڑ گیا ہو؎

یک چشم زدن خیال او پیش نظر
بہتر ز وصال خوب رویاں ہمہ عمر

ترجمہ؎
مری آنکھوں میں اک لحظہ اگر ہو وے خیال اس کا
تمامی عمر وصل نازنیں سے ہی بہت اچھا

ان بزرگواروں کی نسبت سے اگر تھوڑی بھی حاصل ہو جاوے۔ تو تھوڑی نہیں ہے کیونکہ دوسروں کا نہایت ان کی ابتدا میں درج ہے ع

قیاس کُن ز گلستان من بہار مرا

لیکن اس فتور کا کچھ غم نہیں ہے۔ جب کہ رشتہ محبّت اس نسبت والوں کے ساتھ قوی ہے۔

وہ فرجی یعنی قبا جو کئی دفعہ پہنی ہے ارسال کی گئی ہے۔ کبھی کبھی اس کو پہنیں اور ادب سے نگاہ رکھیں کہ اس سے بہت فائدہ کی امید ہے اور جس وقت اس کپڑے کو پہنیں۔ باوضو پہنیں اور سبق کا تکرار کریں۔ امید ہے کہ جمعیت تام حاصل ہوگی۔ اور جس وقت کچھ لکھنا چاہیں چاہیئے کہ اول اپنے باطن کے احوال لکھیں۔ کیونکہ ظاہر کے احوال باطنی احوال کے بغیر بے اعتبار ہیں۔ ع

از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است

ترجمہ ع مناسب ہے اگر لکھیں تو لکھیں یار کی باتیں

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ عَلٰى مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْبَشَرِ الْمُطَهَّرِ عَنْ زَيْغِ الْبَصَرِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ ظَاهِرًا وَّ بَاطِنًا۔ حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری باطنی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔ ع

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ ع اصل مطلب ہے یہی باقی ہے ہیچ

مکتوب ۱۴۳

ملا شمس الدین کی طرف لکھا ہے:۔

اس بیان میں کہ جوانی کے وقت کو غنیمت جانیں اور لہو ولعب میں صرف نہ کریں۔ اور جوز و مویز کے عوض ہاتھ سے نہ دیں کہ آخر ندامت و پشیمانی کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ اور کچھ فائدہ نہ ملیگا۔ اطلاع دینا شرط ہے۔ پنج وقت نماز کو جماعت سے ادا کریں۔ اور حلال کو حرام سے تمیز کریں عاقبت کی نجات صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری میں ہے فانی لذتوں اور ہلاک ہونے والی نعمتوں کو منظور نہ رکھیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مُوَفِّقٌ لِّلْخَيْرَاتِ حق تعالیٰ نیکیوں کی توفیق دینے والا ہے۔

مکتوب ۱۴۴

سیر و سلوک کے معنے اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ اور دوسرے سیروں کے بیان میں جو ان دو سیروں کے بعد ہیں۔ حافظ محمود لاہوری کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالیٰ سید البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل جو کجی نظر سے پاک ہیں، کمالات کے

درجوں میں بیشمار ترقیاں عطا فرماوے۔ ع

از چہ بہتر و سخن یار خوش تر است

ترجمہ ع یہ ہے بہتر اگر لکھیں تو لکھیں یار کی باتیں

سیر و سلوک حرکت علمی سے مراد ہے جو مقولہ کیف سے ہے۔ کیونکہ حرکت کی یہاں گنجائش نہیں پس سیر الی اللہ حرکت علمی سے مراد ہے جو علم اسفل سے علم اعلیٰ تک جاتی ہے۔ اور اعلیٰ سے اعلیٰ تک حتٰی کہ ممکنات کے علوم طے کرنے اور کلّی طور پر ان کے زائل ہو جانے کے بعد واجب تعالےٰ کے علم تک منتہی ہو جاتی ہے۔ اور یہ حالت وہی ہے جو فنا سے تعبیر کی گئی ہے۔ اور سیر فی اللہ مراد ہے۔ اس حرکت علمیہ سے جو مراتب وجُوب یعنی اسماء و صفات و شیونات و اعتبارات و تقدیسات و تنزیہات میں ہوتی ہے اور اس مرتبہ تک منتہی ہوتی ہے۔ جس کو کسی عبارت سے تعبیر نہیں کر سکتے اور نہ کسی اشارہ سے بیان کیجا سکتی ہے۔ اور نہ کسی نام سے اس کا نام رکھا جا سکتا ہے۔ نہ کسی کنایہ سے ادا ہو سکتی ہے۔ اور نہ اس کو کوئی عالم جانتا ہے۔ اور نہ مُدرک اس کا ادراک کر سکتا ہے اور اسی سیر کا نام بقا رکھا گیا ہے۔ اور سیر عن اللہ باللہ جو تیسرا سیر ہے، وہ بھی مراد حرکت علمیہ سے ہے۔ جو علم اعلےٰ سے علم اسفل کی طرف نیچے آتی ہے۔ اور اسفل سے اسفل کی طرف۔ یہاں تک کہ ممکنات کی طرف بس پارجُوع کرتی ہے۔ اور تمام مراتب وجُوب کے علوم سے نزول کرتی ہے۔ اور ایسا عارف اللہ کو اللہ کے ساتھ بھلانیوالا۔ اور اللہ کی طرف سے اللہ کے ساتھ پھرنیوالا۔ اور وہ واجد فاقد اور وہ واصل مہجور اور وہ قریب بعید ہوتا ہے۔ اور سیر چوتھا جو اشیا میں سیر ہے یکے بعد دیگرے اشیا کے علوم حاصل ہونے سے مراد ہے۔ بعد اس کے تمام اشیا کے علوم سیر اول میں زائل ہو جائیں۔

پس سیر اول سیر چہارم کے مقابل ہے۔ اور سیر تیسرا سیر دوسرے کے مقابلہ میں جیسے کہ بیان ہوا۔ اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ نفس ولایت کے حاصل ہونے کے واسطے ہیں جو فنا و بقا سے مراد ہے۔ اور سیر تیسرا اور چوتھا مقام دعوت کے حاصل ہونے کے واسطے ہیں۔ جو انبیائے مرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور کامل تابعداروں کو بھی ان بزرگواروں کے مقام سے کچھ حاصل ہوتا ہے۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ کہ یہ ہے میرا راستہ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں اور میرے تابعدار بصیرت پر ہیں۔

یہ بدایت و نہایت کا بیان ہے۔ جس کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ طالبوں کو شوق

ورغبت پیدا ہوے

برشکر غلطید اے صفرائیاں　　از برائے کوئے سودائیاں

ترجمہ کو رہیں سودائی اے صفرا تبہو　　پس پڑ شکر سب کی سب تم جیئیں ہو

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت پر چلا اور حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۱۴۵

اس بیان میں کہ طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ قدس سرہم نے سیر کی ابتدا عالم امر سے اختیار کی ہے۔ اور اس طریقہ کے بعض مبتدیوں کو جلدی تاثیر نہ ہونے کے بھید میں ملا عبدالرحمٰن سفتی کی طرف لکھا ہے:۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَةِ الشَّرِیْعَةِ الْمُصْطَفَوِیَّةِ عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ وَیَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا۔ اللہ تعالےٰ ہم کو اور آپ کو شریعت مصطفوی علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے رستہ پر ثابت قدم رکھے اور اللہ تعالیٰ اس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا۔

طریقہ نقشبندیہ کے مشائخ قدس سرہم نے سیر کی ابتدا عالم امر سے اختیار کی ہے اور عالم خلق کو اس سیر کے ضمن میں قطع کر لیتے ہیں۔ برخلاف دوسرے طریقوں کے مشائخ کے کہ ان کے سیر کی ابتدا عالم خلق سے ہے۔ اور عالم خلق کے طے کرنے کے بعد عالم امر میں قدم رکھتے ہیں۔ اور مقام جذبہ میں پہنچتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ طریقہ نقشبندیہ سب طریقوں سے اقرب ہے۔ اور اسی سبب سے دوسروں کی انتہا ان کے ابتدا میں مندرج ہے ؎

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ترجمہ ؎　　بہار میری سمجھ لے تو باغ میرے سے

اس طریقہ نقشبندیہ کے بعض طالب باوجودیکہ ان کے سیر کی ابتدا عالم امر سے ہے جلدی متاثر نہیں ہوتے اور لذت و حلاوت جو جذبہ کا مقدمہ ہے، جلدی حاصل نہیں کرتے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ عالم امر ان میں عالم خلق کی نسبت ضعیف واقع ہوا ہے۔ اور یہی ضعف جلدی متاثر ہونے کا مانع ہے۔ اور تاثیر کا دیر سے ہونا تب تک متحقق ہے۔ جب تک کہ عالم امر ان میں عالم خلق پر قوی ہو جائے۔ اور معاملہ برعکس ہو جائے اس ضعف کا علاج اس طریقہ عالیہ کے مناسب کسی کامل تصرف والے کا تصرف تام ہے۔ اور وہ علاج جو دوسرے طریقوں کے مناسب ہے پہلے تزکیۂ نفس اور سخت ریاضتیں اور مجاہدے ہیں جو شریعت کے موافق ہوں علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام۔ اور معلوم رہے کہ تاثیر کا دیر سے ہونا استعداد کے کم ہونے کی علامت نہیں ہے اکثر کامل استعداد والے لوگ بھی اس بلا میں مبتلا رہتے ہیں۔ والسلام ٭

مکتوب ۱۴۶

سبق کے تکرار پر نصیحت کرنے میں شرف الدین حسین بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

میرے فرزند شرف الدین حسین کا خط پہنچا۔ اللہ تعالےٰ کا حمد او احسان ہے کہ آپ کو فقراء کے یاد کی سعادت حاصل ہے۔ وہ سبق جو آپ نے حاصل کیا تھا اس کے تکرار سے وقت کو آباد رکھیں۔ اور فرصت کو ہاتھ سے نہ دیں۔ ایسا نہ ہو کہ دنیائے فانی کا کر و فر بھلا دیوے اور چند روزہ شان و شوکت بیزہ کر دیوے ؎

ہما اندرز من تو این است   کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

ترجمہ ؎ نصیحت مری تجھ سے ساری یہی ہے   کہ رنگین گھر اور تو بچہ ابھی ہے

یہ کس قدر بڑی نعمت ہے کہ حق تعالےٰ اپنے بندے کو جوانی میں توبہ کی توفیق عطا فرما دے۔ اور اس پر استقامت بخشے۔ کہ سکتے ہیں کہ تمام دنیا کی نعمتیں اس نعمت کے مقابلہ میں ایسی ہیں جیسے دریائے عمیق کے مقابلہ میں شبنم کا قطرہ۔ کیونکہ وہ نعمت حق تعالےٰ کی رضامندی کا موجب ہے۔ جو تمام دنیوی اور اخروی نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ اور اللہ کی رضامندی سب سے بڑی نعمت ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا۔ اور حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا ٭

مکتوب ۱۴۷

اس بیان میں کہ گسستن (توڑنا) پیوستن (جوڑنے) پر مقدم ہے یا پیوستن (جوڑنا) گسستن (توڑنے) پر۔ خواجہ اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالےٰ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل مراتب کمال میں درجات عطا فرمائے مشائخ طریقت قدس سرہم میں سے بعض نے توڑنے کو جوڑنے پر مقدم رکھا ہے۔ اور بعض نے جوڑنے کو توڑنے پر مقدم کیا ہے۔ اور تیسرا گروہ توقف کی طرف گیا ہے ✤

خواجہ ابو سعید خراز قدس سرہٗ کہتے ہیں "تا نہ رہی نیابی وتا نیابی نہ رہی، ندانم کدام پیش بود" یعنی جب تک تو نہ چھوٹیگا نہ پائیگا۔ اور جب تک تو نہ پائیگا نہ چھوٹے گا میں نہیں جانتا کون آگے ہے ✤

راقم سطور (شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ) کہتا ہے کہ توڑنا اور جوڑنا ایک ہی وقت میں ثابت ہو جاتے ہیں۔ جائز نہیں کہ توڑنا اور جوڑنا جدا ہوں۔ اور جوڑنا بغیر توڑنے کے ظاہر ✤

حاصل کلام یہ ہے کہ اگر پوشیدگی ہے تو تقدم ذاتی اور ایک دوسرے کی علت کے تعین میں ہے ✤

شیخ اسلام ھروی قدس سرہٗ دوسرے مذہب کو اختیار کرتا اور فرماتا ہے کہ سبقت اسی طرف سے اچھی ہے۔ بیشک یہ بات درست ہے جن لوگوں نے توڑنے کو مقدم رکھا ہے وہ بھی اس سبقت کا انکار نہیں کرتے۔ ان کی مراد جوڑنے سے ظہور تام ہے اور ظہور تام کی سبقت ظہور مطلق کی سبقت کے منافی نہیں کیونکہ ظہور مطلق توڑنے پر مقدم ہے اور ظہور تام اس سے مؤخر ہے ✤

اس تحقیق پر ان کی نزاع لفظ کی طرف رجوع ہو جاتی ہے لیکن گروہ اول کی نظر بہت بلند ہے کہ قلیل کو اعتبار میں نہیں لاتے۔ اور جاننا چاہیئے کہ اس توجیہ پر تقدم زمانی بھی ظاہر ہے فَافْہَمْ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ۔ پس سمجھ اور اللہ تعالیٰ بہتری کی طرف الہام کرنیوالا ہے ✤

بہرحال گسستن و پیوستن کا مظہر ہونا چاہیئے کہ مرتبۂ ولایت انہی دو مرتبوں سے وابستہ ہے وَدُوْنَہَا خَرْطُ الْقَتَادِ ورنہ رنج بیفائدہ ہے ✤

مرتبۂ اول سیر الی اللہ سے وابستہ ہے اور مرتبۂ دوسرا سیر فی اللہ سے۔ اور ان دونوں

سیروں کے مجموعہ سے درجوں کے اختلاف کے موافق مرتبہ ولایت وکمال تک پہنچ جاتے ہیں۔
اور دوسرے دو سیر تکمیل کے حاصل کرنے اور درجہ دعوت تک پہنچنے کے لئے ہیں ع
بانگ نہ کردم اگر در دہ کس است
ترجمہ ع　　پس خبر کردی ہے میں نے گاؤں میں گر ہے کوئی　　والسلام

مکتوب ۱۴۸

اس بیان میں کہ صاحب تر یعنی سیراب ہوا ہوا بیحاصل ہے۔ اور اس بیان میں کہ مشائخ کی روحانیات کے وسیلہ اور ان کی امداد پر ہرگز مغرور نہ ہوں کیونکہ مشائخ کی صورتیں حقیقت میں شیخ مقتدا کے لطائف ہیں۔ ملا صادق کابلی کی طرف لکھا ہے:۔

دو خط پے در پے پہنچے۔ پہلا مکتوب سیرابی کے حاصل ہونے سے بھرا ہوا تھا اور دوسرا تشنگی اور بیحاصلی سے۔ اللہ کا حمد ہے کہ خاتمہ پر اعتبار ہے۔ صاحب تر بیحاصل ہے اور جس نے اپنے آپ کو بیحاصل جانا وہ واصل ہے۔ کئی دفعہ آپ کو لکھا گیا ہے کہ مشائخ کی روحانیات کے وسیلے اور ان کی امداد پر ہرگز مغرور نہ ہوویں۔ کیونکہ مشائخ کی وہ صورتیں حقیقت میں شیخ مقتدا کے لطائف ہیں۔ جو ان صورتوں میں ظاہر ہوتے ہیں۔ توجہ کے قبلہ کے لئے ایک ہونا شرط ہے۔ توجہ کا پراگندہ کرنا خسارہ کا موجب ہے۔ نعوذ باللہ منہا ✤

دوسرے یہ کہ کئی بار اور بڑی تاکید سے آپ کو کہا ہے کہ کام کا سررشتہ مختصر پکڑیں تاکہ جلدی سرانجام ہو۔ امر ضروری کو چھوڑ کر بیہودہ امر میں مشغول ہونا عقل دوراندیش سے بہت بعید ہے۔ لیکن آپ اپنی رائے کے معتقد ہیں۔ کسی کی بات آپ میں بہت کم اثر کرتی ہے۔ آپ جانیں یا نہ جانیں۔ ہمارا کام کہہ دینا ہے۔ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام کہہ دینا ہے ✤

مکتوب ۱۴۹

اس بیان میں کہ اگرچہ مسبب الاسباب نے اشیا کو اسباب پر مترتب کیا ہے۔ لیکن کیا فائدہ جب کہ سبب معین پر ہی نظر لگی رہے۔ ملا صادق کابلی کی طرف لکھا ہے:۔

میرے بھائی مولانا محمد صادق تعجب کی بات ہے کہ آپ ہمہ تن عالم اسباب

میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اگرچہ مسبب الاسباب نے اشیا کو اسباب کے ذریعے کیا ہے لیکن کیا فائدہ جب کہ سبب معین پر ہی نظر لگے رہے ؏

گر درے بستہ شد آں دگرے بکشاید

ترجمہ ؏		ایک در گر بند ہو جائے تو دیگا کھول اور

اس قسم کی کوتاہ نظری بہت نامناسب ہے۔ اور آپ جیسے آدمیوں سے تو بہت ہی بری ہے ایک گھڑی اپنے حال پر غور کرنا چاہیئے اور اس برائی کو سمجھنا چاہیئے۔ فقرا کے لباس میں ہو کر حق تعالیٰ کی مبغوضہ یعنی دنیا کے حاصل کرنے کی یہ اس قدر تلاش کس قدر ناپسندیدہ ہے کہ اس بدصورت کو آپ کی نظروں میں کیسا زیبا و خوبصورت ظاہر کیا ہے۔ امور ضروری کے حاصل کرنے میں بقدر ضرورت کوشش کرنی چاہیئے۔ تمام ہمت کو اس میں لگانا اور عمر کو اسی دھندے میں بسر کرنا محض بیوقوفی ہے۔ فرصت بہت ہی غنیمت ہے۔ ہزار ہزار افسوس ہے کہ کوئی شخص اس کو بیفائدہ علوم کے حاصل کرنے میں صرف کرے۔ خبر کر دینا ضروری ہے۔ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچانا ہی ہے۔

لوگوں کے کہنے سننے سے آزردہ نہ ہوں۔ وہ باتیں جو آپ کی طرف منسوب کرتے ہیں جب آپ میں نہ ہوں تو کچھ غم نہیں۔ یہ کس قدر بڑی دولت ہے کہ لوگ کسی کو برا جانیں اور وہ حقیقت میں نیک ہو۔ ہاں اگر اس قضیہ کا عکس ثابت ہو تو پھر سراسر خطرہ کا مقام ہے۔ والسلام۔

مکتوب ۱۵۱

اس بیان میں کہ مطلوبیت کے لائق سوائے حضرت واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کے اور کوئی نہیں ہے۔ خواجہ محمد قاسم کی طرف لکھا ہے:۔

میرے بھائی خواجہ محمد قاسم کا محبت نامہ پہنچا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔ دنیاوی حالات کی پراگندگی اور ظاہری احوال کے تفرقہ سے دل تنگ نہ ہوں کہ وہ اس لائق نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ جہان مقام فنا میں ہے۔ حق تعالیٰ کی رضامندی میں بسر کرنا چاہیئے۔ اس ضمن میں تنگی ہو یا آسانی مطلوبیت کے لائق واجب الوجود کی ذات پاک کے سوا کچھ نہ جاننا چاہیئے۔ خاص کر آپ جیسے بزرگ لوگوں کے لئے تو نہایت ہی ضروری ہے۔ باوجود اس کے اگر کسی

خدمت و کام کے لئے فقیر کو اشارہ کریں تو بڑی احسانمندی سے اُس میں کوشش کیجاویگی والسلام

مکتوب ۱۵۱

حضرات خواجگان قدس سرہم کے طریقہ کی بزرگی اور یادداشت کے معنے میں جو ان بزرگواروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ میر مومن بلخی کی طرف لکھا ہے:۔

ع از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است

ترجمہ ع بیاں جو کچھ کہ ہوتا ہے کلام یار بہتر ہے

حضرات خواجگان قدس سرہم کے طریقہ میں یادداشت سے مراد حضور بے غیبت ہے یعنی حضرت ذات تعالے کا دوام حضور بغیر اس بات کے کہ شیونی اور اعتباراتی پردے درمیان میں حائل ہوں۔ اور اگر کبھی حضور ہے اور کبھی غیبت یعنی کبھی تو پردے سب کے سب دُور ہو جائیں۔ اور کبھی درمیان آ جائیں، جیسے کہ تجلی ذاتی برقی میں کہ برق کی طرح تمام پردے حضرت حق تعالے کے آگے سے مرتفع ہو جاتے ہیں۔ اور پھر جلدی ہی شیون و اعتبارات کے پردے چھا جاتے ہیں۔ تو یہ ان بزرگواروں کے نزدیک مقام اعتبار سے ساقط ہے پس حضور بے غیبت کا حاصل یہ ہے کہ تجلی ذاتی برقی جو شیون و اعتبارات کے وسیلہ کے بغیر حضرت ذات کے ظہور سے مراد ہے اور جو اس راہ کے نہایت میں میسر ہوتی ہے۔ اور فنائے اکمل اس مقام میں ثابت کرتے ہیں۔ وہ دائمی ہو جاوے۔ اور حجاب ہرگز رجوع نہ کریں اور اگر رجوع کریں تو حضور غیبت سے بدل جاویگا۔ اور اس کو یادداشت نہ کہینگے۔ پس ثابت ہوا کہ ان بزرگواروں کا شہود اتم و اکمل وجہ پر ہے۔ اور فنا کا اکمل اور بقا کا اتم ہونا شہود و اکمل و اتم ہونے کے اندازہ کے موافق ہے۔ ع

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ترجمہ قیاس کرلے مرے باغ سے بہار کو تو

مکتوب ۱۵۲

اس بیان میں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت عین حق تعالے کی اطاعت ہے اور اس کے مناسب بیان میں سیادت و شرافت کی پناہ والے شیخ فرید

کی طرف لکھا ہے:-

حق سبحانہٗ و تعالےٰ فرماتا ہے مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ جس نے رسول کی اطاعت کی اُس نے اللہ کی اطاعت کی۔

حضرت حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے رسول کی اطاعت کو عین اپنی اطاعت فرمایا ہے پس خدائے تعالےٰ کی وہ اطاعت جو رسول کی اطاعت کے سوا ہو وہ حق تعالےٰ کی اطاعت نہیں ہے۔ اور اس مطلب کی تاکید و تحقیق کے لئے کلمہ قد لایا۔ تاکہ کوئی بوالہوس ان دونوں اطاعتوں کے درمیان جدائی ظاہر نہ کرے۔ اور ایک کو دوسرے پر اختیار نہ کرے۔

اور دوسرے مقام میں حضرت حق سبحانہٗ و تعالےٰ ان لوگوں کے حال سے شکایت کرتا ہے۔ جو ان دونوں اطاعتوں کے درمیان تفرقہ ظاہر کرتے ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۔ وہ چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں کے درمیان تفرقہ ڈالیں اور کہتے ہیں کہ بعض سے ہم ایمان لاتے ہیں اور بعض سے انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان رستہ نکالیں حقیقت میں یہی لوگ کافر ہیں۔

ہاں بعض مشائخ کبار قدس سرہم نے سکر اور غلبہ حال کے وقت ایسی باتیں کہی ہیں۔ جن سے ان دو اطاعتوں کے درمیان تفرقہ ظاہر ہوتا ہے۔ اور دوسرے پر ایک کی محبت کو اختیار کرنے پر مشتمل ہیں۔

چنانچہ منقول ہے کہ سلطان محمود غزنوی اپنی پادشاہت کے زمانہ میں خرقان کے نزدیک اترا ہوا تھا۔ اُس نے اپنے وکیلوں کو شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیجا اور التماس کی کہ اگر شیخ سے توقف معلوم ہو تو تم نے آیت کریمہ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ پڑھ دینا۔ جب وکیلوں نے شیخ کی طرف سے توقف معلوم کیا۔ تو انہوں نے آیت مذکورہ پڑھی۔ شیخ نے جواب میں فرمایا کہ میں اَطِيْعُوا اللّٰهَ میں اس قدر گرفتار ہوں کہ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ سے شرمندہ ہوں۔ تو پھر اُولِي الْاَمْرِ کی اطاعت کا کیا ذکر ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حق تعالےٰ کی اطاعت کو اس کے رسول کی اطاعت کے سوا سمجھا۔ یہ بات استقامت سے دور ہے مشائخ مستقیم الاحوال اس قسم کی باتوں سے

پرہیز کرتے ہیں۔ اور شریعت و طریقت و حقیقت کے تمام مراتب میں حق تعالے کی اطاعت کو رسول اللہ کی اطاعت میں جانتے ہیں۔ اور اس اطاعت کو جو اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت کے سوا ہے عین گمراہی خیال کرتے ہیں +

اور نیز منقول ہے کہ شیخ مہمنہ شیخ ابو سعید ابوالخیر ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اور خراسان کے بزرگ سادات میں سے سید اجل بھی اسی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اتفاقاً اسی اثنا میں ایک مجذوب مغلوب الحال آ نکلا۔ حضرت شیخ نے اس کو سید اجل پر مقدم کیا۔ سید کو یہ بات ناپسند معلوم ہوئی شیخ نے سید کو فرمایا کہ تمہاری تعظیم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کے باعث ہے اور اس مجذوب کی تعظیم حق تعالے کی محبت کے سبب ہے۔ مستقیم الاحوال بزرگوار اس قسم کے تفرقہ کو بھی جائز نہیں سمجھتے۔ اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت پر حق تعالے کی محبت کے غلبہ کو سکر حال سے جانتے ہیں۔ اور فضول و بیہودہ خیال کرتے ہیں۔ لیکن اس قدر ضرور ہے کہ مرتبہ کمال میں جو مرتبہ ولایت ہے حق تعالے کی محبت غالب ہے۔ اور مقام تکمیل میں جہاں کہ مقام نبوت سے نصیب و حصہ ہے۔ رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت غالب ہے۔ ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَلٰى اِطَاعَةِ الرَّسُوْلِ الَّتِيْ هِيَ عَيْنُ اِطَاعَةِ اللّٰهِ تَعَالٰى۔ اللہ تعالے ہم کو رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت پر جو عین اللہ تعالے کی اطاعت ہے ثابت قدم رکھے +

مکتوب ۱۵۳

ماسوے اللہ کی غلامی سے پورے طور پر آزاد ہونے کے بیان میں جو فنائے مطلق سے وابستہ ہے میاں شیخ مزمل کی طرف لکھا ہے:۔

خط مرسلہ آپ کا پہنچا منعم حقیقی یعنی اللہ تعالے کا حمد اور اس کا احسان ہے کہ اپنے طالبوں کو اپنی طلب میں بیقرار و بے آرام رکھتا ہے اور اس بے آرامی میں اپنے غیر کے آرام سے نجات بخشتا ہے لیکن غیروں کی غلامی سے پوری پوری خلاصی و آزادی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ فنائے مطلق سے مشرف ہوں۔ اور ماسوے اللہ کے نقش بالکل دل کے آئینہ سے مٹ جائیں۔ اور اس کے ساتھ کسی چیز کا حبّی و علمی تعلق نہ رہے۔ اور حق تعالے کے سوا اس کا کچھ مقصود و مراد باقی نہ رہے وَدُوْنَهٗ خَرْطُ الْقَتَادِ۔ ورنہ بیفائدہ رنج و تکلیف ہے۔ اگرچہ

بے تعلقی کا گمان کرتا ہے۔ لیکن اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا ظن حق کا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ ع

این کار دولت است کنون تا کرا دہند

ترجمہ ع　　بڑی بھاری ہے یہ دولت خدا جانے ملے کس کو

احوال و مقامات میں گرفتار ہوا ہوا غیر سے گرفتار ہے۔ دوسری چیزوں کا کیا ذکر کیا جاوے

بہرچہ از دوست وامانی چہ کفر آں حرف چہ ایماں
بہرچہ از راہ دور افتی چہ زشت آں نقش و چہ زیبا

ترجمہ
جدا جو یار سے کر دے برابر کفر و ایماں ہے
تجھے گمراہ جو کر دے وہ زشت و خوب یکساں ہے

تمہارا سفر لمبا ہو گیا فرصت غنیمت ہے۔ اگر یار موافق ہیں تو رخصت میں کس طرح توقف کرینگے اور اگر ناموافق ہیں تو رخصت کی کیا حاجت ہے۔ حق تعالیٰ کی رضامندی کو مدنظر رکھنا چاہئے اہل علم راضی ہوں یا نہ ہوں ان کی نارضامندی کیا نقصان دیگی۔ ع

طفیل دوست باشد ہرچہ باشد　ترجمہ　طفیل یار ہوتا ہے جو ہوتا ہے

اپنا مقصود حق تعالیٰ کو جاننا چاہئے۔ اس کے ساتھ جو کچھ جمع ہو جاوے۔ اور اس کے ساتھ جمع نہ ہو تو نہ ہو۔ ع

رخسار من اینجا و تو در گل نگری

ترجمہ ع　　میرا اس جا ہے رخسارہ تو گل میں جا کے دیکھے ہے　　والسلام

مکتوب ۱۵۴

اس بیان میں کہ اپنے آپ سے گذرنا چاہئے۔ اور اپنے آپ میں جانا چاہئے میاں مزمل کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالیٰ اپنے ساتھ رکھے اور ایک لحظہ اپنے غیر کے حوالہ نہ کرے۔ اَللّٰھُمَّ لَا تَکِلْنَا اِلٰی اَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَیْنٍ فَنَهْلِكْ وَلَا اَقَلَّ مِنْهَا فَنَضِیْعْ یا اللہ تو ہم کو ایک لحظہ بھی نفسوں کے حوالہ نہ کر نہ ہم ہلاک ہو جائینگے۔ اور نہ اس سے کم۔ ہم ضائع ہو جائینگے۔ جو بلا و مصیبت ہے اپنے ساتھ گرفتار ہونے سے ہے۔ جب اپنے آپ سے خلاص ہو گیا۔ تو گویا ماسوائے حق کی گرفتاری سے آزاد ہو گیا۔ اگر بت پوجتے ہیں تو حقیقت میں اپنے آپ کو پوجتے ہیں کہ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰهَهٗ هَوٰهُ کیا تو نے دیکھا اس شخص کو جس نے اپنی خواہش کو

خود اپنا لیا ہے ع

از خود چو گذشتی ہمہ عیش است خوشی

ترجمہ ع تو گذرا آپ سے جب پس یہی عیش و خوشی ہے

دَعْ نَفْسَكَ وَتَعَالَ یعنی اپنے نفس کو چھوڑ اور آ جا جس طرح کہ از خود گذشتن فرض ہے خود رفتن بھی لازم ہے۔ کیونکہ یہ آفت اسی جگہ ہے۔ اپنے باہر میں یافت کچھ نہیں ہوتی ؎

با تو در زیر گلیم است آنچہ ہست ہمچو نابینا مبر ہر سوئے دست

ترجمہ ؎ ساتھ تیرے گودڑی میں ہے چھپا جو کچھ کہ ہے
مارتا ہے ہر طرف تو مثل نابینا کے ہاتھ

سیر آفاقی بُعد در بُعد ہے اور سیر انفسی قرب در قرب۔ اگر شہود ہے تو اپنے آپ میں ہے اگر معرفت ہے تو وہ بھی اپنے آپ ہی میں۔ اور اگر حیرت ہے تو وہ بھی اپنے آپ ہی میں ہے اپنے باہر کوئی قدمگاہ نہیں۔ او ہو بات کدھر چلی گئی۔ ایسا نہ ہو کوئی سادہ دل اس مقام میں حلول یا اتحاد سمجھ لے اور گمراہی کے بھنور میں غرق ہو جائے ع

ایں جا حلول کفر بود اتحاد ہم

ترجمہ ع کفر ہے اتحاد و حلول یہاں

اس مقام کے ساتھ متحقق ہونے سے پیشتر اس میں تفکر کرنا منع ہے رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمُ الْاِسْتِقَامَةَ عَلَى الطَّرِيْقَةِ الْمَرْضِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو طریقہ پسندیدہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام پر استقامت عطا فرمائے۔

اپنے احوال کی نسبت لکھتے رہا کریں کہ اس کو بڑا دخل ہے۔ اور باوجود ضروری اور ظاہری تعلقات کے آزاد رہیں۔ اور ان کے وجود عدم کو برابر سمجھیں۔ والسلام والاکرام۔

مکتوب ۱۵۵

اپنے اصل کی طرف رجوع کرنے کی ترغیب میں میاں شیخ مزمل کی طرف لکھا ہے:۔

حق تعالیٰ اپنے ساتھ رکھے ؎

بعد از خدائے ہر چہ پرستند ہیچ نیست بیدولت است آنکہ بہیچ اختیار کرد

ترجمہ؎ خدا کو چھوڑ جو کچھ پوجتے ہیں ہیچ و باطل ہے
جو پوجے ہیچ و باطل کو بڑا کمبخت جاہل ہے

جمادی الاول کی پہلی تاریخ کو جمعہ کے دن حضرت دہلی کے طواف سے مشرف ہوا۔ اور محمد صادق بھی ہمراہ ہے۔ اگر خدا نے چاہا تو چند روز یہاں رہ کر جلدی ہی اپنے اصلی وطن کی طرف واپس ہو جاوینگے۔ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْاِیْمَانِ صحیح خبر ہے۔ بیچارہ کہاں جائے پیشانی اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ اور نہیں کوئی زمین پر چلنے والا جاندار مگر اللہ تعالےٰ اُس کی پیشانی کو پکڑنیوالا ہے بیشک میرا رب سیدھے راستہ پر ہے۔ اَيْنَ الْمَفَرُّ کہاں بھاگ جائیں۔ مگر فَفِرُّوْا اِلَى اللهِ کہکر اسی کی طرف بھاگیں۔ بہرحال اصل کو اصل جاننا چاہیئے۔ اور فرع کو طفیلی جانکر اصل کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے؎

ہر چہ جز عشق خدائے احسن است گر شکر خوردن بود جاں کندن است

ترجمہ سوائے عشق حق جو کچھ کہ ہے ہر چند احسن ہے۔
شکر کھانا بھی گر ہووے عذاب جان کندن ہے

مکتوب ۱۵۶

اہل اللہ کی صحبت کی ترغیب میں میاں مزمل کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

وہ خط جو آپ نے قاضی زادہ جالندھری کے ہاتھ بھیجا تھا۔ اُس نے دہلی میں پہنچایا اللہ کا حمد اور اس کا احسان ہے کہ آپ کو فقرا کی محبت حاصل ہے اور اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کے مضمون کے موافق آپ انہی کے ساتھ ہیں۔ ماہ رجب اگرچہ وقت و زمانہ کے لحاظ سے نزدیک ہے لیکن حقیقت میں بہت دور ہے؎

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است

فراق یار تھوڑا بھی بہت ہے حق میں عاشق کے
اگر ہے بال آدھا بھی بہت تکلیف دیتا ہے

جب آپ نے حق داروں کے حقوق کو مد نظر رکھ کر اس مطلب کو اختیار کیا ہے، اسی طرح کریں فقیر بھی ماہ رجب تک یہاں رہیگا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ اِلَيْهِ مَرْجِعُ الْمَاٰبِ بہرحال چند روز

عمر کو فقرا کی خدمت میں بسر کرنا چاہئے۔ وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (روک رکھ اپنے نفس کو ان لوگوں کے ساتھ جو صبح وشام اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں اور اسی کے طالب ہیں) کہ حق تعالیٰ نے اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس کی طرف امر فرمایا ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں الٰہی یہ کیا ہے جو تو نے اپنے دوستوں کو عطا کیا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا۔ اس نے تجھ کو پا لیا۔ اور جب تک تجھ کو نہ پایا ان کو نہ پہچانا۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ تَعَالٰى وَاِيَّاكُمْ مَحَبَّةَ هٰذِهِ الطَّائِفَةِ الْعَلِيَّةِ الشَّرِيْفَةِ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس بزرگ اور شریف گروہ کی محبت عطا فرماوے۔ آمین۔

مکتوب ۱۵۷

اس بیان میں کہ جب کوئی درویشوں کے پاس جاوے تو اس کو چاہئے کہ خالی ہو کر جاوے تاکہ بھرا ہوا واپس آوے۔ اور اس بیان میں کہ اول عقاید کو درست کرنا چاہئے۔

حکیم عبدالوہاب کی طرف لکھا ہے:۔

اس دفعہ آپ قدم رنجہ کر کے آئے۔ اور جلدی ہی اٹھ کر چلے گئے۔ اس قدر فرصت بھی نہ ملی کہ صحبت کے بعض حقوق ادا کئے جاتے۔ ملاقات کا مقصود افادہ ہے یا استفادہ۔ اور جب مجلس ان دونوں سے خالی ہو۔ تو وہ کسی گنتی میں نہیں ہے۔

اس گروہ کے پاس خالی ہو کر آنا چاہئے تاکہ بھرے ہوئے واپس جاویں۔ اور اپنی مفلسی کو ظاہر کرنا چاہئے تاکہ ان کو شفقت آئے۔ اور استفاضہ کا راستہ کھل جاوے۔ سیر آنا اور سیر ہی چلا جانا، کچھ مزہ نہیں دیتا۔ امتلاء یعنی پُرشکمی کا پھل سوائے بیماری کے کچھ نہیں اور استغنا سے سوائے سرکشی کے اور کچھ نہیں ہوتا۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہ نے فرمایا ہے کہ اول خستہ دل کی عجز و نیاز اور پھر شکستہ دل کی توجہ۔ پس توجہ کے لئے عجز و نیاز شرط ہے۔

اس وقت ایک طالب علم نے آکر آپ کی طرف سفارش کی طلب ظاہر کی۔ دل میں آیا کہ چونکہ آپ کے صرف آنیکا بھی حق ہے۔ پس اپنی طرف سے جہاں تک ہو سکے حق ادا کرنا چاہئے اس لئے گذشتہ کے تدارک تلافی کے لئے چند باتیں وقت حال کے موافق قلم کی زبان سے

لکھ کر آپ کی طرف ارسال کی گئی ہیں۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ الْمُلْھِمُ لِلصَّوَابِ وَالْمُوَفِّقُ

اللہ تعالیٰ ہی بہتری کی طرف الہام کرنے والا اور راستی کی توفیق دینے والا ہے۔

اے سعادتمند جو کچھ ہم پر اور آپ پر لازم ہے وہ یہ ہے کہ اول اپنے عقائد کو کتاب و سنت کے موافق درست کریں جس طرح کہ علمائے حق نے کہ خدا ان کی کوششوں کو مشکور فرماوے ان عقائد کو کتاب و سنت سے سمجھا ہے۔ اور وہاں سے اخذ کیا ہے۔ کیونکہ ہمارا اور آپ کا سمجھنا اگر ان بزرگواروں کے فہم کے موافق نہیں ہے۔ تو وہ اعتبار سے ساقط ہے۔ کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے باطل احکام کو کتاب و سنت ہی سے سمجھتا ہے۔ اور وہیں سے اخذ کرتا ہے۔ حالانکہ ان سے کسی چیز کا فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ اور دوسرے احکام شرعی از قسم حلال و حرام و فرض و واجب کا علم حاصل کرنا ہے۔ اور تیسرے اس علم کے موافق عمل کرنا۔ اور چوتھے تصفیہ و تزکیہ کا طریق جو صوفیہ کرام قدس سرہم سے مخصوص ہے۔ جب تک عقائد کو درست کریں احکام شرعیہ کا علم کچھ فائدہ نہیں دیتا۔ اور جب تک یہ دونوں متحقق نہ ہوں عمل نفع نہیں دیتا۔ اور جب تک یہ تینوں حاصل نہ ہوں تصفیہ و تزکیہ کا حاصل ہونا محال ہے۔ ان چار رکنوں اور ان کے متممات و مکملات (جیسے کہ سنت فرض کو کامل کرنے والی ہے) کے بعد جو کچھ ہے سب فضول ہے۔ اور دائرہ مالایعنی میں داخل ہے۔ اور وَمِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ تَرْکُہٗ مَا لَا یَعْنِیْہِ وَاشْتِغَالُہٗ بِمَا یَعْنِیْہِ اور لایعنی و بیہودہ بات کو ترک کرنا اور فائدہ مند بات میں مشغول ہونا انسان کے حسن اسلام کی علامت ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّحِیَّاتُ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۱۵۸

اس بیان میں کہ کمال کے مرتبوں میں استعداد کی تفاوت کے موافق فرق ہوتا ہے
شیخ حمید بنگالی کی طرف لکھا ہے:۔

جاننا چاہیئے کہ مراتب کمال میں استعدادوں کی تفاوت کے موافق تفاوت ہوتا ہے۔ اور کمال میں تفاوت کبھی کمیت کے لحاظ سے ہوتا ہے اور کبھی کیفیت کے اعتبار سے اور کبھی ان دونوں یعنی کمیت و کیفیت کی رو سے۔ پس بعض کا کمال تجلی صفاتی پر ہے اور

دونوں خیر کا کمال تجلی ذاتی تک ہے۔ باوجود بہت سے تفاوت کے جو ان دونوں تجلیوں کے افراد اور ان کے ارباب کے مابین ہے۔ پس بعض کا کمال ماسوائے حق سے دل کی سلامتی اور رُوح کی آزادی تک ہے۔ اور دوسرے کا کمال ان دونوں کے علاوہ شہود دوسری تک اور تیسرے کا کمال ان تینوں کے علاوہ اس حیرت تک ہے جو خفی کی طرف منسوب ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔ مذکورہ بالا مراتب میں سے ہر مرتبہ میں کمال حاصل ہونے کے بعد پس یا رجوع کرتے ہیں۔ یا اس مقام میں ثابت و برقرار رہتے ہیں۔ مقام اول تکمیل و ارشاد کا مقام ہے اور اس میں حق کی طرف سے خلق کی طرف دعوت کیلئے رجوع کرتے ہیں۔ اور دوسرا مقام استہلاک یعنی مغلوب الحال ہونے اور خلق سے تنہا رہنے کا مقام ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۱۵۹

ماتم پرسی میں شرف الدین حسین بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

رنج و مصائب اگرچہ بظاہر تلخ اور جسم کو تکلیف دینے والے ہیں لیکن باطن میں شیریں اور رُوح کو لذت بخشنے والے ہیں۔ کیونکہ جسم و روح گویا ایک دوسرے کے ضد واقع ہوئے ہیں۔ ایک کے رنج میں دوسرے کی لذت ہے۔ وہ پست فطرت جو ان دو ضدوں اور ان کے لوازم کے درمیان تمیز نہیں کرسکتا۔ وہ بحث سے خارج ہے۔ اور با ہم مخاطب ہونے کی قابلیت نہیں رکھتا۔ اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ یہ لوگ چارپاؤں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ گئے گذرے ہیں ؎

آگہ از خویشتن چو نیست چنیں　　چہ خبر دارد از چنان و چنیں

ترجمہ ؎ جس کو اپنی خبر نہیں ہے بھلا　　حال اوروں کا پھر وہ جانے کیا

وہ شخص جس کا رُوح تنزل کر کے مرتبہ جسم میں آٹھیرا ہو۔ اور اس کا عالم امر عالم خلق کے تابع ہو گیا ہو اس معاملے کے بھید کو کیا جانتا ہے۔ جب تک رُوح اپنے اصلی مقام میں رجعت نہ کرے۔ اور امر خلق سے جُدا نہ ہو جائے اس معرفت کا جمال جلوہ گر نہیں ہوتا۔ اس دولت کا حاصل ہونا، اُس مُوت سے وابستہ ہے۔ جو اجل مسمےٰ یعنی وقت مقررہ سے پہلے حاصل ہوتی ہے۔ اور مشائخ

طریقت قدس سرہم نے اس کو فنا سے تعبیر کیا ہے ؎

خاک شو خاک تا بروید گل کہ بجز خاک نیست مظہر کل

ترجمہ ؎ خاک ہو خاک تا اُگیں سب پھول خاک مظہر ہے کل کا مت بھول

اور جو شخص مرنے سے اول نہیں مرا مصیبت تو اُس کے لئے ہے اور اسی کی ماتم پرسی بجا لانی چاہیئے۔ آپ کے والد مرحوم کے انتقال کی خبر جو نیک نامی میں مشہور تھے اور امر معروف اور نہی منکر کے طریق کو مدنظر رکھتے تھے۔ واقعی مسلمانوں کے غم و اندوہ کا موجب ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اُسی طرف جانے والے ہیں۔

میرے فرزند بطریق صبر کو اختیار کر کے صدقہ و دُعا و استغفار سے آگے گئے ہوؤں کی مدد و معاونت کریں کہ مُردوں کو زندوں کی امداد کی اشد ضرورت ہوتی ہے۔ حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آیا ہے:۔

مَا الْمَیِّتُ اِلَّا کَالْغَرِیْقِ الْمُتَغَوِّثِ یَنْتَظِرُ دَعْوَۃً تَلْحَقُہٗ مِنْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ فَاِذَا لَحِقَتْہُ کَانَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنَ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا۔ وَاِنَّ اللّٰہَ لَیُدْخِلُ عَلٰٓی اَھْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَآءِ اَھْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ مِنَ الرَّحْمَۃِ۔ وَاِنَّ ھَدِیَّۃَ الْاَحْیَاءِ اِلَی الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَھُمْ کہ مردہ فریاد کرنے والے غریق کی طرح ہوتا ہے جو اپنے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے دُعا کا منتظر رہتا ہے جب اس کو ان کی طرف سے دُعا پہنچتی ہے تو اُس کو دنیا و ما فیہا سے زیادہ پیاری معلوم ہوتی ہے۔ اور یہ بھی حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالےٰ زمین والوں کی دُعا سے قبر والوں پر پہاڑوں جتنی رحمت نازل فرماتا ہے۔ اور یہ بھی لکھا ہے کہ زندوں کا ہدیہ مُردوں کی طرف یہ ہے کہ ان کے لئے اللہ کی جناب میں استغفار کریں۔

باقی نصیحت یہ ہے کہ ہمیشہ ذکر و فکر میں رہیں کیونکہ فرصت بہت ہی تھوڑی ہے اس کو ضروری کاموں میں صرف کرنا چاہیئے۔ والسلام۔

مکتوب ۱۶۰

اس بیان میں کہ مشائخ قدس سرہم تین گروہ ہیں۔ اور ان میں سے ہر ایک کے احوال اور کمال و نقصان کو مشرح و مفصل طور پر بیان کرنے میں اس کمترین غلام محمد یا ر محمد جدید

بدخشی طالقانی کے نام لکھا ہے :-

مشائخ طریقت قدس سرہم تین گروہ ہیں :-

پہلا گروہ :- اس بات کا قائل ہے کہ عالم حق تعالےٰ کی ایجاد سے موجود ہے۔ اور جو کچھ اس میں اوصافِ کمال ہیں سب حق تعالےٰ کی ایجاد سے ہیں۔ اور اپنے آپ کو شیخ یعنی ظاہر صورت اور سانچہ سے زیادہ کچھ نہیں جانتے۔ بلکہ شیخیت بھی اسی کی طرف سے سمجھتے ہیں۔ اور بحر بےنیستی میں ایسے گم ہوتے ہیں کہ نہ عالم کی خبر رکھتے ہیں نہ اپنی۔ اس ننگے شخص کی طرح جس نے جامۂ عاریت پہنا ہوا ہو۔ اور وہ جانتا ہے کہ یہ جامہ عاریت ہے۔ اور عاریت کا دیکھنا اس پر ایسا غالب ہو کہ سارے کپڑے کو اپنے اصل کی طرف منسوب کرے۔ اور اپنے آپ کو برہنہ پاوے۔ اور اگر ایسے شخص کو بےشعوری اور سُکر سے شعور اور صحو میں لائیں۔ اور فنا کے بعد بقا سے مشرف کریں۔ تو اس وقت بھی اگرچہ جامہ کو اپنے اوپر پاتا ہے لیکن یقیناً جانتا ہے کہ یہ اور کی طرف سے ہے۔ کیونکہ وہ فنا اب علم میں مندرج ہے۔ اور گرفتاری و تعلق جو اس جامہ کے ساتھ رکھتا تھا کچھ نہیں رہتا۔ ایسے ہی اس شخص کا حال ہے جو اپنے اوصاف و کمالات کو جامۂ عاریت کی طرح خیال کرتا ہے۔ لیکن یہ جانتا ہے کہ یہ جامہ وہم میں ہے خارج میں کوئی جامہ نہیں۔ اور میں بالکل ننگا ہوں۔ اور یہ دید یہاں تک غالب آ جائے کہ اس لباس وہمیہ کو بھی سارے کا سارا اتارے اور اپنے آپ کو بالکل برہنہ معلوم کرے۔ اور ہوش و صحو کے بعد اس جامہ وہمیہ کو بھی اپنے ہمراہ پاوے۔ لیکن اول شخص کی فنا اتم ہے اور بقا جو اس پر مترتب ہے، اکمل ہے۔ جیسا کہ عنقریب اس کا بیان آئیگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ ✦

یہ بزرگوار تمام معتقدات کلامیہ میں جو کتاب و سنت و اجماع کے موافق ثابت ہوئے ہیں، علمائے اہل سنت و جماعت کے ساتھ متفق ہیں۔ اور متکلمین اور ان کے درمیان سوائے اس کے اور کچھ فرق نہیں ہے کہ متکلمین اس مطلب کو علمی اور استدلالی طور سے حاصل کرتے ہیں۔ اور یہ لوگ کشف و ذوق کے طور پر۔ اور نیز یہ بزرگوار حق تعالےٰ کے ساتھ نہایت تنزیہ کے باعث عالم کی کوئی نسبت ثابت نہیں کرتے۔ اور تمام نسبتوں کو سلب کرتے ہیں۔ تو پھر عینیت اور جزئیت یعنی ایک دوسرے کا عین اور جزو ہونے کا کیا ذکر ہے۔ اللہ تعالےٰ کا شان اس سے بہت بلند ہے۔ لیکن مولےٰ اور عبد اور صانع و مصنوع ہونے کی نسبت ثابت کرتے ہیں۔ اس وقت فنائے حقیقی سے مشرف ہو کر تجلیات ذاتیہ

کی قابلیت پیدا کرتے ہیں اور بے اندازہ تجلیات کا مظہر ہو جاتے ہیں +

دوسرا گروہ عالم کو حق تعالیٰ کا ظل جانتا ہے۔ لیکن اس بات کے قائل ہیں کہ عالم خارج میں موجود ہے لیکن بطریق ظلیت نہ بطریق اصالت۔ اور ان کا وجود حق تعالیٰ کے وجود سے قائم ہے۔ جیسے کہ سایہ اپنے اصل سے قائم ہوتا ہے +

مثلاً ایک شخص کا سایہ دراز ہوا۔ اور اُس شخص نے اپنی کمال قدرت سے اپنی صفات از قسم علم و قدرت و ارادہ وغیرہ حتےٰ کہ لذتؐ الم کو بھی منعکس کر دیا۔ پس اگر بالفرض وہ سایہ آگ پر پڑے اور اس سے دردناک ہو جائے تو از روئے عقل اور عرف کے یہ نہ کہینگے کہ وہ شخص دردناک ہوا ہے۔ جیسے کہ تیسرا گروہ اس کا قائل ہے۔ علےٰ ہذا القیاس تمام بُرے افعال جو مخلوقات سے صادر ہوتے ہیں، نہیں کہہ سکتے کہ حق تعالیٰ کا فعل ہیں۔ جیسے کہ سایہ اپنے ارادہ سے حرکت کرتا ہے۔ تو نہیں کہہ سکتے کہ شخص متحرک ہے۔ ہاں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس کی قدرت و ارادت کا اثر ہے۔ یعنی اس کا مخلوق ہے۔ اور یہ بات ظاہر ہے کہ بُرے کا پیدا کرنا بُرا نہیں ہے۔ بلکہ بُرے کا فعل و کسب بُرا ہے +

تیسرا گروہ وحدت وجود کا قائل ہے۔ یعنی خارج میں فقط ایک ہی موجود ہے اور وہ حق تعالیٰ کی ذات ہے۔ اور عالم کو خارج میں علمی ثبوت کے سوا ہرگز کوئی ثبوت ثابت نہیں ہے۔ اور کہتے ہیں کہ اَلْاَعْیَانُ مَا شَمَّتْ رَائِحَۃَ الْوُجُوْدِ اعیان نے وجود کی بُو نہیں سونگھی۔ اور اگرچہ یہ لوگ بھی عالم کو حق تعالیٰ کا ظل کہتے ہیں لیکن کہتے ہیں کہ ان کا ظلی وجود صرف مرتبۂ حس میں ہے مرتبۂ نفس الامر اور خارج میں عدم محض ہے۔ اور حق تعالیٰ کی ذات کو صفات وجوبیہ اور امکانیہ سے متصف جانتے ہیں۔ اور مراتب تنزلات ثابت کرتے ہیں اور ہر مرتبہ میں ذات احد کو اس مرتبہ کے لائق احکام سے متصف کرتے ہیں۔ اور متلذذ اور متالم اسی ذات کو جانتے ہیں لیکن ان محسوسہ متوہمہ ظلال کے پردہ میں عقلی اور شرعی طور پر بہت سے محظورات یعنی اشکال ان پر وارد ہوتے ہیں جن کے جواب میں بہت سے حیلے اور تکلف کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ وصل و کمال کے درجات کی تفاوت کے موافق واصل و کامل ہیں۔ لیکن ان کی باتیں خلقت کو گمراہی اور الحادگی طرف رہنمائی کر کے زندقہ تک پہنچا دیتی ہیں +

پہلے گروہ کے لوگ اتم و اکمل ہیں اور کتاب و سنت کے ساتھ اسلم و اوفق ہیں۔ لیکن ان کا اسلم اور اوفق ہونا خود ظاہر ہے۔ اور اکمل و اتم ہونا اس وجہ سے ہے کہ وجود انسانی کے بعض

مراتب نہایت لطافت اور تجرد کے باعث مبدء کے ساتھ پوری پوری مشابہت اور مناسبت رکھتے ہیں۔ جیسے کہ خفی اور اخفٰے ٭

پس وہ لوگ باوجود فنائے سری کے ان مرتبوں کو مبدء سے جدا نہیں کرسکتے یا لا کے نیچے لاکر ان کی نفی نہیں کرسکتے۔ بلکہ مبدء انکے نزدیک باہم ملا ہوا اور ایک دوسرے کی مانند رہتا ہے۔ اور اپنے آپ کو عین حق پاتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ خارج میں فقط حق سبحانہٗ ہی موجود ہے۔ اور ہمارا ہرگز وجود نہیں ہے۔ لیکن جب آثار خارجیہ کا بیشمار ہونا ثابت ہوتا ہے۔ تو ناچار ثبوت علمی کے قائل ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اعیان کو وجود اور عدم کے درمیان برزخ کہتے ہیں اور چونکہ مخلوقات کے وجودوں کے بعض مراتب کو مبدء سے جدا نہ کرسکے اس کے وجود کے وجوب کے قائل نہ ہوکر برزخ ہونے کے قائل ہوئے۔ اور وجوب کے رنگ کو ممکن میں ثابت کردیا۔ اور یہ نہ جانا کہ وہ رنگ بھی ممکن ہی کا رنگ ہے۔ جو واجب کے مشابہ ہے۔ اگرچہ صورت اور اسم میں ہے۔ اور اگر اس رنگ کو جدا کرتے اور ایک وجود کے قائل نہ ہوتے۔ اور جب تک انسان سے کچھ اثر باقی رہے اپنے آپ کو حق نہیں جانتا۔ اگرچہ جانتا ہے کہ مجھ سے اثر باقی نہیں رہا۔ یہ بھی اس کی کوتاہ نظری کے باعث ہے ٭

اور دوسرے گروہ نے بھی اگرچہ ان مرتبوں کو مبدء سے جدا دیکھا۔ اور کلمہ لا میں لاکر ان کی نفی کردی لیکن ایک دوسرے کے ظل اور اصل ہونے کے باعث ان کے وجود کے بقیوں میں سے ایک چیز ثابت رہی۔ کیونکہ ظل کا اصل کے ساتھ تعلق کا رشتہ بہت قوی ہے یہ نسبت ان کی نظر سے محو نہ ہوئی ٭

لیکن پہلے گروہ نے حضرت رسالت خاتمیت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال مناسبت ومتابعت کے باعث ممکن کے تمام مراتب کو واجب سے جدا کیا۔ اور سب کو کلمہ لا کے نیچے لاکر ان کی نفی کردی۔ اور ممکن کی واجب کے ساتھ کچھ مناسبت نہ دیکھی۔ اور کسی نسبت کو اس کے ساتھ ثابت نہ کیا۔ اور اپنے آپ کو بندہ مخلوق غیر مقدور یعنی عاجز کے سوا کچھ نہ پہچانا اور حق تعالےٰ کو اپنا مولےٰ اور خالق جانا ٭

اپنے آپ کو مولےٰ جاننا یا اس کا سایہ خیال کرنا۔ ان بزرگواروں پر بہت بھاری اور شنیع ہے۔ مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْاَرْبَابِ ۔ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

یہ بزرگوار اشیاء کو اس سبب سے کہ حق تعالیٰ کی مخلوق کو دوست رکھتے ہیں اور ان کی نظر میں محبوب دکھائی دیتی ہیں اور اس سبب سے کہ حق تعالیٰ کی مصنوع ہیں اور ان کے افعال بھی اسی کے مصنوع ہیں۔ اشیاء کے پورے پورے تابعدار اور فرمانبردار ہوتے ہیں۔ اور افعال پر سوائے انکار شریعت کے کچھ انکار نہیں کرتے اور جیسے کہ ارباب توحید کو مظہر ہونے کے باعث بلکہ حق سبحانہٗ کی نسبت اشیاء کے عین ہونے کی وجہ سے اس قسم کی محبت و تابعداری حاصل ہوتی ہے۔ ان لوگوں کو صرف ان کے مصنوع و مخلوق ہونے سے حاصل ہو جاتی ہے ع

بہ بیں تفاوتِ راہ از کجاست تا بکجا

محبوب کے عین کو تھوڑی سی محبت سے بھی دوست رکھ سکتے ہیں۔ لیکن اس کے مصنوع اور مخلوق اور بندوں کو جب تک محبوب کی کامل محبت حاصل نہ ہو۔ دوست نہیں رکھتے اور محبوب خیال نہیں کرتے ٭

اس طائفہ علیہ کو مقام عبدیت سے جو تمام مقامات ولایت کا نہایت ہے۔ کامل حصہ حاصل ہوتا ہے۔ اور ان بزرگواروں کے صحت حال پر اس سے بڑھ کر اور کونسی دلیل ہے کہ ان کے تمام کشف کتاب و سنت اور ظاہر شریعت کے موافق ہیں۔ اور ظاہر شریعت سے سرمو مخالف نہیں ہیں ٭

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ مُحِبِّيْهِمْ وَمُتَابِعِيْهِمْ بِحُرْمَةِ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰى صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ یا اللہ تو اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وبارک کی طفیل ان لوگوں کے محبوں اور تابعداروں میں سے بنا ٭

وہ درویش (مراد حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ) جس سے ان سطروں کا استفادہ ہوا ہے پہلے توحید کا معتقد تھا۔ اور بچپن کے زمانہ سے اس توحید کا علم رکھتا تھا۔ اور یہ علم یقین تک پہنچ چکا تھا۔ ہرچند حال نہ رکھتا تھا۔ اور جب اس راہ میں آیا۔ پہلے توحید کا راہ منکشف ہوا اور کچھ مدت تک اس مقام کے مرتبوں میں جولان کرتا رہا۔ اور بہت سے علوم جو اس مقام کے مناسب تھے، فائض ہوئے۔ اور وہ مشکلات و واردات جو توحید والوں پر وارد ہوتی ہیں کشوف اور علوم فائضہ کے ساتھ سب حل ہوگئیں۔ کچھ مدت کے بعد ایک اور نسبت نے اس درویش پر غلبہ کیا۔ اور اس کے غلبہ میں توحید میں توقف کیا۔ لیکن یہ توقف حسن ظن سے تھا۔ نہ انکار سے۔ کچھ مدت تک تو انکار میں متوقف رہا۔ آخر کار انکار تک نوبت پہنچ گئی۔ اور

ظاہر ہوا کہ یہ مرتبہ نہایت ہی پست ہے۔ مقام ظلیت میں اسباب پہنچانا چاہیئے۔ لیکن فقیر اس انکار میں بے اختیار تھا۔ نہیں چاہتا تھا کہ اس مقام سے نکلے کیونکہ بڑے بڑے مشائخ اس مقام میں اقامت رکھتے تھے۔ اور جب مقام ظلیت میں پہنچا۔ اور اپنے آپ کو عالم ظل معلوم کیا۔ جیسے کہ دوسرے گروہ کے لوگ قائل ہیں۔ تب یہ آرزو ہوئی کہ کاش مجھے اس مقام سے نہ نکالیں۔ کیونکہ میں وحدت وجود کو کمال جانتا تھا۔ اور یہ مقام مجھ کچھ اس سے مناسبت رکھتا تھا۔ اتفاقاً کمال عنایت اور غریب نوازی سے اس مقام سے بھی اوپر لے گئے۔ اور مقام عبدیت تک پہنچا دیا۔ اس وقت کمال کا مقام نظر آیا۔ اور اس کی بلندی ظاہر ہوئی۔ اور گذشتہ مقامات سے توبہ و استغفار کی اور اگر اس درویش کو اس طریق پر اوپر نہ لے جاتے اور بعض سے بعض کی بلندی و فوقیت ظاہر نہ کرتے۔ تو اپنے تنزل کو اسی مقام میں جانتا۔ کیونکہ اس کے نزدیک توحید وجودی سے بڑھ کر کوئی اور بلند مقام نہ تھا۔ اور نہ ہی کوئی آگے ہوا ہے۔ وَاللّٰہُ یُحِقُّ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ اللہ تعالیٰ حق ثابت کرتا ہے اور سیدھے رستہ کی ہدایت کرتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ علوم و معارف کی تفاوت کا منشا مکتوبات اور رسالوں میں جو اس درویش سے بلکہ ہر سالک سے جو بیان ہوا ہے۔ یہی مقامات متفاوت کے حاصل ہونے کا تفاوت ہے۔ کیونکہ ہر مقام کے لئے علوم و معارف جدا ہیں اور ہر حال کے لئے قال علیحدہ ہے۔

پس درحقیقت علوم میں کوئی تدافع اور تناقض نہیں ہے۔ بلکہ احکام شرعیہ کے نسخ کی طرح ہے۔ فَلَا تَکُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِیْنَ پس کوئی شک نہ کر۔ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَسَلَّمَ۔

مکتوب ۱۶۱

اس بیان میں کہ منازل سلوک کے طے کرنے سے مقصود ایمان حقیقی کا حاصل ہونا ہے۔ جو نفس کے مطمئنہ ہونے پر وابستہ ہے۔ ملا صالح بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

منازل سلوک کے طے کرنے سے مقصود ایمان حقیقی کا حاصل ہونا ہے، جو نفس کے مطمئنہ ہونے پر وابستہ ہے۔ جب تک نفس مطمئنہ نہ ہو جائے۔ نجات ناممکن ہے۔ اور نفس اطمینان کے مرتبہ تک نہیں پہنچتا، جب تک اس پر قلبی سیاست نہ ڈالیں۔ اور سیاست قلبی اس وقت

حاصل ہوتی ہے جب کہ دل اس کام سے جو اس کے سامنے ہے فارغ ہو جائے۔ اور ماسوائے حق کی گرفتاری سے سلامتی حاصل کرے۔ اور ماسوے اللہ کی گرفتاری سے دل کے سلامت ہونے کی علامت ماسوائے حق کا نسیان ہے۔ اور جب تک بال بھر بھی غیر سے آگاہ ہے سلامتی سے گمراہ ہے فَطُوْبٰی لِمَنْ سَلِمَ قَلْبُهٗ لِرَبِّهٖ پس مبارک ہے وہ شخص جس کا دل اللہ کے لئے سلامت ہوگیا۔ کوشش کرنا ضروری ہے تا کہ سلامتی قلب سے مشرف ہوں اور اطمینان نفس تک پہنچ جائیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

مکتوب ۱۶۲

ماہ رمضان کی فضیلت اور قرآن مجید کے ساتھ اس کی اس مناسبت کے بیان میں جو اس مہینے میں اس کے نازل ہونے کا سبب ہے۔ اور تمر یعنی کھجور کی جامعیت کے بیان میں جس سے افطار کرنا مستحب ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں خواجہ محمد صدیق بدخشی کی طرف لکھا ہے:۔

باسمہ سبحانہ! کلام کا شان جو شیونات ذاتیہ میں سے ہے۔ تمام کمالات ذاتی اور شیونات صفاتی کا جامع ہے۔ جیسے کہ علوم گذشتہ میں ذکر ہو چکا ہے۔ اور ماہ مبارک رمضان تمام خیرات و برکات کا جامع ہے۔ اور جو خیر و برکت ہے۔ وہ حضرت ذات ہی کی طرف سے پہنچتی ہے اور اس کے شیونات کا نتیجہ ہے۔ کیونکہ جو شر و نقص کہ وجود میں آتا ہے اس کا منشاء و مبداء ذات و صفات محدثہ ہے۔ مَاۤ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ خود نص قاطع ہے۔

پس اس ماہ مبارک کی خیرات و برکات ان کمالات ذاتیہ کا نتیجہ ہیں جن کی جامع شان کلام ہے اور قرآن مجید اس شان جامع کی تمام حقیقت کا حاصل ہے۔ پس اس ماہ مبارک کو قرآن مجید کے ساتھ پوری پوری مناسبت ہے۔ کیونکہ قرآن مجید تمام کمالات کا جامع ہے۔ اور یہ مہینہ ان تمام خیرات کا جامع ہے جو ان کمالات کے نتائج اور ثمرات ہیں۔ اسی مناسبت کے باعث قرآن مجید اس مہینہ میں نازل ہوا ہے۔ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ اور اس مہینے میں شب قدر اس مہینے کا خلاصہ اور زبدہ ہے۔ وہ رات گویا اس کا مغز ہے۔ اور یہ مہینہ اس کا پوست

پس جس کا یہ مہینہ جمعیت سے گذر جاوے اور اس مہینے کی خیرات و برکات سے فائدہ مند ہو جاوے اس کا تمام سال جمعیت کے ساتھ اور خیر و برکت سے بھرا ہوا گذرتا ہے۔ وَفَّقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ لِلْخَیْرَاتِ وَالْبَرَکَاتِ فِیْ ھٰذَا الشَّھْرِ الْمُبَارَکِ وَرَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ النَّصِیْبَ الْاَعْظَمَ حق تعالیٰ ہم کو اس مبارک مہینے کی خیرات و برکات حاصل کرنے کی توفیق دیوے اور بہت حصہ عطا فرماوے ✦

حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُکُمْ فَلْیُفْطِرْ عَلٰی تَمْرٍ فَاِنَّہٗ بَرَکَۃٌ " کہ جب کوئی شخص تم میں سے روزہ افطار کرنا چاہے تو اس کو تمر سے افطار کرنا چاہئے۔ کیونکہ اس میں برکت ہے ✦

اور تمر میں برکت کا موجب یہ ہے کہ اس کا درخت ایک ایسا درخت ہے جو انسان کی طرح جامعیت اور اعدلیت کے طور پر پیدا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم نے اس نخل کو بنی آدم کی عمہ فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ آدم کی مٹی سے پیدا ہوا ہے۔ جیسے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے:۔

اَکْرِمُوْا عَمَّتَکُمْ فَاِنَّھَا خُلِقَتْ مِنْ بَقِیَّۃِ طِیْنَۃِ اٰدَمَ اپنی عمہ کی تعظیم کرو۔ کیونکہ وہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بقیہ مٹی سے پیدا کی گئی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس کا نام برکت اسی جامعیت کے اعتبار سے ہو ✦

پس اس کے پھل سے جو تمر ہے افطار کرنا صاحب افطار کی جزو بنجاتا ہے۔ اور اس کی حقیقت جامع اس جزئیت کے اعتبار سے اس کے کھانے والے کی حقیقت کی جزو ہو جاتی ہے اور اس کا کھانے والا اس اعتبار سے ان بیشمار کمالات کا جامع ہو جاتا ہے جو اس تمر کی حقیقت جامع میں مندرج ہے ✦

یہ مطلب اگرچہ اس کے مطلق کھانے میں بھی حاصل ہو جاتا ہے لیکن افطار کے وقت جو روزہ دار کی شہوات کا مانع اور لذات فانیہ سے خالی ہونے کا وقت ہے۔ اس کا کھانا زیادہ تاثیر کرتا ہے۔ اور یہ مطلب کامل اور پورے طور پر ظاہر ہوتا ہے ✦

اور یہ جو آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ نِعْمَ السَّحُوْرُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ مومن کی بہتر سحر گی تمر ہے۔ اس اعتبار سے ہو سکتا ہے کہ اس کی غذا میں جو صاحب غذا کی جزو ہو جاتی ہے اس کی حقیقت کی تکمیل ہے نہ کہ اس غذا کی حقیقت۔ اور جب کہ مطلب روزہ میں

مفقود ہے تو اس کی تلافی کے لئے ترکی سحور پر ترغیب فرمائی کہ گویا اس کا کھانا تمام ماکولات کے کھانے کا فائدہ رکھتا ہے اور اسکی برکت جامعیت کے اعتبار سے افطار کے وقت تک رہتی ہے اور غذا کا یہ فائدہ جو مذکور ہو چکا ہے۔ اس تقدیر پر مترتب ہو سکتا ہے۔ جب کہ وہ غذا تجویز شرعی کے مطابق واقع ہو۔ اور شرعی حدود سے سر مو متجاوز نہ ہو۔ اور نیز اس فائدہ کی حقیقت اس وقت میسر ہوتی ہے جب کہ اس کے کھانے والا اصلاحات سے گذر کر حقیقت تک جا پہنچا ہو۔ اور ظاہر سے باطن تک پہنچ گیا ہو۔ تاکہ غذا کا ظاہر اس کے ظاہر کو مدد دیوے۔ اور غذا کا باطن اس کے باطن کو مکمل کرے۔ ورنہ صرف ظاہری امداد پر ہی موقوف ہے اور اس کا کھانے والا ہمیں فصوں میں ہے

سعی کن تا لقمہ را سازی گہر بعد ازاں چندانکہ مے خواہی بخور

ترجمہ کر یہ کوشش تا بنے گو ہر غذا بعد اس کے جس قدر چاہے تو کھا

جلدی افطار کرنے اور سحر کی دیر سے کھانے میں حکمت یہی ہے کہ صاحب غذا کے لئے غذا کی تکمیل ہو جائے۔ والسلام۔

مکتوب ۱۶۳

اس بیان میں کہ اسلام و کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ان دو ضدوں کا جمع ہونا محال ہے۔ اور ایک کے عزت دینے میں دوسرے کی خواری ہے۔ اخیر تک حضرت خواجہ سلمہ اللہ تعالےٰ نے کافروں کے ذلیل کرنے اور ان کے ساتھ نہ ملنے جلنے اور اس اختلاط کے ضرر کے بیان میں فرمایا ہے۔ اور اس بیان میں دنیا و آخرت بھی ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ سیادت و شرافت کے پناہ والے شیخ فرید کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَنْعَمَ عَلَیْنَا وَهَدٰنَا اِلَی الْاِسْلَامِ وَجَعَلَنَا مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ اللہ تعالےٰ کا حمد ہے جس نے ہم پر بڑا احسان کیا اور ہم کو اسلام کی طرف ہدایت کی اور ہم کو حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت سے بنایا۔

دونوں جہان کی سعادت فقط سردار دو جہان صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری سے وابستہ ہے۔ اور آنحضرت کی متابعت یہ ہے کہ اسلامی احکام بجا لائے جائیں اور کفر کی رسمیں مٹا دیجائیں۔ کیونکہ اسلام و کفر ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ ایک کو ثابت و قائم کرنا دوسرے

کے دُور ہو جانے کا باعث ہے۔ اور ان دو ضدوں کے جمع ہونیکا احتمال محال ہے۔

حق تعالےٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد کر اور اُن پر سختی کر۔

پس جب اپنے پیغمبر کو جو خلق عظیم سے موصوف ہے کفار کے ساتھ جہاد کرنے اور اُن پر سختی کرنے کا حکم فرمایا، تو معلوم ہؤا کہ ان پر سختی کرنا خلق عظیم میں داخل ہے پس اسلام کی عزت کفر اور کافروں کی خواری میں ہے۔ جس نے اہل کفر کو عزیز رکھا اُس نے اہل اسلام کو خوار کیا۔ ان کے عزیز رکھنے سے یہ مراد نہیں کہ صرف ان کی تعظیم کریں اور بلند بٹھائیں۔ بلکہ اپنی مجلسوں میں جگہ دینا اور اُن کی ہمنشینی کرنا اور اُن کے ساتھ گفتگو کرنا سب اعزاز میں داخل ہے کتوں کی طرح ان کو دُور کرنا چاہیئے۔ اور اگر کوئی دنیاوی غرض ان کے متعلق ہو جو ان کے بغیر حاصل نہ ہوتی ہو۔ تو پھر بھی بے اعتباری کے طریق کو مدنظر رکھ کر بقدر ضرورت ان کے ساتھ میل جول رکھنا چاہیئے۔ اور کمال اسلام تو یہ ہے کہ اس دنیاوی غرض سے درگذر کریں اور اُن کی طرف نہ جائیں۔

حق تعالےٰ نے اہل کفر کو اپنا اور اپنے پیغمبر کا دشمن فرمایا ہے۔ پس ان خدا و رسول کے دشمنوں کے ساتھ ملنا جلنا اور محبت کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔ کم سے کم ضرر ان کی ہمنشینی اور ملنے جلنے میں یہ ہے کہ احکام شرعی کے جاری کرنے اور کفر کی رسموں کو مٹانے کی طاقت مغلوب ہو جاتی ہے۔ اور دوستی کا حیا اس کا مانع ہو جاتا ہے۔ اور یہ ضرر حقیقت میں بہت بڑا ضرر ہے۔ خدا کے دشمنوں کے ساتھ دوستی و الفت کرنا خدا تعالےٰ اور اُس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی تک پہنچا دیتا ہے۔ ایک شخص گمان کرتا ہے کہ وہ اہل اسلام سے ہے۔ اور اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ ایمان کی تصدیق کرتا ہے۔ لیکن نہیں جانتا کہ اس قسم کے بُرے اعمال اس کے اسلام کی دولت کو پاک صاف لیجاتے ہیں۔ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّئَاتِ اَعْمَالِنَا ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ نفسوں کی شرارت اور بُرے اعمال سے پناہ مانگتے ہیں ؎

خواجہ پندارد کہ مرد واصل است　حاصل خواجہ بجز پندار نیست

ترجمہ ؎ خواجہ کرتا ہے گماں واصل ہوں میں　لیک حاصل جز گماں کچھ بھی نہیں

ان نابکاروں کا کام اسلام اور اہل اسلام پر ہنسی ٹھٹھہ کرنا ہے۔ ہر وقت اس بات کے

منتظر رہتے ہیں کہ اگر قابو پائیں تو ہم کو اسلام سے باہر کر دیں یا سب کو قتل کر دیں یا کفر میں لوٹا دیں پس اہل اسلام کو بھی شرم چاہیئے کہ اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ حیا ایمان سے ہے۔ اور مسلمانی کی عار ضروری ہے۔ ہمیشہ ان کی خواری کے درپے رہنا چاہیئے۔ ہندوستان میں اہل کفر سے جزیہ دُور ہونے کا باعث یہی ہے کہ اہل کفر اس ملک کے بادشاہوں کے ساتھ ہمنشیں ہیں۔ ان سے جزیہ لینے کا اصلی مقصود ان کی ذلت و خواری ہے۔ اور یہ خواری اس حد تک ہے کہ جزیہ کے ڈر سے اچھے کپڑے نہ پہن سکیں۔ اور شان و شوکت سے نہ رہ سکیں۔ اور مال کے لینے سے ہمیشہ ڈرتے اور کانپتے رہیں۔ بادشاہوں کو کیا لائق ہے کہ جزیہ لینے سے منع کریں۔ حق تعالیٰ نے جزیہ کو ان کی خواری کے لئے وضع کیا ہے۔ اس سے مقصود ان کی رُسوائی اور اہل اسلام کی عزت اور غلبہ ہے۔ ع

جہود ہر کہ شود کشتہ سود اسلام است

ترجمہ ع　　قتل ہوں جس قدر منکر دین کا ہے فائدہ

اہل کفر کے ساتھ بغض و عناد رکھنا دولت اسلام کے حاصل ہونے کی علامت ہے۔ حق تعالیٰ نے کلام مجید میں ان کو نجس اور دوسری جگہ رجس فرمایا ہے۔ پس چاہیئے کہ اہل اسلام کی نظروں میں اہل کفر نجس و پلید دکھائی دیں جب ایسا دیکھیں اور جانیں گے، تو ضرور ان کی صحبت سے پرہیز کرینگے۔ اور ان کے ساتھ ہمنشینی کرنے کو بُرا سمجھینگے۔ ان سے کچھ پوچھنا اور اس کے موافق عمل کرنے میں ان دشمنوں کی کمال عزت ہے۔ بھلا جو کوئی اس سے ہمت طلب کرے۔ اور ان کے ذریعے دُعا مانگے، وہ کیا فائدہ دیگی۔ جیسا کہ حق تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے۔ وَمَا دُعَاءُ الْکَافِرِیْنَ اِلَّا فِیْ ضَلَالٍ اُن کے دشمنوں کی دُعا باطل اور بے حاصل ہے۔ قبولیت کا یہاں کیا احتمال ہے۔ ہاں اس قدر فساد ضرور لازم آتا ہے کہ ان کُتوں کی عزت بڑھ جاتی ہے۔ اگر یہ دعا بھی کرینگے تو اپنے بتوں کو درمیان میں وسیلہ لادینگے۔ تو خیال کرنا چاہیئے کہ یہ معاملہ کہاں تک پہنچ جاتا ہے اور مسلمانی کی بُو بھی نہیں رہنے دیتا۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ جب تک تم میں سے کوئی دیوانہ نہ ہو جائے مسلمانی تک نہیں پہنچتا۔ اس دیوانہ پن سے مراد یہ ہے کہ کلمہ اسلام کے بلند کرنے کے لئے اپنے نفع و ضرر سے درگذر کیا جاوے۔ مسلمانی کے ساتھ جو کچھ ہو جائے ہونے دو۔ اگر اس کے ساتھ کچھ نہ ہو، تو کچھ بھی نہیں کیا کیونکہ مسلمانی خدائے تعالیٰ اور اس کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رضامندی ہے۔ اور رضائے مولیٰ

سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں ہے۔ رَضِیْنَا بِاللّٰہِ تَعَالٰی رَبًّا وَبِالْاِسْلَامِ دِیْنًا وَبِمُحَمَّدٍ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ نَبِیًّا وَرَسُوْلًا ہم راضی ہو گئے اس بات پر کہ اللہ تعالٰے ہمارا رب ہے۔ اور اسلام ہمارا دین ہے۔ اور حضرت محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے نبی اور رسول ہیں۔ یا اللہ تو ہم کو سیدالمرسلین صلے اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کے طفیل اول و آخر اسی عقیدہ پر رکھ ✤

وقت کے موافق جو کچھ ضروری اور مناسب معلوم ہوا۔ مجمل و مختصر طور پر لکھ کر بھیجدیا ہے۔ بعد ازاں اگر توفیق رفیق ہوئی تو پھر کسی موقع پر اس سے زیادہ مفصل طور پر لکھ کر ارسال کیا جاوے گا ✤

جس طرح اسلام کفر کی ضد ہے اسی طرح آخرت بھی دنیا کی ضد ہے۔ دنیا اور آخرت دونوں جمع نہیں ہوتیں ✤

دنیا کا ترک دو قسم پر ہے ایک تو یہ ہے کہ بقدر ضرورت کے سوا اس کے تمام مباحات کو ترک کر دیا جاوے۔ اور یہ ترک دنیا کی اعلےٰ قسم ہے۔ اور دوسری قسم یہ ہے کہ حرام و مشتبہ امور سے پرہیز کی جاوے۔ اور مباح امور سے فائدہ اٹھایا جاوے۔ یہ قسم بھی خاصکر ان دنوں میں نہایت ہی کمیاب اور عزیزالوجود ہے ؎

آسماں نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالی است پیش خاک تو

ترجمہ: عرش سے نیچے ہے گرچہ آسماں لیک اونچا ہے زمیں سے ایجواں

پس ناچار چاندی سونے کے استعمال اور حریر یعنی ریشم کے پہننے وغیرہ سے جن کو شریعت مصطفوی علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے حرام کیا ہے پرہیز کرنا چاہئے۔ چاندی سونے کے برتن جو شان و شوکت کے لئے بناتے ہیں۔ البتہ گنجائش رکھتے ہیں۔ لیکن اُن کا استعمال کرنا یعنی ان میں پانی پینا اور کھانا کھانا اور خوشبو ڈالنا اور سرمہ دان بنانا وغیرہ وغیرہ سب حرام ہے ✤

الغرض حق تعالےٰ نے امور مباحہ کا دائرہ بہت وسیع کیا ہے۔ اور ان کے ساتھ عیش و عشرت حاصل کرنے میں امور محرمہ کی نسبت زیادہ لذت و خوشی ہے۔ کیونکہ مباحات میں حق تعالےٰ کی رضامندی ہے اور محرمات میں اس کی نارضامندی ✤

عقل سلیم ہرگز پسند نہیں کرتی کہ کوئی شخص اس لذت کے لئے جو بقا بھی نہیں رکھتی، اپنے مولےٰ کی نارضامندی اختیار کرے۔ حالانکہ اس محرمہ لذت کے عوض مباح لذت بھی تجویز فرمائی ہے۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی مُتَابَعَۃِ صَاحِبِ الشَّرِیْعَۃِ عَلَیْہِ وَ

وَعَلٰی اٰلِهٖ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اللہ تعالےٰ ہم کو اور آپ کو صاحب شریعت علیہ علیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعت پر استقامت عطا فرماوے۔

حل و حرمت کے معاملہ میں ہمیشہ علمائے بیدار کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ اور انہی سے پوچھنا چاہیئے۔ اور انہی کے فتوے کے موافق عمل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ نجات کا راستہ شریعت ہی ہے۔ اور شریعت کے بعد جو کچھ ہے سب باطل و بے اعتبار ہے۔ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلَالُ حق کے بعد سوائے گمراہی کے کچھ نہیں۔ والسلام اوّلاً و اٰخراً۔

مکتوب ۱۶۴

اس بیان میں کہ حق تعالےٰ کا فیض ہمیشہ خاص و عام پر وارد ہے۔ اس کے قبول کرنے اور نہ کرنے کا تفاوت اسی طرف سے پیدا ہے۔ حافظ بہاؤالدین سرہندی کی طرف لکھا ہے:۔

اللہ تعالےٰ اپنے فضل و احسان سے شریعت کے سیدھے راستہ پر استقامت بخشے اگرچہ حق تعالےٰ کا فیض خواہ اولاد و اموال کی قسم سے ہو۔ اور خواہ ہدایت و ارشاد کی جنس سے۔ خاص و عام اور کریم ولئیم پر بلا تفرقہ ہمیشہ وارد ہے۔ لیکن بعض فیوض کے قبول کرنے اور بعض کے قبول نہ کرنے میں تفاوت اسی طرف سے پیدا ہے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اللہ تعالےٰ نے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے۔

گرمی کا سورج دھوبی اور کپڑے پر یکساں چمکتا ہے۔ لیکن دھوبی کا چہرہ سیاہ اور اس کا کپڑا سفید ہو جاتا ہے۔ یہ عدم قبول جناب پاک کی طرف سے رُو گردانی کے سبب ہے۔ رُو گردان کے لئے بدبختی لازم۔ اور نعمت سے محروم رہنا واجب ہے۔

اس جگہ کوئی یہ نہ کہے کہ بہت سے ایسے رُو گرداں ہیں جو دنیا کی ناز و نعمت میں ممتاز ہیں۔ اور اُن کی رُو گردانی ان کی محرومی کا باعث نہیں ہوئی۔

جاننا چاہیئے کہ وہ درحقیقت نقمت یعنی بدبختی ہے۔ جو استدراج کے طور پر اس کی خرابی کے لئے نعمت کی صورت میں ظاہر کی ہوئی ہے تاکہ اسی رُو گردانی اور گمراہی میں مستغرق رہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اَيَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِيْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي الْخَيْرَاتِ بَلْ لَّا يَشْعُرُوْنَ وہ گمان کرتے ہیں کہ ہم مال و اولاد سے اُن کی امداد کرتے

ہیں۔ اور اُن کے لئے بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں بلکہ وہ نہیں سمجھتے ❖

پس دنیا کا ناز و نعمت جو اعراض و رُوگردانی کے باوجود حاصل ہو۔ عین خرابی ہے اس سے بچنا چاہیئے۔ والسلام ❖

مکتوب ۱۶۵

صاحب شریعت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت اور اس کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت و بغض و سختی کرنے کی ترغیب میں، سیادت و شرافت کے پناہ والے شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:۔

شَرَّفَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِتَشْرِيْفِ الْمِيْرَاثِ الْمَعْنَوِيِّ مِنَ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ الْقُرَشِيِّ الْهَاشِمِيِّ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا كَمَا شَرَّفَكُمْ بِتَشْرِيْفِ الْمِيْرَاثِ الصُّوْرِيِّ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِيْنًا۔ حق تعالے آپ کو نبی اُمّی قرشی ہاشمی صلے اللہ علیہ وسلم کی باطنی میراث کی خلعت سے بھی مشرف فرمائے جیسے کہ آپ کو ظاہری میراث کی خلعت سے مشرف فرمایا ہے۔ اور اللہ تعالے اُس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا ❖

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ظاہری میراث عالم خلق سے تعلق رکھتی ہے اور باطنی میراث عالم امر سے، جہاں کہ سراسر ایمان و معرفت و رشد و ہدایت ہے ❖

میراث ظاہری کی بڑی نعمت کا شکر یہ ہے کہ باطنی میراث سے آراستہ ہوں اور باطنی میراث سے آراستہ ہونا آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کامل تابعداری کے سوا حاصل نہیں ہوتا۔ پس آپ پر واجب ہے کہ اوامر و نواہی میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و اطاعت بجالائیں۔ کیونکہ کمال متابعت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کمال محبت کی فرع ہے۔ ؎

اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ هَوَاهُ مُطِيْعٌ

ترجمہ ؎ کہ عاشق تابع معشوق ہوتا ہے

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال محبت کی علامت یہ ہے کہ حضور کے دشمنوں کے ساتھ کمال بغض رکھیں اور ان کی شریعت کے مخالفوں کے ساتھ عداوت کا اظہار کریں۔ محبت میں

کھلا ہے اور بے کھٹکے محرمات میں پڑے ہیں۔ اس خیال سے کہ معبود کسی چیز سے ممنوع نہیں ہے اپنی خلق میں جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ اس قسم کے بیہودہ اور فاسد خیالات بہت رکھتے ہیں۔ یہ لوگ خود بھی گمراہ ہو گئے اور اوروں کو بھی گمراہ کر دیا۔ برخلاف پیغمبروں علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کہ انہوں نے جن باتوں سے مخلوقات کو منع کیا ہے ان سے اپنے آپ کو بھی پورے اور کامل طور پر باز رکھا۔ اور اپنے آپ کو اور انسانوں کی طرح انسان ہی کہتے رہے ہیں ع

بہ بیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

ترجمہ ع دیکھ دونوں میں کس قدر ہے فرق

مکتوب ۱۶۸

سلسلہ علیہ نقشبندیہ کی بلند شان اور ان لوگوں کے حال کی شکایت بیان کرنے میں جنہوں نے اس طریقہ شریفہ میں کئی طرح کے محدثات و مخترعات کو رواج دیا ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں مخدوم زادہ الکنگی یعنی خواجہ محمد قاسم کی طرف لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ الطَّاهِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ سب تعریف اللہ ہی کو ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اور صلوٰۃ وسلام ہو حضرت سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر۔

اس کے بعد بہت سی دعائیں اور بے شمار تحفے مشائخ کرام کے برگزیدہ اور اولیائے عظام کے نتیجہ یعنی سیدھے رستہ پر چلنے والے حضرت مخدوم زادہ سلمہ اللہ تعالےٰ وابقاہ کی خدمت شریف میں پہنچا کر اشتیاق و آرزومندی کا اظہار کرتا ہے۔ شعر

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَهَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خُیُوْفُ

ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک راہ میں ہیں پُرخطر کوہ اور غار

مخدوم زادہ کو معلوم ہو کہ اس طریقہ علیہ کی بلندی سنت کے التزام اور بدعت سے اجتناب کے باعث ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں نے ذکر جہر سے پرہیز فرمائی ہے اور ذکر قلبی کی طرف رہنمائی کی ہے۔ اور سماع و رقص و تواجد سے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور خلفائے راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے زمانہ میں نہ تھے۔

ان سے منع کیا ہے۔ اور خلوت و چلہ جو صدر اول میں نہ تھا اس کی بجائے خلوت در انجمن کو اختیار کیا ہے۔ اسی سبب سے بڑے بڑے نتیجے اس التزام پر مترتب ہوئے ہیں اور بہت قسم کے فائدے اس اجتناب سے حاصل ہوئے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگواروں کی ابتدا میں مندرج ہے۔ اور ان کی نسبت سب نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ ان کی کلام دلی مرضوں کی دوا ہے اور ان کی نظر باطنی امراض کی شفا ہے۔ ان کی بزرگ توجہ طالبوں کو دونوں جہان کی گرفتاری سے نجات بخشتی ہے۔ اور ان کی بلند ہمت مریدوں کو امکان کی پستی سے وجوب کی بلندی تک پہنچاتی ہے۔ ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند | کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبۂ صحبت شاں | میبرد وسوسۂ خلوت و فکر چلہ را

ترجمہ ؎

عجب ہی قافلہ سالار ہیں یہ نقشبندی | کہ لے جاتے ہیں پوشیدہ حرم تک قافلے کو
دلِ سالک سے ان کا جذبۂ صحبت گھڑی میں | مٹا دیتا ہے خلوت کے خیالات اور چلے کو

لیکن ان دنوں میں کہ وہ نسبت شریفہ عنقا کی طرح مغرب ہو گئی ہے اور بالکل پوشیدہ ہو گئی ہے۔ اسی گروہ میں سے ایک جماعت نے اس دولت عظمٰی کے نہ پانے اور اس نعمت اعلیٰ کے گم ہونے سے ہر طرف ہاتھ پاؤں مارے ہیں۔ اور جو ہر نفیسہ کو چھوڑ کر چند خزف ریزہ یعنی ٹھیکریوں پر خوش ہوئے ہیں۔ اور بچوں کی طرح جوز و مویز پر آرام کیا ہے۔ اور نہایت بیقراری اور حیرانی سے اپنے بزرگواروں کے طریق کو چھوڑ کر کبھی جہر سے تسلی حاصل کرتے ہیں اور کبھی سماع و رقص سے آرام ڈھونڈتے ہیں۔ اور خلوت در انجمن حاصل نہ ہونے کے سبب سے چلہ اور خلوت کو اختیار کیا ہے۔ اور اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ ایسی بدعتوں کو اس نسبت شریفہ کی متمم اور مکمل خیال کرتے ہیں اور اس بربادی کو عین آبادی گنتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان کو انصاف عطا کرے۔ اور اس طریقہ کے بزرگواروں کے کمالات کی خوشبو ان کی جان کے دماغ میں پہنچائے۔ بحرمتہ النون والصاد وبحرمۃ النبی و آلہ الامجاد علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

اور چونکہ اس قسم کی بدعتیں اس ملک میں یہاں تک پھیلی ہوئی ہیں کہ بزرگواروں کے اصل طریق کو پوشیدہ کر دیا ہے اور وہاں کے ہر شریف و خسیس نے نئی اور جدید وضع اختیار

کرلی ہے۔ اور اصل اور قدیم طریق کی طریق سے منہ پھیر لیا ہے۔ اس لئے دل میں گذرا کہ تھوڑا سا یہ ماجرا اُس بلند بارگاہ کے خادموں کی خدمت میں ظاہر کرے۔ اور اس وسیلہ سے اپنی درد دل کو نکالے ✤

نہیں معلوم کہ حضرت مخدوم زادہ کی مجلس میں کونسا گروہ ہمنشیں ہے اور محفل کا مونس کونسا فرقہ ہے ؎

خوابم بشد از دیدہ دریں فکر جگر سوز کاغوش کہ شد منزل آسائش خواب

ترجمہ؎ تمام رات نہ اس غم سے مجھ کو نیند آئی
کہ سویا کس کی بغل میں تو رات بھر میری جاں

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ آپ کی پاک جناب کو ان آفات کے عموم سے بچائے۔ اور آپ کی بلند بارگاہ کو اس ابتلائے شمول سے محفوظ رکھے ✤

میرے مخدوم و مکرم! اس طریقہ علیہ میں ان لوگوں نے یہاں تک احداث و ابداع کو رواج دیا ہے کہ اگر مخالف یہ بات کہیں کہ اس طریق میں بدعت کا التزام اور سنت سے اجتناب ہے، تو بجا ہے۔ نماز تہجد کو پوری جمعیت یعنی جماعت سے ادا کرتے ہیں۔ اور اس بدعت کو سنت تراویح کی طرح مسجد میں رواج و رونق بخشتے ہیں۔ اور اس عمل کو نیک جانتے ہیں اور لوگوں کو اس پر ترغیب دیتے ہیں۔ حالانکہ فقہا نے کہ اللہ تعالیٰ ان کی کوششوں کو مشکور فرمائے نفل کا جماعت سے ادا کرنا نہایت ہی مکروہ کہا ہے۔ اور بعض فقہا نے جو تداعی کو جماعت نفل میں کراہت کی شرط قرار دیا ہے انہوں نے بھی جماعت نفلی کا جواز مسجد کے کونے میں مقید کیا ہے۔ اور تین آدمیوں سے زیادہ کی جماعت کو بالاتفاق مکروہ فرمایا ہے۔ اور نیز نماز تہجد کی تیرہ رکعت اس طرح خیال کرتے ہیں کہ بارہ رکعت کھڑے ہو کر ادا کرتے ہیں اور دو رکعت بیٹھ کر تاکہ ایک رکعت کا حکم پیدا کرے۔ کیونکہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا ثواب کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کے ثواب سے آدھا ہے۔ حالانکہ یہ علم و عمل بھی سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مخالف ہے ✤

حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو تیرہ رکعت ادا فرمائی ہیں ان میں وتر بھی شامل ہیں اور نماز تہجد کی رکعتوں کا فرد اور طاق ہونا رکعات وتر کے طاق ہونے سے پیدا ہوا ہے۔ نہ کہ جیسے ان بزرگواروں نے خیال کیا ہے ؎

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ ؎ غمِ دل اس لئے تھوڑا کیا اظہار ہے میں نے
کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سُن سُن کے دل تیرا

تعجب کی بات ہے کہ بلاد ماوراء النہر ہی ہیں جو علمائے حق کا ماوا و مسکن ہے اس قسم کی بدعتیں رواج پا گئیں ہیں۔ اس قسم کی مخترعات اور من گھڑت باتیں شائع ہو گئی ہیں حالانکہ ہم فقراء انہی کی برکات سے علوم شرعیہ حاصل کرتے ہیں۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُلْھِمُ لِلصَّوَابِ اور اللہ تعالےٰ ہی بہتری کی طرف الہام کرنے والا ہے ؞

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَّۃِ الشَّرِیْعَۃِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ عَبْدًا قَالَ اٰمِیْنًا اللہ تعالےٰ ہم کو اور آپ کو شریعت مصطفوی علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔ اور اللہ تعالےٰ اُس بندے پر رحم کرے جس نے آمین کہا ؞

مکتوب ۱۶۹

شیخ عبدُ الصمد سلطان پوری کی طرف لکھا ہے۔ اس کے اس سوال کے جواب میں کہ مرید نے اپنے پیر سے کہا کہ اگر خاص وقت میں جب کہ میں حق تعالیٰ کے ساتھ ہوں تُو درمیان آ جائے تو میں تیرے سر کو تن سے جدا کر دونگا۔ اور پیر نے اس بات کو پسند کیا اور بغل میں لے لیا :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ۔ اللہ رب العٰلمین کا حمد ہے اور سید المرسلین اور اُن کی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو ؞

آپ کا شریف اور لطیف خط جو از روئے کرم کے صادر فرمایا تھا پہنچ کر خوشی کا باعث ہوا۔ اس میں ایک استفسار لکھا تھا جس کے جواب میں لکھا جاتا ہے کہ میرے مخدوم! سب سے بڑھ کر اعلےٰ مقصود اور بزرگ مطلوب حق تعالےٰ کی جناب میں وصل ہونا ہے۔ چونکہ طالب ابتدا میں مختلف تعلقات کے باعث کمال آلودگی اور تنزل میں ہے اور حق تعالےٰ کی پاک بارگاہ کمال پاکیزگی اور بلندی میں ہے۔ اور وہ مناسبت جو طالب و مطلوب کے درمیان فیض لینے

مداہنت و چاپلوسی بُرا نہیں ہے۔کیونکہ محب اپنے محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے۔مخالفت کی طاقت نہیں رکھتا۔اور اپنے محبوب کے مخالفوں کے ساتھ کسی طرح بھی صلح پسند نہیں کرتا۔اور محبت و بیگانگت باہم جمع نہیں ہوتی۔دو ضدوں کا جمع ہونا محال ہے۔ایک کی محبت دوسرے کی عداوت کو مستلزم ہے۔اس بات میں بخوبی غور و تامل کرنا چاہئے۔کیونکہ ابھی کچھ نہیں بگڑا۔آج گذشتہ کا تدارک کر سکتے ہیں۔لیکن کل جب کہ کام ہاتھ سے نکل چکا تو سوائے ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا ؎

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت کہ با کہ باختۂ عشق در شب دیجور

ترجمہ ؎ بوقتِ صبح قیامت ہو جائیگا معلوم
کہ کالی رات یہ دنیا کی کس طرح گذری

متاع دنیا سراسر غرور و فریب ہے اور آخرت کا ابدی معاملہ اسی پر مترتب ہے۔چند روزہ زندگانی کو اگر سید الاولین و آخرین صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی تابعداری میں بسر کیا جاوے تو نجات ابدی کی امید ہے، ورنہ کچھ نہیں۔خواہ کوئی ہو۔اور عمل خیر ہی کیوں نہ بجا لایا ہو ؎

محمد عربی کابروئے ہر دو سرا است کسیکہ خاک درش نیست خاک بر سر او

ترجمہ محمد سیدِ کونین عزت دو جہاں کی ہیں
پڑے خاک اُس کے سر پر جو نہیں ہے خاک اس در کی

متابعت کی اس بڑی دولت کا حاصل ہونا پورے طور پر دنیا کے ترک کرنے پر موقوف نہیں ہے تا کہ مشکل نظر آئے۔بلکہ اگر زکوٰۃ مفروضہ بھی بالفرض ادا ہو جاوے تو مضرت کے نہ پہنچنے میں کُلی ترک کا حکم رکھتا ہے۔کیونکہ مال مزکیٰ ضرر سے نکل جاتا ہے۔

پس دنیاوی مال سے ضرر دُور کرنے کا علاج اس مال سے زکوٰۃ نکالنا ہے اگرچہ ترک کُلی افضل ہے۔لیکن زکوٰۃ کا ادا کرنا بھی اسی کا کام کر جاتا ہے ؎

آسماں نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

ترجمہ عرش سے نیچے ہے گرچہ آسماں لیک اونچا ہے زمیں سے لے جواں

پس لازم ہے کہ اپنی تمام ہمت احکام شرعی کے بجا لانے میں صرف کرنی چاہئے۔اور اہل شریعت علما و صلحا کی تعظیم و عزت بجا لانی چاہئے۔اور شریعت کے رواج دینے میں کوشش کرنی چاہئے۔اور اہل ہوا و بدعتیوں کو خوار رکھنا چاہئے۔جس نے کسی بدعتی کی تعظیم کی اس نے گویا اسلام کے گرانے میں اس کی مدد کی۔اور کفار کے ساتھ جو خدا اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام

کے دشمن ہیں۔ دشمن ہونا چاہیئے۔ اور ان کی ذلت و خواری میں کوشش کرنی چاہیئے۔ اور کسی وجہ سے ان کو عزت نہ دینی چاہیئے۔ اور ان بدبختوں کو اپنی مجلس میں دخل نہ دینا چاہیئے۔ اور ان سے اُنس و محبت نہ کرنی چاہیئے۔ اور ان کے ساتھ شدت و سختی کا طریق برتنا چاہیئے۔ اور جہاں تک ہو سکے کسی امر میں ان کی طرف رجوع نہ کرنا چاہیئے۔ اور اگر بالفرض کوئی ضرورت پڑ جائے تو قضائے حاجت انسانی کی طرح چاروناچار اپنی ضرورت ان سے پوری کرنی چاہیئے +

وہ راستہ جو آپ کے جد بزرگوار علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ تک پہنچا دیتا ہے یہی ہے۔ اگر اس راستہ پر نہ چلیں تو اس پاک جناب تک پہنچنا مشکل ہے۔ ہائے افسوس ؎

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَهَا ۔۔۔ قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ خُیُوْفُ

ترجمہ ؎ ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک ۔۔۔ راہ میں ہیں پُرخطر کوہ اور غار

زیادہ کیا تکلیف دی جائے ؎

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم ۔۔۔ کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

غمِ دل اس لئے تھوڑا کیا اظہار ہے میں نے
کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سُن سُن کے دل تیرا

مکتوب ۱۶۶

اس بیان میں کہ چند روزہ ناپائدار حیات پر مدار نہ رکھنا چاہیئے۔ اور اس تھوڑی سی فرصت میں ذکر کثیر کے ساتھ مرض قلبی کے علاج کا فکر کرنا چاہیئے جو نہایت ہی ضروری ہے ملا محمد امین کی طرف لکھا ہے :-

اے میرے مخدوم! کب تک اپنے اُوپر مادر مہرباں کی طرح کانپنا چاہیئے۔ اور کب تک اپنے اُوپر غم و غصہ سے پیچ و تاب کھانا چاہیئے۔ اپنے آپ کو اور سب کو مُردہ سمجھنا چاہیئے۔ اور بے حس و حرکت چند جا دخیال کرنا چاہیئے اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ نص قاطع ہے۔ اس تھوڑی سی فرصت میں مرض قلبی کے علاج کا فکر جو نہایت ہی ضروری ہے، ذکر کثیر کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ اور اس تھوڑی سی مہلت میں رب جلیل کی یاد سے باطنی مرض کا علاج کرنا چاہیئے۔ جو نہایت ہی اعلےٰ و اعظم مقصد ہے۔ وہ دل جو غیر کا گرفتار ہے۔ اس سے خیر کی کیا اُمید ہے۔ اور وہ روح جو کمتر کی طرف مائل ہے اس سے نفس امارہ بہتر ہے۔ وہاں تو سلامتی

قلب طلب کرتے ہیں اور خلاصی رُوح چاہتے ہیں۔ اور ہم کوتہ اندیش ہمہ تن رُوح و قلب کی گرفتاری کے اسباب حاصل کرنے کے فکر میں ہیں۔ ہائے افسوس کیا کیا جاوے۔ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے تھے ۔

دوسری عرض یہ ہے کہ ضعف ظاہری کے باعث کچھ اندیشہ نہ کریں۔ انشاء اللہ تعالیٰ صحت و عافیت سے بدل جاویگا۔ ہمارا دل اس سبب سے جمع ہے۔ جامہ فقرا جو آپ نے طلب کیا تھا وہ پیراہن بھیجا گیا ہے۔ اس کو پہنیں اور اس کے نتائج و ثمرات کے منتظر رہیں۔ کیونکہ وہ بڑی برکت والا ہے ؎

ہر کہ افسانہ بخواند افسانہ ایست — وانکہ نقدش دید خود مردانہ ایست

ترجمہ ؎ جس نے افسانہ کہا افسانہ ہے — جس نے دیکھا نقد وہ مردانہ ہے

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اور سلام ہو اُس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور جس نے حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا ۔

مکتوب ۱۶۷

تمام جہانوں کی پرورش کرنے والے خدائے بیچون و بیچگون کی عبادت کرنے اور ہندوؤں کے جھوٹے خداؤں سے بچنے کی ترغیب میں ھردے رام ہندو کی طرف لکھا ہے جس نے اس طائفہ علیہ کی محبت و اخلاص کا اظہار کیا تھا۔

آپ کے دونوں خط پہنچے۔ دونوں سے فقرا کی محبت اور اس بزرگ گروہ کی طرف التجا کرنے کا حال معلوم ہوا۔ یہ کس قدر بڑی نعمت ہے کہ کسی کو اس دولت سے سرفراز فرمائیں۔ دوسری یہ ہے کہ ؎

من آنچہ شرط بلاغ است باتو میگویم — تو خواہ از سخنم پند گیر وخواہ ملال

ترجمہ ؎ جو حق کہنے کا ہے کہتا ہوں تجھ سے اے میرے مشفق
نصیحت آئے ان باتوں سے تجھ کو یا ملال آئے

جان لے اور آگاہ ہو کہ ہمارا اور تمہارا بلکہ تمام جہانوں یعنی آسمان و زمین اور اعلےٰ و اسفل

والوں کا پروردگار صرف ایک ہی ہے۔ اور وہ بیچون و بیچگون ہے۔ شبہ و مانند سے منزّہ اور شکل و مثال سے مبّرا ہے۔ پدر و فرزند ہونا اللہ تعالیٰ کے حق میں محال ہے۔ اس بارگاہ میں ہمسر اور ہم مثل ہونے کی کیا مجال ہے۔ اتحاد و حلول کی آمیزش اس کے شان میں بُری ہے۔ اور کمون و بروز یعنی پوشیدہ ہونے اور ظاہر ہونے کا گمان اس جناب پاک کے حق میں قبیح ہے۔ وہ زمانی نہیں ہے کیونکہ زمانہ اسی کا پیدا کیا ہُوا ہے۔ نہ وہ مکانی ہے کیونکہ مکان اسی کا بنایا ہُوا ہے۔ اس کے وجود کی کوئی ابتدا نہیں اور اس کے بقا کی کوئی انتہا نہیں۔ سب قسم کا خیر و کمال اس کی ذات میں ثابت ہے۔ اور سب قسم کا نقص و زوال اس سے مسلوب ہے۔ پس عبادت کے مستحق اور پرستش کے لائق وہی حق سبحانہٗ و تعالیٰ ہے۔

رام و کرشن وغیرہ جو ہندوؤں کے معبود ہیں اُس کی کمینہ مخلوقات میں سے ہیں اور ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ رام، جسرتھ کا بیٹا اور لچھمن کا بھائی اور سیتا کا خاوند ہے۔ جب رام اپنی بیوی کو نگاہ نہ رکھ سکا۔ تو وہ پھر دوسرے کی کیا مدد کر سکتا ہے عقل دور اندیش سے کام لینا چاہیئے۔ اور ان کی تقلید پر نہ چلنا چاہیئے۔ بڑی عار کی بات ہے کہ کوئی تمام جہانیوں کے پروردگار کو رام یا کرشن کے نام سے یاد کرے۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی عظیم الشان بادشاہ کو کمینہ خاکروب کے نام سے یاد کرے۔ رام و کرشن کو ایک جاننا بڑی بیوقوفی ہے۔ خالق مخلوق کے ساتھ ایک نہیں ہوتا۔ اور چون بیچون کے ساتھ متحد نہیں ہوتا۔

رام و کرشن کے پیدا ہونے سے پہلے، پروردگار عالم کو رام و کرشن کوئی نہیں کہتا تھا۔ ان کے پیدا ہونے کے بعد کیا ہو گیا کہ رام و کرشن کے نام کو حق تعالیٰ پر اطلاق کرتے ہیں اور رام و کرشن کی یاد کو پروردگار کی یاد جانتے ہیں۔ ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہے۔

ہمارے پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام جو ایک لاکھ چوبیس ہزار کے قریب گذرے ہیں، سب نے خلقت کو خالق کی عبادت کرنے کی ترغیب فرمائی ہے۔ اور غیر کی عبادت سے منع کیا ہے۔ اور اپنے آپ کو بندہ اور عاجز جان کر اُس کی ہیبت اور عظمت سے ڈرتے اور کانپتے رہے۔ اور ہندوؤں کے معبودوں نے خلقت کو اپنی عبادت کی ترغیب دی۔ اور اپنے آپ کو معبود سمجھا ہے۔ اگرچہ پروردگار کے قائل ہیں لیکن اپنے آپ میں اس کا حلول و اتحاد ثابت کیا ہے۔ اور اسی باعث سے خلق کو اپنی عبادت کی طرف بُلاتے ہیں اور اپنے آپ کو معبود

یا دینے کا سبب ہے، مسلوب ہے۔ اس لئے رستہ جاننے والے تجربہ کار پیر کی ضرورت ہے جو دونوں کے درمیان بمنزلہ برزخ کے ہو۔ اور دونوں طرف سے حظ وافر رکھتا ہو۔ تاکہ طالب کے مطلوب تک پہنچنے کا واسطہ ہو جائے۔ اور جس قدر طالب کو مطلوب کے ساتھ مناسبت پیدا ہوتی جائیگی۔ اسی قدر پیر اپنے آپ کو درمیان سے الگ کرتا جاویگا۔ اور جب طالب کی اپنی مطلوب سے کامل مناسبت پیدا ہو گئی۔ تو پیر نے پورے طور پر اپنے آپ کو درمیان سے الگ کر لیا۔ اور اپنے وسیلہ کے بغیر طالب کو مطلوب سے واصل کر دیا۔ پس ابتدا اور توسط میں پیر کے آئینے کے بغیر مطلوب کو نہیں دیکھ سکتے۔ اور انتہا میں آئینہ پیر کے وسیلہ کے سوا مطلوب کا جمال جلوہ گر ہوتا ہے اور وصل عریانی حاصل ہو جاتا ہے۔ اور یہ جو کہا ہے کہ اگر پیر اس وقت حاضر ہو تو میں اس کے تن سے سر جدا کر دوں۔ یہ دیوانہ پن ہے۔ کیونکہ استقامت والے لوگ ایسا نہیں کہتے۔ اور بے ادبی کے راہ پر نہیں چلتے۔ اور اپنی تمام مرادوں کو پیر ہی کی برکات سے حاصل کرتے ہیں۔ والسلام۔

مکتوب ۱۷

اس بیان میں کہ آدمی کو جس طرح حق تعالےٰ کے اوامر و نواہی کے بجالانے سے چارہ نہیں ہے ویسے ہی خلق کے حقوق ادا کرنے اور ان کے ساتھ غمخواری کرنے سے چارہ نہیں۔ اور اس کے مناسب بیان میں شیخ نور کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

میرے سعادتمند بھائی! آدمی کو جس طرح حق تعالےٰ کے اوامر و نواہی کے بجالانے سے چارہ نہیں ہے۔ ویسے ہی خلق کے حقوق کو ادا کرنے اور ان کے ساتھ غمخواری کرنے سے بھی چارہ نہیں ہے۔ اَلتَّعْظِیْمُ لِاَمْرِ اللّٰہِ وَالشَّفْقَۃُ عَلٰی خَلْقِ اللّٰہِ (اللہ تعالیٰ کے امر کی تعظیم اور خلق اللہ پر شفقت کرنے) انہی دو حقوق کے ادا کرنے کا بیان فرماتا ہے۔ اور دونوں طرف کو مدنظر رکھنے کی ہدایت کرتا ہے۔ پس ان دونوں میں سے صرف ایک ہی پر اختصار کرنا سراسر قصور ہے۔ اور کل کو چھوڑ کر جزو پر کفایت کرنا کمالیت سے دور ہے پس خلق کے حقوق اور ان کی ایذا کو برداشت کرنا ضروری ہے۔ اور ان کے ساتھ حسن معاشرت

یعنی اچھی طرح رہنا سہنا واجب ہے۔ بد دماغی اور لاپروائی اچھی نہیں ہے ؎

ہر کہ عاشق شد اگرچہ نازنین عالم است
نازکی کے راست آید بایدش

ترجمہ ؎
عاشقوں کا نازنینی سے بھلا کیا کام ہے
ناز برداری کے آگے نازکی اچھی نہیں +

ع
عاشقوں کا نازنین ہونا سراسر ہے غلط

چونکہ آپ تو صحبت میں رہے ہیں اور پند و نصیحت بہت سنے ہیں اس لئے طول کلامی سے منہ پھیر کر چند فقروں پر اختصار کیا گیا۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَّۃِ الشَّرِیْعَۃِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ اللہ تعالےٰ ہم کو اور آپ کو شریعت مصطفوی علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے راستے پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب ۱۷۱

اس بیان میں کہ جو کچھ فقرا پر لازم ہے وہ ہمیشہ محتاج اور ذلیل رہنا ہے۔ اور بندگی کے وظیفوں کو ادا کرنا۔ حدود شرعیہ کی محافظت۔ سنت سنیہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت۔ گناہوں کے غلبہ کے مشاہدہ۔ علام الغیب کے انتقام کا خوف وغیرہ وغیرہ۔ مُلا طاھو بدخشی کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ

اللہ رب العٰلمین کا حمد ہے اور اس کے رسول سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر درود و سلام ہو۔

جو کچھ ہم فقیروں پر لازم ہے وہ یہ ہے کہ ہمیشہ ذلیل و محتاج اور عاجز اور روتے اور التجا کرتے رہیں۔ بندگی کے وظیفوں کو بجا لائیں۔ شرعی حدود کی محافظت اور سنت سنیہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کریں۔ اور نیکیوں کے حاصل کرنے میں نیتوں کو درست رکھیں۔ اور اپنے باطنوں کو خالص اور اپنے ظاہروں کو سلامت رکھیں۔ اور اپنے عیبوں کو دیکھتے رہیں۔ اور گناہوں کے غلبہ کا مشاہدہ کرتے رہیں۔ علام الغیوب کے انتقام سے ڈرتے رہیں اور اپنی نیکیوں کو تھوڑا سمجھیں اگرچہ بہت ہوں۔ اور اپنی برائیوں کو بہت خیال کریں اگرچہ تھوڑی ہوں۔ اور خلقت کی قبولیت اور شہرت سے ڈرتے رہیں۔

حضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے بِحَسْبِ الْمَرْءِ مِنَ الشَّرِّ اَنْ یُّشَارَ اِلَیْہِ بِالْاَصَابِعِ فِیْ دِیْنٍ اَوْ دُنْیَا اِلَّا مَنْ عَصَمَہُ اللّٰہُ آدمی کے لئے اتنا ہی شر کافی ہے کہ دین یا دنیا میں انگشت نما ہو، مگر جس کو اللہ بچالے۔ اور اپنے فعلوں اور نیتوں کو تہمت زدہ خیال کریں، اگرچہ وہ صبح کی سفیدی کی طرح ہوں۔ اور احوال و مواجید کی پروا نہ کریں۔ اگرچہ صحیح و مطابق ہوں۔ صرف دین کی تائید اور مذہب کی تقویت اور شریعت کو رواج دینے اور خلقت کو حق کی طرف دعوت کرنے ہی سے کسی پر اعتبار نہ کر لینا چاہئے۔ اور نہ ہی اس کو اچھا سمجھنا چاہئے۔ جب تک کہ سنت کی متابعت پر اس کی استقامت معلوم نہ کریں کیونکہ اس قسم کی تائید کبھی کافر و فاجر سے بھی ہو جاتی ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اِنَّ اللّٰہَ لَیُؤَیِّدُ ھٰذَا الدِّیْنَ بِالرَّجُلِ الْفَاجِرِ اللہ تعالےٰ اس دین کو مرد فاجر سے مدد دیگا۔ جو مرید کہ طلب کے لئے آئے اور مشغولی کا ارادہ ظاہر کرے۔ اس کو شیر و ببر کی طرح جاننا چاہئے۔ اور ڈرنا چاہئے کہ مبادا اسی طرح سے اس کی خرابی مطلوب ہو۔ اور اس کے حق میں یہ امر استدراج ہو۔ اور اگر بالفرض کسی مرید کے آنے میں خوشی و سرور اپنے آپ میں معلوم کریں تو اس کو کفر و شرک جانیں۔ اور ندامت اور استغفار سے اس کا ایسا تدارک کریں کہ اس سرور کا کچھ اثر باقی نہ رہے بلکہ اس خوشی کے بجائے خوف و حزن پیدا ہو۔ اور اچھی طرح تاکید کریں کہ مرید کے مال میں طمع اور اس کے دنیاوی منافع میں توقع پیدا نہ ہو جائے۔ کیونکہ یہ بات مرید کی ہدایت کی مانع اور پیر کی خرابی کا باعث ہے۔ کیونکہ وہاں تو بالکل خالص دین طلب کرتے ہیں۔ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ خبردار ہو دین خالص اللہ ہی کے لئے ہے۔ شرک کو اس بارگاہ میں کسی طرح گنجائش نہیں۔ اور جان لیں کہ ہر قسم کی ظلمت اور کدورت جو دل پر طاری ہو جائے وہ توبہ و استغفار اور ندامت و التجا سے اچھی طرح دور ہو سکتی ہے۔ مگر وہ ظلمت و کدورت جو دنیا کمینی کی محبت سے دل پر چھا جائے۔ اور اس کو بدمزہ اور خراب کر دے، اس کا دور کرنا نہایت مشکل اور کمال دشوار ہے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سچ فرمایا ہے کہ حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے۔ اللہ تعالےٰ ہم کو اور آپ کو دنیا اور دنیاداروں کی محبت اور ان کی صحبت و ہمنشینی سے بچائے۔ کیونکہ یہ زہر قاتل اور مرض مہلک اور بڑی بلا

اور عام بیاری ہے۔ میرے سعادتمند بھائی شیخ حمید بڑی اچھی طرح ان حدود کی طرف جانیوالے ہیں۔ ان سے تازہ اور نئی باتوں کے سُننے کو غنیمت جانیں۔ والباقی عند التلاقی ۔

مکتوب ۱۷۲

ان بعض اسرار کے بیان میں جو خواص میں سے بہت تھوڑوں کو نصیب ہوتے ہیں۔ اور اس بیان میں کہ عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر معلوم کرتا ہے اس کا کیا سبب ہے۔ اور شریعت روشن کے ظاہر کے ساتھ اس کے مُطابق کرنے اور اس کے مناسب بیان میں شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:

حمد و صلوٰۃ کے بعد میرے عزیز بھائی کو معلوم ہو کہ شریعت کے لئے ایک صورت یعنی ظاہر ہے اور ایک حقیقت یعنی باطن ہے۔ اس کی صورت وہ ہے جو علماء ظاہر اس کے بیان کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ اور اس کی حقیقت وہ ہے جس سے صوفیہ علیہ ممتاز ہیں شریعت کی صورت کا نہایت عروج سلسلہ ممکنات کی نہایت تک ہے۔ بعد ازاں اگر وجوب کے مرتبوں میں سیر واقع ہو۔ تو صورت حقیقت کے ساتھ مل جائیگی۔ اور اس آمیزش کا معاملہ بھی شان علم کے عروج تک ہے۔ جو سید البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یقین کا مید ر ہے۔ اس کے بعد اگر ترقی واقع ہو۔ تو صورت و حقیقت دونوں کو وداع کرینگے۔ اور عارف کا معاملہ شان حیات سے جا پڑیگا۔ اور اس عظیم الشان شان کو عالم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے۔ یہ شان حقیقی شیونات سے ہے جس کو اضافت کی گرد نہیں پہنچی تاکہ جہان سے تعلق پیدا کرے اور یہ شان مقصود کا دروازہ اور مطلوب کا مقدمہ ہے۔ اس مقام میں عارف اپنے آپ کو دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے۔ لیکن چونکہ محفوظ ہے اس لئے شریعت کے دقائق میں سے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتا۔ اور وہ لوگ جو اس اعلےٰ دولت سے مشرف ہوئے ہیں، بہت ہی تھوڑے ہیں۔ اور اگر ان کی تعداد بیان کی جاوے تو بہت ہی کم نکلینگے۔ اور صوفیوں میں بہت سے ایسے لوگ ہیں جو اس مقام عالی کے ظلال تک پہنچے ہیں۔ کیونکہ ہر مقام عالی کے لئے اسفل میں اس کے ظلال میں سے ایک ظل ہے۔ انہوں نے سمجھا ہے کہ قدم دائرہ شریعت سے باہر رکھا ہے۔ اور پوست کو چھوڑ کر مغز تک پہنچ گئے ہیں۔ یہ مقام صوفیوں کے قدموں کے پھسلنے کی جگہ ہے بہت سے ناقص اس طریق سے

الحاد و زندقہ میں جا گرے ہیں۔ اور شریعت غرا کی تابعداری سے سر نکال لیا ہے۔ ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا وہ خود بھی گمراہ ہوئے اور اوروں کو بھی گمراہ کیا۔ اور کامل لوگ جو ولایت کے درجوں میں سے کسی درجہ میں مشرف ہوئے ہیں۔ اور اس مقام عالی کے ظلال میں سے کسی ظل میں اس معرفت کو حاصل کیا ہے۔ اگرچہ اس مقام کے اصل تک نہیں پہنچے۔ لیکن محفوظ ہیں۔ اور شریعت کے آداب میں سے کسی ادب کو فرو گذاشت کرنا پسند نہیں کرتے۔ اگرچہ اس معرفت کے بھید کو نہیں جانتے اور اصل معاملہ کو نہیں سمجھتے۔ اور جب اللہ تعالےٰ کی عنایت اور اس کے حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے اس فقیر پر اس معما کا بھید منکشف ہو گیا ہے۔ اور اصل معاملہ جیسا کہ چاہئے واضح و روشن ہو گیا ہے۔ اس کا تھوڑا سا ماجرا معرض بیان میں لاتا ہے۔ شاید کہ ناقص راہ راست پر آ جائیں اور کاملوں پر حقیقت معاملہ ظاہر ہو جائے ✤

جاننا چاہئے کہ شرعی تکلیفات قالب اور قلب پر مخصوص ہیں۔ کیونکہ تزکیۂ نفس انہی پر موقوف ہے۔ اور اس کے وہ لطیفے جو دائرہ شریعت سے باہر قدم رکھتے ہیں وہ ان کے ماسوا ہیں پس جو شریعت سے مکلف ہے وہ ہمیشہ مکلف ہے اور وہ جو مکلف نہیں ہے وہ ہرگز مکلف نہیں ہوگا ✤

حاصل کلام یہ ہے کہ سلوک سے پہلے لطائف ایک دوسرے سے ملے جلے ہوتے ہیں۔ اور قلب سے جدائی نہیں رکھتے۔ جب سیر و سلوک سے ہر ایک کو ایک دوسرے سے جدا کیا اور اپنے اصلی مقام میں پہنچایا، تو معلوم ہوا کہ مکلف کون تھا اور غیر مکلف کون ✤

سوال۔ اگر کہیں کہ اس مقام میں عارف اپنے قلب اور قالب کو بھی دائرہ شریعت سے باہر پاتا ہے اس کی کیا وجہ ہے؟

جواب۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ پانا تحقیقی نہیں ہے بلکہ تخییلی ہے اور اس تخیل کا منشا قلب و قالب کا ان لطائف میں سے جنہوں نے قدم باہر رکھا ہے۔ زیادہ لطیف لطیفے کے رنگ میں رنگا جانا ہے۔ اور اگر یہ کہیں کہ اگرچہ صورت شریعت کی تکلیفات قلب و قالب پر مخصوص ہیں۔ لیکن شریعت کی حقیقت کو قلب سے آگے بھی گنجائش ہے۔ تو پھر مطلق شریعت سے قدم باہر رہنے کے کیا معنے ہوئے۔ تو ہم کہتے ہیں کہ شریعت کی حقیقت بھی روح و سر سے آگے نہیں گذرتی۔ اور خفی و اخفےٰ تک نہیں پہنچتے اور قدم باہر رہے ہو۔ یہ حقیقت میں یہی خفی اور اخفےٰ ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ اور حقیقت حال کو اللہ ہی جانتا ہے ✤

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَجَمِیْعَ الْمُسْلِمِیْنَ عَلٰی مُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَ اَکْمَلُھَا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور تمام مسلمانوں کو سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر ثابت قدم رکھے ٭

مکتوب ۱۷۳

ایک سوال کے جواب میں مع بعض اسرار غریبہ کے بیان میں جو کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی نفی و اثبات سے متعلق ہیں۔ میر محمد نعمان کی طرف لکھا ہے :۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد سیادت کی پناہ والے کو معلوم ہو کہ آپ نے پوچھا تھا کہ جب کچھ دید و دانش میں آوے کلمہ لا کے ساتھ اس کا نفی کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ مطلوب مثبت دید و دانش کے ماورائے ہے۔ تو اس سے لازم آتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مشہود بھی نفی کے لائق ہو۔ اور مطلوب مثبت اس کے ماوراء میں متحقق ہو ٭

اے بھائی! حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی باوجود اس قدر بلند شان ہونے کے بشر تھے اور حدوث و امکان کے داغ سے داغدار تھے۔ بشر، خالق البشر کی نسبت کیا معلوم کرسکتا ہے اور ممکن واجب کی نسبت کیا حاصل کرسکتا ہے۔ اور حادث قدیم کو کیسے احاطہ کرسکتا ہے لَا یُحِیْطُوْنَ بِہٖ عِلْمًا نص قاطع ہے شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

نمے بینی کہ شاہے چوں پیمبر نیافت از فقر کل تو رنج کم بر

ترجمہ: نہ پایا جب کہ محمد نے فقر کا کل گنج تو اس کے لینے کی خاطر اٹھا نہ مطلق رنج

اے عزیز یہ مقام تفصیل چاہتا ہے گوش ہوش سے سننا چاہئے ٭

جاننا چاہئے کہ کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے دو مقام ہیں نفی اور اثبات۔ اور نفی و اثبات میں سے ہر ایک کے دو اعتبار ہیں :۔

اول یہ کہ جھوٹے خداؤں کی عبادت کے استحقاق کی نفی کی جاوے۔ اور حق تعالیٰ کو عبادت کا مستحق ثابت کیا جاوے ٭

دوسرا اعتبار یہ ہے کہ غیر مقصود و مقصودوں اور غیر مطلوب مطلوبوں کی نفی کی جاوے اور مطلوب حقیقی اور مقصود اصلی کے سوا کچھ ثابت نہ کیا جاوے۔ اور اعتبار اول میں کمال پہلے یہ ہے کہ جو کچھ معلوم و مشہود ہوا ہے۔ سب لا کے نیچے داخل ہو جاوے۔ اور اثبات کی جانب میں

کلمہ مستثنیٰ کے تکلم کے سوا کچھ ملحوظ نہ ہو۔ کچھ مدت کے بعد جب کہ بصیرت تیزی پیدا کر لیتی ہے اور مطلوب کے راہ کی خاک کے سرمہ سے سرگیں ہو جاتی ہے تو مستثنیٰ بھی مستثنیٰ امنہ کے رنگ میں ہو جاتا ہے۔ باوجود اس کے سالک اپنے آپ کو اس مشہود کے ماورا میں گرفتار ہوا پاتا ہے۔ اور اپنے مطلوب کو اس کے باہر طلب کرتا ہے۔ کیونکہ اس محل کے ابتدا میں جو کچھ لا کے نیچے داخل ہوا تھا سب کا سب دائرہ ممکنات سے تھا۔ جو عبادت کا استحقاق نہ رکھتا تھا۔ اور اس کلمہ طیبہ کی تکرار کی برکت سے وہ معبود جو عبادت کے مستحق ہے اور کلمہ الا سے مثبت ہوا ہے۔ جدا ہوا تھا۔ لیکن ضعف بصیرت سے مرتبہ وجوب کو جو عبادت کے لائق ہے اور کلمہ الاّ سے مثبت ہوا ہے نہیں دیکھتا۔ اور کلمہ مستثنیٰ کے تکلم کے سوا اس مقام سے کچھ نصیب رکھتا تھا۔ لیکن قوت بصیرت کے بعد مستثنیٰ بھی مستثنیٰ منہ کے رنگ میں مشہود ہوا۔ اور جب مرتبہ وجوب اللہ جلشانہٗ کے اسماء و صفات کا جامع ہے۔ اور سالک کی ہمت کا متعلق احدیت مجردہ ہے کہ اس مقام میں عبادت کا استحقاق بھی عبادت کے عدم استحقاق کی طرح رستہ میں رہ گیا۔ اس لئے اپنے مقصود کو اسماء و صفات کے ماورا میں طلب کرتا ہے اور اس کے ماسوا کی گرفتاری سے کنارہ کشی کرتا ہے ؎

چو دل با دلبرے آرام گیرد ز وصل دیگرے کے کام گیرد
نہی صد دستہ ریحان پیش بلبل نخواہد خاطرش جز نکہتِ گل
ز مہر آتش چو در نیلو فر افتد تماشائے مہش کے در خور افتد
چو خواہد تشنہ جانے شربتِ آب نیفتد سود مندش شکرِ ناب

ترجمہ ؎
ہوا دلبر سے جب کہ دل کو آرام اسے پھر وصل سے اَوروں کے کیا کام
رکھے سو دستہ ریحاں گر تو لا کر سوا گل کے نہیں بلبل کو خوشتر
پڑے جب نیلو فر میں تابِ خورشید رکھے پھر چاند کی وہ کیسے امید
پیاسا جب کہ مانگے مجھ کو دو آب بُری ہے اس کے حق میں شکرِ ناب

اور اعتبار ثانی میں کہ جس سے مقصود غیر مقصود و مقصودوں کی نفی ہے ٭

کمال یہ ہے کہ مرتبہ وجوب کا شہود بھی مراتب امکانی کے شہود کی طرح لا کے تحت میں داخل ہو جائے اور جانب اثبات میں کلمہ مستثنیٰ کے تکلم کے سوا کوئی چیز ملحوظ نہ ہو ؎

چہ گویم با تو از مرغ نشانہ + کہ با عنقا بود ہم آشیانہ

زعنقا ہست نامِ پیش مردم / زمرغِ من بود آں نام ہم گم

ترجمہ ۵ کہوں کیا مرغ کا تجھ سے نشانہ / جو عنقا کے سے ہے ہم آشیانہ

مگر ہے نام عنقا سب کو معلوم / مرے اس مرغ کا ہے نام معدوم

اور حق یہ ہے کہ اعلیٰ فطرت اور بلند ہمت اسی قسم کے مطلوب کی خواہاں ہے کہ اس سے کچھ بھی ہاتھ میں نہ آئے۔ بلکہ ذرہ گرد بھی اس کے ادراک کے دامن کو نہ لگے ÷

رؤیت اخروی یعنی آخرت کا دیدار حق ہے۔ لیکن مجھ کو اس کا تصور بیقرار کئے جاتا ہے۔ لوگ رؤیت اخروی کے وعدہ پر مسرور و محظوظ ہیں۔ لیکن میری گرفتاری غیب الغیب کے سوا کسی سے نہیں ہے۔ بلکہ تمام ہمت اس امر کی خواہاں ہے کہ مطلوب کا سر مو بھی غیب سے شہادت میں نہ آئے۔ اور گوش سے آغوش میں نہ پہنچے۔ اور علم سے عین کی طرف اسباب نہ لیجائے۔ میں کیا کروں۔ مجھے ایسا ہی پیدا کیا ہے ع

ہر کسے را بہر کارے ساختند

ترجمہ ع ہر کام کے لئے ہے پیدا کیا ہر اک کو

اگرچہ اس مقام میں بہت سی دیوانہ پن کی باتیں رکھتا ہوں۔ لیکن ادب سے لب نہیں ہلا سکتا ہوں۔ ع

جنونم از حبیبِ ذو فنون است

مرا دیوانہ پن ہے یارِ پُرفن سے

۵ عمر بگذشت و حدیثِ دردِ ما آخر شد / شب آخر شد کنوں کوتاہ کنم افسانہ را

ترجمہ ۵ عمر گذری پر نہ قصہ درد کا آخر ہوا

رات آخر ہو گئی کرتا ہوں افسانہ کو بس

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا اور سلام ہو اُس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا ÷

مکتوب ۱۷۴

اس بیان میں کہ اس راہ کے دیوانے اس معیت کے ساتھ تسلی حاصل نہیں کرتے۔ اور اس قرب نما بُعد سے تسکین نہیں پاتے۔ بلکہ وہ قرب چاہتے ہیں جو بُعد نما ہو۔ اور وہ

وہ وصل ڈھونڈتے ہیں جو ہجر کی مانند ہو۔ اور اس بیان میں کہ وہ واقع جو لکھا تھا وہ جس کا ظہور اور باطل تصرف تھا۔ خواجہ اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے:۔

میرے عزیز بھائی کا مکتوب پہنچا۔ چونکہ فقراء کی محبت اور اس بلند گروہ کی طرف التجا کرنے کے حال سے بھرا ہوا تھا۔ اس واسطے خوشی کا باعث ہوا۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کو اپنا نقد وقت جانیں۔ لیکن جان لیں کہ اس راہ کے دیوانے اس معیت سے تسلّی حاصل نہیں کرتے اور اس بُعد نما قرب سے تسکین نہیں پاتے بلکہ ایسا قرب چاہتے ہیں جو بُعد نما ہو۔ اور ایسا وصل ڈھونڈتے ہیں جو ہجر کی مانند ہو۔ تسویف و تاخیر کو تجویز نہیں۔ اور تعطیل و تعجیل کو بُرا خیال کرتے ہیں۔ وقت کی نقدی کو بیہودہ زیب و زینت میں صرف نہیں کرتے۔ اور عمر کے سرمایہ کو بیفائدہ ملع امور میں تلف نہیں کرتے۔ شریف سے خسیس کی طرف میلان نہیں کرتے۔ اور پسندیدہ کو چھوڑ کر غضب کی ہوئی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اور اپنے آپ کو چرب اور شیریں لقموں کے بدلے نہیں بیچتے۔ اور باریک و آراستہ کپڑوں کے لئے غلامی اختیار نہیں کرتے۔ وہ اس بات سے عار رکھتے ہیں کہ شاہی تخت کو تعلقات کی پلیدیوں سے آلودہ رکھیں۔ اور اس بات سے ننگ رکھتے ہیں کہ مُلکِ خداوندی میں لات و عزّیٰ کو شریک بنائیں۔ اے بھائی وہاں تو فقط دین خالص طلب کرتے ہیں۔ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ اور شرکت کا غبار پسند نہیں فرماتے لَئِنْ اَشْرَکْتَ لَیَحْبَطَنَّ عَمَلُکَ اگر تو نے شرک کیا تو تیرا سب عمل اکارت گیا۔ گھڑی بھر کے لئے اپنے حال میں غور کریں۔ اگر دین خالص ہے تو آپ کو بشارت و مبارک ہو۔ اور اگر نہیں تو واقع کا علاج وقوع سے پہلے پہلے کرنا چاہیئے وہ واقع جو آپ نے لکھا تھا۔ اور جس کا ظہور اور اس کا باطل تصرف تھا۔ اور اس کا اس قسم کا تصرف اور ظہور طالبوں پر بہت واقع ہوتا ہے۔ آپ کچھ غم نہ کریں اِنَّ کَیْدَ الشَّیْطٰنِ کَانَ ضَعِیْفًا شیطان کا مکر ضعیف ہے۔ اور اگر پھر ظہور کرے تو کلمہ تمجید لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ کے تکرار سے اس کے مکر کو دفع کریں۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا۔ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راستہ پر چلا اور حضرت مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۱۷۵

احوال کی تلوینات اور تمکین کے حاصل ہونے اور حدیث قدسی لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ کے معنے کے بیان میں حافظ محمود کی طرف لکھا ہے:۔

میرے بھائی کا مکتوب شریف وصول ہوا۔ آپ نے اپنے احوال کی تلوینات کا کچھ حال لکھا ہوا تھا۔

جاننا چاہیئے کہ سالکوں کو خواہ وہ ابتدا میں ہوں خواہ انتہا میں احوال تلوینات سے چارہ نہیں ہے۔ حاصل کلام یہ کہ اگر وہ تلوین قلب پر ہے تو وہ سالک ارباب قلوب میں سے ہے اور ابن الوقت کے نام سے موسوم ہے۔ اور اگر قلب تلوین سے نکل گیا۔ اور احوال کی غلامی سے آزاد ہو کر مقام تمکین میں پہنچ گیا۔ تو اس کے احوال متلونہ نفس پر وارد ہوتے ہیں جو مقام قلب میں اس کی خلافت میں بیٹھا ہے۔ یہ تلوین تمکین کے حاصل ہونے کے بعد ہے۔ اور اس تلوین والے کو اگر ابو الوقت کہیں تو بجا ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کے فضل سے نفس بھی تلوینات سے گذر گیا۔ اور تمکین و اطمینان کے مقام تک جا پہنچا۔ تو اس وقت تلوینات کا وارد ہونا قالب پر ہے جو امور مختلفہ سے مرکب ہے۔ یہ تلوین دائمی ہے۔ کیونکہ تمکین قالب کے حق میں متصور نہیں۔ اگرچہ لطائف میں سے زیادہ لطیف لطیفہ کے رنگ میں رنگا ہوا ہو۔ کیونکہ وہ تمکین جو اس انصباغ کی طرف سے ہو کر آتی ہے وہ بطریق تبعیت ہے۔ اور احوال متلونہ کا وارد ہونا بطریق اصالت ہے۔ اور اعتبار اصل کا ہے نہ کہ فرع اور تبع کا۔ اور اس مقام والا اخص خواص میں سے ہے اور حقیقت میں ابو الوقت بھی یہی ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ حدیث لِی مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے۔ اور بعض نے وقت سے وقت مستمر یعنی دائمی مراد رکھا ہے اور بعض نے وقت نادر۔ اس کے معنی اسی بیان کی طرف راجع ہوں۔ کیونکہ بعض لطائف کی نسبت بطریق استمرار ہے اور بعض کی نسبت بطریق ندرت پس کچھ خلاف نہیں ہے۔

غرض ظاہر کو شریعت روشن سے آراستہ کر کے باطنی سبق کے تکرار پر ہمیشگی کریں

؎	اندریں بحر بے کرانہ چو غوک	دست و پائے بزن چہ دانی بوک
ترجمہ ؎	مثل مینڈک کے تو پاؤں اپنے مار	ہے بڑا یہ بحر ناپیدا کنار

میرے عزیز بھائی مولانا صدیق آگرہ میں ہیں۔ ان کی ملاقات کو غنیمت جانیں۔

مکتوب ۱۷۶

اس بیان میں کہ وقتوں کی محافظت اس راہ کی ضروریات میں سے ہے تاکہ بیہودہ امور میں تلف نہ ہوجائیں۔ ملا محمد صدیق کی طرف لکھا ہے :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ تعالیٰ کا حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

مِنْ حُسْنِ اِسْلَامِ الْمَرْءِ اِشْتِغَالُهٗ بِمَا یَعْنِیْهِ وَاِعْرَاضُهٗ عَمَّا لَا یَعْنِیْهِ فائدے کے کام میں مشغول ہونا اور لایعنی اور بیہودہ کاموں سے منہ پھیرنا آدمی کے حسن اسلام کا نشان ہے۔ پس اپنے وقتوں کی محافظت ضروری ہے تاکہ بیہودہ کاموں میں برباد نہ ہوجائیں۔ شعرخوانی اور قصہ گوئی کو دشمنوں کا نصیب جانکر خاموشی اور باطنی نسبت کی حفاظت میں مشغول ہونا چاہئے۔ اس طریق میں یاروں کا باہم جمع ہونا باطن کی جمعیت کے لئے ہے۔ نہ کہ دل کی پراگندگی کے لئے۔ یہی وجہ ہے کہ انجمن کو خلوت پر اختیار کیا ہے اور جمعیت کو اجتماع سے حاصل کیا ہے وہ اجتماع جو تفرقہ کا باعث ہو۔ اس سے الگ رہنا لازم ہے۔ باطنی جمعیت کے ساتھ جو کچھ جمع ہوجائے مبارک ہے۔ اور جو کچھ جمع نہ ہو منحوس نامبارک ہے۔ اس طرح زندگی بسر کرنی چاہئے کہ انسان کی صحبت میں لوگوں کو جمعیت حاصل ہو نہ اس طرح کہ تفرقہ میں ڈالدے۔ اپنے ورق کو الٹانا چاہئے اور گفتار سے خاموشی کرنی چاہئے۔ اب شعرگوئی بحث جھگڑے اور باہم گفتگو کرنے کا موقع نہیں ہے ع

چہ وقت مدرسہ و بحث و کشف و کشاف است

ترجمہ ع کشف اور کشاف کے پڑھنے کا اب کیا وقت ہے

والسلام۔

مکتوب ۱۷۷

اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی آرائے صائبہ کے موافق عقاید درست کرنے کی ترغیب میں جمال الدین حسین بدخشی کی طرف لکھا ہے :۔

خواجہ جمال الدین حسین جوانی کے وقت کو غنیمت جانیں۔ اور جہاں تک ہوسکے

حق تعالےٰ کی رضامندی میں صرف کریں یعنی اوّل لازم ہے کہ اپنے عقائد کو اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالےٰ سعیہم کی بیعطا راؤں کے موافق درست کریں۔ دوسرے احکام شرعیہ فقہیہ کے موافق عمل کریں۔ اور تیسرے صوفیہ کرام قدس سرہم کے بلند طریقہ پر سلوک کریں۔ وَمَنْ وُّفِّقَ لِهٰذَا فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْ هٰذَا فَقَدْ خَسِرَ خُسْرَانًا مُّبِيْنًا جس کو ان سب کی توفیق حاصل ہوگئی وہ دونوں جہان میں بڑا کامیاب ہوگیا۔ اور جو ان سے محروم رہا اس کو بڑا خسارہ حاصل ہوا ٭

خواجہ محمد صالح کے فرزندوں کی خدمت و تواضع کو بڑی سعادت سمجھیں کیونکہ وہ خدمت حقیقت میں خواجہ مشارٌ الیہ کی مدد و اعانت ہے۔ جو خدائے تعالےٰ کے مقبولوں میں سے ہے۔ ع

دادیم ترا زگنج مقصود نشاں

ترجمہ ع تجھے گنج مقصود بتلایا ہم نے والسلام ٭

مکتوب ۱۷۸

ایک شخص کی سفارش اور سید عالمیان خلاصۂ آدمیان صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی ترغیب میں مرزا مظفر کی طرف لکھا ہے :۔

عَظَّمَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَجْرَكُمْ وَرَفَعَ قَدْرَكُمْ وَيَسَّرَ اَمْرَكُمْ وَشَرَحَ صَدْرَكُمْ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ الصَّلَوٰاتُ وَالسَّلَامُ۔ اللہ تعالےٰ آپ کو بڑا اجر دے اور آپ کا قدر بلند کرے۔ اور آپ کا کام آسان کرے اور آپ کے سینے کو کھولے۔ بحرمت سید المرسلین صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم ٭

جو لوگ اخلاق نبوی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام سے متخلق ہیں، اُن کو اس امر کی طرف رہنمائی کرنے کی کیا حاجت ہے کہ وہ کسی کے ساتھ احسان اور حُسن معاشرت سے پیش آئیں۔ بلکہ نزدیک ہے کہ وہ دلالت بے ادبی میں داخل ہو۔ لیکن چونکہ احتیاج کے وقت ہر ادنےٰ و حقیر سے پنجہ مارتا ہے۔ اور ہر ضعیف کمزور سے اپنی تسلی حاصل کرتا ہے۔ اس لئے آپ کو تکلیف دیکر سائلین و حاجتمندوں کی تسلّی کی گئی ہے ٭

میرے مخدوم! احسان سب جگہ اچھا ہے خاصکر ان لوگوں کے ساتھ جو ہمسائیگی کا قرب رکھتے ہوں، بہت ہی بہتر ہے۔ حضرت رسالت خاتمیت علیہ الصّلوٰۃ والسلام پڑوسی

کے حق ادا کرنے میں اس قدر مبالغہ فرمایا کرتے تھے کہ اصحاب کرام کو اس مبالغہ سے گمان ہوتا تھا کہ شاید ہمسایہ کو میراث سے بھی حصہ دلائینگے ؂

چوں چنیں با یک دگر ہمسایہ ایم ... تو چو خورشیدی و ما چوں سایہ ایم
چہ بود گر لطف بے پایان تو ... گر نگہداری حقِ ہمسایگاں

ترجمہ ؂
جب کہ ہم آپس میں سب ہمسایہ ہیں ... تو ہے خورشید اور ہم سب سایہ ہیں
کیا ہو پھر اے مایۂ ہمسائگاں ... گر نگاہ رکھے حقِ ہمسائگاں

والسلام ❖

مکتوب ۱۷۹

نصیحت کے بارے میں میر عبداللہ بن میر نعمان کی طرف لکھا ہے :-

اللہ تعالیٰ میرے فرزند عزیز کو اپنے نام کی طرح بندہ بننے کی توفیق بخشے ❖

میرے فرزند! موسم جوانی کو غنیمت جان کر علوم شرعی کے حاصل کرنے اور ان علوم کے مطابق عمل کرنے میں مشغول رہیں۔ اور کوشش کریں کہ یہ قیمتی عمر بیہودہ باتوں میں صرف نہ ہو جائے اور کھیل و کود میں برباد نہ جائے ❖

دوسرے یہ کہ تمہارے والد بزرگوار چند روز تک تم سے آملینگے انشاء اللہ تعالےٰ۔ ان کے پہنچنے تک متعلقین کی اچھی طرح خبر رکھنی۔ ع

پدرِ خویش باش گر مردی

ترجمہ ع ... اگر تو مرد ہے باپ اپنا آپ ہی بن جا ... والسلام

مکتوب ۱۸۰

پیروں کے بعض ناموں کے استفسار میں کہ جن میں تردد پیدا ہوا تھا مخدوم زادہ امکنگی یعنی خواجہ ابوالقاسم کی طرف لکھا ہے :-

اے میرے مخدوم مکرم! ان پیروں کے ناموں کی تحقیق میں جو حضرت مولانا خواجگی امکنگی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت خواجہ احرار رحمۃ اللہ علیہ کے درمیان گذرے ہیں۔ جو کچھ حضرت خواجہ محمد باقی رحمۃ اللہ علیہ سے ہم کو پہنچا ہے۔ وہ یہ ہے کہ دو بزرگ ہیں۔

جن میں سے ایک آپ کے والد بزرگوار یعنی حضرت مولانا درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے حضرت مولانا محمد زاهد ہیں۔ جو حضرت مولانا محمد درویش کے خال یعنی ماموں ہیں ان دونوں میں مشیخت پناہ خواجہ خاوند محمود ان حدود کی طرف تشریف لائے تھے۔ ملاقات ہوتے ہی حضرت مولانا کی نسبت گفتگو شروع کی اور کہا یہ کسی سے مجاز نہ تھے۔ اس لئے ابتدا میں مرید نہ بناتے تھے۔ اور عمر کے اخیر میں اس کام کو شروع کیا تھا۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ یہ بزرگ تھے۔ اور تمام ما وراء النہر کے لوگ ان کی بزرگی کے قائل تھے۔ ہرگز یہ بات پسند نہیں کر سکتے کہ انہوں نے ابتدا میں یا اخیر میں بے اجازت مرید بنائے ہوں کیونکہ اس قسم کا عمل خیانت میں داخل ہے۔ ادنےٰ مسلمان پر اس قسم کا ظن نہیں کر سکتے۔ تو پھر اکابر دین پر کیسے کر سکیں۔ پھر خواجہ خاوند محمود نے کہا کہ ایک روز مولانا رحمۃ اللہ علیہ خواجہ کلاں دہ بیدی کی خدمت میں گئے تھے۔ اور خواجہ صاحب خربزہ کھا رہے تھے۔ مولانا رہ نے بھی خربزے کی خواہش ظاہر فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ آپ کا خربزہ پکا ہوا ہے۔ مولانا رہ نے فرمایا آپ گواہی دیتے ہیں کہ ہمارا خربزہ پکا ہوا ہے۔ خواجہ رہ نے فرمایا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ کا خربزہ پکا ہوا ہے۔ اس وقت مولانا نے مرید بنانے شروع کئے +

یہ نقل بھی بہت ہی بعید از قیاس معلوم ہوتی ہے کہ صرف اتنا کہنے سے مولانا رہ نے اپنے آپ کو شیخ سمجھ لیا اور مرید بنانے شروع کئے +

بعد ازاں خواجہ خاوند محمود نے کہا کہ ان بزرگوں کے یہ دو نام جو حضرت مولانا رہ نے وحضرت خواجہ احرار رہ کے درمیان بتلاتے ہیں۔ اور ان دو ناموں سے مسمے کرتے ہیں یہ خطا ہے۔ انہوں نے اور ناموں سے یاد کیا۔ اور نیز کہا کہ مولانا درویش محمد کو اپنے ماموں سے نسبت نہیں ہے۔ کسی اور شخص سے ہے۔ ان باتوں سے بہت تعجب حاصل ہوا۔ اس لیے جناب کو تکلیف دی گئی ہے کہ ان دو بزرگوں کے نام تحقیق کر کے لکھیں تا کہ کسی کو گفتگو کی مجال نہ رہے۔ اور اجازت کے بارہ میں کچھ لکھنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ ان کی بزرگی خود گواہ عادل ہے۔ باوجود اس کے اگر لکھیں تو طعنہ زنوں کی زبان بند ہو جاویگی +

دوسرے یہ ہے کہ معلوم نہیں کہ اس قسم کی پریشان باتوں سے خواجہ خاوند محمود کا مقصود کیا ہے۔ اگر ان باتوں سے ان کا مقصود ان بے سروسامان فقرا کی کامل طور پر نفی ہے کیونکہ پیر کی نفی مرید کی نفی کو مستلزم ہے۔ تو ان بے سروسامانوں کی نفی کے اور بہت سے طریق

ہیں۔ اس غرض کے لئے بزرگوں کی نفی کرنے کی کیا حاجت ہے۔ اور اگر اس کے سوا کچھ اور مقصود ہے اور اصلی طور پر بزرگوں کی نفی کرنی چاہتے ہیں، تو یہ بات بھی درست نہیں۔ جیسے کہ یہ بات تھوڑی عقل والے پر بھی پوشیدہ نہیں ہے۔ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ بحرمت سید المرسلین علیہ وآلہ الصلوات والتسلیمات، یا اللہ تو ہمارے دلوں کو ہدایت دیکر پھر ٹیڑھا نہ کر اور اپنی جناب سے ہم کو رحمت بخش تو بہت بخشنے والا ہے۔ بحرمت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا۔

مکتوب ۱۸۱

حضرت مخدوم زادہ یعنی میاں محمد صادق کی طرف (کہ خدائے تعالےٰ اس کو دوستوں کے سروں پر سلامت و باقی رکھے) لکھا ہے۔ ان کے اس استفسار کے جواب میں کہ کیا سبب ہے کہ مشائخ کی ایک جماعت کو میں دیکھتا ہوں کہ قرب الٰہی کے مرتبوں میں ادنےٰ درجہ رکھتے ہیں لیکن باوجود اس کے مقامات زہد و توکل وغیرہ میں ان کے بڑے درجے ہیں۔ اور بعض مشائخ کو دیکھتا ہوں کہ قرب کے مرتبوں میں فوقیت رکھتے ہیں اور مقامات مذکورہ میں تنزل اور اس کے مناسب بیان میں :۔

میرے سعادتمند فرزند نے پوچھا ہے کہ کیا سبب ہے کہ بعض مشائخ کو دیکھتا ہوں کہ قرب الٰہی کے مرتبوں میں ادنےٰ درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن مقامات زہد و توکل و ترک و صبر و رضا میں ان کے بڑے بڑے درجے مفہوم ہوتے ہیں۔ اور بعض مشائخ کو دیکھتا ہوں کہ مراتب قرب میں بڑا درجہ رکھتے ہیں۔ لیکن مقامات زہد و توکل وغیرہ میں اُن کے قدم بہت نیچے ہیں۔ اور یہ بات ثابت و مقرر ہے کہ جس قدر یقین اتم ہوگا اسی قدر یہ مقامات اکمل ہونگے۔ اور یقین کا اتم ہونا حق تعالےٰ کے زیادہ قرب کے سبب ہے۔ پس یہ بات چند امروں سے خالی نہیں ہے یا تو ہماری کشفی نظر خطا کرتی ہے کہ قریب کو بعید اور بعید کو قریب جانتی ہے۔ یا اس مقام کے اکمل ہونے کا باعث یقین کے سوا کچھ اور امر ہے۔ یا قرب پر یقین مترتب نہیں ہے۔ تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ یقین قرب پر مترتب ہے۔ یعنی جس قدر قرب زیادہ ہوگا اسی قدر یقین زیادہ ہوگا۔ اور ان مقامات کے اکمل ہونے کا سبب بھی یقین کا اتم ہونا ہے۔ نہ کچھ اور امر

اور نظر کشفی بھی صحیح ہے ❖

حاصل کلام یہ کہ قرب الطف لطائف کو حاصل ہوتا ہے۔ پس یقین بھی انہی کا نصیب ہے۔ اور ان مقامات کا اکمل ہونا بھی چونکہ یقین کے اتم ہونے پر مترتب ہے اس لئے وہ بھی انہی کو حاصل ہوتا ہے ❖

پس ہو سکتا ہے کہ کسی بزرگ نے باوجود قرب کے کم ہونے کے لطائف میں سے زیادہ لطیف کے مقامات میں سے کسی مقام میں اقامت اختیار کی ہو۔ اور لطائف میں سے زیادہ کثیف کی طرف رجوع نہ کی ہو۔ اور مقامات مذکورہ میں اس دوسرے بزرگ سے اکمل ہو۔ جو قرب زیادہ رکھتا ہو۔ اور لطائف میں سے زیادہ کثیف کی طرف جو لطیفہ قالب ہے۔ رجوع کی ہو۔ کیونکہ لطیفہ قالب جب اس قرب سے محروم ہے۔ پس یقین بھی اس کے نصیب نہیں ہوگا تو پھر ان مقامات کی اکملیت کیسے حاصل کر سکے۔ اور وہ بزرگ جس کا رجوع اس لطیفہ کی طرف ہوا ہے۔ اس نے اسی لطیفے کا حکم پیدا کر لیا ہے۔ اور باقی لطائف کے یقینات جو اس کو پہلے حاصل ہوئے تھے۔ سب پوشیدہ ہو گئے ہیں۔ برخلاف اس بزرگ کے جس کا رجوع قالب کی طرف نہیں ہوا۔ اس کا حکم الطف لطائف کا حکم ہے۔ اور قرب و یقین اس کے حق میں استقامت رکھتے ہیں اور اس سے پوشیدہ نہیں ہوئے۔ پس ناچار مقامات مذکورہ میں اتم و اکمل ہوگا ❖

لیکن جاننا چاہئے کہ صاحب رجوع جس طرح قرب و یقین میں اکمل ہے۔ اسی طرح مقامات میں بھی اکمل ہے۔ لیکن اس کے ان کمالات کو پوشیدہ کر دیا ہے اور خلق کی دعوت اور خلق کے ساتھ مناسبت حاصل کرنے کے لئے جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے اس کے ظاہر کو عوام الناس کے ظاہر کی طرح کر دیا ہے۔ یہ مقام در اصل انبیاء مرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مقام ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علے نبینا و علیہ الصلوٰۃ و السلام نے دل کا اطمینان طلب فرمایا۔ اور یقین کے حاصل ہونے میں عوام الناس کی طرح رویت بصری کے محتاج ہوئے۔ اور حضرت عزیر علے نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کہا اَنّٰی يُحْيِیْ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا اللہ تعالےٰ ان کو مرنے کے بعد کیسے زندہ کریگا۔ اور جس نے رجوع نہیں کیا اس نے اپنے یقین سے کہا ہے لَوْ كُشِفَ الْغِطَاءُ لَمَا ازْدَدْتُ يَقِيْنًا اگر پردہ دور کیا جائے تو پھر بھی میرا یقین زیادہ نہ ہو ❖

یہ کلام اگر ثابت ہو جائے کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ سے ہے تو اس کو اس بات پر محمول کرنا چاہئے کہ رجوع حاصل ہونے سے پہلے فرمائی ہو۔ کیونکہ رجوع کے بعد صاحب رجوع

عوام الناس کی طرح یقین کے حاصل ہونے میں دلائل و براہین کا محتاج ہے۔ اس درویش کے تمام معتقدات کلامیہ رجوع سے پہلے بدیہی ہو گئے تھے۔ اور ان معتقدات کے یقین کو محسوسات کے یقین سے زیادہ پاتا تھا۔ لیکن رجوع کے بعد وہ یقین مستور رہ گیا۔ اور عوام الناس کی طرح دلائل و براہین کا محتاج ہو گیا۔ ع

چنانکہ پرورشم مے دہند مے رویم

ترجمہ ع پلتا ہوں اس طرح میں جس طرح پالتے ہیں والسلام

مکتوب ۱۸۲

اس حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بیان میں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے بعض یاروں کو جنہوں نے اپنے بڑے خطرات کی شکایت بیان کی تھی۔ فرمایا تھا کہ ذٰلِكَ مِنْ كَمَالِ الْاِیْمَانِ یہ کمال ایمان سے ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں ملا صالح، کولابی کی طرف لکھا ہے:۔

درویشوں کی ایک جماعت بیٹھی تھی۔ طالبوں کے شیطانی خطروں اور وسوسوں کی نسبت گفتگو شروع ہوئی۔ اس اثنا میں اس حدیث کے معنی بھی بیان کئے گئے کہ ایک دن حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض اصحاب رضوان اللہ تعالےٰ علیہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں اپنے بُرے خطرات کی شکایت کی۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ ذٰلِكَ مِنْ كَمَالِ الْاِیْمَانِ یہ کمال ایمان سے ہے۔ اس وقت حدیث کے معنی اس فقیر کے دل میں اس طرح گذرے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ (اور حقیقت حال کو اللہ ہی زیادہ جانتا ہے) کہ کمال ایمان مراد ہے کمال یقین سے۔ اور کمال یقین کمال قرب پر مترتب ہے۔ اور قلب اور اس سے اوپر کے لطائف کو جس قدر قرب الٰہی زیادہ حاصل ہو گا۔ اسی قدر کمال و یقین بھی زیادہ ہو گا۔ اور قالب کے ساتھ اس کی بے تعلقی زیادہ ہو گی۔ اس وقت خطرات قالب میں زیادہ تر ہوں گے اور وسوسے بہت نامناسب ظاہر ہوں گے۔ پس ناچار بُرے خطروں کا سبب کمال ایمان ہو گا۔

پس نہایت النہایت کے منتہی کو جس قدر خطرات زیادہ اور نامناسب ہوں گے اسی قدر ایمان کی اکملیت زیادہ تر ہو گی۔ کیونکہ کمال ایمان اس امر کا مقتضی ہے کہ الطف لطائف کو

لطیفہ قالب کے ساتھ بے مناسبتی ہو۔ اور یہ بے مناسبتی جس قدر زیادہ ہو گی۔ اسی قدر قالب زیادہ خالی اور ظلمت و کدورت کے زیادہ نزدیک اور خطرے اور وسوسے اس میں زیادہ ہونگے۔ برخلاف مبتدی اور متوسط کے کہ اس قسم کے خطرات ان کے لئے زہر قاتل ہیں۔ اور باطن کو نقصان دینے والے ہیں فَلَا تَكُنْ مِنَ الْقَاصِرِيْنَ پس تو کم ہمت نہ ہو۔ یہ معرفت اس روش کے پوشیدہ معارف میں سے ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالسَّلَامُ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے رستہ پر چلا۔ اور حضرت مصطفےٰ علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۱۸۳

نصیحت کے بارہ میں ملا معصوم کابلی کی طرف لکھا ہے:۔

حضرت حق سبحانہٗ و تعالےٰ شریعت مصطفوی علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے سیدھے رستہ پر استقامت عطا فرماوے۔ اور کلی طور پر اپنی پاک جناب کا گرفتار کرلے۔ امید ہے کہ مختلف تعلقات اور پراگندہ توجہات جنہوں نے بظاہر غلبہ پایا ہوا ہے۔ باطنی نسبت کی مانع نہ ہونگی کوشش کریں کہ وہ تخفیف جو تفرقہ ظاہر میں میسر ہے۔ کہیں باطن میں اثر نہ کرجاے اور مطلب تک پہنچنے سے نہ ہٹا سکے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

دنیا و مافیہا اس لائق نہیں کہ قیمتی عمر خرچ کرکے اس کو حاصل کریں۔ اطلاع دینا شرط ہے۔ یہ خواب خرگوش کب تک رہیگی ؎

اے سرائے و باغ تو زندان تو   خان و مان تو بلائے جان تو

ترجمہ ؎ باغ و بستاں سب ترا زندان ہے   خان و ماں سب کچھ بلائے جان ہے

اگر موت سے پہلے کچھ کام کرلیا تو بہتر ورنہ خرابی در خرابی ہے۔ باطنی سبق کو عزیز جاننا چاہئے۔ اور جو کچھ اس کے منافی ہو، اس کو دشمن خیال کرنا چاہئے ؎

ہرچہ جز عشق خدائے احسن است   گر شکر خوردن بود جاں کندن است

ترجمہ ؎ سوائے عشق حق جو کچھ کہ ہے ہرچند احسن ہے
شکر کھانا بھی گر ہووے عذاب جان کندن ہے

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔

مکتوب ۱۸۴

حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کی ترغیب میں قلیج اللہ کی طرف لکھا ہے:۔

میرے فرزند عزیز کا مکتوب مرغوب جو از روئے محبت و اخلاص کے لکھا تھا۔ میر سید خواجہ نے پہنچایا۔ بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ حق تعالےٰ اپنے نبی اور اُن کی آل پاک صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل اپنی مرضیات کی توفیق نصیب کرے۔

اے فرزند! جو بات کل قیامت کے دن کام آئیگی۔ وہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت ہے۔ اور احوال و مواجید اور علوم و معارف اور اشارات و رموز اگر اس متابعت کے ساتھ جمع ہو جائیں تو بہتر اور نہے قسمت۔ ورنہ سوائے خرابی اور استدراج کے کچھ نہیں۔

سید الطائفہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کو مرنے کے بعد کسی شخص نے خواب میں دیکھا۔ اور ان کا حال پوچھا۔ انہوں نے جواب میں کہا۔ طَاحَتِ الْعِبَارَاتُ وَ فَنِيَتِ الْاِشَارَاتُ وَمَا نَفَعَنَا اِلَّا رُكَيْعَاتٌ رَكَعْنَاهَا فِيْ جَوْفِ اللَّيْلِ کہ سب عبارتیں اُڑ گئیں اور سب اشارتیں فنا ہو گئیں اور ہم کو دو رکعتوں کے سوا جو رات کے درمیان پڑھا کرتے تھے کسی چیز نے نفع نہ دیا۔

فَعَلَيْكُمْ بِمُتَابِعَتِهٖ وَمُتَابَعَةِ خُلَفَاءِ الرَّاشِدِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَاِيَّاكُمْ وَمُخَالِفَةَ شَرِيْعَتِهٖ قَوْلًا وَعَمَلًا وَاعْتِقَادًا فَاِنَّ الْاُوْلٰى يُمْنٌ وَبَرَكَةٌ وَالثَّانِيَةُ شُوْمٌ وَهَلَكَةٌ۔ پس آپ کو لازم ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے خلفائے راشدین علیہ و علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت پر ثابت قدم رہیں اور قول و فعل میں شریعت کی مخالفت سے بچیں۔ کیونکہ متابعت میں یمن و برکت ہے اور مخالفت میں بدبختی اور ہلاکت۔

دوسرے وہ رسالہ جو آپ نے بھیجا تھا پہنچا۔ بعض بعض جگہ سے پڑھا گیا۔ نظر میں پسند آیا۔ لیکن تصنیف سے زیادہ ضروری کام اور درپیش ہے۔ اور اس میں مشغول ہونا نہایت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ والسلام۔

مکتوب ۱۸۵

ایک شخص کی سفارش میں منصور عرب کی طرف لکھا ہے :۔

حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ شریعت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ و السلام کے سیدھے رستہ پر استقامت عطا فرما کر ہمہ تن اپنی جناب پاک کی طرف متوجہ کرے ۔

جو کچھ ہم پر اور آپ پر لازم ہے ۔ وہ یہ ہے کہ دل کو ماسوائے حق کی گرفتاری سے سلامت رکھیں ۔ اور یہ سلامتی تب حاصل ہوتی ہے ، جب کہ حق تعالیٰ کے غیر کا دل پر گذر نہ رہے ۔ اگر بالفرض ہزار سال تک جیتے رہیں تو بھی اس نسیان کے باعث جو دل کو ماسوائے حق سے حاصل ہے ، غیر کا دل پر گذر نہ ہو ع

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

یہی ہے کام باقی ہیچ سب کچھ

باقی مطلب یہ ہے کہ مولانا فاضل سرہندی جو آپ کی بلند خدمت میں قیام رکھتا ہے اس کا باپ ہندمیں ہے اور چاہتا ہے کہ ضعف و بڑھاپے کی حالت میں اپنے بیٹے کو مل کر خوش ہو جائے اس لئے اس مطلب کے واسطے فقیر کو وسیلہ بنایا ہے ۔ وَالْاَمْرُ عِنْدَکُمْ بَلْ کُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰہِ آگے آپ کا اختیار ہے بلکہ سب کچھ اللہ ہی کے اختیار میں ہے ۔

والسلام ۔

مکتوب ۱۸۶

سنت کی تابعداری اور بدعت سے بچنے کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ ہر بدعت ضلالت ہے کابل کے مفتی خواجہ عبدالرحمٰن کی طرف لکھا ہے :۔

عاجزی اور زاری اور التجا اور محتاجی اور ذلت و خواری کے ساتھ ظاہر اور پوشیدہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں سوال کرتا ہے ۔ اور جو کچھ اس دین میں محدث اور مبتدع پیدا ہوا ہے جو خیر البشر اور خلفائے راشدین علیہ و علیہم الصلوٰۃ و السلام کے زمانہ میں نہ تھا ۔ اگرچہ وہ روشنی میں صبح کی سفیدی کی مانند ہو ۔ اس ضعیف کو ان لوگوں کے ساتھ جو اس بدعت سے منسوب ہیں ۔ اس محدث کے عمل میں گرفتار نہ کرے ۔ اور اس مبتدع کے حسن پر فریفتہ نہ کرے ۔ بحرمت سید المختار

و آلہ الابرار علیہ و علیہم الصلوٰۃ و السلام ۔

علماء نے کہا ہے کہ بدعت دو قسم پر ہے حسنہ اور سیئہ ۔ حسنہ اس نیک عمل کو کہتے ہیں ، جو آنحضرت اور خلفائے راشدین علیہ و علیہم الصلوٰۃ و السلام کے زمانہ کے بعد پیدا ہوا ہو ۔ اور وہ سنت کو رفع نہ کرے ۔

یہ فقیر ان بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن اور نورانیت مشاہدہ نہیں کرتا ۔ اور ظلمت و کدورت کے سوا کچھ محسوس نہیں کرتا ۔ اگرچہ آج مبتدع کے عمل کو ضعف بصارت کے باعث طراوت و تازگی میں دیکھیں ۔ لیکن کل جب کہ بصیرت تیز ہوگی تو دیکھ لینگے کہ اس کا نتیجہ خسارت و ندامت کے سوا کچھ نہ تھا ۔

بوقت صبح شود ہمچو روز معلومت کہ با کہ باختہ عشق در شب دیجور

ترجمہ: بوقت صبح ہو جائے گا روشن روز کی مانند
کہ تو نے عشق میں کس کے گذاری رات ہے ساری

حضرت خیر البشر صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ ۔ جس نے ہمارے اس امر میں ایسی نئی چیز پیدا کی جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ مردود ہے ۔ وہ حسن کہاں پیدا کر سکتی ہے ۔

اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے ۔ اَمَّا بَعْدُ فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَخَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ وَشَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَکُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ ۔ اس کے بعد واضح ہو کہ اچھی کلام کتاب اللہ ہے اور بہتر رستہ محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا رستہ ہے اور تمام امور سے بدتر محدثات ہیں اور ہر ایک بدعت ضلالت ہے ۔

اور نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اُوْصِیْکُمْ بِتَقْوَی اللّٰہِ وَ السَّمْعِ وَالطَّاعَۃِ وَاِنْ کَانَ عَبْدًا حَبَشِیًّا فَاِنَّہٗ مَنْ یَّعِشْ مِنْکُمْ بَعْدِیْ فَسَیَرٰی اخْتِلَافًا کَثِیْرًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ تَمَسَّکُوْا بِھَا وَعَضُّوْا عَلَیْھَا بِالنَّوَاجِذِ وَاِیَّاکُمْ وَمُحْدَثَاتِ الْاُمُوْرِ فَاِنَّ کُلَّ مُحْدَثَۃٍ بِدْعَۃٌ وَکُلَّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ ۔ میں آپ کو وصیت کرتا ہوں کہ اللہ سے ڈرو اور اس کے حکموں کو سنو اور طاعت کرو اگرچہ حبشی غلام ہو ۔ کیونکہ تم میں سے جو کوئی میرے بعد زندہ رہیگا وہ بہت اختلاف دیکھیگا ۔ پس تمہیں لازم ہے کہ میری سنت اور خلفائے راشدین مہدیین کی سنت کو لازم پکڑو ۔

اور اس کے ساتھ پنجہ مارو۔ اور اس کو دانتوں سے مضبوط پکڑو۔ اور نئے پیدا ہوئے ہوئے کاموں سے بچو۔ کیونکہ ہر نیا امر بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی۔ پس جب ہر محدث بدعت ہی اور ہر بدعت ضلالت۔ تو پھر بدعت میں حسن کے کیا معنی ہوئے +

نیز جو کچھ احادیث سے مفہوم ہوتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ہر بدعت سنت کی رافع ہے بعض کی کوئی خصوصیت نہیں۔ پس ہر بدعت سیئہ ہے +

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ مَا اَحْدَثَ قَوْمٌ بِدْعَةً اِلَّا رُفِعَ مِثْلُهَا مِنَ السُّنَّةِ فَالتَّمَسُّكُ بِالسُّنَّةِ خَیْرٌ مِّنْ اِحْدَاثِ بِدْعَةٍ جب کوئی قوم بدعت کو پیدا کرتی ہے تو اس جیسی ایک سنت اٹھائی جاتی ہے۔ پس سنت سے پنجہ مارنا بدعت کے پیدا کرنے سے بہتر ہے +

اور حسان رضؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بِدْعَةً فِیْ دِیْنِهِمْ اِلَّا رَفَعَ اللّٰهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا یُعِیْدُهَا اِلَیْهِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ کسی قوم نے دین میں بدعت کو جاری نہیں کیا مگر اللہ تعالٰے نے اس جیسی ایک سنت کو ان میں سے اٹھا لیا۔ پھر اللہ تعالٰے قیامت تک اس سنت کو ان کی طرف نہیں پھیرتا +

جاننا چاہیئے کہ بعض بدعتیں جن کو علما و مشائخ نے سنت سمجھا ہے۔ جب ان میں اچھی طرح ملاحظہ کیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ سنت کے رفع کرنے والے ہیں:۔

مثلاً میت کے کفن دینے میں عمامہ کو بدعت حسنہ کہتے ہیں۔ حالانکہ یہی بدعت رافع سنت ہے۔ کیونکہ عدد مسنون یعنی تین کپڑوں پر زیادتی نسخ ہے اور نسخ عین رفع ہے۔ اور ایسے ہی مشائخ نے شملہ دستار کو بائیں طرف چھوڑنا پسند کیا ہے۔ حالانکہ سنت شملہ کا دونوں مونڈھوں کے درمیان چھوڑنا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بدعت رافع سنت ہے۔ اور ایسے ہی وہ امر جو علما نے نماز کی نیت میں مستحسن جانا ہے کہ جو دارادہ دل کے زبان سے بھی نیت کہنی چاہیئے۔ حالانکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کسی صحیح یا ضعیف روایت سے ثابت نہیں ہوا۔ اور نہ ہی اصحاب کرام اور تابعی عظام سے کہ انہوں نے زبان سے نیت کی ہو۔ بلکہ جب اقامت کہتے تھے۔ فقط تکبیر تحریمہ ہی فرماتے تھے۔ پس زبان سے نیت کرنا بدعت ہے۔ اور اس بدعت کو حسنہ کہا ہے۔ اور یہ فقیر جانتا ہے کہ یہ بدعت رفع سنت تو بجائے خود رہا فرض کو بھی رفع کرتی ہے۔ کیونکہ اس کی تجویز میں اکثر لوگ زبان ہی پر کفایت کرتے ہیں۔ اور دل کی غفلت کا کچھ ڈر نہیں کرتے۔ پس اس ضمن میں نماز کے فرضوں میں سے ایک فرض جو نیت قلبی ہے متروک

ہو جاتا ہے۔ اور زمانے کے فاسد ہونے تک پہنچا دیتا ہے۔ تمام مبتدعات و محدثات کا بھی حال ہے کیونکہ وہ سنت پر زیادتی ہیں۔ خواہ کسی طرح ہوں۔ اور زیادتی نسخ ہے۔ اور نسخ رفع ہے ✦

پس آپ پر لازم ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت پر کمربستہ رہیں اور اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کی اقتدا پر کفایت کریں۔ کیونکہ وہ ستاروں کی مانند ہیں جن کے پیچھے چلوگے ہدایت پاؤ گے۔ لیکن قیاس اور اجتہاد کوئی بدعت نہیں۔ کیونکہ وہ نصوص کے معنے کو ظاہر کرتے ہیں۔ کسی زائد امر کو ثابت نہیں کرتے۔ پس دانائوں کو عبرت حاصل کرنی چاہیئے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ

اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا اور حضرت مصطفٰے علیہ علٰے آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑا ✦

مکتوب ۱۸۷

اس بیان میں کہ موصل الی اللہ طریقوں میں سے رابطہ کا طریق اقرب ہے۔ اور اس بیان میں کہ مرید کے لئے رابطہ ذکر کہنے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے:۔

وہ خط جو یاروں کی طرف لکھا ہوا تھا نظر سے گذرا۔ اور لکھے ہوئے حال پر اطلاع پائی۔ واضح ہو کہ تکلف اور بناوٹ کے بغیر مرید کو پیر کے رابطہ کا حاصل ہونا پیر و مرید کے درمیان اس مناسبت کے کامل ہونے کی علامت ہے جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے۔ اور وصول اللہ کے لئے رابطہ سے زیادہ اقرب کوئی طریق نہیں ہے۔ دیکھیں کس دولت مند کو اس سعادت سے بہرہ مند کرتے ہیں ✦

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ فقرات میں لاتے ہیں۔ ع

سایۂ رہبر بہ است از ذکرِ حق

ترجمہ ع　　ذکر سے بہتر ہے سایہ پیر کا

بہتر کہنا نفع کے اعتبار سے ہے یعنی رہبر کا سایہ مرید کے لئے اس کے ذکر کرنے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ کیونکہ مرید کو ابھی مذکور کے ساتھ کامل مناسبت نہیں ہے تا کہ ذکر کے طریق سے پورا پورا نفع حاصل کر سکے۔ والسلام اوّلاً و آخراً ✦

مکتوب ۱۸۸

اُن مسائل کے حل میں جو پُوچھے گئے تھے۔ خواجہ محمد صدیق بدخشی کی طرف لکھا ہے:۔

میرے عزیز بھائی کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ امور سہ گانہ کی نسبت آپ نے دریافت کیا تھا۔ اے محبّت کے نشان والے۔ مرتبۂ قلب میں بعض لطائف کا پوشیدہ رہنا اُن لطائف پر ہی موقوف ہے۔ جن کا متضمن قلب ہے نہ اُن لطائف پر جو قلب کے ماسوا متحقق ہیں۔ کیونکہ مرتبۂ قلب میں ان کا پوشیدہ ہونا کچھ معنے نہیں رکھتا۔

دوسرے یہ کہ اس شخص کو جس کی استعداد مرتبۂ رُوح یا قلب تک ہے۔ پیر صاحب تصرف اس کو مرتبۂ فوق تک پہنچا سکتا ہے۔ لیکن یہاں ایک ایسا دقیقہ ہے جو حضور سے تعلق رکھتا ہے جس کا بذریعۂ تحریر بیان کرنا مشکل ہے۔

دوسری یہ کہ جب ظاہر باطن کے رنگ میں اور باطن ظاہر کے رنگ میں رنگا جائے۔ تو پھر کیا مشکل ہے کہ ظاہر کے احکام باطن میں اور باطن کے احوال ظاہر میں پیدا ہو جائیں۔ والسلام۔

مکتوب ۱۸۹

اس بیان میں کہ فقرا کی یاد کو باوجود بیہودہ تعلقات کے فقرا کے ساتھ بڑی مناسبت ہے۔ اور اس دنیا کی کمینی کی تروتازگی پر فریفتہ نہ ہونا چاہیے۔ اور باطنی سبق کو عزیز رکھنا چاہیے۔ اور اس بیان میں کہ احکام شریعت سے سر نہ پھیرنا چاہیے۔ اور منت وعاجزی سے قبول کرنے چاہئیں۔ اور اس کے مناسب بیان میں شرف الدین حسین بدخشی کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ

اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور آپ کی آل پاک پر درود و سلام ہو۔

فرزند ارجمند و عزیز سعادتمند شرف الدین حسین کا خط پہنچا۔ خوشی کا موجب ہوا یہ کس قدر بڑی نعمت ہے کہ باوجود بیہودہ تعلقات کے فقرا دُور افتادہ کو نہیں بھلایا۔ یہ بات اس بات کی شدّت سے یاد دلاتی ہے جو افادہ اور استفادہ کا باعث ہے۔ بعض واقعات جو لکھے

تھے نیک اور اصلی ہیں۔ اور پہلے باطنی ارتباط پر دلیل ہیں ٭

اے فرزند! دُنیا کے کمینی کی تروتازگی پر فریفتہ نہ ہونا۔ اور اس کے بیفائدہ شان وشوکت پر مفتون نہ ہونا کہ یہ بیمقدار اور بے اعتبار ہے۔ اگر آج نہیں یہ بات سمجھ میں آئے تو کل البتہ سمجھ میں آجائیگی اور کچھ فائدہ نہ دیگی ؎

گوشت از بارِ دُر گراں شدہ است   نشنود نالہ و فغاں مرا

ترجمہ ؎ کان تیرے بارِ دُر سے ہیں گراں   پھر سنیں کیسے مری آہ و فغاں

چاہیئے کہ باطنی سبق کو خداوند تعالےٰ کی بڑی نعمتوں میں جانکر اس کی تکرار پر حریص رہیں۔ اور بغیر سستی اور قصور کے پنجوقتی نماز کو جماعت سے ادا کریں۔ اور چالیس میں سے ایک حصہ زکوٰۃ کا احسان کے ساتھ فقراء و مساکین کو دیویں۔ اور محرمات و مشتبہات سے پرہیز کریں۔ اور مخلوقات پر شفیق اور مہربان رہیں۔ نجات اور خلاصی کا یہی طریق ہے۔ والسلام ٭

مکتوب ۱۹۰

دوام ذکر الٰہی جلشانہٗ پر حرص دلانے اور طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم کو اختیار کرنے کی ترغیب میں اور نیز ذکر کی طرز اور اس کے مناسب بیان میں میر محمد نعمان کے فرزندوں میں سے ایک فرزند کی طرف لکھا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ

اللہ رب العٰلمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور اُن کی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو ٭

جانِ من آگاہ ہو کہ تیری کیا بلکہ جنس بنی آدم کی سعادت اور خلاصی اور نجات اپنے مولےٰ کی یاد میں ہے۔ جہاں تک ہو سکے سب اوقات کو ذکر الٰہی میں بسر کرنا چاہیئے۔ اور ایک لحظہ بھی غفلت جائز نہ سمجھنی چاہیئے ٭

اللہ تعالےٰ کا حمد اور اس کا احسان ہے کہ دوام ذکر حضرات خواجگان قدس سرہم کے طریق میں ابتدا ہی سے میسر ہو جاتا ہے۔ اور ابتدا میں نہایت کے درج ہونے کے طریق پر حاصل ہو جاتا ہے۔ پس طالب کو اس بلند طریقہ کا اختیار کرنا بہت ہی بہتر اور مناسب، بلکہ واجب اور لازم ہے۔ پس تجھے چاہیئے کہ توجہ کے قبلہ کو سب طرف سے پھیر کر ہمہ تن اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں کی

بلند بارگاہ کی طرف توجہ کرے۔ اور ان کے باطن پاک سے دُعا طلب کرے۔ ابتدا میں ذکر کہنے سے چارہ نہیں۔ چاہیئے کہ تو قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہووے کہ وہ مُضغہ گوشت قلب حقیقی کے لئے حجرہ کی طرح ہے۔ اور اسم مُبارک اللہ کو اس پر گذارے اور اس وقت قصداً کسی عضو کو حرکت نہ دیوے اور ہمہ تن قلب کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے۔ اور قوت متخیلہ میں قلب کی صورت کو جگہ نہ دے۔ اور اس کی طرف التفات نہ کرے۔ کیونکہ مقصود قلب کی طرف توجہ کرنا ہے نہ کہ اس کی صورت کا تصور۔ اور لفظ مبارک اللہ کے معنے کو بیچونی اور بیچگونی کے ساتھ ملاحظہ کرے۔ اور کسی صفت کو اس کے ساتھ شامل نہ کرے۔ اور حاضر و ناظر بھی ملحوظ نہ ہو تاکہ تو ذات تعالےٰ کی بلندی سے صفات کی پستی میں نہ آجاے۔ اور وہاں سے کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرنے میں نہ پڑ جاے۔ اور بیچون کی گرفتاری سے چون کی شہود سے آرام نہ پکڑے۔ کیونکہ جو کچھ چون کے آئینہ میں ظاہر ہو۔ وہ بیچون نہیں ہے۔ اور جو کثرت میں نمودار ہو۔ وہ واحد حقیقی نہیں۔ بیچون کو دائرہ چون کے دائرہ کے باہر ڈھونڈنا چاہیئے۔ اور بسیط حقیقی کو کثرت کے احاطہ کے باہر تلاش کرنا چاہیئے۔ اگر ذکر کہنے کے وقت پیر کی صُورت بے تکلف ظاہر ہو۔ تو اُس کو قلب کی طرف لے جانا چاہیئے۔ اور قلب میں نگاہ رکھ کر ذکر کہنا چاہیئے۔ تو جانتا ہے کہ پیر کون ہے۔ پیر وہ شخص ہے جس سے تو خدائے تعالےٰ کی جناب پاک کی طرف پہنچنے کا رستہ سیکھے۔ اور اس راستہ میں تو اس سے مدد و اعانت حاصل کرے۔ صرف کلاہ اور دامنی اور شجرہ جو معروف ہو گیا ہے، پیری و مریدی کی حقیقت سے خارج ہے۔ اور رسم و عادت میں داخل ہے۔ ہاں اگر شیخ کامل مکمل سے کوئی کپڑا تبرک کے طور پر تجھے ہاتھ لگے۔ اور اعتقاد و اخلاص کے ساتھ تو اُسے پہنکر زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ تو اس صورت میں بیشمار فائدوں اور ثمروں کے حاصل ہونے کا قوی احتمال ہے۔ اور تجھے جاننا چاہیئے کہ خوابیں اور واقعات اعتماد اور اعتبار کے لائق نہیں ہیں۔ اگر کسی نے اپنے آپ کو خواب میں بادشاہ دیکھا یا قطب وقت معلوم کیا۔ تو حقیقت میں ایسا نہیں ہے ہاں اگر خواب اور واقعہ کے بغیر بادشاہ ہو جاے یا قطب بنجاے تو مسلم ہے۔ پس جو احوال و مواجید کہ بیداری اور ہوش کی حالت میں ظاہر ہوں وہ اعتماد کے لائق ہیں۔ ورنہ نہیں۔ اور جاننا چاہیئے کہ ذکر کا نفع اور اس پر آثار کا مترتب ہونا شریعت کے احکام بجالانے پر وابستہ ہے۔ پس فرضوں اور سنتوں کے ادا کرنے اور محرم و مشتبہ سے بچنے میں اچھی طرح احتیاط کرنی چاہیئے۔ اور قلیل و کثیر میں علما کی طرف رجوع کرنا چاہیئے اور ان کے فتوے کے موافق زندگی بسر کرنی چاہیئے۔ والسلام ٭

مکتوب ۱۹۱

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ شرعی تکلیفات میں بڑی آسانی کو مدنظر رکھا گیا ہے اور بڑی تخفیف فرمائی گئی ہے۔ خان خاناں کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ سب تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے ہم کو اس طرف ہدایت کی اور اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ اور بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں۔

ہمیشہ کی سعادت اور دائمی نجات انبیاء کرام اللہ کی رحمت وسلام ان سب پر عام طور پر اور اُن میں سے افضل پر خاص طور پر ہو، کی متابعت پر وابستہ ہے۔ اگر بالفرض ہزار ہا سال تک عبادت کی جائے۔ اور کٹھن ریاضتیں اور سخت مجاہدے بجا لائے جائیں۔ مگر جب تک ان بزرگواروں کی تابعداری کے نور سے منور نہ ہوں، جَو کے بدلے بھی نہیں خریدتے۔ اور دوپہر کے سونے کے ساتھ جو سراسر غفلت اور بیکاری ہے۔ اور جو کہ ان بزرگواروں کے حکم سے واقع ہو۔ برابر نہیں کرتے۔ بلکہ ان کو صاف میدان کے سراب کی طرح جانتے ہیں۔ خداوند جل شانہٗ کی کمال عنایت یہ ہے کہ تمام شرعی تکلیفوں اور دینی امروں میں بڑی آسانی اور سہولت کو مدنظر فرمایا ہے۔

مثلاً رات دن کے آٹھ پہر میں سترہ رکعت نماز کی تکلیف فرمائی ہے کہ ان کے ادا کرنے کا سارا وقت ایک ساعت کے برابر نہیں ہوتا۔ اس کے علاوہ قرأت میں جس قدر میسر ہو سکے اسی پر کفایت کی ہے۔ اور اگر قیام مشکل ہو، تو قعود تجویز فرمایا ہے۔ اور قعود کے مشکل ہونے کے وقت پہلو کے بل لیٹ کر ادا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ اور جب رکوع و سجود مشکل ہو، تو ایما و اشارہ کا ارشاد کیا ہے اور وضو میں اگر پانی کے استعمال کرنے پر قدرت نہیں ہو سکتی، تو تیمم کو اس کا خلیفہ بنایا ہے۔ اور زکوٰۃ میں چالیس حصوں میں سے ایک حصہ فقراء اور مساکین کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اور اس کو بھی بڑھنے والے مالوں اور چرنے والے چارپاؤں پر منحصر کیا ہے۔ اور تمام عمر میں ایک ہی حج کو فرض کیا ہے اس کے علاوہ خرچ اور سواری اور رستہ کے امن کو اس کے لئے شرط قرار دیا ہے۔ اور مباح کے امر کو وسیع کیا ہے۔ چار عورتیں نکاح کے ساتھ اور لونڈیں جس قدر چاہیں مباح فرمائی ہیں۔ اور طلاق کو نکاح

کی تبدیلی کا وسیلہ بنایا ہے۔ اور کھانے۔ پینے۔ پہننے کی چیزوں میں سے بعضوں کو مُباح اور تھوڑوں کو حرام کیا ہے۔ اور وہ بھی بندوں کی بہتری اور فائدے کے لئے ✤

مثلاً ایک بدمزہ اور پُرضرر شراب کو حرام کیا ہے۔ تو اس کے عوض میں بشیار فائدہ مند اور خوش ذائقہ اور خوشبودار شربتوں کو مُباح کیا ہے۔ عرق لونگ اور عرق دارچینی میں باوجود ان کے خوش مزہ اور خوشبودار ہونے کے اس قدر فائدے اور نفعے ہیں کہ بیان سے باہر ہیں۔ بھلا کڑوی۔ اور بدمزہ بُندبُو۔ بدبُو۔ ہوش کو دُور کرنے والی اور پُرخطر چیز کو خوشبودار اور خوشگوار چیز سے کیا مناسبت ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اس کے علاوہ وہ فرق جو حلال حرام ہونے کے باعث پیدا ہوتا ہے جُدا ہے۔ اور وہ تمیز جو خدائے تعالے کی رضامندی اور اس کی نارضامندی کی وجہ سے ظاہر ہوتی ہے وہ الگ ہے ✤

اور اگر بعض ریشمی کپڑوں کو حرام کیا ہے تو کیا ڈر ہے جب کہ کئی قسم کے قیمتی اور زیب و زینت والے کپڑے اس کے عوض حلال کئے ہیں۔ اور پشمینہ کا لباس جو عام طور پر مباح کیا ہے ریشمی لباس سے کئی درجے بہتر ہے۔ باوجود اس کے ریشمی لباس کو عورتوں پر مُباح فرمایا ہے کہ اس کے نفعے بھی مردوں کو ہی کو پہنچتے ہیں۔ اور یہی حال چاندی اور سونے کا ہے کہ ان سے عورتوں کے زیور مردوں ہی کے لئے بنتے ہیں۔ اگر کوئی بے انصاف باوجود اس آسانی اور سہولت کے مشکل اور دشوار جانے تو وہ دلی مرض میں مُبتلا اور باطنی بیماری میں گرفتار ہے۔ بہت سے ایسے کام ہیں جن کا ذکر کرنا تندرستوں پر نہایت ہی آسان ہے۔ لیکن کمزوروں پر نہایت ہی مشکل ہے۔ اور مرض قلبی سے مراد آسمانی نازل ہوتے ہوئے احکام کے ساتھ دلی یقین کا نہ ہونا ہے۔ اور یہ تصدیق جو رکھتے ہیں، صرف تصدیق کی صورت ہے نہ کہ تصدیق کی حقیقت۔ اور تصدیق کی حقیقت کے حاصل ہونے کی علامت احکام شرعیہ کے بجالانے میں آسانی کا ثابت ہونا ہے۔ وَبِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقَتَادِ یعنی بیفائدہ رنج اٹھانا ہے ✤

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِينَ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ اللّٰهُ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ يُنِيبُ مشرکوں پر یہ بات بہت ہی بھاری ہے جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے۔ اللہ اپنے رسولوں میں سے جس کو چاہتا ہے برگزیدہ کرلیتا ہے اور جو اس کی طرف رجوع کرتا ہے اس کو اپنی طرف ہدایت دیتا ہے ✤

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ

الصَّلٰوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا اور حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا ۔

مکتوب ۱۹۲

ایک استفسار کے جواب میں جو اس بارہ میں کیا گیا تھا کہ آپ مقام رنگین میں جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے برتر ہے ، گئے تھے ۔ شیخ بدیع الدین سہارنپوری کی طرف لکھا ہے :-

میرے عزیز اور سعادتمند بھائی نے دریافت فرمایا تھا کہ گیارھویں عرضداشت میں جو حضرت خواجہ (باقی باللہ) قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں لکھا تھا ، ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک ایسے رنگین مقام میں پہنچنا میسر ہوا ۔ جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے برتر ہے ۔ اس کلام کے کیا معنے ہیں ۔

اے بھائی خدا تجھے ہدایت دیوے ۔ جان لے کہ ہم ہرگز تسلیم نہیں کرتے کہ یہ عبارت تفضیل کو مستلزم ہے ۔ جب کہ لفظ ہم بھی واقع ہوا ہے ۔ اور اگر تسلیم کیا جاوے تو میں کہتا ہوں کہ یہ بات اور دوسری باتیں جو اس عرضداشت میں واقع ہوئی ہیں ۔ ان واقعات میں سے جو اپنے پیر کی طرف لکھے ہیں ۔ اور اس گروہ میں یہ بات ثابت ومقرر ہے کہ جو کچھ ظاہر ہوتا ہے خواہ صحیح ہو یا غلط بے تحاشا اپنے پیر کی طرف ظاہر کرتے رہیں ۔ کیونکہ غیر صحیح میں بھی تاویل وتعبیر کا احتمال ہے ۔ پس اس کے ظاہر کرنے سے چارہ نہیں ۔ اور جس بات کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس کے معنے کے لحاظ سے اس میں کوئی ممنوع لازم نہیں آتا ۔ اور دوسرا اصل یہ ہے کہ بزرگوں نے تجویز فرمایا ہے کہ جزئیات میں سے کسی جزئی میں نبی کے سوا کسی اور کو نبی پر فضیلت ثابت ہو جاوے تو کچھ ڈر نہیں بلکہ ایسا ہونا واقع ہے ۔ جیسے کہ شہدا کے بارہ میں ایسی ایسی زیادتیں واقع ہوئی ہیں جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام میں نہیں ہیں ۔ لیکن باوجود اس امر کے کلی فضیلت نبی کے لئے ہے علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام ۔

اس لحاظ سے اگر نبی کے سوا غیر کا سیر ان جزئی کمالات میں واقع ہو جاوے اور اپنے آپ کو اس مقام میں بلند تر معلوم کرے تو بھی جائز ہے ۔ اگرچہ اس مقام کا حاصل ہونا اس کو نبی کی متابعت کے سبب سے ہے ۔ اور نبی کو بھی اس مقام سے حدیث مَنْ سَنَّ سُنَّۃً حَسَنَۃً فَلَہٗ اَجْرُھَا وَاَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِھَا (جس نے کسی اچھی سنت کو جاری کیا اس کے لئے اس کا اور اس کے ساتھ عمل کرنے والے کا

بھی اجر ہے) کے موافق کامل حصہ ہے۔ پس جب غیر نبی کے لئے جزئی فضل نبی پر جائز ہوا۔ تو نبی کے سوا غیر پر بطریق اولے جائز ہوگا۔ پس کچھ اشکال نہ رہا۔ والسلام۔

مکتوب ۱۹۳

فرقہ اہل سنت و جماعت کی رائوں کے موافق عقاید کو درست کرنے اور احکام فقہیہ یعنی حلال و حرام و فرض و واجب و سنت و مندوب و مکروہ (جن کا علم فقہ ذمہ دار ہے) کے سیکھنے کی ترغیب ہیں۔ اور اسلام کی غربت اور اس کی تائید و ترقی کے لئے برانگیختہ کرنے کے بیان میں سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُ تَعَالٰى نَاصِرُكُمْ وَيُعِيْنُكُمْ عَلٰى كُلِّ مَا يُعِيْبُكُمْ وَيَشِيْنُكُمْ حق تعالے اس چیز پر جو آپ کو عیب وار اور داغ دار کرے آپ کا مددگار اور معاون رہے۔

ارباب تکلیف پر پہلے نہایت ضروری ہے کہ علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی رائوں کے موافق اپنے عقاید کو درست کریں۔ کیونکہ عاقبت کی نجات انہی بزرگواروں کی بےخطا رائوں کی تابعداری پر موقوف ہے۔ اور فرقہ ناجیہ بھی یہی لوگ اور ان کے تابعدار ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کے طریق پر ہیں۔ اور ان علوم سے جو کتاب و سنت سے حاصل ہوئے ہیں وہی معتبر ہیں جو ان بزرگواروں نے کتاب و سنت سے اخذ کئے ہیں اور سمجھے ہیں۔ کیونکہ ہر بدعتی و گمراہ بھی اپنے فاسد عقاید کو اپنے خیال فاسد میں کتاب و سنت ہی سے اخذ کرتا ہے پس ان کے مفہوم معانی میں کسی معنی پر اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ اور ان عقاید حقہ کی درستی کے لئے امام اجل نور پشتی کا رسالہ بہت مناسب اور آسان فہم ہے۔ اپنی مجلس شریف میں اس کا ذکر کرتے رہا کریں۔ لیکن رسالہ مذکورہ چونکہ استدلال پر مشتمل ہے۔ اور اس میں طول و بسط بہت ہے۔ اس لئے کوئی ایسا رسالہ جو صرف مسائل ہی کو شامل ہو۔ بہتر اور مناسب ہے اسی اثنا میں فقیر کے دل میں گذرا کہ اس بارہ میں ایک ایسا رسالہ لکھے جو اہل سنت و جماعت کے عقاید پر مشتمل ہو۔ اور سہل المأخذ ہو۔ اگر ہو سکا تو جلدی ہی لکھ کر خدمت میں بھیجا جاویگا۔

ان عقاید کے درست کرنے کے بعد حلال و حرام و فرض و واجب و سنت و مندوب و مکروہ (جن کا علم فقہ متکفل ہے) کا سیکھنا اور اس علم کے مطابق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ بعض طالبوں کو فرمائیں

کہ فقہ کی کتاب جو فارسی عبارت میں ہو مثل مجموعہ خوانی اور عمدۃ الاسلام کے مجلس میں پڑھتے رہا کریں۔ اور اگر نعوذ باللہ ضروری اعتقادی مسئلوں میں سے کسی مسئلہ میں خلل پڑ گیا۔ تو نجات آخرت کی دولت سے محروم ہو گیا۔ اور اگر عملیات میں سستی واقع ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ توبہ ہی سے معاف کر دیں۔ اور اگر مواخذہ بھی کرینگے تو پھر بھی نجات تو ہو ہی جائیگی۔ پس عمدہ کام عقاید کا درست کرنا ہے +

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر تمام احوال و مواجید کو ہمیں دیدیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت وجماعت کے عقاید کے ساتھ آراستہ نہ کریں تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے۔ اور اگر تمام خرابیوں کو ہم پر جمع کر دیں۔ لیکن ہماری حقیقت کو اہل سنت وجماعت کے عقاید سے نوازش فرمائیں۔ تو پھر کچھ خوف نہیں رکھتے +

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمْ عَلٰى طَرِيْقَتِهِمُ الْمَرْضِيَّةِ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْبَشَرِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو سید البشر علیہ وآلہ الصلوات والسلام کی طفیل طریقہ پسندیدہ پر ثابت قدم رکھے +

ایک درویش لاہور کی طرف سے آیا ہوا تھا۔ اس نے بیان کیا کہ شیخ جیو پرانی منڈی کی جامع مسجد میں نماز جمعہ کے لئے حاضر ہوئے تھے۔ اور میاں رفیع الدین نے ان کی التفات کے اظہار کے بعد کہا کہ نواب شیخ جیو نے اپنی حویلی میں جامع مسجد بنائی ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک حق تعالیٰ ان کو زیادہ توفیق عنایت فرمائے۔ مخلصوں اور یاروں کی اس قسم کی باتیں سنکر بہت ہی خوشی حاصل ہوتی ہے +

میرے سیادت پناہ مکرم! آج اسلام بہت غریب ہو رہا ہے۔ آج اس کی تقویت میں ایک جیتل کا صرف کرنا کروڑہا روپیوں کے بدلے قبول کرتے ہیں۔ دیکھیں کونسے بہادر کو اس دولت عظمیٰ سے مشرف فرماتے ہیں۔ دین کی ترقی اور مذہب کی تقویت ہر وقت خواہ کسی سے وقوع میں آئے بہتر اور زیبا ہے۔ لیکن اس وقت میں کہ اسلام غریب ہوتا جاتا ہے۔ اہل بیت کے آپ جیسے جوانمردوں سے نہایت ہی زیبا اور خوب ہے۔ کیونکہ یہ دولت آپ جیسے بزرگوں کے خاندان کی خانہ زاد ہے۔ اس کا تعلق آپ سے ذاتی ہے اور دوسروں سے عارضی حقیقت میں نبی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی وراثت اسی عظیم القدر امر کے حاصل کرنے میں ہے۔ حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اصحاب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تم ایسے زمانہ میں موجود ہوئے

کہ اگر اوامر و نواہی میں سے دسویں حصہ کو ترک کرو تو ہلاک ہو جاؤ۔ اور تمہارے بعد ایسے لوگ آئینگے کہ اگر اوامر و نواہی میں سے دسویں حصہ کو بجا لائینگے تو خلاصی پائینگے۔ اب یہ وقت وہی وقت ہے اور یہ لوگ وہی لوگ ہیں ؎

گوئے توفیق و سعادت درمیاں افگندہ اند   کس بمیداں درنمے آید سواراں را چہ شد

ترجمہ ؎ پڑا میدان میں ہے گیند توفیق سعادت کا
ہوا کیا ہے سواروں کو کوئی آگے نہیں بڑھتا

کافر لعین گوبند اور اس کی اولاد کا مارا جانا بہت خوب ہوا۔ اور ہنود مردود کی بڑی شکست کا باعث ہوا۔ خواہ کسی نیت سے اُس کو قتل کیا ہو۔ اور خواہ کسی غرض سے اُس کو ہلاک کیا ہو۔ بہرحال کفار کی خواری اور اہل اسلام کی ترقی ہے۔

اس فقیر نے اس کافر کے قتل ہونے سے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ بادشاہ وقت نے شرک کے سر کی کھوپری کو توڑا ہے۔ واقعی وہ بہت بُت پرست اہل شرک کا رئیس اور اہل کفر کا امام تھا۔ خَذَلَهُمُ اللّٰهُ تَعَالٰی اللہ تعالےٰ اُس کو خوار کرے۔

اور دین و دنیا کے سردار علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی بعض دعاؤں میں اہل شرک کو اس عبارت میں لعنت و نفرین فرمائی ہے:۔

اَللّٰهُمَّ شَتِّتْ شَمْلَهُمْ وَفَرِّقْ جَمْعَهُمْ وَخَرِّبْ بُنْيَانَهُمْ وَخُذْهُمْ اَخْذَ عَزِيْزٍ مُّقْتَدِرٍ یا اللہ تو ان کی جمعیت کو پراگندہ کر اور ان کی جماعت میں تفرقہ ڈال اور ان کے گھروں کو ویران کر اور ان کو ایسا پکڑ جیسے غالب طاقتور پکڑتا ہے۔

اسلام اور اہل اسلام کی عزت، کفر اور اہل کفر کی خواری میں ہے۔ جزیہ سے مقصود کفار کی خواری اور اُن کی اہانت ہے جس قدر اہل کفر کی عزت ہو، اسی قدر اسلام کی ذلت ہے اس سررشتہ کو اچھی طرح نگاہ رکھنا چاہیئے۔ اکثر لوگوں نے اس سررشتہ کو گم کر دیا ہے۔ اور بدبختی سے دین کو برباد کر دیا ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یَآ اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کر اور ان کے ساتھ سختی سے معاملہ کر۔

کفار کے ساتھ جہاد کرنا اور ان پر سختی کرنا دین کی ضروریات میں سے ہے۔ کفر کی باقی رسمیں جو پہلے زمانہ میں پیدا نہ ہوئی تھیں۔ اس وقت کہ بادشاہ اسلام کو اہل کفر کے ساتھ وہ

وہ توجہ نہیں رہی مسلمانوں کے دل اس سے بہت پشیمان ہیں۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ پادشاہ اسلام کو ان بدمذہبوں کی رسموں کی برائی سے اطلاع بخشیں۔ اور ان کے دُور کرنے میں کوشش کریں شاید پادشاہ کو ان بدعات یا رسوم کی برائی کا علم نہ ہو۔ اور اگر وقت کے لحاظ سے مناسب سمجھیں تو بعض علمائے اہل اسلام کو اطلاع دیں تاکہ وہ آکر اہل کفر کی برائی ظاہر کریں۔ کیونکہ احکام شرعی کی تبلیغ کے لئے خوارق و کرامات کا اظہار کرنا کچھ درکار نہیں۔ قیامت کے دن کوئی عذر نہ سنینگے کہ نصرت کے بغیر احکام شرعی کی تبلیغ نہیں کی ❊

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو بہترین موجودات سے ہیں جب احکام شرعی کی تبلیغ کرتے تھے۔ اور امت کے لوگ معجزہ طلب کرتے تھے۔ تو فرماتے تھے کہ معجزات خدا کی طرف سے ہیں ہم پر احکام کا پہنچانا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس وقت شاید حق تعالیٰ ایسا امر ظاہر کردے جو ان لوگوں کے حق ہونے کے اعتقاد کا باعث ہو جائے۔ بہرحال مسائل شرعیہ کی حقیقت سے اطلاع دینا ضروری ہے۔ جب تک یہ واقع نہ ہو۔ اس امر کی ذمہ داری علما اور پادشاہ کی بارگاہ کے مقربوں پر ہے۔ یہ کس قدر بڑی سعادت ہے کہ اس گفتگو میں کسی جماعت کو تکلیف نہ پہنچے ❊

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے احکام کی تبلیغ میں کونسی تکلیفیں ہیں جو برداشت نہیں کیں۔ اور کیسی کیسی مصیبتیں ہیں جو ان کے پیش نہیں آئیں ❊

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بہتر و مہتر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ مَا اُوْذِیَ نَبِیٌّ مِثْلَ مَا اُوْذِیْتُ کسی نبی کو ایسی ایذا نہیں پہنچی جیسی کہ مجھے ایذا پہنچی ہے ؎

عمر بگذشت و حدیث عشق ما آخر نہ شد شب بآخر شد کنوں کوتاہ کنم افسانہ را

ترجمہ ؎ عمر گذری پر نہ قصہ عشق کا پورا ہوا
رات آخر ہو گئی اب چھوڑتا ہوں ماجرا والسلام ❊

مکتوب ۱۹۴

ملت کی ترقی اور دین کی تائید کی ترغیب میں اور اس کے متعلق بیان میں صدر جہان کی طرف لکھا ہے:۔

سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَعَافَاکُمْ حق تعالےٰ آپ کو سلامت و عافیت سے رکھے۔ احکام شرعیہ کے جاری ہونے اور مذہب مصطفوی علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں

کی غواری کی باتیں سن کر اتم زدہ مسلمانوں کے دل کو خوشی اور روح کی تازگی حاصل ہوئی۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کا حمد اور اس کا احسان ہے۔ اور اللہ مالک قدیر سے سوال ہے کہ اپنے نبی بشیر و نذیر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل اس بڑے کام میں زیادتی بخشے۔ مجھے یقین ہے کہ اسلام کے مقتدا یعنی سادات عظام اور علمائے کرام خلوت و جلوت میں اس دین متین کی زیادتی اور اس صراط مستقیم کی تکمیل کے درپے ہونگے۔ بھلا کوئی بے سروسامان اس بارہ میں کیا دم مارے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ بادشاہ اسلام اسلامی استعداد کی خوبی سے علما کا خواہاں ہے۔ الحمد للہ علیٰ ذالک ؛

آپ کو معلوم ہے کہ زمانہ سابق میں جو فساد پیدا ہوا تھا۔ وہ علما ہی کی کمبختی سے ظہور میں آیا تھا۔ اس بارہ میں امید ہے کہ پورا پورا تتبع مدنظر رکھ کر علمائے دیندار کے انتخاب کرنے میں پیشدستی کرینگے۔ علمائے بددین کے چور ہیں۔ ان کا مقصود و ہمت تن یہ ہے کہ خلق کے نزدیک مرتبہ و ریاست و بزرگی حاصل ہو جائے۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ مِنْ فِتْنَتِہِمْ اللہ تعالیٰ ان کے فتنہ سے بچائے۔ ہاں ان میں سے جو بہتر ہیں۔ وہ سب خلقت سے اچھے ہیں۔ کل قیامت کے دن ان کی سیاہی کو فی سبیل اللہ شہیدوں کے خون کے ساتھ تولینگے۔ اور ان کی سیاہی کا پلہ بھاری ہو جائیگا شَرُّ النَّاسِ شَرُّ الْعُلَمَاءِ وَخَیْرُ النَّاسِ خَیْرُ الْعُلَمَاءِ سب لوگوں میں سے برے برے عالم ہیں۔ اور سب خلقت سے اچھے اچھے عالم ہیں ؛

دوسری التماس یہ ہے کہ بعض نیتیں یاد کرتی ہیں کہ اپنے آپ کو لشکر میں پہنچاوے۔ لیکن ماہ مبارک رمضان کے نزدیک آنے کے باعث حضرت دہلی میں ٹھیرنے کا اتفاق ہو گیا ہے انشاء اللہ اس مبارک مہینے کے گذرنے کے بعد ان عزیزوں کی خدمت میں حاضر ہو جاونگا۔ والسلام ؛

مکتوب ۱۹۵

شریعت کی ترقی پر ترغیب دینے اور اسلام اور اہل اسلام کی کمزوری پر افسوس ظاہر کرنے کے بیان میں صدر جہاں کی طرف لکھا ہے :-

سَلَّمَکُمُ اللّٰہُ وَاَبْقَاکُمْ حق تعالیٰ آپ کو سلامت اور باقی رکھے۔ بادشاہوں کا احسان چونکہ تمام خلقت کو حاصل ہے اس لئے مخلوقات کے دل اس مضمون کے موافق کہ جُبِلَتِ الْخَلَائِقُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْہِمْ مخلوقات اپنے محسن کی محبت پر پیدا کی گئی ہے اپنے محسنوں کی طرف مائل ہے۔ پس بادشاہوں کا جتنا جتنا احسان عام لوگوں پر پہنچتا ہے۔ اس ارتباط

اور تعلق کے باعث انتہاہی پادشاہوں کے نیک اور بُرے اخلاق اور بُرے اور بھلے عادات لوگوں میں اثر کرتے جاتے ہیں۔ اسی سبب سے فرماتے ہیں کہ اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِهِمْ لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہیں۔ گذشتہ زمانہ کے کاروبار اس بات کے مصداق ہیں ٭

اب جب کہ سلطنتوں میں انقلاب پڑ گیا ہے۔ اور دشمنی اور فساد نے اہل مذہب کو بگاڑ دیا ہے اسلام کے پیشواؤں یعنی بڑے وزیروں اور امیروں اور بزرگ عالموں پر لازم ہے کہ اپنی تمام ہمت کو روشن شریعت کی ترقی میں لگائیں۔ اور سب سے اوّل اسلام کے گرے ہوئے ارکان کو قائم کریں۔ کیونکہ تاخیر میں خیریت ظاہر نہیں ہوتی۔ اور غریبوں نے دل اس تاخیر سے نہایت بیقرار ہیں گذشتہ زمانہ کی سختیاں ابھی تک مسلمانوں کے دلوں میں برقرار ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ ان کا تدارک نہ ہوسکے اور اسلام کی غربت اس سے بھی زیادہ ہوجائے۔ جب پادشاہ سنّت سنیہ مصطفویہ علےٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام کی ترقی میں سرگرم نہ ہوں اور پادشاہ کے مقرب بھی اس بارہ میں اپنے آپ کو الگ رکھیں۔ اور چند روزہ زندگانی کو عزیز سمجھیں تو پھر اہل اسلام بیچاروں پر زمانہ بہت ہی تنگ ہوجائیگا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رَاجِعُوْنَ۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں ؎

آنچہ از من گم شدہ گر از سلیماں گم شدے ہم سلیماں ہم پری ہم اہرمن بگریستے

ترجمہ ؎ ہوا جو مجھ سے ہے گم گر سلیماں سے وہ گم ہوتا
سلیماں بھی پری بھی دیو بھی ہر ایک خوں روتا

؎ صُبَّتْ عَلَیَّ مَصَائِبُ لَوْ اَنَّهَا صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا

ترجمہ ؎ پڑی ایسی مصیبت آ کے مجھ پر پڑے گردوں پہ بن جائے سیاہ رات

اسلامی نشانوں میں سے ایک نشان اسلامی شہروں میں قاضیوں کا مقرر کرنا ہے۔ جو گذشتہ زمانہ میں محو ہوگیا تھا۔ سرہند میں جو اہل اسلام کے بڑے شہروں میں سے ہے کئی سال سے کوئی قاضی نہیں ٭

حامل رقیمہ ہذا قاضی یوسف کے باپ دادا جب سے سرہند آباد ہوا ہے۔ قاضی ہوتے چلے آئے ہیں۔ چنانچہ پادشاہوں کے اسناد بہت اس کے پاس ہیں۔ اور صلاح و تقویٰ سے بھی آراستہ ہے۔ اگر بہتر سمجھیں تو اس عظیم الشان کام کو اس کے حوالہ فرمائیں ٭

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی وَاِیَّاکُمْ عَلٰی جَادَّةِ الشَّرِیْعَةِ الْحَقَّةِ عَلٰی مَصْدَرِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّةُ۔ اللہ تعالےٰ ہم کو اور آپ کو شریعت حقہ علےٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسلام

کے سید سے راستہ پر ثابت قدم رکھے ✦

مکتوب ۱۹۶

اس بیان میں کہ وہ راستہ جس کو ہم طے کرنے کے درپے ہیں۔ سب سات قدم ہے۔ اور ہر قدم پر سالک اپنے آپ سے دُور اور حق سُبحانہٗ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے منصُور عرب کی طرف لکھا ہے :-

آپ کا مرحمت نامہ بڑے نیک وقت میں پہنچا۔ اللہ تعالےٰ کا حمد اور اس کا احسان ہے کہ خاص لوگ عام لوگوں کی یاد سے فارغ نہیں ہیں۔ اور بزرگ لوگ غریبوں کی غمخواری سے خالی نہیں ہیں۔ جَزَاکُمُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنَّا خَیْرَ الْجَزَاءِ حق تعالےٰ آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا کرے ✦

میرے مخدوم : ع

از ہر چہ میرود سخن دوست خوشتر است

ترجمہ ع بیاں جو کچھ کیا جائے کلام یار بہتر ہے۔

یہ راہ جس کے طے کرنے کے ہم درپے ہیں۔ سب سات قدم ہے۔ دو قدم عالم خلق سے تعلق رکھتے ہیں اور پانچ عالم امر سے ✦

پہلے قدم پر جو سالک عالم امر میں لگاتا ہے تجلّی افعال ظاہر ہوتی ہے۔ اور دوسرے قدم پر تجلّی صفات۔ اور تیسرے قدم پر تجلّیاتِ ذاتیہ کا ظہور شروع ہونے لگتا ہے۔ پھر اس کے بعد درجہ بدرجہ ترقی ہوتی جاتی ہے۔ جیسے کہ اس حال کے جاننے والوں پر پوشیدہ نہیں لیکن یہ سب کچھ حضرت سیّد اوّلین و آخرین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر منحصر ہے۔ اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ یہ راہ صرف دو قدم ہے۔ اس سے ان کی مراد مختصر طور پر عالم خلق اور عالم امر ہے۔ تاکہ طالبوں کی نظر میں یہ کام آسان دکھائی دے ✦

ان سات قدموں میں سے ہر ایک قدم پر سالک اپنے آپ سے دُور ہوتا جاتا ہے اور حق تعالےٰ کے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ اور ان قدموں کے طے کرنے کے بعد فنائے اتم ہے جس پر بقائے اکمل مترتب ہے۔ اور ولایت خاصہ محمدیہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا حاصل ہونا اس فنا و بقا پر موقوف ہے ع

این کار دولت است کنون تا کرا دہند

ترجمہ ۴ بڑی اعلےٰ ہے یہ دولت ملا اب دیکھئے کس کو

ہم نامراد فقیروں کو اس قسم کی باتوں سے کیا مناسبت ہے۔ سوائے اس کے کہ اہل کمال کے زلال سے اپنے کام و دہاں کو سیراب و شیریں کریں ؎

گر ندارم از شکر جز نام بہر
زیں بسے خوش تر کہ اندر کام زہر

آسماں نسبت بعرش آمد فرود
ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

ترجمہ ۵ گرچہ شکر سے ہیں حاصل ہے نام
زہر سے بہتر ہے پر لے نیک نام

عرش سے نیچے ہے گرچہ آسماں
لیک ہے اونچا زمیں سے ایجواں

والسلام اولاً و آخراً ۔

مکتوب ۱۹۷

اس بیان میں کہ سعادتمند وہ شخص ہے جس کا دل دنیا سے سرد ہو گیا ہو۔ اور حق تعالےٰ کی محبت کی گرمی سے گرم ہو۔ اور اس کے مناسب بیان میں پہلوان محمود کی طرف لکھا ہے :-

ثَبَّتَنَا اللهُ سُبْحَانَهٗ عَلٰی جَادَةِ الشَّرِیْعَةِ۔ اللہ تعالےٰ آپ کو شریعت کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے ۔

سعادتمند وہ آدمی ہے جس کا دل دنیا سے سرد ہو گیا ہو۔ اور حق سبحانہ کی محبت کی گرمی سے گرم ہو گیا ہو۔ دنیا کی محبت تمام گناہوں کی جڑ ہے اور اس کا ترک کرنا تمام عبادتوں کا سردار کیونکہ دنیا حق تعالےٰ کی مغضوبہ ہے۔ اور جب سے اس کو پیدا کیا ہے اس کی طرف نہیں دیکھا۔ دنیا اور دنیا دار طعن و ملامت کے داغ سے داغدار ہیں ۔

حدیث شریف میں ہے اَلدُّنْیَا مَلْعُوْنٌ وَّمَلْعُوْنٌ مَا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللهِ دنیا ملعون ہے اور جو کچھ اس میں ہے وہ بھی ملعون ہے مگر اللہ کا ذکر۔ جب ذاکر بلکہ اس کے وجود کا ہر ایک رونگٹا اللہ کے ذکر سے پر ہے تو وہ اس وعید سے خارج ہیں۔ اور دنیا داروں کے شمار میں نہیں۔ کیونکہ دنیا وہ چیز ہے جو دل کو حق تعالےٰ کی طرف سے ہٹا رکھے اور اس کے غیر کے ساتھ مشغول کردے۔ خواہ وہ مال و اسباب ہو۔ خواہ جاہ و ریاست۔ خواہ ننگ و ناموس۔ فَاَعْرِضْ

عَنْ مَّنْ تَوَلّٰی عَنْ ذِکْرِنَا (منہ موڑ لے اس شخص سے جس نے ہمارے ذکر سے منہ موڑا) نص قاطع ہے جو کچھ دنیا کی قسم سے ہے۔ وہ بلائے جان ہے۔ اہل دنیا، دنیا میں ہمیشہ کے لئے تفرقہ میں ہیں اور آخرت میں حسرت و ندامت والوں میں سے۔ دنیا کے ترک کی حقیقت سے مراد اس میں رغبت کا ترک کرنا ہے۔ اور رغبت کا ترک کرنا اس وقت ثابت ہوتا ہے جب کہ اس کا ہونا اور نہ ہونا برابر ہو جائے۔ اور اس مطلب کا حاصل ہونا جمعیت والے لوگوں کی صحبت کے بغیر مشکل ہے۔ ان بزرگوں کی صحبت اگر حاصل ہو جائے تو غنیمت جاننا چاہیئے۔ اور اپنے آپ کو ان کے سپرد کرنا چاہیئے میاں شیخ مزمل کی صحبت بیشک آپ کے لئے غنیمت ہے۔ اور اس قسم کے عزیز الوجود عنقاء سرخ گندھک یعنی اکسیر سے زیادہ نایاب ہیں۔ لیکن اہل کرم کا طریقہ ایثار یعنی غیر کی حاجت کو اپنی حاجت پر مقدم رکھنا ہے۔ اگر چند روز کے لئے میاں شیخ مزمل کو رخصت فرمائیں۔ تو بہتر ہے کام سے فارغ ہو کر انشاء اللہ واپس چلے جائیں گے۔ اور غائبانہ اخلاص سے بھی آپ کو حضور کا سا کام دیگا۔ زیادہ لکھنا سر درد ہے ۔

رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِيَّاكُمُ الْاِسْتِقَامَةَ عَلٰى مُتَابَعَةِ سَيِّدِ الْبَشَرِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَتَمُّهَا وَمِنَ التَّحِيَّاتِ اَكْمَلُهَا حق تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت سید البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر استقامت عطا فرماوے۔ والسلام والاکرام ۔

مکتوب ۱۹۸

اس بیان میں کہ فقیروں کی دوستی دولتمندوں کے ساتھ اس زمانہ میں بہت مشکل ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں خان خاناں کی طرف لکھا ہے :۔

فتوحات مکیہ فتوحات مدنیہ کی کنجی ہوں بحرمت النبی وآلہ الامجاد علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام آپ کا بزرگ محبت نامہ جو فقیر کے نام ارسال فرمایا تھا پہنچا۔ بڑی محبت کا باعث ہوا۔ آپ کو مبارک ہو۔ میرے مخدوم! فقیروں کو دولتمندوں کے ساتھ محبت یگانگی اس زمانہ میں بہت مشکل ہے۔ کیونکہ اگر فقرا کچھ کہنے یا لکھنے میں تواضع اور حسن خلق جو فقرا کے لوازم میں سے ہے ظاہر کرتے ہیں تو کوتاہ اندیش لوگ اپنی بدظنی سے خیال کرتے ہیں کہ طامع اور محتاج ہیں اس لئے اس بدظنی سے دنیا و آخرت کا خسارہ حاصل کرتے ہیں اور ان کے کمالات سے محروم رہتے ہیں۔ اگر فقرا استغنا اور لاپروائی سے کہ یہ بھی لوازم فقر سے ہے کوئی بات کریں تو کوتہ نظر اپنی بدخلقی سے قیاس کرتے ہیں کہ متکبر اور بدخلق ہیں اور نہیں جانتے کہ استغنا بھی لوازم فقر سے ہے کیونکہ جمع ضدین اس جگہ محال نہیں ہے ۔

حضرت ابو سعید خراز رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ عَرَفْتُ رَبِّی بِجَمْعِ الْاَضْدَادِ میں نے اپنے رب کو ضدوں کے جمع ہونے سے پہچانا۔ اگرچہ اہل نظر اس مقدمہ کو قبول نہیں کرتے اور انکار کرتے ہیں لیکن کچھ غم نہیں۔ کیونکہ ولایت نظر و عقل کی سمجھ سے بالاتر ہے۔ باقی احوال کو مفصل طور پر میر مولانا عرض کرینگے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ اور سلام ہو اُس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی۔

مکتوب ۱۹۹

ورد اور مشغولی کے قبول فرمانے میں جس کی طلب کی گئی تھی مُلّا محمد امین کابلی کی طرف لکھا ہے:-

مبارک خط جو محبت و اخلاص کی زیادتی سے بھرا ہوا اور دوستی و خلوص پر شامل تھا پہنچا اور خوشی کا باعث ہوا۔ حق تعالیٰ آپ کو عافیت بخشے۔ آپ نے چونکہ کسی ورد کی طلب ظاہر کی تھی۔ اس لئے برادر سعادتمند مولانا محمد صادق کو بھیجا گیا ہے۔ تاکہ اس طریقہ علیہ کے ذکر میں آپ کو مشغول کریں اور جو کچھ فرمائیں اس کے بجالانے میں بڑی کوشش کریں۔ اُمید ہے کہ بہت فائدے حاصل ہونگے۔ چونکہ ذکر کا تلقین کرنا صرف لکھنے ہی سے کافی نہ تھا اور حضور اور صحبت سے تعلق رکھتا تھا۔ اس لئے برادر مذکور کو بھیجنے کی تکلیف دیگئی ہے۔ والسلام۔

مکتوب ۲۰۰

نفحات کی مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں جن کی تشریح طلب کی گئی تھی ملا شکیبی اصفہانی کی طرف لکھا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِهِ الطَّاهِرِیْنَ اللہ رب العالمین کا حمد ہے اور سید المرسلین اور اُن کی آل پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

آپ نے فرمایا تھا کہ نفحات کی عبارتوں کی جو وقتی مشکل ہے شرح کیجاوے اس لئے چند باتیں لکھنے پر دلیری کی۔

میرے مخدوم و مکرم! عین القضاۃ ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ ان لوگوں کا حال بیان کرتے ہوئے جو بغیر کسی رہبر کے نامسلوک راہ پر چلے، فرماتے ہیں کہ اُن میں سے بعض کو مغلوبی نے اپنی پناہ میں نگاہ رکھا اور مستی ان کے سر کی سائبان ہوگئی اور جو کوئی ہاتمیز تھا اس کے سر کو قطع کردیا۔"

راہ سلوک سے مراد وہ اللہ علم طریق سلوک اور دس مشہور مقامات کا ترتیب وار اور مفصل طور پر طے کرنا ہے۔ اور اس طریق میں نفس کا تزکیہ قلب کے تصفیہ پر مقدم ہے۔ اور اس میں انابت و توبہ ہدایت کی شرط ہے۔ اور راہ ناسلوک سے مراد جذبہ اور محبت کا طریق ہے۔ اور اس میں تصفیہ قلب تزکیہ نفس پر مقدم ہے۔ اور یہ اجتبا کا راستہ ہے جس میں انابت و توبہ کی شرط نہیں۔ اور یہ طریق محبوبوں اور مرادوں کا طریق ہے برخلاف پہلے طریق کے کہ وہ محبوں اور مریدوں کا طریق ہے۔

پس ان میں سے بعض جو قوی جذبہ اور محبت کا غلبہ (کہ مغلوبی اور مستی اس سے مراد ہے) رکھتے تھے۔ آفاقی اور انفسی یعنی ظاہری اور باطنی شیطانوں کی شرارت سے محفوظ رہے۔ اور ان کے بہکانے اور گمراہ کرنے سے بچے رہے۔ اگرچہ ان کا کوئی رہبر نہ تھا لیکن فضل ایزدی نے ان کی رہبری فرما کر ان کو مطلوب حقیقی تک پہنچا دیا۔ اور ان میں سے جو ناتمیز تھا یعنی جذبہ کی قوت نہ رکھتا تھا۔ اور محبت کا غلبہ اس کے حق میں مفقود تھا۔ چونکہ کوئی اس کا رہبر نہ تھا اس لئے دین کے دشمنوں نے اس کو رستہ سے بہکا دیا۔ اور اس کو ہلاک کر دیا۔ اور دائمی موت میں اس کو گرفتار کیا۔

اور منجملہ مغلوبوں کے وہ دو ترک تھے، جن کی نسبت حسین قصاب نے رمز و اشارہ سے حکایت کی ہے کہ "میں ایک بڑے قافلہ کے ساتھ ایک رستہ میں جا رہا تھا کہ ناگاہ اس قافلہ سے دو ترک باہر نکل گئے اور ناسلوک رستہ کو اختیار کیا"۔ غرض وہ راستہ جس پر بڑا قافلہ جا رہا تھا وہ راہ سلوک ہے جو مقامات عشرہ مشہورہ کو مفصل اور ترتیب وار قطع کرنے سے طے ہوتا ہے۔ کیونکہ اکثر مشائخ خاص کر متقدمین اسی طریق سے اپنے مقصد تک پہنچے ہیں۔ اور راہ ناسلوک جو اُن دونوں ترکوں نے اختیار کیا۔ اور حسین قصاب نے اس راہ میں ان کی متابعت کی، وہ جذبہ اور محبت کا طریق ہے جو اس مشہور سلوک راہ کی نسبت وصول الی اللہ کے بہت نزدیک ہے۔ اور اس طریق کا مقدمہ لذت اور آرام پانا ہے۔ جو حس سے بے حس ہونے اور شعور سے بے شعور ہونے کا باعث ہے۔ اور اس حالت سے رات مُراد لی ہے۔ اور جب خلق سے بے حس اور بے شعور ہونا حق تعالٰے کے حضور اور شعور کو شامل ہے۔ اس حضور اور شعور کو چاند سے اشارہ فرمایا۔

یہ مقام کچھ بیان کا طالب ہے گوش ہوش سے سُننا چاہئے کہ جسد کا ترتیب کرنیوالا رُوح ہے۔ اور قالب کا تدبیر کرنیوالا قلب ہے۔ قوائے جسدی قوتِ رُوحانی سے حاصل کئے ہوئے ہیں۔ اور حواس قالبی قلب کی نورانیت سے مستفاد ہیں پس ناچار حق تعالٰے کی پاک جناب کی طرف قلب اور رُوح کی توجہ کرنے کے وقت جو طریق جذبہ میں لازم ہے۔ ابتدائے حال میں نقص کا

وقت ہے جسد کی تدبیر اور قالب کی تربیت میں فتور پڑ جاتا ہے۔ جو حس کے بیکار ہونے اور شعور سے بیخبر ہونے کا باعث ہو جاتا ہے۔ اور قوے اور اعضا کی سستی تک پہنچا دیتا۔ اور بے اختیار زمین پر سلا دیتا ہے۔

اس حالت کو شیخ اجل شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہ نے فتوحات مکیہ میں سماع روحی سے تعبیر کیا ہے۔ اور وہ سماع جس میں رقص اور حرکت ہے اس کو طبعی سماع کہا ہے۔ اور اس سے منع کرنے میں بڑا مبالغہ کیا۔ پس ثابت ہوا کہ ظاہری غیبت باطنی حضور کو شامل ہے اور جسد کا بحس ہونا شعور روحی پر مشتمل ہے جس کی تعبیر چاند سے مناسب ہے۔ اب ہم پھر اصل بات کو بیان کرتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ چاند کا سیاہ بادل سے چھپ جانا مراد ہے صفات بشریہ کے ظہور سے جو مبتدیوں کے اس حضور و آگاہی کو پردہ میں چھپا لیتا ہے۔ اور یہ پردہ میں آ جانا احوال کے توسط تک ہی ہے۔ کیونکہ متوسطوں کے لئے یہ استتار نہیں ہے۔ اگرچہ بغیر استتار کے نہیں ہیں اور ہو سکتا ہے کہ انہی معنوں سے کہا ہو کہ جب آدھی رات ہوئی پھر چاند بادل سے نکلا اور ان دو جوانمردوں کے قدموں کے نشان کو معلوم کیا۔ کیونکہ حالت بسط میں جو حضور و آگاہی کا وقت ہے راستہ روشن ہو جاتا ہے اور مسافت زیادہ طے کی جاتی ہے۔ جب صبح ہوئی یعنی وہ غیبت ذہول دور ہو گیا اور وہ حضور و آگاہی زیادہ ہو گئی۔ اور خلق کی تمیز کے ساتھ جمع ہوئی۔ اس ظہور سے کنایہ آفتاب کا طلوع ہونا ہے۔ اور پہاڑ سے مراد بشریت کا وجود ہے جو اس وقت اس پر ظاہر ہوا۔ کیونکہ اس طریق میں نفس کا تزکیہ قلب کے تصفیہ کے بعد ہے۔ اور چونکہ وہ دونوں ترک قوی جذبہ اور محبت کا غلبہ رکھتے تھے۔ اس لئے بہادروں کی طرح بشریت کے پہاڑ پر چڑھ گئے اور ایک دم میں اس کے اوپر جا پہنچے۔ اور ایک قسم کی فنا سے مشرف ہوئے۔ اور حسین قصاب میں چونکہ اس طرح کے جذبہ کی قوت نہ تھی۔ بڑی محنت سے اس پہاڑ پر چڑھا۔ لیکن وہ بھی ان ترکوں کی متابعت کی برکت سے میسر ہوا۔ ورنہ اس کا سر اڑا دیتے اور ہلاک کر دیتے۔

لشکرگاہ اعیان ثابتہ کے مرتبہ سے مراد ہے جو حقائق امکانی کے تعینات اور وجوبی علمی تعین کا جامع ہے کہ بے نہایت خیمے ان تعینات سے کنایہ ہے۔ اور ان کے درمیان ایک بڑا خیمہ جس کو سلطانی خیمہ کہا۔ اس سے تعین علمی وجوبی کی طرف اشارہ ہے۔ اور جب حسین قصاب نے سنا کہ وہ سلطانی خیمہ ہے تو خیال کیا کہ اب مطلب کو پہنچ گیا۔ چاہا کہ سکر و مستی کی سواری سے جس کی مد

کے بغیر یہ راہ طے نہیں ہو سکتا۔ نیچے اترے اور مطلوب کو پا کر آرام کرے۔ ابھی دایاں پاؤں (جو رُوح سے مراد ہے کیونکہ اس راہ تا سلوک میں قلب و رُوح کے پاؤں سے چلتے ہیں نہ علم و عمل کے پاؤں سے کیونکہ یہ راہ سلوک سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور اول جو مستی سے نکلتا ہے یہی رُوح ہے اور پھر قلب جس سے مراد بایاں پاؤں ہے) رکاب سے نکالا ہی تھا کہ اس کے کان میں الہام پہنچا کہ سلطان خیمہ میں نہیں ہے۔ اور واقعی اسی طرح ہے۔ اور حسین قصاب چونکہ جذب کی قوت رکھتا تھا۔ تھوڑی سی بشارت سن کر مستی سے نکل آیا۔ اور وہ دو ترک چونکہ جذب قوی اور غلبہ محبت رکھتے تھے۔ اس قسم کی بشارتوں پر فریفتہ نہ ہوئے۔ اور بہادروں کی طرح اوپر چڑھ گئے۔ حسین قصاب اگر ہزار سال تک بھی انتظار کرے ہرگز سلطان کو خیمہ میں نہ پائیگا۔ کیونکہ وہ وراء الوراء ہے ۔

قولہ۔ گھوڑے پر چڑھ کر شکار کو گیا ہے۔ یعنی خوبصورت مظہروں اور جلوہ گاہوں پر بیٹھا ہے۔ اور عاشقوں کے دلوں کو شکار کر رہا ہے۔ یہ آواز اور یہ بات حسین قصاب کے فہم و سمجھ کے موافق تھی۔ جو تنزل کے طور پر اس سے کہی گئی۔ ورنہ جس جگہ ذات تعالیٰ و تقدس ہے وہاں بیٹھنا اور شکار کے لئے جانا کچھ معنی نہیں رکھتا۔

لاو ہوا زاں سرے روز ہی — باز گشتند و جیب و کیسہ تہی

ترجمہ: دریائے معرفت میں سب نے ہاتھ مارا — لیکن کسی نے اس کا دیکھا نہیں کنارا

اس عبارت سے ایک اور معنی خاطر فاتر میں آئے جو مقام تفرد اور کبریائی کے مناسب ہیں۔ اگرچہ یہ معنی بھی اس پاک بارگاہ جل شانہ کے لائق نہیں ہیں لیکن دوسرے معنوں سے زیادہ بہتر اور مناسب ہیں۔ اور وہ معنی یہ ہیں کہ وحدت پر جو تعین اول ہے اور مرتبہ واحدیت سے بڑھ کر ہے، بیٹھا ہے اور چونکہ مرتبہ وحدت میں تمام علمی اور عینی تعینات کا استہلاک اور فنا ہے۔ اس لئے شکار کو جو وحوش و طیور کے ہلاک کا باعث ہے۔ اس مقام کے مناسب جان کر شکار کے لئے گیا ہوا فرمایا ۔

شیخ محمد معشوق طوسی اور امیر علی عبو بادشاہ کی شکار گاہ میں پہنچ گئے اور اس کا شکار ہو گئے لیکن معشوق طوسی اقدم اور اقرب ہے۔ اور حسین قصاب بادشاہ کے واپس آنے کی امید پر واحدیت کے خیموں ہی میں رہا۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْمُرَادِ وَمَا فِیْہِ مِنَ الصَّوَابِ وَالسَّدَادِ اور حقیقت مراد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے اور بہتری اور صواب اسی کو معلوم ہے ۔

میرے مخدوم طریقہ نقشبندیہ قدس سرہم کے بزرگواروں نے اسی نا سلوک رستہ کو

اختیار کیا ہے۔ اور یہ غیر مقررہ رستہ ان بزرگواروں کے طریقہ میں مقررہ راہ بن گیا ہے۔ اور ہشیار لوگوں کو اسی راہ سے توجہ و تصرف کے ساتھ مطلب تک پہنچاتے ہیں۔ اس طریق کے لئے وصول لازم ہے۔ بشرطیکہ پیر مقتدا کے آداب کو مدنظر رکھا جائے۔ کیونکہ اس طریق میں بوڑھے اور جوان اور عورتیں اور بچے وصول میں برابر ہیں۔ بلکہ مُردے بھی اس دولت سے امیدوار ہیں ❊

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ میں نے حق تعالیٰ سے ایسا طریق مانگا ہے جو بیشک مُوصِل ہے ❊

اور حضرت خواجہ علاؤالدین عطار قدس سرہٗ جو آپ کے پہلے خلیفے ہیں۔ اس معنی میں ایک بیت فرماتے ہیں ؎

گر نشکستی دل دربانِ راز قفل جہاں را ہمہ بکشادمے

ترجمہ اگر نہ ٹوٹتا دل رازداں کا جہاں کے قفل میں سب کھولدیتا

ثَبَّتَنَا اللہُ سُبْحَانَہٗ عَلٰی طَرِیْقَۃِ ھٰؤُلَآءِ الْاَکَابِرِ اللہ تعالیٰ ہم کو ان بزرگواروں کے طریقہ پر ثابت قدم رکھے ❊

مکتوب ۲۰۱

ایک استفسار کے جواب میں کوچک بیگ حصاری کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کا حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ جناب کوچک بیگ حصاری نے پوچھا ہے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ علوم سب کے سب دو تین حرفوں میں مندرج ہیں۔ اس بات کا یقین کریں یا نہ کریں۔ اس کے جواب میں کہا جاتا ہے کہ ظاہرا اس شخص نے علم و سماع اور کتابوں کے مطالعہ کی رُو سے کہا ہوگا۔ کیونکہ متقدمین بزرگوں سے اس قسم کی باتیں سرزد ہوئی ہیں ❊

حضرت امیر کرم اللہ وجہہٗ نے فرمایا ہے کہ تمام علوم بسم اللہ کی با میں مندرج ہیں۔ بلکہ اس با کے نقطہ میں۔ اور اگر وہ شخص اس بات میں کشف کا دعوےٰ کرتا ہے تو اس کا امر دو حال سے خالی نہیں۔ اگر وہ یہ کہے کہ مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ تمام علوم دو تین حرفوں میں عام طور پر مندرج ہیں۔ خواہ ان دو تین حرفوں کو اس کی معلوم کے ساتھ مخصوص کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ تو صدق کا احتمال رکھتا ہے۔ اور اگر کہے کہ سب علوم کو دو تین حرفوں کے ضمن میں مجھ پر منکشف کیا ہے۔ اور سان دو تین

حرفوں کے صفحہ میں تمام علوم کا مطالعہ کرتا ہوں۔ تو وہ جھوٹا مدّعی ہے۔ اس بات کا یقین نہ کرنا چاہیئے وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت پائی اور حضرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۰۲

ان لوگوں کے حال سے افسوس کرنے میں جنہوں نے اپنے آپ کو ان بزرگوں کی سلک ارادت میں داخل کیا ہے۔ اور پھر بے سبب ان بزرگواروں سے قطع کر لیا ہے میرزا فتح اللہ حکیم کی طرف لکھا ہے:۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ عَلَی الطَّرِیْقَۃِ الْمُسْتَقِیْمَۃِ الْمَرْضِیَّۃِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلٰی صَاحِبِھَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ۔ حق تعالےٰ ہم کو اور آپ کو حضرت مصطفےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسندیدہ سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔

ایک دن مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کی غیرت کی نسبت گفتگو ہو رہی تھی کہ اس اثنا میں اس بات کا بھی ذکر درمیان آیا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا، جنہوں نے اپنے آپ کو ان بزرگواروں کی جماعت میں داخل کیا ہے یا ان کے ضمن میں اپنے آپ کو لائے ہیں۔ اور انہوں نے قبول فرمایا ہے۔ اور پھر بے جہت بے سبب ان بزرگواروں سے قطع کیا ہے۔ اور ظن و گمان سے دوسروں کے دامنوں کو جا پکڑا ہے۔ اس ضمن میں آپ کا اور قاضی سناھ کا بھی ذکر ہوا تھا۔ یہ بات ٹھیک معلوم نہیں شاید ایک لحہ تک ہوتی رہی ہوگی۔ اور وہ بھی خاص موقع پر مبنی تھی۔ بعد ازاں ندا نہ کرے کہ فقیر نے کسی مسلمان کو تکلیف دینے کا ارادہ کیا ہو یا دل میں کینہ چھپا رکھا ہو۔ اپنی خاطر شریف کو اس بات سے جمع رکھیں۔

آپ کو معلوم ہوگا کہ ہمارا طریق دعوت اسماء طریق نہیں ہے۔ اس طریقہ کے بزرگواروں نے ان اسماء کے مسمّا میں فنا ہونا اختیار کیا ہے۔ اور ابتداہی سے ان کی توجہ احدیت صرف کی طرف ہے۔ اور اسم و صفت سے سوائے ذات کے اور کچھ نہیں چاہتے۔ یہی وجہ ہے کہ اوروں کی نہایت ان کی ہدایت میں مندرج ہے ؎

قیاس کن زگلستان من بہار مرا ترجمہ ؎ مری بہار کا کرلے قیاس بستاں سے

اب چونکہ اس تذکرہ نے بیشمار زبانوں کی وجہ سے ایک نئی صورت پیدا کر لی ہے۔ اور یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ اُس طرف سے کئی قسم کی وہمی باتیں پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ اس لئے ان کے دفع کرنے کے لئے یہ چند کلمے لکھنے کی جرأت کی۔ آپ کی آشنائی سے کچھ زیادہ نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی آپ کی ناآشنائی سے کچھ نقصان پہنچتا ہے۔ صرف آپ کی خیر خواہی ملحوظ و منظور تھی۔ لیکن اَلرَّاضِیْ بِالضَّرَرِ لَا یَسْتَحِقُّ النَّظَرَ (جو اپنے ضرر پر آپ راضی ہو وہ شفقت و مہربانی کا مستحق نہیں ہوتا) مثل مشہور ہے۔ یقیناً جان لیں کہ اس فقیر نے آپ کے ضرر کا ارادہ نہیں کیا۔ اور نہ ہی انشاء اللہ تعالےٰ کریگا۔ وہ تو صرف ایک بات تھی جو ازروئے غیرت کے جو درویشوں کو ہونی چاہئے مناسب موقع پر کہی گئی تھی۔ دل میں کسی قسم کے فکر کو دخل نہ دیں۔

دوسرے یہ کہ جو شخص جو اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل جانے اس کا امر دو حال سے خالی نہیں ہے یا وہ زندیق محض ہے یا جاہل صرف۔ چند سال ہوئے کہ اس فقیر نے اس سے پہلے بھی فرقہ ناجیہ اہل سنت وجماعت کے بارہ میں ایک مکتوب آپ کی طرف لکھا تھا پھر تعجب کی بات ہے کہ اس کے مطالعہ کے بعد بھی آپ اس قسم کی باتیں پسند کرتے ہیں۔ وہ شخص جو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق رضی اللہ سے افضل کہے، اہل سنت و جماعت کے گروہ سے نکل جاتا ہے۔ تو پھر اس شخص کا کیا حال ہے جو اپنے آپ کو افضل جانے۔ اور اس گروہ میں یہ بات مقرر ہے کہ اگر کوئی سالک اپنے آپ کو خسیس کتے سے بہتر جانے تو وہ ان بزرگوں کے کمالات سے محروم ہے۔

سلف کا اجماع اس بات پر منعقد ہوا ہے کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت صدیق رضی اللہ عنہ تمام انسانوں سے افضل ہیں۔ وہ بڑا ہی احمق ہے جو اس اجماع کے برخلاف کرے۔

اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کا قاتل وحشی جو ایک مرتبہ خیر البشر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت میں پہنچا۔ اویس قرنی سے جو خیر التابعین ہیں کئی درجے بہتر ہے۔

پس ایسے شخص کے حق میں اس قسم کی باتوں کا خیال کرنا عقل دوراندیش سے دور ہے جس عبارت سے لوگوں کے دلوں میں یہ وہم پیدا ہوا ہے، اس کو غور سے دیکھنا چاہئے۔ اور اصل معاملہ کو سمجھنا چاہئے۔ صرف حاسدوں کی تقلید کرنی مناسب نہیں۔ حالانکہ مشائخ نے غلبہ سکر

ہیں بہت نامناسب باتیں کہی ہیں۔ چنانچہ شیخ بسطامؒ فرماتے ہیں لِوَائِیْ اَرْفَعُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ میرا جھنڈا احمدؐ کے جھنڈے سے بلند ہے۔ تو ایسی باتوں سے افضل ہونے کا گمان نہیں کر سکتے کہ یہ عین زندقہ ہے۔ اور فقیر کی کلام میں تو اس قسم کی باتوں کا ذکر تک بھی نہیں ہے۔ والسلام۔

مکتوب ۲۰۳

اس بزرگ گروہ کی محبت کی ترغیب میں اور اس بیان میں کہ ان کا ہمنشین بدبختی سے محفوظ ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں ملا حسینی کی طرف لکھا ہے:۔

اَحْسَنَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَحْوَالَکُمْ وَاَصْلَحَ اَعْمَالَکُمْ وَاٰمَالَکُمْ۔ اللہ تعالےٰ آپ کے احوال کو اچھا کرے۔ اور آپ کے اعمال اور مقصودوں کو نیک کرے۔

مکتوب شریف جو فقرا کی محبت پر مبنی تھا پہنچا اور بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ حق تعالےٰ اس بلند گروہ کی محبت کو دن بدن زیادہ کرے۔ اور ان کی نسبت نیازمندی کو سرمایہ روزگار بنائے اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ کے بموجب ان کا محب انہی کے ساتھ ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہیں جن کا ہمنشیں بدبخت نہیں ہوتا۔

حدیث نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام میں ہے کہ اعمال لکھنے والے فرشتوں کے سوا خدا تعالےٰ کے چند ایسے فرشتے ہیں جو راہگذروں اور بازاروں میں اہل ذکر کی تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ جب وہ ذاکروں کے گروہ کو کہیں ذکر کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ایک دوسرے کو پکارتے ہیں کہ آؤ تمہارا مطلب حاصل ہو گیا۔ پس جمع ہو کر اپنے پروں سے ان کو ڈھانپ لیتے ہیں۔ جب وہ ذکر سے فارغ ہوتے ہیں تو فرشتے آسمان پر جاتے ہیں۔ پس حق تعالےٰ حالانکہ اپنے بندوں کے حال کو بخوبی جانتا ہے، فرشتوں سے پوچھتا ہے کہ تم نے میرے بندوں کو کیسے دیکھا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ خدایا تیری حمد و ثنا کرتے تھے۔ اور تجھ کو بزرگی سے یاد کرتے تھے۔ اور تجھ کو تمام عیوب اور نقصان سے پاک بیان کرتے تھے۔ خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے مجھ دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے۔ پھر خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ مجھے دیکھ لیں تو پھر اُن کا کیا حال ہو۔ ملائکہ عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ بزرگی اور پاکیزگی سے یاد کریں۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ مجھ سے کیا طلب کرتے تھے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ بہشت مانگتے تھے۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے کیا انہوں نے بہشت کو دیکھا ہے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے

خدائے تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ بہشت کو دیکھ لیں تو پھر اُن کا کیا حال ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ اس کی طلب اور حرص کریں۔ پھر حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ وہ کس چیز سے ڈرتے تھے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ دوزخ سے ڈرتے تھے۔ اور تجھ سے پناہ مانگتے تھے۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ کیا انہوں نے دوزخ کو دیکھا ہے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ نہیں دیکھا ہے۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ اگر دیکھ لیں تو پھر کیا حال ہو۔ فرشتے عرض کرتے ہیں کہ پھر اس سے زیادہ پناہ مانگیں۔ اور اس سے زیادہ ڈریں اور بھاگیں۔ پھر حق تعالےٰ فرشتوں کو فرماتا ہے کہ تم گواہ رہو میں نے سب کو بخش دیا۔ فرشتے عرض کرتے ہیں یا رب اس ذکر کی مجلس میں فلاں آدمی ذکر کے لئے نہیں آیا تھا۔ بلکہ کسی دنیاوی حاجت کے لئے آیا تھا اور ان میں بیٹھ گیا تھا۔ حق تعالےٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اَنَا جَلِیْسُ مَنْ ذَکَرَنِیْ (میں اس کا ہمنشیں ہوں جس نے میرا ذکر کیا) کے موجب میرے ایسے ہمنشیں ہیں کہ ان کا ہمنشین بدبخت نہیں ہوتا۔

اس حدیث اور پہلی حدیث اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ سے لازم آتا ہے کہ ان کے محب ان کے ساتھ ہیں اور جو کوئی ان کے ساتھ ہے وہ بدبخت نہیں ہوتا۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی مَحَبَّةِ هٰؤُلَاءِ الْکِرَامِ بِحُرْمَةِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الْهَاشِمِیِّ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ کُلَّمَا ذَکَرَهُ الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِهِ الْغَافِلُوْنَ۔ اللہ تعالےٰ آپ کو اور ہم کو ان بزرگوں کی محبت پر ثابت قدم رکھے بحرمت النبی الامی الہاشمی علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام جب تک ذکر کرنے والے اس کا ذکر کریں اور غافل اس کے ذکر سے غافل رہیں۔

اور جو آپ نے اپنے احوال کی نسبت شیخ الہ داد کے مکتوب میں لکھا تھا۔ اس قسم کی نیستی اور گم ہونا بہت طالبوں پر ظاہر ہوتا ہے۔ اپنی ہمت بلند رکھیں اور جو کچھ حاصل ہو۔ اس پر قناعت نہ کریں ؎

بس بہ رنگ است یار دلخواہ اے دل | قانع نشوی برنگ ناگاہ اے دل

ترجمہ ؎ بہت بیرنگ ہے اے یار دلبر | قناعت رنگ پر ہرگز نہ تو کر

اس گروہ کی محبت نہایت ضروری ہے حق تعالےٰ ان لوگوں کی صحبت میں داخل کرے ؎

گرد مستاں گرد گر مے کم رسد بوئے رسد | گرچہ بوئے ہم نباشد رویت ایشاں بس است

ترجمہ ؎ پاس جا مستوں کے گر دیویں نہ مے تو بو سہی | بو اگر حاصل نہ ہو کافی ہے ان کا دیکھنا

اسی طریق پر جو حضرت قبلہ گاہی خواجہ عبدالباقی قدس سرہ سے اخذ کیا ہے۔ اللہ کے اسم مبارک کو کامل توجہ کے بعد بیچونی اور بیچگونگی کے معنے سے دل میں گذاریں۔ اور حاضر و ناظر کے معنی میں تصور نہ کریں۔ بلکہ کسی صفت کو ملحوظ نہ رکھیں۔ اسی اسم مبارک کو اچھی توجہ کے بعد ہمیشہ دل میں حاضر رکھیں بعض ضروری باتیں حضور و صحبت پر منحصر ہیں۔ اگر ملاقات میسر ہوئی تو بیان کی جاوینگی۔ ملاقات کے وقت تک تازہ احوال لکھتے رہیں۔ کیونکہ ان کا مطالعہ غائبانہ توجہ کا باعث ہوتا ہے۔ والسلام۔

مکتوب ۲۰۴

اس بیان میں کہ اہل خسران کے طعنوں سے تکلیف نہ اٹھائیں اور جو کام در پیش رکھتے ہیں اُس میں مشغول رہیں اور دوستوں کی جمعیت اور ترقیوں کے حاصل ہونے میں کوشش کریں۔ میر محمد نعمان بدخشی کی طرف لکھا ہے:۔

جناب میر نعمان اہل خسران کی پریشان باتوں سے رنج نہ اٹھائیں۔ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ کہ ہر ایک اپنی طرز پر کام کرتا ہے۔ آپ کو لائق ہے کہ ان کے بدلے اور مکافات کے درپے نہ ہوں۔ دروغ کو کبھی فروغ نہیں ہے۔ ان کی تناقض باتیں ہی ان کے بازار کی رونق کو کم کرونگی۔ مَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ مِنْ نُّوْرٍ جس کے لئے اللہ نے کوئی نور نہیں بنایا اُس کے لئے کوئی نور نہیں۔ وہ شغل جو درپیش رکھتے ہیں اس میں کوشش کریں۔ اور اس کے غیر سے آنکھ بند کرلیں۔ قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ کہ اللہ کہہ پھر چھوڑ دے ان کو تاکہ اپنی بیہودہ باتوں میں لگے رہیں۔

اخی محمد صادق وقت پر آپہنچے۔ عشرہ اعتکاف اتفاق سے بجالائے۔ اور فتوحات اور واردات جدیدہ سے مشرف ہوئے۔ الحمد للہ کہ تمام دوستوں کے اوقات جمعیت سے گذرتے ہیں۔ اور پے درپے ترقیاں حاصل ہو رہی ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ
وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ اَجْمَعِيْنَ

*

مکتوب ۲۰۹

رسالہ مبدٔ و معاد کی بعض مشکل عبارتوں کے حل کرنے میں اور بعض عبارتوں کے بیان میں جو اس کی تائید میں لکھی گئی ہیں۔ اور (ایک) مکتوب کے جواب میں جو اس طریق کی ضروری باتوں پر مشتمل ہے میر محمد نعمان بدخشی کی طرف لکھا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاہِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ

اللہ رب العلمین کا حمد ہے اور سید المرسلین اور اُن کی آل پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

میرے سیادت پناہ عزیز بھائی میر محمد نعمان جمعیت سے رہیں۔ اس طرف کے احوال حمد کے لائق ہیں۔ سرائے فرخ میں رخصت ہونے کے وقت آپ نے اور برادرم محمد اشرف نے اس عبارت کے معنی جو رسالہ مبدء و معاد میں واقع ہے، پوچھی تھی۔ چونکہ وقت نے یاوری نہ کی۔ اس لئے توقف میں رہی۔ اب دل میں آیا کہ اس عبارت کے حل میں کچھ لکھا جاوے۔ تاکہ دوستوں کی تسلی اور تشفی کا موجب ہو۔ رسالہ کی عبارت یہ ہے کہ:۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے رحلت فرمانے سے ہزار اور چند سال کے بعد ایک ایسا زمانہ آتا ہے کہ حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج فرماتی ہے اور حقیقت کعبہ کے مقام سے متحد ہو جاتی ہے اور اس وقت حقیقت محمدی کا نام حقیقت احمدی ہو جاتا ہے اور ذات احد جل سلطانہ کا مظہر بنجاتی ہے۔ اور دونوں اسم مبارک اپنے مسمے کے ساتھ متحقق ہو جاتے ہیں۔ اور پہلا مقام حقیقت محمدی سے خالی رہیگا۔ یہاں تک کہ حضرت عیسے علے نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائیں اور شریعت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے موافق عمل کریں۔ اس وقت حقیقت عیسوی اپنے مقام سے عروج فرماکر حقیقت محمدی کے مقام میں جو خالی رہا تھا، قرار پکڑیگی۔

جاننا چاہیئے کہ شخص کی حقیقت اس کے تعین وجوبی سے مراد ہے کہ اس شخص کا تعین امکانی اس تعین کا ظل ہے۔ اور وہ تعین وجوبی اسمائے الٰہی مثل علیم و قدیر و مرید و متکلم وغیرہ میں سے ایک اسم ہے اور وہ اسم الٰہی اس شخص کا رب اور اس کے وجودی فیوض کا مبدء ہے۔ اور اس اسم کی نسبت حضرت ذات کے ساتھ مختلف مراتب میں ہے۔ مرتبہ صفت میں اور تواجع وجودی کہ

اسکا وجود ذات کے وجود پر زائد ہے۔ یہی اسم اطلاق پاتا ہے۔ اور مرتبہ شان میں بھی کہ اس کی زیادتی ذات پر مجرد اعتبار سے ہے۔ یہی اسم صادق آتا ہے۔ اور صفت و شان کے درمیان فرق، اُس مکتوب میں جو سلوک اور جذبہ کے بیان میں لکھا گیا تھا مفصل ذکر ہو چکا ہے۔ اگر معلوم نہ ہو، تو اس مکتوب کی طرف رجُوع کریں۔ اور شک نہیں ہے کہ شان کا حاصل ہونا بھی اگرچہ مجرد اعتبار ہے۔ اس بات کی اقتضا کرتا ہے کہ اس سے اوپر اس کے شان کے مناسب اور زائد معنی ہوں۔ جو اس کے وجود اعتباری کا مبدء ہوں پس اس اسم کو اس مرتبہ سے بھی نصیب حاصل ہے اور اس معنے زائدہ کے فوق میں بھی یہ احتمال جاری ہے۔ لیکن قوت بشری اس کے ضبط کرنے سے عاجز ہے۔ اس فقیر بے بضاعت نے ایک اور مرتبہ کو بھی عبور کیا ہے۔ لیکن اس مرتبہ کے فوق میں سوائے استغراق اور نیستی کے کچھ حاصل نہیں ہے۔ وَفَوْقَ كُلِّ ذِي عِلْمٍ عَلِيمٌ ہر صاحب علم کے اوپر علم والا ہے ؎

هَنِيْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ ؎ مبارک منعموں کو ناز و نعمت — مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

اہل اللہ کی ایک دوسرے پر فضیلت اپنی اپنی استعداد اور قابلیت کے موافق ان مختلف مراتب کے طے کرنے کے اعتبار سے ہے۔ اور اس اسم سے واصل اولیا بہت تھوڑے ہیں۔ کیونکہ اکثر ان میں سے سلوک اور سیر تفصیلی کے طریق پر تمام مراتب امکانیہ سے عروج کرنے کے بعد اس اسم کے ظلال میں سے کسی ظل تک واصل ہیں۔ اور صرف جذبہ کے طریق سے بھی اس اسم تک واصل ہونے کا وہم کیا جا سکتا ہے۔ لیکن یہ بے اعتبار اور بے اعتماد ہے۔ اور وہ لوگ جنہوں نے اس اسم تک عروج کیا ہے اور مراتب متفاوتہ کو کم و بیش طے کیا ہے، وہ بہت ہی تھوڑے ہیں۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شخص کی حقیقت جیسے کہ تعین وجوبی کو کہتے ہیں تعین امکانی کو بھی کہتے ہیں۔ جب یہ مقدمات معلوم ہو گئے۔ تو میں کہتا ہوں کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مخلوقات کی طرح عالم خلق اور عالم امر سے مرکب ہیں۔ اور وہ اسم الٰہی جو ان کے عالم خلق کی تربیت کرنے والا ہے۔ شان العلیم ہے۔ اور وہ جو ان کے عالم امر کی تربیت فرماتا ہے وہ معنے ہے جو اس شان کے وجود اعتباری کا مبدء ہے۔ جیسے کہ گذر چکا۔ اور حقیقت محمدی شان العلیم سے مراد ہے۔ اور حقیقت احمدی اس معنے سے کنایہ ہے جو اس شان کا مبدء ہے اور حقیقت کعبہ سُبحانی بھی اسی معنے سے مراد ہے۔ اور وہ نبوت جو حضرت آدم علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ

والسلام کی پیدائش سے پہلے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھی اور اس مرتبہ کی نسبت خبر دی ہے فرمایا ہے کہ کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ میں نبی تھا جبکہ آدم ابھی پانی اور کیچڑ میں تھا۔ وہ باعتبار حقیقت احمدی کے تھی جس کا تعلق عالم امر سے ہے۔ اور اس اعتبار سے حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کلمۃ اللہ تھے اور عالم امر سے زیادہ مناسبت رکھتے تھے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری کی خوشخبری اسم احمد سے دی ہے اور فرمایا ہے مُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ خوشخبری دینے والا ایک رسول کی جو اس کے بعد آئیگا اور اس کا نام احمد ہے۔ اور وہ نبوت جو عنصری پیدائش سے تعلق رکھتی ہے وہ صرف حقیقت محمدی کے اعتبار سے نہیں ہے۔ بلکہ دونوں حقیقتوں کے اعتبار سے ہے۔ اور اس مرتبہ میں آپ کا تربیت کرنے والا وہ شان اور اس شان کا مبدء ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس مرتبہ کی دعوت پہلے مرتبہ کی دعوت کی نسبت زیادہ اتم ہے۔ کیونکہ اُس مرتبہ میں آپ کی دعوت عالم امر سے مخصوص تھی۔ اور آپ کی تربیت رُوحانیوں پر منحصر تھی۔ اور اس مرتبہ میں آپ کی دعوت خلق وامر کو شامل ہے۔ اور آپ کی تربیت اجساد وارواح پر مشتمل ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اس جہان میں آپ کی عنصری پیدائش کو آپ کی ملکی پیدائش پر غالب کیا ہوا تھا۔ تاکہ مخلوقات کے ساتھ جن میں بشریت زیادہ غالب ہے۔ وہ مناسبت جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے زیادہ پیدا ہو جائے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالےٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی بشریت کے ظاہر کرنے کے لئے بڑی تاکید سے امر فرماتا ہے کہ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ یُوْحٰٓى اِلَیَّ کہ میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں میری طرف وحی کی جاتی ہے۔ لفظ مِثْلُکُمْ کا لانا تاکید بشریت کے لئے ہے۔ اور وجود عنصری سے رحلت کر جانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی روحانیت کی جانب غالب ہوگئی اور بشریت کی مناسبت گم ہوگئی۔ اور دعوت کی نورانیت میں تفاوت پیدا ہوگیا۔

بعض صحابہ کرام رضی نے فرمایا ہے کہ ابھی ہم آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دفن سے فارغ نہ ہوئے تھے کہ ہم نے اپنے دلوں میں تفاوت معلوم کیا۔ ہاں ایمان شہودی ایمان غیبی سے بدل گیا۔ اور معاملہ آغوش سے گوش تک آپہنچا۔ اور دیکھنے سے سننے تک نوبت آگئی۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زمانہ سے جب ہزار سال گذرے جو بڑی لمبی مدت اور بڑا دراز زمانہ ہے۔ تو روحانیت کی طرف اس طرح غالب ہوئی کہ بشریت کی تمام جانب کو اپنے رنگ میں رنگ دیا حتیٰ کہ عالم خلق نے عالم امر کا رنگ اختیار کیا۔ پس ناچار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عالم خلق سے جس چیز نے

اپنی حقیقت کی طرف رجوع کی تھی۔ یعنی حقیقت محمدی عروج کر کے حقیقت احمدی سے لاحق ہوگئی اور حقیقت محمدی حقیقت احمدی سے متحد ہوگئی ٭

اس جگہ حقیقت محمدی اور حقیقت احمدی سے مراد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے خلق وامر کا تعین امکانی ہے۔ نہ تعین وجوبی کہ تعین امکانی اس کا ظل ہے۔ کیونکہ تعین وجوبی کے عروج کے کچھ معنے نہیں اور اس تعین کے ساتھ متحد ہونا معقول نہیں ہے ٭

جب حضرت عیسٰے علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول فرمائینگے۔ تو حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت کی متابعت کرینگے۔ اور اپنے مقام سے عروج فرما کر تبعیت کے طور پر حقیقت محمدی کے مقام میں پہنچینگے۔ اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دین کی تقویت کرینگے۔ گذشتہ شریعتوں کا بھی یہی حال تھا کہ اولوالعزم پیغمبروں کے رحلت فرما جانے سے ہزار سال کے بعد انبیاء کرام اور رسل عظام مبعوث ہوتے تھے۔ جو ان پیغمبروں کی شریعت کو تقویت دیتے تھے۔ اور ان کے کلمہ کو بلند کرتے تھے۔ اور جب پیغمبر اولوالعزم کی دعوت وشریعت کا دورہ تمام ہوجاتا تھا تو دوسرا اولوالعزم پیغمبر مبعوث ہوجاتا تھا۔ اور نئے سرے سے اپنی شریعت ظاہر کرتا تھا۔ اور چونکہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شریعت نسخ وتبدیل سے محفوظ ہے۔ اس لئے حضور کی امت کے علما کو انبیا کا مرتبہ عطا فرما کر شریعت کی تقویت اور ملت کی تائید کا کام ان کے سپرد فرمایا ہے۔ بلکہ ایک اولوالعزم پیغمبر کو حضور کا تابعدار بنا کر حضور کی شریعت کو ترقی بخشی ہے ٭

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ ہم ہی نے قرآن مجید کو نازل کیا۔ اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں ٭

اور جاننا چاہیئے کہ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رحلت کر جانے سے ہزار سال بعد حضور کی امت کے اولیا جو ظاہر ہونگے۔ اگرچہ وہ قلیل ہونگے مگر اکمل ہونگے تاکہ اس شریعت کی تقویت پورے طور پر کرسکیں ٭

حضرت مہدی جن کی تشریف آوری کی نسبت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بشارت فرمائی ہے۔ ہزار سال کے بعد پیدا ہونگے۔ اور حضرت عیسٰے علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام خود بھی ہزار سال کے بعد نزول فرمائینگے ٭

خلاصہ یہ کہ اس طبقہ کے اولیا کے کمالات اصحاب کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کی مانند ہیں۔ اگرچہ انبیا علیہم السلام کے بعد فضیلت وبزرگی اصحاب کرام کے لئے ہے۔ لیکن یہ مناسب نہیں کہ

کمال مشابہت سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دے سکیں۔

اور ہو سکتا ہے کہ اسی وجہ سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہو کہ لَا یُدْرٰی اَوَّلُهُمْ خَيْرٌ اَمْ اٰخِرُهُمْ نہیں معلوم ان میں سے اول کے بہتر ہیں یا آخر کے۔ اور یہ نہیں فرمایا کہ اَدْرِیْ اَوَّلُهُمْ خَيْرٌ اَمْ اٰخِرُهُمْ میں جانتا ہوں کہ ان میں سے اول کے بہتر ہیں یا آخر کے کیونکہ فریقین میں سے ہر ایک کا حال آپ کو معلوم تھا۔ اسی واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِيْ سب زمانوں سے بہتر میرا زمانہ ہے۔ لیکن چونکہ کمال مشابہت کے باعث تردد کا مقام تھا۔ اس لئے لَا یُدْرٰی فرمایا۔

اگر کوئی سوال کرے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اصحاب کے زمانہ کے بعد تابعین کے زمانہ کو اور تابعین کے زمانہ کے بعد تبع تابعین کے زمانہ کو بہتر فرمایا ہے۔ تو یہ دونوں قرن بھی یقیناً اس گروہ سے بہتر ہونگے۔ پھر یہ طبقہ کمالات میں اصحاب کرام کے ساتھ کیسے مشابہ ہوگا۔ تو اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے کہ اس قرن کا اس طبقہ سے بہتر ہونا اس اعتبار سے ہو کہ اولیاء اللہ کا ظہور کثرت سے ہوگا۔ اور بدعتیوں اور بدکاروں اور گنہگاروں کا وجود کم ہوگا۔ اور یہ امر ہرگز اس بات کے منافی نہیں کہ اس طبقہ کے اولیاء اللہ میں سے بعض افراد ان دونوں قرنوں کے اولیاء سے بہتر ہوں جیسے کہ حضرت مہدی ؎

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید　　　دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

ترجمہ ؎　　فیضِ روح القدس کا گرہے مدد تو اور بھی
کر دکھائیں کام وہ جو کچھ مسیحا سے ہوا

لیکن اصحاب کا زمانہ تمام طرح سے بہتر ہے۔ اس کی نسبت گفتگو کرنا فضول ہے۔ سابق سابق ہی ہیں اور جنت نعیم میں مقرب ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ دوسروں کا پہاڑ جتنا سونا خرچ کرنا ان کے ایک مد جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہے۔ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ پہلے بیان سے اس عبارت کے معنے واضح ہو گئے جو رسالہ مبداء و معاد میں اس عبارت کے اوپر لکھی گئی ہے کہ کعبہ ربانی کی حقیقت حقیقت محمدی کی مسجود ہو گئی کیونکہ کعبہ ربانی کی حقیقت بعینہ حقیقت احمدی ہے کہ حقیقت محمدی دراصل اس کا ظل ہے۔ پس ناچار حقیقت محمدی کی مسجود ہوگی۔ اگر سوال کریں کہ کعبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اولیاء امت کے طواف کے لئے آتا ہے۔

اور ان سے برکات حاصل کرتا ہے۔ حالانکہ اس کی حقیقت حقیقت محمدی پر متقدم ہے۔ تو پھر یہ بات کس طرح جائز ہوگی؟

میں جواب میں کہتا ہوں کہ حقیقت محمدی تنزیہ اور تقدیس کی بلندی سے محمد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نزول کرنے کے مقامات کی نہایت ہے۔ اور کعبہ کی حقیقت عروج کعبہ کے مقامات کی نہایت ہے۔ اور حقیقت محمدی کے واسطے مرتبہ تنزیہ پر عروج کرنے کے لئے پہلا مرتبہ حقیقت کعبہ ہے۔ اور حقیقت محمدی کے عروج کی نہایت کو سوائے خدائے تعالےٰ کے کوئی نہیں جانتا۔ اور جب حضور کی امت میں سے کامل اولیا کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عروجات سے پورا پورا حصہ حاصل ہے تو پھر اگر کعبہ ان بزرگواروں سے برکات حاصل کرے تو کیا تعجب ہے ؎

زہیں زادہ بر آسماں تاختہ زمین و زماں را پس انداختہ

ترجمہ ؎ زمیں زادہ اتنا فلک پر چڑھا زمین آسماں اس سے پیچھے رہا

اور دوسری عبارت بھی جو اس رسالہ سے اس مقام میں لکھی گئی تھی حل ہو گئی۔ اور وہ عبارت یہ ہے کہ کعبہ کی صورت جس طرح کہ اشیا کی صورتوں کی مسجود ہے۔ اسی طرح کعبہ کی حقیقت بھی ان اشیا کی حقیقتوں کی مسجود ہے۔ کیونکہ تحقیقات سابقہ سے معلوم ہوا ہے کہ حقائق اشیا اُن اسمائے الٰہی سے مراد ہے جو ان کے وجود اور ان کے وجود کے متعلقات کے فیوض کا مبدء ہیں۔ اور حقیقت کعبہ ان اسما کے فوق ہے پس بیشک حقیقت کعبہ حقائق اشیا کی متبوع ہوگی۔ ہاں اگر اولیا میں سے اکمل کو حقیقت کعبہ سے بالاتر سیر واقع ہو جائے اور بلندی کے انوار کو حاصل کر کے اپنے حقائق کے مراتب میں جو مراتب عروج میں اشیا کے طبعی مقامات کی مانند ہیں، نیچے اتر آئیں۔ تو کعبہ ان کی برکات سے توقع رکھیگا جیسے کہ پہلے گذر چکا۔

اور نیز رسالہ مبدء و معاد میں چند فقرے انبیائے اولوالعزم کے ایک دوسرے سے افضل ہونے میں لکھے گئے تھے۔ ان کے ایک دوسرے کے افضل ہونے کے معنی چونکہ کشف و الہام پر مبنی ہیں جو ظنی ہیں اس لئے اس کے لکھنے اور فضیلت بین نفرقہ کرنے سے ندامت اور توبہ کرتا ہے کیونکہ قطعی دلیل کے سوا اس بارہ میں گفتگو کرنا جائز نہیں۔ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَیْهِ مِنْ جَمِیْعِ مَاکَرِهَ اللّٰهُ قَوْلًا وَّفِعْلًا میں اُن تمام قول و فعل سے جو اللہ کو ناپسند ہیں توبہ کرتا ہوں اور بخشش مانگتا ہوں۔

آپ نے اپنے مکتوب میں یہ بھی لکھا تھا کہ :-

مَیں نے سرآئے فرخ میں پوچھا تھا کہ طالبوں کو طریقت سکھانا میرے حال کے مناسب ہے یا نہیں اور تم نے جواب میں لکھا تھا کہ نہیں ❖

فقیر کو یاد نہیں رہا کہ عام طور پر نفی کی ہو۔ بلکہ یہ کہا ہوگا کہ شرائط پر مشروط ہے۔ بے شرائط ہرگز مناسب نہیں۔ اور اب بھی اسی طرح جانیں۔ چاہیئے کہ شرائط کو مدنظر رکھنے میں بڑی احتیاط کریں اور ہرگز سُستی نہ کریں۔ اور جب تک استخاروں کے ساتھ اس بات کا یقین نہ ہوجائے کہ طریقہ سکھانا چاہیئے۔ تب تک کسی کو نہ سکھائیں۔ اور برادرم مولانا یا دمحمد قدیم کو بھی اس بات کی طرف رہنمائی کریں اور بڑی تاکید سے کہیں کہ طریقت چلانے میں جلدی نہ کرے۔ کیونکہ مقصود دکان کھولنا نہیں ہے بلکہ حق تعالےٰ کی مرضی کو مدنظر رکھنا چاہیئے۔ اطلاع دینا شرط ہے ❖

دوسرے یہ کہ آپ نے اپنے مریدوں کی نسبت گلہ کیا تھا۔ گلہ تو آپ کو اپنی وضع کی نسبت کرنا چاہیئے تھا۔ کیونکہ آپ اس جماعت سے اس طرح زندگی بسر کرتے ہیں جس کا نتیجہ آزردگی و تکلیف ہے۔ بزرگوں نے کہا ہے کہ پیر کو چاہیئے کہ مریدوں کی نظر میں اپنے آپ کو آراستہ اور شان وشوکت سے رکھے نہ یہ کہ ان کے ساتھ اختلاط کا دروازہ کھولدے اور ان سے ہمنشینوں کی طرح سلوک کرے۔ اور حکایت وگفتگو سے مجلس گرم رکھے۔ والسلام ❖

مکتوب ۲۱

نفحات کی عبارت کے حل کرنے اور بعض ضروری نصیحتوں کے ذکر میں ملّا بیکبی اصفہانی کی طرف لکھا ہے:۔

آپ کا شریف ولطیف خط جو ازروئے شفقت و مہربانی کے اس حقیر بے سامان کے نام لکھا ہوا تھا شرف صدور لایا۔ اور اس کے مطالعہ سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ سلامت رہیں اور سلامت ہی جائیں اور جب تک رہیں فقراکی محبت پر رہیں۔ اور جب جائیں ان کی محبت کا سرمایہ لیکر جائیں۔ اور جب اُٹھیں ان کی محبت میں اُٹھیں۔ بحرمت اُس وجود پاک کے جس نے فقر پر فخر کیا اور اس کو دولتمندی پر اختیار کیا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ❖

آپ نے ازروئے کرم کے لکھا تھا کہ اُس حکایت کا اصل معاملہ کیا ہے جو نفحات میں شیخ ابن السکینہ قدس سرہٗ کے مریدکی نسبت مذکور ہے کہ ایک دن دریائے جلہ میں غسل کے موقع غوطہ لگایا اور سرور یائے نیل سے جانکالا اور مصر میں چلا گیا۔ اور وہاں شادی کی اور اس کے ہاں بیٹے پیدا ہوئے۔ اور سات سال تک مصر میں مقیم رہا۔

اتفاقاً پھر ایک دن غسل کے لئے دریائے نیل میں غوطہ لگایا۔ اور سر دریائے دجلہ میں جا نکالا۔ دیکھا کہ اس کے کپڑے جو دریائے دجلہ کے کنارہ پر رکھے تھے، بدستور موجود ہیں۔ ان کپڑوں کو پہنکر گھر آیا۔ اس کی بیوی نے کہا کہ مہمانوں کے لئے کھانا جو آپ نے فرمایا تھا تیار ہے۔ الیٰ آخرہٖ ٭

میرے مخدوم! اس حکایت کا اشکال اس وجہ سے نہیں ہے کہ برسوں کا کام ایک گھڑی میں کیسے میسر ہو گیا۔ کیونکہ اس قسم کا معاملہ بہت واقع ہوتا ہے ٭

حضرت رسالت خاتمیت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شب معراج میں عروج کے مرتبے طے کر اور وصول کی منزلیں قطع کرنے کے بعد جو کئی ہزار برسوں میں میسر ہو سکیں۔ جب اپنے دولت خانہ میں واپس آئے تو دیکھا کہ بستر خواب ابھی گرم ہے۔ اور کوزہ میں وضو کا پانی ابھی حرکت میں ہے ٭

اس کی وجہ وہی ہے جو اس حکایت کے نقل کرنے کے بعد نفحات میں مذکور ہے کہ یہ بات بسط زمان کی قسم سے ہے۔ بلکہ اس حکایت کا اشکال اس سبب سے ہے کہ بغداد میں جو وقت ہو وہی مصر میں ہو۔ حالانکہ عرصہ سات سال کا درمیان پیدا ہو۔ مثلاً اہل بغداد اس وقت سن تین سو ساٹھ ہجری میں ہوں۔ اور اہل مصر اس وقت تین سو ستاسٹھ ہجری میں۔ عقل و نقل اس بات کو پسند نہیں کرتی۔ یہ معاملہ ایک یا دو شخصوں کی نسبت ہو تو جائز ہے۔ لیکن شہروں اور متعدد مکانوں کی نسبت محال ہے۔ جو کچھ اس فقیر کی خاطر فاتر میں گذرتا ہے وہ یہ ہے کہ یہ حکایت حالت بیداری سے نہیں ہے۔ بلکہ خواب و واقعات کی قسم سے ہے کہ سننے والے کے لئے خواب بیداری سے مشتبہ ہو گئی ہے۔ اور نیند سے بیداری کا وہم گذرا ہے۔ اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوتے ہیں۔ بلکہ اسی اشتباہ کے ظن سے ہے کہ خواب میں دیکھا ہے اور خواب میں اپنے پیر سے کہا ہے۔ اور فرزندوں کو لایا ہے وغیرہ وغیرہ اور وہ حکایت بھی جو اس حکایت کے بعد شیخ محی الدین بن عربی قدس سرہٗ سے نقل کرتے ہیں اسی قسم سے ہے۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّھَا۔ اور تمام امور کی اصلی حقیقت اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے ٭

آپ نے لکھا تھا کہ اس عبارت کی شرح لکھنی چاہئے کہ جسد کا مربی روح ہے اور قالب کا مربی قلب ٭

میرے مخدوم! ان دونوں عبارتوں کا مطلب ایک ہی ہے اور وہ انسان کہ عالم خلق کو اس کے عالم امر سے تربیت کرتا ہے۔ اور چونکہ جسد کا لفظ روح کے لفظ کے ساتھ اکثر استعمال واقع ہوتا ہے اور قالب و قلب کے درمیان لفظی مناسبت ہے۔ اس واسطے ہر ایک کو اپنے مناسب لفظ کے ساتھ جمع کر

عبارت کا اختلاف اختیار کیا گیا ہے۔ آپ نے نصیحتوں کی طلب ظاہر فرمائی تھی ٭

میرے مشفق مخدوم! شرم آتی ہے کہ باوجود اس خرابی اور گرفتاری اور بے سامانی اور بیحاصلی کے اس بارہ میں کچھ لکھے۔ اور صریح طور پر یا اشارہ کے طور پر اس قسم کی کلام کرے لیکن اس بات کا بھی ڈر ہے کہ اگر قول معروف سے اپنے آپ کو معاف رکھے تو اس سے خست اور کمینہ پن ظاہر ہوتا ہے اور بخل و کنجوسی کی نوبت پہنچتی ہے۔ اس لئے چند باتیں لکھنے کی جرأت کرتا ہے ٭

میرے مخدوم! دنیا کے بقا کی مدّت بہت قلیل ہے۔ اور اس قلیل سے بھی اکثر تلف ہو گئی ہے اور بہت کم باقی رہ گئی ہے۔ اور بقائے آخرت کی مدّت خلود اور دوام ہے۔ اور معاملہ خلود کو بقائے چند روزہ کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ بعد ازاں یا دائمی راحت ہے یا دائمی عذاب ٭

مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو خبر دی ہے وہ سچ ہے اس میں خلاف کا احتمال نہیں ہے۔ اپنی عقل دور اندیش سے کام لینا چاہیئے ٭

میرے مخدوم! عمر کا بہتر اور قیمتی حصّہ ہوا و ہوس میں گذر گیا۔ اور خدائے تعالےٰ کی دشمنوں کی رضامندی میں بسر ہُوا۔ اور عمر کا تھوڑا حصہ باقی رہ گیا ہے۔ اگر آج ہم اس کو خدائے تعالےٰ کی رضامندی حاصل کرنے میں صرف نہ کریں اور اشرف کی تلافی ارذل سے نہ کریں اور تھوڑی محنت کو ہمیشہ کے آرام کا وسیلہ نہ بنائیں۔ اور تھوڑی نیکیوں سے بہت سی برائیوں کا کفارہ نہ کریں۔ کل کونسا منہ لیکر ہم خدائے تعالےٰ کے سامنے جائینگے اور کیا حیلہ پیش کرینگے۔ یہ خواب خرگوش کب تک رہیگی۔ اور غفلت کی روئی کب تک کانوں میں پڑی رہیگی۔ آخر ایک دن بینائی سے پردے اٹھا دینگے۔ اور غفلت کی روئی کانوں سے دُور کر دینگے لیکن پھر کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اور سوائے حسرت و ندامت کے کچھ حاصل نہ ہوگا موت کے آنے سے پہلے ہی اپنا کام بنا لینا چاہیئے۔ اور واشوقاہ کہتے ہوئے مرنا چاہیئے۔ اوّل عقائد کا درست کرنا ضروری ہے۔ اور اس امر کی تصدیق سے جو تواتر و ضرورت کے طور پر دین سے معلوم ہُوا ہے چارہ نہیں ہے۔ دوسرے ان باتوں کا علم و عمل ضروری ہے جن کا متکفل علم فقہ ہے۔ اور تیسرے طریقہ صوفیہ کا سلوک بھی درکار ہے۔ نہ اس غرض کے لئے کہ غیبی صورتیں اور شکلیں مشاہدہ کریں۔ اور نوروں اور رنگوں کا معائنہ کریں۔ حسی صورتیں اور انوار کیا کم ہیں کہ کوئی ان کو چھوڑ کر ریاضتوں اور مجاہدوں سے غیبی صورتوں اور انوار کی ہوس کرے۔ حالانکہ یہ حسی صورتیں اور انوار اور وہ غیبی صورتیں اور انوار دونوں حق تعالےٰ کی مخلوق ہیں۔ اور حق تعالےٰ کے صانع ہونے پر روشن دلیلیں ہیں۔ چاند و سورج کا نور جو عالم شہادت سے ہے ان انوار سے جو عالم مثال میں دیکھیں۔

کئی گنا زیادہ ہے۔ لیکن چونکہ یہ دائمی ہے اور خاص و عام اس میں شریک ہیں اس لئے اس کو نظر اور اعتبار میں نہ لاکر انوار غیبی کی ہوس کرتے ہیں۔ ہاں ع

آبے کہ رود پیش درت تیرہ نماید

ترجمہ ع سیاہ پانی نظر آئے تجھے در پر جو جاری ہے

بلکہ طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ میں یقین زیادہ حاصل ہو جائے۔ تاکہ استدلال کی تنگی سے کشف کے میدان میں آجائیں ❊

مثلاً واجب الوجود تعالےٰ و تقدس کا وجود جو اول استدلال یا تقلید کے طور پر معلوم ہوا تھا۔ اور اس کے اندازہ کے موافق یقین حاصل ہوا تھا۔ جب طریق صوفیہ کا سلوک میسر ہو۔ تو یہ استدلال و تقلید کشف و شہود سے بدلجاتا ہے۔ اور یقین اکمل حاصل ہو جاتا ہے۔ سب اعتقادی امور میں یہی قیاس ہے۔ اور نیز طریق صوفیہ کے سلوک سے یہ مقصود ہے کہ احکام فقہیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہو جائے۔ اور وہ مشکل دور ہو جائے جو نفس کی امارگی سے پیدا ہوتی ہے۔ اور اس فقیر کا یہ یقین ہے کہ طریق صوفیہ حقیقت میں علوم شرعیہ کا خادم ہے۔ نہ شریعت کے مخالف کچھ اور امر۔ اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں اس معنی کی تحقیق کی ہے۔ اور اس غرض کے حاصل ہونے کے لئے تمام طریقوں میں سے طریقہ علیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے کنارہ کیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر متابعت کی دولت ان کو حاصل ہو۔ اور احوال کچھ نہ رکھتے ہوں۔ تو خوش ہیں۔ اور اگر باوجود احوال کے متابعت میں قصور معلوم کریں۔ تو ان احوال کو پسند نہیں کرتے ❊

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا کہ اگر تمام احوال و مواجید ہم کو دیدیں اور ہماری حقیقت کو اہل سنت و جماعت کے اعتقاد سے آراستہ نہ فرمائیں۔ تو سوائے خرابی کے ہم کچھ نہیں جانتے۔ اور اگر اہل سنت و جماعت کا اعتقاد ہم کو دیدیں۔ اور احوال کچھ نہ دیں تو پھر کچھ غم نہیں ہے۔ اور نیز اس طریق میں نہایت بدایت میں مندرج ہے۔ پس یہ بزرگ پہلے قدم میں وہ کچھ حاصل کر لیتے ہیں جو دوسروں کو نہایت میں جاکر حاصل ہوتا ہے۔ اگر فرق ہے تو صرف اجمال و تفصیل اور شمول و عدم شمول کا ہے یہ نسبت بعینہ اصحاب کرام علیہم الرضوان کی نسبت ہے۔ کیونکہ اصحاب حضرت خیر البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پہلی صحبت میں وہ کچھ حاصل کر لیتے تھے جو اولیاے امت کو نہایت میں بھی شاید ہی حاصل ہو۔ یہی وجہ ہے کہ خواجہ اویس قرنی قدس سرہٗ جو خیر التابعین ہے۔ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی کے

مرتبہ کو نہیں پہنچتا۔ جس کو صرف ایک ہی دفعہ خیر البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی کیونکہ صحبت کی بزرگی تمام فضیلتوں اور کمالوں سے بڑھ کر ہے۔ اس لئے کہ ان کا ایمان شہودی ہے اور دوسروں کو یہ دولت ہرگز نصیب نہیں ہوئی ع

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

یہی وجہ ہے کہ ان کا ایک مُد جو خرچ کرنا دوسروں کے پہاڑ جتنا سونا خرچ کرنے سے بہتر ہے۔ اور تمام اصحاب اس فضیلت میں برابر ہیں۔ پس سب کو بزرگ جاننا چاہیئے اور نیکی سے یاد کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اصحاب سب کے سب عادل ہیں۔ اور روایت اور تبلیغ احکام میں سب برابر ہیں۔ ایک کی روایت کو دوسرے کی روایت پر کوئی زیادتی نہیں ہے۔ قرآن مجید کے اُٹھانیوالے یہی لوگ ہیں۔ اور آیات متفرقہ کو ان کے عادل ہونے کے بھروسہ پر ہر ایک سے دو آیتیں یا تین آیتیں کم وبیش اخذ کر کے جمع کیا ہے۔ اگر اصحاب میں سے کسی ایک پر طعن کریں تو وہ طعن قرآن مجید کے طعن تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ بعض آیات کا حامل وہی ہو۔ اور ان کی مخالفتوں اور جھگڑوں کو نیک نیتی پر محمول کرنا چاہیئے۔ اور ہوا و تعصب سے اپنے آپ کو بچانا چاہیئے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے جو صحابہ کے احوال کو بخوبی جانتے ہیں۔ فرمایا ہے کہ تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللّٰهُ عَنْهَا اَيْدِيَنَا فَلْنُطَهِّرْ عَنْهَا اَلْسِنَتَنَا یہ وہ خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالےٰ نے پاک کیا۔ پس ہمیں چاہیئے کہ اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھیں۔ اور اسی قسم کا منقولہ امام اجل حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ والسلام اولاً و آخراً۔

مکتوب ۲۱۱

ایک سوال کے جواب میں جو مولوی علیہ الرحمۃ کے منقولہ کے بارہ میں کیا گیا تھا۔ اور مقام تکمیل و ارشاد کی ضروری شرطوں کے بیان میں مولانا یار محمد قدیم بدخشی کی طرف لکھا ہے:۔

میرے عزیز بھائی مولانا یار محمد قدیم کا مکتوب مرغوب پہنچکر فرحت کا موجب ہوا حضرت حق تعالےٰ بحرمت النبی وآلہ الامجاد صلے اللہ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام، کمال اور تکمیل کی بلندی تک پہنچائے۔

مولوی علیہ الرحمۃ کے منقولہ کی نسبت پوچھا تھا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ وہ نازنین جو مری

بغل میں تھا وہ حق تعالے تھا! آیا اس قسم کی باتیں کہنی جائز ہیں یا نہیں۔ تو جاننا چاہیئے کہ اس قسم کی باتیں اس راہ میں بہت واقع ہوتی ہیں۔ اور زبان پر آتی ہیں۔ اس قسم کا معاملہ تجلی صوری کا ہے کہ صاحب معاملہ اس صورت متجلی کو حق تعالے خیال کرتا ہے۔ ورنہ بات دراصل وہی ہے۔ جو شیخ بزرگ امام ربانی خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہٗ فرمائی ہے۔ تِلْكَ خَيَالَاتٌ تُرَبّٰى بِهَا اَطْفَالُ الطَّرِيْقَةِ یہ وہ خیال ہیں جن سے طریقت کے بچوں کی تربیت کی جاتی ہے +

دوسرے یہ کہ چونکہ آپ کو طریقہ سکھانے کی ایک قسم کی اجازت دی گئی ہے۔ اس لئے ہر آئی ہیں چند فائدے لکھے جاتے ہیں۔ گوش ہوش سے سُنکر ان پر عمل کریں +

جاننا چاہیئے کہ جب کوئی طالب آپ کے پاس ارادت سے آئے۔ اس کے طریقہ سکھانے میں بڑا تامل کریں۔ شاید اس امر میں آپ کا استدراج مطلوب ہو اور خرابی منظور ہو۔ خاصکر جب کسی مُرید کے آنے میں خوشی و سرور پیدا ہو۔ تو چاہیئے کہ اس بارہ میں التجا و تضرع کا طریق اختیار کر کے بہت سے استخارے کریں تاکہ یقینی طور پر معلوم ہو جائے کہ اس کو طریقہ سکھانا چاہیئے۔ اور استدراج و خرابی مراد نہیں۔ کیونکہ حق تعالے کے بندوں میں تصرف کرنا اور اپنے وقت کو اُن کے پیچھے ضائع کرنا۔ خدائے تعالے کے اذن کے بغیر جائز نہیں۔ آیت کریمہ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ (تاکہ تو لوگوں کو اندھیرے سے نور کی طرف نکالے اللہ کے اذن سے) اسی مطلب پر دلالت کرتی ہے +

ایک بزرگ فوت ہو گیا اس کو خطاب ہُوا کہ تُو وہی ہے کہ جس نے میرے دین میں میرے بندوں پر رہزنی کی تھی۔ اُس نے کہا ہاں۔ فرمایا کہ تو نے میری خلق کو میری طرف کیوں نہ چھوڑا۔ اور دل کو کیوں نہ میری طرف متوجہ کیا +

اور وہ اجازت جو آپ کو اور دوسروں کو دی گئی ہے چند شرائط پر مشروط ہے۔ اور حق تعالےٰ کی رضامندی کا علم حاصل کرنے پر وابستہ ہے۔ ابھی وقت نہیں آیا کہ مطلق اجازت دی جائے۔ اس وقت کے آنے تک شرائط کو اچھی طرح مدنظر رکھیں طالبِ عہد نامہ شرط ہے اور میر نعمان کی طرف بھی یہی لکھا گیا ہے وہاں سے معلوم کر لیں۔ غرض کوشش کریں تاکہ وہ وقت آ جائے۔ اور شرائط کی تنگی سے چھوٹ جائیں۔ والسلام

*

مکتوب ۲۱۲

مولانا محمد صدیق بدخشی کی طرف صادر فرمایا ہے۔ اس کے بعض سوالوں کے جواب میں جو اس نے پوچھے تھے۔ اور اس واقعہ کے حل میں جو اس نے دیکھا تھا اور لکھا تھا۔

آپ کے دو مکتوب مرغوب پے درپے پہنچ کر بڑی خوشی کا موجب ہوئے۔ حضرت حق تعالےٰ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل بے شمار ترقیاں عطا فرمائے ❁

آپ نے پوچھا تھا کہ صاحب تصرف پیر اپنے تصرف سے مستعد مرید کو ان مرتبوں میں جو اس کی استعداد سے بڑھ کر ہیں، پہنچا سکتا ہے یا نہیں؟ ہاں پہنچا سکتا ہے۔ لیکن ان بلند مرتبوں میں جو اس کی استعداد کے مناسب ہیں۔ نہ اُن مراتب میں جو اس کی استعداد کے مخالف ہیں مثلاً وہ مرید جو ولایت موسوی کی استعداد رکھتا ہے۔ اور اس کی استعداد کی نہایت قوت اس ولایت کے نصف راہ تک پہنچنے کی ہے۔ تو صاحب تصرف پیر اُس کو اس ولایت کے نہایت درجات تک پہنچا سکتا ہے۔ لیکن یہ کہ اُس کو ولایت موسوی سے ولایت محمدی میں لائے اور اس ولایت میں اُس کو ترقی بخشے معلوم الوقوع نہیں ہے ❁

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ وہ کونسا مرتبہ ہے جس میں اخفےٰ جو انسانی لطائف میں سے زیادہ لطیف ہے نفس امارہ کا حکم رکھتا ہے۔ اور رذالت و خساست میں اس کے ساتھ مشابہت پیدا کرتا ہے ❁

میرے بھائی کو معلوم ہو کہ اخفیٰ اگرچہ لطائف میں سے لطیف ہے لیکن دائرہ امکان میں داخل ہے۔ اور حدوث کے داغ سے داغدار ہے۔ جب سالک دائرہ امکان سے پاؤں باہر رکھتا ہے۔ اور مراتب وجوب میں سیر فرماتا ہے۔ اور ظلال وجوبی سے ان کے اصلوں میں پہنچتا ہے اور صفت و شان کی قید سے چھوٹ جاتا ہے۔ ناچار ممکن اس کو خوار و بے اعتبار نظر آتا ہے۔ اور اس کے احسن و الطف کو رذالت و خساست میں برابر دیکھتا ہے۔ اور نفس و اخفیٰ کو اس مقام میں یکساں خیال کرتا ہے ❁

اور آپ نے لکھا تھا کہ بالواسطہ یا بلاواسطہ ہم نے سنا ہے کہ عبادت کے وقت حق تعالےٰ کو حاضر و ناظر دیکھ کر عبادت کرنا حق تعالےٰ کے تنزل کا موجب ہے۔ بندہ کی طرح عبادت کرنی چاہئے مطلب یہ کہ حق تعالےٰ کو حاضر سمجھ کر عبادت کرنی بے ادبی میں داخل ہے ❁

اے محبت کے نشان والے مجھے معلوم نہیں کہ اس قسم کی بات اس فقیر سے سرزد ہوئی ہو کہیں اور جگہ سے دیکھی ہوگی۔ اور وہ واقعہ جو آپ نے لکھا تھا۔ اور اس واقعہ میں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا بہت نیک اور اصلی ہے۔ پانی سے مراد علم ہے۔ اور اس میں ہاتھ ڈالنا علم میں قدرت کا حاصل ہونا ہے۔ اور اس بارہ میں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی بشارت اس کے حاصل ہونے کی مؤکد و مؤید ہے۔ کیونکہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت رحمٰن کے شاگرد ہیں۔ وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا سکھائے اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تمام چیزوں کے نام۔ حاصل کلام یہ کہ اس واقعہ میں علم سے مراد علم باطن ہے۔ بلکہ علم باطن کی وہ قسم جو اہلبیت علیہم الرضوان کی نسبت سے مناسبت رکھتی ہے۔ والباقی عند التلاقی۔ والسلام۔

مکتوب ۲۱۳

پند و نصائح کے بیان میں اور فرقہ ناجیہ یعنی علمائے اہل سنت وجماعت کی تابعداری کرنے اور برے علما کی صحبت سے جنہوں نے علم کو دنیاوی اسباب حاصل کرنے کا وسیلہ بنایا ہے بچنے کی ترغیب میں سیادت پناہ شیخ فرید کی طرف لکھا ہے :-

عَصَمَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَمَّا يَلِيْقُ بِجَنَابِكُمْ بِحُرْمَةِ جَدِّكُمُ الْاَمْجَدِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ حق تعالیٰ آپ کو آپ کے جدِ بزرگوار علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی طفیل ان باتوں سے بچائے، جو آپ کی جناب کے لائق نہیں ہیں۔

حق تعالیٰ فرماتا ہے هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ احسان کا بدلہ احسان ہے فقیر نہیں جانتا کہ آپ کے احسان کا بدلہ کس احسان سے ادا کرے۔ سوائے اس بات کے کہ نیک وقتوں میں سلامتی دارین کی دعا سے تر زبان ہے۔ اللہ کا حمد اور اس کا احسان ہے کہ یہ بات بے تکلف حاصل ہے۔ اور دوسرا احسان جو مکافات کے لائق ہے وہ پند و نصیحت ہے اگر قبول ہو جائے تو زہے سعادت۔

اے شرافت و نجابت کے مرتبہ والے۔ تمام نصیحتوں کا خلاصہ دینداروں اور شریعت کے پابندوں کے ساتھ میل جول رکھنا ہے۔ اور دین و شریعت کا پابند ہونا تمام اسلامی فرقوں میں سے فرقہ ناجیہ یعنی اہل سنت وجماعت کے طریقہ حقہ کے سلوک پر وابستہ ہے۔ ان بزرگواروں کی متابعت کے بغیر نجات محال ہے۔ اور ان کے عقاید کے اتباع کے بغیر خلاصی دشوار ہے تمام

عقلی اور نقلی اور کشفی دلیلیں اس بات پر شاہد ہیں۔ ان میں سے کسی میں خلاف کا احتمال نہیں ہے۔ اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگواروں کے سیدھے رستہ سے ایک رائی کے برابر بھی الگ ہو گیا، تو اس کی صحبت کو زہر قاتل جاننا چاہئے۔ اور اس کی ہمنشینی کو زہر مار خیال کرنا چاہئے۔ بیباک طالب علم خواہ کسی فرقہ سے ہوں، دین کے چور ہیں۔ ان کی صحبت سے بھی بچنا ضروری ہے۔ یہ سب فتنہ و فساد جو دین میں پیدا ہوا ہے۔ انہی لوگوں کی کمبختی سے ہے کہ انہوں نے دنیاوی اسباب کی خاطر اپنی آخرت کو برباد کر دیا ہے۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الضَّلَالَةَ بِالْهُدَىٰ فَمَا رَبِحَتْ تِجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے ہدایت کے بدلے گمراہی خرید لی۔ پس انکی اس تجارت نے ان کو نفع نہ دیا۔ اور نہ ہی انہوں نے ہدایت پائی۔

کسی شخص نے ابلیس لعین کو دیکھا کہ آسودہ اور فارغ بیٹھا ہے۔ اور گمراہ کرنے اور بہکانے سے ہاتھ کوتاہ کیا ہوا ہے۔ اس نے اس کا سبب پوچھا۔ لعین نے کہا کہ اس وقت کے بُرے علما میرا کام کر رہے ہیں۔ اور گمراہ کرنے اور بہکانے کے ذمہ وار ہوئے ہیں۔

وہاں کے طالبوں سے مولانا عمر بہت نیک طبع آدمی ہے۔ بشرطیکہ آپ اس کو حوصلہ دیں اور حق کے اظہار پر دلیر کریں۔ اور حافظ امام بھی اسلام کا جنون رکھتا ہے۔ کیونکہ اسلام میں اس قسم کا جنون ضرور ہونا چاہئے۔ لَنْ يُؤْمِنَ أَحَدُكُمْ حَتّٰى يُقَالَ إِنَّهٗ مَجْنُوْنٌ تم میں سے کوئی ایمان دار نہ ہوگا جب تک اس کو دیوانہ نہ کہا جائے۔

آپ کو معلوم ہے کہ اس فقیر نے کہہ کر اور لکھ کر نیک صحبت کی ترغیب میں کوتاہی نہیں کی اور بُری صحبت سے بچنے کے لئے مبالغہ کرنے میں اپنے آپ کو معاف نہیں رکھا۔ کیونکہ فقیر اسی کو اصل عظیم جانتا ہے۔ آگے قبول کرنا آپ کے اختیار میں ہے۔ بلکہ سب کچھ اللہ ہی کی طرف سے ہے فَطُوْبٰى لِمَنْ جَعَلَهُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مَظْهَرَ الْخَيْرِ پس اس شخص کے لئے مبارک ہے جس کو اللہ تعالےٰ نے خیر کا مظہر بنایا۔

آپ کے احسانوں کی یاد اس گفتگو پر آمادہ کرتی ہے۔ اور رنج و ملال کے ملاحظہ کو درمیان سے اٹھا دیتی ہے۔ والسلام۔

مکتوب ۲۱۴

اس بیان میں کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اور اس سوال مشہور کے جواب میں کہ کفار کو کفر موقت کے باعث دائمی عذاب کیوں ہوگا۔ اور ایک حاجتمند کی سفارش میں خانخاناں کی طرف لکھا ہے:۔

طُوْبٰی لِمَنْ جَعَلَہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ مَظْهَرَ الْخَيْرِ مبارک ہے وہ شخص جس کو خدا تعالے نے نیکی کا مظہر بنایا۔

حق تعالے نے دنیا کو آخرت کی کھیتی بنایا ہے۔ وہ شخص بڑا ہی بدنصیب ہے۔ جو سب کا سب بیج کھا جائے اور استعداد کی زمین میں نہ ڈالے۔ اور ایک دانہ سے سات سو دانہ نہ بنائے۔ اور اس دن کے لئے کہ بھائی بھائی سے بھاگیگا۔ اور ماں بیٹے کی خبر نہ لیگی، کچھ ذخیرہ نہ کرے۔ ایسے شخص کو دنیا و آخرت کا خسارہ حاصل ہے۔ اور سوائے حسرت و ندامت کے کچھ فائدہ نہیں۔ نیک بخت لوگ دنیا کی فرصت کو غنیمت جانتے ہیں۔ نہ اس غرض کے لئے کہ دنیا کی لذتوں اور نعمتوں سے عیش و عشرت حاصل کریں۔ جو باوجود اس قدر سختیوں اور تکلیفوں کے ناپائدار اور بے ثبات ہیں۔ بلکہ اس غرض کے لئے کہ اس فرصت میں کاشتکاری کریں۔ اور نیک عمل کے ایک دانہ سے وَاللّٰہُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ کے بموجب بے نہایت ثمرات حاصل کریں یہی وجہ ہے کہ چندروزہ اعمال صالحہ کی جزا ہمیشہ کا آرام مقرر فرمایا ہے۔ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ اللہ بڑے فضل والا ہے۔

اگر پوچھیں کہ حسنات میں اجر کئی گنا ہے۔ اور برائیوں میں ان کے مثل جزا ہے تو پھر کفار کو چندروزہ برائیوں کے عوض ہمیشہ کا عذاب کیوں ہوگا۔ میں کہتا ہوں کہ عمل کے لئے جزا کا ہم مثل ہونا واجب تعالے کے علم پر موقوف ہے۔ جس کے سمجھنے سے ممکن کا علم قاصر ہے۔

مثلاً قذف محصنات یعنی نیک بیاہی عورتوں کو زنا کی تہمت لگانے میں اس کے ہم مثل جزا اسی کوڑے فرائی ہے۔ اور چوری کی حد میں چور کا دایاں ہاتھ کاٹ ڈالنا اس کی جزا ہے اور زنا کی حد میں بکر کا بکر کے ساتھ زنا کرنے کی صورت میں سو کوڑے یا ایک سال کی جلاوطنی مقرر کی ہے۔ اور بوڑھے آدمی کا بڑھیا عورت کے ساتھ زنا کی صورت میں رجم یعنی سنگسار کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ ان حدود اور تقدیرات کا علم انسان کی طاقت سے خارج ہے۔ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ

یہ خدائے عزیز و علیم کا اندازہ ہے۔

پس کفار کے بارہ میں حق تعالےٰ نے کفر موقت کے موافق ہمیشہ کا عذاب جزا فرمائی ہے۔ تو معلوم ہوا کہ کفر موقت کی ہم مثل جزا ہی ہمیشہ کا عذاب ہے۔ اور وہ شخص جو تمام احکام شرعیہ کو اپنی عقل کے مطابق کرنا چاہے۔ اور عقلی دلائل کے برابر کرنا چاہے۔ وہ شان نبوت کا منکر ہے۔ اس کے ساتھ کلام کرنا بیوقوفی ہے ؎

زانکس کہ بقرآن خبر زو نرہی ... آن است جوابش کہ جوابش ندہی

ترجمہ: جو مانتا ہی نہیں ہے حدیث و قرآں ... بجز سکوت جواب اس کا تو نہ کچھ پہچان

باقی مطلب یہ ہے کہ حامل رقیمہ ہذا میاں شیخ احمد مغفرت پناہ شیخ سلطان تھانیسری کا بیٹا ہے۔ آپ کی اُن مہربانیوں اور احسانوں کو یاد کر کے جو آپ نے اس کے والد بزرگوار کی نسبت کئے تھے اس فقیر کو وسیلہ بنا کر آپ کی خدمت علیہ میں حاضر ہوتا ہے۔ اور آپ کی مہربانیوں میں سے ایک موضع جو پرگنہ اندری میں انعام فرمایا ہوا تھا۔ آگے آپ کا اختیار ہے۔ بلکہ سب کچھ اللہ کی طرف سے ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اور سلام ہو آپ پر اور اُن لوگوں پر جو ہدایت کے راستہ پر چلے اور حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۱۵

دُنیا کی مذمت میں میرزا داراب کی طرف لکھا ہے:۔

مکتوب شریف جو طبعی استعداد کی خوبی سے بڑی عاجزی کے ساتھ ان بے سامان فقرا کی طرف ارسال کیا تھا، پہنچا۔ حق تعالےٰ آپ کو اپنے حبیب علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقے جزائے خیر عطا کرے۔

اے فرزند! دُنیا دار اور دولتمند بڑی بلاؤں میں گرفتار ہیں۔ اور ابتلائے عظیم میں مُبتلا ہیں کیونکہ دنیا کو جو حق تعالےٰ کی مبغوضہ ہے اور تمام نجاستوں سے زیادہ مردار ہے۔ ان کی نظروں میں آراستہ اور پیراستہ ظاہر کیا ہے، جس طرح کہ نجاست کو سونے سے مُلمع کریں اور زہر کو شکر میں ملا دیں۔ حالانکہ عقل دور اندیش کو اس کمینی کی بُرائی سے آگاہ کر دیا ہے اور ان ناپسندیدہ کی قباحت پر ہدایت و دلالت فرمائی ہے۔ اسی واسطے علما نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص وصیت کرے کہ میرا

مال زمانہ کے عقلمند کو دیں تو زاہد کو دینا چاہئیے، جو دنیا سے بے رغبت ہے۔ اور اس کی وہ بے رغبتی اس کی کمال عقل سے ہے۔ اس کے علاوہ صرف عقل کے ایک گواہ پر کفایت نہیں کی نقل کا دوسرا گواہ بھی اس کے ساتھ شامل کر دیا ہے۔ اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی زبان سے جو اہل جہان کے لئے سراسر رحمت ہیں۔ اس کھوٹے اسباب کی حقیقت پر اطلاع بخشی ہے۔ اور اس فاحشہ مکار کی محبت و تعلق سے بہت منع فرمایا ہے۔ ان دو عادل گواہوں کے موجود ہوتے بھی اگر کوئی شکر موہوم کی طمع پر زہر کھالے۔ اور خیالی سونے کی امید پر نجاست اختیار کرلے، تو وہ شخص بڑا ہی بیوقوف اور احمق بالطبع ہے۔ بلکہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسّلام کی اخبار کا منکر ہے۔ ایسا شخص منافق کا حکم رکھتا ہے اس کا ظاہری ایمان آخرت میں اس کو کچھ فائدہ نہ دیگا۔ اور اس کا نتیجہ دنیاوی خون اور مال کے بچاؤ کے سوا کچھ نہ ہوگا۔ آج غفلت کی روئی کانوں سے نکالنی چاہئیے۔ ورنہ کل حسرت و ندامت کے سوا کچھ سرمایہ حاصل نہ ہوگا۔ خبر کرنا ضروری ہے ؎

ہمہ اندرز من بتو این است | کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

ترجمہ؎ نصیحت مری تجھ سے ساری یہی ہے | منقش ہے گھر اور تو لڑکا ابھی ہے

والسّلام۔

مکتوب ۲۱۶

اس بات کے بھید میں کہ بعض اولیاء اللہ سے خوارق بکثرت ظہور میں آتے ہیں اور بعض اولیاء اللہ سے کم۔ اور مقام ارشاد و تکمیل کے اتم ہونے اور اس کے مناسب بیان میں میرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ اللہ رب العٰلمین کا حمد ہے اور سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

خاطر فاتر میں آتا ہے کہ جب دوستوں کے درمیان بعد صوری حاصل ہے اور ظاہری ملاقات عنقا ہوگئی ہے۔ تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی بعض علوم و معارف یاروں کی طرف لکھے جائیں۔ اس واسطے کبھی کبھی اس قسم کی باتیں لکھتا رہتا ہے امید ہے کہ ملال کا باعث نہ ہونگی۔

میرے مخدوم! چونکہ ولایت کی بحث درمیان ہے۔ اور عوام کی نظر خوارق کے ظاہر ہونے پر لگی ہے۔ اس لئے اس قسم کی بعض باتوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ ذرا غور سے سنئے گا۔

ولایت فنا و بقا سے مراد ہے کہ خوارق اور کشف خواہ کم ہوں یا زیادہ اس کے لوازم

سے ہیں لیکن یہ نہیں کہ جس سے خوارق زیادہ ظاہر ہوں اس کی ولایت بھی اتم ہو۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ خوارق بہت کم ظاہر ہوتے ہیں، مگر ولایت اکمل ہوتی ہے ۔

خوارق کے بکثرت ظاہر ہونے کا مدار دو چیزوں پر ہے۔ عروج کے وقت زیادہ بلند جانا۔ اور نزول کے وقت بہت کم نیچے اُترنا۔ بلکہ کثرت خوارق کے ظہور میں اصل عظیم قلت نزول یعنی بہت کم نزول کرنا ہے۔ عروج کی جانب خواہ کسی کیفیت سے ہو۔ کیونکہ صاحب نزول عالم اسباب میں اُترآتا ہے۔ اور اشیا کے وجود کو اسباب سے وابستہ معلوم کرتا ہے۔ اور مسبب الاسباب کے فعل کو اسباب کے پردے کے پیچھے دیکھتا ہے۔ اور وہ شخص کہ جس نے نزول نہیں کیا یا نزول کرکے اسباب تک نہیں پہنچا، اس کی نظر صرف مسبب الاسباب کے فعل پر ہے۔ کیونکہ مسبب الاسباب کے فعل پر اس کی نظر ہونے کے باعث تمام اسباب اس کی نظر سے مرتفع ہو گئے ہیں۔ پس حق تعالیٰ ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اس کے ظن کے موافق علیحدہ علیحدہ معاملہ کرتا ہے۔ اسباب کو دیکھنے والے کا کام اسباب پر ڈال دیتا ہے۔ اور وہ جو اسباب کو نہیں دیکھتا اس کا کام اسباب کے وسیلہ کے بغیر مہیا کر دیتا ہے۔ حدیث قدسی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ اس مطلب کی گواہ ہے ۔

بہت مدت تک دل میں کھٹکتا رہا کہ کیا وجہ ہے کہ اس امت میں اکمل اولیا بہت گذرے ہیں۔ مگر جس قدر خوارق حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ سے ظاہر ہوئے ہیں۔ ویسے خوارق ان میں سے کسی سے ظاہر نہیں ہوئے۔ آخر کار حق تعالیٰ نے اس معما کا بھید ظاہر کر دیا اور جتلا دیا کہ ان کا عروج اکثر اولیاء اللہ سے بلند تر واقع ہوا ہے۔ اور نزول کی جانب میں مقام روح تک نیچے اُترے ہیں جو عالم اسباب سے بلند تر ہے ۔

خواجہ حسن بصری اور حبیب عجمی قدس سرہما کی حکایت اسی مقام کے مناسب ہے۔ **منقول** ہے کہ ایک دن حسن بصری رح دریا کے کنارے پر کھڑے ہوئے کشتی کا انتظار کر رہے تھے کہ دریا سے پار ہوں۔ اسی اثنا میں خواجہ حبیب عجمی رح بھی آنکلے۔ پوچھا آپ یہاں کیوں کھڑے ہیں۔ عرض کیا کہ کشتی کا انتظار کر رہا ہوں۔ حبیب عجمی رح نے فرمایا کہ کشتی کی کیا حاجت ہے کیا آپ یقین نہیں رکھتے۔ خواجہ حسن بصری رح نے کہا کہ آپ علم نہیں رکھتے۔ غرض خواجہ حبیب عجمی رح کشتی کی مدد کے بغیر دریا سے گذر گئے۔ اور خواجہ حسن بصری رح کشتی کے انتظار میں کھڑے رہے۔ خواجہ حسن بصری رح نے چونکہ عالم اسباب میں نزول کیا ہوا تھا۔ اس لئے اس کے ساتھ اسباب کے وسیلہ سے معاملہ کرتے تھے۔ اور حبیب عجمی رح نے چونکہ پورے طور پر اسباب کو نظر سے

دُور کر دیا ہوا تھا۔ اس کے ساتھ اسباب کے وسیلہ کے بغیر زندگانی بسر کرتے تھے۔ لیکن فضیلت حضرت خواجہ حسن بصری رح کے لئے ہے جو صاحب علم ہے۔ اور جس نے عین الیقین کو علم الیقین کے ساتھ جمع کیا ہے۔ اور اشیاء کو جیسی کہ وہ ہیں جانتا ہے۔ کیونکہ قدرت کی اصل حقیقت کو حکمت کے پیچھے پوشیدہ کیا ہے۔ اور حبیب عجمی رح صاحب سُکر ہے۔ اور فاعل حقیقی پر یقین رکھتا ہے بغیر اس بات کے کہ اسباب کا درمیان میں دخل ہو۔

یہ دید نفس امر کے مطابق نہیں ہے کیونکہ اسباب کا وسیلہ واقع کے اعتبار سے ثابت و کائن ہے۔ لیکن تکمیل و ارشاد کا معاملہ ظہور خوارق کے معاملہ کے برعکس ہے۔ کیونکہ مقام ارشاد میں جس کا نزول جس قدر زیادہ تر ہوگا، اسی قدر وہ زیادہ کامل ہوگا۔ کیونکہ ارشاد کے لئے مرشد و مسترشد کے درمیان اس مناسبت کا حاصل ہونا ضروری ہے جو نزول پر وابستہ ہے۔

اور جاننا چاہئے کہ جس قدر کوئی اوپر جاتا ہے اُسی قدر نیچے آتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت رسالت خاتمیت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ اُوپر گئے اور نزول کے وقت سب سے نیچے آگئے۔ اسی واسطے آپ کی دعوت اتم ہوئی۔ اور آپ تمام خلق کی طرف بھیجے گئے۔ کیونکہ نہایت نزول کے باعث سب کے ساتھ مناسبت پیدا کی۔ اور افادہ کا راستہ کامل تر ہوگیا۔ اور بسا اوقات اس راہ کے متوسطوں سے اس قدر طالبوں کا فائدہ وقوع میں آتا ہے۔ جو غیر مرجوع منتہیوں سے میسّر نہیں ہوتا۔ کیونکہ متوسط غیر مرجوع منتہیوں کی نسبت۔ مبتدیوں کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔

اسی سبب سے شیخ الاسلام ہروی قدس سرہٗ نے کہا ہے کہ اگر خرقانی رح اور محمد قصاب رح موجود ہوتے تو میں تم کو محمد قصاب رح کے پاس بھیجتا اور خرقانی رح کی طرف نہ جانے دیتا۔ کیونکہ وہ خرقان کی نسبت تمہارے لئے زیادہ فائدہ مند ہوتا۔ یعنی خرقانی رح منتہی تھے۔ مرید آپ سے بہت کم فائدہ حاصل کرتے تھے۔ یعنی منتہی غیر مرجوع تھے نہ کہ مطلق منتہی۔ کیونکہ کامل افادہ کا نہ ہونا اس کے حق میں غیر واقع ہے۔ کیونکہ محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے زیادہ منتہی تھے۔ حالانکہ آپ کا افادہ سب سے زیادہ تھا۔ پس افادہ کے کم یا زیادہ ہونے کا مدار رجوع و ہبوط پر ہے نہ کہ انتہا اور عدم انتہا پر۔

یہاں ایک نکتہ ہے جس کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ وہ یہ ہے کہ جس طرح نفس ولایت کے حاصل ہونے میں ولی کو اپنی ولایت کا علم ہونا شرط نہیں ہے۔ جیسے کہ مشہور ہے۔ اسی طرح

اس کو اپنے خوارق کے وجود کا علم ہونا بھی شرط نہیں ہے۔ بلکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ لوگ کسی ولی سے خوارق نقل کرتے ہیں۔ اور اس کو ان خوارق کی نسبت بالکل اطلاع نہیں ہوتی۔ اور وہ اولیا جو صاحب علم اور کشف ہیں اُن کے لیے جائز ہے کہ اپنے بعض خوارق پر اس کو اطلاع دیدیں۔ بلکہ ان کی مثالیہ صورتوں کو متعدد مکانوں میں ظاہر کریں۔ اور دُور دراز جگہوں میں ان صورتوں سے ایسے عجیب و غریب کام ظہور میں لائیں، جن کی اس صورتوں والے کو ہرگز اطلاع نہیں ہے ع

از ما و شما بہانہ ساختہ اند

ترجمہ ع بہانہ ہے ہمارا اور تمہارا درمیاں ہیں

حضرت مخدوم قبلہ گاہی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ ایک بزرگ کہتا تھا کہ عجیب کاروبار ہے کہ لوگ اطراف و جوانب سے آتے ہیں، بعض کہتے ہیں ہم نے آپ کو مکہ معظمہ میں دیکھا ہے اور موسم حج میں حاضر پایا ہے۔ اور ہم نے آپ سے ملکر حج کیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو بغداد میں دیکھا ہے۔ اور اپنی دوستی کا اظہار کرتے ہیں۔ اور میں ہرگز اپنے گھر سے باہر نہیں نکلا ہوں۔ اور نہ ہی کبھی اس قسم کے آدمیوں کو دیکھا ہے۔ کتنی بڑی تہمت ہے جو ناحق مجھ پر لگاتے ہیں۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّھَا سب کاموں کی اصل حقیقت کو اللہ ہی جانتا ہے۔ اس سے زیادہ لکھنا طول کلامی ہے۔ ہاں اگر آپ کی طلب اور پیاس زیادہ معلوم کی نوبت جلدی اس سے زیادہ کچھ لکھا جاویگا۔ انشاء اللہ تعالےٰ۔

مکتوب ۲۱۷

اس بیان میں کہ باطنی نسبت جس قدر حیرت و جہالت کی طرف جائے اسی قدر بہتر ہے اور اس بیان میں کہ کیا باعث ہے کہ اولیاء اللہ کے بعض کشف غلط واقع ہوتے ہیں اور ان کے خلاف ظاہر ہوتا ہے۔ اور قضائے معلق اور قضائے مبرم کے درمیانی فرق اور ان میں سے ہر ایک کے حکم میں۔ اور اس بیان میں کہ جو کچھ قطعی اور اعتبار کے لائق ہے وہ کتاب و سنّت ہے۔ اور اس بیان میں کہ بعض طالبوں کو طریقہ سکھانے کی اجازت دینا ان کے کمال اور تکمیل کی علامت نہیں ہے اور اس کے متعلق بیان میں مُلّا طاہر بدخشی کی طرف لکھا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ اللہ رب العالمین کا حمد ہے اور سیّد المرسلین اور اس کی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

مدت گذری ہے کہ اپنے احوال و اوضاع سے آپ نے اطلاع نہیں دی۔ ہر حال میں استقامت مطلوب ہے۔ کوشش کریں کہ از روئے عمل اور اعتقاد کے سرِ مو خلاف شریعت سرزد نہ ہو۔ اور باطنی نسبت کی حفاظت نہایت ہی ضروری ہے۔ اور باطنی نسبت جس قدر جہالت کی طرف جائے اسی قدر زیبا ہے اور جس قدر حیرت تک پہنچے اسی قدر بہتر ہے۔ کیونکہ کشوف الٰہی اور ظہورات اسمائی سب راستہ کے درمیان ہیں۔ وصول کے بعد یہ سب گم ہو جاتے ہیں۔ اور جہالت اور مطلوب کے نہ پانے کے سوا کچھ نہیں رہتا۔ کشوف کونی کی نسبت کیا لکھا جائے۔ کیونکہ ان میں خطا کی مجال بہت ہے اور غلطی کا گمان غالب ہے۔ ان کے عدم و وجود کو یکساں جاننا چاہئے اگر پوچھیں کہ کیا سبب ہے کہ بعض کونی کشوف میں جو اولیاء اللہ سے صادر ہوتے ہیں غلطی واقع ہو جاتی ہے۔ اور سان کے برخلاف ظہور میں۔

مثلاً خبر دی کہ فلاں آدمی ایک ماہ کے بعد مر جائیگا۔ یا سفر سے واپس وطن میں آئیگا اتفاقاً ایک ماہ کے بعد ان دونوں باتوں میں سے کوئی بھی وقوع میں نہ آئی۔ تو اس کا یہ جواب ہے کہ وہ چیز جس کا کشف ہوا ہے اور اُس کی خبر دیگئی ہے اس کا حاصل ہونا شرائط پر مشروط تھا کہ صاحب کشف نے اُس وقت ان شرائط سے مفصّل طور پر اطلاع نہیں پائی۔ اور مطلق طور پر اس شے کے حاصل ہونے کا حکم کیا ہے۔ یا یہ وجہ ہے کہ لوح محفوظ کے احکام میں سے کوئی حکم عارف پر ظاہر ہوا ہے کہ وہ حکم فی نفسہ محو و اثبات کے قابل ہے۔ اور قضاءِ معلق کی قسم سے ہے لیکن اس عارف کو اس حکم کے محو و اثبات کی تعلیق اور قابلیت سے کچھ خبر نہیں ہے۔ اس صورت میں اگر اپنے علم کے موافق حکم کریگا تو اس میں ضرور ہی خلاف کا احتمال ہوگا۔

لکھا ہے کہ ایک دن حضرت جبرئیل علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حضرت پیغمبر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ایک شخص کے حق میں یہ خبر دی کہ یہ جوان کل صبح ہوتے ہی مر جاویگا۔ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس جوان کے حال پر رحم آیا۔ اس سے پوچھا کہ تو دنیا سے کیا آرزو رکھتا ہے۔ اس نے عرض کیا کہ دو چیزیں۔ ایک کنواری بیوی۔ دوسرے حلوا۔ حضور نے دونوں چیزیں مہیا کرنے کا حکم فرمایا۔ وہ جوان اپنی بیوی کے ساتھ خلوت میں بیٹھا ہوا تھا۔ اور وہ حلوے کا طبق ان کے آگے رکھا تھا کہ اسی اثنا میں ایک سائل محتاج نے دروازہ

پڑھ کر اپنی حاجت کو ظاہر کیا اس جوان نے وہ حلوے کا طبق اُٹھا کر اس فقیر کو دیدیا۔ جب صبح ہوئی حضرت پیغمبر علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام اس جوان کے مرنے کی خبر کا انتظار کرنے لگے۔ جب دیر ہوگئی تو فرمایا کہ اس جوان کی خبر لاؤ کہ کیا حال ہے۔ معلوم ہوا کہ خوش و خرم ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حیران رہ گئے۔ اسی اثنا میں حضرت جبرئیل علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اس حلوے کے صدقہ نے اس جوان کی بلا کو دفع کیا۔ جب اس کے بستر کو دیکھا تو اس کے نیچے ایک بڑا سانپ مُردہ پایا۔ اور اس کے پیٹ میں اس قدر حلوا پڑا ہوا دیکھا کہ حلوے کی زیادتی سے جان دیدی۔ لیکن یہ فقیر اس نقل کو پسند نہیں کرتا۔ اور جبرئیل علیہ السلام پر خطا تجویز نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ وحی قطعی کا حامل ہے اور وحی کے حامل پر خطا کا احتمال تجویز کرنا بُرا جانتا ہے۔ ہاں اگر یہ کہیں کہ اس کی عصمت و امانت اور خطا کا احتمال نہ ہونا اس وحی سے مخصوص ہے۔ جو حق تعالٰے کی طرف سے صرف تبلیغ پر موقوف ہے۔ اور اس خبر میں اس قسم کی وحی نہیں ہے۔ بلکہ علمی اخبار ہے اور لوح محفوظ سے مستفاد ہے۔ جو محو و اثبات کا محل ہے۔ تو اس خبر میں خطا کی مجال ہوسکتی ہے۔ برخلاف وحی کے جو مجرد تبلیغ ہے۔ پس دونوں میں فرق ظاہر ہوگیا۔ جیسے کہ شہادت اور اخبار کے درمیان فرق ہے۔ کیونکہ اول شرع میں معتبر ہے۔ اور دوسرا غیر معتبر۔

اے میرے سعادتمند بھائی! آپ کو معلوم کرنا چاہئے کہ قضا دو قسم پر ہے۔ (۱) قضائے معلق (۲) قضائے مبرم۔

قضائے معلق میں تغیر و تبدل کا احتمال ہے۔ اور قضائے مُبرم میں تغیر و تبدل کی مجال نہیں ہے اللہ تعالٰے فرماتا ہے مَا یُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَیَّ۔ میرا قول کبھی تبدیل نہیں ہوتا، یہ قضائے مُبرم کے بارہ میں ہے۔ اور قضائے مُعلّق کے بارہ میں فرماتا ہے۔ یَمْحُوا اللّٰہُ مَا یَشَآءُ وَ یُثْبِتُ وَ عِنْدَہٗٓ اُمُّ الْکِتٰبِ۔ جسے چاہتا ہے مٹاتا ہے اور جسے چاہتا ہے ثابت رکھتا ہے اور اسکے پاس اُم الکتاب ہے۔

میرے حضرت قبلہ گاہی قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت سید محی الدین جیلانی قدس سرہٗ نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ قضائے مُبرم میں کسی کو تبدیلی کی مجال نہیں ہے، اگر مجھ ہے۔ اگر چاہوں تو میں اس میں بھی تصرف کروں۔ اس بات سے بہت تعجب کیا کرتے تھے اور بعید از فہم فرماتے تھے۔

یہ نقل بہت مدت تک اس فقیر کے ذہن میں رہی۔ یہاں تک کہ حضرت حق تعالٰے نے اس دولت سے مشرف فرمایا۔ ایک دن ایک بلیّہ کے دفع کرنے کے درپے ہوا۔ جو کسی دوست کے

حق میں مقرر ہو چکی تھی۔ اس وقت بڑی التجا اور عاجزی اور نیاز و خشوع کی، تو معلوم ہوا کہ لوح محفوظ میں اس امر کی قضا کسی امر سے معلق اور کسی شرط پر مشروط نہیں ہے۔ اس بات سے بڑی یاس و نا امیدی حاصل ہوئی۔ اور حضرت سید محی الدین قدس سرہٗ کی بات یاد آئی۔ دوبارہ پھر ملتجی اور متضرع ہوا۔ اور بڑی عجز و نیاز سے متوجہ ہوا۔ تب محض فضل و کرم سے اس فقیر پر ظاہر کیا گیا کہ قضائے معلق دو طرح پر ہے۔ ایک وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا لوح محفوظ میں ظاہر ہوا ہے۔ اور فرشتوں کو اس پر اطلاع دی ہے۔ اور دوسری وہ قضا ہے جس کا معلق ہونا صرف خدائے تعالیٰ ہی کے پاس ہے۔ اور لوح محفوظ میں قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ اور قضائے معلق کی اس دوسری قسم میں بھی پہلی قسم کی طرح تبدیلی کا احتمال ہے۔ پھر معلوم ہوا کہ حضرت سید قدس سرہٗ کی بات بھی اسی اخیر قسم پر موقوف ہے جو قضائے مبرم کی صورت رکھتی ہے۔ نہ اُس قضا پر جو حقیقت میں مبرم ہے۔ کیونکہ اس میں تصرف و تبدیل عقلی اور شرعی طور پر محال ہے۔ اور حق یہ ہے کہ جب کسی کو اس قضا کی حقیقت پر اطلاع ہی نہیں ہے تو پھر اس میں تصرف کیسے کر سکے۔ اور اس آفت و مصیبت کو جو اس دوست پر پڑی تھی قسم اخیر میں پایا۔ اور معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ نے اس بلیہ کو دفع فرما دیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰى ذٰلِكَ حَمْدًا كَثِيْرًا طَيِّبًا مُبَارَكًا عَلَيْهِ كَمَا يُحِبُّ رَبُّنَا وَيَرْضٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ عَلٰى سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ خَاتَمِ الْاَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ الَّذِىْ اَرْسَلَهٗ رَحْمَةً لِّلْعَالَمِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَعَلٰى جَمِيْعِ اِخْوَانِهٖ مِنَ النَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِيْنَ وَالْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ اَجْمَعِيْنَ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مِنْ مُّحِبِّيْهِمْ وَمُتَابِعِيْ اٰثَارِهِمْ بِبَرَكَةِ هٰٓؤُلَآءِ الْكُبَرَآءِ وَيَرْحَمُ اللّٰهُ عَبْدًا قَالَ اٰمِيْنًا۔ اس بات پر اللہ تعالیٰ کا حمد ہے ایسا حمد کثیر اور طیب اور مبارک جیسے کہ ہمارا رب چاہتا اور پسند کرتا ہے اور اولین و آخرین کے سردار اور انبیاء و مرسلین کے ختم کرنے والے پر جس کو اللہ تعالیٰ نے اہل جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا اور اُن کی آل و اصحاب اور اُن کے تمام بھائیوں یعنی نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور نیکوں اور تمام مقرب فرشتوں پر صلوٰۃ و سلام و تحیت ہو۔ یا اللہ تو ہم کو ان بزرگواروں کی برکت سے ان سب کا محب اور ان کے افعال کا تابعدار بنا۔ اور اللہ تعالیٰ رحم کرے اُس بندے پر جس نے آمین کہا۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بعض اوقات بعض علوم الہامی میں بھی جو خطا ہو جاتی ہے اس کا سبب یہ ہے کہ بعض مسلمہ مقدمات جو صاحب الہام کے نزدیک ثابت

اور حقیقت میں کاذب ہیں علوم الہامی کے ساتھ اس طرح ملجاتے ہیں کہ صاحب الہام تمیز نہیں کر سکتا بلکہ تمام علوم کو الہامی خیال کرتا ہے۔ پس ان علوم کے بعض اجزا میں خطا ہونے کے باعث مجموع علوم میں خطا واقع ہو جاتی ہے۔ اور نیز کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کشف اور واقعات میں امور غیبی کو دیکھتا اور خیال کرتا ہے کہ ظاہر پر محمول ہیں اور صورت پر منحصر ہیں۔ تو اس خیال کے موافق حکم کرتا ہے۔ اور خطا واقع ہو جاتی ہے۔ اور نہیں جانتا کہ وہ امور ظاہر کی طرف سے پھرے ہوئے ہیں۔ اور تاویل وتعبیر پر محمول ہیں۔ اس مقام پر تمام کشف غلط واقع ہوتے ہیں۔ غرض جو کچھ قطعی اور اعتبار کے لائق ہے۔ وہ صرف کتاب وسنت ہے جو وحی قطعی سے ثابت ہوئے ہیں اور فرشتہ کے نازل ہونے سے مقرر ہوئے ہیں۔ اور علما کا اجماع اور مجتہدین کا اجتہاد بھی انہی دو اصلوں کی طرف راجع ہے۔ ان چار شرعی اصول کے سوا اور جو کچھ ہو۔ خواہ صوفیہ کے علوم ومعارف ہوں۔ اور خواہ انکے کشف والہام۔ اگر ان اصول کے موافق ہیں تو مقبول ہیں ورنہ مردود۔ وہاں وجد وحال کو جب تک شرع کی میزان پر نہ تول لیں، نیم جو سے بھی نہیں خریدتے۔ اور کشوف والہامات کو جب تک کتاب وسنت کی کسوٹے پر نہ پرکھ لیں، نیم جیتل کے برابر بھی پسند نہیں کرتے ÷

طریق صوفیہ کے سلوک سے مقصود یہ ہے کہ معتقدات شرعیہ کی حقیقت پر جو ایمان کی حقیقت ہیں یقین زیادہ ہو جائے۔ اور احکام شرعیہ کے ادا کرنے میں آسانی حاصل ہو۔ نہ کچھ اور امر اس کے سوا۔ کیونکہ رویت کا وعدہ آخرت کو ہے۔ اور دنیا میں ثابت نہیں ہے۔ اور وہ مشاہدے اور تجلیات جن پر صوفیہ خوش ہیں۔ وہ ظلال سے آرام اور شبہ ومثال کے ساتھ تسلی کئے بیٹھے ہیں۔ حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ میں ڈرتا ہوں کہ اگر ان مشاہدوں اور تجلیوں کی پوری پوری حقیقت بیان کروں تو اس راہ کے مبتدیوں کی طلب میں فتور پڑ جاویگا۔ اور ان کے شوق میں قصور واقع ہو جاویگا۔ اور اس سے بھی ڈرتا ہوں کہ اگر باوجود علم کے کچھ نہ کہوں تو حق باطل سے ملا رہیگا۔ البتہ اس قدر ضرور ظاہر کرتا ہوں کہ اس راہ کی تجلیات ومشاہدات کو موسیٰ کلیم اللہ علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہاڑ کی تجلی وشہود کی کسوٹی پر پرکھنا چاہئیے۔ اگر درست نہوں تو ناچار ظلال اور شبہ ومثال پر محمول کرنے چاہئیں۔ تو پھر شاید درست ہوں۔ کیونکہ تجلی سے مقصود دک وفک یعنی پارہ پارہ ہونا ہے۔ اور دنیا میں اس سے چارہ نہیں ہے۔ خواہ باطن پر متجلی ہو خواہ ظاہر پر دک وفک ضرور ہے۔ لیکن خاتم الانبیا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اس داغ سے پاک ہیں۔ آپ کو دنیا میں رویت میسر ہوئی اور سر مو اپنی جگہ سے نہ ہلے۔ اور آپ کے کامل تابعداروں کو جو اس مقام سے

نصیب رکھتے ہیں ۔ وہ رویت ظلال میں سے کسی ظل کے پردہ کے بغیر نہ ہوگی صاحب تجلی سمجھے یا نہ سمجھے ۔ جب کلیم اللہ علےٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس حال کے مشاہدے سے بغیر اس بات کے کہ تجلی ہو، بیہوش ہو گئے ۔ تو پھر اوروں کا کیا حال ہے ۔

دوسرے یہ ہے کہ جاننا چاہئے کہ بعض مخلصوں کو اجازت دینے سے مقصود یہ تھا کہ اس وجہ سے لوگوں کو گمراہی کے بھنور سے حق تعالےٰ کے راستہ کی طرف رہنمائی کریں ۔ اور آپ بھی ان طالبوں کے ساتھ ذکر مشغول کریں ۔ اور ترقیات حاصل کریں ۔ اور اس سررشتہ کو نگاہ رکھ کر کوشش کریں کہ ان کی اپنی بقیہ بُری خصلتیں دُور ہو جائیں اور مرید و مسترشد بھی اس دولت سے مشرف ہو جائیں ۔ نہ یہ کہ یہ اجازت کمال و تکمیل کے وہم میں ڈالدے اور مقصود سے ہٹا رکھے ۔ وَمَا عَلَے الرَّسُولِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچانا ہے ۔ والسلام ۔

مکتوب ۲۱۸

پیر طریقت کے آداب کو مد نظر رکھنے کے بیان میں مُلّا داؤد کی طرف لکھا ہے :۔

میرے عزیز بھائی! مولانا داؤد کا مکتوب شریف پہنچکر خوشی کا موجب ہوا ۔ حق تعالےٰ اپنے نبی اور اُن کی آل پاک علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی طفیل آپ کے ظاہر و باطن کو اپنی مرضیات سے آراستہ و پیراستہ کرے ۔

باطنی سبق کے تکرار کرنے اور خواجگان قدس سرہم کے طریقہ پر استقامت کرنے میں ایسا نہ ہو کہ پراگندہ توجہوں سے فتور پڑ جائے ۔ اور اگر بالفرض کچھ ظلمت و کدورت طاری ہو جائے تو اس کا علاج یہ ہے کہ حق تعالےٰ کی پاک بارگاہ میں التجا و زاری اور نیاز و شکستگی بجا لائیں ۔ اور اپنے مُربّی یعنی پیر کی طرف، جو اس دولت کے حاصل ہونے کا وسیلہ ہے ۔ پورے طور پر متوجہ ہوں اور حضور و غیبت میں اس بڑی دولت کے وسیلوں یعنی پیروں کے آداب کو اچھی طرح مد نظر رکھیں اور ان بزرگواروں کی رضا کو حق تعالےٰ کی رضامندی کا وسیلہ بنائیں ۔ نجات و خلاصی کا طریقہ یہی ہے والسلام ۔

مکتوب ۲۱۹

اس بیان میں کہ آدمی اپنی نادانی سے اپنی ظاہری مرض کے دور کرنے کی فکر میں لگا ہے

اور باطنی مرض سے جو دل کی گرفتاری سے مراد ہے، غافل پڑا ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں میرزا ایرج کی طرف لکھا ہے:۔

عَصَمَكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَمَّا يَصِمُكُمْ وَصَانَكُمْ عَمَّا شَانَكُمْ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْاَوَّلِيْنَ وَالْاٰخِرِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَتَمُّهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا حق تعالیٰ سید اولین و آخرین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل آپ کو اس چیز سے بچائے جو آپ کو داغدار کرے۔ اور اس چیز سے محفوظ رکھے جو آپ کو عیب لگائے۔

اے سعادت و شرافت کے نشان والے۔ آدمی کو جب کوئی ظاہری مرض لگجاتی ہے اور اس کے کسی عضو کو آفت پہنچتی ہے۔ تو بہت کوشش اور مبالغہ کرتا ہے تاکہ وہ مرض دفع ہو جائے اور وہ آفت دور ہو جائے لیکن مرض قلبی نے جو ماسوائے حق کی گرفتاری سے مراد ہے اس پر اس طرح غلبہ پایا ہوا ہے جو نزدیک ہے کہ اس کو ہمیشہ کی موت تک پہنچا دے۔ اور ہمیشہ کے عذاب میں اس کو گرفتار کر دے۔ اس کے دور کرنے کا فکر نہیں کرتا اور اس کے دفع کرنے میں کوشش نہیں کرتا۔ اور اگر اس گرفتاری کو مرض نہیں جانتا تو پرلے درجے کا احمق ہے۔ اور اگر جانتا ہے اور پھر فکر نہیں کرتا تو بڑا ہی پلید ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اس مرض کے سمجھنے کے لیے عقل معاد درکار ہے۔ کیونکہ عقل معاش اپنی کوتاہ اندیشی سے ظاہر بینی پر لگی ہوئی ہے۔ اور عقل معاش جس طرح باطنی امراض کو فانی عیش و عشرت کے باعث مرض خیال نہیں کرتی۔ اسی طرح عقل معاد بھی ظاہری امراض کو عاقبت کے ثوابوں کی وجہ سے مرض نہیں جانتی۔ عقل معاش کی نظر کوتاہ ہے اور عقل معاد کی نظر تیز۔

عقل معاد انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہے اور عقل معاش دولتمندوں اور دنیاداروں کا حصہ ہے۔ اور ان دونوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ اور وہ اسباب جو عقل معاد کو برانگیختہ کرنے والے ہیں، موت کا ذکر۔ آخرت کے احوال کا یاد کرنا اور ان لوگوں کی صحبت میں بیٹھنا ہے۔ جو دار آخرت کی دولت سے مشرف ہوئے ہیں ؎

دادیم ترا ز گنج مقصود نشانے ... ما گر نہ رسیدیم تو شاید برسی

ترجمہ ؎ تجھے گنج مقصود بتلایا ہم نے ... ملا گر نہیں ہم کو شاید تو پالے

جاننا چاہیئے کہ جس طرح ظاہری مرض احکام شرعیہ کے مشکل ادا ہونے کا باعث ہے مرض باطنی بھی اسی دشواری کو مستلزم ہے۔ حق تعالیٰ نے فرماتا ہے كَبُرَ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ مَا تَدْعُوْهُمْ

اِلَیۡہِ۔ مشرکوں پر وہ بات جس کی طرف تو اُن کو بلاتا ہے بہت بھاری ہے۔ اور فرماتا ہے وَ اِنَّھَا لَکَبِیۡرَۃٌ اِلَّا عَلَی الۡخٰشِعِیۡنَ بیشک نماز بھاری ہے مگر خاشعین پر۔

ظاہری مرض میں قوی اور اعضا کی کمزوری اس دشواری کو مستلزم۔ اور مرض باطنی میں یقین کا ضعف اور ایمان کی کمی اس دشواری کا موجب ہے۔ ورنہ تکالیف شرعی میں سراسر آسانی اور سہولت ہے۔ آیت کریمہ یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَ لَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ اللہ تمہارے ساتھ آسانی چاہتا ہے۔ اور تنگی نہیں چاہتا۔ اور آیت کریمہ یُرِیۡدُ اللّٰہُ اَنۡ یُّخَفِّفَ عَنۡکُمۡ وَ خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا اللہ تم سے تخفیف کرنا چاہتا ہے اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے۔ دونوں اس مطلب کے گواہ ہیں ؎

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

ترجمہ ؎ اگر کوئی نہیں بینا گناہ سورج کا ہے پھر کیا

پس اس مرض کے دور کرنے کا فکر ضروری ہے۔ اور حاذق طبیبوں کی طرف التجا کرنا فرض عین ہے مَا عَلَی الرَّسُوۡلِ اِلَّا الۡبَلٰغُ قاصدوں کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔ والسلام۔

مکتوب ۲۲۰

صوفیوں کی بعض غلطیوں اور ان غلطیوں کے منشا کے بیان میں شیخ حمید بنگالی کی طرف لکھا ہے:۔

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ وَ عَلَیۡہِمۡ اَجۡمَعِیۡنَ اللہ رب العٰلمین کی حمد ہے اور حضرت سید المرسلین اور ان کی سب آل و اصحاب پر صلوٰۃ و سلام ہو۔

اس طرف کے فقراء کے احوال و اوضاع دن بدن شکر کی زیادتی کا موجب ہیں۔ اور دور افتادہ دوستوں کے بارہ میں بھی یہی اُمید رکھتا ہے۔

اے عزیز! اس غیب الغیب یعنی اندھا دھند رستہ میں سالکوں کے قدم بہت پھسلتے ہیں آپ اعتقادات اور عملیات میں شریعت کو مدنظر رکھ کر زندگانی بسر کریں حضور و غیبت میں فقیر کی یہی نصیحت ہے۔ اس میں غفلت نہ ہونے پائے۔

فقیر اس راستہ کی بعض غلطیوں کو لکھتا ہے اور اس غلط کا منشا مقرر کرتا ہے۔ اُمید ہے

کہ اعتبار کی نظر سے ملاحظہ فرمائینگے۔ اور ان مذکورہ جزئیات کے ماسوا ان کے اندازہ کے موافق کام کرینگے ❖

جان لیں کہ صوفیہ کی بعض غلطی یہ ہے کہ کبھی سالک مقامات عروج میں اپنے آپ کو دوسروں سے بلند پاتا ہے جن کی افضلیت علما کے اجماع سے ثابت ہوئی ہے۔ حالانکہ یقیناً اس سالک کا مقام ان بزرگواروں کے مقامات سے نیچے ہے۔ بلکہ یہ اشتباہ کبھی کبھی انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت بھی جو قطعی طور پر بہترین خلائق ہیں واقع ہو جاتا ہے۔ عَیَاذًا بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِکَ اللہ تعالےٰ اس سے محفوظ رکھے۔ اس باب میں بعض کی غلطی کا منشا یہ ہے کہ انبیا و اولیا میں سے ہر ایک کا عروج پہلے ان اسما تک ہے جو ان کے وجودی تعینات کے مبدء ہیں۔ اور اس عروج سے ولایت کا اسم متحقق ہوتا ہے۔ دوسرے عروج ان اسما میں اور ان اسما سے اِلٰی مَاشَاءَ اللہ۔ لیکن باوجود اس عروج کے ان میں سے ہر ایک کا مقام و منزل وہی اسم ہے جو اس کے وجودی تعین کا مبدء ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقامات عروج میں جو کوئی ان کو ڈھونڈتا ہے۔ اکثر انہی اسما میں پاتا ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں کے طبعی مکان مراتب عروج میں وہی اسما ہیں۔ اور ان اسما سے عروج و ہبوط کرنا عوارض کے سبب سے ہے۔ پس جب بلند فطرت سالک کا سیر ان اسما سے بلند تر واقع ہو۔ تو ضرور ان اسما سے بھی بالا تر جائیگا۔ اور اس کو یہ وہم پیدا ہو جائیگا۔ اللہ تعالےٰ اس بات سے بچائے کہ یہ وہم اس پہلے یقین کو دور کر دے۔ اور انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے افضل ہونے اور اولیا کے اُوپر کے بہتر ہونے میں جو اجماع کے ساتھ افضل ہیں اشتباہ پیدا کرے۔ یہ مقام سالکوں کے قدم پھسلنے کا مقام ہے۔ اس وقت سالک نہیں جانتا کہ ان بزرگواروں نے ان اسما سے بے نہایت عروج فرمائے ہیں۔ اور فوق الفوق میں پہنچے ہوئے ہیں۔ اور نیز جاننا چاہیئے کہ وہ اسما ان کے عروج کے طبعی مکان ہیں۔ اور اس کا بھی اس جگہ طبعی مکان ہے جو ان اسما سے بہت نیچے اور پست ہے۔ کیونکہ ہر شخص کا افضل ہونا اس کے اسم کے اقدم ہونے کے اعتبار سے ہے جو اس کے تعین کا مبدء ہوا ہے ❖

اسی قسم سے ہے یہ بات جو بعض مشائخ نے کہی ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ عارف کو مقامات عروج میں برزخیت کبریٰ حائل نہیں ہوتی۔ اور اس کے وسیلہ کے بغیر ترقی کرتا ہے ❖

ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ مرزا بعد سفر بھی اسی جماعت سے ہے یہ لوگ چونکہ عروج کے وقت اس اسم سے جو برزخیت کبریٰ کے تعین کا مبدء ہے اوپر گذرے ہیں

اس لئے ان کو وہم ہوا ہے کہ برزخیت کبریٰ درمیان حائل نہیں رہی۔ اور برزخیت کبریٰ سے ان کی مراد حضرت رسالت خاتمیت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حقیقت ہے۔ اور اصل معاملہ وہی ہے جو اُوپر گذرا ۔

اور بعض دوسری کی اس غلطی کا منشا یہ ہے کہ جب سالک کا سیر اس اسم میں واقع ہوتا ہے جو اس کے یقین کا مبدء ہے۔ اور وہ اسم مجمل طور پر تمام اسما کا جامع ہے۔ کیونکہ انسان کی جامعیت اسی قسم کی جامعیت کے باعث ہے۔ پس ناچار اس ضمن میں وہ اسما بھی جو دوسرے مشائخ کے تعینات کے مبدء ہیں مجمل طور پر اس سیر میں قطع کریگا۔ اور ہر ایک سے گذر کر اس اسم کے منتہا تک پہنچ جاویگا۔ اور اپنی فوقیت کا وہم پیدا کریگا۔ اور نہیں جانتا کہ مقامات مشائخ سے جو کچھ اُس نے دیکھا ہے اور ان سے گذر کیا ہے۔ ان کے مقامات کا نمونہ ہے نہ کہ ان مقامات کی حقیقت۔ اور جب اس مقام میں اپنے آپ کو جامع معلوم کرتا ہے اور دوسروں کو اپنے اجزا خیال کرتا ہے تو اپنے اوپر ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے۔ اسی مقام میں شیخ بسطامی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ لِوَائِیْ اَرْفَعُ مِنْ لِوَاءِ مُحَمَّدٍ میرا جھنڈا احمد کے جھنڈے سے زیادہ بلند ہے۔ غلبہ سکر کے باعث نہیں جانتا کہ اس کے جھنڈے کی بلندی محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے سے نہیں ہے بلکہ ان کے جھنڈے کے نمونہ سے ہے جو ان کے اسم کی حقیقت کے ضمن میں مشہور ہوا ہے۔ اور اسی قسم سے ہے وہ بات جو انہوں نے اپنے قلب کی وسعت کے بارہ میں کہی ہے کہ اگر عرش اور ما فیہ کو عارف کے قلب کے گوشہ میں رکھ دیں۔ تو کچھ محسوس نہ ہو۔ یہاں بھی نمونہ کا حقیقت سے اشتباہ ہے۔ ورنہ عرش کے مقابلہ میں جس کو حق تعالےٰ عظیم فرماتا ہے عارف کے قلب کا کیا اعتبار اور مقدار ہے۔ وہ ظہور جو عرش میں ہے اس کا سوواں حصہ بھی قلب میں نہیں ہے۔ اگرچہ عارف کا قلب ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ رویت اخروی عرش کے ظہور پر متحقق ہوگی یہ بات اگرچہ آج بعض صوفیہ کو ناگوار گذریگی۔ لیکن آخرکار ایک دن ان کی سمجھ میں آ جاویگی۔

اس بات کو ہم ایک مثال سے روشن کرتے ہیں کہ انسان چونکہ عناصر و افلاک کا جامع ہے جب اس کی نظر اپنی جامعیت پر پڑتی ہے۔ تو عناصر و افلاک کو اپنے اجزا دیکھتا ہے۔ اور جب یہ دید غالب آ جائے۔ تو کچھ دُور نہیں کہ اگر وہ یہ بات کہدے کہ میں کرہ زمین سے بڑا ہوں۔ اور آسمانوں سے فراخ تر ہوں۔ اس وقت عاقل لوگ سمجھتے ہیں کہ اس کی عظمت و بڑائی اس کے اپنے اجزا سے ہے۔ اور کرہ زمین اور آسمان حقیقت میں اس کے اجزا نہیں ہیں۔ بلکہ اس کے

ان اجزا کا نمونہ بنے ہوئے ہیں۔ اور اس کی بزرگی ان نمونوں سے ہے جو اس کے اجزا ہیں۔ نہ کہ کرۂ ارضی و سماوی کی حقیقت سے۔ اور اسی وجہ سے کہ کسی شے کا نمونہ اس کی حقیقت کے مشابہ ہوتا ہے۔ فتوحات مکیہ والے نے کہا ہے کہ جمع محمدی جمع الٰہی سے اجمع ہے۔ کیونکہ جمع محمدی کونی اور الٰہی حقائق پر مشتمل ہے، پس اجمع ہوگی۔ اور نہیں جانتا کہ یہ اشتمال مرتبہ الوہیت کے ظلال میں سے ایک ظل سے ہے۔ اور اس کے نمونوں میں سے ایک نمونہ پر ہے۔ نہ کہ وہ اشتمال اس مرتبہ مقدس کی حقیقت پر۔ بلکہ اس مرتبہ کے پہلو میں کہ عظمت و کبریائی اس کے لوازم سے ہے۔ جمع محمدی کا کچھ مقدار نہیں ہے ما لِلتُّرَابِ وَ رَبِّ الْاَرْبَابِ۔ ۶

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

اور نیز اس مقام میں جب کہ سالک کا سیر اس اسم میں جو اس کا رب ہے واقع ہوتا ہے تو بسا اوقات خیال کرتا ہے کہ بعض بزرگوار جو یقیناً اس سے افضل ہیں اس کے وسیلہ سے بلند مقامات میں پہنچے ہیں۔ اور اس کے وسیلہ سے ترقی کی ہے۔ یہاں بھی سالکوں کے قدم پھسلنے کا مقام ہے۔ اللہ پناہ دے کہ اس کمال سے کوئی اپنے آپ کو افضل جانے اور ہمیشہ کا خسارہ حاصل کرے۔

اچھا اگر بادشاہ عظیم الشان کسی زمیندار کی مدد سے جو اسی کی سلطنت میں داخل ہے جاوے اور اس زمیندار کے وسیلہ سے بعض مقامات میں پہنچے۔ اور اس کے ذریعے سے بعض جگہوں کو فتح کرے۔ تو اس میں کونسی تعجب کی بات ہے۔ اور اس میں کیا فضیلت ہے۔

حاصل کلام یہ کہ یہاں جزئی فضیلت کا احتمال ہے، جو بحث سے خارج ہے۔ کیونکہ ہر ایک حجام اور جولاہا اپنی کسی خاص وجہ کے باعث ہر عالم ذو فنون اور حکیم بو قلموں پر فضیلت رکھتا ہے لیکن یہ فضیلت اعتبار سے خارج ہے۔ اور وہ جو معتبر ہے وہ فضیلت کلی ہے۔ جو عالم و حکیم کیلئے ثابت ہے۔

اس درویش کو بھی اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوئے تھے۔ اور اس قسم کی خیالی باتیں بہت پیدا ہوتی تھیں۔ اور مدتوں تک یہ حالت رہی لیکن باوجود اس کے فضل خداوندی شامل حال رہا کہ پہلے دائمی یقین میں تذبذب پیدا نہ ہوا اور متفق علیہ اعتقاد میں فتور واقع نہ ہوا۔ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذٰلِکَ وَعَلٰی جَمِیْعِ نَعْمَآئِہٖ اس نعمت پر اور تمام نعمتوں پر اللہ کا حمد اور اس کا احسان ہے اور جو کچھ مجمع علیہ کے خلاف ظاہر ہوتا تھا۔ اس کا کچھ اعتبار نہ کرتا تھا۔ اور اس کو نیک توجیہ کی طرف پھیرتا تھا۔ اور مجمل طور پر اتنا جانتا تھا کہ اس کشف کے صحیح ہونے پر بھی یہ زیادتی جزئی فضیلت پر ہوگی۔ اگرچہ یہ وسوسہ بھی پیش آتا تھا کہ فضیلت کا مدار قرب الٰہی پر ہے۔ اور یہ زیادتی اسی قرب میں ہے۔ پھر جزئی

کیوں ہوگی لیکن پہلے یقین کے مقابلہ میں یہ وسوسہ گرد کی طرح اُڑ جاتا تھا اور کچھ اعتبار نہ رکھتا تھا۔ بلکہ توبہ و استغفار و انابت سے التجا کرتا تھا۔ اور عاجزی اور زاری سے دُعا کرتا تھا کہ اس قسم کے کشف ظاہر نہ ہوں۔ اور اہل سنت و جماعت کے معتقدات کے خلاف سر مُو منکشف نہ ہو۔

ایک دن یہ خوف غالب ہوا کہ مبادا ان کشفوں پر مواخذہ کریں۔ اور ان ہی باتوں کی نسبت پوچھیں۔ اس خوف کے غلبہ نے بڑا بیقرار اور بے آرام کیا۔ اور بارگاہ الٰہی میں بڑی التجا اور زاری کا باعث ہوا۔ یہ حالت بہت مدت تک رہی۔ اتفاقاً اسی حالت میں ایک بزرگ کی مزار پر گذر ہوا۔ اور اس معاملہ میں اس عزیز کو اپنا مددگار بنایا۔ اسی اثنا میں خداوند تعالٰے کی عنایت شامل حال ہوئی۔ اور معاملہ کی حقیقت کماحقہٗ ظاہر کردی گئی۔ اور حضرت رسالت خاتمیت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جو رحمت عالمیاں ہیں۔ ان کی رُوح مبارک نے حضور فرمایا اور غمناک دل کی تسلی کی۔ اور معلوم ہوا کہ بیشک قرب الٰہی ہی فضل کُلی کا موجب ہے لیکن یہ قرب جو تجھے حاصل ہوا ہے، الوہیت کے ان مراتب کے ظلال میں سے ایک ظل کا قرب ہے، جو اس اسم سے مخصوص ہیں جو تیرا رب ہے پس فضل کُلی کا موجب نہ ہوگا۔ اور اس مقام کی مثالی صورت کو اس طرح پر منکشف کیا کہ کوئی شک و شبہ نہ رہا۔ اور اس اشتباہ کا محل بالکل دور ہو گیا۔ اور بعض وہ علوم جو اشتباہ کا محل رکھتے ہیں اور ان میں تاویل و توجیہ کی گنجائش ہے۔ اور اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھی تھی۔ زیادہ منکشف ہوئی۔

اس فقیر نے چاہا کہ ان علوم کے اغلاط کا منشا جو محض فضل خداوندی جلّشانہ سے ظاہر ہوا ہے لکھے اور شائع کرے کیونکہ گناہ مشتہر کے لئے توبہ کا اشتہار ضروری ہے تاکہ لوگ ان علوم سے خلاف شریعت نہ سمجھ لیں۔ اور تقلید کرکے گمراہی میں نہ جا پڑیں۔ یا تکلف و تعصب سے گمراہی و جہالت اختیار نہ کریں۔ کیونکہ اس اندھا دھند رستے میں اس قسم کی عجیب باتیں بہت ظاہر ہوتی ہیں جو بعض کو ہدایت کی طرف لیجاتی ہیں۔ اور بعض کو گمراہی میں ڈالدیتی ہیں۔

اس فقیر نے اپنے والد بزرگوار قدس سرہٗ سے سُنا ہے کہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ بہتر گروہوں میں سے اکثر جو گمراہ ہو گئے ہیں اور سیدھے رستہ سے بھٹک گئے ہیں۔ ان کا باعث طریق صوفیہ میں دخل ہونا ہے کہ انہوں نے کام کو انجام تک نہ پہنچا کر غلط راہ اختیار کیا۔ اور گمراہ ہو گئے۔

والسلام

مکتوب ۲۲۱

طریقۂ علیہ نقشبندیہ کی خصوصیتوں اور کمالوں کے بیان میں یعنی اس طریق کے افضل ہونے اور دوسروں کی انتہا اس کی ابتدا میں مندرج ہونے اور اس طریق کے انتہا کے بیان میں۔ اور سفر در وطن اور خلوت در انجمن اور سلوک پر جذبہ کے مقدم ہونے کے کے بیان میں۔ اور اس بیان کہ اس طریق میں سیر کی ابتدا عالم امر سے ہے۔ اور یہ طریقہ موصل الی اللہ طریقوں میں سے سب سے اقرب ہے۔ اور یہ طریقہ ایسا ہے کہ اس کے ابتدا میں حلاوت اور وجدان ہے۔ اور انتہا میں بیمزگی اور فقدان جو نا امیدی کے لوازم سے ہے۔ اور ایسے ہی اس طریق کے ابتدا میں قرب و شہود ہے اور انتہا میں بُعد و حرمان اور اس طریقہ کے بزرگوں نے احوال و مواجید کو احکام شرعی کے تابع کیا ہے۔ اور ذوق و معرفتوں کو علوم دینی کا خادم بنایا ہے۔ اور اس طریق میں پیری و مریدی طریقت کے سیکھنے اور سکھانے پر ہے نہ کلاہ و شجرہ پر۔ اور اس طریق میں نفس امارہ کے ساتھ ریاضتیں اور مجاہدے احکام شرعی کے بجا لانے اور سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے لازم پکڑنے سے ہیں۔ اور اس طریق میں سالک کا سلوک شیخ مقتدا کے تصرف پر منحصر ہے۔ اور جس طرح یہ بزرگوار نسبت کے عطا کرنے میں کامل طاقت رکھتے ہیں۔ اسی طرح اس نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری پوری طاقت رکھتے ہیں۔ اور اس طریق میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے۔ اور خاموشی اس طریق کے لوازم سے ہے اور اس کے مناسب بیان میں سید حسین مانک پوری کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاہِرِیْنَ وَعَلَیْھِمْ اَجْمَعِیْنَ

میرے عزیز بھائی! سیادت پناہ میر سید حسین نے دور پڑے ہوؤں کو فراموش نہ کیا ہوگا۔ اور اس طریقہ علیہ کے آداب کی رعایت کو جو مشائخ کرام کے تمام طریقوں سے گوئے سبقت لے جانے کی وجہ ممتاز ہے۔ ہاتھ سے نہ دیا ہوگا۔ چونکہ آپ کو ملاقات کی فرصت کم ملی۔ اس لئے مطلب کو مدنظر رکھ کر اس طریقہ علیہ کی بعض خصوصیتوں اور کمالات کو علوم بلند و معارف ارجمند کے ضمن میں لکھتا ہوں اگرچہ معلوم ہے کہ اس قسم کے علوم و معارف کا سمجھنا بالفعل سننے والوں کے فہم سے بعید ہے لیکن ایسے معارف

اختیار کرنا دو باتوں سے ہے ایک یہ کہ سننے والے کو ان علوم کی استعداد ہے اگرچہ کسی کو بالفعل وہ راز کار دکھائی دیتے ہیں دوسرے یہ کہ اگرچہ ظاہر میں مخاطب معین ہے۔ لیکن حقیقت میں مخاطب وہ شخص ہے جو اس معاملہ سے واقف ہے۔ اَلسَّیْفُ لِلضَّارِبِ (تلوار مارنیوالے کیلئے ہے) مثل مشہور ہے۔

اے برادر! اس بلند طریق کے سرحلقہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تحقیقی طور پر تمام بنی آدم سے افضل ہیں۔ اور اسی اعتبار سے اس طریق کے بزرگواروں کی عبارتوں میں آیا ہے کہ ہماری نسبت تمام نسبتوں سے بڑھ کر ہے کیونکہ ان کی نسبت جس سے مراد خاص حضور اور آگاہی ہے بعینہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت اور حضور ہے۔ جو تمام آگاہیوں سے بڑھ کر ہے۔ اور اس طریق میں نہایت اس کے ابتدا میں مندرج ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو ابتدا میں درج کرتے ہیں۔ ع

قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا

ترجمہ ع قیاس کر لے گلستاں سے تو بہار مری

اور اگر کوئی پوچھے کہ جب دوسروں کی انتہا ان کے ابتدا میں مندرج ہوئی۔ تو پھر ان کی انتہا کیا ہوگی۔ نیز جب دوسروں کی نہایت وصول بحق ہے۔ تو پھر ان کو حق سے آگے کہاں تک سیر میسر ہوگا۔ حالانکہ لَیْسَ وَرَاءَ عَبَّادَانَ قَرْیَۃٌ (جزیرہ عبادان کے آگے اور کوئی گاؤں نہیں ہے) مثل مشہور ہے۔ تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ:۔

اس طریقہ علیہ کی نہایت اگر میسر ہو جائے وصل عریانی ہے جس کے حاصل ہونے کی علامت مطلوب کے حاصل ہونے سے نا امیدی کا حاصل ہونا ہے۔ پس اس سے سمجھ لے۔ کیونکہ ہمارے کلام وہ اشارے ہیں جن کو خواص بلکہ اخص میں سے بہت تھوڑے سمجھتے ہیں۔ اس اعلیٰ دولت کے حاصل ہونے کی علامت اس واسطے بیان کی ہے کہ اس گروہ میں سے بعض نے وصل عریانی کا دم مارا ہے۔ اور بعض مطلوب کے حاصل ہونے سے نا امیدی کے قائل ہوئے ہیں۔ لیکن اگر دونوں دولتوں کا جمع ہونا ان کے پیش کیا جائے تو نزدیک ہے ان کے جمع ہونے کو جمع ضدین خیال کریں۔ اور محالات کی قسم سے جانیں۔ وہ جماعت جو وصل کا دعوےٰ کرتی ہے۔ یاس کو حرمان جانتی ہے۔ اور وہ گروہ جو یاس کے مدعی ہیں وصل کو عین فصل خیال کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اس بلند مرتبہ تک نہ پہنچنے کی علامت ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ اس عالی مقام کا ایک پر تو ان کے باطن پر چمکا ہے جس کو بعض نے وصل خیال کیا ہے اور بعض نے یاس۔ اور یہ تفاوت ہر ایک گروہ کی استعداد سے پیدا ہوتی ہے ایک گروہ کی استعداد کے مناسب وصل ہے اور دوسرے گروہ کی استعداد کے مناسب یاس ؛

اس حقیر کے نزدیک وصل کی استعداد سے یاس کی استعداد بہت اچھی ہے۔ اگرچہ وصل و یاس ایک دوسرے کے لازم و ملزوم ہیں۔ اس جواب سے دوسرے اعتراض کا جواب بھی روشن ہو گیا، کیونکہ وصل مطلق اور ہے اور وصل عریاں اور۔ ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اور وصل عریانی سے ہماری مراد یہ ہے کہ حجاب سب کے سب اُٹھ جائیں۔ اور تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں۔ اور چونکہ ہر قسم کی تجلیات اور مختلف قسم کے ظہورات بہت بڑے اور قوی حجاب ہیں۔ اس لئے ان سب تجلیات و ظہورات سے گزر جانا اور آگے بڑھنا ضروری ہے۔ خواہ یہ تجلی و ظہور امکانی آئینوں میں ہو، خواہ وجوبی مظہروں میں۔ کیونکہ اصل حجابوں کے حاصل ہونے میں دونوں برابر ہیں۔ اور اگر کچھ فرق ہے تو شرف اور رتبہ میں ہے۔ اور وہ طالب کی نظر سے خارج ہیں ؛

اگر پوچھیں کہ اس بیان سے لازم آتا ہے کہ تجلیات کی نہایت ہے۔ حالانکہ مشائخ طریقت نے تصریح کی ہے کہ تجلیات کی نہایت نہیں ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ تجلیات کا بے نہایت ہونا اس لحاظ سے ہے کہ اسما و صفات میں سیر مفصل طور پر واقع ہو۔ اس تقدیر پر حضرت ذات تک پہنچنا میسر نہیں ہے۔ اور وصل عریانی حاصل نہیں۔ بلکہ حضرت ذات تک پہنچنا اسما و صفات کو مجمل طور پر طے کرنے سے وابستہ ہے۔ پس اس وجہ سے تجلیات کی نہایت ہوگی۔ اور اگر کہا جائے کہ تجلیات ذاتیہ کو بھی بے نہایت کہا ہے۔ چنانچہ مولوی جامی قدس سرہ نے شرح لمعات میں اس کی تصریح کی ہے پس تجلیات کی نہایت کہنا کس وجہ سے درست ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ تجلیات ذاتیہ بھی شیون و اعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر نہیں ہیں۔ کیونکہ اس ملاحظہ کے بغیر تجلی کا ہونا ممکن نہیں۔ اور جس کا ہم ذکر رہے ہیں۔ وہ ایک ایسا امر ہے جو تجلیات کے ماوراء ہے۔ خواہ وہ تجلیات صفاتی ہوں خواہ ذاتی۔ کیونکہ اس مقام میں تجلی کا اطلاق جائز نہیں۔ اس لئے تجلی سے تجلی کا ہونا مراد ہے شے کے ظہور سے جو دوسرے یا تیسرے یا چوتھے مرتبہ میں ہو۔ جہاں تک کہ اللہ تعالیٰ چاہے۔ اور یہاں سب مراتب بالکل ساقط ہو گئے ہیں۔ اور تمام مسافت طے ہو چکی ہے ؛

اور اگر یہ پوچھیں کہ ان تجلیات کو ذاتی کس اعتبار سے کہا جاتا ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ تجلیات اگر معانی زائدہ کے ملاحظہ سے ہیں، تو تجلیات صفات ہیں۔ اور اگر غیر زائدہ معانی کے ملاحظہ سے

ہیں۔ تو تجلیات ذات ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وحدت کے ظہور کو جو تعین اول ہے۔ اور ذات نہ پائند نہیں ہے۔ بزرگوں نے تجلی ذات کہا ہے۔ اور ہمارا مطلب حضرت ذات تعالےٰ وتقدس سے جہاں معانی کے ملاحظہ کو ہرگز گنجائش نہیں ہے۔ خواہ وہ معانی زائد ہوں یا غیر زائد کیونکہ معانی سب کے سب مجمل طور پر طے ہو کر حضرت ذات تعالےٰ تک وصول میسر ہوا ہے ✤

اور جاننا چاہئیے کہ وصل اس مقام میں مطلب کی طرح بیچون وبیچگون ہے۔ اور وہ اتصال جس کو عقل سمجھ سکے وہ بحث سے خارج ہے۔ اور اس جناب پاک کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں ہے۔ لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِكِ اِلَّا مَطَایَاہُ بادشاہ کے عطیوں کو اُسی کے اونٹ اُٹھا سکتے ہیں ؎

اتصالے بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جان ناس

ترجمہ ؎ جان انساں سے خدا کا اس طرح ہے اتصال
جس کی کیفیت کا پانا اور سمجھنا ہے محال

اس طریقۂ علیہ کے مشائخ میں سے کسی نے اپنے نہایت کی خبر نہیں دی ہے سب نے اپنے طریق کے ابتدا کی نسبت کہا ہے کہ نہایت اسی میں مندرج ہے۔ جب ان کی ابتدا میں دوسروں کی انتہا ملی ہوئی ہو۔ تو ان کی نہایت بھی اسی بدایت کے مناسب ہونی چاہئیے۔ اور وہ وہی ہے جس کے ظاہر کرنے سے اس فقیر نے امتیاز حاصل کی ہے ؎

اگر بادشاہ بر در پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ ؎ اگر بڑھیا کے در پر آئے سُلطاں تو اے خواجہ نہ ہو ہرگز پریشاں

لِلّٰہِ سُبْحَانَہُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذٰلِكَ اس بات پر اللہ کا حمد اور احسان ہے ✤

اے برادر! اس طریق سے اور دوسرے طریقوں سے اس نہایت کے واصل بہت ہی تھوڑے ہیں۔ اگر ان کے افراد کی تعداد ظاہر کریں۔ تو نزدیک ہے کہ نزدیک لوگ دوری اختیار کریں۔ اور بعیدوں کے انکار سے تو کچھ تعجب ہی نہیں۔ یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ سے نہایت النہایت تک کمال وصول کے سبب سے ہے ✤

اور اس طریقۂ علیہ کی خصوصیتوں میں سے ایک **سفر در وطن** ہے۔ جو سیر انفسی سے مراد ہے۔ اگرچہ سیر انفسی مشائخ کے تمام طریقوں میں ثابت ہے لیکن وہ سیر سیر آفاقی کے قطع کرنے کے بعد نہایت میں میسر ہوتا ہے۔ اور اس طریق میں ابتدا اس سیر سے ہے۔ اور

سیر آفاقی اسی سیر کے ضمن میں قطع ہو جاتا ہے پس اس سیر کا منشا جو ابتدا میں حاصل ہوتا ہے۔ ابتدا میں انتہا کا مندرج ہونا ہے۔ اور دوسرا خاصہ خلوت در انجمن ہے۔ جو سفر در وطن پر متفرع و مترتب ہے۔ جب سفر در وطن میسر ہو جائے خلوت در انجمن اس کے ضمن میں میسر ہو جائیگا پس انجمن کا تفرقہ سفر در وطن کے خلوت خانہ میں تفرقہ نہیں ڈالتا۔ اور آفاق کا تفرقہ انفس کے حجرہ میں راہ نہیں پاتا۔ یہ خلوت در انجمن اگرچہ دوسرے طریقوں کے منتہیوں کو حاصل ہے لیکن اس طریق میں چونکہ ابتدا ہی میں میسر ہو جاتی ہے اس لئے اس طریق کے خاصوں میں سے ہے ÷

اور جاننا چاہیئے کہ خلوت در انجمن اس تقدیر پر ہے کہ وطن کے خلوت خانہ کے دروازوں کو بند کیا ہو۔ اور تمام سوراخوں کو مسدود کر دیا ہو۔ یعنی انجمن تفرقہ میں کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور متکلم و مخاطب نہ ہو۔ نہ یہ کہ آنکھ کو ڈھانپے اور حواس کو تکلف کے ساتھ بیکار کرے۔ کیونکہ یہ بات اس طریق کے منافی ہے ÷

اے برادر! یہ سب حیلہ و تکلف ابتدا اور وسط ہی میں ہے۔ اور انتہا میں اس قسم کا حیلہ و تکلف درکار نہیں ہے۔ عین تفرقہ میں جمعیت سے ہے۔ اور نفس غفلت میں حاضر ہے۔ اس سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ منتہی میں تفرقہ و عدم تفرقہ مطلق طور پر مساوی ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ تفرقہ و عدم تفرقہ اس کے باطن کے نفس جمعیت میں برابر ہیں۔ اس کے علاوہ اگر ظاہر کو باطن کے ساتھ جمع کر لے اور ظاہر سے بھی تفرقہ کو دفع کرے تو پھر بہت ہی بہتر اور مناسب ہوگا ÷

اللہ تعالیٰ اپنے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو امر کرتا ہوا فرماتا ہے۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا اپنے رب کا نام یاد کر اور سب سے توڑ کر اس سے جوڑ ÷

جاننا چاہیئے کہ بعض اوقات ظاہر کے تفرقہ سے چارہ نہیں ہوتا۔ تاکہ خلق کے حقوق ادا ہوں پس تفرقہ ظاہر بھی بعض اوقات اچھا ہے۔ لیکن تفرقہ باطن کسی وقت میں جائز نہیں۔ کیونکہ وہ خالص حق تعالیٰ کے لئے ہے ÷

پس مسلمان بندوں سے تین حصے خدا تعالیٰ کے لئے مقرر ہوئے۔ باطن سب کا سب اور ظاہر سے ایک نصف۔ اور ظاہر کا دوسرا نصف خلق کے حقوق ادا کرنے کے لئے باقی رہا۔ لیکن ان حقوق کے ادا کرنے میں چونکہ حق تعالیٰ کے امر کی بجا آوری ہے۔ اس لئے وہ دوسرا نصف بھی حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ إِلَيْهِ يُرْجَعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ سب امر اسی کی طرف لوٹتا ہے۔ پس اسی کی عبادت کر

اور اسی پر توکل کر اور تیرا رب اس سے جو تم کرتے ہو غافل نہیں ۔

اور اس طریق میں جذبہ سلوک پر مقدم ہے۔ اور سیر کی ابتدا عالم امر سے ہے۔ برخلاف اکثر دوسرے طریقوں کے کہ ان کے سیر کی ابتدا عالم خلق سے ہے۔ اور اس طریق میں سلوک کی منزلیں جذبہ کے مراتب طے کرنے کے ضمن میں قطع ہو جاتی ہیں۔ اور عالم خلق کا سیر عالم امر کے سیر میں میسر ہو جاتا ہے۔ پس اگر اس اعتبار سے بھی کہیں کہ اس طریق میں انتہا ابتدا میں درج ہے تو گنجائش رکھتا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ ابتدا کا سیر اس طریق میں انتہا کے سیر میں مندرج ہے نہ یہ کہ انتہا سے ابتدا کی سیر کیلئے اُتر آتے ہیں۔ اور نہایت کا سیر تمام کرنے کے بعد بدایت کا سیر کرتے ہیں ۔

اس مضمون سے اس شخص کا خیال باطل ہو گیا جو یہ کہتا ہے کہ اس طریق کی انتہا دوسرے مشائخ کے طریقوں کی ابتدا ہے ۔

اور اگر کوئی کہے کہ اس طریقہ کے بعض مشائخ کی عبارتوں میں واقع ہے کہ اسما و صفات میں ان کا سیر ان کی نسبت کے تمام ہونے کے بعد واقع ہوتا ہے۔ پس درست ہوا کہ ان کی نہایت دوسروں کی بدایت ہے۔ کیونکہ اسما و صفات کا سیر تجلیات ذاتیہ کے سیر کی نسبت ابتدا عین ہے۔ تو ہم جواب میں کہتے ہیں کہ ان کا سیر اسما و صفات میں تجلیات ذاتیہ کے سیر کے بعد نہیں ہے۔ بلکہ اسی سیر کے ضمن میں وہ سیر بھی واقع ہو جاتا ہے ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ جب سیر اسمائی و صفاتی کسی عارضہ کے پیش آنے کے باعث ظہور کرتا ہے اور تجلیات ذاتی کا سیر پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ تو خیال میں آتا ہے کہ اس سیر کو تمام کر کے عارضہ کے باعث تجلیات اسمائی و صفاتی میں داخل ہو گیا ہے حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ ہاں ولایت کے مدارج میں سیر پورا کرنے کے بعد خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کے لئے عالم کی طرف جو رجوع واقع ہوتا ہے اگر اس رجوع کو ان کی نہایت سمجھ کر اپنی بدایت تصور کیا ہو۔ تو بعید نہیں لیکن کس طرح کہے جب کہ اس کے مشائخ نہایت میں ہی رجوع رکھتے ہیں ۔ اور نیز نہایت و بدایت سے مراد ولایت کا نہایت و بدایت ہے۔ اور یہ رجوع کا سیر ولایت سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ مرتبہ دعوت و تبلیغ کا ایک حصہ ہے۔ اور یہ طریق سب طریقوں سے اقرب ہے۔ اور بیشک موصل ہے ۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے۔ اور فرمایا حق تعالیٰ سے میں نے ایسا طریق طلب کیا ہے جو بیشک موصل ہے۔ اور آپ کی یہ التجا قبول ہو گئی ہوئی ہے ۔

چنانچہ دستخط میں حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ سے منقول ہے کہ کیونکر اقرب و وصول نہ ہو۔ جب کہ انتہا اس کے ابتدا میں مندرج ہے۔ وہ شخص بہت ہی بدقسمت ہے جو اس طریق میں داخل ہو اور استقامت اختیار نہ کرے اور بے نصیب چلا جاوے ع

خورشید نہ مجرم ار کسے بینا نیست

ترجمہ ع اگر کوئی ہو خود اندھا نہیں خورشید پھر مجرم

ہاں اگر کوئی طالب کسی ناقص کے ہاتھ پڑ جائے تو طریق کا کیا گناہ ہے اور طالب کا کیا قصور۔ کیونکہ حقیقت میں اس طریق کا رہبر موصل ہے نہ نفس طریق۔ اور اس طریق میں ابتدا میں حلاوت و وجدان ہے اور انتہا میں بےمزگی اور فقدان۔ جو نا امیدی کے لوازم سے ہے۔ برخلاف دوسرے طریقوں کے کہ ابتدا میں بےمزگی اور فقدان رکھتے ہیں اور انتہا میں حلاوت و وجدان۔ اور ایسے ہی اس طریق کے ابتدا میں قرب شہود ہے اور انتہا میں بعد و حرمان۔ برخلاف دوسرے مشائخ کرام کے طریقوں کے ❖

پس اس مضمون سے طریقوں کے فرق کو قیاس کرنا چاہیئے۔ اور اس بلند طریق کی بزرگی کو معلوم کرنا چاہیئے۔ کیونکہ قرب شہود اور حلاوت و وجدان دوری اور مہجوری سے خبر دیتے ہیں۔ اور بُعد و حرمان اور بیحلاوتی اور فقدان نہایت قرب سے خبر دیتے ہیں عقلمند اس بات کو سمجھتے ہیں ❖

اس بھید کی تشریح میں اس قدر بیان کیا جاتا ہے کہ کسی شخص کو اپنے نفس سے زیادہ تر اپنے نزدیک کوئی چیز نہیں ہے۔ اور قرب شہود اور حلاوت و وجدان اس کے لئے اپنے نفس کے حق میں مفقود ہیں۔ اور اپنے غیر کی نسبت جس سے بیگانگی رکھتا ہے۔ یہ سب نسبتیں موجود ہیں۔ فَالْعَاقِلُ تَكْفِيْهِ الْاِشَارَةُ پس عقلمند کے لئے ایک ہی اشارہ کافی ہے ❖

اور اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں نے احوال و مواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے اور اذواق و معارف کو علوم دینیہ کا خادم بنایا ہے ❖

احکام شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے جوز و مویز کے عوض ہاتھ سے نہیں دیتے۔ اور صوفیہ کی بیہودہ باتوں پر مغرور و مفتون نہیں ہوتے۔ اور ان کے احوال کو جو شرعی ممنوعات اور سنت سنیہ کے خلاف اختیار کرنے سے حاصل ہوں۔ قبول نہیں کرتے۔ اور نہ ہی انہیں چاہتے ہیں یہی وجہ ہے کہ سماع و رقص کو پسند نہیں کرتے۔ اور ذکر جہر کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ ان کا حال دائمی ہے اور ان کا وقت استمراری۔ وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کو برق خاطف کی طرح ہے۔ ان کے لئے دائمی ہے۔ اور وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو۔ ان بزرگواروں کے نزدیک بے اعتبار ہے۔ بلکہ

ان کا معاملہ حضور و تجلی سے برتر ہے۔ جیسے کہ اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے ٭

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ اس طریقہ علیہ کے خواجگان قدس سرہم ہر ادنیٰ و اعلےٰ کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے ان کا کام اس سے بلند تر ہے۔ اور اس طریق میں پیری و مریدی طریقے کے تعلم و تعلیم پر موقوف ہے نہ کلاہ و شجرہ پر جو مشائخ کے اکثر طریقوں میں مرسوم ہے۔ حتےٰ کہ ان میں سے متاخرین نے پیری و مریدی کو کلاہ و شجرہ پر منحصر کر دیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ پیر کا تعدد تجویز نہیں کرتے۔ اور طریق سکھلانے والے کو مرشد کہتے ہیں پیر نہیں جانتے۔ اور آداب پیری کو اس کے حق میں مدنظر نہیں رکھتے۔ یہ ان کی بڑی جہالت اور نادانی ہے۔ نہیں جانتے کہ ان کے مشائخ نے پیر تعلیم اور پیر صحبت کو بھی پیر کہا ہے۔ اور پیر کا تعدد تجویز فرمایا ہے۔ بلکہ پیر اول کی عین حیات میں اگر طالب اپنی ہدایت کسی اور جگہ دیکھے تو اس کو جائز ہے کہ پہلے پیر کے انکار کے بغیر دوسرے پیر کو اختیار کرے ٭

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے اس بات کی تجویز کے لئے علمائے بخارا سے اس بات کا فتوےٰ درست فرمایا تھا۔ ہاں اگر ایک پیر سے خرقہ ارادت لیا ہو۔ تو پھر دوسرے سے خرقہ ارادت نہ لے۔ اور اگر لیوے تو تبرک کا خرقہ لیوے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا پیر ہرگز نہ پکڑے۔ بلکہ روا ہے کہ خرقہ ارادت ایک سے لے۔ اور طریقت کی تعلیم دوسرے سے اور صحبت تیسرے کے ساتھ رکھے۔ اور اگر یہ تینوں دولتیں ایک ہی سے میسر ہو جائیں، تو زہے قسمت و نعمت۔ اور جائز ہے کہ مشائخ متعددہ سے تعلیم و صحبت کا استفادہ کرے ٭

جاننا چاہئے کہ پیر وہ ہے جو مرید کو حق سبحانہٗ کی طرف رہنمائی کرے۔ یہ بات پیر تعلیم طریقت میں زیادہ ملحوظ اور واضح ہے۔ کیونکہ پیر تعلیم شریعت کا استاد بھی ہے اور طریقت کا رہنما بھی ہے برخلاف پیر خرقہ کے۔ پس پیر تعلیم کے آداب کی زیادہ تر رعایت کرنی چاہئے۔ اور پیر بننے اور کہلانے کا زیادہ مستحق یہی ہے۔ اور اس طریق میں ریاضتیں اور مجاہدے نفس امارہ کے ساتھ احکام شرعی کے بجالانے اور سنت سنیہ علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کو لازم پکڑنے سے ہیں کیونکہ پیغمبروں کے بھیجنے اور کتابوں کے نازل کرنے سے نفس امارہ کی خواہشوں کو دور کرنا مقصود ہے جو اپنے مولےٰ جل شانہٗ کی دشمنی میں قائم ہے پس نفسانی خواہشوں کا دور ہونا احکام شرعی کے بجالانے پر وابستہ ہے جس قدر شریعت میں راسخ اور ثابت قدم ہوگا۔ اسی قدر ہوائے نفس سے دور تر ہوگا کیونکہ نفس پر شریعت کے اوامر و نواہی کے بجالانے سے زیادہ دشوار کوئی چیز نہیں ہے۔ اور صاحب شریعت کی پیروی کے سوا کسی چیز میں اس کی خرابی متصور نہیں ہے۔ وہ ریاضتیں اور مجاہدے جو

سُنّت کی تقلید کے سوا اختیار کریں وہ معتبر نہیں ہیں۔ کیونکہ جوگی اور ہندو برہمن اور یونان کے فلسفی اس امر میں شریک ہیں۔ اور وہ ریاضتیں ان کے حق میں گمراہی کے سوا کچھ زیادہ نہیں کرتیں اور سوائے خسارہ کے کچھ فائدہ نہیں دیتیں۔ اور اس طریقہ میں طالب کا سلوک شیخ مقتدا کی تقلید پر منحصر ہے اس کے تصرف کے بغیر کچھ کام نہیں ہوسکتا کیونکہ ابتدا میں نہایت کا درج ہونا اسی کی شریف توجہ کا اثر ہے اور بیچونی اور بیچگونی کا حاصل ہونا اسی کے کمال تصرف کا نتیجہ ہے بیخودی کی وہ کیفیت جس کے لئے انہوں نے مخصوص راستہ اختیار کیا ہے اس کا حاصل ہونا مبتدی کے اختیار میں نہیں ہے اور وہ توجہ جو شش جہت سے متعرا ہے۔ اس کا وجود طالب کے حوصلہ سے باہر ہے ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند ‌ ‌ ‌ ‌ کہ برند از رہِ پنہاں بحرم قافلہ را

ترجمہ ؎ ‌ ‌ عجب ہی قافلہ سالار ہیں یہ نقشبندی
کہ لیجاتے ہیں پوشیدہ حرم تک قافلے کو

یہ بزرگوار جس طرح نسبت کے عطا کرنے پر کامل طاقت رکھتے ہیں اور تھوڑے وقت میں طالب صادق کو حضور و آگاہی بخش دیتے ہیں۔ اسی طرح نسبت کے سلب کرنے میں بھی پوری طاقت رکھتے ہیں۔ اور ایک ہی بے التفاتی سے صاحب نسبت کو مفلس کر دیتے ہیں۔ ہاں سچ ہے جو دیتے ہیں وہ لے بھی لیتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ اپنے غضب اور اپنے اولیائے کرام کے غضب سے بچائے۔

اور اس طریقہ میں زیادہ تر افادہ اور استفادہ خاموشی میں ہے۔ ان بزرگواروں نے فرمایا ہے کہ جس کو ہماری خاموشی سے نفع حاصل نہ ہوا۔ وہ ہمارے کلام سے کیا نفع حاصل کریگا۔ اور اس خاموشی کو انہوں نے تکلف کے ساتھ اختیار نہیں کیا ہے۔ بلکہ ان کے طریق کے لوازم اور ضروریات سے ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں کی توجہ ابتدا ہی سے احدیت مجردہ کی طرف ہے۔ اور اسم و صفت سے سوائے ذات کے کچھ نہیں چاہتے۔ اور معلوم ہے کہ اس توجہ کے مناسب اور اس مقام کے موافق خاموشی اور گونگا ہونا ہے۔ مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہٗ (جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گنگ ہوگئی) اس بات کی مصداق ہے۔

اب ہم اس گفتگو کو اللہ کی حمد اور اس کے حبیب کی صلوٰۃ پر ختم کرتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاهِرِیْنَ وَعَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ
اللہ رب العلمین کی حمد ہے۔ اور حضرت سید المرسلین اور آپ کی آل پاک پر
صلوٰۃ و سلام ہو۔

مکتوب ۲۲۲

احوال کی خرابی اور اپنے حسنات کو کم دیکھنا اور متہم رکھنا اور اس دید قصور کا ولایت کے کمالات کے ساتھ جمع ہونے بلکہ اس دید کا ان کمالات کا اثر ہونے اور اس کے مناسب بیان میں خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف لکھا ہے:۔

اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَرْضَاتِكَ وَثَبِّتْنَا عَلٰی طَاعَاتِكَ بِحُرْمَةِ سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ یا اللہ تو ہم کو اپنی رضامندی کی توفیق بخش۔ اور حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل اپنی طاعت پر ثابت قدم رکھ۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ مرید صادق وہ ہے کہ بیس سال تک اس کی بائیں طرف کے عمل لکھنے والے فرشتے اس کے عملنامہ میں کچھ لکھنے نہ پائیں۔ اور یہ فقیر بر تقصیر ذوق سے اپنے حق میں معلوم کرتا ہے کہ کاتب یمین معلوم نہیں کہ بیس سال کی مدت میں بھی کوئی ایسی نیکی پائے جو اس کے عملنامہ میں درج کرے۔ خدائے تعالےٰ جانتا ہے کہ فقیر اس بات کو بناوٹ اور تکلف سے نہیں کہتا۔ اور نیز از روئے ذوق کے معلوم کرتا ہے کہ کافر فرنگ اس سے کئی درجے بہتر ہے۔ اور اس کا باعث پوچھیں تو جواب سے عاجز نہیں ہے۔ اور نیز ذوق کے طریق پر اپنے آپ کو برائیوں کا احاطہ کئے ہوئے جانتا ہے۔ اور گناہوں کو شامل کئے ہوئے خیال کرتا ہے۔ اور وہ نیکیاں جو سرزد ہوتی ہیں۔ اپنے کاتب شمال کو ان کے لکھنے کا زیادہ مستحق پاتا ہے۔ اور معلوم کرتا ہے کہ اس کا کاتب شمال ہمیشہ اپنے کام میں ہے۔ اور کاتب یمین معطل و بیکار ہے۔ اور دائیں طرف کے عملنامے کو خالی اور سفید اور بائیں طرف کے عملنامہ کو بھرا ہوا اور سیاہ جانتا ہے۔ رحمت کے سوا اسے کوئی امید نہیں۔ اور مغفرت کے سوا کوئی وسیلہ نہیں جانتا۔

دعا اَللّٰھُمَّ مَغْفِرَتُكَ اَوْسَعُ مِنْ ذُنُوْبِیْ وَرَحْمَتُكَ اَرْجٰی عِنْدِیْ مِنْ عَمَلِیْ (یا اللہ تیری بخشش میرے گناہوں سے زیادہ وسیع ہے۔ اور مجھے اپنے عمل کی نسبت تیری رحمت پر زیادہ امید ہے) اس کے حال کے موافق ہے۔

عجب معاملہ ہے کہ حق تعالےٰ کے فیوض و واردات جو ہمیشہ کمال اور تکمیل کے درجوں میں فائض اور وارد ہیں وہ اس دید قصور کی تائید کرتے ہیں۔ اور اس عیب بینی کو تقویت دیتے ہیں۔ اور بجائے غرور کے منقصت زیادہ کرتے ہیں۔ اور بجائے رفعت و تکبر کے تواضع اور فروتنی کو بڑھاتے ہیں

اور ایک ہی وقت میں کمالاتِ ولایت سے بھی مشرف ہے اور دید قصور سے بھی متصف ہے جس قدر بلند جاتا ہے اُسی قدر زیادہ نیچے اپنے آپ کو دیکھتا ہے۔ بلکہ وہی اوپر جانا زیادہ نیچے دیکھنے کا سبب ہوا ہے۔ دانا اس بات کا یقین کریں یا نہ کریں۔ اور اگر اس بات کا بھید معلوم کریں۔ تو پھر شاید یقین کر لیں ؎

سوال ۔ان دو متنافی باتوں کے جمع ہونے کا کیا سِرّ ہے۔ اور ایک متنافی کا وجود دوسرے متنافی کے وجود کا کیوں سبب ہے؟

جواب ۔ دونوں متنافیوں کا جمع ہونا اس شرط پر محال ہے جب کہ محل دونوں کا واحد ہو اور جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں اس میں محل متعدد ہیں۔ انسان کامل سے اوپر جانے والے اس کے عالم امر کے لطائف ہیں۔ اور نیچے آنے والے عالم خلق کے لطائف۔ عالم امر کے لطائف جس قدر بلند جاتے ہیں۔ اسی قدر عالم خلق سے زیادہ بے مناسب ہوتے جاتے ہیں۔ اور یہی بے مناسبتی عالم خلق کے زیادہ نیچے آنے کا سبب ہے۔ اور عالم خلق جس قدر زیادہ نیچے آتا ہے۔ اُسی قدر سالک کو زیادہ بیزہ کرتا ہے۔ اور عیوب قصور کی دید زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ منتہی مرجوع اس لذت و حلاوت کی آرزو کرتے ہیں۔ جو ابتدا میں ان کو حاصل ہوئی تھی۔ اور انتہا میں ہاتھ سے جاتی رہی اور اس کی جگہ بیزرگی آ گئی۔ اور یہی وجہ ہے کہ عارف اپنے آپ سے کافر فرنگ کو بہتر جانتا ہے۔ کیونکہ کافر میں اس کے عالم امر کے عالم خلق میں ملنے کے سبب سے نور الٰہی ظاہر ہے۔ اور عارف میں یہ ملاوٹ دُور ہو چکی ہے عالم خلق تنہا جس کے باعث عارف سے افاسر زد ہوتا ہے جدا رہ گیا ہے جو سراسر ظلمت و کدورت سے پُر ہے۔ اور عالم امر کے لطائف خواہ کتنے ہی نیچے آئیں عالم خلق کے ساتھ کوئی اختلاط نہیں رکھتے اور کچھ ملاوٹ حاصل نہیں کرتے جیسے کہ ابتدا میں رکھتے تھے ؎

وہ مکتوب جو برادرم خواجہ محمد طاہر کے ہاتھ آپ نے بھیجا تھا پہنچا۔ رابطہ کا حاصل ہونا جو پوری مناسبت پر مبنی ہے غیبت کے زمانہ میں بڑی نعمت سمجھیں اور موانع کے دُور ہونے تک دلوں کے قرب پر کفایت کریں۔ اور اس قرب کے باوجود بدنوں کے قرب کی خواہش کو ہاتھ سے نہ دیں۔ کیونکہ پوری نعمت اسی قرب پر موقوف ہے ؎

خواجہ اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کو باوجود قرب قلبی کے چونکہ قرب بدنی حاصل نہ ہوا۔ اس لئے ان لوگوں میں سے ادنےٰ آدمی کے درجے کو بھی نہیں پہنچا۔ جن کو قرب بدنی حاصل تھا یہی وجہ ہے کہ ان کا سونے کا پہاڑ خرچ کرنا ان کے ایک مُد بھر جو خرچ کرنے کے برابر نہیں ہوتا۔ پس صحبت کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔ **والسّلام** ؎

مکتوب ۲۲۳

احوال و واقعات کو شیخ بزرگوار کی خدمت میں ظاہر کرنے کی ترغیب میں خواجہ جمال الدین حسین کولابی کی طرف صادر فرمایا ہے :-

برادرم خواجہ جمال الدین حسین نے مدت سے اپنے احوال کی کیفیت سے اطلاع نہیں دی۔ آپ نے نہیں سنا کہ مشائخ کبرویہ، اس مرید کو جو تین روز تک اپنے احوال و واقعات کو اپنے شیخ کی خدمت میں عرض نہ کرے۔ کیف پا، فرماتے ہیں۔ خیر جو کچھ ہوا سو ہوا۔ پھر ایسا نہ کریں۔ اور جو کچھ ظاہر ہوتا ہے لکھتے رہا کریں۔ میرے بزرگ بھائی کا مبارک آنا غنیمت سمجھیں اور ان کی خدمت و دلجوئی میں کوشش کریں۔ اور ان کی بزرگ صحبت کو بڑا اعزیز جانیں ع

داویم ترا ز گنج مقصود نشاں

ترجمہ ع　　بنایا تجھے گنج مقصود ہم نے　　والسلام

مکتوب ۲۲۴

آداب کی رعایت کرنے اور آزار کے ظن دُور کرنے میں جس کا وہم ہوا تھا۔ اور احتیاط کا امر کرنے اور تعلیم طریقت کے بارہ میں تاکید کرنے۔ اور فقر کی سختی اور نامرادی برداشت کرنے۔ اور بعض ان نصیحتوں اور تنبیہوں کے بیان میں جو اس مکتوب کی پشت پر بلا یاد دھیان قدیم کی طرف لکھی تھیں۔ میر محمد نعمان بدخشی کی طرف لکھا ہے :-

میرے سعادتمند بھائی یعنی سیادت پناہ میر محمد نعمان کا مکتوب شریف وصول ہوا۔ ان مقدمات کا مضمون جو آپ نے ترتیب دیئے تھے۔ اور ان شکوک کا مطلب جو آپ نے لکھے تھے واضح ہوا۔ لوگ آپ کو زمانہ کا عاقل کہتے ہیں۔ پھر اس قسم کی باتیں اس شخص کے ساتھ جس سے چارہ نہیں ہے درمیان لانی کیا مناسب ہیں۔ جب کہ اس سے قطع نہیں کر سکتے اور مفارقت نہیں حاصل کر سکتے۔ باوجود ان باتوں کے خیال نہ کریں کہ اس قسم کی باتوں سے فقیر کے دل میں کسی قسم کا غبار آیا ہو جس کا انجام آزار ہو۔ چہ جائے کہ بیزاری کی نوبت پہنچے۔ آپ کی خوبیاں نظر کے سامنے ہیں۔ اور آپ کی لغزشیں اعتبار سے ساقط ہیں۔ کسی طرح اپنے دل کو پریشان نہ رکھیں۔ اور کسی وجہ سے اس طرف کا آزار تصوّر نہ کریں۔ کیونکہ کسی وجہ سے آزار واقع نہیں ہے۔ اور آزار کیسے متصوّر ہو، جب کہ آزار کا موجب

منتفی ہے۔ وہ امور جو بشریت کے لحاظ سے بھول چوک کر سرزد ہوں۔ مواخذہ کے لائق نہیں ہیں۔ آزار کا وہم دل سے دُور کر کے طریقت کی تعلیم دینے اور طالبوں کے فائدہ پہنچانے میں سرگرم رہیں اور استخاروں کا حکم اس امر کی تاکید کے لئے ہے نہ کہ اس امر کی نفی کے لئے۔ کیونکہ جب شیطان لعین اور نفس بدترین اس مسکین کی گھات میں لگے ہوئے ہیں۔ تو پھر بڑی احتیاط اور تاکید سے کام لینا چاہئے ایسا نہ ہو کہ مکروحیلہ سے پھسلادیں۔ اور اپنے ڈھکوسلوں اور فریبوں سے برائیوں کو نیکیوں کی صورت میں ظاہر کریں۔

اور بزرگواروں نے فرمایا ہے کہ دشمن لعین جب طاعت و نصیحت کے رستہ سے آئے تو اس کا دفع کرنا بہت مشکل ہے۔ پس ہمیشہ روتے اور التجا کرتے رہیں۔ اور بڑی عاجزی و زاری کے ساتھ حق تعالےٰ سے دعا مانگتے رہیں کہ اس راہ سے آپ کی خرابی اور استدراج مطلوب نہ ہو۔ استقامت کا طریق یہی ہے جو سعادت ابدی کی طرف رہنمائی کرے۔

دوسرے یہ امر ہے کہ فقر و نامرادی اس گروہ کا جمال اور حضرت سید الکونین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اقتدا ہے۔ حضرت حق تعالےٰ اپنے کمال کرم سے اپنے بندوں کی روزی کا ذمہ وار ہوا ہے اور ہم کو اور آپ کو اس فکر و تردد سے فارغ کر دیا ہے۔ جس قدر آدمی زیادہ ہونگے اسی قدر رزق زیادہ ہوگا۔ آپ جمعیت کے ساتھ حق تعالےٰ کی رضامندی حاصل کرنے میں متوجہ ہوں۔ اور متعلقین کا غم حق تعالےٰ کے کرم کے حوالہ کر دیں۔ والباقی عند التلاقی۔

بعض یاروں نے جو اس طرف آئے تھے ظاہر کیا کہ ابھی تک آزار کا وہم میرے دل میں متمکن ہے۔ اس لئے تاکید اور مبالغہ سے لکھا گیا ہے کہ آزار کے وہم کو دُور کر دیں۔

دوسرے یہ کہ ایک خط ملا یار محمد قدیم کی طرف لکھا تھا کہ جو پند و نصیحتوں پر مشتمل تھا معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کا مضمون اس کی طبیعت کے پسند آئے یا نہ آئے، پرواہ نہیں۔ وہ لوگ جو اس فقیر کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔ اگر ان کی غلطی اور خطا کو انہیں نہ جتلائے اور حق کو باطل سے جُدا نہ کرے تو اپنے ذمہ سے کس طرح بری ہوگا اور آخرت میں کیا منہ دکھائیگا۔ آپ اس سے کہدیں ؎

من آنچہ شرط بلاغ است با تو میگویم — تو خواہ از سخنم پند گیر و خواہ ملال

ترجمہ ؎
جو حق کہنے کا ہے کہتا ہوں تجھ کو اے میرے مشفق
نصیحت تجھ کو آئے اس سے یا تجھ کو ملال آئے

جاننا چاہئے کہ شیخ بننے اور حق کی طرف خلق کو دعوت کرنے کا مقام بہت ہی عالی ہے

آپ نے سنا ہوگا کہ اَلشَّیْخُ فِیْ قَوْمِہٖ کَالنَّبِیِّ فِیْ اُمَّتِہٖ شیخ اپنی قوم میں ایسا ہے جیسے نبی اپنی اُمت میں۔ ہر بے سروساماں کو اس بلند مرتبہ سے کیا مناسبت ہے ؎

ہر گدائے مرد میداں کے شود　　　پشۂ آخر سلیماں کے شود

ترجمہ　گدا ہر اک نہیں ہے مرد میداں　　　کبھی مچھر نہیں بنتا سلیماں

احوال و مقامات کا مفصل علم ہونا اور مشاہدات و تجلیات کی حقیقت کا پہچاننا۔ اور کشوف و الہامات کا حاصل ہونا۔ اور واقعات کی تعبیر کا ظاہر ہونا۔ اس بلند مقام کے لوازم سے ہے۔ وَدُوْنَہَا خَرْطُ الْقَتَادِ اور ان کے بغیر بفایدہ رنج و تکلیف ہے ❊

حاصل کلام یہ ہے کہ طریقت کے بزرگوار قدس سرہم بعض مریدوں کو پیشتر اس کے کہ وہ مقام شیخی تک پہنچیں، کسی مصلحت اور بہتری کے لئے ایک قسم کی اجازت دیدیتے ہیں۔ اور ایسا طرح تجویز فرماتے ہیں کہ طالبوں کو طریقہ دکھائیں تاکہ احوال و واقعات پر اطلاع پائیں ❊

اس قسم کی تجویز میں شیخ مقتدا کو لازم ہے کہ اس مرید مجاز کو اس کام میں بڑی احتیاط سے کام کرنے کا امر کرے۔ اور تاکید کے ساتھ غلطی کے مواد کو ظاہر کردے۔ اور بار بار ان کے نقص پر اطلاع دے۔ اور مبالغہ کے ساتھ ان کا ناقص ہونا ظاہر کردے۔ اس صورت میں اگر شیخ حق کے ظاہر کرنے میں سستی کرے تو خیانتی ہے۔ اور اگر مرید کو وہ باتیں بری معلوم ہوں تو بدقسمت ہے۔ کیا نہیں جانتا کہ حق تعالٰے کی رضامندی شیخ کی رضامندی سے وابستہ ہے۔ اور حق تعالٰے کا غضب شیخ کے غضب پر موقوف ہے۔ اس پر کیا بلا آپڑی وہ نہیں سمجھتا کہ ہم سے قطع کرنا اس کو کہاں تک پہنچا دیگا۔ اور اگر ہم سے قطع کریگا تو اور کس سے جا ملیگا۔ اور اگر نعوذ باللہ اس قسم کا کوئی امر اس کے دل میں راہ پا گیا ہو تو بے توقف اس کو کہدیں کہ توبہ و استغفار کرے اور حق تعالٰے کی بارگاہ میں عاجزی اور زاری کرے کہ اس ابتلا و فتنہ عظیم میں اس کو مبتلا نہ کرے اور اس خطرناک بلا و آزمائش میں اس کو گرفتار نہ کرے ❊

اللہ تعالٰے کا حمد اور اس کا احسان ہے کہ یاروں کی اس بے پروائی اور اضطراب سے کسی قسم کا غبار اور آزار فقیر کے دل میں داخل نہیں ہوا۔ اس سبب سے اُمیدوار ہے کہ تمام کاموں کا انجام بخیر ہوگا۔ اور باقی احوال و اوضاع کو برادر سعادتمند مولانا صالح محمد مفصل بیان کرینگے۔ اور آپ بعض شبہوں کے مقام کو ان سے دریافت کرینگے۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّہَا وَاَکْمَلُہَا اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت کا راستہ اختیار کیا اور حضرت مصطفٰے صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا ❊

مکتوب ۲۲۵

اس بیان میں کہ وہ احوال جو دوسروں کو نہایت میں میسر ہوتے ہیں۔ اس طریقہ علیہ کے ابتدا میں میسر ہو جاتے ہیں۔ لیکن بدائت میں نہایت مندرج ہونے کے طریق پر جو اس طریقہ علیہ کے لوازم سے ہے۔ اور اس قسم کے احوال کا ابتدا میں ظاہر ہونا اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ ایسے احوال والے کو کامل مکمل کہیں۔ اور طریقت کے سکھانے کی اجازت دیدیں۔ اور اس کے مناسب بیان میں ملا طاہر لاہوری کی طرف لکھا ہے:۔

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَنُسَلِّمُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الْکِرَامِ ہم اللہ کا حمد کرتے ہیں اور اس کے نبی اور آپ کی آل بزرگ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے ہیں ٭

آپ کے شریف خط پے در پے پہنچے۔ طالبوں کی ترقی اور ان کی التذاذ اور جمعیت کا حال پڑھ کر بہت ہی خوشی حاصل ہوئی ٭

حاصل کلام یہ ہے کہ چونکہ اس طریق میں نہایت ابتدا میں مندرج ہے۔ اس لئے اس طریقہ علیہ کے مبتدیوں کو ابتدا میں اس قسم کے احوال ظاہر ہوتے ہیں، جو منتہیوں کے احوال کے ساتھ یہاں تک مشابہ ہوتے ہیں کہ ان دونوں قسم کے احوال کے درمیان سوائے عارف کے جس کی نظر بصیرت تیز ہو کوئی فرق نہیں کرسکتا۔ پس اس لحاظ سے احوال کے حاصل ہونے کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔ ایسے احوال والے کو طریقہ سکھانے کی اجازت نہ دینی چاہئے۔ کیونکہ اس صورت میں طالبوں کے ضرر کی نسبت اس کا اپنا بڑا ضرر ہے۔ ممکن ہے کمال کا خیال کر کے ترقی سے رک جائے۔ یا جاہ و ریاست کے حاصل ہونے سے جو مقام ارشاد کے لئے ضروری ہے فتنہ میں پڑ جائے۔ کیونکہ اس کا نفس امارہ ابھی اپنے کفر کی حالت پر ہے۔ اور اس کا تزکیہ نہیں ہوا ہے۔ خیر جو کچھ ہوا سو ہوا۔ جن لوگوں کو آپ نے اجازت دی ہے انہیں نرمی اور محبت سے سمجھا دیں کہ اس قسم کی اجازت کمال پر مبنی نہیں ہے۔ ابھی بہت کام در پیش ہے اس قسم کے احوال جو ابتدا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ بدایت میں نہایت مندرج ہونے کی قسم سے ہیں۔ اور جو نصیحتیں مناسب جانیں عمل میں لائیں۔ اور ان کے نقص بیان کو اطلاع بخشیں۔ اور چونکہ آپ نے ان کو اجازت دے دی ہے اس لئے طریقہ سکھانے سے ان کو منع نہ کریں۔ شاید آپ کی توجہ کی برکت سے مقام ارشاد کی حقیقت تک پہنچ جائیں ٭

دوسرے یہ ہے کہ جب آپ نے اس عظیم القدر کام کو شروع کیا ہے تو مبارک ہے۔ اس کام

میں بڑی سعی و کوشش بجالائیں۔ اور بڑے سرگرم رہیں تاکہ طالبوں کی زیادہ زیادہ ترقی کا باعث ہو
والسلام۔

مکتوب ۲۲۶

اس بیان میں کہ زندگی کی فرصت بہت کم ہے اور ہمیشہ کا عذاب اس پر مترتب ہے
اور اس کے مناسب بیان میں اپنے حقیقی بھائی میاں شیخ محمد مودود کیطرف لکھا ہے:۔

میرے عزیز بھائی! کا خط پہنچکر خوشی کا موجب ہوا۔ اے بھائی اللہ تعالٰے ہم کو اور تم کو توفیق دے۔ زندگی کی فرصت بہت تھوڑی ہے۔ اور ہمیشہ کا عذاب اس پر آنے والا ہے۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ کوئی اس فرصت کو بیہودہ امور کے حاصل کرنے میں صرف کرے اور ہمیشہ کا رنج و الم خریدے۔

اے بھائی! لوگ دُور دُور سے دنیاوی اسباب کو چھوڑ کر مور و ملخ کی طرح آرہے ہیں اور تم اپنے گھر کی دولت کی قدر نہ جان کر دنیا کمینی کی طلب میں بڑے مزے سے باہر دوڑتے ہو اور بڑے شوق سے اس کے حاصل کرنے کے خواہاں ہو۔ اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ حیا ایمان کی شاخ ہے۔ حدیث نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔

اے بھائی! اہل اللہ کا اس طرح اکٹھا ہونا۔ اور اس طرح لِلّٰہِ فِی اللّٰہِ کی جمعیت جو آج سرہند میں میسر ہے۔ اگر تمام جہان کے گرد پھرو تو بھی معلوم نہیں کہ اس دولت کا سوواں حصہ بھی کہیں پا سکو۔ اور اس ماجرا و کیفیت کا کچھ حصہ حاصل کر سکو۔ تم نے اس دولت کو مفت ہاتھ سے کھویا اور قیمتی موتیوں کو چھوڑ کر بچوں کی طرح جوز و مویز پر کفایت کی ع

شرمت باد اہزار شرمت بادا

ترجمہ ؏ ہزار شرم و حیا کی ہے بات تیرے لئے

اے بھائی! آیندہ وقت تک شاید فرصت نہ دیں۔ اور اگر دیں بھی۔ تو اس قسم کے اجماع کو قایم نہ رہنے دیں۔ تو پھر کیا علاج ہوگا۔ اور کس طرح تدارک ہو سکیگا۔ اور کس چیز سے تلافی حاصل ہوگی۔ تم نے خطا کی ہے اور غلط سمجھے ہو۔ چرب و شیریں لقموں پر فریفتہ نہ ہو جاؤ۔ اور قیمتی اور آراستہ کپڑوں پر دھوکا نہ کھا جاؤ۔ ان کا نتیجہ دنیا و آخرت میں حسرت و ندامت کے سوا کچھ نہیں۔ اہل و عیال کی رضامندی کے لئے اپنے آپ کو مصیبت میں ڈالنا اور آخرت کا عذاب اختیار کرنا، عقل و دوراندیشی سے

دُور رہے۔ حق تعالےٰ تم کو عقل دیوے اور آگاہ کردیوے۔

اے بھائی! دُنیا بیوفائی میں ضرب المثل ہے۔ اور اہل دُنیا خست اور کمینہ پن میں مشہور ہیں پھر بڑے افسوس کی بات ہے کہ انسان اپنی قیمتی عمر کو اس بیوفا اور کمینی کے لئے خرچ کرے۔ مَا عَلَی الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغُ قاصد کا کام حکم پہنچا دینا ہے۔ والسلام۔

مکتوب ۲۲۷

بعض ان پند و نصائح کے بیان میں جو مقام شیخی اور تکمیل سے تعلق رکھتے ہیں ملا طاہر لاہوری کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی اللہ کا حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔ مکتوب شریف پہنچا۔ خوشی کا موجب ہوا۔ اور یاروں کے التذاذ اور حلاوت کا حال پڑھ کر نہایت ہی فرحت حاصل ہوئی۔

اے بھائی! حق تعالےٰ نے آپ کو منصب عطا فرمایا ہے اس نعمت کا شکر پوری طرح ادا کریں اور محافظت کریں کہ کوئی ایسا امر صادر نہ ہو جو مخلوقات کی نفرت کا باعث ہو۔ کیونکہ اس میں بڑی خرابی ہے۔ خلق کی نفرت اس ملامتی گروہ کے حال کے مناسب ہے جن کا دعوت اور شیخی سے کچھ واسطہ نہیں ہے۔ بلکہ ملامت کا مقام شیخی کے مقام کے برخلاف ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ان دونوں مقام کو آپس میں ملادیں۔ اور عین شیخی میں ملامت کی آرزو کریں کہ یہ بڑے ظلم کی بات ہے۔ اور مریدوں کی نظر میں اپنے آپ کو متجمل یعنی رُعب و داب سے آراستہ پیراستہ رکھیں۔ اور مریدوں کے ساتھ کثرت سے میل جول اور انس اختیار کریں کہ خفت اور سُبکی کا موجب ہے اور افادہ اور استفادہ کے منافی ہے اور حدود شرعیہ کی اچھی طرح محافظت کریں۔ اور جہاں تک ہوسکے رخصت پر عمل نہ کریں کہ یہ بھی اس طریقہ علیہ کے منافی اور سنت سنیہ کی تابعداری کے دعوے کے مخالف ہے۔

ایک بزرگ نے فرمایا ہے کہ رِيَاءُ الْعَارِفِيْنَ خَيْرٌ مِّنْ اِخْلَاصِ الْمُرِيْدِيْنَ عارفوں کا ریا مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہے۔ کیونکہ عارفوں کا ریا طالبوں کے دلوں کو حق تعالےٰ کی پاک بارگاہ کی طرف کھینچنے کے لئے ہوتا ہے۔ پس ضرور مریدوں کے اخلاص سے بہتر ہوگا۔ اور نیز عارفوں کے اعمال طالبوں کے لئے اعمال بجالانے میں موجب تقلید ہیں۔ اگر عارف خود عمل نہ کریں تو طالب محروم رہینگے۔ پس عارف اس واسطے ریا کرتے ہیں۔ تاکہ طالب ان کی اقتدا کریں۔ یہ ریا عین اخلاص ہے۔ بلکہ

اُس اخلاص سے بہتر ہے جو اپنے نفع کے لئے ہو ۔

اس بات سے کوئی شخص یہ گمان نہ کرے کہ عارفوں کے عمل محض طالبوں کی تقلید کے لئے ہیں۔ اور عارفوں کو عمل کی حاجت نہیں ہے۔ نعوذ باللہ منہا یہ الحاد و زندقہ ہے۔ بلکہ عارف اعمال کے بجالانے میں عام طالبوں کے ساتھ برابر ہیں۔ اور اعمال کے بجالانے سے کسی کو چارہ نہیں ہے ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ بسا اوقات عارفوں کے اعمال میں طالبوں کا نفع مدنظر ہوتا ہے جو تقلید پر وابستہ ہے۔ اس اعتبار سے اس کو ریا کہتے ہیں ۔

غرض قول و فعل میں بڑی محافظت کریں کیونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگ فساد و ہنگامہ کے درپے ہیں۔ کوئی ایسا کام سرزد نہ ہونے پائے جو اس مقام کے منافی ہو۔ اور جاہل لوگوں کو بزرگوں کے طعن کا موقع ملجائے۔ اور حضرت حق تعالیٰ سے استقامت طلب کرتے رہا کریں ۔

دوسرے یہ ہے کہ آپ نے مشائخ کی نسبتوں کے حاصل ہونے کے بارہ میں لکھا تھا۔ اس کی وجہ کئی دفعہ رُو برُو آپ سے بیان ہو چکی ہے۔ اس کے سوا اور کچھ نہ سمجھیں کہ اس میں خیریت نہیں ہے۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسلام ۔

مکتوب ۲۲۸

بعض نصیحتوں کے بیان میں جو مقام تکمیل اور تعلیم طریقت سے تعلق رکھتی ہیں۔ اور ان کے مناسب بیان میں میر نعمان کی طرف لکھا ہے:۔

میرے بھائی سیادت پناہ کا مکتوب پہنچا۔ خوشی کا باعث ہوا۔ اے بھائی کئی دفعہ آپ کو کہا گیا ہے کہ اس طریق کا مدار دو اصلوں پر ہے ۔

ایک شریعت پر اس حد تک استقامت اختیار کرنی کہ اس کے چھوٹے چھوٹے آداب کے ترک پر بھی راضی نہ ہوں ۔

دوسرے شیخ طریقت کی محبت اور اخلاص پر اس طرح راسخ اور ثابت قدم ہوں کہ اس پر کسی قسم کا اعتراض نہ کریں۔ بلکہ اس کے تمام حرکات و سکنات مرید کی نظر میں زیبا اور محبوب دکھائی دیں ۔ خدا محفوظ رکھے کہ ان امور میں سے جو ان دو اصلوں کے متعلق ہیں کسی امر میں خلل واقع نہ ہو اور اگر اللہ کی مہربانی سے یہ دو اصل درست ہوگئے۔ تو دنیا و آخرت کی سعادت نقد وقت ہے۔ اَور اَور نصیحتیں اور وصیتیں بھی آپ کے کانوں تک پہنچ چکی ہیں۔ ان کو مدنظر رکھنے میں بڑی احتیاط

کریں۔ اور بڑی عاجزی اور زاری سے پہلی تقصیروں کا تدارک کریں۔ اور رمضان کے اخیر عشرہ کا اعتکاف جو ایک دفعہ آپ سے ترک ہو گیا تھا۔ اس کی قضا کی نیت پر اس فی الحج کے عشرہ میں اعتکاف بیٹھیں تاکہ اس نیت سے سنت کے مرتکب ہوں۔ اور اس عشرہ اعتکاف میں گریہ و زاری اور عجز و نیاز سے اپنی تقصیروں اور کوتاہیوں کی عذر خواہی کریں۔ فقیر بھی انشاء اللہ اس عشرہ میں آپ کی مدد کریگا۔

اجازت نامہ کے لکھنے میں جو آپ اس قدر مبالغہ اور کوشش کر رہے ہیں۔ اس سے آپکا مقصود کیا ہے۔ طریقہ تعلیم کرنے کی اجازت جو آپ کو دی گئی ہے۔ اگر وہ کافی نہیں ہے تو اجازت نامہ کیا کریگا۔ یہ لازم نہیں کہ جو کچھ دل میں گذرے اسی کے واسطے کوشش کرنے لگ جائیں۔ کئی ایسی باتیں دل میں گذرتی ہیں۔ جن کا ترک کرنا بہتر اور مناسب ہوتا ہے نفس بڑا ضدی ہے جس امر کو اختیار کرتا ہے اس کے پورا کرنے کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور اس کے حق و باطل ہونے کا لحاظ نہیں کرتا۔ یہ چند باتیں آپ کی خاطر لکھی گئی ہیں۔ حق تعالٰے آپ کو نفع دے۔ بھائی صاحب اپنے کام کا فکر کرنا چاہئے تاکہ جہان سے ایمان سلامت لیجائیں۔ اجازت نامہ اور مرید کچھ کام نہیں آئینگے۔ ہاں اپنے کام کے ضمن میں اگر کوئی شخص سچی طلب سے آجائے تو اس کو طریقہ سکھادیں۔ نہ یہ کہ طریقت کی تعلیم کو اپنے کام کا اصل خیال کریں اور اپنے معاملہ کو اس کے تابع بنادیں کہ اس میں سراسر ضرر اور خسارہ ہے۔

مکتوب ۲۲۹

اس بیان میں کہ ہمارا طریق بعینہ حضرت ایشاں قدس سرہ کا طریق ہے۔ اور ہماری نسبت وہی نسبت ہے لیکن صناعت کا کامل ہونا اور نسبت کا تمام ہونا بہت سے فکروں کے ملنے اور بہت سی نظروں کے پے در پے آنے پر موقوف ہے۔ میرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالٰے کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کے شریف مکتوب جو اپنے مخلص مشتاق کے نام لکھے ہوئے تھے پے در پے پہنچکر بڑی خوشی اور زیادہ محبت کا باعث ہوئے۔ جَزَاكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَاءِ اللہ تعالٰے آپ کو ہماری طرف سے جزائے خیر دے۔

مجمل طور پر بعض شبہات و تردیدات جو آپ نے لکھے تھے ان کا جواب یہ ہے کہ ہمارا طریق وہی حضرت ایشاں یعنی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ کا طریق ہے۔ اور ہماری نسبت آنحضرت ہی کی شریف نسبت ہے۔ اس طریق سے بڑھ کر عالی اور کونسا طریق ہے۔ اور اس نسبت سے زیادہ بہتر اور مناسب اور کونسی نسبت ہے کہ کوئی اسکو اختیار کرے ✤

اصل بات یہ ہے کہ ہر صناعت کی تکمیل اور ہر نسبت کی تتمیم مختلف فکروں کے ملنے اور بہت سی نظروں کے پے در پے آنے پر منحصر ہے۔ مثلاً وہ نحو جو سیبویہ کے زمانہ میں تھا۔ وہ اب متاخرین کے فکروں کے ملنے سے دوچند زیادہ ہو گیا ہے۔ اور بہت کامل اور صاف ہو گیا ہے حالانکہ یہ وہی سیبویہ کا نحو ہے جس کو متاخرین کے فکروں نے پہلے کی نسبت زیادہ آراستہ پیراستہ کر دیا ہے ✤

شیخ علاؤالدولہ قدس سرہ کا مقولہ آپ کے مبارک کانوں تک پہنچا ہوگا۔ انہوں نے فرمایا ہے کہ واسطے اور وسیلے جس قدر زیادہ ہوں اسی قدر رستہ زیادہ نزدیک اور روشن ہوگا ✤

اس نسبت علیہ پر اس قسم کی زیادتی نے جو آراستگی اور پیراستگی کے طور پر پیدا ہوئی ہے بہت لوگوں کو تخیلات میں ڈال رکھا ہے۔ اصل معاملہ یہی ہے جس میں تکلف اور بناوٹ کو دخل نہیں۔ وہ آپ اس فقیر کے مکتوبات اور رسالوں کو دیکھیں کہ اس طریق کو اصحاب کرام رضہ کا طریق ثابت کیا ہے۔ اور اس نسبت کو سب نسبتوں سے بڑھ کر مدلل بیان کیا ہے۔ اور اس طریق عالی اور اس طریق کے بزرگواروں کی تعریف اور مدح اس طرح پر کی ہے کہ اس بزرگ خاندان کے خلفاء میں سے کسی کو اس کا سواں حصہ بیان کرنے کی توفیق حاصل نہیں ہوئی۔ اور نیز یہ فقیر روزمرہ اور نشست و برخاست میں اس طریق کے آداب و لوازم کی رعایت پورے طور پر کرتا ہے۔ اور سرمو مخالفت اور نئی بات کو پسند نہیں کرتا۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ آپ نے یہ سب ہنر نظر انداز کر دیئے ہیں۔ اور اگر بالفرض آزار کے دنوں میں بعض یاروں کی نسبت کلمہ و کلام میں کوئی نامناسب بات کہی گئی ہو اور آپ کی نظر میں آئی ہو۔ تو پھر بھی تعجب ہے کہ آپ اس قسم کی باتوں کا یقین کر لیتے ہیں اور صرف سنکر آپے سے باہر ہو جاتے ہیں۔ اگر حسن ظن ہے تو کیا اسی جماعت سے مخصوص ہے۔ یا شاید میں ہی حسن ظن کے قابل نہیں ہوں۔ الغرض اگر گفت و شنود پر ہی مدار ہے۔ تو پھر چغلخوروں کے ہاتھ سے خلاصی ناممکن ہے اور اخلاص کی کوئی توقع نہیں ہے۔ آپ گفت و شنید سے درگذر کریں اور گذشتہ امور کو یاد میں نہ لائیں۔ تاکہ اخلاص متصور ہو۔ اور پرانی کلفت رفع ہو جائے ✤

آپ نے لکھا تھا کہ حضرات پیرزادوں کی تربیت کا وقت آگیا ہے۔ اور حضرت ایشاں قدس سرہٗ کی وصیت کو یاد دلایا تھا۔

اے میرے مخدوم و مکرم! اس میں خادموں کی سعادت ہے کہ اپنے مخدوم زادوں کی خدمت سے کامیاب ہوں لیکن اس مدت میں معلومہ رکاوٹوں کے باعث ظاہری خدمت سے دُور رہا۔ اور وصیت کے وقت کے آنے کا انتظار کرتا رہا۔ اور اب اگر آپ جانتے ہیں کہ کوئی مانع نہیں ہے اور گفت و شنود کا رستہ بند ہوگیا ہے۔ تو فرمائیں تاکہ بندہ چند روز آکر اس خدمت میں مشغول رہے اور اگر اچھی طرح ملاحظہ کرتا ہے تو جانتا ہے کہ اس کام میں صرف وصیت کا حکم بجا لانا مقصود ہے۔ ورنہ آپ کی ظاہری باطنی تربیت اُن کے لئے کافی ہے کسی اور کی حاجت نہیں۔

دوسرے یہ ہے کہ برادرم مولانا عبداللطیف فرماتے تھے کہ میاں محمد قلیچ نے بڑے مخدوم زادہ کی ظاہری تعلیم و تربیت کو اپنے ذمے لے لیا ہے۔ اور آپ نے بھی اس بات کو پسند فرمایا ہے۔ اس بات کو سُنکر بہت تعجب ہوا۔ اور اگر وہ اپنی نارسائی کے باعث اس بارہ میں کچھ خیال کرے تو خیر۔ مگر آپ کیسے تجویز کرتے ہیں۔ مجھے اس بات کا ڈر ہے کہ ایسا نہ ہو کہیں محمد قلیچ کا آزار کسی اور جگہ سرایت کر جائے۔

مکتوب ۲۳۰

بلند ہمتی میں اور اس چیز پر جو حاصل ہو کفایت نہ کرنے میں بلکہ جو کچھ معلوم و مشہود ہو۔ اس کی نفی کرنے اور معبود بیچون و بیچگون کے ثابت کرنے میں جو دید و دانش سے باہر ہے۔ شیخ یوسف برکی کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کا حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کے بزرگ احوال میاں بابو نے آپ کے کہنے کے مطابق ظاہرا دریافت فرمائی۔ اس لئے چند کلمے لکھے جاتے ہیں۔

میرے مخدوم! اس قسم کے احوال ابتدائی مراتب میں ہوتے ہیں لیکن ان کا کچھ اعتبار نہیں کرتے۔ بلکہ ان کی نفی

ہے شعر

كَيْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰى سُعَادَ وَدُوْنَهَا قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَهُنَّ حُيُوْفٌ

ترجمہ

ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک
درمیاں ہیں پُر خطر کوہ اور غار

اللہ تعالیٰ بیچون اور بیچگون ہے۔ اور جو کچھ دید و دانش اور شہود و مکاشفہ میں آئے اس کا غیر ہے۔ وہ حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس سے وراء الوراء ہے۔ آپ اس راہ کے جوز و مویز پر بچوں کی طرح ہرگز فریفتہ نہ ہو جائیں۔ اور نہایت کو پا لینے پر مغرور نہ ہوں۔ اور احوال و واقعات کو ناقص مشائخ کے پاس ظاہر نہ کریں۔ کیونکہ یہ اپنی سمجھ کے موافق تھوڑے کو بہت خیال کرتے ہیں۔ اور بدایت کو نہایت شمار کرتے ہیں۔ پس طالب مستعد اپنے کمال کے خیال میں پڑ جاتا ہے۔ اور اس کی طلب میں فتور آ جاتا ہے شیخ کامل کی تلاش کرنی چاہیئے۔ اور اپنے باطنی امراض کا علاج اس سے کرانا چاہیئے۔ اور جب تک شیخ کامل نہ ملے، چاہیئے کہ ان احوال کو لا کے نیچے لا کر نفی کریں۔ اور معبود برحق کا جو بیچون و بیچگون ہے اثبات کریں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا یہ سب اس کا غیر ہے۔ کلمہ لا سے اس کی نفی کرنی چاہیئے۔ آئندہ جو کچھ ظاہر ہو، اس کی نفی کریں کہ وہ حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ اور اثبات کی جانب میں کلمہ مستثنیٰ کے تکلم کے سوا کچھ ہاتھ میں نہ ہو۔ اس طریقت کے بزرگواروں کا طریق یہی ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۳۱

کے جواب میں جو آپ سے کئے گئے تھے اور جن میں پوچھا گیا تھا کہ وصول اور حصول ۔۔۔ اور وہ اسما جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کے ۔۔۔ تنات کے مبادی بھی وہی اسم ہیں یا نہیں۔ اور اگر ہیں تو کیا فرق ۔۔۔ مشائخ نقشبندیہ ذکر جہر سے منع کرتے ہیں کہ یہ بدعت ہے ۔۔۔ اور چیزوں سے جو آنحضرت کے زمانہ میں نہ تھیں

مثلاً لباس فرجی اور شال اور سراویل سے کیوں نہیں منع کرتے۔ میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے :-

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّی عَلٰی نَبِیِّہٖ وَنُسَلِّمُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الْکِرَامِ ہم اللہ کا حمد کرتے ہیں اور نبی اور اُس کی آل بزرگوار پر صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں ۔

آپ کے دو مکتوب شریف پے در پے پہنچے۔ پہلا مکتوب تو سوزش اور اضطراب کی خبر دیتا تھا لیکن دوسرا مکتوب اس سے ملائم اور شوق و سرگرمی سے بھرا ہوا تھا ۔

میرے دوست آپ نے اس وقت جب کہ میر سعد الدین روانہ ہوئے خط کا جواب طلب کیا۔ بندہ اس وقت یہاں تک بیدماغ اور مقبوض تھا کہ اپنے ہاتھ سے خط نہ لکھ سکتا تھا۔ مولانا یار محمد جدید کو لکھنے کے لئے کہا۔ بیدماغی کے وقت اگر کوئی نامناسب کلمہ لکھا گیا ہو تو معاف فرمائیں آپ کو چاہیئے کہ تھوڑی سی بات سے نہ بگڑ جائیں اور معاملہ کو درہم برہم نہ کریں۔ خدا نہ کرے کہ کسی قسم کا آزار درمیان ہو یا رنجش و رُوگردانی کے باعث کچھ لکھا جائے۔ ہاں اگر نصیحت کے طور پر کچھ لکھا جاوے تو خوشحال ہونا چاہیئے ۔

آپ کے دوسرے خط نے بہت ہی خوش کیا۔ حرارت ہر کام میں درکار ہے۔ پژمردگی اور افسردگی دشمنوں کے نصیب ہو ۔

آپ نے لکھا تھا کہ حصول اور وصول کے درمیان جو فرق ہے وہ سمجھ میں نہیں آتا ۔

اے بھائی! حصول باوجود بُعد کے متصوّر ہے اور وصول متعذر و دشوار ہے۔ عنقا کو جب ہم صورت مخصوصہ سے تصوّر کرتے ہیں تو کہ سکتے ہیں کہ عنقا ہماری قوت مدرکہ میں حاصل ہے لیکن عنقا تک وصول ثابت نہیں ہے۔ کیونکہ ظلیّت جو مرتبہ ثانی میں اُس شے کے ظہور سے مراد ہے۔ اس شے کے حصول کی منافی نہیں ہے لیکن شے کا وصول ظلیّت کی تاب نہیں لا سکتا۔ پس دونوں کے درمیان فرق معلوم ہو گیا ۔

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ وہ اسما جو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کا مبدء ہیں، وہی اسما اولیا کے تعینات کا بھی مبدء ہیں یا نہیں اور اگر ہیں تو کیا فرق ہے ۔

اے عزیز! انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کے مبادی ان اسما کے کلیات ہیں اور اولیا کے تعینات کے مبادی ان اسما کی جزئیات ہیں جو ان کلیات کے تحت میں مندرج ہیں۔ اور ان اسما کی جزئیات سے مراد وہی اسما ہیں جو قیود میں سے کسی قیود کے ساتھ ماخوذ ہیں۔ جیسے کہ کسی شے

کے ساتھ ارادہ مطلقہ اور ارادہ مقیدہ ہوتا ہے۔ اور چونکہ اولیا کو انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث ترقی واقع ہوتی ہے۔ اس لئے اس قید کو دور کر کے مطلق کے ساتھ ملجائیگا۔ فقیر نے اس فرق کو اپنے بعض مکتوبات میں منفصل ذکر کیا ہے۔ وہاں سے ملاحظہ کریں۔

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ ذکر جہر سے منع کرتے ہیں کہ بدعت ہے حالانکہ ذوق وشوق بخشتا ہے اور اور چیزوں سے جو آنحضرت علیہ وآلہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں نہ تھیں مثل لباس فرجی اور شال اور سراویل سے کیوں منع نہیں کرتے۔

میرے مخدوم! آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عمل دو طرح پر ہے۔ ایک عبادت کے طریق پر دوسرا عرف اور عادت کے طور پر۔ وہ عمل جو عبادت کے طریق پر ہے اس کے خلاف کرنا بدعت منکرہ جانتا ہوں اور اس کے منع کرنے میں بہت مبالغہ کرتا ہوں کہ یہ دین میں نئی بات ہے اور وہ مردود ہے۔ اور وہ عمل جو عرف وعادت کے طور پر ہے اس کے خلاف کو بدعت منکرہ نہیں جانتا۔ اور نہ ہی اس کے منع کرنے میں مبالغہ کرتا ہوں کیونکہ وہ دین سے تعلق نہیں رکھتا۔ اس کا ہونا یا نہ ہونا عرف وعادت پر مبنی ہے نہ کہ دین ومذہب پر۔ کیونکہ بعض شہروں کا عرف بعض دوسرے شہروں کے عرف کے برخلاف ہے۔ اور ایسے ہی ایک شہر میں زمانوں کے تفاوت کے اعتبار سے عرف میں تفاوت ظاہر ہے۔ البتہ عادی سنت کو مدنظر رکھنا بھی بہت سے فائدوں اور سعادتوں کا موجب ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی مُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمْ وَعَلٰی تَابِعِیْ کُلٍّ مِّنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُہَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُہَا اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت پر ثابت قدم رکھے۔

مکتوب ۲۳۲

دنیا کمینی کی حقیقت اور اس کی ردی زیبائش کی برائی اور اس کمینی دنیا کی محبت کے دور کرنے کے علاج اور مناسب بیان میں خانخاناں کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حضرت حق سبحانہ وتعالیٰ حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ناپسندیدہ کمینی دنیا کی حقیقت اور اس کی ردی زیب وزینت اور سیچ درچ کو آپ کی نظر بصیرت میں منکشف کر کے آخرت کے حسن وجمال کو بہشتوں اور ان کی نہروں کی تر وتازگی اور ان میں پروردگار جل شانہ کی دیدار کی زیادتی کے ساتھ جلوہ گر کرے۔ تاکہ اس جلدی دور ہو جانے والی بری دنیا کی طرف سے بے رغبتی حاصل ہو جائے

اور پورے طور سے عالم بقا کی طرف جو مولیٰ جلشانہٗ کی رضا کا مقام ہے، توجہ میسر ہو جائے۔ اور جب تک اس کمینی کی برائی ظاہر نہ ہو، اس کی قید سے نکلنا مشکل ہے۔ جب تک اس کی قید سے خلاصی نہ ہو، تب تک آخرت کی نجات اور بچاؤ دشوار ہے۔ حُبُّ الدُّنْیَا رَأْسُ کُلِّ خَطِیْئَۃٍ (دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے) مشہور اور مانی ہوئی بات ہے۔ اور چونکہ علاج ضد سے ہوتا ہے اس لئے اس کمینی دنیا کی محبت دور کرنے کا علاج امور آخرت میں رغبت کرنے اور شریعت روشن کے احکام کے موافق اعمال صالحہ بجالانے پر وابستہ ہے۔ حق تعالےٰ نے دنیا کی زندگی کو پانچ بلکہ چار چیزوں پر منحصر کیا ہے اور فرمایا ہے:۔

إِنَّمَا الْحَیٰوۃُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَھْوٌ وَّزِیْنَۃٌ وَّتَفَاخُرٌ بَیْنَکُمْ وَتَکَاثُرٌ فِی الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ (دنیا کی زندگی کھیل کود اور زینت اور باہم فخر کرنا اور مال و اولاد میں زیادتی کرنا ہے)۔

پس جب عمل صالحہ میں مشغول ہوں، تو جزو اعظم لعب و لہو ہی کم ہونے لگتا ہے۔ اور ریشم اور چاندی سونے کے استعمال سے جن پر عمدہ اور اعلےٰ زیب و زینت کا مدار ہے پرہیز کرنے لگتے ہیں۔ اور دوسرا جزو جو زینت ہے زائل ہونے لگتا ہے۔ اور جب یقین ہو جائے کہ اللہ کے نزدیک فضیلت و بزرگی پرہیزگاری اور تقوےٰ سے ہے نہ کہ حسب و نسب سے۔ تو فخر کرنے سے باز آتے ہیں۔ اور جب جانیں کہ مال و اولاد حق تعالےٰ کے ذکر سے مانع ہیں اور اس کی بارگاہ سے روکتے ہیں۔ تو ان کے زیادہ زیادہ حاصل کرنے سے کوتاہی کرتے ہیں اور ان کے بڑھانے کو معیوب جانتے ہیں۔ غرض مَاۤ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا کَیْلَا یَضُرُّکُمْ شَیْءٌ جو کچھ رسول تمہارے پاس لایا اس کو پکڑ لو اور جس سے اس نے منع کیا ہے ہٹ جاؤ تاکہ تمہیں کوئی چیز ضرر نہ دے۔

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں ۔۔۔ ما اگر نہ رسیدیم تو شاید برسی

ترجمہ: تجھے گنج مقصود بتلا دیا ہے ۔۔۔ ملا اگر نہیں ہم کو شاید تو پالے

باقی مقصود یہ ہے کہ میاں شیخ عبد المؤمن بزرگ زادہ ہیں۔ اور تحصیل علوم سے فارغ ہو کر طریقہ صوفیہ کا سلوک فرماتے ہیں۔ اور سلوک کے ضمن میں عجیب و غریب احوال مشاہدہ کرتے ہیں ضرورت انسانی از قسم اہل و عیال ان کو حیران و بے اختیار ناچار کر دیتی ہے۔ اس فقیر نے اس ناچارگی اور پریشانگی کو دور کرنے کے لئے آپ کی جناب کی طرف ان کی رہنمائی کی ہے۔ مَنْ دَقَّ بَابَ الْکَرِیْمِ انْفَتَحَ۔ جس نے کریم کا دروازہ کھٹکھٹایا وہ کشادہ حال ہو گیا۔ والسلام۔

مکتوب ۲۳۳

بعض عمدہ عمدہ نصیحتوں میں عالیجناب شیخ فرید کی طرف لکھا ہے :-

ثَبَّتَنَا اللّٰہُ وَاِیَّاکُمْ عَلٰی مَا جَاءَ بِہٖ جَدُّکُمُ الْاَمْجَدُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُھَا اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو اس چیز پر جس کو آپ کا جد بزرگوار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لایا ہے ثابت قدم رکھے ۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے عرس شریف کے دنوں میں دہلی حاضر ہو کر ارادہ تھا کہ آپ کی خدمت عالی میں بھی پہنچے کہ اسی اثنا میں کوچ کی خبر پھیل گئی ۔ اس لئے توقف کر کے چند ٹوٹے پھوٹے کلموں سے آپ کو تکلیف دیگئی ہے ۔ فقیر خواہ حضور میں ہو خواہ غیبت میں ہر دم آپ کے لئے دعاگو ہے کہ اللہ تعالےٰ آپ کو ہر نامناسب اور نالائق امر سے سلامت رکھے ۔ بعض اوقات خیر خواہی کا غلبہ اس بات پر لاتا ہے کہ فقیر ان کی خدمت کو اختیار کر کے ان چیزوں سے جو آپ کی بلند درگاہ کے لائق نہیں تاکید و مبالغہ کے ساتھ آپ کو ان سے منع کرے اور مجلس شریف میں نا اہلوں کو نہ رہنے دے لیکن جانتا ہے کہ سب امیدیں حاصل نہیں ہوتیں ۔ ناچار آپ کے حق میں غائبانہ دعا سے تر زبان ہے ۔ شاید قبول ہو جائے ۔

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ اپنی بزرگی اور کلانی کی نسبت فرمایا کرتے تھے کہ ہر چند یہ کفر ہے کہ کوئی ایسا بڑا ہو جائے کہ اگر وہ برہم ہو جائے تو تمام جہان برہم ہو جائے ۔ لیکن کیا کیا جائے کہ ہم کو ہماری مصلحت کے بغیر بڑا بنایا ہے ۔

آج اس قسم کی بزرگی اور کلانی نزدیک ہے کہ آپ کی جناب کے بارہ میں صادق آئی کیونکہ آپ مخلوقات کے آرام میں ہیں اور مخلوقات آپ کے آرام میں ۔ یہی وجہ ہے کہ لوگوں کے نزدیک آپ کی دعائے خیر بارش کی طرح برس رہی ہے ۔ جو عام مخلوقات کو فائدہ مند ہے ۔ پھر افسوس ہے کہ باوجود اس کلانی اور بزرگی کے دانہ خشخاش کے برابر خالی جگہ رہ جائے ۔ اور یہ دانہ خشخاش دوستوں اور خیر خواہوں کے دل پر بڑا بھاری بوجھ ہے ۔ مہربانی فرما کر ان کو اس بوجھ سے ہلکا کریں ۔ مدت ہوئی ہے کہ اس خیر خواہ نے اس بات کی نسبت کچھ نہیں لکھا کہ ایسا نہ ہو کہ تکرار و مبالغہ گراں معلوم ہو ۔

یار نازک بدن از بار ہوا مے رنجد　　ہمچو گل برگ ز آسیب صبا مے رنجد

ترجمہ: دکھتا ہے نازک بدن دلبر ہوا کے بوجھ سے　　برگ گل کی طرح مرجھائے صبا کے بوجھ سے

لیکن دوستی سے دور معلوم ہوا کہ آپ کے دل کے ناراض ہونے کا لحاظ کر کے خاموش رہے ؎

حافظا وظیفۂ تو دعا گفتن است و بس
در بند آں مباش کہ نشنید یا شنید

ترجمہ ؎

حافظ وظیفہ تیرا ہے بس دعا کا کہنا
سننا ہے کوئی یا نہ کر فکر تو نہ اس کا +

کچھ مدت سے حرمین شریفین (کہ خدائے تعالیٰ ان کو آفات سے محفوظ رکھے) کی زیارت کا ارادہ وشوق پیدا ہوا۔ اور اس سفر کا باعث یہی خواہش ہے۔ اور چونکہ یہ ارادہ آپ کے صلاح مشورے اور رضامندی پر وابستہ تھا۔ اس لئے کوچ کی خبر سن کر وہ ارادہ ملتوی ہو گیا۔ اَلْخَیْرُ فِیْ مَا صَنَعَ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بہتری اسی بات میں ہے جو اللہ تعالیٰ کرے۔ والسلام +

مکتوب ۲۳۴

اس بیان میں کہ واجب الوجود کی حقیقت وجود محض ہے جو ہر خیر و کمال کا منشا ہے۔ اور ممکنات کی حقیقتیں عدم محض ہیں جو ہر شر و نقص کا مبدا ہیں۔ اور مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ کے معنی میں اور تجلی ذاتی کے بیان میں جو تمام نسبتوں اور اعتباروں سے بڑھ کر ہے۔ اور آیت کریمہ اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے تاویلی معنوں اور اس کے مناسب بیان میں مع سوالوں اور جوابوں کے جو اس مقام کی توضیح کے متعلق ہیں۔ اور مع تنبیہات کے جو اس مطلب کی تشریح کے لائق ہیں۔ حقائق کو جاننے والے معارف کے پہچاننے والے عالم ربانی عارف سبحانی مخدوم زادہ کلاں یعنی شیخ محمد صادق (خدا اس کو سلامت اور باقی رکھے اور اعلیٰ مقصود تک پہنچائے) کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خداوند بیچون کی حمد اور پیغمبر رہنما کے درود کے بعد میرے فرزند کو معلوم ہو کہ حق سبحانہٗ کی حقیقت وجود محض ہے کہ اور کوئی امر اس کے ساتھ ملا ہوا نہیں ہے۔ اور وہ وجود تعالیٰ ہر خیر و کمال کا منشا اور ہر حسن و جمال کا مبدا ہے۔ اور جزئی حقیقی اور بسیط ہے۔ جس کی طرف ترکیب کو ہرگز راہ نہیں ہے نہ ذہنی طور پر نہ خارجی طور پر۔ اور حقیقت کے اعتبار سے اس کا تصور میں آنا محال ہے۔ اور ذات تعالیٰ پر از روئے مواطات کے محمول ہے نہ از روئے اشتقاق کے۔ اگرچہ حمل کی نسبت کو بھی اس مقام میں فی الحقیقت کچھ گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ تمام نسبتیں وہاں ساقط ہو گئی ہوئی ہیں اور وہ وجود جو عام و مشترک ہے

وہ اس وجود خاص کے ظلوں میں سے ایک ظل ہے۔ اور یہ ظل ذات تعالیٰ و تقدس پر محمول ہے۔ اور اشیاء پر تشکیک کے طور پر از روئے اشتقاق کے نہ از روئے مواطات کے۔ اور اس ظل سے مراد تنزلات کے مرتبوں میں حضرت وجود تعالیٰ و تقدس کا ظہور ہے۔ اور اس ظل کے افراد میں سے اولیٰ واقدم واشرف وہ فرد ہے جو ذات تعالیٰ پر از روئے اشتقاق کے محمول ہے۔ پس اصالت کے ہر مرتبہ میں اَللّٰہُ تَعَالٰی وَجُوْدٌ کہ سکتے ہیں۔ نہ کہ اَللّٰہُ تَعَالٰی مَوْجُوْدٌ۔ اور اس ظل کے مرتبہ میں اَللّٰہُ تَعَالٰی مَوْجُوْدٌ صادق ہے نہ اَللّٰہُ تَعَالٰی وَجُوْدٌ۔ اور چونکہ حکما اور صوفیہ کے ایک گروہ نے جو وجود کی عینیت کے قائل ہیں اور اس فرق کی حقیقت سے واقف نہیں ہوئے اور ظل کو اصل سے جدا نہیں کیا حمل اشتقاق اور حمل مواطات دونوں کو ایک ہی مرتبہ میں ثابت کیا ہے۔ اور حمل اشتقاق کے صحیح کرنے میں بیجا تکلف اور حیلہ کے محتاج ہوئے ہیں۔ اور حق وہی ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کے الہام سے ثابت و تحقیق کیا ہے۔ اور یہ اصالت و ظلیت تمام حقیقی صفات کی اصالت و ظلیت کی طرح ہے۔ کیونکہ ہر مرتبہ اصالت میں جو اجمال اور غیب الغیب کا مقام ہے۔ ان صفات کا حمل کرنا مواطات کے طریق پر ہے نہ اشتقاق کے طریق پر۔ پس اَللّٰہُ تَعَالٰی عِلْمٌ کہ سکتے ہیں اور اَللّٰہُ تَعَالٰی عَالِمٌ نہیں کہ سکتے۔ کیونکہ حمل اشتقاق میں مغائرت ظلیت کے مرتبوں میں ہوتی ہے۔ اور اس جگہ کوئی ظلیت نہیں۔ کیونکہ وہ تعین اول سے کئی درجے برتر ہے۔ اس لئے کہ نسبتیں اس تعین میں اجمالی طور پر ملحوظ ہیں۔ اور اس مقام میں اشیا میں سے کسی شے کا کسی طرح کا ملاحظہ نہیں ہے۔ اور مرتبہ ظل میں جو اس اجمال کی تفصیل ہے۔ حمل اشتقاق صادق ہے نہ حمل مواطات۔ لیکن ان صفات کی عینیت اس مرتبہ میں وجود تعالیٰ کی عینیت کی فرع ہے جو ہر خیر و کمال کا مبدء اور ہر حسن و جمال کا منشا ہے۔ اور اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں جس جگہ وجود کی عینیت کی نفی کی ہے۔ اس سے وجود ظلی مراد رکھنی چاہئے۔ جو حمل اشتقاق کا صحیح کرنے والا ہے اور یہ وجود ظلی بھی آثار خارجیہ کا مبدء ہے۔ پس وہ ماہیتیں جو مراتب موجودات میں سے ہر مرتبہ میں اس وجود کے ساتھ متصف ہوں خارجیہ ہونگے۔ فَافْهَمْ فَإِنَّهٗ يَنْفَعُكَ فِيْ كَثِيْرٍ مِنَ الْمَوَاقِعِ پس سمجھ لے کیونکہ بہت جگہ تجھے نفع دیگا۔ پس صفات حقیقیہ بھی موجودات خارجیہ ہونگی۔ اور ممکنات بھی خارج میں موجود ہونگی ✦

اے فرزند! اس پوشیدہ سر کو سن کہ کمالات ذاتیہ حضرت ذات تعالیٰ کے مرتبہ میں حضرت ذات کا عین ہیں۔ مثلاً علم کی صفت اس مقام میں حضرت ذات کا عین ہے۔ اور ایسے ہی قدرت اور ارادہ اور تمام صفات کا حال ہے۔ اور نیز اس مقام میں حضرت ذات تمامہ علم ہے اور ایسے ہی تمامہ قدرت

ہے نہ یہ کہ حضرت ذات کا بعض علم ہے اور بعض قدرت۔ کیونکہ وہاں بعض ہونا اور جزو بننا محال ہے لیکن ان کمالات نے جو گویا حضرت ذات سے منتزع اور الگ ہیں۔ حضرت علم کے مرتبہ میں تفصیل پائی ہے اور تمیز پیدا کی ہے۔ اور حضرت ذات تعالیٰ و تقدس اپنی وحدانیت کی اسی اجمالی صرافت پر باقی ہے بعد ازاں اس مقام میں کوئی ایسی چیز نہیں رہی جو اس تفصیل میں داخل نہ ہوئی ہو۔ اور متمیز نہ ہوئی ہو۔ بلکہ تمام کمالات جن میں سے ہر ایک ذات تعالیٰ کا عین ہے مرتبۂ علم میں آگئی ہیں۔ اور ان تفصیلی کمالات نے دوسرے مرتبہ میں وجود ظلی پیدا کر کے صفات تام حاصل کیا ہے۔ اور حضرت ذات کے ساتھ جو ان کا اصل ہے قیام پیدا کیا ہے۔ اور اعیان ثابتہ صاحب فصوص علیہ الرحمۃ کے نزدیک انہی مفصلہ کمالات سے مراد ہے جنہوں نے خانۂ علم میں وجود علمی حاصل کیا ہے۔ اور فقیر کے نزدیک ممکنات کی حقائق عدم محض ہیں۔ مع ان کمالات کے جو ان میں منعکس ہوئے ہیں۔ ہر شر و نقص کا مبدء و منشاء ہیں ❊

یہ بات تفصیل چاہتی ہے گوش ہوش سے سننا چاہیئے۔ خدا تجھے ہدایت دیوے ❊

جان لے کہ عدم وجود کے مقابل ہے اور اس کی نقیض ہے۔ پس عدم بالذات ہر شر و نقص کا منشا بلکہ ہر شر و فساد کا عین ہوگا۔ جس نے وجود مرتبۂ اجمال میں ہر خیر و کمال کا عین ہے۔ اور جس طرح حضرت وجود اصل الاصل مقام میں ذات تعالیٰ پر اشتقاق کے طریق پر محمول نہیں ہے اسی طرح عدم بھی جو اس وجود کے مقابل ہے ماہیت عدمیہ پر اشتقاق کے طور پر محمول نہیں ہے۔ اس مرتبہ میں اس ماہیت کو معدوم نہیں کہہ سکتے بلکہ وہ عدم محض ہے۔ اور تفصیل علمی کے مرتبوں میں کہ جس کے ساتھ ماہیت عدمیہ نے تعلق پایا ہے اس ماہیت کی جزئیات عدم سے متصف ہو جاتی ہیں اور حمل اشتقاق ان میں درست آتا ہے۔ اور عدم کا مفہوم کہ گویا اس اجمالیہ عدمیہ ماہیت سے منتزع اور الگ ہے اور اس ماہیت عدمیہ کے لئے ظل کی مانند ہے۔ اس ماہیت عدمیہ کے تمام مفصلہ افراد پر اشتقاق کے طریق پر حمل پاتا ہے جیسے کہ آگے آئیگا۔ اور چونکہ وہ عدم مرتبۂ اجمال شر و فساد کا عین تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے علم میں ہر شر دوسرے شر سے جدا اور ہر فساد دوسرے فساد سے الگ ہو گیا۔ جیسے کہ وجود کی جانب میں اجمال کے مرتبہ میں حضرت وجود ہر خیر و کمال کا عین تھا۔ اور تفصیل علمی کے مرتبہ میں ہر کمال سے الگ اور ہر خیر دوسرے خیر سے جدا ہو گیا۔ پس ان وجودیہ کمالات میں سے ہر ایک کمال ان نقائص عدمیہ میں سے ہر ایک نقص میں جو اس کے مقابل ہے خانۂ علم میں منعکس ہوا ہے۔ اور ایک دوسرے کی علمیہ صورتیں باہم مل جل گئی ہیں۔ اور وہ عدمات جو شر و نقائص سے مراد ہیں مع ان کمالات منعکسہ کے ممکنات کی ماہیتیں ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ وہ عدمات ان ماہیتوں کے اصول و مواد ہیں۔ اور وہ کمالات ان میں حلول کی ہوئی صورتوں کی مانند ہیں ❊

پس اعیانِ ثابتہ اس فقیر کے نزدیک ان عدمات اور کمالات سے مراد ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ باہم مل جل گئے ہیں۔ اور جب قادر مختار جل شانہٗ نے چاہا ان عدمیہ ماہیات کو مع اُن کے لوازم اور وجود ظلال کے کمالات کے جو ان میں حضرت علم میں منعکس ہو کر ممکنات کی ماہیات نام پایا ہے۔ اس وجود ظلی کے رنگ میں کہ موجودات خارجیہ بنایا اور آثار خارجیہ کا مبدء کر دیا۔

جاننا چاہیئے کہ صور علمیہ کا جو ممکنات کے اعیان ثابتہ اور ان کی ماہیات سے مراد ہیں رنگ لاکرنا ان معنوں میں نہیں ہے کہ صور علمیہ نے خانہ علم سے نکل کر وجود خارجی پیدا کیا ہے۔ کیونکہ یہ محال ہے اور جہل کو مستلزم ہے۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا اللہ تعالیٰ اس سے بہت بلند ہے بلکہ ان معنوں میں ہے کہ ممکنات نے خارج میں ان صور علمیہ کے مطابق وجود پیدا کیا ہے اور وجود علمی کے سوا اس وجود علمی کے موافق وجود خارجی حاصل کیا ہے۔ جیسے کہ کاریگر نجار تخت کی صورت کو ذہن میں تصور کر کے خارج میں اس کا اختراع کرتا ہے۔ اس صورت میں تخت کی وہ ذہنیہ صورت جو حقیقت میں اس تخت کی ماہیت ہے۔ اس نجار کے خانہ علم سے باہر نہیں نکلی۔ بلکہ خارج میں اس تخت نے اس صورت ذہنیہ کے مطابق وجود پیدا کیا ہے۔ فافہم۔

جاننا چاہیئے کہ ہر عدم نے کمالات وجودیہ کے ظلال میں سے ایک ظل کے ساتھ جو اس کے مقابل ہے۔ اور اس میں منعکس اور منصبغ ہے۔ خارج میں وجود ذہنی پیدا کیا ہے۔ بخلاف عدم صرف کے کہ وہ ان ظلال سے متاثر نہیں ہوا۔ اور ان کا رنگ نہیں پکڑا۔ اور وہ کیسے رنگ پکڑے جب کہ وہ ان ظلال کے مقابل نہیں ہے۔ اگر مقابلہ رکھتا ہے تو حضرت وجود سے صرف رکھتا ہے۔

پس عارف تام المعرفت جب حضرت وجود سے ترقی کر کے عدم صرف کے مقام میں نزول کرتا ہے تو اس کے وسیلہ سے یہ عدم بھی اس حضرت سے انصباغ پیدا کر کے مزین و مستحسن ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس عارف کے تمام عدم کے مراتب نے جو فی الحقیقت اس کی تمام اجمالی اور تفصیلی ذاتیہ مراتب ہیں حسن و خیریت پیدا کی ہے۔ اور کمال حاصل کیا ہے۔ اور یہ خیریت جو تمام ذاتیہ میں سرایت کرتی ہے اس قسم کے عارف سے مخصوص ہے۔ اور اس کے غیر کے لئے اگر خیریت نے سرایت کی ہے۔ تو وہ اس کے اعدام ذاتیہ کے بعض تفصیلیہ مراتب تک ہی منحصر ہے یا بلحاظ اختلاف درجات کے اس کے تمام تفصیلی مراتب میں پھیلی ہوئی ہے۔ اور یہ قسم اخیر بھی نادر الوجود ہے لیکن عدم کے مرتبہ اجمال میں جو شر و نقص کا عین ہے اس عارف کے سوا اور کسی نے خیریت کی بو نہیں پائی اور نہ ہی حسن کا کوئی رنگ پیدا کیا ہے۔

پس ناچار ایسے عارف کا جو جزئیت تام سے متصف ہے شیطان بھی حسن اسلام پیدا کر لیتا ہے
اور اس کا نفس امارہ مطمئنہ ہو کر اپنے مولیٰ سے راضی ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ سید المرسلین علیہ و علیہم
الصلوٰۃ والتسلیمات نے فرمایا ہے کہ اَسْلَمَ شَیْطَانِیْ میرا شیطان بھی مسلمان ہو گیا ہے۔
پس کوئی غازی غزا میں اس سے سبقت نہیں کرتا۔ اور شیطان جیسے کو خیر کی طرف دلالت
نہیں کرتا۔

سبحان اللہ! وہ معارف جو اس فقیر حقیر سے بے ارادہ و بے تکلف ظاہر ہو رہے ہیں۔
اگر بہت سے لوگ جمع ہو کر ان کی تصویر میں کوشش کریں تو معلوم نہیں کہ میسر ہو سکے۔ فقیر کا یقین
ہے کہ ان معارف کا بہت سا حصہ حضرت مہدی موعود علیہ الرضوان کے نصیب ہو گا ؎

اگر پادشاہ بر در پیر زن بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ ؎ اگر بڑھیا کے در پر آئے سلطاں تو اے خواجہ نہ ہو ہرگز پریشاں

فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ پس کیا ہی بزرگ اور بابرکت ہے
وہ اللہ تعالیٰ جو بہتر پیدا کرنیوالا ہے اور اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

پس ثابت ہوا کہ ممکنات ذوات اور اصل عدمات ہیں کہ وجودی کمالات کے ظلال نے
ان میں منعکس ہو کر ان کو مزین کر دیا ہے۔ پس ناچار ممکنات بالذات ہر شر و فساد کا منشاء اور ہر سوء و نقص
کی جائے پناہ ہوئیں۔ اور ہر خیر و کمال جو ان میں تعبیہ اور پوشیدہ فرمایا ہے وہ عاریتی ہے جو حضرت
وجود سے جو خیر محض ہے فائض ہوا ہے۔ مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ
سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ (جو تجھے بھلائی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو تجھے برائی پہنچے وہ
تیرے نفس سے ہے) اس مضمون کی شاہد ہے۔ اور جب خداوند تعالیٰ کے فضل سے یہ دید
غلبہ پا جاتی ہے۔ اور اپنے کمالات کو ٹھیک اسی طرف دیکھتا ہے۔ تو اپنے آپ کو شر محض معلوم کرتا
ہے اور خالص نقص جانتا ہے۔ اور کوئی کمال اپنے آپ میں مشاہدہ نہیں کرتا۔ اگرچہ انعکاس کے
طریق پر ہو۔ اس شخص کی طرح جو کہ ننگا ہو اور اس نے عاریت کا لباس پہنا ہو۔ اور یہ دید عاریت اس
پر اس قدر غالب آجائے کہ وہ اپنے خیال میں اپنا سارا لباس اس لباس کے مالک کا سمجھے۔ تو بالضرور
وہ شخص اپنے آپ کو ذوق میں ننگا معلوم کرے گا۔ اگرچہ عاریت درمیان واسطہ ہے۔ اس دید کا صاحب
مقام عبدیت سے مشرف ہوتا ہے جو تمام کمالات ولایت سے برتر ہے۔

تنبیہ: یہ خیر و شر اور نقص و کمال کا اجتماع جو درحقیقت وجود و عدم کا اجتماع ہے جمع

نقیضین کی قسم سے ہے کہ تو اس کو محال جانے کیونکہ وجود صرف کی نقیض عدم صرف ہے۔ اور ان ظلی مراتب نے جس طرح وجود کی جانب میں اصل کی بلندی سے تنزلات کی پستی میں نزول فرمایا ہے۔ اسی طرح عدم کی جانب میں بھی ان ظلی مراتب نے عدم صرف کی پستی سے اوپر کی طرف عروج کیا ہے ان کا اجتماع عناصر متضادہ کے اجتماع کی طرح ہے کہ ہر ایک کے ضد یہ غلبہ اور تیزی کو توڑ کر ان کو جمع فرمایا ہے۔ فَسُبْحَانَ مَنْ جَمَعَ بَیْنَ الظُّلُمَاتِ وَالنُّوْرِ پس پاک ہے وہ ذات جس نے اندھیرے اور نور کو جمع کر دیا ۔

اگر کہا جائے کہ تو نے اوپر، عدم صرف کے لئے بھی وجود صرف کے ساتھ جو اس کی ضد ہے منصبغ اور رنگدار ہونے کا حکم کیا ہے۔ پس اجتماع نقیضین پیدا ہوا ۔

اس کے جواب میں مَیں کہتا ہوں کہ دو نقیضوں کا جمع ہونا ایک محل میں محال ہے۔ لیکن ایک نقیض کا دوسرے نقیض کے ساتھ قیام کرنا اور ایک دوسرے سے متصف ہونا محال نہیں ہے جیسے کہ معقول والوں نے کہا ہے کہ وجود معدوم ہے اور وجود کا عدم کے ساتھ متصف ہونا محال نہیں ہے۔ پس اگر عدم موجود ہو۔ اور وجود کے ساتھ رنگا جائے۔ تو کیوں محال ہوگا۔ تو اس کے جواب میں مَیں کہتا ہوں کہ عدم کے مفہوم کو معقولات ثانیہ سے کہا ہے۔ لیکن اگر عدم کے افراد میں سے کوئی فرد وجود سے متصف ہو جائے تو کیا فساد ہے۔ جس طرح معقول والوں نے وجود کے بارہ میں اشکال کے طریق پر کہا ہے کہ وجود کو چاہیئے کہ واجب الوجود تعالےٰ کی ذات کا عین نہ ہو۔ کیونکہ وجود معقولات ثانیہ سے ہے جو وجود خارجی نہیں رکھتا۔ اور واجب الوجود کی ذات خارج میں موجود ہے پس عین نہ ہوگا۔ اور اس کے جواب میں انہوں نے کہا ہے کہ وجود کا مفہوم معقولات ثانیہ سے ہے نہ کہ اس کی جزئیات۔ پس اس کی جزئیات میں سے جزئی وجود خارجی کے منافی نہ ہوگی۔ اور ہو سکتا ہے کہ خارج میں موجود ہو ۔

سوال۔ پہلی تحقیق سے معلوم ہوا کہ صفات حقیقیہ کا وجود ظلال کے مرتبوں میں ہے اور مرتبہ اصل میں ان کا کوئی وجود حاصل نہیں ہے۔ یہ بات اہل حق شکر اللہ تعالےٰ سعیہم کی رائے کے مخالف ہے۔ کیونکہ وہ صفات کو کسی وقت ذات مقدس سے جدا نہیں جانتے اور ممتنع الانفکاک یعنی اُن کا ذات سے جدا ہونا محال تصور کرتے ہیں ۔

جواب۔ اس کا یہ ہے کہ اس بیان سے انفکاک کا جواز لازم نہیں آتا۔ کیونکہ یہ ظل اس اصل کے لازم ہے۔ پس انفکاک نہ رہا ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ عارف جس کی توجہ کا قبلہ احدیت ذات ہے۔ اور اسماء و صفات میں سے کچھ اس کے مدنظر نہیں ہے۔ اس مقام میں ذات تعالےٰ ہی کو پاتا ہے۔ اور صفات سے کچھ ملحوظ نہیں ہوتا نہ یہ کہ صفات اس وقت اس وقت حاصل نہیں ہیں پس حضرت ذات تعالےٰ و تقدس سے صفات کا الگ ہونا نہ ہی عارف کے ملاحظہ کے اعتبار سے ثابت ہوا۔ اور نہ ہی حقیقت امر کے اعتبار سے۔ تاکہ اہل سنت و جماعت کے مخالف ہو۔ فافہم ؛

اس بیان سے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّهٗ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے رب کو پہچان لیا) کے معنے بھی ظاہر ہو گئے۔ کیونکہ جس نے اپنی حقیقت کو شرارت و نقص کے ساتھ پہچان لیا۔ اور جان لیا کہ ہر خیر و کمال جو اس میں پوشیدہ کیا گیا ہے۔ وہ حضرت واجب الوجود کی طرف سے عاریت کے طور پر ہے۔ پس وہ ضرور ہی حق سبحانہٗ کو خیر و کمال و حسن و جمال سے پہچان لیگا۔ اس تحقیقات سے آیت کریمہ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ کے تاویلی معنے بھی واضح ہو گئے کیونکہ جب ظاہر ہو چکا کہ ممکنات سب کے سب عدمات ہیں۔ جو سراسر ظلمت و شرارت ہیں۔ اور ان میں خیر و کمال اور حسن و جمال حضرت وجود کی طرف سے جو نفس ذات تعالےٰ ہے اور ہر خیر و کمال و حسن و جمال کا عین ہے۔ تو یا لضرور آسمانوں اور زمینوں کا نور حضرت وجود ہی ہو گا جو واجب تعالےٰ و تقدس کی حقیقت ہے۔ اور چونکہ یہ نور آسمانوں اور زمین میں ظلال کے واسطہ سے ہے اس لئے ان وہم کو بنوالو کے وہم کو دور کرنے کے لئے جو بے واسطہ سمجھتے ہیں۔ اس نور کے لئے مثال بیان کی اور اس طرح فرمایا مَثَلُ نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ الیٰ آخر الآیۃ الکریمۃ تاکہ واسطہ کا ثبوت ہو جائے۔ اور اس آیت کریمہ کے تاویلی معنے مفصل طور پر انشاء اللہ تعالےٰ کسی اور جگہ پر لکھے جاوینگے۔ کیونکہ اس میں سخن کی بہت مجال ہے۔ اور یہ مکتوب اس کی تفصیل کی گنجائش نہیں رکھتا اور یہ جو ہم نے کہا ہے کہ آیت کریمہ کے تاویلی معنے ہیں۔ اس لئے کہا ہے کہ تفسیری معنے نقل و سماع پر مشروط ہیں۔ مَنْ فَسَّرَ الْقُرْاٰنَ بِرَأْيِهٖ فَقَدْ كَفَرَ (جس نے قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کی وہ کافر ہو گیا) تم نے سنا ہو گا۔ اور تاویل میں صرف احتمال کافی ہے۔ بشرطیکہ کتاب و سنت کے مخالف نہ ہو۔ پس ثابت ہوا کہ ممکنات کے ذوات و اصول عدمات ہیں۔ اور ان کی ناقص اور رذیل صفات ان عدمات کی مقتضے ہیں جو قادر مختار جل سلطانہ کے ایجاد سے وجود میں آئی ہیں۔ اور صفات کاملہ ان میں حضرت وجود تعالےٰ کے کمالات کے ظل سے عاریت کے طور پر ہیں جو انعکاس کے طریق پر ظہور پاکر قادر مختار جل شانہٗ کی ایجاد سے موجود ہوئی ہیں۔ اور اشیاء کے حسن و قبح کا

مصداق یہ ہے کہ جو چیز آخرت سے تعلق رکھتی ہے اور دنیا کے لئے ذریعہ و وسیلہ ہے۔ وہ حسن ہے اگرچہ بظاہر اچھی دکھائی نہ دے۔ اور جو چیز دنیا سے تعلق رکھتی ہے اور دنیا کے لئے وسیلہ و ذریعہ ہے وہ قبیح ہے اگرچہ بظاہر حسن خوب دکھائی دے۔ اور حلاوت و طراوت سے ظاہر ہو۔ دنیا کی مزخرفات یعنی بیہودہ زیب و زینت کا یہی حال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شریعت مصطفوی علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ میں امردوں یعنی بے ریشوں اور بیگانی عورتوں کے حسن اور دنیاوی زیب و زینت کی طرف رغبت و خواہش سے نظر کرنا منع فرمایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ حسن و طراوت عدم مقتضیات سے ہے جو ہر وفساد کا محل ہے۔ اور اگر حسن و جمال کا منشا کمالات وجودیہ ہوتے تو اس سے منع نہ فرماتے۔ مگر اس سبب سے کہ اصل کے ہوتے ظل کی طرف توجہ کرنا بُرا ہے۔ یہ منع منع استحسانی ہے۔ نہ وجوبی برخلاف پہلی منع کے۔ پس وہ حسن جو دنیا کے مظاہر جمیلہ میں ظاہر ہے۔ وہ اس ذات تعالےٰ کے حسن ظلال سے نہیں بلکہ لوازم عدم سے ہے جس نے حسن کی مجاورت کے باعث ظاہر میں حسن پیدا کر لیا ہے اور حقیقت میں قبیح و ناقص ہے۔ جس طرح زہر کو شکر سے غلافی کریں۔ اور نجاست کو زر سے منڈھیں۔ اور یہ جو منکوحہ خوبصورت عورتوں اور لونڈیوں سے متع حاصل کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ وہ اولاد کے حاصل کرنے اور نسل کے باقی رکھنے کے لئے ہے جو انتظام عالم کے باقی رکھنے کے لئے مطلوب ہے ✤

پس بعض صوفیہ جو مظاہر جمیلہ اور عمدہ عمدہ نعمتوں میں اس خیال سے گرفتار ہیں کہ یہ حسن و جمال حضرت اجیالوجود تعالےٰ کے کمالات سے مستعار ہے جو ان مظاہر میں ظاہر ہوا ہے۔ اور اس گرفتاری اور تعلق کو نیک اور بہتر سمجھتے ہیں۔ بلکہ راہ وصول تصور کرتے ہیں۔ اس فقیر کے نزدیک ان کے برخلاف صادق و ثابت ہوا ہے۔ چنانچہ اس قسم کا تھوڑا سا مضمون اوپر مذکور ہو چکا ہے بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان میں سے بعض اپنے مطلب کے لئے اس قول کو بطور سند پیش کرتے ہیں۔ جو کہا گیا ہے کہ اِیَّاکُمْ وَالْمُرْدَ فَاِنَّ فِیْہِمْ لَوْنًا کَلَوْنِ اللّٰہِ تم بے ریشوں سے بچو کیونکہ ان میں رنگ ہے اللہ تعالےٰ کے رنگ کی طرح۔ کلمہ کَلَوْنِ اللّٰہِ ان کو شبہ میں ڈالدیتا ہے اور نہیں جانتے کہ یہ قول ان کی طلب کے منافی ہے اور اس فقیر کی معرفت کی تائید کرتا ہے۔ کیونکہ کلمہ تحذیر لایا گیا ہے۔ جس سے ان کی طرف توجہ کرنے سے ان کو منع کیا گیا ہے۔ اور اس غلط فہمی کا منشا بیان فرمایا ہے کہ ان کا حسن حق سبحانہ کے حسن و جمال کے مشابہ اور ماخذ ہے نہ کہ بعینہ اس کا حسن۔ تاکہ غلطی میں نہ پڑ جائیں ✤

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے مَا الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃُ اِلَّا ضَرَّتَانِ اِنْ رَضِیَتْ اِحْدٰھُمَا سَخِطَتِ الْاُخْرٰی دُنیا اور آخرت دو سوکنیں ہیں یعنی دو عورتیں جو ایک مرد کے نکاح میں ہوں اگر ایک راضی ہو تو دوسری ناراض ✤

اس حدیث میں بھی اس امر کی تصریح ہے کہ دنیا و آخرت کا حسن و جمال ایک دوسرے کا نقیض اور ضد ہے۔ اور مقرر ہے کہ دنیاوی حسن ناپسند ہے اور حسن اخروی پسند۔ پس شر دنیاوی حسن کے لازم ہوگا۔ اور خیر حسن آخرت کے لازم۔ پس ناچار اول کا منشا عدم ہوگا اور دوسرے کا منشا وجود۔ ہاں بعض چیزیں ایسی ہیں جو ایک وجہ سے دنیا کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں اور ایک وجہ سے آخرت کے ساتھ۔ یہ اشیا پہلی وجہ کے لحاظ سے قبیح ہیں۔ اور دوسری وجہ کے اعتبار سے حسن۔ اور ان ہر دو وجہ کے درمیان اور ہر ایک کے حسن و قبح کے درمیان تمیز کرنا علم شریعت پر موقوف ہے ✤

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا جو کچھ رسول تمہارے پاس لائے اس کو پکڑ لو۔ اور جس سے منع کرے اس سے ہٹ جاؤ ✤

حدیث میں آیا ہے کہ جب سے دُنیا پیدا ہوئی ہے حضرت حق سبحانہ نے اس پر نظر نہیں کی اور اس پر حق تعالیٰ کا غضب ہے ✤

یہ سب کچھ اس کی قباحت اور شرارت اور فساد کے باعث ہے جو عدم کے مقتضیات ہے۔ جو ہر شر و فساد کا مادہ ہے۔ دُنیاوی حُسن و جمال اور اس کی حلاوت و طراوت رستہ میں پھینکے ہوئے کوڑے کرکٹ کی طرح ہیں۔ اور منظور نظر نہیں ہیں۔ وہ آخرت کا جمال ہی ہے جو نظر کے لائق اور حق تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ ہے ✤

اللہ تعالیٰ دنیا داروں کا حال بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ یُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا وَاللّٰہُ یُرِیْدُ الْاٰخِرَۃَ وہ دنیا کا مال و اسباب چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ آخرت چاہتا ہے ✤

اَللّٰھُمَّ صَغِّرِ الدُّنْیَا بِاَعْیُنِنَا وَکَبِّرِ الْاٰخِرَۃَ فِیْ قُلُوْبِنَا بِحُرْمَۃِ مَنِ افْتَخَرَ بِالْفَقْرِ وَتَجَنَّبَ عَنِ الْغِنٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا یا اللہ تو دنیا کو ہماری آنکھوں میں حقیر کر دے اور آخرت کو ہمارے دلوں میں بزرگ بنا اس رسول کی طفیل جس نے فقر کے ساتھ فخر کیا۔ اور دولتمندی سے الگ ہا اس پر اور اس کی آل پر اتم و اکمل صلوٰۃ و سلام ہو ✤

اور چونکہ شیخ اجل شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کی شرارت اور نقص اور فساد کی حقیقت پر نظر نہیں ڈالی۔ اور ممکنات کے حقائق کو حق جل و علا کی علمیہ صورتیں مقرر کی

ہیں۔ کیونکہ ان کی صورتوں نے حضرت ذات تعالےٰ وتقدس کے آئینہ میں کہ خارج میں اس کے سوا کچھ موجود نہیں جانتا۔ انعکاس پیدا کر کے خارجی نمود وظہور حاصل کیا ہے۔ اور ان علمیہ صورتوں کو واجب تعالےٰ کی صفات اور شیون کی صورتوں کے بغیر نہیں سمجھا ہے۔ اس لئے وحدت وجود کا حکم کیا ہے۔ اور ممکنات کے وجود کو واجب تعالےٰ وتقدس کے وجود کا عین کہا ہے اور شر ونقص کو اضافی اور نسبتی کہکر شرارت مطلق اور نقص محض کی نفی کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی چیز کو فی نفسہ قبیح نہیں جانتا۔ حتےٰ کہ کفر وضلالت کو ایمان و ہدایت کی نسبت برا نہیں جانتا نہ اپنی ذات کی نسبت کہ اس کو عین صلاح وخیر سمجھتا ہے۔ اور اپنے ارباب کی نسبت ان کیلئے استقامت کا حکم کرتا ہے۔ اور آیت کریمہ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ (کوئی زمین پر چلنے والا نہیں جس کو وہ اس کی پیشانی سے پکڑنے والا نہیں ہے۔ بیشک میرا رب صراط مستقیم پر ہے) کو ان معنے پر شاہد لاتا ہے۔ ہاں جو کوئی وحدت وجود کے سوا حکم نہ پائے وہ اس قسم کی باتوں سے کیوں کنارہ کرے ✦

اور جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ ممکنات کی ماہیتیں مع ان کے کمالات وجودیہ کے جو ان میں منعکس ہو کر ان سے مل گئی ہیں، عدمات ہیں۔ جیسے کہ مفصل طور پر گذر چکا۔ وَاللهُ سُبْحَانَهٗ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِى السَّبِيْلَ اللہ تعالےٰ حق ظاہر کرتا اور وہی راہ راست کی ہدایت دیتا ہے ✦

اے فرزند! یہ علوم ومعارف جن کی نسبت کسی اہل اللہ نے نہ ہی صراحت سے اور نہ ہی اشارہ سے گفتگو کی ہے۔ بڑے اعلےٰ معارف اور اکمل علوم ہیں۔ جو ہزار سال کے بعد ظہور میں آئے ہیں۔ اور واجب تعالےٰ وممکنات کی حقیقت کو جیسے کہ ممکن اور لائق ہے بیان فرمایا۔ اور جو نہ ہی کتاب وسنت کی مخالفت رکھتے ہیں۔ اور نہ ہی اہل حق کے اقوال کے مخالف ہیں ✦

معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس دعا میں جو آپ نے گویا تعلیم کیلئے فرمائی ہے اَللّٰهُمَّ اَرِنَا حَقَائِقَ الْاَشْيَاءِ كَمَا هِیَ (یا اللہ تو اشیا کی حقیقتیں کما حقہ دکھا) حقائق سے مراد یہی حقائق ہیں جو ان علوم کے ضمن میں بیان ہوئے ہیں۔ اور جو کہ مقام عبودیت کے مناسب ہیں۔ اور جو کہ نقص وذلت وانکسار پر جو بندگی کے حال کے مناسب ہے دلالت کرتی ہیں۔ بندہ عاجز جو اپنے آپ کو اپنے مولائے قادر کا عین جانے کمال بے ادبی ہے ✦

اے فرزند! یہ وہ وقت ہے جب کہ پہلی امتوں میں سے ایسی ظلمت سے بھرے ہوئے

وقت میں اُلوالعزم پیغمبر مبعوث ہوتا تھا۔ اور نئی شریعت کو زندہ کرتا تھا۔ اور اس امت میں جو خیرالامم ہے۔ اور اس امت کا پیغمبر خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس کے علماء کو انبیاء بنی اسرائیل کا مرتبہ دیا ہے۔ اور علماء کے وجود سے۔ انبیاء کے وجود سے کفایت کی ہے۔ اسی واسطے ہر صدی کے بعد اس اُمت کے علماء میں سے ایک مجدد مقرر کرتے ہیں۔ تاکہ شریعت کو زندہ کرے۔ خاصکر ہزار سال کے بعد جو کہ اولوالعزم پیغمبر کے پیدا ہونے کا وقت ہے اور ہر پیغمبر پر اس وقت کفایت نہیں کی ہے۔ اسی طرح اس وقت ایک تام المعرفت عالم و عارف درکار ہے جو گذشتہ اُمتوں کے اولوالعزم پیغمبر کے قائم مقام ہو۔

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید دیگراں نیز کنند آنچہ مسیحا میکرد

ترجمہ

فیض رُوح القدس کا گر ملے مدد تو اور بھی
کر دکھائیں کام وہ جو کچھ مسیحا نے کیا

اے فرزند! وجود صرف عدم صرف کے مقابل ہے۔ اور اوپر گذر چکا کہ وجود صرف واجب الوجود تعالیٰ و تقدس کی حقیقت اور ہر خیر و کمال کا عین ہے۔ اگرچہ یہ عینیت بھی خواہ اجمال کے طور پر ہی ہو اس مقام میں گنجائش نہیں رکھتی۔ کیونکہ ظلیت کی آمیزش رکھتی ہے۔ اور عدم جو صرف اس وجود کے مقابل ہے وہ وہ عدم ہے جس کی طرف کسی نسبت اور اضافت نے راہ نہیں پایا۔ اور وہ ہر شر و نقص کا عین ہے۔ اگرچہ یہ عینیت بھی وہاں گنجائش نہیں رکھتی کیونکہ اضافت کی بو رکھتی ہے۔

اور معلوم ہے کہ کسی شے کا ظہور پورے پورے طور پر اس شے کے حقیقی مقابل میں ظاہر ہوتا ہے۔ وبضدھا تتبین الاشیاء اشیاء اپنی ضد سے ظاہر ہوتی ہیں۔ پس بالضرور وجود صرف کا ظہور پورے طور پر عدم صرف کے آئینہ میں حاصل ہوگا۔ اور مقرر ہے کہ نزول عروج کے اندازہ سے ہے۔ پس جس کا عروج اللہ تعالیٰ کی عنایت سے وجود صرف تک ثابت ہو۔ ناچار اس کا نزول عدم صرف میں ہوگا۔ جو اس کے مقابل ہے لیکن عروج کے وقت وہاں عارف کا استہلاک ہے۔ جس کو جہل لازم ہے۔ اور نزول کے وقت صحو سے متحقق ہے جو علم و معرفت کا مقام ہے اس وقت اس کے صحو کو اس تجلی ذاتی سے جو ظلیت کی آمیزش سے منزہ اور ذاتیہ شیون و اعتبارات کے ملاحظہ سے مبرا ہے مشرف کرتے ہیں۔ اور اس کو جتلا دیتے ہیں کہ اس سے پہلے جو تجلی حاصل ہوئی تھی۔ وہ اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کے ظلال میں کسی ظل کے پردہ میں تھی

اگرچہ عارف اس کو اسماء و شیونات کے ملاحظہ کے بغیر جانتا ہے۔ اور حضرت وجود صرف کی تجلی لیتا ہے سبحان اللہ! اس عدم نے جو ہر شرونقص کا مادہ ہے حضرت وجود تعالٰے کے ظہور تام کے باعث حسن کے معنے پیدا کئے۔ اور وہ کچھ پایا جو کسی نے نہ پایا۔ اور جو فی نفسہ قبیح تھا حسن عارضی کے سبب مستحسن ہو گیا۔ نفس امارہ انسانی جو بالذات شرارت کی طرف مائل ہے۔ اس عدم کے ساتھ سب سے زیادہ کامل مناسبت رکھتا ہے۔ اسی واسطے تجلی خاص میں سب سے فائق ہو گیا۔ اور سب پر ترقی پا گیا ع

کہ مستحق کرامت گنہگارانند

جاننا چاہیئے کہ تام المعرفت عارف جب عروج کے مقامات اور نزول کے مراتب کو مفصل طور پر طے کرنے کے بعد عدم صرف میں نزول فرمائیگا اور حضرت وجود کی آئینہ داری کریگا تو اس وقت تمام اسمائی و صفاتی کمالات اس میں ظہور پائینگے۔ اور مفصل طور پر سب کو اپنے لطائف کے ساتھ ظاہر کریگا کہ مقام اجمال جن کا متضمن ہے اور یہ دولت اس کے سوا کسی دوسرے کو میسر نہیں ہے۔ اور یہ آئینہ داری ایک قیمتی لباس ہے جو اس کے قد پر سیا ہوا ہے۔ اس تفصیل نے اگرچہ حضرت علم کے خزینہ میں صورت حاصل کی ہے۔ لیکن وہ آئینہ داری مرتبۂ علم میں ہے۔ اور اس عارف کا آئینہ مرتبۂ خارج میں ہے جس نے خارج میں تمام کمالات کو ظاہر کیا ہے۔

سوال۔ مرآتیت عدم کے کیا معنے ہیں۔ اور عدم کو جو لاشے محض ہے کس اعتبار سے وجود کا آئینہ کہا ہے؟

جواب۔ عدم باعتبار خارج کے لاشئے محض ہے لیکن اس نے علم میں امتیاز پیدا کیا ہے بلکہ وجود ذہنی کے ثابت کرنے والوں کے نزدیک اس نے وجود علمی بھی حاصل کیا ہے۔ اور اس کو وجود کا آئینہ اس اعتبار سے کہا ہے کہ مرتبۂ عدم میں ہر نقص و شرارت جو وجود سے جو اس کے نقیض ہے ثابت ہو ضرور مسلوب ہو گا۔ اور ہر کمال جو مرتبۂ عدم میں مسلوب ہو۔ وہ حضرت وجود میں مثبت ہو گا پس ناچار عدم کمالات وجودی کے ظہور کا سبب ہوا۔ اور آئینہ ہونے کے یہی معنے ہیں اس کے سوا اور معنے کچھ نہیں۔ فَافْهَمْ فَإِنَّهُ دَقِيقٌ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ (پس سمجھ لے کیونکہ یہ باریک مطلب ہے اور اللہ تعالٰے الہام کرنیوالا ہے)۔

اے فرزند! یہ جو معارف لکھے گئے ہیں امید ہے کہ رحمانی الہامات سے ہونگے جن میں ہرگز شیطانی وسوسوں کی آمیزش نہیں ہے۔ اور اس مطلب پر دلیل یہ ہے کہ جب فقیر ان علوم کے لکھنے کے درپے ہوا۔ اور اللہ تعالٰے کی پاک بارگاہ میں التجا کی تو دیکھا کہ گویا ملائکہ کرام علٰے نبینا و علیہم

الصلوٰۃ والسلام اس مقام کے گرد و نواح سے شیطان کو دفع کرتے ہیں۔ اور اس مکان کے گرد نہیں آنے دیتے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ اور چونکہ اللہ تعالے کی بڑی نعمتوں کا ظاہر کرنا بڑی اعلے درجہ کی شکر گذاری ہے۔ اس لئے اس نعمت عظمے کے ظاہر کرنے کی دلیری کی۔ امید ہے کہ یہ بات عُجب اور خود بینی کے گمان سے پاک ہوگی۔ اور خود بینی کی گنجائش کیسے ہو سکے جب کہ اللہ تعالے کی عنایت سے اپنا ذاتی نقص و شرارت ہر وقت اپنی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور کمالات سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف منسوب ہیں ✤

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ دَائِمًا وَسَرْمَدًا وَعَلٰی اٰلِهِ الْکِرَامِ وَاَصْحَابِهِ الْعِظَامِ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَ اَلْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا اول آخر میں اللہ رب العٰلمین کی حمد ہے اور اس کے رسول اور اس کی آل بزرگوار اور اصحاب عظام پر ہمیشہ صلوٰۃ وسلام ہو۔ اور سلام ہو اُن سب پر جو ہدایت کے رستہ پر چلے۔ اور حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا ✤

مکتوب ۲۳۵

اس بیان میں کہ اس طائفہ کی محبت دنیا و آخرت کی سعادت کا سرمایہ ہے اور احکام شرعیہ کے بجالانے اور باطنی جمعیت کے حاصل کرنے کی توفیق اس محبت کا ثمرہ ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں مُلا عبد الغفور سمرقندی اور حاجی بیگ فرکتی اور خواجہ محمد اشرف کابلی کی طرف صادر فرمایا ہے :-

حمد و صلوٰت اور دعوات کے بعد دوستان حقیقی اور مشتاقان تحقیقی کو معلوم شریف ہو کہ آپ کے مکتوبات شریفہ جو فرط محبت اور کمال اشتیاق سے بھرے ہوئے تھے، ان کے پہنچنے سے بہت خوشی حاصل ہوئی۔ اللہ تعالے آپ کو اسی محبت پر ثابت قدم رکھے۔ اس محبت کو دنیا اور آخرت کی سعادت کا سرمایہ جان کر حق سُبحانہٗ و تعالے سے اس پر ثابت اور قایم رہنے کی دعا مانگتے رہا کریں۔ اور احکام شرعیہ کے بجالانے کی توفیق اسی محبت کا نتیجہ ہے۔ اور باطنی جمعیت کا حاصل ہونا اسی دوستی کا ثمرہ ہے۔ اگر تمام جہان حقیقی ظلمتیں اور کدورتیں باطن میں گرا دیں لیکن اس محبت کو قایم رکھیں تو کچھ غم نہ کرنا چاہیئے۔ بلکہ امیدوار رہنا چاہیئے۔ اور اگر تمام پہاڑوں کے برابر انوار و احوال

کو باطن میں زیادہ کر دیں لیکن اس محبت سے بال کے برابر بھی دور کر دیں۔ تو سولے خرابی کے کچھ نہ جاننا چاہیئے۔ اور اس کو استدراج شمار کرنا چاہیئے۔ اس سررشتہ کو مضبوط پکڑ کر اپنے کام میں متوجہ رہیں اور قیمتی عمر کو بے فائدہ کاموں میں ضائع نہ کریں ؎

ہمانندر من ہمین است　　کہ تو طفلی و خانہ رنگین است

ترجمہ ؎ ہے نصیحت مری یہی تجھ سے　　تو ہے طفل اور خانہ رنگیں ہے

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا اور سلام ہو آپ پر اور اُن سب پر جو ہدایت کے راہ پر چلے اور حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا

مکتوب ۲۳۶

بعض اسرار کے بیان میں مخدوم زادہ میاں شیخ محمد صادق سلمہ اللہ تعالےٰ کی طرف صادر فرمایا ہے :۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد میرے فرزند ارشد کو معلوم ہو کہ تمہارے خط سے جو تم نے احوال کی شرح میں لکھا ہوا تھا ایسا مفہوم ہوا تھا کہ تم کو ولایت خاصہ محمدیہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت پیدا ہو گئی ہے۔ اس بات سے خداوند جل سلطانہ کا شکر بجالایا کہ بہت مدت سے یہ آرزو تھی کہ یہ دولت تمہیں حاصل ہو جائے۔ اب امید وار ہو کر اس طرف متوجہ ہوتا ہے کہ تم کو اس دولت کی طرف جذب کرے۔ اتفاقاً اس جستجو میں تم کو ولایت موسوی علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام میں داخل پایا۔ اور وہاں سے کھینچ کر دائرہ ولایت خاصہ میں داخل کیا۔ لِلّٰهِ سُبْحَانَهُ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ عَلٰى ذٰلِكَ اس پر اللہ تعالےٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے۔ اور جب تم کو قسر و جبر سے اس ولایت میں لائے ہیں۔ اس لئے بہت مدت سے زیادہ ہوئے ہیں کہ تم کو اپنی بغل میں نگاہ رکھ کر پرورش کرتا ہے معلوم نہیں کہ اس نسبت کے ضعف سے تمہیں معلوم ہوا ہوگا۔ اور اب چونکہ یہ نسبت قوی ہو گئی ہے امید ہے کہ تم کو بھی معلوم ہو جاویگا۔ اور حضرت حق سبحانہ کے انعامات کی نسبت جو پے در پے اس عاصی کے حق میں پہنچ رہے ہیں، کیا لکھے ؎

من آں خاکم کہ ابر نوبہاری　　کند از لطف بر من قطرہ باری

اگر بر روید از تن صد زبانم　　چو سبزہ شکر لطفش کے توانم

ترجمہ: ہوں وہ مٹی کہ ابر نو بہاری کرے شفقت سو مجھ پر قطرہ باری
اگر ہر بال میں میرے زباں ہو تو پھر بھی شکر نعمت کب عیاں ہو

دوسرے یہ ہے کہ فرزند عزیز محمد سعید نے جو اپنے مکتوب میں اپنے احوال کو ظاہر کیا تھا بہت ٹھیک ہیں۔ اور اس خصوصیت کے ساتھ یاروں میں سے کم کسی کو حاصل ہونے میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو بھی ولایت خاصہ سے مشرف فرمائیگا۔ اور فرزندی محمد معصوم بالذات اس دولت کے قابل ہے۔ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے قوت سے فعل میں لائے۔

مکتوب ۲۳۱

سنت سنیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی تابعداری پر ترغیب دینے اور طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کی مدح میں محمد طالب بیانکی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

ثَبَّتَنَا اللّٰهُ وَاِيَّاكُمْ عَلٰى جَادَّةِ الشَّرِيْعَةِ الْحَقَّةِ الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلٰى صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ وَاٰلِهِ الْكِرَامِ وَاَصْحَابِهِ الْعِظَامِ۔ اللہ تعالیٰ ہم کو اور آپ کو حضرت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم کی شریعت حقہ کے سیدھے راستہ پر ثابت قدم رکھے۔

میرے سعادتمند بھائی! طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم کے بزرگواروں نے سنت سنیہ کو لازم پکڑا ہے اور عزیمت پر عمل اختیار کیا ہے۔ اگر اس التزام اور اختیار کے ساتھ ان کو احوال و مواجید سے مشرف کریں تو ان کو نعمت عظیم جانتے ہیں۔ اور اگر احوال و مواجید ان کو بخشیں اور اس التزام اور اختیار میں فتور معلوم کریں تو ان احوال کو پسند نہیں کرتے۔ اور ان مواجید کو نہیں چاہتے۔ اور اس فتور میں اپنی سراسر خرابی جانتے ہیں۔ کیونکہ برہمنوں اور ہندو جوگیوں اور یونانی فیلسوفوں کو علم توحید کی بہت قسم کی تجلیات صوری اور مکاشفات مثالی ہوئی ہیں۔ لیکن سوائے خرابی اور رسوائی کے ان سے کچھ نتیجہ حاصل نہ ہوا۔ اور سوائے بعد و حرمان کے ان کے ہاتھ کچھ نہ آیا۔

اے بھائی! جب آپ نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان بزرگواروں کی ارادت کے سلک میں داخل کیا ہے تو چاہئے کہ ان کی متابعت کو لازم پکڑیں اور سر مو ان کی مخالفت نہ کریں۔ تاکہ ان کے کمالات سے فائدہ مند اور برخوردار ہوں۔ اول اپنے عقاید کو اہل سنت و جماعت

کہ تم اللہ تعالےٰ کے عقائد کے موافق درست کریں ۔

دوسرے فرض و سنت و واجب و مندوب و حلال و حرام و مکروہ و مشتبہ کا علم جو فقہ میں مذکور ہے حاصل کریں اور اس علم کے موافق عمل درست کریں ۔

تیسرے درجے پر علوم صوفیہ کی نوبت پہنچتی ہے ۔ جب تک ان دو پر درست کریں عالم قدس میں اُڑنا محال ہے ۔ اور اگر ان دو کاموں کے حاصل ہونے کے بغیر احوال و مواجید میسر ہوں تو ان میں اپنی سراسر خرابی جاننی چاہیئے ۔ اور ایسے احوال و مواجید سے پناہ مانگنی چاہیئے ۔

ع کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ
اصل مطلب یہی باقی ہے ہیچ ۔

مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغ رسول کا کام حکم پہنچا دینا ہے ۔

برادرم میاں شیخ داؤد وہاں آئے ہوئے ہیں ۔ ان کی صحبت کو غنیمت جانیں اور جو نصیحت اور دلالت کریں بجا لائیں ۔ کیونکہ وہ ان بزرگواروں کے مریدوں کی صحبت میں بہت مدت رہے ہیں ۔ اور ان کا راہ و روش معلوم کیا ہے ۔ اس جگہ کے ان یاروں کو جو میر نعمان کے ذریعے اس طریقہ عُلیہ میں داخل ہوئے ہیں ۔ چاہیئے کہ مشار الیہ (شیخ داؤد) کی صحبت کو غنیمت جانیں ۔ اور حلقہ میں ایک ہی جگہ بیٹھیں ۔ اور ایک دوسرے میں فانی ہوں تا کہ جمعیت حاصل ہو ۔ اور معاملہ ترقی پائے ۔ اور مکتوب کا مطالعہ کیا کریں کہ بہت فائدہ مند ہے ع

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں

ترجمہ ع تجھے گنج مقصود بتلا دیا ہے

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ الصَّلَوٰتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا اور سلام ہو اُس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا ۔ اور حضرت مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا ۔

مکتوب ۲۳۸

اس بیان میں کہ بھائیوں یعنی دوستوں کے زیادہ ہونے میں بہت سی امیدیں ہیں اور اس امر کی تنبیہ میں کہ ایسا نہ ہو کہ مریدوں کے احوال و معارف پیروں کے توقف اور عُجب کا موجب ہو جائیں اور اس بیان میں کہ مریدوں کے احوال حیا کا باعث ہونا چاہیئے

تاکہ ترقیات پر ترغیب کریں۔ میاں نعمان کی طرف صادر کیا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاھِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ اللہ رب العلمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور اُن کی آل پاک و طاہر پر صلوٰۃ و سلام ہو ❊

آپ کا مکتوب شریف جو خواجہ رحمی کے خدمتگار کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچکر نہایت ہی خوشی کا باعث ہوا۔ اور چونکہ آپ کے مریدوں کے احوال مفصل طور پر درج تھے۔ اس لئے خوشی پر خوشی حاصل ہوئی۔ کیونکہ بھائیوں کے زیادہ ہونے میں اَکْثِرُوْا اِخْوَانَکُمْ فِی الدِّیْنِ (اپنے دینی بھائیوں کو زیادہ بناؤ) کے موجب بہت بہت اُمیدیں ہیں۔ اور آیت کریمہ سَنَشُدُّ عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ (تیرے بازو کو تیرے بھائی سے قوی کرینگے) بھی اسی مضمون کی مؤید ہے۔ لیکن چاہیئے کہ اپنے احوال و اعمال منظور نظر ہوں اور اپنی حرکت و سکون ملحوظ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ مریدوں کی ترقیاں پیروں کے توقف کا باعث ہو جائیں۔ اور مسترشدوں اور مریدوں کی گرمجوشی مرشدوں کے گھر میں سردی ڈالدے۔ اس امر سے بہت ڈرتے رہنا چاہیئے۔ اور مریدوں کے احوال و مقامات کو شیر و ببر کی طرح جاننا چاہیئے۔ اور اُن پر فخر و مباحات نہ کرنا چاہیئے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ اس وجہ سے عجب و غرور کا دروازہ کھلجائے۔ بلکہ چاہیئے کہ اَلْحَیَاءُ شُعْبَۃٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ (حیا ایمان کی جزو ہے) کے موافق مریدوں کی ترقیاں شرمندگی و خجالت کا باعث ہوں۔ اور طالبوں کی گرمی عبرت و غیرت کا موجب ہو۔ اور چاہیئے کہ اپنے اعمال کو قاصر اور اپنی نیت کو کوتاہ سمجھیں۔ اور حال و قال کی زبان هَلْ مِنْ مَّزِیْدٍ سے تر رکھیں۔ اگرچہ آپ کے پسندیدہ اطوار سے اُمید ہے کہ آپ اس طرح معاملہ کرینگے لیکن دینی دشمنوں یعنی نفس امارہ اور شیطان لعین کا ملاحظہ کرکے تاکید کے طور پر مبالغہ کیا گیا ہے۔ تاکہ ایسا نہ ہو کہ طالبوں کی توجہ کی سرگرمی میں سردی پڑجائے۔ کیونکہ مقصود ان دونوں حالتوں کا جمع کرنا ہے۔ صرف ایک ہی کے فکر میں لگا رہنا قصور ہے ❊

خواجہ رحمی و سید احمد کو آپ کی خدمت میں حاضر رہنا چاہیئے۔ اور آپ ان کے حال پر پورے طور سے توجہ فرماتے رہیں۔ میاں عبد اللطیف نے بھی اگر توجہ کی توفیق پائی ہو۔ تو اس کی بھی مدد کریں۔ تاکہ استقامت حاصل کرلے ❊

آپ نے لکھا تھا کہ بعض طالب طریقہ قادریہ کی التماس کرتے ہیں۔ چاہیئے کہ طریقہ نقشبندیہ کے سوا اور کوئی طریقہ کسی کو نہ سکھائیں۔ تاکہ دو طریقے باہم مل نہ جائیں۔ ہاں اگر کلاہ و شجرہ طلب کریں

اور استخارہ کی اجازت دیویں۔ تو مرید بنا لیویں +

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ اَصْحَابِكُمْ وَاَحْبَابِكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَتَمَّهَا وَاَكْمَلَهَا۔ آپ پر اور آپ کے تمام دوستوں پر سلام ہو۔ اور نیز ان تمام پر جو ہدایت کے راستہ پر چلے۔ اور حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا +

مکتوب ۲۳۹

مُلّا احمد برکی کی طرف اُس کے اس خط کے جواب میں جو اُس نے لکھا تھا اور اس میں چند سوال استفسار کئے تھے۔ لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهِ الطَّاهِرِيْنَ اَجْمَعِيْنَ اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور اُن کی آل و اصحاب پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو +

آپ کا مکتوب گرامی جو ازروئے شفقت و مہربانی کے ارسال کیا تھا۔ اس کے مضمون کو مطالعہ کر کے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے لکھا تھا کہ احوال کا عرض کرنا احوال کے اندازہ پر ہی الخ

میرے مخدوم! احوال کے حاصل ہونے سے مقصود یہ ہے کہ مُحوّلِ احوال یعنی احوال کے پھیرنے والے کے ساتھ گرفتاری اور تعلق حاصل ہو جائے۔ جب یہ گرفتاری حاصل ہو۔ تو پھر اگر احوال حاصل ہوں یا نہ ہوں کچھ پروا نہیں +

آپ نے لکھا تھا کہ حضور میں مذکور ہوا تھا کہ آپ کے حق میں ہم نے بہت تخم ریزی کی الخ

میرے مخدوم! واقعی اسی طرح ہے۔ لیکن ثمرات کا زندگی میں اور مرنے کے بعد ظاہر ہونا زمانوں کے گذرنے پر موقوف ہے۔ اَبْشِرُوْا وَلَا تَعْجَلْ بِہٖ (خوش ہو اور جلدی نہ کر) +

مولانا محمد صالح کے مقولہ کی نسبت آپ نے لکھا تھا۔ چونکہ مولانا مذکور حاضر نہ تھے تاکہ ان کی مراد سمجھی جائے اس لئے اس مقولہ سے معترض نہ ہوا۔ لیکن خیر ہے کسی طرح کا فکر دل میں نہ لائیں۔ اور بے ادبی کی نسبت جو آپ نے لکھا تھا، سو دوستوں کی خطائیں معاف ہیں دل میں کچھ فکر اندیشہ نہ کریں +

آپ نے اپنے احوال کی نسبت تفتیش کی تھی۔ اللہ تعالےٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ

آپ مقبولوں میں سے ہیں۔ قُبِلَ مَنْ قُبِلَ بِلَا عِلَّۃٍ (جو قبول کیا گیا وہ بلا علت قبول کیا گیا)۔

آپ نے لکھا تھا کہ دو شیخ زادے آئے تھے تاکہ ذکر کی تلقین حاصل کریں الخ۔

میرے مخدوم! استخارہ ہر امر میں مسنون و مبارک ہے لیکن ضروری نہیں ہے ممکن ہے کہ استخارہ کے بعد خواب یا واقعہ یا بیداری میں ایسا امر ظاہر ہو۔ جو اس کام کے کرنے یا نہ کرنے پر دلالت کرے۔ بلکہ استخارہ کے بعد دل کی طرف رجوع کرنی چاہئے۔ اگر اس کام کی طرف پہلے سے زیادہ توجہ ہے تو اس کام کے کرنے پر دلالت رکھتا ہے۔ اور اگر توجہ اسی قدر ہے جس قدر کہ پہلے تھی اور کچھ کم نہیں ہوئی۔ تب بھی منع نہیں ہے۔ اس صورت میں استخارہ کو دوبارہ سہ بارہ کرے۔ تاکہ توجہ کی زیادتی مفہوم ہو جائے۔ استخارہ کے تکرار کی نہایت سات مرتبہ تک ہے۔ اور اگر استخارہ کے ادا کرنے کے بعد پہلی توجہ میں نقصان مفہوم ہو۔ تو منع پر دلالت ہے۔ اس صورت میں بھی اگر استخارہ کو مکرر کرے تو گنجائش ہے۔ بلکہ ہر تقدیر پر استخارہ کو مکرر کرنا بہت بہتر اور مناسب ہے۔ اور اس امر کے کرنے یا نہ کرنے میں احتیاط ہے۔

رسالہ مبدء و معاد کی اس عبارت کے معنے جو اس جسد کے بیان میں لکھی گئی ہے۔ جو روح سے مکتسب ہے آپ نے پوچھی تھی۔

میرے مخدوم! روح کا ایسے افعال کا اختیار کرنا اور کر گذرنا جو اجسام کے افعال کے مناسب ہیں۔ جیسے کہ دشمنوں کا ہلاک کرنا اور دوستوں کی مدد کرنا وغیرہ وغیرہ اسی قسم سے ہے۔

ظالموں کے فتنہ سے آپ نے امن طلب کیا تھا۔ حق تعالیٰ نے آپ کو اور آپ کے اہلبیت کو بلکہ آپ کی جگہ کو ان ظالموں کی شرارت سے محفوظ رکھا ہے۔ خاطر جمع ہو کر حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف متوجہ رہیں۔ اور امید ہے کہ اس حفظ کو موقت نہ کریں گے۔ اِنَّ رَبَّكَ وَاسِعُ الْمَغْفِرَۃِ (تیرا رب بڑی بخشش والا ہے) لیکن اس جگہ کے رہنے والوں کو نصیحت کریں کہ مسلمانوں کی بہتری اور خیر خواہی کی وضع کو نہ بدلیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی حالت کو خود نہ بدلائیں۔

مکتوب ۲۱۴

اس رستہ کی بے نہایتی اور کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

شیخ یوسف برکی کی طرف صادر فرمایا ہے :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

وہ رسالہ جو آپ کے خیریت کے انجام والے احوال پر شامل تھا، پہنچا اور اس کا مطالعہ خوشی کا باعث ہوا ع

در عشق چنیں بوالعجبیہا باشد

ترجمہ ع عشق میں ایسی بہت ہوتی ہیں باتیں بوالعجب

لیکن چاہیئے کہ احوال سے گذر کر محول احوال یعنی احوال کے پلٹانیوالے تک پہنچنا چاہیئے کہ وہاں سراسر جہالت و نادانی ہے۔ بعد ازاں اگر معرفت سے مشرف فرمائیں تو زہے دولت سعادت۔ غرض جو کچھ دید و دانش میں آئے نفی کے قابل ہے۔ خواہ کثرت میں وحدت کا مشاہدہ ہی ہو کیونکہ اس وحدت کی کثرت میں گنجائش نہیں ہے۔ جو کچھ دکھائی دیتا ہے اس وحدت کا شبح و مثال ہے نہ بذات خود وحدت۔ پس اس وقت آپ کے حال کے مناسب کلمہ طیبہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا ذکر اور تکرار ہے۔ اس حد تک کہ دید و دانش میں کچھ نہ چھوڑے اور حیرت و جہالت میں ڈالدے اور معاملہ کو فنا تک پہنچا دے۔ جب تک جہل و حیرت میں نہ پہنچیں، فنا نصیب نہیں ہوتی۔ جس کو آفتاب جانتے ہیں۔ اس فنا کو عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ نہ فنا ہے۔ اور جب جہل تک پہنچنے کے بعد فنا حاصل ہوگی۔ تب پہلا قدم اس راہ میں لگایا ہوگا۔ وصل کہاں اور اتصال کس کے لئے ہے ؎

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادُ وَدُوْنَھَا

قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَھُنَّ حُیُوْفُ

ترجمہ ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک راہ میں ہیں پُرخطر کوہ اور غار

آپکے احوال درست ہیں لیکن ان سے گذرنا لازم ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ وَالتَّسْلِیْمَاتِ اور سلام ہو اُس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا اور حضرت مصطفیٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

یہ ہے کہ آپ شریعت پر استقامت اختیار کریں اور اپنے احوال کو علوم کریں۔ اگر عیاذاً باللہ کسی قول و فعل میں شریعت کا خلاف پیدا ہو

تو اس میں اپنی خرابی سمجھنی چاہیئے۔ استقامت والوں کا یہی طریق ہے۔ والسلام۔

مکتوب ۲۴۱

بعض یاروں کی ترقی کے بیان میں مولانا محمد صالح کی طرف لکھا ہے:۔

میرے سعادتمند بھائی کو حمد و صلوٰۃ کے بعد معلوم ہو کہ ان حدود کے احوال حمد کے لائق ہیں اور اس جگہ کے سب یار خوش و خرم ہیں۔ بالخصوص مولانا محمد صدیق ان دنوں میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے ولایت خاصہ کے ساتھ مشرف ہوئے۔ اور اسم جزئی سے اسم کلی کے ساتھ ملحق ہوئے باوجود اس کے نظر فوق کی جانب رکھتے ہیں۔ وہاں سے نصیب وافر حاصل کر کے شاید رجوع کی طرف میلان کریں۔ وَاللّٰہُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت سے خاص کرتا ہے۔ کبھی کبھی اپنے اور اُن دوستوں کے احوال جو طریقہ میں داخل ہوئے ہیں اور ہوتے ہیں۔ لکھتے رہا کریں۔ اور چند روز اسی جگہ استقامت اختیار کریں۔ والسلام۔

مکتوب ۲۴۲

بعض سوالوں کے جواب میں ملا بدیع الدین کی طرف لکھا ہے:۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد میرے عزیز بھائی کو معلوم ہو کہ درویش کمال نے آپ کا مکتوب شریف پہنچایا۔ بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ آپ نے اپنے اعمال کو قاصر اور نیتوں کو کوتاہ سمجھنے کے بارہ میں لکھا ہوا تھا۔ واضح ہوا۔ حق تعالیٰ سے التجا ہے کہ اس دید کو زیادہ کرے۔ اور اس الہام کو کامل کرے۔ کیونکہ اس راہ میں یہ دونوں دولتیں اصل مقصود میں سے ہیں۔

آپ نے لکھا اور دریافت کیا تھا کہ اسم ذات کا شغل کہاں تک ہے۔ اور اس مبارک کی مداومت سے کس قدر پردے دُور ہوتے ہیں۔ اور نفی و اثبات کی نہایت کہاں تک ہے۔ اور اس کلمہ متبرکہ سے کیا وسعت حاصل ہوتی ہے۔ اور کس قدر حجاب دور ہوتے ہیں۔

جاننا چاہیئے کہ ذکر سے مراد غفلت کا دُور کرنا ہے۔ اور چونکہ ظاہر کو غفلت سے چارہ نہیں ہے۔ خواہ ابتدا میں ہو خواہ انتہا میں۔ اس لئے ظاہر سب وقت ذکر کا محتاج ہے۔

حاصل کلام یہ کہ بعض اوقات ذکر اسم ذات نفع دیتا ہے اور بعض اوقات ذکر نفی و اثبات مناسب ہوتا ہے۔ باقی رہا معاملہ باطن کا۔ وہاں بھی جب تک بالکل غفلت دُور نہ ہو جائے۔ تب تک

ذکر کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ ہاں فرق یہ ہے کہ ابتدا میں یہ دونوں ذکر متعین ہیں اور توسط و انتہا میں یہ دونوں ذکر متعین نہیں ہیں۔ اگر قرآن مجید کی تلاوت اور نماز کے ادا کرنے سے غفلت دور ہو جائے تو ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن مجید کی تلاوت متوسط کے حال کے مناسب ہے۔ اور نماز نوافل کا ادا کرنا منتہی کے حال کے مناسب ہے۔

جاننا چاہئے کہ حضرت ذات کا وہ حضور جو اسما و صفات کے ملاحظہ سے ہو۔ اگرچہ دائمی ہو۔ احدیت مجردہ کی طرف توجہ کرنے والوں کے نزدیک غفلت میں داخل ہے۔ اس غفلت کو بھی دور کرنا چاہئے۔ اور وراء الوراء کی طرف جانا چاہئے ؎

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست درونِ دیدہ اگر نیم موست بسیار است

ترجمہ ؎ فراق یار تھوڑا بھی بہت ہے حق میں عاشق کے
بہت سا نظر ہے بال آدھے کے برابر بھی

آپ نے اُن واقعات کی نسبت جو ظاہر ہوتے ہیں لکھا تھا۔ اس سے پہلے بھی جواب میں بھی لکھا تھا کہ یہ مبشرات ہیں ابھی ان کے ظہور کا وقت نہیں آیا۔ منتظر رہیں اور کام کرتے جائیں ؎

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَ دُوْنَهَا
قُلَلُ الْجِبَالِ وَ دُوْنَهُنَّ خُیُوْفٌ

ترجمہ ؎ ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک راہ میں ہیں پرخطر کوہ اور غار والسلام

مکتوب ۲۴۳

طریقہ علیہ نقشبندیہ کی ترغیب میں مُلا ایوب محتسب کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد میرے معزز بھائی کو معلوم ہو کہ کئی دفعہ آپ نے اپنے متعدد خطوں میں نصائح طلب فرمائی تھیں۔ لیکن یہ حقیر اپنی خرابیوں پر نظر کر کے اس سوال کے قبول کرنے میں جرأت نہیں کرتا تھا۔ لیکن جب بار بار یہی طلب آپ کی طرف سے ظہور میں آئی۔ اس لئے چند ٹوٹے پھوٹے فقرے لکھے جاتے ہیں۔ ان کو غور سے سُنیں۔ اور جان لیں کہ جو کچھ طالب کے لئے ضروری ہے اور اس کے ساتھ مکلف ہے وہ اوامر کا بجالانا اور نواہی سے ہٹ جانا ہے۔ آیت کریمہ مَا اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (جو کچھ رسول تمہارے پاس لایا اس کو پکڑ لو اور جس سے اس نے تمہیں منع کیا ہے اس سے ہٹ جاؤ) اس مطلب پر

شاہد ہے۔ اور جب طالب اخلاص سے مامور ہے اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ (خبردار دین خالص اللہ ہی کے لئے ہے) اور وہ بغیر فنا کے حاصل نہیں ہوتا۔ اور محبت ذاتیہ کے سوا متصور نہیں اس لئے طریق صوفیہ کا سلوک بھی جس سے فنا اور محبت ذاتیہ حاصل ہوتی ہے، ضروری ہے۔ تاکہ اخلاص کی حقیقت ہاتھ آئے۔ اور چونکہ صوفیہ کے طریقے کمال و تکمیل کے مرتبوں میں اصالۃً متفاوت ہیں۔ اس لئے ایسے طریق کا اختیار کرنا جس میں سنت سنیہ کی متابعت زیادہ لازم اور احکام شرعیہ کے بجالانے کے زیادہ موافق ہو۔ بہت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ اور وہ طریقہ مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کا طریق ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں نے اس طریق میں سنت کو لازم پکڑا ہے۔ اور بدعت سے اجتناب فرمایا ہے۔ جہاں تک ہو سکے رخصت پر عمل کرنا پسند نہیں کرتے۔ اگرچہ بظاہر اس کا نفع باطن میں معلوم کریں۔ اور عزیمت پر عمل کرنا نہیں چھوڑتے اگرچہ بظاہر اس کو باطن میں مضر جانیں۔ انہوں نے احوال و مواجید کو احکام شرعیہ کے تابع کیا ہے۔ اور ذوق و معارف کو علوم دینیہ کے خادم جانتے ہیں۔ احکام شرعیہ کے قیمتی موتیوں کو بچوں کی طرح وجد و حال کے جوز و مویز کے بدلے ہاتھ سے نہیں دیتے۔ اور صوفیہ کی بیفائدہ باتوں پر مغرور و مفتون نہیں ہوتے۔ نص کو چھوڑ کر فص کی طرف خواہش نہیں کرتے۔ اور فتوحاتِ مدنیہ کو چھوڑ کر فتوحاتِ مکیہ کی طرف التفات نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا حال دائمی اور ان کا وقت استمراری ہے۔ ماسوے اللہ کے نقش ان کے باطن سے اس طرح محو ہو جاتے ہیں کہ اگر ماسوے کے حاضر کرنے میں ہزار سال تک توقف کریں تو بھی میسر نہ ہو۔ اور وہ تجلی ذاتی جو دوسروں کے لئے برق کی طرح ہے ان بزرگواروں کے لئے دائمی ہے۔ اور وہ حضور جس کے پیچھے غیبت ہو ان عزیزوں کے نزدیک اعتبار سے ساقط ہے رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَن ذِكْرِ اللّٰهِ (وہ ایسے بہادر ہیں کہ تجارت اور خرید و فروخت ان کو ذکر سے غافل نہیں کرتی) ان کے حال کا بیان ہے۔

اس کے علاوہ ان کا طریق سب طریقوں سے اقرب اور البتہ موصل ہے۔ اور دوسروں کی نہایت ان کی بدایت میں درج ہے۔ اور ان کی نسبت جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ تمام مشائخ کی نسبتوں سے بڑھ کر ہے۔ لیکن ہر کسی کا فہم ان بزرگواروں کے مذاق تک نہیں پہنچتا۔ بلکہ ممکن ہے کہ اس طریقہ علیہ کے کم ہمت لوگ بھی ان کے بعض کمالات سے انکار کریں ؎

قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور
حاش للہ کہ برآرم بزباں ایں گلہ را

گر کوئی قاصر لگائے طعن ان کے حال پر — توبہ توبہ گر زباں پر لاؤں میں اس کا گلا

شاعر عرب فرماتا ہے **شعر**

اُولٰئِكَ اٰبَائِیْ فَجِئْنِیْ بِمِثْلِهِمْ — اِذَا جَمَعَتْنَا یَا جَرِیْرُ الْمَجَامِعُ

ترجمہ — ایسے ایسے باپ دادا ہیں ہمارے لے جریر — کر بیاں مجلس میں تو بھی باپ دادوں کی صفت

حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ اس سلسلہ علیہ کے مشائخ قدس سرہم ہر زرّاق اور رقّاص (فریب کرنے والے اور رقص کرنے والے) کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے۔ ان کا کارخانہ بلند ہے ؎

حیف باشد شرح او اندر جہاں — ہمچو رازِ عشق باید در نہاں

لیک گفتم وصف او تا رہ برند — پیش ازاں کز فوت حسرت آں خورند

ترجمہ — ہو نہیں سکتا بیاں اس کا عیاں — مثل رازِ عشق چاہئے یہ نہاں

لیک کردی وصف میں اس لئے — تا نہ حسرت کھائیں اس کے فوت سے

اگر ان بزرگواروں کے خصائص و کمالات میں دفتروں کے دفتر لکھے جائیں۔ تو دریائے بے نہایت سے قطرہ کی طرح ہیں ع

دادیم ترا ز گنج مقصود نشاں

ترجمہ ع — تجھے گنج مقصود بتلا دیا ہے

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُهَا اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے رستہ پر چلا۔ اور حضرت مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا ✦

مکتوب ۲۴۴

محمد صالح کولابی کی طرف اس کے اس خط کے جواب میں جو اس نے اپنی خرابی کے بیان میں لکھا تھا، لکھا ہے:۔

میرے سعادتمند بھائی خواجہ محمد صالح کا مکتوب شریف پہنچا جو آپ نے اپنے احوال کی خرابی کی نسبت لکھا ہوا تھا، اُمید ہے کہ اس سے بھی زیادہ خراب ہوگا۔ اور اس خرابی کی نہایت اس مکتوب میں جو انہی دنوں میں میرے فرزند ارشد کے نام لکھا ہے۔ درج ہو چکی ہے۔ وہاں سے

معلوم کرلیں ۔ اگر آپ جانتے ہیں کہ آپ کا وہاں چند روز رہنا یاروں کی جمعیت کا باعث ہے ۔ تو بہتر ہے کہ چند روز وہاں ٹھیریں ۔ یہ فقیر بھی عنقریب حضرت دہلی کے سفر کا ارادہ رکھتا ہے ۔ اکثر استخارے اور توجہات اس سفر کا باعث ہیں ۔ اور یہ مقام سے فرزند ارشد کو عنایت فرمایا ہے اور ان کی ولایت میں داخل کیا ہے ۔ فقیر اس جگہ سانوروں کی طرح ان کی ولایت میں بیٹھا ہے ۔ وہ یار جو طریقہ علیہ میں داخل ہوئے ہیں خاص کر میر سید محمد نعمان و مولانا شکر اللہ اور میاں سید نظام بہت بہت دعاؤں سے مخصوص ہیں ۔ فرزندی خواجہ محمد صادق اور سب بھائی آپ کو اور تمام یاروں کو سلام دعا پہنچاتے ہیں ۔

مکتوب ۲۴۵

ملا محمد صالح کی طرف بعض استفساروں کے جواب میں لکھا ہے :-

حمد و صلوٰۃ و تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ مکتوب شریف جو قاصد کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا اور بڑی خوشی کا باعث ہوا ۔

آپ نے لکھا تھا کہ ذکر نفی و اثبات اکیس عدد تک پہنچایا ہے لیکن ہمیشگی نہیں ہو سکتی ۔ اور غیبت بھی کبھی کبھی ظاہر ہوتی ہے ۔ میرے محبت آثار ذکر کرنے میں ظاہراً کوئی نہ کوئی شرط مفقود ہے جس کے باعث اس عدد پر کوئی نتیجہ مترتب نہیں ہوا ۔ روبرو انشاء اللہ دریافت کریں گے ۔

دوسرے آپ نے اس قول کے معنے دریافت کئے تھے اور لکھا تھا کہ حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے کام کو تمام کر کے فرمایا کہ ذِكْرُ اللِّسَانِ لَقْلَقَةٌ وَذِكْرُ الْقَلْبِ وَسْوَسَةٌ وَذِكْرُ الرُّوْحِ شِرْكٌ وَذِكْرُ السِّرِّ كُفْرٌ زبان کا ذکر بکواس اور قلب کا ذکر وسوسہ اور روح کا ذکر شرک اور سر کا ذکر کفر ہے ۔ کیونکہ جب ذکر، ذاکر و مذکور کی خبر دینے والا ہے خواہ کوئی ذکر ہو ۔ اور اصل مقصود مذکور میں ذکر و ذاکر کا فنا ہونا ہے اس لئے ذکر کو تعلقہ و وسوسہ و شرک و کفر فرمایا ؎

بہر چہ از دوست وامانی چہ کفر آں حرف چہ ایماں ۔ بہر چہ از راہ دور افتی چہ زشت آں حرف چہ زیبا

ترجمہ ؎
جدا جو یار سے کر دے وہ یکساں کفر و ایماں ہے
تجھے گمراہ جو کر دے برابر زشت و زیبا ہے

لیکن ذکر کے لئے ان ناموں کا عارض ہونا فنا و بقا کے حاصل ہونے سے پہلے جاننا چاہئے ۔ کیونکہ بقا کے حاصل ہونے کے بعد ذاکر کا وجود اور ذکر کا ثبوت اس سے مذموم نہیں ہے ۔ اگر اس میں کچھ پوشیدگی

رہی ہو۔ تو حضور میں دریافت فرمالینگے کیونکہ تحریر کی گنجائش تنگ ہے۔ پر اس قول کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب کیے اثنا مکر کلام کے تمام ہونے کے بعد اچھا نہیں سمجھتے۔

دوسرا استفسار یہ تھا کہ آپ نے لکھا تھا کہ شیخ ابو سعید ابوالخیر نے ابو علی سینا سے مقصود پر دلیل طلب کی تھی اور اس نے جواب میں لکھا تھا کہ کفر حقیقی میں آرہا اور اسلام مجازی سے نکل جا۔ اور شیخ ابو سعید نے عین القضاۃ کی طرف لکھا کہ اگر میں لاکھ برس تک عبادت کرتا تو مجھے وہ فائدہ حاصل نہ ہوتا جو مجھے ابو علی سینا کے اس کلمہ سے حاصل ہوا۔ عین القضاۃ نے لکھا کہ اگر آپ سمجھتے تو اس بیچارہ کی طرح مطعون و ملام کیوں ہوتے۔

جاننا چاہیئے کہ کفر حقیقی دوئی کے بالکل دور ہو جانے اور کثرت کے کلی طور پر چھپ جانے سے مراد ہے جو کہ فنا کا مقام ہے۔ اور اس کفر حقیقی کے اوپر اسلام حقیقی کا مقام ہے جو بقا کا محل ہے کفر حقیقی کو اسلام حقیقی سے نسبت دینی سراسر نقص و عیب ہے۔ یہ ابن سینا کی کوتاہ نظری ہے کہ اس نے اسلام حقیقی کی طرف دلالت نہیں کی ہے۔ اور حقیقت میں اس کو کفر حقیقی سے بھی کچھ نصیب نہیں ہوا۔ اس نے صرف از روئے علم و تقلید کے کہہ دیا اور لکھ دیا ہے۔ بلکہ اس کو تو اسلام مجازی سے بھی حظ وافر حاصل نہ ہوا۔ اور فلسفی بکھیڑوں میں عمر بسر کر دی۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اس کی تکفیر کرتے ہیں۔ اور واقعی اس کے فلسفی اصول، اصول اسلام کے منافی و مخالف ہیں۔ نیز شیخ ابو سعید، عین القضاۃ سے بہت مقدم ہے وہ اس کی طرف کیا لکھے۔ اگر کچھ شبہ باقی رہا ہو تو حضور میں آکر دریافت فرمالینگے۔ والسلام

مکتوب ۲۴۶

اس مقام کے حاصل ہونے کے بیان میں جو کمال و تکمیل کے مرتبوں میں متوقع اور مترصد ہے اور اس بے توفیقی کی وجہ کے بیان میں جو بعض اوقات طاری ہو جاتی ہے میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور حضرت سید المرسلین اور ان کی آل و اصحاب پاک پر صلوٰۃ و سلام ہو آپ کے مکتوب شریف پے در پے صادر ہوئے۔ بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ ان حدود کی طرف جانیوالا

کوئی نہ ملا تاکہ ہر ایک کا جواب الگ الگ لکھا جاتا۔ اُمید ہے کہ معذور فرما دینگے۔ اس مکتوب کے پہنچنے کے بعد جو میلو داد کے ہمراہ ارسال کیا تھا۔ ایک دن صبح کی نماز کے بعد یاروں کے حلقہ میں بیٹھا تھا کہ بیخواستہ آپ کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ اور بقایا آثار جو نظر میں آتے تھے ان کے دُور کرنے کے درپے ہوا۔ اور وہ ظلمتیں اور کدورتیں جو محسوس ہو رہی تھیں ان کے دفع کرنے میں کوشش کرنے لگا۔ یہاں تک کہ آپ کے کمال کا ہلال بدر کامل بنگیا۔ اور جو کچھ ہدایت کے آفتاب میں امانت رکھا تھا سب اس بدر میں منعکس ہوا۔ حتیٰ کہ کمال کی جانب میں کچھ متوقع اور منتظر نہ رہا۔ اِلَّا اَنْ یَّتَّسِعَ الظَّرْفُ وَیَاْخُذُ بِقَدْرِ وُسْعَتِہٖ شَیْئًا فَشَیْئًا (سوائے اس کے کہ ظرف وسیع ہو جائے اور اپنی وسعت کے موافق کچھ حاصل کرلے) اور بہت دیر تک اس معنے کی مثالیہ صورت نظر میں رہی۔ یہاں تک کہ وہ یقین جو صدق کا مصداق ہے حاصل ہوا۔ الحمد للہ سبحانہٗ علےٰ ذالک۔

اس دولت کا حاصل ہونا اس واقعہ کی تاویل ہے جو آپ نے دیکھا تھا۔ اور اس کے حاصل ہونے کے لئے بڑے مبالغہ اور تاکید کے ساتھ سوال کیا تھا۔ اللہ تعالےٰ کی حمد اور احسان ہے کہ آپ کا قرض سب کا سب ادا ہو گیا۔ اور وعدہ پورا ہوا۔ اب اُمیدوار ہے کہ اس کمال کے اندازہ پر تکمیل حاصل ہوگی۔ اور اس طرف کے دشت و صحرا آپ کے وجود شریف سے منور ہونگے۔

آپ نے اپنی بے توفیقی کی نسبت لکھا تھا۔ ظاہراً اس کا سبب قبض کی زیادت ہے اور چونکہ آپ کی قبض مفرط اور دیر کے بعد دور ہونے والی ہے۔ اس کا مسبّب بھی سبب کے اندازہ کے موافق طویل ہوگا۔ اس حال میں تکلف کے ساتھ آپ اعمال بجالاتے اور عبادات کرتے رہیں۔ اور تعمّل اور بناوٹ کے ساتھ اس پر آمادہ رہیں۔

دوسرے یہ ہے کہ اس سال میں بہت علوم بلند اور معارف ارجمند ظہور میں آئے ہیں۔ ان میں سے دو مسودہ کو اخوند مولانا محمد امین ہمراہ لائے ہیں۔ ان میں ایک مسودہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی ان بعض رباعیوں کی شرح کے حل میں ہے جو فیروز آبادی یاروں کی قرأت کے وقت لکھا گیا ہے۔ اس رسالہ میں توحید آمیز علوم ان رباعیوں کے مناسب درج ہوئے ہیں۔ اور علما اور وحدت وجود کے قائل صوفیہ کے درمیان تطبیق دی ہے۔ اور اس طرح تحریر ہوا ہے کہ فریقین کی نزاع لفظ کی طرف راجع ہوئی ہے۔ اور دوسرا مسودہ وہ مکتوب ہے جو فرزندی ارشدی کی طرف بڑے طول و بسط کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ آپ کو مطالعہ کے وقت معلوم ہوجاویگا کہ یہ علوم کس درجہ کے بلند ہیں۔ اگر کوئی امر ان سے رہ جائے تو دریافت کرلیں۔

مکتوب ۲۴۷

اس بیان میں کہ حق تعالٰے کے وجود پاک پر اس کا اپنا وجود پاک ہی دلیل ہے نہ کہ اس کا ماسوئے۔ اور اس کے مناسب بیان میں عرفان پناہ مرزا حسام الدین احمد کی طرف لکھا ہے:۔

عَرَفْتُ رَبِّیْ بِفَسْخِ الْعَزَائِمِ لَا بَلْ عَرَفْتُ فَسْخَ الْعَزَائِمِ بِرَبِّیْ ۔ میں نے اپنے رب کو ارادوں کے توڑنے سے نہیں پہچانا۔ بلکہ ارادوں کے توڑنے کو اپنے رب کے ساتھ پہچان لیا ہے۔ کیونکہ وہ حق تعالٰے اپنے ماسوئے پر دلیل ہے نہ کہ برعکس۔ اس لئے کہ دلیل اپنے مدلول سے اظہر ہوتی ہے۔ اور حق تعالٰے سے بڑھ کر اور کونسی چیز اظہر ہے۔ کیونکہ تمام اشیا اسی سے ظاہر ہوئی ہیں پس وہ اپنی ذات اور اپنے ماسوئے پر دلیل ہے۔ اسی واسطے میں کہتا ہوں کہ عَرَفْتُ رَبِّیْ بِرَبِّیْ وَعَرَفْتُ الْاَشْیَاءَ بِهٖ تعالٰی میں نے اللہ تعالٰے کو اللہ ہی کے ساتھ پہچانا۔ اور اشیا کو اس کے ساتھ پہچانا۔ پس برہان اس جگہ لمی[۵] ہے اور اکثر کے خیال میں انی ہے اور تفاوت نظر کے تفاوت سے ہے۔ اور اختلاف بلحاظ منظر کے اختلاف کے ہے۔ بلکہ وہاں استدلال اور برہان کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ حق سُبحانہٗ کے وجود میں کوئی پوشیدگی اور اس کے ظہور میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔ اور وہ تمام بدیہیات سے زیادہ روشن ہے۔ اور یہ بات سوائے اُس شخص کے کہ جس کے دل میں مرض اور اُس کی آنکھوں پر پردہ ہو کسی پر پوشیدہ نہیں ہے۔

اور تمام اشیا جو اس ظاہری سے محسوس ہیں۔ اور ضروری طور پر معلوم ہے کہ ان سب کا وجود اُسی ذات پاک کی طرف سے ہے۔ اور بعض لوگوں کو اس علم کا حاصل نہ ہونا کسی مرض کے عارض ہونے کے سبب سے ہے جو مطلوب میں مضر نہیں ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَتَمَّهَا وَاَکْمَلَهَا اور سلام ہو آپ پر اور اُن سب پر جو ہدایت پر چلے اور حضرت مصطفٰے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا ۔

مکتوب ۲۴۸

اس بیان میں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو ان کے تمام کمالات سے

[۵] برہان لمی یہ ہے کہ علت سے معلول کی طرف دلیل پکڑیں۔ اور انی یہ ہے کہ معلول سے علت کی طرف دلیل پکڑیں ۔

بطریق تبعیت کچھ نہ کچھ حصہ حاصل ہے - اور اس بیان میں کہ کوئی ولی، نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا - اور اس امر کی تحقیق میں کہ تجلی ذاتی جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص ہے، کس معنے سے ہے - اور اس کے مناسب بیان میں عالیجناب مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَسْلِيْمَاتُهٗ عَلَيْهِمْ وَعَلٰى اَتْبَاعِهِمْ وَاَعْوَانِهِمْ وَخَزَنَةِ اَسْرَارِهِمْ اللہ تعالےٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس طرف ہدایت کی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ کرتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے - بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں - اُن پر اور ان کے تابعداروں اور مددگاروں اور اُن کے اسرار کے خزانچیوں پر اللہ تعالےٰ کی طرف سے صلوٰۃ وسلام ہو ۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعدار کمال متابعت اور زیادہ محبت کے باعث بلکہ محض عنایت و بخشش سے اپنے متبوع انبیاء کے تمام کمالات کو جذب کر لیتے ہیں - اور پورے طور پر ان کے رنگ میں رنگے جاتے ہیں - حتےٰ کہ تابعوں اور متبوعوں کے درمیان سوائے اصالت اور تبعیت اور اولیت اور آخریت کے کچھ فرق نہیں رہتا - باوجود اس امر کے کوئی تابعدار اگرچہ افضل الرسل کے تابعداروں سے ہو - کسی نبی کے مرتبہ کو اگرچہ وہ تمام انبیاء سے کم درجہ کا ہو نہیں پہنچتا - یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام انسانوں سے افضل ہیں ان کا سر ہمیشہ اس پیغمبر کے نیچے رہتا ہے جو تمام پیغمبروں سے نیچے درجے کا ہے - اس کا سبب یہ ہے کہ تمام انبیاء اور ان کے ارباب کے تعینات کے مبادی مقام اصل سے ہیں - اور تمام اعلےٰ و اسفل امتوں اور ان کے ارباب کے مبادی تعینات اس اصل کے ظلال کے مقامات سے اپنے اپنے درجہ کے موافق ہیں - پھر اصل و ظل کے درمیان کس طرح مساوات ہو سکتی ہے ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ وَاِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُوْنَ بیشک ہمارے مرسل بندوں کے لئے ہمارا وعدہ ہو چکا کہ وہ فتحیاب ہیں اور یہی ہمارا لشکر غالب ہے ۔

اور یہ جو کہتے ہیں کہ تجلی ذاتی جو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان حضرت خاتم الرسل سے مخصوص ہے - اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل تابعداروں کو بھی اس تجلی سے حصہ حاصل ہے - وہ اس معنے کے لحاظ سے نہیں ہے کہ تجلی ذات انبیاء کے نصیب نہیں ہے - اور تابعداری

کے سبب ان کے کاملوں کو نصیب ہے۔ حاشا وکلا کہ کوئی اس سے یہ مطلب تصور کرے۔ کیونکہ اس میں اولیا کی انبیا پر زیادتی ہے۔ بلکہ اس تجلی کا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مخصوص ہونا اس معنے کے اعتبار سے ہے کہ دوسروں کو اس کا حاصل ہونا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل اور تبعیت سے ہے۔ یعنی انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اس تجلی کا حاصل ہونا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ہے۔ اور اس امت کے کامل اولیا کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کے سبب سے۔ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نعمت عظمےٰ کے دسترخوان پر اس کے طفیلی اور جلیس ہیں۔ اور اولیا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خادم پس خوردہ کھانے والے۔ اور جلیس طفیلی اور خادم پس خوردہ کھانے والے کے درمیان بہت فرق ہے۔ اس مقام پر قدم لغزش کھا جاتا ہے ۔

اس شبہ کی تحقیق میں اس فقیر نے اپنے مکتوبات اور رسالوں میں کئی قسم کی وجہیں ذکر کی ہیں۔ اور حق وہی ہے جو میں نے اللہ تعالےٰ کے فضل سے اس مسودہ میں تحقیق کیا ہے ۔

آپ کو معلوم ہو گیا ہو گا کہ اگرچہ تمام انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل اس تجلی سے کامل حصہ حاصل ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس ولایت خاصہ نے ان کی امتوں کے اولیا میں اثر نہیں کیا ہے۔ اور اس تجلی سے وافر حصہ حاصل نہیں ہوا ہے۔ کیونکہ جب ان کی اصلوں میں یہ دولت طفیلی اور انعکاسی ہو تو فروع میں عکس العکس کے طریق پر کیا پہنچے۔ اس معنے کا مصداق کشف صریح ہے نہ استدلال عقلی ۔

اور یہ جو پہلے مذکور ہوا ہے کہ کامل تابعدار کمال متابعت کے سبب اپنے متبوعوں کے کمالات جذب کر لیتے ہیں، مراد ان سے متبوعوں کے اصلیہ کمالات ہیں نہ کہ مطلقاً تاکہ تناقض پیدا نہ ہو۔ بلکہ یہ لوگ انبیا میں سے اپنے ہر ایک نبی کی مخصوصہ ولایت سے بہرہ ور ہوئے ہیں۔ اور سب امتوں کے درمیان یہی امت تابعداری کے سبب اس تجلی سے مخصوص ہے۔ اور اس دولت عظمےٰ سے مشرف ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ امت خیر الامم ہے۔ اور اس امت کے علما بنی اسرائیل کی طرح ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے بخشتا ہے اور اللہ تعالےٰ بڑے فضل والا ہے ۔

دل نے چاہا کہ اس ولایت خاصہ کے کچھ فضائل و خصائص لکھے لیکن وقت کی تنگی نے مدد نہ کی اور کاغذ نے کوتاہی کی۔ اللہ تعالےٰ کی عنایت سے علوم و معارف بھاری بادل کی طرح برس

رہے ہیں۔ اور عجیب و غریب اسرار پر اطلاع بخش رہے ہیں۔ اس راز کے محرم اپنی اپنی استعداد کے موافق میرے بزرگوار فرزند ہیں۔ اور دوسرے یار چند روز حضور میں ہیں اور چند روز غیبت میں اسی واسطے کہتے ہیں کہ ولی ہر چند ولی ہو۔ صحابی کے درجے کو نہیں پہنچتا۔

آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا شوق حد سے بڑھ کر ہے۔ صحیفہ گرامی جو اس حقیر کے نام درج فرمایا تھا اس کے پہنچنے سے مشرف ہوا۔ اعمال کو قاصر دیکھنا بڑی بھاری نعمت ہے لیکن توسط احوال تمام امور میں اچھا ہے۔ افراط تفریط کی طرح حد اعتدال سے باہر ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اور سلام ہو آپ پر اور اُن سب پر جو ہدایت پر چلے اور حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۴۹

حضرت سید المرسلین و الآخرین کی متابعت کے فضائل اور اس پر مترتبہ کمالات اور اس کے ساتھ مخصوص مراتب کے بیان میں میر زاداداب کی طرف صادر کیا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالےٰ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آخرت کی نجات اور ہمیشہ کی خلاصی حضرت سید الاولین والآخرین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت پر وابستہ ہے۔ آپ ہی کی متابعت سے حق تعالےٰ کی محبوبیت کے مقام میں پہنچتے ہیں۔ اور آپ ہی کی متابعت سے تجلی ذات سے مشرف ہوتے ہیں۔ اور آپ ہی کی متابعت سے مرتبہ عبدیت میں جو کمال کے مراتب سے اوپر اور مقام محبوبیت کے حاصل ہونے کے بعد ہے سرفراز فرماتے ہیں۔ اور آپ کے کامل تابعداروں کو بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح فرماتے ہیں اور اُولوالعزم پیغمبر آپ کی متابعت کی آرزو کرتے ہیں۔ اور اگر موسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام آپ کے زمانہ میں زندہ ہوتے تو آپ ہی کی تابعداری کرتے۔ اور عیسےٰ روح اللہ کے نازل ہونے اور حضرت حبیب اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کرنے کا قصہ مشہور و معلوم ہے۔ آپ کی اُمت آپ کی متابعت کے سبب خیر الامم ہوئی ہے۔ اور اس میں سے اکثر اہل جنت میں قیامت کے دن آپ کی تابعداری کی بدولت تمام امتوں سے پہلے آپ کے اُمتی بہشت میں جائیں گے اور ناز و نعمت

حاصل کرینگے۔ پس آپ کو لازم ہے کہ آنحضرت صلے اللہ و علے اخوانہ وسلم کی متابعت اور سنت کو لازم پکڑیں اور شریعت حقہ کے موافق اعمال بجالائیں ۔

دوسرے یہ کہ شیخ اسمٰعیل کی سفارش کرتا ہے جو معارف آگاہ حاجی عبدالحق کے دوستوں میں سے ہے۔ والسلام ۔

مکتوب ۲۵۰

بعض استفساروں کے حل میں ملا احمد برکی کی صادر کیا ہے:۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ اس طرف کے فقرا کے احوال و اوضاع حمد کے لائق ہیں۔ اور آپ کی عافیت حق تعالے سے مطلوب و مسؤل ۔

آپ کا مکتوب شریف صادر ہوا۔ آپ نے لکھا تھا کہ وہ ذوق و خوشی جو اول حاصل تھی۔ اب اپنے آپ میں نہیں پاتا۔ اور اس بات کو اپنا تنزل جانتا ہے۔ سو میرے بھائی کو معلوم ہو کہ پہلی حالت اہل وجد و سماع کی طرح تھی جس میں جسد کو کامل دخل تھا۔ اور جو حالت اب حاصل ہوئی ہے اس میں جسد کا کوئی حصہ نہیں ہے۔ اس کا زیادہ تر تعلق قلب و روح کے ساتھ ہے۔ اس معنے کا بیان کرنا تفصیل چاہتا ہے۔ حاصل یہ کہ دوسری حالت پہلی حالت سے کئی مرتبہ بڑھ کر ہے۔ اور ذوق کا نہ پانا اور خوشی کا دور ہونا، ذوق و خوشی کے پانے سے برتر ہے۔ کیونکہ نسبت جس قدر جہالت اور حیرت میں ترقی کرے اور جسد سے دور تر ہو۔ اسی قدر اصل اور مقصود حاصل ہونے کے نزدیک تر ہے۔ اس لئے کہ اس مقام میں عجز و جہل کے سوا کسی اور چیز کی گنجائش نہیں ہے۔ جہل کو معرفت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور عجز کا نام ادراک رکھتے ہیں ۔

آپ نے لکھا تھا کہ اس نسبت کی وہ تاثیر جو پہلے تھی اب نہیں رہی۔ ہاں تاثیر جسدی نہیں رہی لیکن تاثیر روحی زیادہ تر حاصل ہو گئی ہے۔ لیکن ہر ایک شخص اس کا ادراک نہیں کر سکتا لیکن کیا کیا جائے آپ کی صحبت اس فقیر کے ساتھ بہت کم ہوئی ہے۔ اور علوم و معارف خاصہ بہت کم مذکور ہوئے ہیں۔ شاید اللہ تعالے کو منظور ہوگا کہ دوبارہ صحبت حاصل ہو۔ اور پھر چند روز باہم اکٹھے رہیں ۔

نیز آپ نے دریافت کیا تھا کہ باوجود زاد و راحلہ کے اس زمانہ میں مکہ معظمہ جانا فرض ہے یا نہیں؟

میرے مخدوم! اس بارہ میں فقہ کی روایتوں میں بہت اختلاف ہے۔ اور اس مسئلہ میں مختار فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ کا فتوے ہے، جو اُس نے کہا ہے کہ اگر رستہ میں امن او رعدم ہلاک کا ظن غالب ہے تو اُس کی فرضیت ثابت ہے۔ ورنہ نہیں لیکن یہ شرط وجوب ادا کی شرط ہے نہ کہ نفس وجوب کی۔ کما ہو الصحیح۔ پس اس صورت میں حج کی وصیت واجب نہیں ہوتی۔ چونکہ وقت نے موافقت نہ کی۔ اس لئے آپ کے دوسرے استفساروں کے جواب کو کسی دوسرے مکتوب پر موقوف رکھا۔ والسلام ✦

مکتوب ۲۵۱

خلفائے راشدین کے فضائل اور حضرت شیخین رضی اللہ عنہما کی فضیلت اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے بعض خاصوں اور اصحاب کرام علیہم الرضوان کی تعظیم و توقیر اور ان کے درمیانی جھگڑوں اور لڑائیوں کو محمل صحیح پر حمل کرنے اور اُس کے متعلق بیان میں۔ مولانا محمد اشرف کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد میرے سعادتمند بھائی محمد اشرف کو معلوم ہو کہ بعض علوم غریبہ اور اسرار عجیبہ اور مواہب لطیفہ اور معارف شریفہ جن میں سے اکثر حضرات شیخین و ذی النورین و حیدر کرار رضی اللہ تعالےٰ عنہم اجمعین کے فضائل و کمالات سے تعلق رکھتے ہیں اپنی ناقص سمجھ کے موافق لکھتا ہے، گوش ہوش سے سنیں ✦

حضرت صدیق اور حضرت فاروق رضی اللہ عنہما کمالات محمدی کے حاصل ہونے اور ولایت مصطفوی علیہ علے آلہ الصلوات والسلام کے درجوں کے پہنچنے کے باوجود گذشتہ انبیا کے درمیان ولایت کی طرف میں حضرت ابراہیم علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ اور دعوت کی طرف میں جو مقام نبوت کے مناسب ہے حضرت موسے علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت ذی النورین رضی اللہ عنہ دونوں طرف میں حضرت نوح علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ دونوں طرف میں حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ اور چونکہ حضرت عیسےٰ روح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ اس لئے نبوت کی جانب سے ولایت کی طرف ان میں غالب ہے۔ اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ میں بھی اس مناسبت کے باعث ولایت کی طرف غالب ہے۔ اور خلفائے اربعہ کے تعینات کے

مبادی جہالت کے اختلاف کے بموجب اجمالی اور تفصیلی طور پر صفت العلم ہے۔ اور وہ صفت باعتبار اجمال حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہے۔ اور باعتبار تفصیل کے حضرت خلیل علیہ السلام کا رب اور اجمال و تفصیل کی برزخیت کے اعتبار سے حضرت نوح علیہ السلام کا رب ہے۔ جیسے کہ موسٰے علیہ السلام کا رب صفت الکلام اور حضرت عیسٰے ؑ کا رب صفت القدرت اور حضرت آدم علیہ السلام کا رب صفت التکوین ہے *

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں کہ حضرت صدیق رض اور حضرت فاروق رض مراتب کے اختلاف کے موافق نبوت محمدی صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے بوجھ کو اٹھانے والے ہیں۔ اور حضرت امیر رض حضرت عیسٰے علیہ السلام کی مناسبت اور جانب ولایت کے غلبہ کے باعث ولایت محمدی ؐ کے بوجھ کو اٹھانیوالے ہیں۔ اور حضرت ذی النورین رض کو برزخیت کے اعتبار سے ہر دو طرف کے بوجھ اٹھانے والا فرمایا ہے۔ اور ہو سکتا ہے کہ اس اعتبار سے بھی ان کو ذی النورین کہیں۔ اور چونکہ حضرت شیخین رض بار نبوت کے اٹھانیوالے ہیں اس لئے حضرت موسٰے علیہ السلام سے زیادہ مناسبت رکھتے ہیں۔ کیونکہ مقام دعوت جو مرتبہ نبوت سے پیدا ہوا ہے۔ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے بعد باقی تمام انبیاء کے درمیان ان میں اتم و اکمل ہے اور ان کی کتاب قرآن مجید تمام نازل شدہ کتابوں سے بہتر ہے۔ اسی واسطے ان کی امت گذشتہ امتوں کی نسبت زیادہ بہشت میں جاوے گی۔ اگرچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی ملت تمام شریعتوں اور ملتوں سے افضل و اکمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام پیغمبروں میں سے افضل پیغمبر کو اس کی ملت کی متابعت کا امر کیا گیا ہے۔ آیت کریمہ ثُمَّ اَوْحَیْنَا اِلَیْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِیْمَ حَنِیْفًا (پھر ہم نے تیری طرف وحی بھیجی کہ ملت ابراہیم کی تابعداری کر کہ وہ راستہ پر چلنے والا ہے) اس مضمون کی شاہد ہے اور حضرت مہدی موعود کہ اس کا رب بھی صفت العلم ہے حضرت امیر رض کی طرح حضرت عیسٰے سے مناسبت رکھتے ہیں۔ گویا ایک قدم حضرت عیسٰے علیہ السلام کا حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے سر پر ہے اور دوسرا قدم حضرت مہدی رضی اللہ عنہ کے سر پر *

اور جاننا چاہیئے کہ حضرت موسٰے علیہ السلام کی ولایت، ولایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے دائیں طرف واقع ہوئی ہے اور ولایت عیسوی اس ولایت کے بائیں طرف۔ اور چونکہ حضرت امیر رض ولایت محمدی ؐ کے حامل ہیں۔ اس لئے مشائخ و اولیاء کے اکثر سلسلے ان سے منتسب ہوئے ہیں۔ اور حضرت امیر کے کمالات حضرات شیخین رض کے کمالات کی نسبت اکثر اولیائے عظام پر جو

کمالات ولایت سے مخصوص ہیں۔ زیادہ تر ظاہر ہوئے ہیں۔ اگر شیخین رضی اللہ عنہما کی افضلیت پر اہل سنت کا اجماع نہ ہوتا اکثر اولیائے عظام کا کشف حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا حکم کر دیتا۔ کیونکہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے کمالات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کے مشابہ ہیں۔ اور صاحبان ولایت کا ہاتھ ان کے کمالات کے دامن سے کوتاہ ہے۔ اور اہل کشف کا کشف ان کے کمالات کے درجوں کی بلندی کے باعث تصرف رہ میں ہے۔ ولایت کے کمالات ان کے کمالات کے مقابلہ میں مطروح فی الطریق (راہ میں پھینکے ہوئے) کی طرح ہیں۔ کمالات ولایت کمالات نبوت پر چڑھنے کیلئے بمنزلہ زینہ کے ہیں پس مقدمات کو مقاصد کی خبر ہے۔ اور مطالب کو مبادی سے کیا شعور۔ آج یہ بات عہد نبوت کے بعد کے باعث اکثر لوگوں کو ناگوار اور قبول سے دور معلوم ہوتی ہے لیکن کیا کیا جائے ۔

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ہر چہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

ترجمہ: مثل طوطی آئینے کے پیچھے مجھ کو ہے رکھا

کہتا ہوں میں جو کہ استاد ازل نے ہے کہا

لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس گفتگو میں علمائے اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے ساتھ موافق ہوں۔ اور ان کے اجماع سے متفق ہوں۔ ان کے استدلالی علم کو مجھ پر کشفی اور اجمالی کو تفصیلی کیا ہے ❖

اس فقیر کو جب تک کہ مقام نبوت کے کمالات تک نہ پہنچایا اور ان کمالات سے کامل حصہ نہ دیا۔ تب تک شیخین کے فضائل پر کشف کے طور پر اطلاع نہ بخشی تھی۔ اور تقلید کے سوائے کوئی راہ نہ دکھایا تھا ❖

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں ❖

ایک دن کسی شخص نے بیان کیا کہ لکھا ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ کا نام بہشت کے دروازہ پر لکھا ہوا ہے۔ دل میں گذرا کہ حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کے لئے اس مقام کی کیا خصوصیتیں ہونگی۔ توجہ تام کے بعد ظاہر ہوا کہ بہشت میں اس امت کا داخل ہونا ان دو بزرگواروں کی صلاح اور تجویز سے ہوگا گویا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ بہشت کے دروازے پر کھڑے ہیں۔ اور لوگوں کے داخل ہونے کی تجویز

فرماتے ہیں۔ اور حضرت فاروق رض ہاتھ پکڑ کر اندر لیجاتے ہیں۔ اور ایسا مشہود ہوتا ہے کہ گویا تمام بہشت حضرت صدیق رض کے نور سے بھرا ہوا ہے +

اس حقیر کی نظر میں حضرات شیخین کے لئے تمام صحابہ رض کے درمیان علحدہ شان اور الگ درجہ ہے۔ گویا یہ دونوں کسی کے ساتھ مشارکت نہیں رکھتے۔ حضرت صدیق رض حضرت پیغمبر کے ساتھ گویا ہم خانہ ہیں۔ اگر فرق ہے تو صرف علو و سفل یعنی بلندی اور پستی کا ہے۔ اور حضرت فاروق رض بھی حضرت صدیق رض کی طفیل اس دولت سے مشرف ہیں۔ اور تمام صحابہ کرام رض آنحضرت کے ساتھ ہمسرائی یا ہم شہر ہونے کی نسبت رکھتے ہیں پھر اویسیاے اُمت کا وہاں کیا دخل ہے

ع ایں بس کہ رسد ز دُور بانگ جرسم

ترجمہ ع ہے یہی کافی کہ آئے دُور سے بانگ جرس

یہ لوگ کمالات شیخین رض سے کیا حاصل کریں۔ یہ دونوں بزرگوار اپنی بزرگی و کلانی کی وجہ سے انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام میں معدود اور ان کے فضائل کے ساتھ موصوف ہیں +

حضرت نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لَوْ کَانَ بَعْدِیْ نَبِیٌّ لَکَانَ عُمَرُ (اگر میرے پیچھے کوئی نبی ہوتا تو البتہ عمر ہوتا) +

امام غزالی رح نے لکھا ہے کہ حضرت فاروق رض کی ماتم پرسی کے دنوں میں حضرت عبداللہ بن عمر نے صحابہ کی مجلس میں کہا کہ مَاتَ تِسْعَۃُ اَعْشَارِ الْعِلْمِ آج نو حصے علم فوت ہو گیا +

جب بعض میں اس معنے کے سمجھنے میں توقف دیکھا تو کہا کہ میری مراد علم سے علم باللہ ہے نہ علم حیض و نفاس +

حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت کیا بیان کیا جاوے جب کہ حضرت عمر رض کی تمام نیکیاں ان کی ایک نیکی کے برابر ہیں۔ جیسے کہ مخبر صادق صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی نسبت خبر دی ہے۔ اور وہ انحطاط یعنی کمی جو حضرت فاروق رض کو حضرت صدیق رض سے ہے اس انحطاط و کمی سے زیادہ ہے۔ جو حضرت صدیق رض کو حضرت پیغمبر علیہ وعلے آلہ الصلوٰۃ والسلام سے ہے پھر قیاس کرنا چاہئے کہ دوسروں کا حضرت صدیق رض سے انحطاط کس قدر ہو گا۔ اور حضرات شیخین رض موت کے بعد بھی پیغمبر خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جدا نہ ہوئے۔ اور ان کا حشر بھی یکجا ہو گا۔ جیسے کہ فرمایا ہے۔ پس ان کی فضیلت قربیت کے باعث ہو گی +

یہ قلیل البضاعت یعنی بے سروسامان ان کے کمالات کو کیا بیان کرے اور ان کے

فضائل کیا ظاہر کرے۔ ذرہ کی کیا طاقت کہ آسمان کی نسبت گفتگو کرے۔ اور قطرہ کی کیا مجال کہ بحر عمان کی بات زبان پر لائے۔

اُن اولیا نے جو دعوت خلق کی طرف راجع ہیں اور ولایت و دعوت دونوں طرفوں سے حصہ رکھتے ہیں۔ اور تابعین اور تبع تابعین میں سے علمائے مجتہدین نے کشف صحیح کے نور اور اخبار صادقہ اور آثار متتابعہ سے شیخین رض کے کمالات کو دریافت کیا ہے۔ اور ان کے فضائل کو پہچان کر ان کے افضل ہونے کا حکم دیا ہے۔ اور اس پر اجماع کیا ہے اور اُس کشف کو جو اس اجماع کے برخلاف ظاہر ہو، غلط خیال کر کے اُس کا کچھ اعتبار نہیں کیا ہے۔ اور کس طرح ایسے کشف کا اعتبار کیا جاوے جب کہ صدر اول میں ان کی افضلیت صحیح ہو چکی ہے۔ چنانچہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ابن عمر رض سے روایت کی ہے:۔

قَالَ كُنَّا فِيْ زَمَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا نَعْدِلُ بِاَبِيْ بَكْرٍ اَحَدًا ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ نَتْرُكُ اَصْحَابَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا نُفَاضِلُ بَيْنَهُمْ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ہم نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں کسی کو ابوبکر رض پھر عمر رض پھر عثمان رض کے برابر نہیں سمجھتے تھے۔ پھر ہم نبی صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے اصحاب کو چھوڑ دیتے تھے یعنی اُن کے درمیان ایک دوسرے کو فضیلت نہ دیتے تھے۔

اور ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت میں ہے قَالَ كُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيٌّ اَفْضَلُ اُمَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ بَعْدَهٗ اَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُمْ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کی زندگی میں کہا کرتے تھے کہ نبی صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے بعد سب امت میں سے افضل ابوبکر رض ہیں پھر عمر رض پھر عثمان رضی اللہ تعالے عنہم۔

اور جنہوں نے کہا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے وہ ارباب سکر اور اولیائے غیر مرجوع میں سے ہیں۔ جن کو کمالات نبوت سے زیادہ حصہ حاصل نہیں ہے۔ اور آپ کی نظر میں آیا ہوگا کہ فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں تحقیق کی ہے کہ نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اگرچہ اسی نبی کی ولایت ہو۔ اور یہی حق ہے۔ اور جس نے اس کے برخلاف کہا وہ مقام نبوت کے کمالات سے جاہل ہے جیسے کہ اوپر گذر چکا۔

اور آپ کو معلوم ہے کہ اولیا کے تمام سلسلوں کے درمیان سلسلہ علیہ نقشبندیہ حضرت صدیق رض

کی طرف منسوب ہے۔ پس صحو کی نسبت ان میں غالب ہوگی اور ان کی دعوت اتم ہوگی۔ اور حضرت صدیق رضؓ کے کمالات ان پر ظاہر ہونگے۔ ناچار ان کی نسبت تمام سلسلوں کی نسبتوں سے بڑھ کر ہوگی۔ دوسروں کو ان کے کمالات کا کیا پتہ اور ان کے معاملہ کی حقیقت کی کیا خبر۔ میں نہیں کہتا کہ تمام مشائخ نقشبندیہ اس معاملہ میں برابر ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں ہے۔ بلکہ اگر ہزاروں میں سے ایک بھی اس صفت کا مل جائے تو غنیمت ہے۔ میرا خیال ہے کہ حضرت مہدی موعود جو ولایت کی اکملیت کے لئے مقرر ہیں ان کو یہ نسبت حاصل ہوگی۔ اور اس سلسلہ علیہ کی تتمیم و تکمیل فرمائینگے کیونکہ تمام ولایتوں کی نسبت اس نسبت علیہ سے نیچے ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ باقی سب ولایتوں کو مرتبہ نبوت کے کمالات سے بہت کم حصہ حاصل ہے۔ اور یہ ولایت حضرت صدیق کی طرف منسوب ہونے کے باعث ان کمالات سے وافر حصہ رکھتی ہے۔ جیسے کہ ابھی بیان ہو چکا ہے ع

بہ بیں تفاوت رہ از کجاست تابکجا

ترجمہ ع دیکھ دونوں میں کس قدر ہے فرق +

اے بھائی! چونکہ حضرت امیر رضی اللہ عنہ ولایت محمدی علےٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا بوجھ اٹھانے والے ہیں اس لئے اقطاب ابدال و اوتاد (جو اولیاء عزلت میں سے ہیں۔ اور کمالات ولایت کی جانب ان میں غالب ہے) کے مقام کی تربیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امداد و اعانت کے سپرد ہے +

قطب الاقطاب یعنی قطب مدار کا سر آنحضرت صلےٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم کے نیچے ہے۔ قطب مدار انہی کی حمایت و رعایت سے اپنے ضروری امور کو سرانجام کرتا اور مداریت سے عہدہ برآ ہوتا ہے۔ حضرت فاطمہ رضؓ اور امامین رضؓ بھی اس مقام میں حضرت امیر رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے ساتھ شریک ہیں +

یاد رکھنا چاہئے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب رضی اللہ تعالےٰ عنہم سب کے سب بزرگ ہیں۔ اور سب کو بزرگی سے یاد کرنا چاہئے +

خطیب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلےٰ اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَنِیْ وَاخْتَارَلِیْ اَصْحَابًا وَاخْتَارَلِیْ مِنْہُمْ اَصْھَارًا وَاَنْصَارًا فَمَنْ حَفِظَنِیْ فِیْہِمْ حَفِظَہُ اللّٰہُ وَمَنْ اٰذَانِیْ فِیْہِمْ اٰذَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی اللہ تعالےٰ نے مجھے پسند فرمایا اور میرے لئے اصحاب کو پسند کیا اور ان میں سے بعض کو میرے

لئے رشتہ دار اور مددگار پسند کیا پس جس شخص نے ان کے حق میں مجھے محفوظ رکھا اس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا اور جس نے ان کے حق میں مجھے ایذا دی اس کو اللہ تعالےٰ نے ایذا دی ❖

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ مَنْ سَبَّ اَصْحَابِیْ فَعَلَیْهِ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ جس نے میرے اصحاب کو گالی دی اس پر اللہ تعالےٰ اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت ہے ❖

اور ابن عدی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ اِنَّ شِرَارَ اُمَّتِیْ اَجْرَءُهُمْ عَلٰی اَصْحَابِیْ میری اُمت میں سے بُرے وہ لوگ ہیں جو میرے اصحاب پر دلیر ہیں ❖

اور ان لڑائی جھگڑوں کو جو ان کے درمیان واقع ہوئے ہیں۔ نیک محل پر محمول کرنا چاہئے۔ اور ہوا و تعصّب سے دُور سمجھنا چاہئے۔ کیونکہ وہ مخالفتیں تاویل و اجتہاد پر مبنی تھیں نہ ہوا و ہوس پر۔ یہی اہل سنت کا مذہب ہے ❖

لیکن جاننا چاہئے کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے خطا پر تھے۔ اور حق حضرت امیر کی طرف تھا۔ لیکن چونکہ یہ خطا، خطائے اجتہادی کی طرح تھا۔ اس لئے ملامت سے دُور ہے۔ اور اس پر کوئی مواخذہ نہیں ہے۔ جیسے کہ شارح مواقف، آمدی سے نقل کرتا ہے کہ جمل و صفین کے واقعات اجتہاد سے ہوئے ہیں ❖

اور شیخ ابو شکور سلمی نے تمہید میں تصریح کی ہے کہ اہل سنت و جماعت اس بات پر ہیں کہ معاویہ مع اُن کے تمام اصحاب کے جو ان کے ہمراہ تھے سب خطا پر تھے۔ لیکن ان کی خطا اجتہادی تھی ❖

اور شیخ ابن حجر نے صواعق میں کہا ہے کہ حضرت معاویہ اور امیر کے درمیان جھگڑے از روئے اجتہاد کے ہوئے ہیں۔ اور اس قول کو اہل سنت کے معتقدات سے فرمایا ہے ❖

اور شارح مواقف نے جو یہ کہا ہے کہ ہمارے بہت سے اصحاب اس بات پر ہیں کہ وہ منازعات از روئے اجتہاد کے نہیں ہوئے ❖

معلوم نہیں اصحاب سے اس کی مراد کونسا گروہ ہے جب کہ اہلسنت اس کے برخلاف حکم دیتے ہیں۔ جیسے کہ گذر چکا۔ اور قوم کی کتابیں خطائے اجتہادی سے بھری پڑی ہیں۔ جیسے کہ

امام غزالی رحمہ اور قاضی ابو بکر رحمہ وغیرہ نے تصریح کی ہے پس حضرت امیر رضہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں کے حق میں فسق و ضلال کا گمان جائز نہیں ہے ۔

قاضی نے شفا میں بیان کیا ہے قَالَ مَالِكٌ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْ شَتَمَ اَحَدًا مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ اَبَا بَكْرٍ رضہ وَعُمَرَ رضہ وَعُثْمَانَ رضہ وَعَمْرَو بْنِ الْعَاصِ فَاِنْ قَالَ كَانُوْا عَلٰى ضَلَالٍ وَّكُفْرٍ وَاِنْ شَتَمَ بِغَيْرِ هٰذَا مِنْ مُشَاتَمَةِ النَّاسِ نُكِّلَ نَكَالًا شَدِيْدًا فَلَا يَكُوْنُ مُحَارِبُوْ عَلِيٍّ كَفَرَةً كَمَا زَعَمَتِ الْغُلَاةُ مِنَ الرَّفَضَةِ وَلَا فَسَقَةً كَمَا زَعَمَ الْبَعْضُ وَنَسَبَهٗ شَارِحُ الْمَوَاقِفِ اِلٰى كَثِيْرٍ مِّنْ اَصْحَابِهٖ كَيْفَ وَقَدْ كَانَتِ الصِّدِّيْقَةُ رضہ وَطَلْحَةُ رضہ وَالزُّبَيْرُ رضہ وَكَثِيْرٌ مِّنْ اَصْحَابِ الْكِرَامِ مِنْهُمْ وَقَدْ قُتِلَ الطَّلْحَةُ وَالزُّبَيْرُ فِيْ قِتَالِ الْجَمَلِ قَبْلَ خُرُوْجِ مُعَاوِيَةَ مَعَ ثَلٰثَةَ عَشَرَ اَلْفًا مِّنَ الْقَتْلٰى فَتَضْلِيْلُهُمْ وَتَفْسِيْقُهُمْ مِمَّا لَا يَجْتَرِئُ عَلَيْهِ الْمُسْلِمُ اِلَّا اَنْ يَكُوْنَ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَفِيْ بَاطِنِهٖ خُبْثٌ ۔ حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ جس نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب میں سے کسی کو یعنی ابو بکر رضہ و عمر رضہ و عثمان رضہ و عمرو بن العاص رضہ کو گالی دی اور کہا کہ وہ کفر اور گمراہی پر تھے یا اس کے سوا اور کوئی گالی نکالی جس طرح لوگ ایک دوسرے کو گالی نکالتے ہیں۔ تو وہ سخت عذاب کا مستحق ہوا۔ کیونکہ حضرت امیر رضہ کے ساتھ لڑائی کرنے والے کفر پر نہ تھے۔ جیسے کہ بعض غالی رافضیوں کا خیال ہے۔ اور نہ ہی فسق پر تھے۔ جیسے کہ بعض نے خیال کیا ہے اور بہت سے اصحاب کی طرف ان کو منسوب کیا ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے جبکہ حضرت صدیقہ رضہ اور طلحہ رضہ اور زبیر رضہ اور بہت سے اصحاب کرام انہی میں سے تھے۔ اور طلحہ رضہ اور زبیر رضہ جمل کی لڑائی میں معاویہ رضہ کے خروج سے پہلے تیرہ ہزار مقتولوں کے ساتھ قتل ہوئے۔ پس ان کو ضلالت اور فسق کی طرف منسوب کرنے پر سوائے اس شخص کے کہ جس کے دل میں مرض اور اس کے باطن میں خبث ہو، کوئی مسلمان دلیری نہیں کرتا ۔

اور یہ جو بعض فقہا کی عبارتوں میں جور کا لفظ معاویہ رضہ کے حق میں واقع ہوا ہے اور کہا ہے کہ معاویہ رضہ جور کرنے والا امام تھا۔ تو اس جور سے مراد یہ ہے کہ حضرت امیر رضہ کی خلافت کے زمانہ میں وہ خلافت کا حق دار نہ تھا۔ نہ کہ وہ جور جس کا انجام فسق و ضلالت ہے تاکہ اہل سنت کے اقوال کے موافق ہو۔ اور نیز استقامت والے لوگ ایسے الفاظ بولنے سے جن سے مقصود کے برخلاف وہم پیدا ہو، پرہیز کرتے ہیں۔ اور خطا سے زیادہ کہنا پسند نہیں کرتے۔ اور کس طرح

جائز ہو سکے جب کہ صحیح و تحقیق ہو چکا کہ وہ اللہ تعالے کے حقوق اور مسلمانوں کے حقوق میں امام عادل تھا جیسے کہ صواعق میں ہے۔ اور حضرت مولٰنا جامی نے جو خطائے منکر کہا ہے اس نے بھی زیادتی کی ہے۔ خطا پر جو کچھ زیادہ کریں خطا ہے۔ اور جو کچھ اس کے بعد کہا ہے کہ اگر وہ لعنت کا مستحق ہے الخ یہ بھی نامناسب کہا ہے۔ اس کی تردید کی کیا حاجت ہے۔ اور اس میں کونسا محل اشتباہ ہے۔ اگر یہ بات یزید کے حق میں کہتا تو بیشک جائز تھا لیکن حضرت معاویہؓ کے حق میں کہنا بُرا ہے۔ اور احادیث نبوی میں معتبر اور ثقات کی اسناد سے مروی ہے کہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معاویہ رضؓ کے حق میں دُعا کی ہے :۔

اَللّٰھُمَّ عَلِّمْہُ الْکِتَابَ وَالْحِسَابَ وَقِہِ الْعَذَابَ یا اللہ تو اس کو کتاب حساب سکھا اور عذاب سے بچائے اور دوسری جگہ دعا میں فرمایا۔ اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ ھَادِیًا وَّمَھْدِیًّا یا اللہ تو اس کو ہادی اور مہدی بنائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دُعا مقبول ہے ٭

بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بات مولٰنا سے سہو و نسیان کے طور پر سرزد ہوئی ہو۔ اور نیز مولٰنا نے انہی ابیات میں نام کی تصریح نہ کر کے کہا ہے کہ وہ صحابی اور ہے۔ اور یہ عبارت بھی ناخوشی سے خبر دیتی ہے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِیْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا یا اللہ ہم کو بھول چوک پر مواخذہ نہ کر ٭

اور وہ جو بعض نے امام شعبی رح سے معاویہؓ کی مذمت میں نقل کیا ہے اور اس کی بُرائی کو فسق سے بدتر بیان کیا ہے۔ اس کا کوئی ثبوت نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض اس بات کو صحیح بھی مان لیا جاوے۔ تو امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ جو اس کے شاگردوں میں سے ہیں اس نقل کے زیادہ مستحق تھے۔ اور امام مالک نے جو تابعین میں سے ہیں۔ اور اس کے ہمعصر اور علمائے مدینہ میں سے زیادہ عالم ہیں۔ معاویہ رضؓ اور عمرو بن العاص رضؓ کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم دیا ہے۔ جیسے کہ اوپر گذر چکا۔ اگر وہ گالی کا مستحق ہوتا تو اس کے گالی دینے والے کو قتل کا حکم کیوں دیتے۔ پس معلوم ہوا کہ اس کو گالی نکالنا کبیرہ گناہ جان کر اس کے گالی نکالنے والے کو قتل کا حکم دیا ہے۔ اور نیز اس کو گالی دینا ابوبکر رضؓ و عمر رضؓ و عثمان رضؓ کو گالی دینے کی طرح خیال کیا ہے جیسے کہ اوپر گذر چکا۔ پس معاویہ رضؓ بُرائی کا مستحق نہیں ہے ٭

اے بھائی! معاویہ رضؓ تنہا اس معاملہ میں نہیں ہے۔ کم و بیش آدھے اصحاب کرام اس کے ساتھ اس معاملہ میں شریک ہیں۔ پس اگر حضرت امیر رضؓ کے ساتھ لڑائی کرنے والے کافر یا فاسق ہوں

تو نصف دین اس سے اعتماد دُور ہو جاتا ہے ۔ جو ان کی تبلیغ کے ذریعے ہم تک پہنچا ہے ۔ اس بات کو سوائے اس زندیق کے جس کا مقصود دین کی بربادی ہے کوئی پسند نہیں کرتا ۔

اے برادر ! اس فتنہ کے برپا ہونے کا منشا حضرت عثمان رضؓ کا قتل اور اُن کے قاتلوں سے ان کا قصاص طلب کرنا ہے ۔ طلحہ رضؓ و زبیر رضؓ جو اول مدینہ سے باہر نکلے تاخیر قصاص کے باعث نکلے ۔ اور حضرت صدیقہ رضؓ نے بھی اس امر میں ان کے ساتھ موافقت کی ۔ اور جنگ جمل جس میں تیرہ ہزار آدمی قتل ہوئے ۔ اور طلحہ رضؓ و زبیر رضؓ بھی جو عشرہ بشرہ میں سے ہیں قتل ہوئے ۔ حضرت عثمان رضؓ کے قصاص کے باعث ہُوا ہے ۔ اس کے بعد معاویہ رضؓ نے شام سے آکر ان کے ساتھ شریک ہو کر جنگ صفین کیا ۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح کی ہے کہ وہ جھگڑا امر خلافت پر نہیں ہُوا ۔ بلکہ قصاص کے پورا کرنے کے لئے حضرت امیر رضؓ کی خلافت کے ابتدا میں ہُوا ہے ۔ اور شیخ ابن حجر نے بھی اس بات کو اہل سنت کے معتقدات سے کہا ہے ۔ اور شیخ ابوشکور سلمی رحمۃ اللہ علیہ نے جو بزرگ علمائے حنفیہ میں سے ہیں کہا ہے کہ حضرت معاویہ رضؓ اور حضرت امیر رضؓ کے درمیانی جھگڑے خلافت کے بارہ میں ہوئے ہیں ۔

حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت معاویہ رضؓ کو فرمایا تھا کہ اِذَا مَلَکْتَ النَّاسَ فَارْفِقْ بِھِمْ جب تو لوگوں کا مالک بنے تو ان کے ساتھ نرمی کر ۔ شاید اس بات سے معاویہ رضؓ کو خلافت کا طمع پیدا ہو گیا ہو لیکن وہ اس اجتہاد میں خطا پر تھا اور حضرت امیر رضؓ حق پر ۔ کیونکہ اس کی خلافت کا وقت حضرت امیر رضؓ کی خلافت کے بعد تھا ۔ اور ان دونوں قولوں کے درمیان موافقت اس طرح پر ہے کہ ہو سکتا ہے کہ اس منازعت کا منشا قصاص کی تاخیر ہو ۔ اور پھر خلافت کا طمع بھی پیدا ہو گیا ہو ۔ بہر تقدیر اجتہاد اپنے محل میں واقع ہُوا ہے ۔ اگر خطا پر ہے تو ایک درجہ اور حق والے کے لئے دو درجے بلکہ دس درجے ۔

اے برادر ! اس امر میں بہتر طریق یہ ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب رضؓ کی لڑائی جھگڑوں سے خاموش رہیں ۔ اور ان کے ذکر اذکار سے منہ موڑیں ۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اِیَّاکُمْ وَمَا شَجَرَ بَیْنَ اَصْحَابِیْ رضؓ میرے اصحاب رضؓ کے درمیان جو جھگڑے ہوئے ہیں ان سے اپنے آپ کو بچاؤ ۔

نیز حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْھُمْ

عنہ ضمًا یعنی میرے اصحاب کے حق میں اللہ تعالےٰ سے ڈرو اور ان کو اپنے تیر کا نشانہ نہ بناؤ۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے اور نیز عمر بن عبدالعزیز رضہ سے بھی منقول ہے کہ تِلْكَ دِمَاءٌ طَهَّرَ اللهُ عَنْهَا اَيْدِيْنَا فَلْنُطَهِّرْ عَنْهَا اَلْسِنَتَنَا یہ وہ خون ہیں جن سے ہمارے ہاتھوں کو اللہ تعالےٰ نے پاک رکھا پس ہم اپنی زبانوں کو ان سے پاک رکھتے ہیں۔ اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ ان کی خطا کو بھی زبان پر نہ لانا چاہیئے۔ اور ان کے ذکر خیر کے سوا اور کچھ نہ بیان کرنا چاہیئے۔

یزید بدبخت فاسقوں کے زمرہ میں سے ہے۔ اس کی لعنت میں توقف اہل سنت کے مقررہ اصل کے باعث ہے۔ کیونکہ انہوں نے معین شخص کے لئے اگرچہ کافر ہو لعنت جائز نہیں کی۔ مگر جب یقیناً معلوم کریں کہ اس کا خاتمہ کفر پر ہوا ہے جیسے کہ ابولہب جہنمی اور اس کی عورت۔ نہ یہ کہ وہ لعنت کے لائق نہیں۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ اللهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللهُ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہو۔

جاننا چاہیئے کہ چونکہ اس زمانہ میں اکثر لوگوں نے امامت کی بحث چھیڑ رکھی ہے۔ اور اصحاب کرام علیہم الرضوان کی خلافت کی نسبت گفتگو مدنظر کی ہوئی ہے۔ اور جاہل اہل تاریخ اور سرکش بدعتیوں کی تقلید پر اکثر اصحاب کرام کو نیکی سے یاد نہیں کرتے۔ اور کئی نامناسب امور ان کی جناب کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اس لئے جو کچھ معلوم تھا تحریر میں لا کر دوستوں کی طرف بھیجا گیا ہے۔

قَالَ عَلَيْهِ وَاٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اِذَا ظَهَرَتِ الْفِتَنُ اَوْ قَالَ الْبِدَعُ وَسُبَّتْ اَصْحَابِيْ فَلْيُظْهِرِ الْعَالِمُ عِلْمَهٗ فَمَنْ لَّمْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ وَالْمَلٰئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ لَا يَقْبَلُ اللهُ عَدْلًا وَّلَا صَرْفًا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب فتنے اور بدعتیں ظاہر ہو جائیں اور میرے اصحاب کو گالیاں دی جاویں تو عالم کو چاہیئے کہ اپنے علم کو ظاہر کرے۔ پس جس نے ایسا نہ کیا اس پر اللہ اور فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے۔ اللہ تعالےٰ اس کا کوئی فرض و نفل قبول نہ کریگا۔

لیکن اللہ تعالےٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ سلطان وقت اپنے آپ کو حنفی مذہب قرار دیتا ہے اور اہل سنت و جماعت میں سے جانتا ہے۔ ورنہ مسلمانوں پر کام بہت تنگ ہوتا۔ اس بڑی نعمت کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔

پس چاہئے کہ اہل سنت و جماعت کے معتقدات پر اپنے اعتقاد کا مدار رکھیں۔ اور زید و عمرو کی باتوں کو نہ سنیں۔ جھوٹے قصوں پر کام کا مدار رکھنا اپنے آپ کو ضائع کرنا ہے۔ فرقہ ناجیہ کی تقلید ضروری ہے۔ تاکہ نجات کی امید پیدا ہو۔ وَدُوْنَهٗ خَرْطُ الْقَتَادِ ورنہ بیفائدہ تکلیف ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اور سلام ہو آپ پر اور ان سب پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۵۲

بعض استفساروں یعنی سوالوں کے جواب میں جناب شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

برادر ارجمند کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے چند استفسار درج کئے ہوئے تھے۔ ان کے جواب میں آپ کو معلوم ہو کہ حضرت نوحؑ اور حضرت ابراہیم علٰی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعین کا مبدء صفت العلم ہے جیسے کہ تعین محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدء یہی صفت ہے۔ فرق جہات و اعتبارات کے لحاظ سے ہے۔ کیونکہ اس صفت کی ایک جانب عالم کی طرف ہے اور دوسری معلوم کی طرف۔ پہلی جانب وحدت کے مناسب ہے اور دوسری کثرت کے موافق۔ اور اس صفت کے لئے بھی اجمال و تفصیل ہے کہ ہر ایک اس بزرگ کے مبدء تعین کے اعتبار سے ہے۔

دوسرے وہ معارف جو بار نبوت و دلالت کے برداشت کرنے کے متعلق تھے۔ وہ اس خط میں جو خواجہ محمد اشرف کی طرف لکھا تھا مفصل درج ہو چکے ہیں۔ دوبارہ لکھنے کی حاجت نہیں۔ وہاں سے معلوم کر لیں۔

دوسرے یہ کہ فقیر نے چاہا کہ اس استفسار کے جواب میں کہ قطب و غوث و خلیفہ کے درمیان کیا فرق ہے کچھ لکھے لیکن اذن نہ ہوا۔ ان کو دوسرے وقت پر موقوف رکھیں۔ وَالسَّلَامُ

مکتوب ۲۵۳

چند سوالوں کے جواب میں اس راہ کی بے نہایتی اور رمز و اجمال کے طور پر طریقت کے بعض مقامات و منازل کی تفصیل کے بیان میں شیخ آدم بن شیخ ادریس سامانی کی طرف لکھا ہے:-

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ اس طرف کے فقرا کے احوال حمد کے لائق ہیں۔ اور آپ کی خیر و عافیت اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پسندیدہ طریقہ پر استقامت و ثابت قدمی اللہ تعالیٰ سے مطلوب و مسئول ہے۔

ان احوال و مواجید کا بیان جو مولانا عبد المؤمن کی زبان کے حوالہ کیا تھا۔ مولانا نے مفصل طور پر ظاہر کر کے کہا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ اگر میں زمین کی طرف نظر کرتا ہوں تو زمین کو نہیں پاتا ہوں۔ اور اگر آسمان کی طرف نظر کرتا ہوں تو اس کو بھی نہیں پاتا ہوں۔ اور جب کسی کے آگے جاتا ہوں اس کا وجود بھی نہیں پاتا ہوں۔ اور ایسے ہی عرش و کرسی و بہشت و دوزخ کا بھی وجود نہیں پاتا ہوں اور اپنا وجود بھی نہیں جانتا ہوں۔ حق تعالیٰ کا وجود بے پایاں ہے اس کی نہایت کو کسی نے معلوم نہیں کیا۔ بزرگ بھی اسی جگہ تک رہ گئے ہیں اور یہاں تک آ کر سیر سے عاجز ہو گئے ہیں۔ اور اس معنے سے زیادہ کچھ اختیار نہیں کیا ہے۔ اگر آپ بھی اس کو کمال جانتے ہیں اور اسی مقام میں ہیں۔ تو پھر میں آپ کے پاس کس لئے آؤں اور کیوں تکلیف اٹھاؤں۔ اور آپ کو بھی تکلیف دوں۔ اور اگر اس کمال کے سوا کوئی اور امر ہو۔ تو اطلاع بخشیں۔ تاکہ ایک اور یار کے ساتھ جو درد طلب بہت رکھتا ہے وہاں آؤں۔ اسی تردد کے حاصل ہونے کی وجہ سے چند سال تک وہاں آنے میں توقف رہا۔

میرے مخدوم! اس قسم کے احوال قلب کے تلوینات[۱] سے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے احوال والے شخص نے قلب کے مقامات سے ابھی چوتھے حصہ سے زیادہ طے نہیں کئے۔ مقامات قلب سے تین حصہ اور طے کرنے چاہئیں تاکہ قلب کا معاملہ پورے طور پر طے ہو۔ اور پھر قلب کے آگے روح اور روح کے آگے سر اور سر کے آگے خفی اور اس کے بعد اخفے ہے۔ ان باقیماندہ چاروں میں سے ہر ایک کے لئے الگ الگ احوال و مواجید ہیں۔ اور سب کو جدا جدا طے کرنا چاہئے۔ اور ہر ایک کمالات سے آراستہ ہونا چاہئے۔ عالم امر کے ان پنجگانہ لطائف سے گزرنے اور ان کے اصلوں کی منازل کو درجہ بدرجہ طے کرنے اور اسما و صفات کے ظلی مدارج کو جو ان اصول کے اصول ہیں

---

[۱] تلوین۔ گوناں گوں کرنا۔ اہل تصوف کی اصطلاح میں مقامات تفرقہ میں سے ایک مقام کا نام ہے۔

درجہ بدرجہ قطع کرنے کے بعد اسماء وصفات کی تجلیات اور شیونات اعتبارات کے ظہورات ہیں۔ اور ان تجلیات سے گذر کر آگے تجلیات ذاتیہ ہیں تب نفس کے اطمینان سے معاملہ پڑتا ہے۔ اور پروردگار تعالےٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ وہ کمالات جو اس مقام میں حاصل ہوتے ہیں۔ ان کے مقابلہ میں پہلے کمالات ایسے ہیں جیسے کہ دریائے محیط ناپیدا کنار کے مقابلہ میں قطرہ۔ اس مقام میں شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور اسلام حقیقی سے مشرف ہوتے ہیں ؎

کار این است غیر این ہمہ ہیچ

ترجمہ ؎ کام اصلی ہے یہی باقی ہے ہیچ

اسماء وصفات کی وہ تجلیات جو عالم امر کی ان پنجگانہ منزلوں کو مع ان کے اصول اور اصول اصول کے قطع کرنے سے پہلے متوہم ہوتے ہیں۔ وہ عالم امر کے بعض خواص کے ظہورات ہیں جو بیچونی اور لامکانیت سے کچھ حصہ رکھتے ہیں نہ کہ اسماء وصفات کی تجلیات۔ ایک سالک نے اسی مقام میں کہا ہے کہ میں تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش کرتا رہا۔ پس وصول کہاں ہے اور سیری کس کے لئے ہے ؎

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَھَا ۔۔۔ قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَھُنَّ خُیُوْفٌ

ترجمہ ؎ ہائے جاؤں کس طرح میں یار تک
راہ میں ہیں پُر خطر کوہ اور غار

چونکہ آپ نے توجہ کے ساتھ اس راہ کی حقیقت کو بیان کرنا طلب فرمایا تھا۔ اس لئے مختصر طور پر کچھ اس کا بیان لکھا گیا ہے۔ وَالْاَمْرُ عِنْدَ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ اصل معاملہ اللہ تعالےٰ کو معلوم ہے۔ وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی مَنْ لَّدَیْکُمْ آپ پر اور آپ کے حاضرین مجلس پر سلام ہو۔

مکتوب ۲۵۴

بعض سوالوں کے جواب میں ملا احمد برکی کی طرف صادر ہوا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ نے لکھا تھا کہ بعض بزرگواروں نے فرمایا ہے کہ آدمی جو کچھ کرنا چاہے اپنے صاحب کے زمان کے حکم سے کرے۔ تاکہ نیک نتیجہ حاصل ہو۔ اگرچہ مشروعی کام ہوں۔ اگرچہ یہ بات صحیح ہے

تو بندہ تمام مشروعات میں فرمان کا امیدوار رہے ۔

میرے مخدوم! بزرگوں کی بات صحیح ہے ۔ اور آپ کو اذن حاصل کر کے ماذون کیا ہے لیکن جاننا چاہئے کہ نتیجہ سے مراد معتدبہ نتیجہ ہے نہ کہ مطلق ۔

نیز آپ نے لکھا تھا کہ ایک رسالہ میں لکھا دیکھا ہے کہ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ قرآن مجید میں مرتبہ عین جمع یعنی احدیت ذات تعالے سے ہے ۔ پس رسالہ مبدء و معاد کی اس عبارت کے معنے کہ کعبہ ربانی کی حقیقت قرآنی حقیقت سے بڑھ کر ہے کیا ہونگے؟

میرے مخدوم احدیت ذات سے مراد احدیت مجردہ نہیں ہے کہ جس میں کوئی صفت و شان ملحوظ نہیں ہے ۔ کیونکہ حقیقت قرآن کا منشا صفت کلام ہے جو صفات ثمانیہ میں سے ایک صفت ہے ۔ اور حقیقت کعبہ کا منشاء وہ مرتبہ ہے جو شیونات و صفات کی تلوینات سے برتر ہے اس لئے اس کی برتری کی گنجائش ہے ۔

نیز آپ نے لکھا تھا کہ بعض تفاسیر میں ہے کہ اگر کوئی کہے کہ میں کعبہ کو سجدہ کرتا ہوں ۔ تو کافر ہو جاتا ہے کیونکہ سجدہ کعبہ کی طرف ہے نہ کعبہ کو ۔ اور دوسری جگہ لکھا ہے کہ ابتدائے اسلام میں سجدہ کے وقت لَكَ سَجَدْتُ (میں نے تیرے لئے سجدہ کیا) کہتے تھے ضمیر کا مدلول نفس ذات ہے ۔ پس رسالہ مبدء و معاد کی اس عبارت کے معنے کہ کعبہ کی صورت جس طرح اشیاء کی صورتوں کی مسجود ہے ۔ اسی طرح حقیقت کعبہ بھی حقائق اشیاء کی مسجود ہے ۔ کیا ہونگے؟

میرے مخدوم! یہ عبارتوں کی فروگذاشتوں سے ہے ۔ جس طرح کہتے ہیں کہ آدم مسجود ملائکہ ہے ۔ حالانکہ سجدہ خالق کے لئے ہے نہ کہ اس کی کسی مخلوق و مصنوع کے لئے ۔ خواہ کوئی مخلوق ہو ۔

آپ کو اور آپ کے تمام دوستوں اور یاروں اور خاصکر ملا پائندہ و شیخ حسن کو سلام ہو ۔

مکتوب ۲۵۵

سنت سنیہ کے زندہ کرنے اور نامرضیہ بدعت کے دور کرنے کی ترغیب میں ملا طاہر لاہوری کی طرف لکھا ہے :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰى اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے

برگزیدہ بندوں پر سلام ہو ۔

آپ کا مکتوب شریف جو حافظ بہاؤالدین کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا ۔ بہت خوشی حاصل ہوئی ۔ یہ کس قدر بڑی بھاری نعمت ہے کہ محب مخلص ہمہ تن حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی سنتوں میں سے کسی سنت کے زندہ کرنے کی طرف متوجہ ہوں ۔ اور منکرہ اور نامرضیہ بدعتوں میں سے کسی بدعت کے دور کرنے کے خواہاں ہوں ۔ سنت و بدعت دونوں پورے طور پر ایک دوسرے کی ضد ہیں ۔ ایک کا وجود دوسرے کے نقص و نفی کو مستلزم ہے ۔ پس ایک کا زندہ کرنا دوسرے کو مارنے کا مستلزم ہے یعنی سنت کا زندہ کرنا بدعت کے مارنے کا موجب ہے ۔ اور بالعکس ۔

پس بدعت خواہ اس کو حسنہ کہیں یا سیئہ ۔ رفع سنت کو مستلزم ہے ۔ شاید حسن نسبی یعنی اضافی کا کیا اعتبار ہوگا ۔ کیونکہ حسن مطلق وہاں گنجائش نہیں رکھتا ۔ کیونکہ تمام سنتیں حق تعالے کے نزدیک مقبول و پسندیدہ ہیں ۔ اور ان کے اضداد یعنی بدعتیں شیطان کی پسندیدہ ہیں ۔ آج یہ بات بدعت کے پھیل جانے کے باعث اکثر لوگوں کو ناگوار معلوم ہوتی ہے ۔ لیکن ان کو معلوم ہو جائیگا کہ ہم ہدایت پر ہیں یا یہ لوگ ۔

منقول ہے کہ حضرت مہدی عليه السلام اپنی سلطنت کے زمانہ میں جب دین کو رواج دینگے ۔ اور سنت کو زندہ فرمائینگے ۔ تو مدینہ کا عالم جس نے بدعت پر عمل کرنے کو اپنی عادت بنائی ہوگی ۔ اور اس کو حسن خیال کر کے دین کے ساتھ ملا لیا ہوگا تعجب سے کہیگا کہ اس شخص نے ہمارے دین کو دور کر دیا ہے ۔ اور ہمارے مذہب و ملت کو مار دیا اور خراب کر دیا ہے ۔ حضرت مہدی عليه السلام اس عالم کے قتل کا حکم فرمائینگے ۔ اور اس کے حسنہ کو سیئہ خیال کرینگے ۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالے کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالے بڑے فضل والا ہے ۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَآئِرِ مَنْ لَّدَيْكُمْ اور آپ پر اور ان سب پر جو آپ کے پاس ہیں سلام ہو ۔

نسیان فقیر پر غالب ہے معلوم نہیں رہا کہ آپ کا مکتوب کس کے سپرد تھا ۔ تاکہ سوالوں کے موافق جواب لکھتا ۔ معذور فرمائینگے ۔ میاں شیخ احمد فرملی ، دوستوں میں سے ہے ۔ چونکہ آپ کے قرب و جوار میں رہتا ہے اس لئے امید ہے کہ اس کے حق میں التفات و توجہ کو مدنظر رکھینگے ۔

مکتوب ۲۵۶

چند سوالوں کے جواب میں یعنی اُس سوال کے جواب میں کہ قطب و قطب الاقطاب و غوث و خلیفہ کے کیا معنے ہیں۔ اور اس سوال کے جواب میں کہ حدیث لَوْ تَزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ الخ کی کیا تحقیق ہے۔ اور اس کے متعلق مناسب بیان میں میاں شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا مکتوب شریف جو ایک درویش کے ہمراہ ارسال کیا تھا پہنچا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔ آپ نے پوچھا تھا کہ قطب و قطب الاقطاب و غوث و خلیفہ کے کیا معنے ہیں۔ اور ہر ایک ان میں سے کس کس خدمت پر مامور ہے اور اپنی خدمت کی نسبت اطلاع رکھتے ہیں یا نہیں۔ اور قطب الاقطاب کی بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے۔ کچھ اصل رکھتی ہے۔ یا کہ وہم و خیال کا اختراع ہے ؟

جاننا چاہیئے کہ نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے کامل تابعدار کمال تابعداری کے باعث جب مقام نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں۔ تو ان میں سے بعض کو منصب امامت سے سرفراز کرتے ہیں۔ اور بعض کو صرف اس کمال کے حاصل ہونے پر کفایت فرماتے ہیں۔ یہ دونوں بزرگ اس کمال کے نفس حصول میں برابر ہیں۔ فرق صرف منصب اور عدم منصب اور ان امور میں ہے جو اس منصب سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور جب کامل تابعدار ولایت نبوت کے کمالات کو تمام کر لیتے ہیں۔ تو ان میں سے بعض کو منصب خلافت سے مشرف فرماتے ہیں۔ اور بعض کو صرف ان کمالات کے حاصل ہونے پر کفایت کرتے ہیں جس طرح کہ اوپر گذرا۔

یہ دونوں منصب کمالات اصلیہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور کمالات ظلّیہ میں منصب امامت کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے۔ اور منصب خلافت کے مناسب قطب مدار کا منصب گویا یہ دونوں مقام جو تحت میں ہیں۔ ان دونوں مقاموں کے جو اوپر ہیں ظل ہیں۔

اور شیخ محی الدین عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غوث یہی قطب مدار ہے۔ اس کے نزدیک منصب غوثیت منصب قطبیت سے کوئی علیحدہ منصب نہیں ہے۔ اور جو کچھ فقیر کا عقیدہ ہے

وہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار سے الگ ہے۔ بلکہ اس کے روزگار کا مدد و معاون ہے۔ قطب مدار بعض امور میں اس سے مدد لیتا ہے اور ابدال کے منصب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے۔ اور قطب کو اس کے اعوان و انصار کے اعتبار سے قطب الاقطاب بھی کہتے ہیں۔ کیونکہ قطب الاقطاب کے اعوان و انصار حکمی ہیں۔ اسی واسطے صاحب فتوحات مکیہ لکھتا ہے کہ مَا مِنْ قَرْيَةٍ مُؤْمِنَةٍ كَانَتْ اَوْ كَافِرَةً اِلَّا وَفِيْهَا قُطْبٌ مومنوں یا کافروں کا کوئی ایسا گاؤں نہیں ہے جس میں قطب نہ ہو ✻

جاننا چاہئے کہ صاحب منصب کو البتہ اپنے منصب کا علم ہوتا ہے۔ اور وہ جو اس منصب کا کمال رکھتا ہے اور منصب نہیں رکھتا اس کے لئے لازم نہیں کہ صاحب علم ہو۔ اور اپنی خدمت سے مطلع ہو۔ اور وہ بشارت جو عالم غیب سے پہنچتی ہے اس مقام کے کمالات حاصل ہونے کی بشارت ہے نہ اس مقام کے منصب کی بشارت جو علم سے وابستہ ہے ✻

نیز آپ نے پوچھا تھا کہ اس ایمان سے جو حدیث لَوْ وُزِنَ اِيْمَانُ اَبِيْ بَكْرٍ مَعَ اِيْمَانِ اُمَّتِيْ لَرَجَحَ (اگر ابوبکرؓ کا ایمان میری امت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو البتہ غالب آجائے) میں واقع ہے کیا مراد ہے اور اس کی ترجیح کا کیا سبب ہے ✻

جاننا چاہئے کہ ایمان کا رجحان مُؤْمِنٌ بِهٖ کے رجحان کے باعث ہے۔ چونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے ایمان کے متعلق تمام امت کے ایمان کے متعلقات سے برتر ہے، اس لئے راجح و غالب ہوگا ✻

میرے مخدوم! عروجات میں معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ اگر ایک نقطہ زیادہ بلند جائیں۔ تو وہ کمال جو اس ایک نقطہ کے عروجات کے باعث حاصل ہوتے ہیں۔ تمام گزشتہ کمالات سے بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ نقطہ اپنے تمام ماتحتوں سے افزوں تر ہے۔ یہی حال اس نقطہ کا ہے جو اس نقطہ کے ماتقدم کے اوپر ہے۔ کیونکہ نقطہ ماتقدم مع اپنے ماتحت کے نقطہ فوق کے مقابلہ میں حقیر و نقیر ہے۔ پس اس قیاس پر جس کے ایمان کا متعلق کمال فوق ہو۔ وہ بیشک اپنے تمام ماتحت سے راجح و غالب ہوگا۔ اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ عارف کا معاملہ یہاں تک پہنچتا ہے کہ ایک لحظہ میں تمام ماتقدم کمالات کو حاصل کر لیتا ہے۔ اور فقیر کی تحقیق کے اندازہ کے موافق ایک لمحہ میں تمام ماتقدم کمالات سے زیادہ تحصیل کر لیتا ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے

اعتبار ہی اعتبار ہیں۔ جو صفات و شیونات کے مبادی ہیں۔ ان اصول سہ گانہ کے کمالات کا حاصل ہونا نفس مطمئنہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس کو اس مقام میں اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اسی مقام میں شرح صدر حاصل ہوتا ہے اور سالک اسلام حقیقی سے مشرف ہوتا ہے ✦

یہ وہی مقام ہے جہاں نفس مطمئنہ تخت صدر پر جلوس فرماتا ہے اور مقام رضا و ارتضا پر ترقی کرتا ہے۔ ولایت کبرےٰ یعنی ولایت انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا انتہا یہی مقام ہے ✦

جب سیر یہاں تک ہو چکا تو وہم و خیال میں آیا کہ اب کام سب ختم ہو چکا۔ اتنے میں آواز آئی کہ یہ سب کچھ ابھی اسم ظاہر کی تفصیل تھی۔ اور ابھی پرواز کے لئے ایک ہی بازو میسر ہوا ہے۔ اور اسم باطن۔ جو عالم قدس کی طرف پرواز کرنے کیلئے دوسرا بازو ہے ابھی درپیش ہے۔ جب تو اس کو بھی مفصل طور پر سرانجام کریگا۔ تو پرواز کے لئے دونوں بازو تجھے حاصل ہونگے۔ جب اللہ تعالےٰ کی عنایت سے اسم باطن کا سیر بھی سرانجام پا چکا۔ تو دونوں بازو میسر ہو گئے ✦

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔ اللہ تعالےٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت بخشی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ بخشتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق لیکر آئے ہیں ✦

اے فرزند! اسم باطن کے سیر کی نسبت کیا لکھا جائے۔ اس سیر کا حال استتار و بطون (در پردہ رہنے) کے مناسب ہے۔ البتہ اس قدر بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اسم ظاہر کا سیر صفات میں ہے۔ بغیر اس بات کے کہ ان کے ضمن میں ذات ملحوظ ہو۔ اور اسم باطن کا سیر بھی اگرچہ اسما میں ہے لیکن ان کے ضمن میں ذات ملحوظ ہے۔ اور یہ اسما ڈھالوں کی طرح ہیں جو حضرت ذات کے روپوش ہیں ✦

مثلاً صفت علم میں ہرگز ذات ملحوظ نہیں ہے لیکن اس کے اسم علیم میں پردہ صفت کے پیچھے ذات ملحوظ ہے۔ کیونکہ علیم ایک ذات ہے جس کی صفت علم ہے۔ پس علم کا سیر اسم ظاہر کا سیر ہے۔ اور علیم کا سیر اسم باطن کا سیر۔ باقی تمام صفات و اسما کا حال اسی قیاس پر ہے ✦

یہ اسما جو اسم باطن سے تعلق رکھتے ہیں ملائکہ ملاء اعلےٰ علےٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کے مبادی ہیں۔ اور ان اسما میں سیر کا آغاز ولایت علیا میں جو ملاء اعلےٰ کی ولایت

یہی صفت ایک اعتبار سے حضرت نوح علٰے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدء تعین ہے اور
ان اعتبارات کا تعین خواجہ محمد اشرف کے مکتوب میں ذکر ہو چکا ہے ٭
اور یہ جو بعض مشائخ نے کہا ہے کہ حقیقت محمدی ﷺ تعین اوّل ہے جو حضرت اجمال ہے اور وحدت کے نام سے موسوم ہے۔ ان کی مراد جو کچھ اس فقیر پر ظاہر ہوئی ہے۔ یہ ہے کہ اس سے ان کی مراد اسی دائرہ ظل کا مرکز ہے۔ اس دائرہ ظل کو تعین اول سمجھے ہیں۔ اور اس کے مرکز کو اجمال جانکر اس کا نام وحدت رکھا ہے۔ اور اس مرکز کی تفصیل کو جو اس دائرہ کا محیط ہے واحدیت گمان کیا ہے۔ اور دائرہ ظل کے مقام فوق کو جو اسما و صفات کا دائرہ ہے۔ ذات بیچون جو تعین سے مبرا ہے تصور کیا ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ اس دائرہ ظل کا مرکز دائرہ فوق کے جو اس کا اصل ہے اور اسما و صفات اور شیون و اعتبارات کے دائرہ سے موسوم ہے۔ مرکز کا ظل ہے۔ حقیقت میں حقیقت محمدی اس دائرہ اصل کا مرکز ہے جو اسما و شیونات کا اجمال ہے۔ اور اس دائرہ میں ان اسما و صفات کی تفصیل واحدیت کا مرتبہ ہے۔ اور ظلال اسما کے مرتبہ میں وحدت اور واحدیت کا اطلاق کرنا ظل کو اصل کے مشابہ سمجھنے پر مبنی ہے اور سیر فی اللہ کا اطلاق بھی اس مقام میں اسی قسم سے ہے۔ حالانکہ وہ سیر در حقیقت سیر الی اللہ میں داخل ہے۔ اس کے بعد اگر دائرہ اسما و صفات میں جو اس دائرہ ظل کا اصل ہے۔ سیر فی اللہ کے طریق پر عروج واقع ہو جائے۔ تو ولایت کبرےٰ کے کمالات کا آغاز شروع ہو جائیگا۔ اور یہ ولایت کبرےٰ اصلی طور پر انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور ان کی تابعداری کے باعث ان کے اصحاب کرام کو بھی یہ دولت حاصل ہوئی ہے۔ اس دائرہ کا نچلا نصف حصہ اسما و صفات زائدہ کو متضمن ہے اور اوپر کا نصف حصہ شیون و اعتبارات ذاتیہ پر مشتمل ہے ٭
عالم امر کے پنجگانہ لطائف و مراتب کا عروج اس دائرہ اسما و شیونات کے نہایت تک ہے۔ اس کے بعد اگر محض فضل خداوندی جلشانہٗ سے صفات و شیونات کے مقام سے زیادہ تر واقع ہو۔ تو ان کے اصول کے دائرہ میں سیر واقع ہوگا۔ اور اس دائرہ اصول کے آگے ان اصول کے اصول کا دائرہ ہے۔ اور اس دائرہ کے طے کرنے کے بعد دائرہ فوق کی ایک قوس ظاہر ہوگی۔ اس کو بھی قطع کرنا پڑتا ہے۔ چونکہ دائرہ فوق سے ایک قوس کے سوا اور کچھ ظاہر نہ ہوا۔ اس لئے اسی قوس پر بس کی گئی۔ شاید یہاں کوئی سر ہوگا جس پر اطلاع نہیں بخشی اور اسما و صفات کے یہ اصول سہ گانہ جو مذکور ہوئے جو حضرت ذات تعالےٰ و تقدس میں محض

ہے۔ قدم رکھتا ہے ٭

اب علم و علیم اور اسم ظاہر و اسم باطن کے درمیان فرق بیان کیا جاتا ہے تاکہ تو اس فرق کو تھوڑا نہ خیال کرے اور نہ کہے کہ علم سے علیم تک تھوڑا رستہ ہے۔ نہیں۔ بلکہ وہ فرق جو مرکز خاک اور محدب عرش کے درمیان ہے۔ اس فرق کی نسبت ایسا ہے جیسے دریائے محیط کی نسبت قطرہ۔ کہنے کو نزدیک ہے پر حاصل ہونے میں دُور ہے۔ اور مقامات کا ذکر جو مجمل طور پر بیان کیا گیا ہے۔ وہ بھی اسی قسم سے ہے ٭

مثلاً کہا گیا ہے کہ پنجگانہ عالم امر کو طے کرکے ان کے اصول کا سیر کرے تاکہ دائرہ امکان تمام ہو جائے۔ اس تھوڑی سی عبارت میں سیر الی اللہ کا پورا ذکر آچکا ہے۔ لیکن اس سیر کے حاصل ہونے میں پنجاہ ہزار سال کی راہ کا اندازہ کیا گیا ہے ٭

آیت کریمہ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ فِیْ یَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَةٍ (فرشتے اور رُوح چڑھتے ہیں اُس دن میں جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہے) اسی مطلب کی رمز کو بیان کرتی ہے ٭

حاصل کلام یہ کہ حق تعالیٰ کے جذبۂ عنایت کے آگے کچھ دُور نہیں ہے کہ اس قدر مدت دراز کے کام کو ایک لحظہ میں میسر کردے ع

بر کریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ ع کریموں پر نہیں ہیں کام مشکل ٭

اور اسی طرح جو کہا گیا ہے کہ دائرۂ اسما و صفات و شیون و اعتبارات کو طے کرکے ان کے اصول میں سیر کرے۔ تمام اسما و صفات و شیون و اعتبارات کا طے کرنا کہنے میں آسان ہے۔ لیکن طے کرنے میں مشکل ہے۔ اس طے کی نسبت مشائخ نے فرمایا ہے کہ مَنَازِلُ الْوُصُوْلِ لَا تَنْقَطِعُ اَبَدَ الْاٰبِدِیْنَ وصول کی منزلیں کبھی ختم نہیں ہوتیں۔ اور ان مراتب کے تمامی سیر سے منع کیا ہے

نہ حسنش غایتے دارد نہ سعدی را سخن پایاں
بمیرد تشنہ مستسقی و دریا ہمچناں باقی

نہ اُس کے حُسن کی غایت نہ سعدی کے سخن کی حد
مرے تشنہ ہی مستسقی بھی اور دریا بھی ویسا ہے

تو یہ گمان نہ کرے کہ مراتب کا منقطع نہ ہونا تجلیات ذاتیہ کے اعتبار سے کہا ہو۔ نہ کہ تجلیات صفاتیہ کے اعتبار سے۔ اور حُسن سے مراد حُسن ذاتی ہو نہ کہ حُسن صفاتی۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں کہ وہ تجلیات ذاتیہ

شیونات و اعتبارات کے ملاحظہ کے بغیر نہیں ہیں۔ اور وہ حسن ذاتی صفات جمالیہ کے روپوش کے بغیر نہیں ہے کیونکہ اس مقام میں ان روپوشوں کے بغیر گفتگو کی مجال نہیں ہے۔ مَنْ عَرَفَ اللّٰہَ کَلَّ لِسَانُہٗ جس نے اللہ کو پہچانا اس کی زبان گنگ ہوگئی۔ اور تجلی ایک قسم کی ظلیت چاہتی ہے۔ اس لئے اس مقام میں شیون کے ملاحظہ سے چارہ نہیں۔ پس یہ منازل وصول اور مراتب حسن دائرۂ اسماء و شیونات میں داخل ہیں جن کا منقطع ہونا ان کے نزدیک مشکل ہے لیکن وہ امر جو اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ تجلیات و ظہورات کے ماوراء ہے۔ خواہ وہ تجلیات ذاتی ہوں خواہ صفاتی۔ اور حسن و جمال کے ماوراء ہے خواہ وہ حُسن ذاتی ہو خواہ صفاتی۔

غرض مطالب بلند اور مقاصد ارجمند کے موتیوں کو مختصر طور پر چھوٹی چھوٹی عبارتوں کی لڑی میں پرو دیا ہے۔ اور بے نہایت دریاؤں کو چند کوزوں میں بند کر دیا ہے۔ فَلَا تَکُنْ مِّنَ الْقَاصِرِیْنَ پس کوتاہ ہمت نہ ہو۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اسم ظاہر اور اسم باطن کے دونوں پروں کے حاصل ہونے کے بعد جب پرواز میسر ہوا۔ اور عروج واقع ہوئی۔ تو معلوم ہوا کہ یہ ترقیات اصالت کے طور پر عنصر ناری اور عنصر ہوائی اور عنصر آبی کے نصیب ہیں۔ بلکہ ملائکہ کرام کو بھی ان عناصر سہ گانہ سے نصیب حاصل ہے۔ جیسے کہ وارد ہوا ہے کہ بعض ملائکہ آگ اور برف سے مخلوق ہیں۔ اور ان کی تسبیح سُبْحَانَ الَّذِیْ جَمَعَ بَیْنَ النَّارِ وَالثَّلْجِ (پاک ہے وہ ذات جس نے آگ اور برف کو جمع کر دیا)۔

اس سیر کی اثنا میں حالت واقع میں ظاہر ہوا کہ میں ایک رستہ میں جا رہا ہوں اور بہت چلنے کے باعث تھک گیا ہوں۔ اور لاٹھی اور عصا کی خواہش رکھتا ہوں کہ شاید اس کی مدد سے چل سکوں۔ لیکن نہیں ملتی۔ اور ہر خس و خاشاک کی طرف ہاتھ ڈالتا ہوں تاکہ رستے پر چلنے کی طاقت حاصل ہو۔ کیونکہ راہ طے کرنے سے چارہ نہ تھا۔ اور جب کچھ مدت اسی طرح چلتا رہا۔ ایک شہر کی فضا (گرد نواح کا میدان) ظاہر ہوئی۔ اس فضا کی مسافت طے کرنے کے بعد اس شہر میں داخل ہوا۔ میں نے معلوم کیا کہ یہ شہر تعین اول سے مراد ہے۔ جو تمام مراتب اسماء اور صفات و شیون و اعتبارات کا جامع ہے۔ اور نیز ان مراتب کے اصول اور ان کے اصول کے اصول کا جامع ہے۔ اور اعتبارات ذاتیہ کا منتہا ہے جن کے درمیان تمیز کرنا علم حصولی کے مناسب ہے اس کے بعد اگر سیر واقع ہو تو علم حضوری کے مناسب ہوگا۔

اے فرزند! آنحضرت جل سلطانہٗ میں علم حصولی اور علم حضوری کا اطلاق مثال اور نظیر کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ صفات جن کا وجود ذات تعالےٰ کے وجود پر زائد ہے ان کا علم علم حصولی کے مناسب ہے اور اعتبارات ذاتیہ جن کا ذات تعالےٰ پر زیادہ ہوتا ہرگز متصوّر نہیں۔ ان کا علم علم حضوری کے مناسب ہے۔ ورنہ وہاں تو سوائے اس تعلق کے جو علم کو اپنے معلوم سے ہے بغیر اس امر کے کہ معلوم کی نسبت کچھ اس میں حاصل ہو۔ اور کچھ نہیں ہے۔ فافہم۔ اور تعینِ اول جس سے وہ شہر جامع مراد ہے انبیائے کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تمام ولایات کا جامع اور ولایت علیا کا منتہا ہے جو اصلی طور پر ملائے اعلیٰ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اس مقام میں ملاحظہ کیا گیا کہ آیا یہ تعینِ اول حقیقت محمدی ہے یا نہیں۔ تو معلوم ہوا کہ حقیقت محمدی وہی ہے جو اُوپر ذکر ہو چکی ہے۔ اور اس کو تعینِ اول اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ اسماء و صفات و شیون و اعتبارات کی جامعیت کے اعتبار سے اس تعینِ اول کے ظل کا مرکز ہے۔ اور وہ سیر جو اس شہر کے اوپر واقع ہو، وہ کمالات نبوت کا شروع ہے۔ ان کمالات کا حاصل ہونا انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہ کمالات مقام نبوت سے ناشی اور پیدا ہوئے ہیں۔ اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو بھی ان کی تابعداری کے سبب ان کمالات سے کچھ حصہ ملجاتا ہے۔ اور لطائف انسانی کے درمیان عنصر خاک کو اصالت کے طور پر ان کمالات کا بہت سا حصہ حاصل ہے۔ باقی تمام اجزائے انسانی خواہ وہ عالم امر سے ہوں خواہ عالم خلق سے سب اس مقام میں اسی عنصر پاک کے تابع ہیں۔ اور اسی کی طفیل اس دولت سے مشرف ہیں اور چونکہ یہ عنصر بشر کے ساتھ مخصوص ہے اس لئے خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہو گئے کیونکہ جو کچھ اس عنصر کو حاصل ہوا ہے اور کسی کو وہ میسر نہیں ہوا۔ اور دُنُوّ کے بعد تَدَلِّیْ کی حقیقت اسی مقام سے ظاہر ہوتی ہے۔ اور قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی کا سر اسی جگہ منکشف ہوتا ہے۔ اور اس سیر میں معلوم ہوتا ہے کہ تمام ولایتوں یعنی صغرےٰ و کبرےٰ و علیا کے کمالات سب مقام نبوت کے کمالات کے ظلال ہیں۔ اور وہ کمالات ان کمالات کی حقیقت کے لئے شبح و مثال کی طرح ہیں۔ اور روشن ہوتا ہے کہ اس سیر کے ضمن میں ایک نقطہ کا طے کرنا مقام ولایت کے تمام کمالات کے طے کرنے سے زیادہ ہے۔ پھر قیاس کرنا چاہئے کہ ان سب کمالات کو تمام گذشتہ کمالات کے ساتھ کیا نسبت ہوگی۔ دریائے محیط کو بھی قطرہ کیساتھ کچھ نہ کچھ نسبت ضرور ہے۔ لیکن یہاں تو یہ نسبت بھی مفقود ہے۔ ہاں اس قدر کہ سکتے ہیں کہ مقام نبوت کو مقام ولایت

سے وہ نسبت ہے جو غیر متناہی کو متناہی کے ساتھ ہے ؏

سُبحان اللہ! اس ستر سے جاہل کہتا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ اور دوسرا اس معاملہ سے ناواقف ہونے کے باعث اس کی توجیہ میں کہتا ہے کہ نبی کی ولایت نبوت سے افضل ہے۔ کَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ چھوٹا منہ بڑی بات ؏

اور جب اللہ تعالیٰ کی عنایت اور اُس کے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے سے اس سیر کو بھی انجام تک پہنچایا۔ تو مشہود ہوا کہ اگر ایک قدم اور سفر میں زیادہ کرتے تو عدم محض میں جا پڑیگا۔ کیونکہ اس کے آگے عدم محض کے سوا کچھ نہیں ؏

اے فرزند! اس ماجرا سے تو یہ وہم نہ کرے کہ عنقا شکار ہو گیا۔ اور سیمرغ جال میں پڑ گیا ~~

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں
کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

ترجمہ ~~ اُٹھائے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے
لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے

کیونکہ وہ حق سبحانہ وتعالیٰ وراء الوراء ثم وراء الوراء ہے ~~

ہنوز ایوان استغنا بلند است
مرا فکر رسیدن ناپسند است

ترجمہ ~~ ابھی اونچا ہے استغنا کا ایواں
وہاں چڑھنے کا مت کر فکر نادان

وہ ورائیت حجب کے وجود کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ حجب سب کے سب مرتفع ہو گئے ہیں۔ بلکہ عظمت و کبریا کے ثبوت کے اعتبار سے ہے جو ادراک کے مانع اور وجدان کے منافی ہے۔ کیونکہ وہ حق سبحانہ وجود میں اقرب ہے اور وجدان و ادراک سے ابعد ہے۔ ہاں بعض کامل مرادمندوں کو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طفیل عظمت و کبریا کے ان پردوں میں جگہ دیتے ہیں۔ فَعُوْمِلَ مَعَهُمْ مَا عُوْمِلَ مَعَهُمْ اور جیسے کہ چاہیئے اُن کے ساتھ معاملہ کرتے ہیں ؏

اے فرزند! یہ معاملہ انسان کی اس ہیئت وحدانی سے مخصوص ہے جو عالم خلق اور عالم امر کے مجموعہ سے ناشی ہوئی ہے۔ باوجود اس کے اس مقام میں بھی سب کا رئیس عنصر خاک ہے۔ اور یہ جو کہا ہے کہ لَيْسَ وَرَاءَهٗ اِلَّا الْعَدَمُ الْمَحْضُ اس کے آگے سوائے عدم محض کے کچھ نہیں ہے وہ اس لئے کہ وجود خارجی اور وجود علمی کے تمام ہونے کے بعد عدم کا حاصل ہونا ہے جو اس کے نقیض ہے۔ اور حق سبحانہ کی ذات اس وجود و عدم کے ماوراء ہے جس طرح عدم کو وہاں راہ نہیں۔ وجود کی بھی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ وہ وجود جس کی

جس کی نقیض عدم ہو، اس بارگاہ جل شانہ کے لائق نہیں ہے۔ اور اگر عبارت کی تنگی کے باعث اس مرتبہ میں وجود کا اطلاق کریں۔ تو اس سے وہ وجود مراد ہو گا جس کی نقیض بننے کی عدم کو مجال نہیں ہے ✤

اور یہ جو اس فقیر نے اپنے بعض مکتوبات میں لکھا ہے کہ حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ کی حقیقت وجود محض ہے۔ اس معاملہ کی حقیقت کو نہ پانے کے باعث لکھا ہے۔ اور وہ بعض معارف جو توحید وجودی وغیرہ میں لکھے ہیں وہ بھی اسی قسم کے ہیں۔ ان کا سر بھی یہی عدم اطلاع ہے۔ جب معاملہ کی اصل حقیقت سے فقیر کو آگاہ کیا۔ جو کچھ ابتدا اور وسط میں لکھا اور کہا ہے اس سے نادم ہوا۔ اور استغفار کیا اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ وَاَتُوْبُ اِلَی اللّٰهِ مِنْ جَمِیْعِ مَا کَرِہَ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰی میں اللہ سے بخشش مانگتا ہوں اور اس کی طرف توبہ کرتا ہوں۔ ان تمام باتوں سے جو اللہ تعالےٰ کو ناپسند ہیں ✤

اس بیان سے روشن ہوا کہ کمالات نبوت مراتب صعود میں ہیں۔ اور نیز نبوت کے عروجات میں توجہ حق تعالےٰ کی طرف ہے۔ نہ جیسے کہ اکثر نے گمان کیا ہے کہ ولایت میں حق تعالیٰ کی طرف توجہ ہے اور نبوت میں توجہ خلق کی طرف۔ اور ولایت مراتب عروج میں ہے اور نبوت مدارج نزول میں۔ اسی وجہ سے بعض نے وہم کیا ہے کہ ولایت نبوت سے افضل ہے۔ ہاں نبوت و ولایت میں سے ہر ایک کے لئے عروج و ہبوط ہے۔ عروج میں دونوں کا منہ حق کی طرف ہے اور ہبوط میں دونوں کا منہ خلق کی طرف ✤

حاصل کلام یہ ہے کہ نبوت کے مرتبہ ہبوط میں کلی طور پر خلق کی طرف توجہ ہے۔ اور ولایت کے مرتبہ ہبوط میں کلی طور پر خلق کی طرف منہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کا باطن رو بحق ہے اور اس کا ظاہر رو بخلق۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صاحب ولایت نے عروج کے مقامات کو تمام نہ کر کے نزول کیا ہے اسی واسطے فوق کی نگرانی ہر دم اس کی دامنگیر ہے۔ اور خلق کی طرف کلی طور پر اس کی توجہ کی مانع ہے۔ برخلاف صاحب نبوت کے کہ اس نے مقامات عروج کو تمام کر کے ہبوط فرمایا ہے۔ اسی واسطے وہ کلی طور پر خلق کو خالق کی طرف دعوت کرنے میں متوجہ ہے۔ فَافْهَمْ فَاِنَّ هٰذِهِ الْمَعْرِفَةَ الشَّرِیْفَةَ وَاَمْثَالَهَا مِمَّا تَکَلَّمَ بِهَا اَحَدٌ یہ معرفت شریفہ اور اس قسم کے اور معارف اس قسم کے ہیں کہ پہلے کسی نے بیان نہیں کئے ✤

جاننا چاہیئے کہ عنصر خاک جس طرح مراتب عروج میں سب سے بالاتر جاتا ہے۔

اسی طرح متنازل ہوجائیں وہ عنصر سب سے زیادہ نیچے آجاتا ہے۔ اور کیونکر نیچے نہ آئے جب کہ اس کا طبعی مکان سب سے نیچے ہے۔ اور چونکہ سب سے زیادہ نیچے ہے اسی واسطے اس کے صاحب کی دعوت اتم ہے اور اس کا افادہ اکمل ہے۔

اے فرزند! جان لے کہ جب طریقہ نقشبندیہ میں سیر کی ابتدا قلب سے ہے جو عالم امر سے ہے تو بات کی ابتدا بھی عالم امر سے کی گئی۔ برخلاف مشائخ کرام کے باقی طریقوں کے جو شروع میں تزکیۂ نفس کرتے ہیں اور قالب یعنی وجود کو پاک فرماتے ہیں۔ اور بعدازاں عالم امر میں آتے ہیں۔ اور جہاں تک اللہ تعالےٰ کو منظور ہو اس میں عروج کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دوسروں کی نہایت ان بزرگواروں کی ہدایت میں مندرج ہے۔ اور یہ طریق سب طریقوں سے اقرب ہے۔ کیونکہ ان کے اس سیر کے ضمن میں تزکیہ و تطہیر بہت اچھی طرح حاصل ہوجاتا ہے اور مسافت کوتاہ ہوجاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان بزرگواروں نے عالم خلق کی سیر کو قصداً ضائع اور بیکار ہی نہیں جانا۔ بلکہ مطلب کے پانے میں مضر و مانع یقین کیا ہے۔ کیونکہ سالکانِ طریق مشکل سے مشکل ریاضتوں اور سخت سے سخت مجاہدوں اور تزکیہ کے قدم کے ساتھ عالم خلق کی صورت کے جنگلوں کو قطع کرکے جب عالم امر کا سیر شروع کرتے ہیں۔ اور انجذاب قلبی اور التذاذ روحی میں پڑتے ہیں تو بسا اوقات ایسا ہوا کرتا ہے کہ اکثر اسی انجذاب پر قناعت کرتے اور اسی التذاذ پر کفایت کرتے ہیں۔ اور اس عالم کے لامکان ہونے کا گمان ان کو دامنگیر ہوجاتا ہے۔ اور اس عالم کی بیچونی کی آمیزش ان کو بیچون حقیقی سے ہٹا رکھتی ہے۔

شاید اسی مقام پر کسی سالک نے کہا ہے کہ میں تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش کرتا رہا۔ اور دوسرے نے کہا ہے کہ استوے کا سر اور عرش پر تنزیہ کا ظہور معارف غامضہ سے ہے۔

اور بیان سابقہ سے معلوم ہوچکا ہے کہ یہ تنزیہ بھی دائرہ امکان میں داخل ہے۔ ہاں تنزیہ نما ہے۔ اور حقیقت میں تشبیہ ہے۔ برخلاف اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں کے کہ مقام جذبہ سے شروع کرتے ہیں۔ اور اس التذاذ کی مدد سے ترقی کرتے ہیں۔ یہ انجذاب والتذاذ ان بزرگواروں کے حق میں ایسا ہے، جیسے دوسروں کے حق میں ریاضتیں اور مجاہدے۔ پس جو کچھ دوسروں کے لئے وصول کا مانع ہے۔ وہ ان بزرگواروں کے لئے مدد و معاون ہے۔ عالم امر کی لامکانیت کو عین مکانیت تصور کرکے حقیقی لامکانی کی طرف توجہ

کرتے ہیں۔ اور اس عالم کی بیچونی کو عین چون جانکر بیچون حقیقی کی طرف ترقی کرتے ہیں۔ اسی واسطے دوسروں کی طرح وجد و حال کے غرور پر فریفتہ نہیں ہوتے۔ اور بچوں کی طرح اس امر کے جوز و مویز پر فریفتہ نہیں ہوتے۔ اور ترہات صوفیہ پر خوش نہیں ہوتے۔ اور شطحیات مشائخ پر فخر نہیں کرتے اور احدیت صرف کی طرف متوجہ ہیں اور اسم و صفت سے ذات مقدس کے سوا کچھ نہیں چاہتے۔

جاننا چاہئے کہ یہ عروج جو پہلے ذکر ہوچکا ہے۔ محمدی المشرب کے ساتھ مخصوص ہے جو تام الاستعداد ہے۔ اور جو عالم امر کے جواہر خمسہ کے کمالات سے حصہ رکھتا ہے۔ خواہ عالم صغیر ہو خواہ کبیر۔ اور ایسے ہی پنجگانہ اصول سے جو اسماء وجوبی کے ظلال ہیں حظ وافر رکھتا ہے اور ایسے ہی ان ظلال کے اصول سے جو اسماء و صفات کا مقام ہے، بہرہ ور ہوتا ہے۔

اور یہ جو کہا ہے کہ تام الاستعداد ہو۔ وہ اس لئے کہا ہے کہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر محمدی المشرب کو کمالات اخفےٰ کے کمالات سے بھی جو مراتب امر کا نہایت ہے۔ حصہ حاصل ہوتا ہے لیکن معاملہ اخفےٰ کو انجام تک نہیں پہنچاتا۔ اور اس کے اخیری نقطہ تک منتہی نہیں ہوتا۔ بلکہ اس کی ابتدا یا وسط میں رہ جاتا ہے۔ اور جب اخفیٰ میں کوتاہی کرے تو اس کے اندازہ کے موافق اُس کے اصول میں بھی کوتاہی کریگا۔ اور کام کو انجام تک نہ پہنچائیگا۔ عالم امر کے باقی چارگانہ مراتب میں بھی یہی نسبت ہے کہ ہر مرتبہ کی استعداد کا کامل ہونا اس کے اخیری نقطہ تک پہنچنے سے وابستہ ہے۔ ابتدا اور وسط نقص کی خبر دیتا ہے اگرچہ نہایت سے بال کے برابر کم ہو۔ ؎

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست درون دیدہ اگر نیم موست بسیار ست

ترجمہ ؎ فراق یار گو تھوڑا ہی ہو لیکن نہیں تھوڑا
برابر نیم مُو کے بھی بہت ہے چشم عاشق میں

اور یہ کوتاہی اصول اور اصول اصول میں سرایت کر جائیگی۔ اور مطلب تک پہنچنے سے روک دیگی۔ اور یہ جو کہا ہے کہ یہ بیان محمدی المشرب کے مخصوص ہے۔ اس لئے کہا ہے کہ محمدی المشرب کے سوا کسی ایک کا کمال درجات ولایت میں سے اول درجہ تک ہی محدود ہوتا ہے۔ اور درجہ اول سے مراد مرتبہ قلب ہے۔ اور دوسرے کا کمال درجات ولایت میں سے دوسرے درجہ یعنی مقام روح تک محدود ہوتا ہے۔ اور تیسرے شخص کے کمال کا عروج تیسرے درجے تک ہوتا ہے جو مقام سِر ہے۔ اور چوتھے شخص کے کمال کا عروج چوتھے درجے تک ہوتا ہے جو مقام خفی ہے۔ درجہ اول کی مناسبت صفات فعال کی تجلی کے ساتھ ہے۔ اور درجہ دوم کی مناسبت صفات ثبوتیہ ذاتیہ

کی تجلی سے ۔ اور درجہ سوم کی مناسبت شیون و اعتبارات ذاتیہ کے ساتھ ۔ اور درجہ چہارم کو صفات سلبیہ کے ساتھ جو تقدیس و تنزیہ کا مقام ہے، مناسبت ہے ۔ اور درجات ولایت میں سے ہر ایک درجہ انبیاء اولو العزم میں سے ایک نبی کے قدم کے نیچے ہے ✤

ولایت کا درجہ اول حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم کے نیچے ہے اس کا رب صفت التکوین ہے جو افعال کے صادر ہونے کا منشا ہے ۔ اور درجہ دوم حضرت ابراہیم علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے ۔ اور حضرت نوح علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی اس مقام میں مشارکت رکھتے ہیں ۔ ان کا رب صفت العلم ہے جو صفات ذاتیہ میں سے جامع ہے اور درجہ سوم حضرت موسےٰ علیٰ نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے ۔ اس کا رب مقام شیونات سے شان الکلام ہے ۔ اور درجہ چہارم حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے ۔ اس کا رب صفات سلبیہ سے ہے جو مقام تقدیس و تنزیہ ہے نہ ثبوتیہ سے ۔ اور اکثر ملائکہ کرام اس مقام میں حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مشارکت رکھتے ہیں ۔ اور ان کو اس مقام میں شان عظیم حاصل ہے ۔ اور درجہ پنجم خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے زیر قدم ہے ۔ اس کا رب رب الارباب ہے جو صفات و شیونات و تقدیسات و تنزیہات کا جامع اور ان کمالات کے دائرہ کا مرکز ہے ۔ اور مرتبہ شیونات و صفات میں اس رب جامع کی تعبیر شان العلم کے ساتھ مناسب ہے ۔ کیونکہ یہ شان عظیم الشان تمام کمالات کا جامع ہے ۔ اسی مناسبت کے سبب سے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملت ہوئی ۔ اور ان کا قبلہ ان کا قبلہ بنا علیہما الصلوٰۃ والسلام ✤

جاننا چاہیئے کہ اقدام ولایت کا ایک دوسرے سے افضل ہونا درجوں کے مقدم و مؤخر ہونے کے اعتبار سے نہیں ہے تاکہ صاحب اخفےٰ دوسروں سے افضل ہو ۔ بلکہ اصل سے قریب و بعید ہونے اور درجات ظلال کی منزلوں کو زیادہ اور کم طے کرنے کے اعتبار سے ہے ۔ پس ہو سکتا ہے کہ صاحب قلب اصل سے قریب ہونے کے اعتبار سے صاحب اخفےٰ سے جس کو یہ قرب حاصل نہیں ۔ افضل ہو ۔ اور کیونکر نہ ہو جب کہ نبی کی وہ ولایت جو ولایت کے درجہ اول میں ہے اس ولی کی ولایت سے قطعی طور پر افضل ہے جو اخیری درجہ میں ہے ۔ پوشیدہ نہ رہے کہ لطائف کا مذکورہ بالا ترتیب کے ساتھ سلوک کرنا یعنی قلب سے روح اور روح سے سر اور سر سے خفی اور خفی سے اخفےٰ تک پہنچنا بھی محمدی المشرب کے ساتھ مخصوص ہے ۔ جو ترتیب وار ان پنجگانہ عالم امر کو تمام کر کے

بترتیب ان کے اصول میں سیر کرتا ہے۔ بعد ازاں اصول اصول میں اسی ترتیب کو مدنظر رکھ کر کام کو سرانجام کرتا ہے۔ اور احدیت کی طرف متوجہ ہونے والوں کے لئے یہ راستہ اس مذکورہ بالا ترتیب سے وصول کے لئے شاہراہ اور صراط مستقیم ہے۔ برخلاف دوسری ولایتوں کے کہ ان میں گویا ہر درجہ سے نقب کھود کر مطلوب تک لے گئے ہیں۔ یعنی مقام قلب سے نقب کھود کر صفات افعال تک جو اس کی اصل کا اصل ہے لے گئے ہیں۔ اور اسی طرح مقام روح سے نقب کھود کر صفات ذاتیہ تک لے گئے ہیں۔ علے ہذا القیاس۔ اور شک نہیں ہے کہ حق تعالےٰ کے افعال وصفات اس کی ذات سے منفک نہیں ہیں۔ اگر انفکاک ہے تو ظلال میں ہے۔ پس اس مقام میں افعال وصفات کے واصلوں کو بھی ذات بیچون تعالےٰ وتقدس کی تجلیات سے حصہ حاصل ہوگا۔ جس طرح کہ صاحب اخفٰی کو اس کام کے تمام کرنے کے بعد یہ دولت میسر ہوگی۔ اگرچہ علو وسفل یعنی بلندی وپستی کے اعتبار سے تفاوت باقی رہیگا۔ اور صاحب قلب صاحب اخفٰی کے ساتھ برابری نہ کر سکیگا۔ لیکن اس جگہ تو غلطی نہ کرے کہ یہ تفاوت اولیا کے درمیان متصور ہے۔ کیونکہ مرتبہ کمال تک دونوں کے پہنچنے کے بعد ولایت قلب والا ولایت اخفٰی والے سے کم درجے کا ہے۔ لیکن اولیا اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت یہ تفاوت مفقود ہے۔ کیونکہ نبی کی ولایت جو مقام قلب سے ناشی ہے۔ ولی کی ولایت سے جو مقام اخفٰی سے ناشی ہوئی ہے افضل ہے۔ اگرچہ اس ولی نے اخفٰی کے کمالات کو انجام تک پہنچایا ہو۔ اور اس صاحب ولایت کا سر اس ولایت کے نبی کے زیر قدم ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ إِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُورُونَ وَإِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغَالِبُونَ بیشک ہمارے مرسل بندوں کے لئے ہمارا وعدہ ہو چکا کہ یہی فتحمند ہیں۔ اور یہی ہمارا لشکر غالب ہے۔

ہاں یہ تفاوت انبیا کے درمیان ایک دوسرے کے ساتھ متصور ہے۔ اور بلندی والا پستی والے سے افضل ہے۔ لیکن یہ تفاوت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام میں بھی عالم امر کے دائرہ کمالات کے اخیر تک ہے۔ بعد ازاں یہ تفاضل اس بلندی وپستی پر منحصر نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس مقام میں اس پستی والا اس بلندی والے سے افضل ہو۔ جیسے کہ ہم نے اس مقام میں حضرت موسےٰ وعیسےٰ علےٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے درمیان اس تفاوت کو مشاہدہ کیا ہے کہ حضرت موسےٰ ع اس مقام میں جسیم اور شان عظیم کے ساتھ ہیں۔ اور حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ جسامت وشان

حاصل نہیں ہے۔

لیکن ہم نے معلوم کیا ہے کہ اس مقام میں یہ تفاوت اس بلندی و پستی کے سوا ایک اور امر کے سبب سے ہے۔ جس کو ہم انشاء اللہ تعالیٰ اللہ کی حسن توفیق اور کمال منت اور کرم کے ساتھ اس کے بعد مفصل طور پر ابھی بیان کرینگے۔

اسی طرح یہ تفاوت حضرت خلیل الرحمن علیہ السلام اور حضرت خاتم الرسل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا باقی تمام پیغمبروں علیہم الصلوٰۃ والسلام کے درمیان ان کے کمالات میں جو کعبہ ربانی کی حقیقت کے ساتھ جو تمام حقائق بشریت اور ملکیت سے برتر ہے تعلق رکھتے ہیں مشاہدہ کیا کہ حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس جگہ وہ شان عظیم اور مرتبہ بلند حاصل ہے جو کسی اور کو میسر نہیں ہوا۔

اس مقام عجیب میں جو عظمت و کبریا کے پردوں کے ظہور کا مقام ہے اس مقام کے مرکز یعنی مقام اجمال کے کمالات حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہیں۔ اور باقی سب مفصل طور پر حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے مسلّم ہیں۔ اور باقی جس قدر انبیا اور کامل اولیا علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں سب اس جگہ ان کے طفیلی ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس اجمال کی تفصیل طلب فرمائی ہے چنانچہ اپنے مسئولہ صلوات و برکات کو حضرت ابراہیم علے نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلوات و برکات کے ساتھ تشبیہ دی ہے۔ لیکن اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے کہ ہزار سال کے بعد وہ تفصیل آپ کو بھی میسّر ہوگئی۔ اور آپ کا سوال قبول ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَعَلٰی جَمِیْعِ نِعَمَائِہٖ اس پر اور تمام نعمتوں پر اللہ کا شکر ہے۔

اس مقام عالی کے کمالات تمام ولایتوں کے کمالات اور نبوت و رسالت کے کمالات سے برتر ہیں۔ اور کیونکر برتر نہ ہوں جب کہ یہی حقیقت انبیائے کرام اور ملائکہ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مسجود الیہ ہے۔

اور اس فقیر نے رسالہ مبدء و معاد میں جو یہ لکھا ہے کہ حقیقت محمدی اپنے مقام سے عروج کر کے حقیقت کعبہ کے مقام تک جو اس سے برتر ہے پہنچکر متحد ہو جاتی ہے۔ اور حقیقت محمدی اس جگہ حقیقت احمدی نام پاتی ہے۔ کعبہ کی وہ حقیقت اس حقیقت کے ظلال میں سے ایک ظل ہے کہ یہ فقیر اس حقیقت کے عدم ظہور کے وقت ان سب کو حقیقت سمجھتا تھا اس قسم کے اشتباہ بہت واقع ہوتے ہیں کہ اصل کے ظاہر ہونے کے وقت ظل کو اصل سمجھتا ہے۔

اور اس کا نام حقیقت رکھتا ہے۔ یہی باعث ہے کہ ایک مقام چند مرتبہ ظاہر ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مقام کے ظہورات اس مقام کے ظلال کے اعتبار سے ہیں۔ اصل میں اس مقام کی حقیقت وہی ہے جو مرتبہ اخیر میں ظاہر ہوئی ہے۔

اگر کہیں کہ یہ کہاں سے معلوم ہوا کہ یہ مرتبہ اس کے ظہورات کا اخیری مرتبہ ہے تاکہ اس کو حقیقت سمجھا جائے۔ تو میں کہتا ہوں کہ ظہورات سابق کی ظلیت کا علم حاصل ہونا۔ اس ظہور کی آخریت پر شاہد عدل ہے۔ کیونکہ علم ظہورات سابقہ کے وقت حاصل نہیں ہے۔ بلکہ ہر ظہور کو حقیقت جانتا ہے۔ اور کسی کو ظلال خیال نہیں کرتا۔ اگرچہ نہیں جانتا کہ ان حقائق کا اختلاف کہاں سے پیدا ہوا ہے۔ فافہم۔

اے فرزند! معارف سابقہ سے معلوم ہوا ہے کہ وہ کمالات جو عالم امر سے تعلق رکھتے ہیں ان کمالات کے لئے جو عالم خلق کے متعلق ہیں مقدمات اور زینوں کی طرح ہیں پہلے کمالات ظلیت سے خالی نہیں ہیں۔ اور مقامات ولایت سے مخصوص ہیں۔ اور دوسرے کمالات نے ظلیت کی آمیزش سے جو اس نشأ ونبوتہ کے ظہورات کے مناسب ہے خالی ہو کر مقامات نبوت سے کامل حصہ حاصل کیا ہے۔ پس طریقت و حقیقت جو ولایت سے وابستہ ہیں۔ دونوں شریعت کے لئے جو مقام نبوت سے ناشی ہے، بمنزلہ خادموں کے ہیں۔ اور نبوت کے عروج کے لئے ولایت بمنزلہ زینہ کے ہے۔

اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہ سیر جو بزرگان نقشبندیہ قدس سرہم نے اختیار کیا ہے اور اس کو عالم امر سے شروع کیا ہے۔ نہایت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ کیونکہ ادنے سے (جو عالم امر ہے) اعلیٰ کی طرف (جو عالم خلق ہے) ترقی کرنی چاہیئے۔ نہ کہ اعلیٰ سے ادنے کی طرف۔ لیکن کیا کیا جاوے یہ معاملہ سب پر نہیں کھلا۔ دوسروں نے صورت پر نظر ڈال کر عالم خلق کو پست دیکھا ہے۔ اور پستی سے شروع کر کے بلندی صوری کی طرف ترقی کی ہے۔ اور یہ نہیں سمجھے کہ اصل معاملہ دگرگوں ہے اور پستی حقیقت میں بلندی ہے اور بلندی پستی ہے۔ ہاں نقطہ آخر جو عالم خلق ہے نقطہ اول سے کہ اصل الاصل ہے نزدیک ہوا ہوا ہے۔ یہ قرب کسی اور نقطہ کو میسر نہیں ہوا ع

کہ مستحق کرامت گنہگارانند

ترجمہ ع۔ کہ مستحق کرامت کے ہیں بدکار

یہ وہ چراغ نبوت سے مقتبس ہے۔ اور ارباب ولایت کو اس معرفت سے بہت کم حصہ حاصل ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے عالم امر سے سیر شروع کیا ہے۔ اور حقیقت سے شریعت کی طرف آئے ہیں۔

حاصل کلام یہ ہے کہ ان کامل اولیا کے لئے جن کا سیر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سیر کے موافق ہوا ہے۔ ابتدا میں شریعت کی صورت ہے اور وسط میں طریقت و حقیقت جو ولایت سے تعلق رکھتی ہیں اور عالم امر کے مناسب ہیں۔ اور آخر میں شریعت کی حقیقت ہے۔ جو نبوّت کا ثمرہ ہے۔

پس ثابت ہوا کہ طریقت و حقیقت کا حاصل ہونا شریعت کی حقیقت حاصل ہونے کے لئے مقدمہ ہے۔ پس اولیائے کامل کی بدایت اور انبیائے مرسل کی بدایت حقیقت ہے اور دونوں کی نہایت شریعت۔ تو جس نے یہ کہا کہ اولیا کی بدایت انبیا کی نہایت ہے۔ اور اولیا کی بدایت اور انبیا کی نہایت سے شریعت مراد رکھی ہے۔ اس کے کچھ معنے نہیں ہیں۔ چونکہ وہ بیچارہ اصل حقیقت سے واقفیت نہ رکھتا تھا اس لئے اس کی سطحی کلام کردی۔ ان معارف کو اگرچہ کسی نے نہیں کہا بلکہ اکثر نے ان کے برخلاف کہا ہے اور ادراک سے بعید معلوم ہوتے ہیں لیکن وہ منصف جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بزرگی کی طرف نظر کرے اور شریعت کی عظمت اس پر غالب ہو امید ہے کہ ان اسرار غامضہ کو قبول کریگا۔ اور اس قبول کو اپنے ایمان کی زیادتی کا وسیلہ بنا دیگا۔

اے فرزند! سُن کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے دعوت کو عالم خلق پر منحصر رکھا ہے۔ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ اسلام کی بنا پانچ ہیں۔ اور چونکہ قلب کو عالم خلق سے زیادہ زیادہ مناسبت تھی۔ اس لئے اس کی تصدیق کی بھی دعوت فرمائی اور قلب کے ماسوائے کی نسبت کچھ نہ فرمایا۔ بلکہ اس کو مطروح فی الطریق (راستہ کے کوڑے کرکٹ) کی طرح سمجھا اور اس کو بے مطلب جانا۔ ہاں بہشت کی نعمتیں اور دوزخ کے رنج اور دیدار کی دولت اور حرمان کی بدبختی سب عالم خلق سے وابستہ ہیں۔ عالم امر کے ساتھ ان کو کچھ تعلق نہیں ہے۔ دوسرے وہ عمل جو فرض و واجب و سنت ہیں اُن کا بجا لانا قالب سے تعلق رکھتا ہے جو عالم خلق سے ہے۔ اور اعمال نافلہ عالم امر کا نصیب ہیں۔ پس وہ قرب جو ان اعمال کے ادا کرنے کا ثمرہ ہے اعمال کے اندازہ کے موافق ہوگا۔ پس ناچار وہ قُرب جو فرائض کے ادا کرنے کا ثمرہ ہے عالم خلق کا نصیب ہے

اور وہ قرب جو ادائے نوافل کا ثمرہ ہے عالم امر کے نصیب ہے۔ اور شک نہیں کہ نفل فرض کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ کاشکے ان کے درمیان قطرہ اور دریائے محیط کی ہی نسبت ہوتی۔ بلکہ نفل کی سنت کے مقابلہ میں یہی نسبت ہے۔ اگرچہ سنت و فرض کے درمیان بھی قطرہ اور دریا کی نسبت ہے پس دونوں قربوں کے درمیان تفاوت اس سے قیاس کرنا چاہئے۔ اور عالم خلق کی زیادتی عالم امر پر اس تفاوت سے سمجھ لینی چاہئے۔ اکثر لوگ چونکہ اس معنے سے بے نصیب ہیں فرائض کو خراب کر کے نوافل کی ترویج میں کوشش کرتے ہیں۔

صوفیہ خام ذکر و فکر کو ضروری سمجھ کر فرضوں اور سنتوں کے بجالانے میں سستی کرتے ہیں اور چلّہ اور ریاضتیں اختیار کر کے جمعہ و جماعت کو ترک کر دیتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ ایک فرض کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا اُن کے ہزاروں چلّوں سے بہتر ہے۔ ہاں آداب شرعیہ کو مد نظر رکھ کر ذکر و فکر میں مشغول ہونا بہت ہی بہتر اور ضروری ہے۔

اور علمائے بے سرانجام بھی نوافل کی ترویج میں سعی کرتے ہیں۔ اور فرائض کو خراب و ابتر کرتے ہیں۔ مثلاً نماز عاشورا کو جو پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام سے صحت تک نہیں پہنچی، جماعت و جمعیت تمام سے ادا کرتے ہیں۔ حالانکہ جانتے ہیں کہ فقہ کی روایتیں نفلی جماعت کی کراہت پر ناطق ہیں۔ اور فرضوں کے ادا کرنے میں سستی کرتے ہیں۔ ایسا کم ہے کہ فرض کو مستحب وقت میں ادا کریں۔ بلکہ اصل وقت سے تجاوز کر جاتے ہیں۔ اور جماعت کی بھی چنداں قید نہیں رکھتے۔ جماعت میں ایک یا دو آدمیوں پر قناعت کرتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات تنہا ہی کفایت کرتے ہیں۔ جب اسلام کے پیشواؤں کا یہ حال ہو۔ تو پھر عوام کا کیا حال بیان کیا جائے۔ اس عمل کی کم بختی سے اسلام میں ضعف پیدا ہو گیا ہے۔ اور اسی فعل کی ظلمت سے بدعت و ہوا ظاہر ہو گئی ہے ۔

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم — کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ: غم دل اس لئے تھوڑا کہا ہے تجھ سے اے جاناں
کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سن سن کے دل تیرا

نیز نوافل کا ادا کرنا ظلّی قرب بخشتا ہے۔ اور فرائض کا ادا کرنا قرب اصلی جس میں ظلیت کی آمیزش نہیں ہے۔ ہاں وہ نوافل جو فرائض کی تکمیل کے لئے ادا کئے جاویں وہ بھی قرب اصل کے ممد و معاون ہیں۔ اور فرض کے ملحقات میں سے ہیں۔ پس ناچار فرائض کا ادا کرنا عالم خلق کے مناسب ہے۔ جو اصل کی طرف متوجہ ہے۔ اور نوافل کا ادا کرنا عالم امر کے مناسب ہے جس کا منہ

ظل کی طرف ہے۔ فرائض اگرچہ سب کے سب اصلی قرب بخشتے ہیں لیکن ان میں سے افضل واکمل نماز ہے ۔

حدیث اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ (نماز مومنوں کا معراج ہے) اور اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ (بندے کو زیادہ قرب نماز میں ہوتا ہے) تو نے سُنا ہوگا۔ وہ وقت خاص جو حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل تھا جس کی تعبیر لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ سے کی ہے۔ فقیر کے نزدیک نماز ہی میں ہوا ہے۔ نماز ہی گناہوں کا کفارہ ہے اور نماز ہی فحشا اور منکر سے روکتی ہے۔ وہ نماز ہی ہے جس میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی راحت ڈھونڈتے تھے۔ جیسے کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ (اے بلال مجھے آرام دے) اور نماز ہی دین کا ستون ہے۔ اور نماز ہی کفر اور اسلام کے درمیان فرق ہے ۔

اب ہم اصل بات کو بیان کرتے ہیں۔ اور عالم امر پر عالم خلق کی زیادت کی نسبت کچھ کہتے ہیں کہ عالم امر نے اسی جگہ پورا حظ لے لیا ہے اور مشاہدہ اور معاینہ حاصل کیا ہے۔ کل بہشت بہشت میں معاملہ عالم خلق کے ساتھ پڑیگا۔ اور بلاکیف دیدار اسی کو میسر ہوگا ۔

اور نیز مشاہدہ کا متعلق وجوب کے ظلال میں سے ایک ظل ہے۔ اور آخرت میں واجب الوجود کا دیدار۔ پس جس قدر مشاہدہ اور رویت اور ظلیت اور اصلیت کے درمیان فرق ہے۔ اسی قدر فرق عالم امر و عالم خلق میں پہچان لے ۔

اور نیز جان لے کہ مشاہدہ ولایت کا ثمرہ ہے اور رویت نبوت کا ثمرہ۔ جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کے باعث عام تابعداروں کو بھی میسر ہوگی۔ اس بات سے ولایت و نبوت کے درمیان بھی فرق معلوم کر لے ۔

تنبیہ۔ جس عارف کو عالم امر کے ساتھ زیادہ مناسبت ہوگی۔ اس کا قدم کمالات ولایت میں زیادہ تر ہوگا۔ اور جس کو عالم خلق کے ساتھ زیادہ مناسبت ہوگی۔ اس کا قدم کمالات نبوت میں بڑھ کر ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عیسٰی علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام ولایت میں قدم آگے رکھتے ہیں۔ اور حضرت موسٰے علے نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قدم نبوت میں زیادہ تر ہے۔ کیونکہ حضرت عیسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عالم امر کی نسبت بلند ہے۔ جس کے باعث وہ روحانیوں سے مل گئے اور حضرت موسٰے علیہ الصلوٰۃ والسلام میں عالم خلق کی جانب غالب ہے۔ جس کے باعث انہوں نے مشاہدہ پر کفایت نہ کر کے رویت بصر طلب فرمائی ۔

کمالاتِ نبوت میں انبیاء کے اقدام کے تفاوت ہونے کا سبب جس کے بیان کرنے کا پہلے وعدہ کیا گیا تھا۔ یہی ہے نہ کہ بعض لطائف کی بلندی اور بعض کی پستی جو کمالاتِ ولایت کے تفاوت میں معتبر ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَلْمُلْہِمُ لِلصَّوَابِ اللہ تعالیٰ بہتری کا الہام کرنے والا ہے۔

اے فرزند! چونکہ علوم نبوت یعنی شرائع و احکام قالب کے ساتھ زیادہ تعلق رکھتے ہیں اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی عالم خلق کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے۔ اس لئے بعض نے گمان کیا ہے کہ نبوت مقامات قرب تک جو ولایت سے تعلق رکھتے ہیں۔ عروج کرنے کے بعد خلق کی دعوت کے لئے نزول کرنے سے مراد ہے۔ اور نہیں سمجھے کہ نہایت عروج اور غایت قرب اسی مقام میں ہے۔ اور وہ قرب جو پہلے حاصل ہوا تھا وہ اس قرب کے ظلال میں سے ایک ظل ہے۔ جو بُعد کی صورت میں متصوّر ہوتا ہے۔ اور وہ عروج جو اول میسّر ہوا تھا۔ وہ اس عروج کے عکسوں میں سے ایک عکس ہے جو بظاہر نزول دکھائی دیتا ہے۔ تو نہیں دیکھتا کہ دائرہ کا مرکز دائرہ کے محیط کی نسبت سب سے زیادہ بعید نقطہ ہے۔ حالانکہ حقیقت میں کوئی نقطہ نقطہ مرکز کے سوا محیط کے زیادہ قریب نہیں ہے۔ کیونکہ محیط اس نقطہ اجمال کی تفصیل ہے اور یہ نسبت کسی اور نقطہ کو میسّر نہیں۔ عوام ظاہر بین اس اقربیت کو نہیں پا سکتے۔ اس لئے اس نقطہ کے ابعد ہونے کا حکم کرتے ہیں۔ اور اس نقطہ کے اقرب ہونے کے حکم کو جہل مرکب تصوّر کرتے ہیں۔ اور اس حکم کے دینے والے کو جاہل اور احمق سمجھتے ہیں۔ وَاللّٰہُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰی مَا تَصِفُوْنَ اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہے جو تم اس کی وصف بیان کرتے ہو۔

جاننا چاہیئے کہ مطمئنہ شرح صدر حاصل ہونے کے بعد جو ولایت کبریٰ کے لوازم سے ہے اپنے مقام سے عروج فرما کر تختِ صدر پر چڑھ جاتا ہے۔ اور وہاں تمکین و سلطنت حاصل کر لیتا ہے۔ اور مہالک قرب پر غلبہ پا لیتا ہے۔ یہ تختِ صدر حقیقت میں ولایت کبریٰ کے عروج کے تمام مقامات سے برتر ہے۔ اس تخت پر چڑھنے والے کی نظر ابطن بطون کی طرف نفوذ کرتی ہے۔ اور غیب الغیب میں سرایت کر جاتی ہے۔ ہاں جو شخص بہت اونچے مکان پر چڑھ جائے اس کی نظر بھی بہت دور تک نفوذ کر جاتی ہے۔ اور اس مطمئنہ کی تمکین کے بعد عقل بھی اپنے مقام سے نکل کر اس سے مل جاتی ہے اور عقل معاد نام پاتی ہے۔ اور دونوں اتفاق بلکہ اتحاد سے اپنے کام کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

اے فرزند! اس مطمئنہ کے لئے اب مخالفت کی گنجائش اور سرکشی کی مجال نہیں رہی۔ اور پورے طور پر مقصود کے حاصل کرنے کے درپے ہے۔ رضائے پروردگار کے سوا اس کا کوئی ارادہ نہیں۔ اور حق تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کے سوائے اس کا کچھ مطلب نہیں سبحان اللہ! وہ امارہ جو اول بدترین خلائق تھا۔ اطمینان اور حضرت سبحان کی رضا حاصل ہونے کے بعد عالم امر کے لطائف کا رئیس ہوگیا اور اپنے ہمسروں کا سردار بن گیا ۔

مخبر صادق علیہ وعلےٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے کیا سچ فرمایا ہے خِیَارُکُمْ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ خِیَارُکُمْ فِی الْاِسْلَامِ اِذَا فَقِھُوْا (جو لوگ جاہلیت میں تم سے اچھے تھے وہ اسلام میں بھی تم سے اچھے ہیں جب انہوں نے دین سمجھ لیا) ۔

اس کے بعد اگر خلاف اور سرکشی کی صورت ہے تو اس کا منشا اربع عناصر کی مختلف طبائع ہیں۔ جو قالب کے اجزا ہیں۔ یعنی اگر قوت غضبیہ ہے تو وہیں سے پیدا ہے۔ اور اگر شہویہ ہے تو وہیں سے ظاہر ہے۔ اور اگر خست و کمینہ پن ہے تو وہ بھی وہیں سے ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا کہ وہ تمام حیوانات جن میں نفس امارہ نہیں ہے۔ ان کو یہ اوصاف رذیلہ پورے اور کامل طور پر حاصل ہیں۔ پس ہو سکتا ہے کہ مراد اس جہاد اکبر سے جو حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ رَجَعْنَا مِنَ الْجِھَادِ الْاَصْغَرِ اِلَی الْجِھَادِ الْاَکْبَرِ (ہم نے جہاد اصغر سے جہاد اکبر کی طرف رجوع کی) جہاد با قالب ہو نہ کہ جہاد بانفس۔ جیسے کہ کہا گیا ہے۔ کیونکہ نفس اطمینان تک پہنچ چکا ہے۔ اور راضی و مرضی ہوگیا ہے۔ پس خلاف و سرکشی کی صورت اس سے متصور نہ ہوگی۔ اور اجزائے قالب سے خلاف و سرکشی کی صورت سے مراد ترک اَوْلےٰ اور امور مُرَخَّصہ کے ارتکاب اور ترک عزیمت کا ارادہ ہے۔ نہ کہ اشیا محرمہ کے ارتکاب اور ترک فرائض و واجبات کا ارادہ کہ یہ اس کے حق میں نصیب اعدا ہو چکا ہے ۔

اے فرزند! عناصر اربعہ کے کمالات اگرچہ مطمئنہ کے کمالات سے برتر ہیں۔ جیسے کہ گذر چکا۔ لیکن مطمئنہ چونکہ مقام ولایت سے مناسبت رکھتا ہے اور عالم امر سے ملحق ہوا ہے اس لئے صاحب سکر ہے اور مقام استغراق میں ہے۔ اور اسی سبب سے اسمیں مخالفت کی مجال نہیں رہی بلاد عناصر کی مناسبت چونکہ مقام نبوت کے ساتھ زیادہ ہے۔ اس لئے صحو ان میں غالب ہے۔ اور اسی سبب سے بعض منافعوں اور فائدوں کے لئے جو ان سے متعلق ہیں مخالفت کی صورت ان میں باقی ہے۔ فافہم ۔

جاننا چاہیئے کہ منصب نبوت حضرت خاتم الرسل علیہ وعلےٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے۔ لیکن اس منصب کے کمالات سے تابعداری کے باعث آپ کے تابعداروں کو بھی کامل حصہ حاصل ہوا ہے۔ یہ کمالات طبقہ صحابہ میں زیادہ ہیں۔ اور تابعین اور تبع تابعین میں بھی اس دولت نے کچھ کچھ اثر کیا ہوا ہے۔ اس کے بعد یہ کمالات پوشیدہ ہو گئے ہیں۔ اور ولایت ظلی کے کمالات جلوہ گر ہو گئے ہیں۔ لیکن امید ہے کہ ہزار سال گزرنے کے بعد یہ دولت از سر نو تازہ ہو۔ اور غلبہ اور شیوع پیدا کرے۔ اور کمالات اصلیہ ظاہر ہوں۔ اور ظلیہ پوشیدہ ہو جائیں۔ اور حضرت مہدی علیہ الرضوان ظاہر و باطن میں اسی نسبت علیہ کو رواج دینگے۔

اے فرزند! نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کامل تابعدار تابعداری کے سبب جب کمالات نبوت کو تمام کر لیتا ہے۔ تو پھر وہ اگر اہل مناصب سے ہے تو منصب امامت سے اس کو سرفراز کرتے ہیں۔ اور جب ولایت کبریٰ کے کمالات کو تمام کر لیتا ہے اور اہل منصب سے ہوتا ہے۔ تو اس کو منصب خلافت سے مشرف کرتے ہیں۔ اور کمالات ظلی کے مقامات سے منصب امامت کے مناسب قطب ارشاد کا منصب ہے۔ اور منصب خلافت کے مناسب قطب مدار کا منصب۔ گویا نیچے کے یہ دونوں مقام ان اوپر کے دونوں مقاموں کا ظل ہیں۔

شیخ محی الدین بن عربی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غوث ہی قطب مدار ہے ان کے نزدیک غوثیت کا علیحدہ مرتبہ نہیں ہے۔ لیکن جو فقیر کا اعتقاد ہے وہ یہ ہے کہ غوث قطب مدار نہیں ہے۔ بلکہ قطب اس سے بعض امور میں مدد لیتا ہے۔ اور ابدال کے مراتب مقرر کرنے میں بھی اس کا دخل ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

تذییل۔ وہ علوم و معارف جو نبوت اور اس نبوت کی ولایت کے مقام کے مناسب ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے شرائع ہیں۔ اور چونکہ اقدام نبوت میں تفاوت ہے اس لئے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شرائع میں بھی اس تفاوت کے موافق اختلاف پیدا ہوا ہے۔ اور وہ معارف جو مقام اولیاء کے مناسب ہیں مشائخ کے شطحیات اور وہ علوم ہیں جو توحید و اتحاد کی خبر دیتے ہیں اور احاطہ و سریان اور قرب و معیت کا پتہ بتاتے ہیں۔ اور مرآتیت و ظلیت کو ظاہر کرتے ہیں۔ اور شہود و مشاہدہ ثابت کرتے ہیں غرض انبیاء کے معارف کتاب و سنت ہیں۔ اور اولیاء کے معارف فصوص اور فتوحات مکیہ ع

قیاس کن زگلستانِ من بہارِ مرا

ترجمہ ع مری بہار کو کرلے قیاس باغ سے تو

اولیا کی ولایت حق کے قرب کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ اور انبیا کی ولایت حق تعالےٰ کی اقربیت کا نشان بتلاتی ہے۔ اولیا کی ولایت شہود کی طرف دلالت کرتی ہے اور انبیا کی ولایت اس نسبت کو ثابت کرتی ہے جس کی کیفیت مجہول ہے۔ اولیا کی ولایت اقربیت کو نہیں جانتی کہ کیا ہے اور جہالت کو نہیں پہچانتی کہ کیسی ہے اور انبیا کی ولایت باوجود اقربیت کے قُرب کو عین بُعد جانتی ہے۔ اور شہود کو نفس غیب سمجھتی ہے۔ ع

گر بگویم شرح ایں بیحد شود

ترجمہ ع شرح اس کی گر لکھوں بیحد ہے

اے فرزند! کمالاتِ نبوت اور ولایت پر اس کی برتری اور ولایت سہ گانہ یعنی ولایتِ صُغریٰ و ولایتِ کُبریٰ و ولایت عُلیا کے درمیانی فرق اور ان میں سے ہر ایک کے مناسب علوم اور ہر ایک کے متعلق عمل کا بیان طول طویل اس لئے کیا ہے۔ اور بار بار لمبے چوڑے فقرے اس واسطے بیان کئے گئے ہیں تاکہ کمال غرابت کے سبب لوگ ان کو فہم سے بعید نہ سمجھیں۔ اور کسی کو ان کے انکار کی مجال نہ رہے۔ یہ علوم کشفی اور ضروری ہیں، نہ کہ استدلالی اور نظری۔ اور ان میں بعض مقدمات کا ذکر عوام کے فہموں کی تنبیہ اور تقریب کے لئے ہے۔ بلکہ خواص کے ادراک کے لئے تنبیہ و تشریح ہے۔ یہ سب شروع سے اخیر تک اس طریقہ کا بیان ہے۔ جس طریقہ کے ساتھ حق تعالےٰ نے اس حقیر کو ممتاز کیا ہے۔ اس کی بنیاد نسبت نقشبندیہ ہے۔ جس کی ابتدا میں دوسروں کی انتہا مندرج ہے۔ اسی بنیاد پر بہت سی عمارتیں اور کئی قسم کے محل بنائے گئے ہیں اگر یہ بنیاد نہ ہوتی، معاملہ یہاں تک نہ پہنچتا یعنی بخارا و سمرقند سے اس بیج کو لا کر زمین ہند میں جس کا خمیر یثرب و بطحا کی خاک سے ہے، بویا اور فضل کے پانی سے کئی سالوں تک اس کو سیراب کیا اور احسان کی تربیت سے اس کی تربیت کی جب وہ کھیتی کمال تک پہنچ گئی۔ ان علوم و معارف کا ثمرہ اس سے حاصل ہوا ؂

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔ اللہ تعالےٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی۔ اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق کے ساتھ آئے ہیں ؂

جاننا چاہیئے کہ اس طریقہ علیہ کا سلوک شیخ مقتدا کی محبت کے رابطہ پر وابستہ ہے جس نے بسیر مرادی سے اس راہ کو طے کیا ہو۔ اور قوت انجذاب سے ان کمالات کے ساتھ رنگا ہوا ہو۔ اس کی نظر دلی امراض کو شفا بخشتی ہے اور اس کی توجہ باطنی مرضوں کو دُور کرتی ہے ان کمالات کا صاحب اپنے وقت کا امام اور اپنے زمانہ کا خلیفہ ہے۔ اقطاب و ابدال اس کے مقامات کے ظلال میں خوش ہیں۔ اور اوتاد و نجبا اس کے کمالات کے سمندر سے ایک قطرہ پر قناعت کئے بیٹھے ہیں۔ اس کی ہدایت و ارشاد کا نور اس کے ارادہ و خواہش کے بغیر آفتاب کے نور کی طرح سب پر چمکتا ہے۔ پس کس طرح نہ چمکے جب کہ وہ خود چاہے۔ اگرچہ یہ خواہش اس کے اپنے اختیار میں نہ ہو۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ کسی امر کی خواہش طلب کرتا ہے لیکن وہ خواہش اس میں پیدا نہیں ہوتی۔ اور یہ بھی لازم نہیں کہ وہ لوگ جو اس کے نور سے ہدایت پائیں اور اس کے وسیلہ سے راہ راست پر آجائیں، اس بات کو جان لیں۔ بلکہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنے رشد و ہدایت کے اصل کو بھی کما حقہٗ نہیں جانتے۔ حالانکہ شیخ مقتدا کے کمالات سے متحقق ہوتے ہیں جن کے سبب جہان کو ہدایت کرتے ہیں۔ کیونکہ علم سب کو نہیں دیتے۔ اور سیر مقامات کی تفصیل کی معرفت سب کو نہیں بخشتے۔ ہاں وہ شیخ جس کے وجود شریف پر طرق وصول میں سے کسی خاص طریقہ کی بنا کا مدار ہے۔ بیشک صاحب علم اور سیر کی تفصیل سے آگاہ ہوتا ہے۔ اور دوسروں کو اسی کے علم پر کفایت کر کے اس کے ذریعے سے مرتبہ کمال و تکمیل تک پہنچاتے ہیں اور فنا و بقا سے مشرف کرتے ہیں ع

خاص کند بندۂ مصلحت عام را۔

ترجمہ ع بہر نفع عام کرتا ہے خدا بندے کو خاص+

ہمارے اس طریق میں افادہ اور استفادہ انعکاسی اور انصباغی ہے۔ مرید محبت کے رابطہ سے جو وہ اپنے شیخ مقتدا کے ساتھ رکھتا ہے دم بدم اس کا رنگ پکڑتا جاتا ہے۔ اور انعکاس کے طریق پر اس کے نور سے منور ہوتا جاتا ہے۔ اس صورت میں افادہ اور استفادہ میں علم کیا درکار ہے+

جیسے پیڑہ جو سورج کی گرمی سے دم بدم پکتا جاتا ہے اور کچھ زمانہ کے بعد پک جاتا ہے اس کے لئے کیا ضرورت ہے کہ اس کو اپنے پک جانے کا علم ہو۔ یا سورج کو اس کے پکانے کا علم ہو۔ ہاں ہمت یاری سالوک و تربیت کے لئے جو دوسرے سلسلوں میں مربوط ہے علم کا

اور ہمارے طریق میں جو اصحاب کرام علیہم السلام کا طریق ہے سلوک و تسلیک کا علم کچھ درکار نہیں ہے اگرچہ شیخ مقتدا جو اس طریقہ کے بانی کی طرح ہر کمال علم اور نور معرفت سے متحقق ہے۔ پس ناچار اس طریقہ علیہ میں زندے اور مردے اور بوڑھے اور جوان اور بچے اور میانہ عمر والے سب وصول کے حق میں برابر ہونگے۔ جو صاحب دولت کی محبت کے رابطے یا توجہ سے اپنے بلند مقصودوں تک پہنچتے ہیں۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ تعالٰے بڑے فضل والا ہے ۔

لیکن جاننا چاہیئے کہ منتہی اگرچہ صاحب علم نہیں ہوتا لیکن خوارق کے ظہور سے اس کو چارہ نہیں ہوتا۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ اس ظہور میں اس کا اختیار نہیں ہوتا۔ بلکہ بسا اوقات اس کو اس ظہور کا علم بھی نہیں ہوتا۔ لوگ اس سے خوارق ظاہر ہوتے دیکھتے ہیں لیکن اس کو ان کی اطلاع نہیں ہوتی۔

اور یہ جو کہا گیا ہے کہ منتہی صاحب علم نہیں ہوتا۔ اس عدم علم سے مراد احوال کا تفصیلی علم نہ ہونا ہے، نہ کہ مطلق طور پر علم کا نہ ہونا۔ اس حیثیت سے کہ اپنے احوال کچھ نہیں سمجھتا ہے جیسے کہ پہلے اس کی طرف اشارہ ہو چکا۔ اور اس کی ہدایت کا یہ نور اس کے مریدوں میں بالواسطہ یا بے واسطہ اس وقت تک جاری و ساری رہتا ہے۔ جب تک کہ اس کا طریق مخصوص تغیرات اور تبدیلات کی آلودگی سے آلودہ نہ ہو جائے۔ اور محدثات اور بدعات کے ملنے سے خراب نہ ہو جائے اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ اللہ تعالٰے کسی کی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت کو نہ بدلیں ۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ بعض لوگ ان تبدیلات کو اس طریقہ کی تکمیلات خیال کرتے ہیں۔ اور ان الحاقات کو اس نسبت کے تتمات تصور کرتے ہیں۔ اور یہ نہیں جانتے کہ اس کی تتمیم و تکمیل ہر بے سرانجام کا کام نہیں ہے۔ اور الحاق و اختراع ہر بے سروسامان کے لائق نہیں ہے

ہزار نکتۂ باریکتر ز مو اینجاست ۔ نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

ترجمہ: بال سے باریک یہاں لاکھوں ہیں راز
سر منڈانے سے نہیں بنتے قلندر

سنت سنیہ علٰے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے نور کو بدعتوں کے اندھیروں نے پوشیدہ کر دیا ہے۔ اور ملت مصطفویہ علٰے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی رونق کو امور محدثہ کی کدورتوں نے ضائع کر دیا ہے۔ پھر اس سے زیادہ تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض لوگ ان محدثات

کو امور مستحسنہ جانتے ہیں اور ان بدعتوں کو حسنہ خیال کرتے ہیں۔ اور ان حسنات سے دین کی تکمیل اور ملت کی تتمیم ڈھونڈتے ہیں۔ اور ان امور کے بجا لانے میں ترغیبیں دیتے ہیں۔ خدائے تعالیٰ ان کو سیدھے راستہ کی ہدایت دیوے۔ دین تو ان محدثات سے پہلے ہی کامل اور نعمت تمام ہو چکا ہے اور حق تعالیٰ کی رضامندی اس سے حاصل ہو چکی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا۔

آج میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا۔ اور تمہارے لئے دین اسلام پسند کیا

پس ان محدثات سے دین کا کمال طلب کرنا حقیقت میں اس آیت کریمہ کے مفہوم سے انکار کرنا ہے ؎

اندکے پیش تو گفتم غم دل ترسیدم　　کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

ترجمہ ؎　غم دل اس لئے تھوڑا کہا ہے تجھ سے اے دلبر
کہ آزردہ نہ ہو جائے بہت سن سن کے دل تیرا

علمائے مجتہدین نے احکام دین کو ظاہر کیا ہے۔ اور از سر نو کسی ایسے امر کو ظاہر نہیں کیا جو دین میں سے نہیں ہے۔ پس احکام اجتہادیہ امور محدثہ میں سے نہیں ہیں۔ بلکہ اصول دین میں سے ہیں۔ کیونکہ اصل چہارم یہی قیاس ہے۔

اے فرزند! وہ معرفت جو رسالہ مبدء و معاد میں اسی افادہ اور استفادہ کے بارہ میں جو قطب ارشاد سے تعلق رکھتا ہے لکھی گئی ہے۔ چونکہ اس مقام کے ساتھ مناسبت رکھتی تھی۔ اور بہت مفید تھی۔ اس لئے وہ معرفت اس مکتوب میں بھی لکھی گئی ہے۔ اسی جگہ سے اعتبار حاصل کریں۔ قطب ارشاد جو کمالات فردیہ کا بھی جامع ہوتا ہے۔ بہت عزیز الوجود اور نایاب ہے۔ اور بہت سے قرنوں اور بیشمار زمانوں کے بعد اس قسم کا گوہر ظہور میں آتا ہے۔ اور عالم تاریک اس کے نور ظہور سے نورانی ہوتا ہے۔ اور اس کی ہدایت و ارشاد کا نور محیط عرش سے لیکر مرکز فرش تک تمام اور تمام جہان کو شامل ہوتا ہے۔ اور جس کسی کو رشد و ہدایت اور ایمان و معرفت حاصل ہوتا ہے اسی کے ذریعے سے حاصل ہوتا ہے۔ اور اس کے وسیلہ کے بغیر کوئی شخص اس دولت کو نہیں پا سکتا۔ مثلاً اس کی ہدایت کے نور نے دریائے محیط کی طرح تمام جہان کو گھیرا ہوا ہے۔ اور وہ دریا گویا منجمد ہے۔ اور ہرگز حرکت نہیں کرتا۔ اور وہ شخص جو اس بزرگ کی طرف متوجہ ہے۔ اور اس کے ساتھ اخلاص رکھتا ہے۔ یا یہ کہ وہ بزرگ طالب کے حال کی طرف متوجہ ہے۔ تو توجہ کے وقت گویا

طالب کے دل میں ایک روزن کھلجاتا ہے۔ اور اس راستہ توجہ اخلاص کے موافق امور ربانی سے سیراب ہوتا ہے۔ ایسے ہی وہ شخص جو ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہے اور اس عزیز کی طرف بالکل متوجہ نہیں ہے۔ انکار سے نہیں بلکہ اس کو پہچانتا نہیں ہے۔ اس کو بھی افادہ حاصل ہوجاتا ہے لیکن پہلی صورت میں دوسری صورت کی نسبت افادہ بہتر اور بڑھ کر ہے۔ لیکن وہ شخص جو اس بزرگ کا منکر ہے۔ یا وہ بزرگ اس سے آزردہ ہے۔ اگرچہ وہ ذکر الٰہی میں مشغول ہے لیکن وہ رشد و ہدایت کی حقیقت سے محروم ہے۔ یہی انکار و آزار اس کے فیض کا مانع ہوجاتا ہے۔ بغیر اس امر کے کہ وہ بزرگ اس کے عدم افادہ کی طرف متوجہ ہو۔ یا اس کے ضرر کا قصد کرے۔ کیونکہ ہدایت کی حقیقت اس سے مفقود ہے۔ وہ صرف رشد کی صورت ہے اور صورت بے معنے کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ اور وہ لوگ جو اس عزیز کے ساتھ محبت و اخلاص رکھتے ہیں۔ اگرچہ توجہ مذکورہ اور ذکر الٰہی سے خالی ہوں لیکن فقط محبت ہی کے باعث رشد و ہدایت کا نور ان کو پہنچ جاتا ہے۔ وَلْيَكُنْ هٰذِهِ الْمَعْرِفَةُ اٰخِرَ الْمَكْتُوْبِ اور یہی معرفت مکتوب کا اخیر ہے ؎

بس کنم خود زیرکاں را ایں بس است بانگ دو کردم اگر در دہ کس است

ترجمہ ؎ اس قدر رکھنا ہے کافی واسطے داناؤں کے
کردیا اعلان میں نے کوئی تو شاید سنے

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ دَائِمًا وَّسَرْمَدًا۔ اول و آخر اللہ رب العلمین کی حمد ہے اور حضرت رسول اللہ اور آپ کی آل پاک پر ہمیشہ صلوٰۃ و سلام ہو۔

مکتوب ۲۶۱

نماز کے فضائل اور معارف بلند اور حقائق ارجمند کے ضمن میں نماز کے مخصوص کمالات کے بیان میں سیادت مآب میر نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد میرے عزیز بھائی کو کہ خدا اس کو ہدایت دیوے معلوم ہو کہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں۔ نماز دوسرا رکن ہے۔ نماز تمام عبادات کی جامع ہے اور جزو ہے جس نے جامعیت کے سبب سے کل کا حکم پیدا کیا ہے۔ اور تمام مقربہ اعمال سے برتر پہنچی ہوئی ہے۔ اور وہ دولت رؤیت جو سرور انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج کی

رات بہشت میں میسر ہوئی تھی۔ دنیا میں نازل ہونے کے بعد اس جہان کے مناسب آپ کو وہ دولت نماز میں حاصل ہوئی۔ اسی واسطے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ اَلصَّلوٰۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ نماز مومنوں کا معراج ہے ✤

نیز فرمایا اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلوٰۃِ سب سے زیادہ اعلےٰ قرب جو بندے کو رب سے ہوتا ہے وہ نماز میں ہے ✤

اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو اس جہان میں اس دولت کا بہت سا حصہ نماز میں حاصل ہے۔ اگرچہ رویت میسر نہیں کیونکہ یہ جہان اس کی طاقت نہیں رکھتا۔ اگر نماز کا حکم نہ ہوتا، چہرۂ مقصود سے نقاب کون کھولتا۔ اور طالب کو مطلوب کی طرف کون رہنمائی کرتا۔ نماز ہی غمزدوں کی غمگسار ہے اور نماز ہی بیماروں کے لئے راحت بخش ہے۔ اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ (راحت دے مجھے اے بلال) اسی ماجرا کی رمز ہے اور قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلوٰۃِ (نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے) میں اسی مطلب کی اشارہ ہے۔ وہ ذوق و مواجید اور علوم و معارف اور مقامات و انوار اور تلوینات و تمکینات اور تجلیات متکیفہ اور غیر متکیفہ اور ظہورات متلونہ اور غیر متلونہ وغیرہ جو کچھ ان میں سے نماز کے سوا میسر ہوں۔ اور نماز کی حقیقت سے بے خبر ہونے کے باعث ظاہر ہوں۔ ان کا منشا ظلال و امثال بلکہ وہم و خیال ہیں ✤

نماز ہی جو نماز کی حقیقت سے آگاہ ہے، نماز کے ادا کرنے کے وقت گویا عالم دنیا سے باہر نکل جاتا ہے۔ اور عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس دولت سے جو آخرت سے مخصوص ہے، حصہ حاصل کر لیتا ہے۔ اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل کا فائدہ پا لیتا ہے۔ کیونکہ عالم دنیا کمالات ظلی پر منحصر ہے۔ اور معاملہ جو ظلال سے باہر ہے وہ آخرت سے مخصوص ہے۔ پس معراج سے چارہ نہ ہوگا۔ اور وہ مومنوں کے حق میں نماز ہے۔ یہ دولت اس اُمت کے ساتھ مخصوص ہے۔ جو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تابعداری کے سبب کہ شب معراج میں دنیا سے آخرت میں چلے گئے۔ اور بہشت میں پہنچ کر حق تعالےٰ کی رویت کی دولت سے مشرف ہوئے۔ اس کمال کے ساتھ مشرف ہوئے۔ اور اس سعادت سے فیضیاب ہوئے ✤

اَللّٰھُمَّ اجْزِہٖ عَنَّا مَا ھُوَ اَھْلُہٗ وَاجْزِہٖ عَنَّا اَفْضَلَ مَا جَزَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ وَاجْزِ الْاَنْبِیَاءَ کُلَّھُمْ جَزَاءً خَیْرًا فَاِنَّھُمْ دُعَاۃُ الْخَلْقِ اِلَی اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ وَھُدَاتُھُمْ اِلٰی لِقَاءِ اللّٰہِ سُبْحَانَہٗ (یا اللہ تو ہماری طرف سے ان کو ایسی جزا دے جس کے لائق

ہیں۔ اور ان کو ہماری طرف سے اس سے افضل جزا دے جو تو نے امت کی طرف سے کسی نبی کو دی اور ہماری طرف سے تمام انبیا کو جزا خیر عطا کر کیونکہ وہ سب کے سب خلق کو اللہ کی طرف بلانیوالے اور اس کے لقا کی طرف اُن کو ہدایت دینے والے ہیں) +

اس گروہ میں سے بعض نے جن کو نماز کی حقیقت سے آگاہ نہ کیا۔ اور اس کے مخصوصہ کمالات پر اطلاع نہ بخشی۔ انہوں نے اپنی امراض کا علاج اور امور سے کیا۔ اور اپنی مرادوں کا حاصل ہونا اور اشیا پر وابستہ جانا۔ بلکہ ان میں سے ایک گروہ نے نماز کو بیگانہ اور دور از کار سمجھ کر اس کی بنیاد غیر اور غیریت پر رکھی۔ اور روزہ کو نماز سے افضل جانا +

صاحب فتوحات مکیہ کہتا ہے کہ روزہ میں جو کھانے پینے کی ترک ہے، وہ صفات صمدیت سے متحقق ہونا ہے۔ اور نماز میں غیر و غیریت کی طرف آنا اور عابد و معبود کا جاننا ہے +

اس قسم کی باتیں اہل سُکر کے احوال میں سے مسئلہ توحید وجودی پر مبنی ہیں۔ اور ایسی باتوں کا بولنا نماز کی حقیقت سے بے خبر ہونے کے سبب ہے۔ بلکہ اس طائفہ میں سے جم غفیر یعنی بہت سے لوگوں نے اپنے اضطراب و بیقراری کی تسکین سماع و نغمہ و وجد و تواجد سے حاصل کی اور اپنے مطلوب کو نغمہ کے پردہ میں مطالعہ کیا۔ اسی واسطے رقص و رقاصی کو دیکھنا عادت بنالی حالانکہ انہوں نے سنا ہو گا کہ مَا جَعَلَ اللّٰہُ فِی الْحَرَامِ شِفَاءً اللہ تعالے نے حرام میں شفا نہیں رکھی۔ ہاں اَلْغَرِیْقُ یَتَعَلَّقُ بِکُلِّ حَشِیْشٍ وَحُبُّ الشَّیْءِ یُعْمِیْ وَیُصِمُّ (ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ اور کسی شے کی محبت اندھا اور بہرہ کر دیتی ہے) +

اگر نماز کے کمالات کی حقیقت کچھ بھی ان پر منکشف ہو جاتی تو ہرگز سماع و نغمہ کا دم نہ مارتے۔ اور وجد و تواجد کو یاد نہ کرتے ع

چوں ندیدند حقیقت رہ افسانہ زدند +

ترجمہ ع جب حقیقت کو نہ پایا راہ افسانہ لیا +

اے برادر! جس قدر فرق نماز و نغمہ میں ہے۔ اسی قدر فرق نماز کے مخصوصہ کمالات اور نغمہ سے پیدا ہوئے ہوئے کمالات میں ہے۔ اَلْعَاقِلُ تَکْفِیْہِ الْاِشَارَۃُ عاقل کو ایک ہی اشارہ کافی ہے +

یہ وہ کمالات ہیں، جو ہزار سال کے بعد وجود میں آئے ہیں۔ اور آخریت ہی جو اولیت کے رنگ میں ظاہر ہوئی ہے۔ شاید حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسی سبب سے فرمایا ہے کہ

اَوَّلُهُمْ خَيْرٌ اَمْ اٰخِرُهُمْ (ان میں سے اول بہتر ہیں یا ان میں سے آخر) اور یہ نہ فرمایا کہ اَوَّلُهُمْ خَيْرٌ اَمْ اَوْسَطُهُمْ (ان کے اول بہتر ہیں یا اُن کے اوسط) کیونکہ آخر کو اول کے ساتھ زیادہ مناسبت دیکھی جو تردد کا محل ہے +

اور دوسری حدیث میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اس امت میں سے بہترین اول ہیں یا آخر۔ اور درمیان میں کدورت و تیرگی ہے +

ہاں اس اُمّت کے متاخرین میں اگرچہ وہ نسبت بلند ہے لیکن قلیل بلکہ اقل ہے اور متوسطوں میں وہ نسبت اگرچہ بلند نہیں ہے لیکن کثیر بلکہ اکثر ہے۔ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ كَمِّيَّةً وَّكَيْفِيَّةً (ہر ایک کے لئے کمیت و کیفیت کے لحاظ سے ایک جہت ہے لیکن اس نسبت کے اقل ہونے نے متاخرین کو درجہ بلند میں پہنچایا۔ اور سابقین کے ساتھ مناسبت دیکر خوشخبری دی۔ جیسے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے:-

اِلْاِسْلَامُ بَدَءَ غَرِيْبًا وَسَيَعُوْدُ كَمَا بَدَءَ فَطُوْبٰى لِلْغُرَبَاءِ۔ اسلام غریب شروع ہوا۔ اور پھر ویسا ہی غریب ہو جاویگا پس غربا کو خوشخبری ہے۔ اور اس امت کی آخریت کا شروع آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے رحلت فرما جانے کے بعد الف ثانی یعنی دوسرے ہزار سال کی ابتدا ہے۔ کیونکہ الف یعنی ہزار سال کے گذرنے کو امور کے تغیر میں بڑی خاصیت ہے۔ اور اشیا کی تبدیلی میں قوی تاثیر ہے۔ اور چونکہ اس امت میں نسخ و تبدیل نہیں ہے۔ اس لئے سابقین کی نسبت اُسی تر و تازگی کے ساتھ متاخرین میں جلوہ گر ہوئی ہے اور الف ثانی میں از سر نو شریعت کی تجدید اور ملت کی ترقی فرمائی ہے۔ اس معنے پر حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اور حضرت مہدی علیہ الرضوان دونوں عادل گواہ ہیں ؎

فیض رُوح القدس ار باز مدد فرماید
دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا میکرد

ترجمہ ؎
گر مدد رُوح القدس فرمائے تو پھر اور بھی
کر دکھائیں کام جو کچھ کہ مسیحا نے کیا

اے برادر! یہ بات آج اکثر لوگوں کو ناگوار اور ان کے فہم سے دور معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اگر انصاف کریں اور ایک دوسرے کے علوم و معارف کا موازنہ کریں۔ اور احوال کے صحت و سقم علوم شرعیہ کی مطابقت اور عدم مطابقت سے ملاحظہ کریں۔ اور شریعت و نبوت کی تعظیم و توقیر دیکھیں کہ ان میں سے کس میں زیادہ تر ہے۔ تو اُمید ہے کہ یہ تعجب ان کا جاتا رہے

اور یہ بات ان کو فہم سے دُور معلوم نہ ہو۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ طریقت و حقیقت دونوں شریعت کے خادم ہیں۔ اور نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اگرچہ اس نبی کی ولایت ہو اور یہ بھی لکھا ہے کہ کمالاتِ ولایت کو کمالات نبوت کے ساتھ کچھ نسبت نہیں ہے۔ کاش کہ ان کے درمیان قطرہ اور دریا کی سی نسبت ہوتی۔ اس قسم کی بہت سی باتیں اس مکتوب میں جو طریقہ کے بیان میں اپنے فرزند کی طرف لکھا ہے خاص طور پر لکھی گئی ہیں۔ وہاں سے ملاحظہ فرمالیں۔

اس گفتگو سے مقصود یہ ہے کہ حق تعالےٰ کی نعمت کا اظہار ہو۔ اور اس طریقہ کے طالبوں کو ترغیب ہو۔ نہ یہ کہ دوسروں پر اپنی فضیلت و بزرگی ثابت ہو۔ خدائے تعالےٰ کی معرفت اس شخص پر حرام ہے جو اپنے آپ کو کافر فرنگ سے بہتر جانے۔ تو پھر اس شخص کا کیا حال ہو جو بزرگان دین سے اپنے آپ کو افضل جانے ؎

ولے چوں شہ مرا برداشت ازخاک — سزد گر بگذرانم سر ز افلاک

من آن خاکم کہ ابر نوبہاری — کند از لطف بر من قطرہ باری

اگر بر روید از تن صد زبانم — چو سوسن شکر لطفش کے توانم

ترجمہ ؎ مجھے جب خاک سے شہ نے اُٹھایا — فلک سے ہو نہ کیوں پھر اونچا پایا

وہ مٹی ہوں کہ ابر نوبہاری — کرے رحمت سے مجھ پر قطرہ باری

اگر ہر بال میں میرے زباں ہو — تو پھر بھی شکر نعمت کب عیاں ہو

اس کے مطالعہ کے بعد اگر تم میں نماز کے سیکھنے اور اس کے مخصوص کمالات میں سے بعض کے حاصل کرنے کا شوق پیدا ہو۔ اور وہ شوق تم کو بے آرام کرے۔ تو استخاروں کے بعد ان حدود کی طرف آجائیں اور عمر کا کچھ حصہ نماز کے سیکھنے میں صرف کریں۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْھَادِیْ اِلٰی سَبِیْلِ الرَّشَادِ اللہ تعالےٰ سیدھے رستے کی طرف ہدایت دینے والا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا

مکتوب ۲۶۲

اس بیان میں کہ ہمارا ارتباط حُبّی اور ہماری نسبت انعکاسی ہے۔ اور قُرب و بُعد میں کچھ تفاوت نہیں رکھتی۔ اور اس کے مناسب بیان میں مولانا محبّ علی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا صحیفہ شریفہ جو التفات و توجہ سے لکھا ہوا تھا اس کے پہنچنے سے خوشی حاصل ہوئی۔ اور چونکہ فرط محبت اور کمال اختصاص سے بھرا ہوا تھا اس لئے فرحت پر فرحت حاصل ہوئی۔ آپ نے سابقہ عہد کے پورا کرنے کے لئے لکھا ہوا تھا۔

میرے مخدوم! اوضاع شرعیہ میں سے جس وضع پر آپ ہیں کچھ مضائقہ نہیں۔ شرطیکہ رشتہ محبت نہ ٹوٹ جائے۔ بلکہ دن بدن قوت پیدا کرے۔ اور اس اشتیاق کی چنگاری سرد نہ ہو جائے بلکہ دمبدم زیادہ بھڑکتی جائے۔ کیونکہ ہمارا ارتباط حُبّی ہے۔ اور ہماری نسبت انعکاسی اور انصباغی۔ اور جلدی اور دیر اور طریق کے بعض خصوصیات کا علم ہونے اور نہ ہونے کے سوا قرب و بعد میں کچھ تفاوت نہیں رکھتی۔ اس معنے کی تحقیق اس مکتوب کے خاتمہ سے جو اپنے فرزند ارشد کے تمام طریق کے بیان میں لکھا ہے، طلب فرمائیں۔ اس مکتوب کی نقل برادرم سیادت پناہ میر محمد نعمان کے پاس لے گئے ہیں۔ وہاں سے منگوالیں۔ زیادہ طُول کلام کیا کیا جائے والسلام

مکتوب ۲۶۳

اُن معارف کے بیان میں جو کعبہ ربانی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور نماز کے فضائل اور اس کے مناسب بیان میں۔ جناب معارف آگاہ میاں تاج الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ کی حمد ہے اور اُس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کے قدوم مسرت لزوم یعنی تشریف آوری کی خوشخبری سُنکر مشتاق دوستوں کو بہت

خوشی حاصل ہوئی۔ اس پر اللہ کا بڑا احسان ہے ؎

انصاف بدہ اے فلک مینا فام ۔۔۔ تا زیں دو کدام خوبتر کرد خرام
خورشید جہاں تاب تو از جانب شرق ۔۔۔ یا ماہ جہاں گرد من از جانب شام

ترجمہ ؎
اے فلک نیلا کے رنگ انصاف کر ۔۔۔ دونوں سے کس کا ہے آنا خوب تر
تیرا سورج ہے جو مشرق سے چڑھے ۔۔۔ یا مرا مہ جو کہ آئے شام سے

جب آپ نے قدم رنجہ فرمایا ہے تو جلدی تشریف لائیں کیونکہ مشتاق مدت سے منتظر ہیں اور بیت اللہ کی خبریں سننے کی آرزو رکھتے ہیں۔ فقیر کے نزدیک جس طرح کعبہ کی صورت کیا ملک کیا بشر تمام خلائق کی صورتوں کے لئے مسجود الیہ ہے اسی طرح اس کی حقیقت بھی ان صورتوں کی حقائق کے لئے مسجود الیہ ہے۔ اسی واسطے وہ حقیقت تمام حقائق سے برتر ہے۔ اور اسکے متعلقہ کمالات تمام حقائق کے متعلقہ کمالات سے بڑھ کر ہیں۔ گویا یہ حقیقت حقائقِ کونی اور حقائق الہٰی کے درمیان برزخ ہے۔ حقائق الہٰی سے مراد عظمت و کبریا کے پردے ہیں جن کے پاک دامن کو کوئی رنگ و کیفیت نہیں لگی۔ اور کسی ظلیت نے ان کی طرف راہ نہیں پایا۔ دنیوی عروجات اور ان کے ظہورات کی نہایت حقائق کونی کے انتہا تک ہے۔ اور حقائق الہٰی سے کامیاب ہونا آخرت پر مخصوص ہے۔ ہاں نماز میں جو مومن کا معراج ہے۔ اور اس معراج میں گویا دنیا سے نکل کر آخرت میں چلا جاتا ہے۔ اس حظ میں سے جو آخرت کو میسر ہوگا کچھ حصہ حاصل ہو جاتا ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ نماز میں اس دولت کے حاصل ہونے کا عمدہ ذریعہ کعبہ کی طرف جو حقائق الہٰی جل شانہٗ کے ظہورات کا مقام ہے۔ نمازی کا توجہ کرنا ہے۔ پس کعبہ دنیا میں ایک اعجوبہ ہے جو صورت میں دنیا سے ہے لیکن حقیقت میں آخرت سے ہے۔ اور نماز نے بھی اس کے وسیلہ سے یہ نسبت پیدا کرلی ہے۔ اور صورت و حقیقت میں دنیا و آخرت کی جامع ہے۔ اور یہ ثابت ہو چکا ہے کہ وہ حالت جو نماز کے ادا کرنے کے وقت میسر ہوتی ہے ان تمام حالات سے جو نماز کے سوا حاصل ہوں، برتر ہے۔ کیونکہ وہ حالات اگرچہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہوں۔ دائرہ ظل سے باہر نہیں ہیں۔ اور یہ حالت اصل سے حصہ رکھتی ہے۔ پس جس قدر اصل و ظل کے درمیان فرق ہے اسی قدر ان حالات اور اس حالت کے درمیان فرق ہے۔ اور مشاہدہ میں آتا ہے کہ وہ حالت جو اللہ تعالیٰ کی عنایت سے موت کے وقت ظاہر ہوگی۔ وہ نماز کی حالت

سے برتر ہوگی۔ کیونکہ موت احوال آخرت کے مقدمات میں سے ہے۔ اور جو حالت آخرت کے زیادہ نزدیک ہے وہ زیادہ اتم و اکمل ہے۔ کیونکہ اس جگہ صورت کا ظہور ہے اور وہاں حقیقت کا ظہور۔ پس دونوں میں کس قدر فرق ہے۔ اور ایسے ہی وہ حالت جو اللہ جلشانہ کے کرم و فضل سے برزخ صغرےٰ یعنی قبر میں میسر ہوگی۔ اس حالت سے جو مرگ کے وقت میسر ہوگی، بڑھ کر ہوگی۔ اور برزخ کبرےٰ یعنی روز قیامت کو کہ جہاں کا شہود اتم و اکمل ہے، برزخ صغرےٰ کے ساتھ یہی نسبت ہے۔ اور اسی طرح برزخ کبرےٰ کی شہود کی نسبت جنات النعیم کا شہود اتم و اکمل ہے۔ اور تمام مقامات سے برتر وہ مقام ہے جس کی نسبت مخبر صادق صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے خبر دی ہے اور فرمایا ہے کہ اِنَّ لِلّٰہِ جَنَّۃً لَیْسَ فِیْہَا حُوْرٌ وَّلَا قُصُوْرٌ یَتَجَلّٰی فِیْہَا رَبُّنَا ضَاحِکًا۔ اللہ تعالےٰ کا ایک جنت ہے جس میں کوئی حور ہے اور نہ کوئی محل۔ اس میں اللہ تعالےٰ ہنستے ہوئے تجلّی فرماویگا ✦

پس تمام ظہورات میں سے ادنےٰ ظہور دنیا و مافیہا ہے۔ اور ان ظہورات میں سے اعلےٰ جنت۔ بلکہ دنیا بالکل ظہور کا مقام نہیں ہے وہ ظلی ظہورات اور مثالی نمائش جو دنیا کے ساتھ مخصوص ہیں۔ فقیر کے نزدیک سب امور دنیا میں شمار ہیں۔ اور حقیقت میں وہ ظہورات خواہ تجلیات صفات ہوں، خواہ تجلیات ذات، سب دائرہ امکان میں داخل ہیں۔ تعالےٰ اللہ عَمَّا یَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔ اللہ تعالیٰ اس بات سے جو ظالم کہتے ہیں بہت بلند ہے ✦

فقیر جب دنیا کو پورے طور پر ملاحظہ کرتا ہے تو محض خالی پاتا ہے۔ اور مطلوب کی کچھ بو اس کے دماغ میں نہیں پہنچتی ✦

حاصل کلام یہ ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ اس جگہ مطلوب کو ڈھونڈنا اپنے آپ کو پریشان کرنا یا مطلوب کے غیر کو مطلوب جاننا ہے۔ چنانچہ اکثر لوگ اس میں گرفتار ہیں۔ اور خواب خیال میں آرام کئے ہوئے ہیں۔ اس مقام میں صرف نماز ہی ہے جو اصل سے کچھ حصہ رکھتی ہے اور مطلوب کی بو لاتی ہے۔ وَدُوْنَہٗ خَرْطُ الْقَتَادِ۔ اس کے سوا بیفائدہ رنج ہے ✦

مکتوب ۲۶۴

اس بیان میں کہ اپنے معاملہ کو حیرت و جہالت میں پیجانا چاہئے۔ اور احوال و کشوف پر بھروسہ نہ کرنا چاہئے۔ اور اس کے ضمن میں اس واقع کا ذکر اور تعبیر کی ہے۔ جو

گرد نواح کے مشائخ میں سے کسی شیخ نے ظاہر کیا تھا۔ میر سید باقی سہارنپوری کی طرف لکھا ہے :۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اُس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو ۔

آپ کا صحیفہ شریفہ جو بڑی محبت اور کمال اشتیاق سے صادر فرمایا تھا پہنچا۔ اور بڑی خوشی حاصل ہوئی ۔ آپ اپنے کام کی طرف متوجہ رہیں ۔ اور اسماء وصفات کے ملاحظہ کے بغیر ذکر اسم ذات تعالیٰ میں مشغول رہیں ۔ یہاں تک کہ معاملہ جہالت تک پہنچ جائے اور کام حیرت تک انجام پا جائے ۔ کیونکہ اسماء وصفات کا ملاحظہ اکثر اوقات احوال کے ظاہر ہونے کا باعث اور مواجید کے صادر ہونے کا سبب ہو جاتا ہے ۔ اور آپ نے سنا ہو گا کہ اصول ومواجید میں خطا کا بہت احتمال ہے ۔ اور اس مقام میں حق باطل کے ساتھ بہت ملا رہتا ہے ۔

اور واضح ہو کہ انہی دنوں میں گرد نواح کے مشائخ میں سے ایک شیخ نے اس فقیر کی طرف پیغام بھیجا اور اپنا احوال ظاہر کیا کہ فنا ومحویت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ جس طرف نظر کرتا ہوں کچھ نہیں دیکھتا ہوں ۔ اور زمین و آسمان کی طرف جب نگاہ کرتا ہوں ۔ اور عرش و کرسی کی طرف جب دیکھتا ہوں تو ان کو بھی کچھ نہیں پاتا ہوں ۔ اور اپنے آپ کو بھی جب ملاحظہ کرتا ہوں کچھ نہیں پاتا ہوں اور اگر کسی کے پاس جاتا ہوں تو اس کو بھی کچھ نہیں پاتا ہوں ۔ اور خدائے تعالیٰ بے نہایت ہے اس کی نہایت کو کسی نے نہیں پایا ہے ۔ اور مشائخ کو اسی کو کمال سمجھا ہے ۔ اگر تو بھی اسی کو کمال جانتا ہے تو پھر میں طلب حق کے لئے تیرے پاس کس لئے آؤں ۔ اور اگر کسی اور امر کو کمال جانتا ہے تو لکھ ۔

فقیر نے اس کے جواب میں لکھا کہ یہ احوال قلب کے تلوینات میں سے ہیں ۔ اور قلب اس راہ کا پہلا زینہ ہے ۔ اور ان احوال کے صاحب نے ابھی مقام قلب سے صرف چوتھا حصہ ہی طے کیا ہے ۔ تین حصے اور قلب سے اُس کو طے کرنے چاہئیں ۔ بعد ازاں دوسرے زینہ پر جو روح سے مراد ہے جہاں تک خدائے تعالیٰ چاہے عروج کرنا چاہئے ۔

اس ماجرا سے کچھ مدت کے بعد فقیر کے یاروں میں سے ایک یار نے جو طریقہ اخذ کر کے اپنے وطن کو گیا ہوا تھا ۔ جب واپس آ کر احوال بیان کیا تو معلوم ہوا کہ اس کا حال شیخ مستفسر کے حال کے موافق ہے ۔ بلکہ یہ دوست اس مقام میں اس شیخ سے قدم آگے رکھتا ہے ۔ اور جب

اچھی طرح اس کے حالات ملاحظہ کیا گیا۔ تو ظاہر ہوا کہ اس کی یہ فنا و محویت عنصر ہوا میں ہے۔ جو ذرات میں سے ہر ذرہ کو محیط ہے۔ اور ہوا کے سوا کوئی اور امر مشہود نہیں ہے اور اسی کو خدائے بے نہایت سمجھا ہے۔ تَعَالَى اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنْ ذٰلِكَ عُلُوًّا كَبِيْرًا اللہ تعالیٰ اس بات سے برتر ہے۔

دوسری دفعہ اس کو بلا کر پھر اس کے احوال کی تفتیش کی۔ تو یقین ہو گیا کہ اس کی گرفتاری عنصر ہوا کے سوا کسی اور امر کے ساتھ نہیں ہے۔ اور اس کو بھی اس بات پر مطلع کیا۔ اور جب اس نے اپنے وجدان کی طرف رجوع کی۔ تو اس نے بھی معلوم کر لیا کہ ہوا کے سوا مجھے کچھ حاصل نہیں ہے اس نے ان احوال سے توبہ کی اور قدم آگے بڑھایا۔

جاننا چاہئے کہ عالم خلق یعنی عالم عناصر اربعہ اور عالم ارواح کے درمیان قلب بمنزلہ برزخ کے ہے اور دونوں عالم کا رنگ رکھتا ہے۔ گویا قلب کا نصف حصہ عالم خلق سے ہے اور اس کا دوسرا نصف حصہ عالم ارواح سے ہے۔ اور جب اس کے عالم خلق والے نصف حصہ کو پھر نصف کریں تو معاملہ عنصر ہوا پر جا پڑیگا۔ پس قلب کا چوتھا حصہ مقام ہوا سے مراد ہے۔ جس کو قلب شامل ہے۔ پس یہ جو آخر ظاہر ہوا جواب اوّل کے موافق ہے۔ اور اس کی حقیقت کے کشف کا بیان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں۔ اس سے زیادہ لکھنا وقت کے مناسب نہ تھا۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا۔ اور سلام ہو آپ پر اور ان سب پر جنہوں نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۶۵

اس بیان میں کہ عزلت اور گوشہ نشینی کے اختیار کرنے میں چاہئے کہ مسلمانوں کے حقوق ضائع نہ ہوں۔ اور حقوق اور اس کے مناسب بیان میں شیخ عبدالہادی بدایونی کی طرف لکھا ہے:۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ میرے سعادتمند بھائی کا مکتوب مرغوب

پہنچا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی ٭

اللہ تعالےٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ مفارقت اور جدائی کے زمانہ دراز نے محبت و اخلاص اور مودّت و اختصاص میں کچھ تاثیر نہیں کی۔ باوجود اس کے اگر آپ تشریف لے آتے تو بہت ہی مناسب ہوتا۔ وَالْخَیْرُ فِیْمَا صَنَعَ اللّٰہُ تَعَالٰی۔ اور بہتر وہی ہے جو اللہ تعالےٰ کرے ٭

آپ نے گوشہ نشینی کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ہاں بیشک گوشہ نشینی صدّیقین کی آرزو ہے۔ آپ کو مبارک ہو۔ آپ عزلت و گوشہ نشینی اختیار کریں لیکن مسلمانوں کے حقوق کی رعایت ہاتھ سے نہ دیں ٭

آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ خَمْسٌ رَدُّ السَّلَامِ وَعِیَادَۃُ الْمَرِیْضِ وَاتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ وَاِجَابَۃُ الدَّعْوَۃِ وَتَشْمِیْتُ الْعَاطِسِ مسلمان کے حق مسلمان پر پانچ ہیں، سلام کا جواب دینا، بیمار پرسی کرنا، جنازہ کے پیچھے چلنا، دعوت کا قبول کرنا اور چھینک کا جواب دینا۔ لیکن دعوت کے قبول کرنے میں چند شرائط ہیں ٭

احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ اگر طعام مشتبہ ہو یا دعوت کا مکان اور وہاں کا فرش حلال نہ ہو۔ یا وہاں ریشمی فرش اور چاندی کے برتن ہوں۔ یا چھت یا دیوار پر حیوانوں کی تصویریں ہوں۔ یا باجے یا سماع کی کوئی چیز موجود ہو۔ یا کسی قسم کی لہو و لعب اور کھیل کود کا شغل ہو۔ یا غیبت اور بہتان اور جھوٹ کی مجلس ہو۔ تو ان سب صورتوں میں دعوت کا قبول کرنا منع ہے۔ بلکہ یہ سب امور اس کی حرمت اور کراہت کا موجب ہیں۔ اور ایسے ہی اگر دعوت کرنے والا ظالم یا فاسق یا مبتدع یا شریر یا تکلف کرنے والا یا فخر و مباہات کا طالب ہے۔ تو اس صورت میں بھی یہی حکم ہے ٭

اور شرعۃ الاسلام میں ہے کہ ایسے طعام کی دعوت قبول نہ کریں جو ریا و سمع کے لئے تیار کیا گیا ہو ٭

اور محیط میں ہے کہ جس بساط پر لہو و لعب یا سرود کا سامان ہو۔ یا لوگ غیبت کرتے اور شراب پیتے ہوں تو وہاں بیٹھنا نہیں چاہئے۔ جیسے کہ مطالب المومنین میں ہے

اگر یہ سب موانع موجود نہ ہوں تو دعوت کے قبول کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ لیکن اس زمانہ میں ان موانع کا مفقود ہونا دشوار ہے۔ اور نیز جان لیں کہ ع

عزلت از اغیار باید نہ زیار ترجمہ ع غیر سے عزلت ہی بہتر یار سے اچھی نہیں

کیونکہ ہمرازوں کے ساتھ صحبت رکھنا اس طریقہ علیہ کی سنت مؤکدہ ہے ✦

حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریق صحبت ہے کیونکہ خلوت میں شہرت ہے اور شہرت میں آفت۔ اور صحبت سے مراد موافقان طریقت کی صحبت ہے نہ کہ مخالفان طریقت کی صحبت۔ کیونکہ ایک کا دوسرے میں فانی ہونا صحبت کی شرط ہے۔ جو بغیر موافقت کے میسر نہیں ہوتا۔ اور مریض کی عیادت سنت ہے۔ اگر اس مریض کا کوئی شخص خبر گیر ہے اور اس کی بیمار پرسی کرتا ہے۔ ورنہ اس بیمار کی بیمار پرسی واجب ہے۔ جیسے کہ حاشیہ مشکوٰۃ میں کہا ہے۔ اور نماز جنازہ میں حاضر ہونے کے لئے کم از کم چند قدم جنازہ کے پیچھے چلنا چاہیئے تاکہ میت کا حق ادا ہو جائے۔ اور جمعہ و جماعت و نماز پنجگانہ اور نماز عیدین میں حاضر ہونا ضروریات اسلام سے ہے ان سے چارہ نہیں۔ اور باقی اوقات کو تبتل و انقطاع میں بسر کریں۔ لیکن چاہیئے کہ اول نیت کو درست کریں۔ اور گوشہ نشینی کو دنیا کی کسی غرض سے آلودہ نہ کریں۔ اور حق تعالیٰ کے ذکر کے ساتھ باطنی جمعیت کے حاصل ہونے اور لاطائل اور بیفائدہ اشغال سے منہ موڑنے کے سوا عزلت سے اور کچھ مقصود نہ ہو۔ اور نیت کو درست کرنے میں بڑی احتیاط کریں ایسا نہ ہو کہ اس کے ضمن میں کوئی نفسانی غرض پوشیدہ ہو۔ اور نیت کے درست کرنے میں التجا و تضرع اور عجز و انکسار بہت کریں۔ تاکہ نیت کی حقیقت میسر ہو جائے اور سنت سنت استخارے ادا کر کے درست نیت کے ساتھ عزلت اختیار کریں۔ امید ہے کہ بڑے بڑے فائدے اس پر مترتب ہونگے۔ باقی احوال کو ملاقات پر موقوف رکھا ہے۔ والسلام ✦

مکتوب ۲۶۶

اہل سنت و جماعت (خدا ان کی کوشش کو مشکور فرمائے) کی رائے کے موافق بعض ان عقاید کلامیہ کے بیان میں جو آپ کو از روئے الہام و فراست کے حاصل ہوئے تھے نہ کہ از روئے تقلید و تخمین کے۔ ابتدائے احوال میں حضرت پیغمبر علیہ علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کو خواب میں دیکھا تھا اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تو علم کلام کے مجتہدوں میں سے ہے اور اس واقع کو اپنے خواجہ بزرگوار کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ اسی دن سے مسائل کلامیہ میں ہر مسئلہ میں آپ کی رائے علیحدہ اور علم جدا ہے۔ لیکن مسائل میں مشائخ ماتریدیہ سے موافقت رکھتے ہیں۔ اور فلسفہ کے

ردّ کرنے اور اہل فلسفہ کی مذمّت اور بُرائی کے بیان کرنے اور ان ملحدوں اور زندیقوں کی تردید میں جو صوفیہ کی مراد کو نہ سمجھ کر گمراہ ہوگئے ہیں۔ اور بعض ان فقہیّہ احکام کے بیان میں جو نماز سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور طریقہ نقشبندیہ کے کمالات اور اس میں سُنّت کی متابعت کو لازم پکڑنے کے بیان میں۔ اور سماع و سرود کے سُننے اور رقّاصوں یعنی ناچنے اور گانیوالوں کی مجلس میں حاضر ہونے سے منع کرنے اور اس کے مناسب بیان میں اپنے پیرزادوں یعنی خواجہ عبد اللہ اور خواجہ عبید اللہ کی خدمت میں صادر فرمایا ہے:-

بسم اللہ الرحمن الرحیم

رَبِّ یَسِّرْ وَلَا تُعَسِّرْ وَتَمِّمْ بِالْخَیْرِ

اے ربّ آسان کر اور مشکل نہ کر اور خیریت سے تمام کر۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد اپنے بزرگ مخدوم زادوں کی جناب میں عرض کرتا ہے کہ یہ فقیر سر سے پاؤں تک آپ کے والد بزرگوار کے احسانوں میں غرق ہے۔ فقیر نے اس طریق میں الف و بے کا سبق انہی سے لیا ہے۔ اور اس راہ کے حروف تہجی انہی سے سیکھے ہیں۔ اور اندراج النہایت فی البدایت کی دولت ان کی صحبت کی برکت سے حاصل کی ہے۔ اور سفر و وطن کی سعادت کو ان کی خدمت کی طفیل پایا ہے۔ ان کی شریف توجہ نے اس ناقابل کو دو اڑھائی ماہ کے عرصہ میں نسبت نقشبندیہ تک پہنچا دیا۔ اور ان بزرگواروں کا حضور خاص عطا فرمایا۔ اور وہ تجلیات اور ظہورات اور انوار اور الوان اور بے رنگیاں اور بے کیفیتیاں جو ان کی طفیل اس عرصہ میں ظاہر ہوئیں شرح و تفصیل سے باہر ہیں۔ اور ان کی بزرگ توجہ کی برکت سے معارف توحید اور اتحاد اور قرب و معیّت اور احاطہ اور سریان میں شاید ہی کوئی دقیقہ رہ گیا ہوگا جو اس فقیر پر نہ کھلا ہو۔ اور اس کی حقیقت سے اطلاع نہ دی ہو۔ وحدت کا کثرت میں اور کثرت کا وحدت میں مشاہدہ کرنا ان معارف کے مقامات اور مبادی میں سے ہے۔

غرض جہاں نسبت نقشبندیہ اور ان بزرگواروں کا حضور خاص ہے وہاں ان معارف کا زبان پر لانا اور اس شہود و مشاہدہ کا نشان بتانا نادانی ہے۔

ان بزرگواروں کا کارخانہ بہت بلند ہے اور ہر زرّاق اور رقّاص (مکّار اور ناچنے والے) کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا جب اس قسم کے بلند درجے والی دولت جناب کی حضور سے

اس فقیر کو ملی ہو۔ تو پھر اس کے عوض اگر تمام عمر کے لئے اپنے سر کو جناب کی بلند درگاہ کے خادموں کے پامال کرتا رہے۔ تو بھی جناب کا حق ادا نہ ہو سکے۔ یہ فقیر اپنی تقصیروں کو کیا عرض کرے اور اپنی شرمندگیوں کا کیا اظہار کرے۔ اللہ تعالےٰ ہماری طرف سے معارف آگاہ خواجہ حسام الدین احمد کو جزائے خیر دے جنہوں نے ہم کم ہمتوں کا بار مئونت اپنے ذمّے لیکر ہمت کو بلند بارگاہ کی خدمت کے لئے باندھا ہے۔ اور ہم دُور پڑے ہوؤں کو اس سے فارغ کر دیا ہوا ہے۔

گر بر تنِ من شود زباں ہر مُوئے یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

ترجمہ: اگر ہر بال میں میرے زباں ہو تو شکر اس کا نہ پھر بھی کچھ بیاں ہو

یہ فقیر تین مرتبہ حضرت ایشاں یعنی خواجہ بزرگوار کی قدمبوسی کی دولت سے مشرف ہوا اخیر دفعہ حضور نے اس فقیر کو فرمایا کہ بدن کی کمال کمزوری مجھ پر غالب آگئی ہے اور زندگی کی امید کم ہے بچوں کے احوال سے خبردار رہنا ہوگا۔ اور اسی وقت اپنے حضور میں آپ کو بلایا۔ اور آپ اس وقت دائیوں کی گود میں ننھے یعنی دودھ پیتے بچے تھے۔ اور فقیر کو فرمایا کہ ان کی طرف توجہ کرو۔ فقیر نے حکم کے بموجب حضور کی خدمت میں آپ کی طرف توجہ کی حتّٰی کہ اس توجہ کا اثر بھی اسی وقت ظاہر ہو گیا۔ اس کے بعد فرمایا کہ ان کی والدات کے لئے بھی غائبانہ توجہ کرو حکم کے موافق غائبانہ توجہ کی گئی۔ امید ہے کہ حضور کی برکت سے اس توجہ سے کئی قسم کے فائدے اور نتیجے حاصل ہونگے۔ آپ ہرگز تصوّر نہ کریں کہ حضور کے کسی واجب الامتثال امر اور حضور کی وصیت لازمہ میں کسی قسم کی سستی یا غفلت واقع ہوئی ہو۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ آپ کے اور اذن کا منتظر ہے۔

اب چند فقرے نصیحت کے طور پر لکھے جاتے ہیں، امید ہے کہ گوش ہوش سے سنینگے۔

اَسْعَدَکُمُ اللہُ سُبْحَانَہٗ خدائے تعالےٰ آپ کو سعادت دیوے۔ عقلمندوں پر سب سے اول فرض ہے کہ اپنے عقائد کو علمائے اہلسنت وجماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم (جو فرقہ ناجیہ ہیں) کے عقائد کے موافق درست کرے۔ بعض ان عقائد اعتقادیہ کا بیان کیا جاتا ہے۔ جن میں کسی قسم کی پوشیدگی ہے۔

جاننا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ ذاتِ تقدس خود موجود ہے۔ اور تمام اشیاء اسی کی ایجاد سے موجود ہیں۔ اور حق تعالےٰ اپنی ذات وصفات اور افعال میں یگانہ ہے۔ اور فی الحقیقت کسی امر میں خواہ وجودی ہو یا غیر وجودی، کوئی بھی اس کے ساتھ شریک نہیں ہے مشارکت اسمی

عقائد اول

اور مناسبت لفظی بحث سے خارج ہے ⁂

اللہ تعالےٰ کے صفات اور افعال اس کی ذات کی طرح بیچون اور بیچگون ہیں ۔ اور ممکنات کے صفات و افعال کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتے ۔ مثلاً صفت العلم حق تعالےٰ کی ایک صفت قدیم اور بسیط حقیقی ہے ۔ جس میں تکثر اور تعدد کو ہرگز دخل نہیں ہے ۔ اگرچہ وہ تکثر اور تعدد تعلقات کے تعدد کے اعتبار سے ہو ۔ کیونکہ وہاں صرف ایک ہی بسیط انکشاف ہے کہ جس کے ازل و ابد کے معلومات منکشف ہوتے ہیں ۔ اور تمام اشیا کو ان کے متضادہ اور متناسبہ احوال کے ساتھ کلی اور جزئی طور پر ہر ایک کے مخصوص اوقات میں آن واحد بسیط میں جانتا ہے ۔ یعنی اسی آن میں زید کو موجود بھی جانتا ہے اور معدوم بھی ۔ اور جنین بھی جانتا ہے اور صبی بھی اور جوان بھی جانتا ہے اور بوڑھا بھی ۔ اور زندہ بھی جانتا ہے اور مردہ بھی ۔ اور کھڑا ہوا جانتا ہے اور بیٹھا ہوا بھی ۔ اور تکیہ لگانیوالا جانتا ہے ۔ اور لیٹا ہوا بھی ۔ اور ہنستا ہوا جانتا ہے اور روتا ہوا بھی اور لذت پانیوالا جانتا ہے اور رنج و دکھ پانے والا بھی ۔ اور عزیز جانتا ہے اور ذلیل بھی ۔ اور برزخ میں جانتا ہے اور حشرات میں بھی ۔ اور جنت میں جانتا ہے اور لذت و نعمت میں بھی ۔ پس تعلق تعدد بھی اس موطن میں مفقود ہے ۔ کیونکہ تعلقات کا تعدد وقتوں کا تعدد اور زمانوں کا تکثر چاہتا ہے اور وہاں ازل سے ابد تک صرف ایک ہی آن واحد بسیط ہے جس میں کسی قسم کا تعدد نہیں ہے کیونکہ حق تعالےٰ پر زمانہ اور تقدم و تاخر کے احکام جاری نہیں ہوتے ⁂

پس حق تعالےٰ کے علم میں اگر ہم معلومات کے ساتھ تعلق ثابت کریں تو ایک ہی تعلق ہوگا جو تمام مخلوقات کے ساتھ متعلق ہے ۔ اور وہ تعلق بھی مجہول الکیفیت ہے ۔ اور صفت العلم کی طرح بیچون و بیچگونہ ہے ⁂

ہم اس تصور کے استبعاد (یعنی قیاس اور فہم سے دور اور بعید ہونے) کو ایک مثال بیان کرکے دور کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جائز ہے کہ ایک شخص ایک ہی وقت میں کلمہ کو اس کی مختلف قسموں اور متغائرہ احوال اور متضادہ اعتباروں کے ساتھ جان لیوے ۔ یعنی ایک ہی وقت میں کلمہ کو اسم بھی اور فعل بھی اور حرف بھی اور ثلاثی بھی اور رباعی بھی اور معرب بھی اور مبنی بھی اور متمکن بھی اور غیر متمکن بھی اور منصرف بھی اور غیر منصرف بھی اور معرفہ بھی اور ماضی بھی اور مستقبل بھی اور امر بھی اور نہی بھی جان لیوے ۔ بلکہ اگر وہ شخص یوں کہدے کہ میں کلمہ کے تمام اقسام اور اعتبارات کو کلمہ کے آئینہ میں ایک ہی وقت میں مفصل طور پر دیکھتا ہوں ۔ تو بھی جائز ہے ۔ جب ممکن کے علم بلکہ ممکن کی دید

میں اضداد کا جمع ہونا متصور ہے تو پھر اس واجب الوجود وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی کے علم میں یہ بات کس طرح بعید معلوم ہوتی ہے ۔

جاننا چاہیئے کہ اس جگہ اگرچہ بظاہر جمع ضدین ہے ۔ مگر حقیقت میں ان کے درمیان ضدیت مفقود ہے ۔ کیونکہ ہرچند زید کو آن واحد میں موجود اور معدوم جانتا ہے کہ اس کے وجود کا وقت مثلاً ہزار سال سنہ ہجری کے بعد ہے ۔ اور اس کے عدم سابق کا وقت اس سال معین سے پہلے ہے اور اس کے عدم لاحق کا وقت گیارہ سو سال کے بعد ہے ۔ پس حقیقت میں ان دونوں کے درمیان زمانہ کے تغیر کے باعث کوئی ضدیت نہیں ہے ۔ اور باقی احوال کو بھی اسی قیاس پر سمجھنا چاہیئے ۔ فافہم ۔

اس تحقیق سے واضح ہو گیا کہ حق تعالیٰ کا علم اگرچہ جزئیات کے ساتھ متعلق ہو ۔ لیکن تغیر کی آمیزش اس میں دخل نہیں پاتی ۔ اور حدوث کا گمان اس صفت میں پیدا نہیں ہوتا ۔ جیسے کہ فلاسفہ نے زعم کیا ہے ۔ کیونکہ تغیر اس تقدیر پر متصور ہو سکتا ہے ۔ جب کہ ایک کو دوسرے کے بعد جانتا ہو ۔ اور جب سب کو آن واحد میں جان لے ۔ تو پھر تغیر و حدوث کی گنجائش نہیں ہے پس کچھ حاجت نہیں ہے کہ ہم اس کے واسطے تعلقات متعددہ ثابت کریں تاکہ تغیر و حدوث ان تعلقات کی طرف راجع ہو نہ کہ صفت علم کی طرف ۔ جیسے کہ بعض متکلمین نے فلاسفہ کے شبہ کو دفع کرنے کے لئے کیا ہے ۔ ہاں اگر معلومات کی جانب میں تعلقات کا تعدد ثابت کریں تو ہو سکتا ہے ۔

اور اسی طرح کلام بسیط ہے کہ ازل سے ابد تک اسی ایک کلام کے ساتھ گویا ہے ۔ اگر امر ہے ، تو وہیں سے پیدا ہے ۔ اور اگر نہی ہے ، تو وہ بھی وہیں سے ہے ۔ اور اگر اعلام ہے ، تو وہ بھی وہیں سے ماخوذ ہے ۔ اور اگر استعلام ہے ، تو وہ بھی وہیں سے ہے ۔ اور اگر تمنّٰی یا ترجّی ہے ، تو وہ بھی وہیں سے مستفاد ہے ۔

تمام منزلہ کتابیں اور مرسلہ صحیفے اس کلام بسیط کا ایک ورق ہیں ۔ اگر توریت ہے تو وہیں سے لکھی گئی ہے ۔ اور اگر انجیل ہے تو اس نے بھی وہیں سے نفظی صورت حاصل کی ہے ۔ اور اگر زبور ہے تو وہیں سے مسطور ہے ۔ اور اگر فرقان ہے تو وہ بھی وہیں سے نازل ہوا ہے ۔ع

والله کلام حق کہ علی الحق یکیست و بس

ترجمہ ۔ واللہ کلام حق ہے سچ ایک ہی فقط

ہاں نزول میں مختلف آثار آئے ہیں ۔

اور اسی طرح ایک ہی فعل ہے۔ اور اسی ایک فعل کے ذریعے اوّلین و آخرین مصنوعات وجود میں آرہے ہیں۔ آیت کریمہ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَۃٌ کَلَمْحٍۭ بِالْبَصَرِ (آنکھ کے جھپکنے کی طرح ہمارا امر صرف ایک ہی ہے) میں اسی مضمون کی طرف اشارہ ہے۔ اگر احیا اور اماتت ہے تو اسی فعل سے وابستہ ہے۔ اور اگر انعام یا ایلام ہے تو اسی فعل سے متعلق ہے۔ اور ایسے ہی اگر ایجاد ہے یا اعدام تو وہ بھی اسی فعل سے پیدا ہے۔ پس حق تعالےٰ کے فعل میں بھی تعدد تعلقات ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ ایک ہی تعلق سے تمام اولین و آخرین مخلوقات اپنے اپنے وجود کے مخصوصہ وقتوں میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ یہ تعلق بھی حق تعالےٰ کے فعل کی طرح بیچون و بیچگونہ ہے۔ کیونکہ چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں۔ لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاہُ (بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں) +

اشعری نے چونکہ حق تعالےٰ کے فعل کی حقیقت سے اطلاع نہ پائی۔ اس لئے تکوین کو حادث کہدیا۔ اور حق تعالےٰ کے افعال کو بھی حادث جان لیا۔ اور نہ جانا کہ یہ سب حق تعالےٰ کے ازلی فعل کے آثار ہیں نہ کہ حق تعالےٰ کے افعال +

اور بعض صوفیہ نے جو تجلّی افعال ثابت کی ہے اور اس مقام میں ممکنات کے افعال کے آئینہ میں اس واحد جلّشانہٗ کے فعل کے سوا اور کچھ نہیں دیکھا ہے۔ وہ بھی اسی قسم سے ہے یعنی وہ تجلّی درحقیقت حق تعالےٰ کے فعل کے آثار کی تجلّی ہے۔ نہ کہ حق تعالےٰ کے فعل کی تجلّی۔ کیونکہ حق تعالےٰ کے فعل کے لئے جو بیچون اور بیچگون اور قدیم اور اس کی ذات کے ساتھ قایم ہے اور جس کو تکوین کہتے ہیں۔ محدثات کے آئینوں میں کوئی گنجائش نہیں۔ اور ممکنات کے مظہروں میں اس کا کوئی ظہور نہیں ؎

در تنگنائے صورت معنی چگونہ گنجد　　در کلبۂ گدایاں سلطاں چہ کار دارد

ترجمہ ؎　　صورت کی تنگ جا میں معنے نہیں سماتے
گھر میں گدا کے سلطاں ہرگز نہیں ہیں آتے

افعال و صفات کی تجلّی فقیر کے نزدیک ذات کی تجلّی کے سوا متصور نہیں ہے۔ کیونکہ افعال و صفات حق تعالےٰ و تقدس کی ذات پاک سے الگ نہیں ہیں۔ تاکہ ان کی تجلّی ذات کی تجلّی کے سوا متصور ہو سکے۔ اور وہ چیز جو حق تعالےٰ کی ذات سے الگ ہے وہ حق تعالےٰ کی صفات اور افعال کے ظلال ہیں۔ جن کی تجلّی کو افعال و صفات کے ظلال کی تجلّی کہنا چاہیئے نہ کہ

افعال و صفات کی تجلی لیکن ہر شخص کا فہم اس کمال تک نہیں پہنچ سکتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

عقیدہ علیہ

اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ کسی چیز میں حلول نہیں کرتا۔ اور نہ ہی کوئی چیز اُس میں حلول کرتی ہے۔ اور حق تعالےٰ تمام اشیا کو مُحیط ہے اور ان کے ساتھ قرب و معیّت رکھتا ہے۔ اس احاطہ اور قرب اور معیّت سے وہ مراد نہیں ہے جو ہمارے فہم قاصر میں آ سکے۔ کیونکہ وہ حق تعالےٰ کی جناب پاک کے لائق نہیں۔ اور جو کچھ کشف و شہود سے معلوم کرتے ہیں۔ اس سے بھی مُنزّہ اور پاک ہے۔ کیونکہ ممکن کو حق تعالےٰ کی ذات و صفات و افعال کی حقیقت سے سوائے نادانی اور حیرت کے کچھ حاصل نہیں ہے غیب کے ساتھ ایمان لانا چاہیئے۔ اور جو کچھ مکشوف و مشہود ہو اُس کو لا کی نفی کے نیچے لانا چاہیئے ؎

عنقا شکار کس نشود دام باز چیں
کاینجا ہمیشہ باد بدست است دام را

ترجمہ ؎
اُٹھا لے جال عنقا کب کسی کے ہاتھ آتا ہے
لگاتا ہے یہاں جو جال خالی ہاتھ جاتا ہے

حضرت ایشاں یعنی خواجہ صاحب بزرگوار کی مثنوی کی یہ بیت اس مقام کے مناسب ہے۔

؎ ہنوز ایوان استغنا بلند است
مرا فکر رسیدن ناپسند است

ترجمہ
بہت اونچا ہے استغنا کا ایواں
نہ کر کوشش وہاں چڑھنے کی اے جاں

پس ہم ایمان لاتے ہیں کہ حق تعالےٰ اشیا کو مُحیط اور ان کے قریب اور ساتھ ہے لیکن اس کے قرب اور احاطہ اور معیّت کی حقیقت کو نہیں جانتے کہ کس طرح ہے۔ اس کو احاطہ و قرب علمی کہنا بھی متشابہ تاویلوں سے ہے لیکن ہم ان کی تاویل کے قائل نہیں۔

عقیدہ دوم

اور حق تعالےٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی چیز اس سے متحد ہو سکتی ہے اور جو کچھ کہ صوفیہ کی بعض عبارات سے مفہوم ہوتا ہے۔ وہ ان کی مراد کے برخلاف ہے کیونکہ ان کی مراد اس کلام سے جس سے اتحاد کا وہم گذرتا ہے یعنی اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ سے یہ ہے کہ جب فقر تمام ہو جائے اور محض نیستی حاصل ہو جائے تو اس وقت اللہ تعالےٰ کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا۔ نہ کہ یہ خدائے تعالےٰ کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے اور خدا بن جاتا ہے۔ کیونکہ یہ کفر اور زندقہ ہے۔ تَعَالَى اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَمَّا يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ اللہ تعالےٰ ظالموں

کے وہم و گمان سے بہت برتر و بلند ہے +

حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ عبارت انا الحق کے معنے یہ نہیں ہیں کہ میں حق ہوں۔ بلکہ یہ ہیں کہ میں نہیں ہوں اور حق موجود ہے۔ اور تغیر و تبدل کو حق تعالےٰ کی ذات و صفات و افعال کی طرف راہ نہیں ہے۔ فَسُبْحَانَ الَّذِیْ لَا یَتَغَیَّرُ بِذَاتِہٖ وَلَا بِصِفَاتِہٖ وَلَا فِیْ اَفْعَالِہٖ بِحُدُوْثِ الْاَکْوَانِ (پس پاک ہے وہ ذات جو اپنی ذات و صفات و افعال میں موجودات کے حدوث سے متغیر نہیں ہوتا) اور صوفیہ وجودیہ نے جو تنزلات خمسۂ ثابت کئے ہیں وہ مرتبہ وجوب میں تغیر و تبدل کی قسم سے نہیں ہیں۔ کیونکہ یہ کفر و گمراہی ہے بلکہ ان تنزلات کو حق تعالےٰ کے کمال کے مراتب ظہورات میں اعتبار کیا ہے۔ بغیر اس بات کے کہ حق تعالےٰ کی ذات و صفات و افعال میں تغیر و تبدل راہ پائے +

عقیدہ پانچواں

اور حق تعالےٰ اپنی ذات و صفات میں بھی غنی مطلق ہے۔ اور کسی امر میں کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔ اور جس طرح وجود میں محتاج نہیں ہے ظہور میں بھی محتاج نہیں ہے۔ اور بعض صوفیہ کی عبارت سے جو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حق تعالےٰ اپنے اسمائی و صفاتی ظہور میں ہمارا محتاج ہے۔ یہ بات اس فقیر پر بہت گراں ہے۔ بلکہ جانتا ہے کہ ان کی پیدائش سے مقصود ان کے اپنے کمالات کا حاصل ہونا ہے۔ نہ وہ کمال جو حق تعالےٰ کی پاک بارگاہ کی طرف عاید ہو سکے۔ آیۂ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ اَیْ لِیَعْرِفُوْنِ۔ (میں نے جن و انسان کو عبادت و معرفت کے لئے پیدا کیا ہے) میں اسی مطلب کی تائید ہے +

پس جن و انسان کی پیدائش سے مقصود یہ ہے کہ ان کو اپنی معرفت حاصل ہو جائے جو ان کا کمال ہے۔ نہ کوئی ایسا امر جو حق سبحانہٗ کی جناب کی طرف عاید ہو سکے۔ اور حدیث قدسی میں جو یہ واقع ہے فَخَلَقْتُ الْخَلْقَ لِاُعْرَفَ (میں نے خلقت کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ پہچانا جاؤں) اس جگہ بھی مراد ان کی معرفت ہے نہ یہ کہ میں معرفت ہوؤں اور ان کی معرفت کے ذریعے کمال حاصل کروں۔ تَعَالَی اللّٰہُ عَنْ ذٰلِکَ عُلُوًّا کَبِیْرًا۔ اللہ تعالیٰ اس سے بہت ہی بزرگ ہے +

عقیدہ چھٹا

اور حق تعالےٰ نقصان کی تمام صفتوں اور حدوث کے نشانوں سے منزّہ اور مُبرّا ہے نہ جسم و جسمانی ہے اور نہ مکانی اور زمانی۔ اور صفات کمال اس کے لئے ثابت ہیں۔ جن میں سے آٹھ صفات کمال وجود ذات تعالےٰ پر وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں۔ اور وہ صفات یہ ہیں حیات و علم و قدرت و ارادت و بصر و سمع و کلام و تکوین۔ اور یہ صفات خارج میں موجود ہیں

اور یہ نہیں کہ وجود ذات پر علم میں وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں۔ اور خارج میں نفس ذات تعالےٰ و تقدس ہیں۔ جس طرح کہ بعض صوفیہ وجودیہ نے گمان کیا ہے اور اس طرح کہا ہے ؎

ازروئے عقل ہمہ غیر اند صفات ۔۔۔ با ذات تو از روئے تحقق ہمہ عین

ترجمہ ؎ از روئے عقل و علم کے سب صفات غیر ہیں اور از روئے تحقق کے سب ذات کے ساتھ عین ہیں ✤

کیونکہ اس میں درحقیقت صفات کی نفی ہے۔ کیونکہ صفات کی نفی کرنے والوں یعنی معتزلہ اور فلاسفہ نے بھی تغائر علمی اور اتحاد خارجی کہا ہے اور تغائر علمی سے انکار نہیں کیا ہے اور نہ ہی یہ کہا ہے کہ علم کا مفہوم عین ذات کا مفہوم ہے یا عین قدرت و ارادت کا مفہوم ہے۔ بلکہ عینیت اور اتحاد باعتبار وجود خارجی کے کہا ہے۔ پس جب تک وجود خارجی کا تغائر اعتبار نہ کریں صفات کی نفی کرنے والوں سے نہیں نکل سکتے۔ کیونکہ تغائر اعتباری کچھ نفع نہیں دیتا کما عرفت ✤

اور حق تعالےٰ قدیم اور ازلی ہے۔ اور اس کے سوا کسی کے لئے قدم اور ازلیت ثابت نہیں ہے۔ تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے۔ اور جو کوئی حق تعالےٰ کے سوا کسی غیر کے قدیم اور ازلی ہونے کا قائل ہوا ہے وہ کافر ہے ✤

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن سینا اور فارابی کی تکفیر اسی واسطے کی ہے کہ وہ عقول اور نفوس کے قدم کے قائل ہوئے ہیں۔ اور صورت اور ہیولےٰ کے قدیم ہونے کا گمان کیا ہے۔ اور آسمانوں کو مع ان اشیا کے جو ان میں ہیں قدیم سمجھا ہے ✤

اور ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کاملین کے ارواح کے قدم کا قائل ہوا ہے۔ اس بات کو ظاہر کی طرف سے پھیر کر تاویل پر محمول کرنا چاہیئے تاکہ اہل ملت کے اجماع کے مخالف نہ ہو ✤

اور حق تعالےٰ قادر مختار ہے۔ اور ایجاب کی آمیزش اور اضطرار کے گمان سے منزہ اور مبرا ہے۔ فلاسفہ بے خرد نے کمال کو ایجاب میں جان کر حق تعالےٰ سے اختیار کی نفی کر کے ایجاب کو ثابت کیا ہے۔ اور ان بیوقوفوں نے اس واجب الوجود کو معطل و بیکار سمجھا ہے۔ اور سوائے ایک مصنوع کے کہ وہ بھی ایجاب سے ہے زمین و آسمان کے خالق سے صادر ہوا نہیں جانا ہے۔ اور حوادث کے وجود کو عقل فعال کی طرف نسبت دی ہے

جس کا وجود ان کے وہم کے سوا کہیں ثابت نہیں ہے۔ اور ان کے گمان میں ان کو حق تعالیٰ کے ساتھ کچھ تعلق نہیں ہے۔ پس چاہیئے تھا کہ اضطراب و اضطرار کے وقت عقل فعال کی طرف التجا کرتے۔ اور حضرت حق سبحانہ کی طرف رجوع نہ کرتے۔ کیونکہ حوادث کے وجود میں اس کا کچھ دخل نہیں جانتے۔ اور کہتے ہیں کہ صرف عقل فعال ہی حوادث کے ایجاد سے تعلق رکھتی ہے۔ بلکہ فعال کی طرف بھی ان کا رجوع نہیں۔ کیونکہ ان کی بلیات کے دفع کرنے میں اس کا بھی کچھ اختیار نہیں ہے۔ یہ بدبخت اپنی نادانی اور بیوقوفی کے باعث فرقہ ضالہ یعنی گمراہ فرقوں کے پیشرو ہیں۔ حالانکہ کافر بھی ان بدبختوں کے برخلاف حق تعالیٰ کی طرف التجا کرتے اور بلیات کا دفع کرنا اسی سے طلب کرتے ہیں۔ ان بدبختوں میں بہ نسبت اور تمام فرقوں کے دو چیزیں زیادہ ہیں۔ ایک یہ کہ احکام منزلہ کا کفر اور انکار کرتے۔ اور اخبار مرسلہ کے ساتھ عداوت و دشمنی رکھتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اپنے بیہودہ اور واہی مطالب اور مقاصد کے ثابت کرنے میں جس قدر ان کو خبط لاحق ہوا ہے اور کسی بیوقوف کو اس قدر لاحق نہیں ہوا۔ آسمان اور ستارے جو ہر وقت بیقرار اور سرگرداں ہیں۔ ان کا مدار کار ان کی اپنی حرکات اور اوضاع پر رکھا ہے۔ اور آسمانوں کے خالق اور ستاروں کے موجد اور محرک اور مدبر کی طرف سے آنکھیں بند کی ہیں۔ اور دور از معاملہ سمجھے ہیں۔ یہ لوگ بہت ہی بیخرد اور بیوقوف ہیں۔ اور ان میں سے زیادہ کمینہ اور اور بیوقوف اور احمق وہ شخص ہے جو ان کو دانا اور عقلمند جانتا ہے۔ ان کو منتسق اور منتظم یعنی مرتبہ علوم میں سے ایک علم ہندسہ ہے جو محض لایعنی اور بیہودہ اور لاطائل ہے۔ بھلا مثلث کے تینوں زاویوں کا دونوں زاویہ قائمہ کے ساتھ برابر ہونا کس کام آئیگا۔ اور شکل عروسی اور ماموفی جو ان کے نزدیک بڑی مشکل اور جانکاہ ہے۔ کس غرض کے لئے ہے۔ علم طب و نجوم اور علم تہذیب اخلاق جو ان کے تمام علوم میں سے بہتر علم ہے۔ گذشتہ انبیاء علےٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں سے چرا کر اپنے باطل اور بیہودہ علوم کو رائج کیا ہے جیسے کہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ اَلمُنقِذُ عَنِ الضَّلَالِ میں اس امر کی تشریح اور تصریح کی ہے۔

اہل ملت اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تابعدار اگر دلائل اور براہین میں غلطی کریں۔ تو کچھ ڈر نہیں۔ کیونکہ ان کے کام کا مدار انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید پر ہے اور اپنے مطالب عالیہ کے ثبوت کے لئے دلائل اور براہین کو صرف تبرع کے طور پر لاتے ہیں۔ یہی تقلید

اُن کے لئے کافی ہے۔ برخلاف ان بدبختوں کے جو تقلید سے نکلکر صرف دلائل کے ساتھ اپنے مطالب کو ثابت کرنے کے پیچھے پڑے ہیں۔ ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا۔ یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور اَوروں کو بھی گمراہ کیا ❖

حضرت عیسٰی علیٰ نبیّنا وعلیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی نبوت کی دعوت جب افلاطوں کو جو ان بدبختوں کا رئیس ہے، پہنچی۔ تو اس نے جواب میں یُوں کہا کہ نَحْنُ قَوْمٌ مُھْتَدُوْنَ لَا حَاجَۃَ بِنَا اِلٰی مَنْ یَّھْدِیْنَا۔ ہم ہدایت یافتہ لوگ ہیں ہم کو ایسے شخص کی حاجت نہیں ہے جو ہم کو ہدایت دیوے ❖

اُس بیوقوف کو چاہیئے تھا کہ ایسے شخص کو جو مُردوں کو زندہ کرتا، اور مادرزاد اندھوں اور کوڑھی کو تندرست کرتا ہے۔ جو ان کی حکمت کے طور سے خارج ہے۔ پہلے دیکھتا اور اس کے حالات کو دریافت کرتا۔ اور پھر جواب دیتا۔ بن دیکھے اس کا یہ جواب دینا اس کی کمال عداوت اور کمینہ پن ہے ؎

فلسفہ چوں اکثرش باشد سفہ پس کلّ آں ہم سفہ باشد کہ حکم کلّ حکم اکثر است

فلسفہ کا جب کہ اکثر ہے سفہ پس اس کا کل

بھی سفہ ہو گا کہ حکم کل ہے اکثر کا حکم

نَجَّانَا اللّٰہُ عَنْ مُعْتَقَدَاتِھِمُ السُّوْءِ اللہ تعالےٰ ہم کو ان کے بُرے عقائد سے بچائے ❖

فرزندی محمد معصوم نے انہی دنوں میں جواہر، شرح مواقف کو تمام کیا ہے، اثنائے سبق میں ان بیوقوفوں کی بڑی بڑی قباحتیں ظاہر ہوئیں اور بہت سے فائدے ان پر مترتب ہوئے ❖

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔ اللہ تعالےٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم ہرگز ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسُول حق بات کو لائے ہیں ❖

اور شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی بعض عبارتیں بھی ایجاب کی طرف ناظر ہیں۔ اور قدرت کے معنے میں فلسفہ کے ساتھ موافقت رکھتی ہیں۔ یعنی ترک کی صحت قادر سے تجویز نہیں کرتا۔ اور فعل کی جانب کو لازم جانتا ہے۔ عجب معاملہ ہے کہ شیخ محی الدین مقبولوں

میں سے نظر آتا ہے۔ اور اس کے اکثر علوم جو آرائے اہل حق کے مخالف ہیں خطا اور ناصواب ظاہر ہوتے ہیں۔ شاید خطائے کشفی کے باعث اس کو معذور رکھا ہے۔ اور خطائے اجتہادی کی طرح ملامت کو اس سے ہٹا رکھا ہے۔

شیخ محی الدین کے حق میں فقیر کا اعتقاد خاص بھی یہی ہے کہ اس کو مقبولوں میں سے جانتا ہے اور اس کے مخالف علوم کو خطا اور مضر دیکھتا ہے۔

اس طائفہ میں سے بعض لوگ شیخ کو طعن و ملامت بھی کرتے ہیں اور اس کے علوم کو بھی خطا پر جانتے ہیں۔ اور بعض لوگ شیخ کی تقلید اختیار کر کے اس کے تمام علوم کو بہتر اور صواب جانتے ہیں۔ اور ان علوم کی حقیقت کو دلائل و شواہد کے ساتھ ثابت کرتے ہیں۔ اور شک نہیں کہ ان دونوں فریقوں نے افراط و تفریط کا رستہ اختیار کیا ہے۔ اور توسط حال سے دور رہے ہیں۔ شیخ کو جو مقبول اولیا میں سے ہے خطائے کشفی کے باعث کس طرح رد کیا جائے۔ اور اس کے علوم کو جو صواب سے دور اور اہل حق کی آراء کے مخالف ہیں تقلید سے کس طرح قبول کئے جائیں۔ فَالْحَقُّ هُوَ التَّوَسُّطُ الَّذِي وَفَّقَنِيَ اللّٰهُ سُبْحَانَهُ بِمَنِّهٖ وَكَرَمِهٖ۔ پس حق یہی توسط ہے جس کی توفیق اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنے فضل و کرم سے بخشی ہے۔

تمام مسئلہ وحدت وجود میں اسی گروہ میں سے ایک جم غفیر یعنی بہت سے لوگ شیخ کے ساتھ شریک ہیں اگرچہ شیخ اس مسئلہ میں بھی طرز خاص رکھتا ہے۔ لیکن اصل بات میں سب کے سب باہم شریک ہیں۔ یہ مسئلہ بھی اگرچہ بظاہر اہل حق کے مخالف ہے لیکن توجیہ کے قابل اور جمع کے لائق ہے۔

اس فقیر نے اللہ تعالیٰ کی عنایت سے حضرت ایشاں قدس سرہٗ کی رباعیات کی شرح میں اس مسئلہ کو اہل حق کے معتقدات کے ساتھ جمع کیا ہے اور فریقین کی نزاع کو لفظ کی طرف راجع کیا ہے۔ اور دونوں طرف کے شکوک اور شبہات کو اس طرح حل کیا ہے کہ اس میں کوئی شک و شبہ کا محل نہیں رہا۔ كَمَا لَا يَخْفٰى عَلَى النَّاظِرِ فِيْهِ۔ جیسے کہ اس کے دیکھنے والے پر پوشیدہ نہیں ہے۔

جاننا چاہیئے کہ ممکنات کیا جواہر کیا اعراض اور کیا اجسام اور کیا عقول اور کیا نفوس اور کیا افلاک اور کیا عناصر سب کے سب اس قادر مختار کی ایجاد کی طرف منسوب ہیں جو ان کو عدم کی پوشیدگی سے وجود میں لایا ہے۔ اور جس طرح یہ سب چیزیں اپنے وجود میں حق تعالیٰ کی محتاج

ہیں۔ اسی طرح بقا میں بھی اس کے محتاج ہیں۔ اور اس نے اسباب اور وسائل کے وجود کو اپنے فعل کا روپوش بنایا ہے۔ اور حکمت کو اپنی قدرت کا پردہ بنایا ہے۔ نہیں بلکہ اسباب کو اپنے فعل کے ثبوت کے لئے دلائل بنایا ہے۔ اور حکمت کو قدرت کے وجود کا وسیلہ فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ دانا لوگ جن کی بصیرت کی آنکھ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے سرمہ سے سُرمگیں اور روشن ہوئی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ اسباب و وسائل جو اپنے وجود اور بقا میں حق تعالیٰ کے محتاج ہیں۔ اور اپنا ثبوت و قیام اسی سے اور اسی کے ساتھ رکھتے ہیں حقیقت میں جماد محض ہیں۔ وہ کس طرح دوسرے ہیں جو وہ بھی انہی کی طرح جماد محض ہے تاثیر کر سکتے ہیں۔ اور اس میں اختراع و احداث کس طرح پیدا کر سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کے سوا اور قادر ہے جو ان کو ایجاد کرتا اور ہر ایک کے لائق اور مناسب کمالات ان کو عطا فرماتا ہے۔ اور جس طرح کہ عقلمند جماد محض سے فعل کو دیکھ کر اس کے فاعل اور محرک کی طرف سراغ لے جاتے ہیں۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ فعل اس جماد کے حال کے مناسب نہیں ہے۔ بلکہ اس کے سوا کوئی اور فاعل ہے جو اس فعل کو اس میں ایجاد کرتا ہے۔ پس جماد کا فعل عقلمندوں کے نزدیک فاعل حقیقی کے فعل کا روپوش ثابت نہ ہوا۔ بلکہ اس کی جمادیت کی طرف نظر کرنے کے لحاظ سے اس کا وہ فعل فاعل حقیقی کے وجود پر دلیل ہے پس یہاں بھی اسی طرح ہے۔ ہاں اس بیوقوف کے فعل میں جماد کا فعل فاعل حقیقی کے فعل کا روپوش ہے جس نے اپنی کمال نادانی اور بیوقوفی کے باعث جماد محض کو اس فعل کے سبب صاحب قدرت سمجھا ہے اور فاعل حقیقی کی طرف سے کافر اور منکر ہوا ہے۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا بہت کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور بہت کو اس سے ہدایت دیتا ہے۔

یہ معرفت مشکوٰۃ نبوت سے مقتبس ہے۔ لیکن ہر ایک شخص کا فہم یہاں تک نہیں پہنچتا۔ اکثر لوگ کمال کو اسباب کے رفع کرنے میں جانتے ہیں۔ اور اشیاء کو ابتدا ہی سے اسباب کے ذریعہ کے بغیر حضرت حق سبحانہ کی طرف منسوب کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اسباب کے رفع کرنے میں اس حکمت کا رفع ہونا ہے جس کے ضمن میں بہت سی مصلحتیں مدنظر ہیں۔ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا اے رب ہمارے تو نے اس کو باطل پیدا نہیں کیا۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اسباب کو مدنظر رکھتے ہیں اور باوجود اس رعایت کے اپنے امور کو حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت یعقوب علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بدنظری کا لحاظ کر کے اپنے بیٹوں کو فرمایا۔ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ

وَاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ (اے میرے بیٹو ایک دروازہ سے داخل نہ ہونا بلکہ مختلف دروازوں سے داخل ہونا) اور باوجود اس عایت کے پھر اپنے امر کو حق جل سلطانہ کے سپرد کر کے فرمایا۔ مَا اُغْنِیْ عَنْکُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ اِنِ الْحُکْمُ اِلَّا لِلّٰهِ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ (میں تم کو اللہ تعالےٰ کی طرف سے کچھ بے پروا نہیں کرتا حکم صرف اللہ تعالےٰ ہی کا ہے۔ میں نے اسی پر توکل کیا اور توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں) اور حضرت حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے ان کی اس معرفت کو پسند فرمایا ہے اور اپنی طرف نسبت دیکر اس طرح فرمایا ہے وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (اور وہ بیشک بہت ہی صاحب علم تھا اس لئے کہ ہم نے اس کو اپنے پاس سے علم سکھایا تھا ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے) اور حضرت حق سبحانہٗ وتعالےٰ بھی قرآن مجید میں ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کو اسباب کے توسط کی طرف اشارہ فرماتا ہے۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُکَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ (اے نبی تجھے اللہ اور تابعدار مومن کافی ہیں) باقی رہی اسباب کی تاثیر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالےٰ بعض اوقات اسباب میں تاثیر بھی پیدا کر دے تاکہ مؤثر ہو۔ اور بعض اوقات تاثیر کو ان میں پیدا نہ کرے اور کوئی اثر ان پر مترتب نہ ہو۔ جیسے کہ ہم روزمرہ اسباب میں اس امر کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ کبھی ان اسباب پر مسببات کے وجود پر مترتب ہوتے ہیں۔ اور کبھی کوئی اثر ان سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اسباب کی تاثیر مطلق انکار کرنا مکابرہ اور ہٹ دھرمی ہے۔ تاثیر کو ماننا چاہئے اور اسی تاثیر کو اس سبب کے وجود کی طرح حضرت حق سبحانہٗ وتعالےٰ کی ایجاد سے جاننا چاہئے۔ فقیر کی رائے اس مسئلہ میں یہی ہے۔ واللہ سبحانہٗ اعلم۔

اس بیان سے ظاہر ہوا کہ اسباب کا توسط اور وسیلہ توکل کے منافی نہیں ہے۔ جیسے کہ اکثر ناقصوں نے گمان کیا ہے۔ بلکہ اسباب کے توسط میں کمال توکل ہے۔

حضرت یعقوب علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسباب کو مدنظر رکھ کر اپنے امر کو حق سبحانہٗ وتعالےٰ کے سپرد کرنے کو توکل فرمایا ہے۔ عَلَیْهِ تَوَکَّلْتُ وَعَلَیْهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُتَوَکِّلُوْنَ (میں نے اسی پر توکل کیا اور توکل کرنے والے اسی پر توکل کرتے ہیں)۔

اور حق تعالےٰ خیر و شر کا ارادہ کرنے والا اور ان دونوں کا پیدا کرنیوالا ہے۔ لیکن خیر سے راضی ہے اور شر سے راضی نہیں ہے۔ ارادہ اور رضا کے درمیان بڑا ایک بڑا دقیق فرق ہے۔ جس کی طرف اللہ تعالےٰ نے اہل سنت و جماعت کو ہدایت فرمائی ہے۔ باقی تمام

عقیدہ دسواں

فرقے اس فرق کی طرف ہدایت نہ پانے کے باعث گمراہ ہو گئے ۔

معتزلہ بندہ کو اپنے افعال کا خالق کہتے ہیں اور کفر و معاصی کی ایجاد کو اس کی طرف منسوب کرتے ہیں ۔ اور شیخ محی الدین اور ان کے تابعداروں کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ جس طرح ایمان اور اعمال صالحہ اسم الہادی کے پسندیدہ ہیں ۔ اسی طرح کفر و معاصی بھی اسم المضل کے پسندیدہ ہیں ۔

یہ بات بھی اہل حق کے مخالف ہے اور ایجاب کی طرف میلان رکھتی ہے جو رضا کا منشا ہے جس طرح کہیں کہ اشراق و اضاءت آفتاب کے پسندیدہ ہے ۔ اور حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے بندوں کو قدرت و ارادہ دیا ہے کہ اپنے اختیار سے افعال کا کسب کرتے ہیں افعال کا پیدا کرنا حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ کی طرف منسوب ہے ۔ اور ان افعال کا کسب بندوں کی طرف منسوب ہے ۔ عادت اللہ اسی طرح جاری ہے کہ پہلے بندہ اپنے فعل کا قصد کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ اس فعل کو پیدا کر دیتا ہے ۔ چونکہ بندہ کا فعل اپنے قصد و اختیار سے صادر ہوتا ہے ۔ اس لئے مدح و ذم اور ثواب و عذاب بھی اسی کے متعلق ہوتا ہے ۔ اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ بندے کا اختیار ضعیف ہے ۔ تو بجا ہے ۔ اور اگر اس لحاظ سے کہا ہے کہ فعل مامور کے ادا کرنے میں کافی نہیں ہے ، تو صحیح نہیں ہے ۔ فَاِنَّ اللّٰهَ سُبْحَانَهٗ لَا يُكَلِّفُ بِمَا لَيْسَ فِي وُسْعِهٖ بَلْ يُرِيْدُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ الْعُسْرَ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایسے فعل کے لئے تکلیف نہیں دیتا ۔ جو بندے کی طاقت سے باہر ہے بلکہ وہ تو آسانی ہی چاہتا ہے اور تنگی کا ارادہ نہیں کرتا ۔

غرض یہ کہ فعل موقت یعنی چند روزہ فعل پر ہمیشہ کی جزا کا مقرر کرنا حق تعالیٰ عزیز و حکیم کی تقدیر کے حوالہ ہے ۔ جس نے کفر موقت کے لئے ہمیشہ کا عذاب برابر برابر جزا فرمائی ۔ اور دائمی لذت و نعمت کو ایمان موقت پر وابستہ کیا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۔ بس

حق تعالیٰ کی توفیق سے اس قدر تو ہم بھی جانتے ہیں کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ اعلیٰ ہر (جو ظاہری اور باطنی نعمتوں کا دینے والا اور زمین و آسمان بارگاہ کے لئے ہر قسم کی بزرگی اور کمال ثابت ہے) کفر جو تمام سخت عذابوں سے بڑھ کر ہو ۔ اور وہ عذا بزرگ پر غیب کے ساتھ ایمان لانے اور نفس و شیط جاننے کے لئے جزا بھی ویسی ہی ہونی چاہئے ۔ ج

اور وہ ناز و نعمت و لذت میں ہمیشہ رہتا ہے ۔

بعض مشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ بہشت میں داخل ہونا درحقیقت حق تعالےٰ کے فضل پر موقوف ہے ۔ اور ایمان کے ساتھ اس کو وابستہ کرنا اس لئے ہے کہ جو کچھ اعمال کی جزا ہوتی ہے وہ زیادہ لذیذ ہوتی ہے ۔

فقیر کے نزدیک بہشت میں داخل ہونا ایمان پر وابستہ ہے لیکن ایمان حق تعالےٰ کا فضل اور اس کا عطیہ ہے ۔ اور دوزخ میں داخل ہونا کفر پر منحصر ہے ۔ اور کفر نفس امارہ کی خواہش سے پیدا ہوتا ہے ۔ مَا اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ وَمَا اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ جو تجھے نیکی پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور جو تجھے برائی پہنچے وہ تیرے نفس سے ہے ۔

جاننا چاہئے کہ بہشت میں داخل ہونے کو ایمان کے ساتھ وابستہ کرنے میں درحقیقت ایمان کی تعظیم ہے ۔ بلکہ مومن بہ کی تعظیم ہے جس پر اتنا بڑا عظیم الشان اجر مترتب ہوا ہے ۔ اور ایسے ہی دوزخ میں داخل ہونے کو کفر کے ساتھ وابستہ کرتے ہیں ، کفر کی حقارت اور اس ذات بزرگ کی کہ جس کی نسبت یہ کفر وقوع میں آیا ہے فضیلت ہے ۔ جس پر ایسا ہمیشہ کا عذاب مترتب ہوا ہے ۔ برخلاف اس بات کے جو بعض مشائخ نے کہی ہے ، جو اس دقیقہ سے خالی ہے ۔ اور نیز ہمیشہ کے لئے دوزخ میں داخل ہونے کے لئے جو اس کا عدل ہے کوئی مثال اس طرح پر جاری نہیں ہے کیونکہ دوزخ میں داخل ہونا درحقیقت کفر پر موقوف ہے ۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ هٰذَا ۔

اور آخرت میں مومن لوگ اللہ تعالےٰ کو بے جہت و بے کیف اور بے شبہ و بے مثال جنت میں دیکھیں گے ۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس سے اہل سنت وجماعت کے سوا تمام اہل ملت غیر اہل ملت فرقے منکر ہیں اور بے جہت اور بے کیف دیدار کو جائز نہیں سمجھتے ۔ حتےٰ کہ شیخ محی الدین بن عربی بھی دیدار آخرت کو تجلی صوری کی حالت میں بیان کرتا ہے ۔ اور تجلی صوری کے سوا تجویز نہیں کرتا ۔

عقیدہ ٔ رویت باری تعالیٰ

ایک دن حضرت ایشاں قدس سرہ اپنے شیخ سے نقل کرتے تھے کہ اگر معتزلہ دیدار کو تنزیہ کے مرتبہ میں مقید نہ کرتے اور تشبیہ کے بھی قائل ہوتے اور دیدار کو اس تجلی میں بھی جانتے تو ہرگز دیدار کا انکار نہ کرتے ۔ اور محال نہ سمجھتے ۔ یعنی ان کا انکار بے جہتی اور بے کیفی سے ہے جو مرتبہ تنزیہ کے ساتھ مخصوص ہے برخلاف اس تجلی کے کہ اس میں جہت و کیف ملحوظ ہے پوشیدہ نہ رہے کہ دیدار آخرت کو تجلی صوری کی طرح بیان کرنا درحقیقت دیدار

انکار کرنا ہے۔ کیونکہ وہ تجلی صوری اگرچہ دنیا کی صوری تجلیات سے جُدا ہے حق تعالےٰ کا دیدار نہیں ہے

یَرَاہُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِغَیْرِ کَیْفٍ وَاِدْرَاکٍ وَضَرْبٍ مِّنْ مِّثَالٍ

ترجمہ
مومن خدا کو دیکھینگے جنت میں خوش خصال
بے کیف و بے جہت و بے شبہ و بے مثال

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا مبعوث ہونا اہل جہان کے لئے سراسر رحمت ہے اگر ان بزرگواروں کا واسطہ اور ذریعہ نہ ہوتا۔ تو ہم گمراہوں کو اس واجب الوجود تعالےٰ وتقدس کی ذات وصفات کی معرفت کی طرف کون ہدایت فرماتا۔ اور ہمارے مولےٰ جلشانہٗ کی مرضیات اور نامرضیات میں کون تمیز کرتا۔ ہماری ناقص عقلیں ان بزرگواروں کے نور دعوت کی تائید کے بغیر معزول و بیکار ہیں۔ اور ہمارے ناتمام اور ادھورے فہم ان کی تقلید کے بغیر اس معاملہ میں مخذول و خوار ہیں۔ ہاں عقل بھی اگرچہ حجت ہے۔ لیکن حجت ہونے میں ناتمام ہے اور مرتبہ بلوغ تک نہیں پہنچی ہے۔ حجت بالغہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہے۔ جس پر آخرت کا دائمی عذاب وثواب وابستہ ہے +

سوال۔ جب آخرت کا دائمی عذاب بعثت پر موقوف ہے تو پھر بعثت کو رحمت عالمیان کہنا کس وجہ سے ہے؟

جواب۔ بعثت عین رحمت ہے جو واجب الوجود تعالےٰ وتقدس کی ذات وصفات کی معرفت کا سبب ہے جو دنیا و آخرت کی سعادات کو متضمن ہے۔ اور بعثت کی بدولت معلوم ہو گیا ہے کہ یہ چیز حق تعالےٰ کی پاک بارگاہ کے مناسب ہے اور یہ چیز نامناسب۔ کیونکہ ہماری اندھی اور لنگڑی عقل جو حدوث اور امکان کے داغ سے داغدار ہے۔ کیا جانتی ہے کہ اس حضرت وجوب کے لئے جس کے واسطے قدم لازم ہے۔ اس کے اسماء وصفات و افعال میں سے کونسے مناسب ہیں اور کونسے نامناسب۔ تاکہ ان کا اطلاق کیا جائے اور ان سے اجتناب کیا جاوے۔ بلکہ بسا اوقات اپنے نقص کی وجہ سے کمال کو نقصان جانتے اور کمال کو نقصان سمجھتی ہے۔ یہ تمیز فقیر کے نزدیک تمام ظاہری باطنی نعمتوں سے بڑھ کر ہے۔ وہ شخص بڑا بدبخت ہے جو امور نامناسب کو حق تعالےٰ کی پاک بارگاہ کی طرف منسوب کرے۔ اور ناشائستہ اشیاء کو حق سبحانہٗ کی طرف نسبت دیوے۔ بعثت ہی کی بدولت حق باطل سے جُدا

ہوا ہے۔ اور بعثت ہی کی وجہ سے عبادت کے مستحق اور غیر مستحق میں تمیز ہوتی ہے۔ وہ بعثت ہی ہے جس کے ذریعے حق تعالےٰ کے راستہ کی طرف دعوت کرتے ہیں اور بندوں کو مولےٰ جل سلطانہ کے قرب اور وصل کی سعادت تک پہنچاتے ہیں۔ اور بعثت کے ذریعے حق تعالےٰ کی مرضیات پر اطلاع حاصل ہوتی ہے، جیسے کہ گذر چکا۔ اور بعثت ہی کی طفیل حق تعالےٰ کے ملک میں تصرف کے جواز اور عدم جواز میں تمیز ہوتی ہے۔ بعثت کے اس قسم کے فائدے بکثرت ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ بعثت سراسر رحمت ہے۔ اور جو شخص اپنے نفس امّارہ کی خواہش کے تابع ہو جائے اور شیطان لعین کے حکم سے بعثت کا انکار کر دے اور بعثت کے موافق عمل نہ کرے۔ تو بعثت کا کیا گناہ ہے اور بعثت کیوں رحمت نہیں ہے۔

سوال۔ عقل فی ذاتہٖ اگرچہ جل شانہٗ کے احکام میں ناقص و ناتمام ہے لیکن یہ کیوں نہیں ہو سکتا کہ تصفیہ اور تزکیہ کے حاصل ہونے کے بعد عقل کو مرتبہ وجوب تعالےٰ و تقدس کے ساتھ بے تکیف مناسبت اور اتصال پیدا ہو جائے۔ جس مناسبت اور اتصال کے سبب احکام کو وہاں سے اخذ کرے اور اس کو اس بعثت کی جو فرشتہ کے واسطے ہے کوئی حاجت نہ ہو۔

جواب۔ عقل اگرچہ یہ مناسبت اور اتصال پیدا کرے لیکن یہ تعلق جو اس کا اس مادی صورت کے ساتھ ہے بالکل دور نہیں ہوتا۔ اور اس کو پورا پورا تجرد حاصل نہیں ہوتا۔ پس واہمہ ہمیشہ اس کا دامنگیر رہتا ہے۔ اور متخیلہ ہرگز اس کا خیال نہیں چھوڑتی۔ اور قوت غضبی اور شہوی ہمیشہ اس کی دوست رہتی ہیں۔ اور حرص و شرکی رذیل صفتیں اس کی ہمنشیں ہوتی ہیں۔ اور سہو و نسیان جو نوع انسان کا لازمہ ہے۔ اس سے دور نہیں ہوتے۔ اور خطا و غلطی جو اس جہان کا خاصہ ہے۔ اس سے جدا نہیں ہوتے۔ پس عقل اعتماد کے لائق نہیں ہے۔ اور اس کے ماخوذہ احکام وہم کے غلبہ اور خیال کے تصرف سے نہیں بچ سکتے۔ اور نسیان کی آمیزش اور خطا کے گمان سے محفوظ نہیں رہ سکتے۔ برخلاف فرشتہ کے کہ وہ ان اوصاف سے پاک اور ان رذائل سے مبرا ہے۔ پس وہ بالضرور اعتماد کے لائق ہوگا۔ اور اس کے ماخوذہ احکام وہم و خیال کی آمیزش اور نسیان و خطا کے گمان سے محفوظ ہوں گے۔ اور بعض اوقات ان علوم میں جو تعلق روحانی سے اخذ کئے ہوتے ہیں، محسوس ہوتا ہے کہ قوٰے و حواس کے ساتھ ان کی تبلیغ کی اثناء میں بعض مقدمات مسلمہ غیر صادقہ جو وہم و خیال وغیرہ کے ذریعے حاصل ہوئے ہوتے ہیں ان علوم میں اس طرح رلجاتے ہیں کہ اس وقت ہرگز تمیز نہیں کر سکتے۔ اور ثانی الحال میں

کبھی ایسا ہوتا ہے، کہ اس تمیز کا علم حاصل ہوتا ہے اور کبھی نہیں بھی ہوتا۔ پس وہ علوم ان مقدمات کے ملجانے کے باعث کذب کی ہیئت پیدا کر لیتے ہیں۔ اور پھر اعتماد کے قابل نہیں رہتے یا دوسرا اس کا یہ جواب ہے کہ ہم کہتے ہیں کہ تصفیہ اور تزکیہ کا حاصل ہونا ان اعمال صالحہ کے بجالانے پر موقوف ہے جو حق تعالےٰ کو پسند ہیں۔ اور یہ امر بعثت پر موقوف ہے جیسے کہ گذر چکا ٭

پس ثابت ہوا کہ بعثت کے بغیر تصفیہ اور تزکیہ کی حقیقت حاصل نہیں ہوسکتی اور وہ صفائی جو کافروں اور فاسقوں کو حاصل ہوتی ہے وہ نفس کی صفائی ہے نہ قلب کی صفائی اور صفا نفس سے گمراہی کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور خسارہ کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ اور بعض امور غیبی کا کشف جو صفائی کے وقت کافروں اور فاسقوں کو حاصل ہوتا ہے۔ وہ استدراج ہے جس سے مقصود ان لوگوں کی خرابی اور خسارت ہے ٭

نَجَّانَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنْ ھٰذِہِ الْبَلِیَّۃِ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَعَلٰی اٰلِہٖ اللہ تعالےٰ سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ہم کو اس بلا سے بچائے ٭

اور اس تحقیق سے واضح ہوا کہ تکلیف شرعی جو بعثت کی راہ سے ثابت ہوئی ہے وہ بھی رحمت ہے نہ کہ جس طرح تکلیف شرعی کے منکروں یعنی ملحدوں اور زندیقوں نے گمان کیا ہے۔ اور تکلیف کو کلفت سے تصور کر کے غیر معقول اور ناپسند جانا ہے۔ اور جو کہتے ہیں کہ یہ کونسی مہربانی ہے کہ بندوں کو سخت مشکل امور کی تکلیف دیں اور کہیں کہ اگر تم اس تکلیف کے بموجب عمل کروگے تو بہشت میں جاؤ گے اور اگر اس کے برخلاف کروگے تو دوزخ میں جاؤ گے ان کو ایسے امور کی کیوں تکلیف دیتے ہیں ان کو کیوں نہیں چھوڑ دیتے کہ کھائیں پئیں اور سو رہیں اور اپنے حال میں رہیں بیبدبخت اور بیوقوف نہیں جانتے کہ منعم کا شکر از روئے عقل کے واجب ہے۔ اور یہ تکلیفات شرعیہ اس شکر کے بجالانے کا بیان ہے۔ پس تکلیف عقل کی رو سے واجب ہے۔ اور نیز جہان کا انتظام اس تکلیف پر منحصر ہے۔ اگر ہر ایک کو اپنے اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا۔ تو ان سے سوائے شرارت اور فساد کے کچھ ظاہر نہ ہوتا۔ ہر بوالہوس دوسرے کے جان و مال میں دست درازی کرتا اور خبث و فساد سے پیش آتا۔ اور خود بھی ضائع ہوتا۔ اور دوسرے کو بھی ضائع کرتا۔ عِیَاذًا بِاللّٰہِ سُبْحَانَہٗ۔ اگر شرعی موانع اور زواجر نہ ہوتے۔ تو

معلوم نہیں کس قدر شرارت اور فساد ظاہر ہوتا۔ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يَّا أُولِي الْأَلْبَابِ
اے دانا! قصاص میں تمہارے لئے زندگی ہے ۔

کند زنگئے مست در کعبہ قے — اگر چوب حاکم نباشد زپے

ترجمہ: اگر چوبِ حاکم سے زنگی نہ ڈرتا — تو مستی سے کعبہ میں قے جا کر کرتا

یا ہم یہ کہتے ہیں کہ حق تعالیٰ خود مختار مالک ہے اور بندے اُس کے مملوک اور غلام ہیں پس جو حکم و تصرف جو وہ ان میں فرماتا ہے عین خیر و صلاح ہے۔ اور ظلم و فساد کی آمیزش سے منزّہ اور مبرّہ ہے لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ جو وہ کرتا ہے اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا ۔

کرا زہرہ آنکہ از بیم تو — کشاید زباں جز بہ تسلیم تو

ترجمہ: نہیں طاقت کہ کوئی تیرے ڈر سے — زباں اپنی بجز تسلیم کھولے

اگر سب کو دوزخ میں بھیج دیوے اور اُن کو ہمیشہ کا عذاب فرماوے۔ کوئی اعتراض کی جگہ نہیں۔ اور غیر کے ملک میں یہ تصرف نہیں ہے جو ستم کی صورت پیدا کرے۔ برخلاف ہمارے املاک کے جو در حقیقت اسی کے املاک ہیں۔ ان املاک میں ہمارے تمام تصرفات عین ستم ہیں کیونکہ صاحب شرع نے بعض مصلحتوں کے باعث ان املاک کو ہماری طرف منسوب کیا ہے اور در حقیقت اسی کے املاک ہیں۔ پس ہمارا تصرف ان املاک میں اسی قدر جائز ہے جس قدر کہ اس مالک مختار نے اس تصرف کو تجویز فرمایا ہے۔ اور ہمارے لئے مُباح کیا ہے۔ اور جو کچھ ان بزرگواروں یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے حق جل و علا کے جتلانے سے خبر دی ہے۔ اور جن احکام کا بیان فرمایا ہے سب سچ اور واقع کے مطابق ہیں۔ اور اگرچہ ان بزرگواروں کے اجتہادی احکام میں خطا کو تجویز کیا ہے۔ لیکن خطا کی تقریر کو ان کے حق میں جائز نہیں رکھا اور کہا ہے کہ ان کو خطا پر جلدی آگاہ کر دیتے ہیں۔ اور صواب بہتری سے اس کا تدارک فرماتے ہیں۔ فَلَا اعْتِدَادَ بِذٰلِكَ الْخَطَاءِ پس یہ خطا کسی گنتی میں نہیں ہے ۔

عقیدۂ عذاب قبر

اور قبر کا عذاب کافروں کو اور بعض گنہگار مومنوں کے لئے حق ہے۔ مخبر صادق علیہ علیٰ آلہ الصلوات والتسلیمات نے اس کی نسبت خبر دی ہے ۔

عقیدۂ سوال قبر

اور قبر میں مومنوں اور کافروں سے منکر و نکیر کا سوال بھی حق ہے۔ قبر دنیا اور آخرت کے درمیان ایک برزخ ہے۔ اس کا عذاب ایک وجہ سے عذابِ دنیوی سے مناسبت رکھتا ہے اور انقطاع پذیر ہے۔ اور دوسری وجہ سے عذابِ آخرت کے ساتھ

مناسبت رکھتا ہے جو درحقیقت آخرت کے عذابوں سے ہے۔ آیت کریمہ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا (صبح و شام وہ آگ کے پیش کئے جاتے ہیں) عذاب قبر میں نازل ہوئی ہے۔ اور اسی طرح قبر کا آرام بھی دو جہت رکھتا ہے۔ وہ شخص بہت ہی سعادتمند ہے جس کی لغزشوں اور قصوروں کو کمال کرم اور مہربانی سے بخش دیں اور ہرگز اس کو مواخذہ نہ کریں۔ اور اگر مواخذہ کے مقام میں آئے بھی تو کمال مہربانی سے دنیا کے رنجوں اور مصیبتوں کو اس کے گناہوں کا کفارہ بنادیں۔ اور جو کچھ بقیہ رہ جائے تو قبر کی تنگی اور ان تکلیفوں کو جو اس مقام میں مقرر کی ہوئی ہیں اُس کے گناہوں کا کفارہ بنادیں تاکہ پاک و پاکیزہ محشر میں مبعوث ہو۔ اور جس شخص کے لئے ایسا نہ کریں اور اس کا مواخذہ آخرت پر موقوف رکھیں اُس کے حق میں بھی عدل ہے لیکن گنہگاروں اور شرمساروں کے حال پر افسوس ہے۔ ہاں جو کوئی اہل اسلام سے ہے۔ اس کا انجام رحمت سے ہے اور عذاب ابدی سے محفوظ ہے۔ یہ بھی بڑی اعلےٰ نعمت ہے۔

رَبَّنَا اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَاغْفِرْ لَنَا اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ اے ہمارے رب سید المرسلین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی طفیل ہمارے نور کو کامل کر اور ہمارے گناہوں کو بخش تو ہر شے پر قادر ہے۔

روز قیامت حق ہے اور اس دن آسمان و زمین اور ستارے اور پہاڑ اور سمندر اور حیوان اور نباتات اور معادن سب کے سب معدوم اور ناچیز ہو جائینگے۔ آسمان پھٹ جائینگے اور ستارے پراگندہ ہو کر گر جاوینگے۔ اور زمین و پہاڑ اُڑ جائینگے۔ یہ اعدام اور افنا نفخہ اولےٰ سے تعلق رکھتا ہے۔ اور نفخہ ثانیہ میں قبروں سے اُٹھینگے اور محشر میں جائینگے۔

اہل فلسفہ آسمانوں اور زمینوں کے نیست و نابود ہونے کو نہیں مانتے۔ اور ان کا فانی اور فاسد ہونا جائز نہیں سمجھتے۔ اور ان کو ازلی ابدی کہتے ہیں۔ اور باوجود اس امر کے ان میں سے متاخرین لوگ اپنی بیوقوفی کے باعث اپنے آپ کو اہل اسلام کے گروہ سے جانتے ہیں اور بعض اسلامی احکام کے بجالانے کا دعوےٰ کرتے ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ بعض اہل اسلام اُن کی ان باتوں پر یقین کر لیتے ہیں۔ اور بے تحاشا ان کو مسلمان جانتے ہیں۔ اور اس سے زیادہ تر تعجب کی بات یہ ہے کہ بعض مسلمان ان لوگوں میں بعض کے اسلام کو کامل جانتے ہیں اور اگر کوئی ان کو طعن و تشنیع کرے تو بہت بُرا مانتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ نصوص قطعی کے منکر ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کے اجماع کا انکار کرتے ہیں۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ ۝ وَاِذَا النُّجُوْمُ انْكَدَرَتْ ۝ (جس وقت آفتاب (کے نور کی چادر کو) لپیٹ لیا جائے۔ اور جس وقت تارے جھڑ پڑیں) اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ ۝ وَاَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَحُقَّتْ ۝ (اور جب آسمان پھٹ جاوے اور سُن لے حکم اپنے پروردگار کا اور اسی لائق ہے) اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَفُتِحَتِ السَّمَآءُ فَكَانَتْ اَبْوَابًا ۝ شَقَّتْ (اور آسمان پھٹ کر (اُس میں) دروازے ہو جائینگے) ✤

اس قسم کی آیتیں قرآن مجید میں بکثرت موجود ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ صرف کلمۂ شہادت کا منہ سے بول لینا اسلام میں کافی نہیں ہے۔ بلکہ ان تمام چیزوں کی تصدیق ضروری ہے جن کا بجا لانا اور ان پر عملدرآمد کرنا دین کی ضروریات سے سمجھا گیا ہے۔ اور کفر و کافری سے تبرا یعنی بیزار ہونا بھی ضروری ہے۔ تاکہ اسلام ثابت ہو جائے۔ وَبِدُوْنِهٖ خَرْطُ الْقَتَادِ (ورنہ کچھ بھی نہیں ہے) ✤

عقیدہ سولھواں

اور حساب اور میزان اور صراط حق ہے کہ مخبر صادق علیہ علےٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی نسبت خبر دی ہے۔ اور نبوت کے حال سے بعض جاہلوں کے نزدیک ایسے امور کا بعید از عقل ہونا اعتبار سے ساقط ہے۔ کیونکہ نبوت کی حقیقت عقل کی حقیقت سے برتر ہے اور انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کے صادقہ اخبار کو نظر عقل کے ساتھ موافق کرنا درحقیقت طور نبوت سے انکار کرنا ہے۔ کیونکہ یہاں تو معاملہ تقلید پر ہے۔ نہیں جانتے کہ طور نبوت طور عقل کے مخالف ہے۔ بلکہ عقل انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید کی تائید کے ایسے عالی مطالب کی طرف ہدایت نہیں پا سکتی۔ مخالفت اور چیز ہے اور وہاں تک نہ پہنچنا اور شے۔ کیونکہ مخالفت مطلب تک پہنچنے کے بعد متصور ہوتی ہے ✤

عقیدہ سترھواں

بہشت و دوزخ موجود ہیں۔ قیامت کے دن حساب لینے کے بعد ایک گروہ کو بہشت میں اور ایک دوزخ میں بھیجینگے۔ اور ان ثواب و عذاب ابدی ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ جیسے کہ قطعی اور مؤکدہ نصوص اس امر پر دلالت کرتی ہیں ✤

صاحب فصوص کہتا ہے کہ سب کا انجام رحمت سے ہے۔ اِنَّ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ (میری رحمت سب چیزوں کو گھیرے ہوئے ہے) اور کفار کے لئے دوزخ کا عذاب تین حقبہ تک ثابت کرتا ہے۔ اور بعد ازاں کہتا ہے کہ آگ ان کے حق میں برد اور سلام یعنی

ٹھنڈی اور سلامت ہو جاویگی۔ جیسے کہ حضرت ابراہیم علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر ہو گئی تھی۔ اور حق تعالےٰ کے وعید میں خلاف جائز سمجھتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ کوئی اہل دل صوفی کفار کے ہمیشہ کے عذاب کی طرف نہیں گیا ہے۔ اس مسئلہ میں بھی صواب سے دُور جا پڑا ہے۔ اور اس نے نہیں جانا ہے کہ مومنوں اور کافروں کے حق میں رحمت کا وسیع ہونا صرف دنیا ہی میں مخصوص ہے۔ اور آخرت میں کافروں کو رحمت کی بُو بھی نہ پہنچیگی۔ جیسے کہ اللہ فرماتا ہے۔ اِنَّهٗ لَا يَايْئَسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ (میری رحمت سے کافروں کے سوا اور کوئی نا اُمید نہ ہوگا) اور رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ کے بعد فرماتا ہے۔ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ۔ پھر میں اپنی رحمت کو ان لوگوں کے لئے لکھونگا جو ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اور ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں +

شیخ نے آیت کے اول حصہ کو پڑھا ہے اور آخر حصہ پر عمل نہیں کیا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ (اللہ کی رحمت نیکوکاروں کے قریب ہے) اور آیت کریمہ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ خلف وعدہ کی خصوصیت پر دلالت نہیں کرتی۔ ہو سکتا ہے کہ اس جگہ وعدہ خلافی کے نہ ہونے کا اقتصار و انحصار اس سبب سے ہو کہ وعدہ سے اس جگہ مراد رسولوں کی نصرت اور فتح اور کفار پر ان کا غلبہ ہے۔ اور یہ بات وعدہ وعید پر متضمن ہے۔ یعنی رسولوں کے لئے وعدہ ہے اور کفار کے لئے وعید۔ پس گویا اس آیت میں خلف وعدہ کی بھی اور خلف وعید کی بھی نفی ہے۔ فَالْاٰیَةُ مُسْتَشْهَدَةٌ عَلَیْهِ لَا لَهٗ اور نیز وعید میں خلاف ہونا وعدہ کے خلاف کی طرح کذب کو مستلزم ہے۔ اور یہ بات حق تعالےٰ کی بلند بارگاہ کے مناسب نہیں ہے۔ یعنی حق تعالےٰ نے ازل میں جان لیا تھا کہ کفار کو ہمیشہ کا عذاب دونگا۔ اور پھر باوجود اس بات کے کسی مصلحت کے لئے اپنے علم کے خلاف کہدیا کہ ان کو ہمیشہ کا عذاب کرونگا۔ اس امر کا تجویز کرنا نہایت ہی بُرا ہے +

سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ تیرا بڑی عزت والا رب اس بات سے برتر و پاک ہے جس کے ساتھ اُس کو موصوف کرتے ہیں۔ اور مرسلین پر سلام ہو۔ اور کفار کے لئے دائمی عذاب کے نہ ہونے پر اہل دل کا اجماع صرف شیخ کا اپنا کشف ہے۔ اور کشف میں خطا کی مجال بہت ہے۔ اور چونکہ یہ کشف مسلمانوں کے اجماع کے مخالف ہے اس لئے اس کا کچھ اعتبار اور شمار نہیں ہے +

عقیدہ انتیسواں

فرشتے اللہ جلشانہ کے بندے ہیں جو گناہوں سے معصوم اور خطا و نسیان سے محفوظ ہیں۔ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰہَ مَآ اَمَرَھُمْ وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ (جو امر اُن کو اللہ تعالےٰ کرتا ہے اس میں اُس کی نافرمانی نہیں کرتے۔ اور وہی کرتے ہیں جو اُن کو حکم ہوتا ہے) اور کھانے پینے اور زن و مرد ہونے سے پاک اور منزہ ہیں۔ اور قرآن مجید میں ان کے لئے مذکر ضمیروں کا استعمال اس اعتبار سے ہے کہ مردوں کا گروہ عورتوں کے گروہ سے بزرگ اور شریف مانا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حق تعالےٰ نے بھی اپنی ذات کے واسطے مذکر ضمیروں کا استعمال فرمایا ہے۔ اور حضرت حق سُبحانہٗ وتعالےٰ نے ان میں سے بعض کو رسالت کے لئے برگزیدہ کیا ہے۔ جس طرح کہ بعض انسان کو بھی اس دولت سے مشرف کیا ہے۔ اَللّٰہُ یَصْطَفِیْ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ (اللہ تعالےٰ فرشتوں اور انسانوں سے بعض کو رسول بنا لیتا ہے) تمام اہل حق اس بات پر متفق ہیں کہ خاص انسان خاص فرشتوں سے افضل ہیں ؛

امام غزالی رح اور امام الحرمین اور صاحب فتوحات مکیہ اس بات کے قائل ہیں کہ خاص ملک خاص انسان سے افضل ہیں۔ اور جو کچھ اس فقیر پر ظاہر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ فرشتہ کی ولایت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولایت سے افضل ہے۔ لیکن نبوت اور رسالت کے درمیان نبی کے لئے ایک ایسا درجہ ہے جہاں تک فرشتہ نہیں پہنچا ہے۔ اور وہ درجہ عنصرِ خاک کی راہ سے ظاہر ہوا ہے۔ جو بشر کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور اس فقیر پر یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ کمالاتِ ولایت کمالاتِ نبوت کے مقابلہ میں کسی گنتی میں نہیں ہیں۔ کاش کہ ان کے درمیان وہ نسبت ہی ہوتی جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہے، مگر نہیں ہے۔ پس وہ زیادتی جو راہ نبوت سے حاصل ہو وہ اس زیادتی سے کئی گنا زیادہ ہوگی جو راہ ولایت سے حاصل ہو۔ پس فضیلت مطلق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا حصہ ہے اور فضل جزئی ملائکہ کرام کے لئے ہے۔ پس بہتر وہی ہے جو جمہور علما شکر اللہ تعالےٰ سعیہم نے کہا ہے ؛

اس تحقیق سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ کوئی ولی کسی نبی کے درجہ تک نہیں پہنچتا۔ بلکہ اس ولی کا سر ہمیشہ اس نبی کے قدم کے نیچے ہوتا ہے ؛

جاننا چاہئے کہ ان مسائل میں سے ہر ایک مسئلہ میں جن میں صوفیہ و علما کا باہم اختلاف ہے۔ جب اچھی طرح غور اور ملاحظہ کیا جاتا ہے۔ تو حق بجانب علما معلوم ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ علما کی نظر نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث نبوت کے کمالات اور

اس کے علوم میں نفوذ کیا ہے۔ اور صوفیہ کی نظر ولایت کے کمالات اور اس کے معارف تک ہی محدود ہے۔ پس وہ علم جو نبوت کی مشکوٰۃ سے حاصل کیا جائے وہ بالضرور اس علم سے جو مرتبہ ولایت سے اخذ کیا جائے، کئی درجے بہتر اور حق ہوگا۔

بعض معارف کی تحقیق اس مکتوب میں جو اپنے فرزند ارشد کے نام طریقہ کے بیان میں لکھا ہے، درج ہو چکی ہے۔ اگر کچھ دقت اور پوشیدگی رہ جائے۔ تو اس مکتوب کی طرف رجوع کریں۔

تحقیق ایمان

ایمان اُن تمام دینی امور کے ساتھ جو ضرورت اور تواتر کے طریق پر ہم تک پہنچے ہیں تصدیق قلبی سے مراد ہے۔ اور اقرار زبانی بھی ایمان کا رکن کہا ہے کہ سقوط کا احتمال رکھتا ہے۔ اور کفر اور کافری اور کفر کے خصائص اور لوازم مثلاً زنا، ریاندہی اور اس قسم کی اور رسوم سے جو اس میں پائی جاتی ہیں تبری کرنا اور بیزار ہونا اس تصدیق کی علامت میں سے ہے۔ اور اگر عیاذاً باللہ کوئی اس تصدیق کا بھی دعوے کرے اور کفر سے بیزاری اور تبری بھی ظاہر نہ کرے۔ تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص دو دینوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو ارتداد کے نشان سے داغدار ہے۔ اور حقیقت میں اس کا حکم منافق کا سا حکم ہے۔ لَاۤ اِلٰی هٰۤؤُلَاۤءِ وَلَاۤ اِلٰی هٰۤؤُلَاۤءِ (نہ اِدھر کا نہ اُدھر کا)۔

پس ایمان کی تحقیق میں کفر سے تبری کرنا ضروری ہے۔ ادنیٰ تبری یہ ہے کہ دل سے ہو۔ اور اعلیٰ یہ ہے کہ دل اور جسم دونوں سے ہو۔ اور تبری سے مراد یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے دشمنوں کے ساتھ دشمنی کی جائے۔ وہ دشمنی خواہ دل سے ہو، جب کہ ان کے ضرر کا ڈر ہو۔ خواہ دل اور جسم سے ہو، جب کہ ان کے ضرر کا ڈر نہ ہو۔

آیت کریمہ یَاۤ اَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْهِمْ (اے نبی کفار اور منافقوں سے جہاد کر اور ان پر سختی کر) اسی مضمون کی تائید کرتی ہے۔ کیونکہ اللہ جل شانہٗ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ان کے دشمنوں کی دشمنی کے بغیر ثابت نہیں ہوتی۔ اس جگہ یہ مصرعہ صادق آتا ہے ع

تولّٰی بے تبری نیست ممکن   ترجمہ ع   نہیں ہوتی محبت بن تبریٰ

شیعہ نے جو یہ قاعدہ اہل بیت کی محبت اور دوستی میں جاری کیا ہوا ہے۔ اور خلفائے ثلاثہ کے تبرے کو اس محبت کی شرط قرار دیا ہے۔ نامناسب ہے۔ کیونکہ دوستوں کی محبت کے لئے شرط ہے کہ ان کے دشمنوں سے تبرے کیا جائے نہ کہ مطلق طور پر دشمنوں کے سوا غیروں سے بھی۔ اور کوئی منصف عاقل اس بات کو جائز نہیں سمجھتا کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے

اصحاب اہل بیت کے دشمن ہوں۔ جب کہ ان بزرگواروں نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت میں اپنے مالوں اور جانوں کو صرف کر دیا اور جاہ و ریاست کو برباد کر دیا ہے اور کس طرح اہل بیت کی دشمنی کو ان کی طرف منسوب کر سکتے ہیں۔ جب کہ نص قطعی کے ساتھ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قرابت والوں کی محبت ثابت ہے اور دعوت کی اجرت ان کی محبت مقرر کی ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے :-

قُلْ لَّآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی وَمَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا کہہ یا رسول اللہ میں تم سے اہل قرابت کی دوستی کے سوا اور کچھ اجر نہیں مانگتا۔ اور جو شخص ایک نیکی کمائیگا ہم اس کی نیکیوں میں اور نیکیاں زیادہ کرینگے ۔

حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو یہ بزرگی پائی اور شجرۂ انبیا بنگئے۔ سب حق تعالےٰ کے دشمنوں سے تبرے کرنے کے باعث ہے ۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ قَدْ کَانَتْ لَکُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِیْٓ اِبْرٰهِیْمَ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْکُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ کَفَرْنَا بِکُمْ وَبَدَا بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰی تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ تمہارے لئے ابراہیم اور اس کے اصحاب میں نہایت اعلیٰ درجہ کی بہتر پیروی تھی۔ جب کہ انہوں نے قوم کے لوگوں کو کہا کہ ہم تم سے اور ان سے جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو بیزار ہیں۔ اور ہم تم سے انکار کرتے ہیں اور جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کے لئے عداوت اور دشمنی ظاہر ہو چکی ہے ۔

اور حق جل و علےٰ کی رضامندی حاصل کرنے کے لئے فقیر کی نظر میں اس تبرے کے برابر کوئی عمل نہیں ہے۔ تبرے کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ کو کفر اور کافروں کے ساتھ عداوت ہے۔ اور لات و عزےٰ آفاقی مثل لات و عزےٰ اور ان کے عبادت کرنے والے بالذات حق سلطانہ کے دشمن ہیں۔ اور دوزخ کا دائمی عذاب اس برے فعل کی جزا ہے۔ اور الٰہ انفسی یعنی ہوائے نفسانی اور تمام برے اعمال یہ نسبت نہیں رکھتے کیونکہ غضب و عداوت ان کی نسبت ذاتی نہیں ہے۔ اگر غضب ہے تو صفات کی طرف منسوب ہے اور اگر عقاب و عتاب ہے تو افعال کی طرف راجع ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوزخ کا دائمی عذاب ان برے فعلوں کی جزا نہیں بنا بلکہ ان کی مغفرت کو اپنی مشیت اور ارادہ پر منحصر ہے ۔

جاننا چاہیئے کہ جب کفر اور کافروں کے ساتھ ذاتی عداوت ثابت ہو چکی تو ناچار رحمت و رافت جو صفات جمال میں سے ہے آخرت میں کافروں کو نہ پہنچیگی۔ اور رحمت کی صفت عداوت ذاتی کو دُور نہ کریگی۔ کیونکہ وہ چیز جو ذات کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اس چیز کی نسبت جو صفت سے تعلق رکھتی ہے زیادہ اقوےٰ اور ارفع ہے۔ پس مقتضائے صفت مقتضائے ذات کو تبدیل نہیں کرسکتا۔ اور یہ جو حدیث قدسی میں آیا ہے کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ (میری رحمت غضب پر بڑھی ہوئی ہے) اس غضب سے مراد غضب صفاتی سمجھنا چاہیئے جو گنہگاروں کے ساتھ مخصوص ہے نہ کہ غضب ذاتی جو مشرکوں کے ساتھ مخصوص ہے۔

سوال۔ اگر کہیں کہ دنیا میں کافروں کو رحمت نصیب ہے۔ جیسے کہ تو نے اوپر تحقیق کی ہے تو پھر دنیا میں رحمت کی صفت نے ذاتی عداوت کو کیسے دُور کر دیا؟

جواب۔ مَیں کہتا ہوں کہ دنیا میں کافروں کو رحمت کا حاصل ہونا ظاہر اور صورت کے اعتبار سے ہے اور درحقیقت ان کے حق میں استدراج اور مکر ہے۔

آیت کریمہ اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّھُمْ بِہٖ مِنْ مَّالٍ وَّبَنِیْنَ نُسَارِعُ لَھُمْ فِی الْخَیْرٰتِ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ پ ۱۸ ع ۴ کیا یہ لوگ ایسا خیال کرتے ہیں کہ ہم جو مال و اولاد سے ان کی امداد کئے چلے جارہے ہیں (اس کے یہ معنی ہیں کہ) ان کو فائدہ پہنچانے میں ہم جلدی کر رہے ہیں (نہیں) بلکہ یہ (لوگ اصل مطلب کو) سمجھتے نہیں۔

اور آیت کریمہ سَنَسْتَدْرِجُھُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ وَاُمْلِیْ لَھُمْ اِنَّ کَیْدِیْ مَتِیْنٌ پ ۹ ع ۱۳ ہم انہیں اس طرح پر کہ اُن کو خبر بھی نہ ہو آہستہ آہستہ (جہنم کی طرف گھسیٹ کر) لیجائینگے۔ اور ہم اُن کو (دنیا میں) مہلت دیتے ہیں ہمارا داؤ بیشک (پکّا) داؤ ہے انہی معنوں پر شاہد ہیں کُلَّھُم۔

فائدہ جلیلہ دوزخ کا دائمی عذاب کفر کی جزا ہے۔ پھر اگر پوچھیں کہ ایک شخص باوجود ایمان کے کفر کی رسمیں بجالاتا اور کفر کی رسموں کی تعظیم کرتا ہے۔ اور علما اس پر کفر کا حکم لگاتے اور اس کو مُرتد سمجھتے ہیں۔ جیسے کہ ہندوستان کے اکثر مسلمان اس بلا میں مبتلا ہیں پس چاہیئے کہ علما کے فتوے کے موجب وہ شخص آخرت کے عذاب ابدی میں گرفتار ہو۔ حالانکہ اخبار صحیحہ میں آچکا ہے کہ جس شخص کے دل میں ذرّہ ایمان بھی ہوگا اس کو دوزخ سے باہر نکال لینگے۔ اور دائمی عذاب میں نہ رہنے دینگے۔ تیرے نزدیک اس مسئلہ کی کیا تحقیق ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر وہ شخص کافر محض ہے تو دائمی عذاب اُس کے نصیب ہے نعوذ باللہ منہ اور کفر کی رسموں کے بجالانے کے باوجود ذرّہ ایمان بھی رکھتا ہے تو دوزخ کے عذاب میں مُبتلا ہوگا۔ لیکن اس ذرّہ بھر ایمان کی برکت سے اُمید ہے کہ دائمی عذاب سے خلاصی پائیگا اور دائمی گرفتاری سے نجات پاجاویگا۔

فقیر ایک دفعہ ایک شخص کی بیمار پُرسی کے لئے گیا جس کا معاملہ نزع کی حالت تک پہنچا ہوا تھا۔ جب یہ فقیر اس کے حال کی طرف متوجہ ہوا۔ تو دیکھا کہ اُس کے دل پر بہت سی ظلمتیں چھائی ہوئی ہیں۔ ان ظلمتوں کو دُور کرنے کا ارادہ کیا اور چاہا کہ وہ ظلمتیں اس کے دل پر سے دور ہو جائیں لیکن اس کے دل نے قبول نہ کیا۔ بہت سی توجہ کے بعد معلوم ہوا کہ وہ ظلمتیں صفات کفر سے پیدا ہوئی ہیں۔ جو اس میں پوشیدہ تھیں۔ اور وہ کدورتیں کفر اور اہل کفر کے ساتھ دوستی رکھنے کے باعث پیدا ہوئی ہیں۔ توجہ کے ساتھ یہ ظلمتیں دُور نہیں ہوسکتیں۔ بلکہ ان ظلمات سے اس کا پاک ہونا دوزخ کے عذاب پر موقوف ہے جو کفر کی جزا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ذرہ بھر ایمان بھی رکھتا ہے جس کی برکت سے آخر کار اس کو دوزخ سے نکال لینگے۔ جب اس میں اس حال کا مشاہدہ کیا۔ تو دل میں گذرا کہ آیا اس شخص پر نماز جنازہ پڑھنی چاہیئے یا نہ۔ توجہ کے بعد ظاہر ہوا کہ نماز ادا کرنی چاہیئے۔

پس وہ مسلمان جو باوجود ایمان کے کافروں کی رسمیں بجالاتے اور ان کی تعظیم کرتے ہیں ان پر نماز جنازہ پڑھنی چاہیئے۔ اور کفار کے ساتھ نہ ملانا چاہیئے۔ جیسے کہ آج تک یہ عمل برابر ہوتا چلا آیا ہے۔ اور امیدوار رہنا چاہیئے کہ آخر کار ایمان کی برکت سے عذاب سے نجات پاجاوینگے۔

پس معلوم ہوا کہ اہل کفر کے لئے عفو اور مغفرت نہیں ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ (اللہ تعالےٰ شرک کو نہیں بخشیگا) اور اگر کافر محض ہے تو عذاب ابدی اس کے کفر کی جزا ہے۔ اور اگر ذرّہ بھر ایمان رکھتا ہے تو اس کی جزا دوزخ کا عذاب موقت ہے۔ اور اُس کے تمام کبیرہ گناہ اللہ تعالےٰ کے اختیار میں ہیں چاہے تو اُن کو بخش دے اور چاہے تو اُن کو عذاب دے۔

فقیر کے نزدیک دوزخ کا عذاب خواہ موقت ہو خواہ دائمی، کفر اور صفات کفر کے ساتھ مخصوص ہے۔ چنانچہ اس کی تحقیق آگے آئیگی۔ اور وہ اہل کبائر کہ جن کے گناہ توبہ یا شفاعت یا صرف عفو و احسان کے ساتھ مغفرت میں نہیں آئے یا جن کبیرہ گناہوں کا کفارہ دنیا کے رنج اور

اور تکلیفوں اور موت کی سکرات اور سختیوں کے ساتھ نہیں ہوا۔ امید ہے کہ ان کے عذاب میں بعض کو عذاب قبر کے ساتھ کفایت کرینگے۔ اور بعض کو قبر کی تکلیفوں کے علاوہ قیامت کی سختیوں اور ہول کے ساتھ کفایت کرینگے۔ اور ان کے گناہوں میں سے کوئی ایسا گناہ باقی نہ چھوڑینگے جس کے لئے عذاب دوزخ کی ضرورت پڑے۔ آیت کریمہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ پ ۷ ع ۱۵ (وہ لوگ جو ایمان لائے اور اپنے ایمانوں کو ظلم سے نہ ملایا ان کے لئے امن ہے) اسی مضمون کی مؤید ہے کیونکہ ظلم سے مراد شرک ہے۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ كُلِّهَا۔ اور تمام امور کی حقیقت کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے ✣

اگر کہیں کہ کفر کے سوا بعض اور برائیوں کی جزا بھی دوزخ کا عذاب ہے۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِیْهَا۔ جس نے کسی مومن کو عمداً قتل کیا اس کی جزا جہنم ہے اور وہ اس میں ہمیشہ رہیگا ✣ اور اخبار میں بھی آیا ہے کہ جو شخص ایک نماز فریضہ کو عمداً قضا کریگا۔ اس کو حقبہ دوزخ میں عذاب دینگے۔ پس دوزخ کا عذاب صرف کفار کے ساتھ مخصوص نہ رہا ✣

میں کہتا ہوں کہ قتل کا عذاب اس شخص کے لئے جو قتل کو حلال جانے، کیونکہ قتل کو حلال جاننے والا کافر ہے، جیسے کہ مفسرین نے ذکر کیا ہے۔ اور کفر کے سوا اور برائیاں جن کے لئے دوزخ کا عذاب آیا ہے۔ وہ بھی صفات کفر کی آمیزش سے خالی نہ ہونگی۔ جیسے کہ اس برائی کو خفیف سمجھنا اور اس کے بجا لانے کے وقت لاپروائی کرنا اور شریعت کے امر و نہی کو خوار سمجھنا وغیرہ وغیرہ ✣

اور خبر میں آیا ہے کہ شَفَاعَتِیْ لِاَهْلِ الْكَبَائِرِ مِنْ اُمَّتِیْ (میری شفاعت میری امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہوگی) اور دوسری جگہ فرمایا ہے کہ اُمَّتِیْ اُمَّةٌ مَّرْحُوْمَةٌ لَا عَذَابَ لَهَا فِی الْاٰخِرَةِ (میری امت، امت مرحومہ ہے۔ اس کو عذاب آخرت نہ ہوگا) اور آیت کریمہ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْٓا اِیْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ اسی مضمون کی مؤید ہیں جیسے کہ مذکور ہوا ✣ اور مشرکوں کے اطفال اور شاہقان جبل اور پیغمبروں کے زمانہ فترت کے مشرکوں کا حال اس مکتوب میں جو فرزندی محمد سعید کے نام لکھا ہے، ہفتم، اوپر ہو چکا ہے وہاں سے معلوم کریں ✣

اور ایمان کے کم و زیادہ ہونے میں علما کا اختلاف ہے۔ امام اعظم کوفی رضی اللہ

تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اَلْاِیْمَانُ لَا یَزِیْدُ وَلَا یَنْقُصُ ایمان نہ زیادہ ہوتا ہے نہ کم۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یَزِیْدُ وَیَنْقُصُ کہ ایمان زیادہ اور کم ہوتا ہے ⁂

اس میں کچھ شک نہیں کہ ایمان قلبی تصدیق اور یقین سے مراد ہے جس میں زیادتی اور نقصان کی گنجائش نہیں۔ اور وہ جو زیادت اور نقصان کو قبول کرے دائرہ ظن میں داخل ہے نہ یقین میں۔ ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ اعمال صالحہ کا بجالانا اس یقین کو روشن کر دیتا ہے۔ اور بُرے اعمال کا بجالانا اس یقین کو مکدر و سیاہ کر دیتا ہے۔ پس زیادت اور نقصان اعمال کے اعتبار سے اس یقین کے روشن ہونے میں ثابت ہوئی نہ کہ نفس یقین میں۔ بعض نے اس یقین کو جب کہ منجلی اور روشن معلوم کیا تو اس یقین کی نسبت جو انجلا اور روشنی نہیں رکھتا زیادہ نہیں کہ دیا۔ گویا بعض نے غیر منجلی یقین کو یقین نہ جانا۔ اور انہی بعض نے منجلی کو یقین جان کر ناقص کہدیا۔ اور بعض دوسروں نے جو زیادہ تیز نظر رکھتے تھے، جب دیکھا کہ یہ زیادت اور نقصان صفات یقین کی طرف راجع ہے نہ کہ نفس یقین کی طرف تو اس سبب سے یقین کو غیر زائد و ناقص کہدیا۔ جس طرح کہ دو آئینے جو باہم برابر ہوں لیکن انجلا اور نورانیت میں تفاوت رکھتے ہوں۔ تو ایک شخص اس آئینہ کو جو زیادہ روشن ہے اور نمائندگی زیادہ رکھتا ہے، کہدے کہ یہ آئینہ بہ نسبت اس آئینہ کے جس میں ویسی روشنی اور انجلا نہیں ہے زیادہ ہے۔ اور دوسرا شخص کہدے کہ یہ دونوں آئینے برابر ہیں۔ اور ان میں کسی قسم کی زیادت اور نقصان نہیں ہے۔ فرق صرف انجلا اور نمائندگی میں ہے جو ان دونو آئینوں کی صفات ہیں۔ پس دوسرے شخص کی نظر صائب ہے اور حقیقت شے تک نافذ ہے۔ اور شخص اول کی نظر کوتاہ ہے۔ اور صفت سے بڑھ کر ذات تک نہیں پہنچتی ہے۔ یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ پ۲۸ ع ۲-۱ اللہ تعالےٰ ایمان داروں کو بلند کرتا ہے اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ لوگ صاحب درجات بلند ہیں ⁂

اس تحقیق سے کہ جس کے اظہار کے لئے اللہ تعالےٰ نے اس فقیر کو توفیق بخشی مخالفوں کے وہ سب اعتراض جو انہوں نے ایمان کے کم و بیش نہ ہونے پر کئے ہیں، زائل ہو گئے۔ اور عام مومنوں کا ایمان تمام وجوہ میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ایمان کی طرح نہ ہوا کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایمان جو کامل طور پر منجلی اور نورانی ہے۔ عام مومنوں کے ایمان سے جو مومنوں کے درجوں کے اختلاف کے موجب بہت سی ظلمتیں اور کدورتیں رکھتا ہے۔ اسی طرح حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان جو وزن میں اس امت کے ایمان سے زیادہ ہے۔ انجلا

نورانیت کے اعتبار سے سمجھنا چاہیئے۔ اور زیادت کو صفات کاملہ کی طرف راجع کرنا چاہیئے۔ کیا نہیں دیکھتے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نفس انسانیت میں عام لوگوں کے ساتھ برابر ہیں۔ اور حقیقت اور ذات میں سب باہم متحد ہیں۔ تفاضل یعنی ایک کا دوسرے سے فضل ہونا صفات کاملہ کے اعتبار سے ہے۔ اور جس میں یہ صفات کاملہ نہیں ہیں، گویا وہ اس نوع سے خارج ہے اور اس نوع کے فضائل اور خواص سے محروم ہے۔ لیکن باوجود اس تفاوت کے نفس انسانیت میں زیادت اور نقصان کا کوئی دخل نہیں۔ اور نہیں کہہ سکتے کہ وہ انسانیت زیادت و نقصان کے قابل ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ الْمُلْہِمُ لِلصَّوَابِ ٭

اور نیز کہتے ہیں کہ تصدیق ایمانی سے مراد بعض کے نزدیک تصدیق منطقی ہے۔ جو ظن اور یقین کو شامل ہے۔ اس تقدیر پر نفس ایمان میں زیادت اور نقصان کی گنجائش ہے لیکن صحیح یہی ہے کہ اس جگہ تصدیق سے مراد دلی یقین اور اذعان ہے نہ کہ معنی عام جو ظن کو بھی شامل ہیں ٭

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اَنَا مُؤْمِنٌ حَقًّا۔ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اَنَا مُؤْمِنٌ اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تَعَالٰی درحقیقت ان میں نزاع لفظی ہے۔ لیکن مذہب اول باعتبار ایمان حال کے ہے۔ اور مذہب ثانی باعتبار ایمان انجام و عاقبت ہے۔ لیکن صورت استثنا سے کنارہ کرنا بہتر اور مناسب ہے۔ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلَی الْمُنْصِفِ جیسے کہ منصف آدمی پر مخفی نہیں ہے ٭

اور اولیاء اللہ کی کرامتیں حق ہیں۔ اور ان سے بکثرت خرق عادات کے واقع ہونے کے باعث ان کی یہ بات عادت مستمرہ ہوگئی۔ اور کرامت کا منکر علم عادی اور ضروری کا منکر ہے۔ نبی کا معجزہ دعوئے نبوت کے ساتھ ملا ہوا ہوتا ہے۔ اور کرامت اس بات سے خالی ہے۔ بلکہ اس نبی کی متابعت کے اقرار کرنے کے ساتھ ملی ہوتی ہے۔ فَلَا اِشْتِبَاہَ بَیْنَ الْمُعْجِزَۃِ وَالْکَرَامَۃِ کَمَا زَعَمَ الْمُنْکِرُوْنَ پس معجزہ اور کرامت کے درمیان کوئی اشتباہ نہ رہا جیسے کہ منکروں نے گمان کیا ہے ٭

اور تفضیل کی ترتیب خلفائے راشدین کے درمیان خلافت کی ترتیب کے موافق ہے۔ لیکن شیخین کی افضلیت صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہوئی ہے۔ چنانچہ بڑے بڑے ائمہ کی ایک جماعت نے جن میں سے ایک امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ اس بات کو نقل کیا ہے:۔

قَالَ الشَّیْخُ الْاِمَامُ اَبُو الْحَسَنِ الْاَشْعَرِیُّ اِنَّ تَفْضِیْلَ اَبِیْ بَکْرٍؓ ثُمَّ عُمَرَؓ

تحقیق ولایت نبوت

تحقیق الاولیاء

عَلٰی بَقِیَّۃِ الْاُمَّۃِ قَطْعِیٌّ شیخ امام ابو الحسن اشعری فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی فضیلت پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فضیلت باقی امت پر قطعی ہے۔

قَالَ الذَّھَبِیُّ قَدْ تَوَاتَرَ عَنْ عَلِیٍّ فِیْ خِلَافَتِہٖ وَکُرْسِیِّ مَمْلَکَتِہٖ وَبَیْنَ الْجَمِّ الْغَفِیْرِ مِنْ شِیْعَتِہٖ اِنَّ اَبَا بَکْرٍ وَعُمَرَ اَفْضَلُ الْاُمَّۃِ ثُمَّ قَالَ وَرَوَاہُ عَنْ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہٗ نَیِّفٌ وَثَمَانُوْنَ نَفْسًا وَعَدَّ مِنْھُمْ جَمَاعَۃً ثُمَّ قَالَ فَقَبَّحَ اللّٰہُ الرَّافِضَۃَ مَا اَجْھَلَھُمْ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ان کی خلافت ومملکت کے زمانہ میں اور آپ کے تابعداروں میں سے ایک جم غفیر کے درمیان یہ بات بطریق تواتر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ تمام امت میں سے افضل ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ اس بات کو حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اسی سے کچھ زیادہ آدمیوں نے روایت کیا ہے اور ان میں سے ایک جماعت کا نام بھی لیا ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رافضیوں کا برا کرے یہ کیسے جاہل ہیں۔

وَرَوَی الْبُخَارِیُّ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ خَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِیِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ رَجُلٌ اٰخَرُ فَقَالَ ابْنُہٗ مُحَمَّدُ بْنُ الْحَنَفِیَّۃِ ثُمَّ اَنْتَ فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ اور بخاری نے ان سے روایت کی ہے فرمایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد سب لوگوں میں سے بہتر حضرت ابو بکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ پھر ایک اور شخص۔ پس ان کے بیٹے محمد بن حنفیہ نے کہا کہ پھر تو۔ پس فرمایا کہ میں تو ایک مسلمان شخص ہوں۔

وَصَحَّحَ الذَّھَبِیُّ وَغَیْرُہٗ عَنْ عَلِیٍّ اِنَّہٗ قَالَ اَلَا وَاِنَّہٗ بَلَغَنِیْ اَنَّ رِجَالًا یُفَضِّلُوْنَنِیْ عَلَیْھِمَا وَمَنْ وَجَدْتُہٗ فَضَّلَنِیْ عَلَیْھِمَا فَھُوَ مُفْتَرٍ عَلَیْہِ مَا عَلَی الْمُفْتَرِیْ امام ذہبی نے حضرت علیؓ سے صحیح کیا ہے آپ نے فرمایا کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ لوگ مجھے ان دونوں پر فضیلت دیتے ہیں۔ اور جس کو میں پاؤں گا کہ مجھے ان پر فضیلت دیتا ہے۔ وہ مفتری ہے اور اس کی سزا بھی وہی ہوگی جو مفتری کی ہوتی ہے۔

وَاَخْرَجَ الدَّارُقُطْنِیُّ عَنْہُ لَا اَجِدُ اَحَدًا فَضَّلَنِیْ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ اِلَّا جَلَدْتُّہٗ حَدَّ الْمُفْتَرِیْ اور دار قطنی نے آپ سے روایت کی ہے کہ جس کو میں دیکھوں کہ مجھے حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ پر فضیلت دیتا ہے تو میں اس کو اتنے کوڑے لگاؤں گا جو مفتری

کی سزا ہے۔

اس قسم کی اور بہت سی مثالیں حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اور ان کے سوا اور بہت سے صحابہ سے متواتر آئی ہیں جن میں کسی کو انکار کی مجال نہیں ہے، حتٰے کہ عبد الرزاق جو اکابر شیعہ میں سے ہے کہتا ہے کہ اُفَضِّلُ الشَّیْخَیْنِ بِتَفْضِیْلِ عَلِیٍّ رض اِیَّاھُمَا عَلٰی نَفْسِہٖ وَاِلَّا لَمَا فَضَّلْتُھُمَا کَفٰی بِیْ وِزْرًا اَنْ اُحِبَّہٗ ثُمَّ اُخَالِفَہٗ میں شیخین کو اس لئے فضیلت دیتا ہوں کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے خود اپنے اُوپر اُن کو فضیلت دی ہے ورنہ میں ان کو کبھی فضیلت نہ دیتا مجھے یہی گناہ کافی ہے کہ میں اس کو دوست رکھوں اور پھر اس کی مخالفت کروں۔ کُلُّ ذٰلِکَ مُسْتَفَادٌ مِّنَ الصَّوَاعِقِ یہ سب کچھ صواعق سے لیا گیا ہے۔

لیکن حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فضیلت حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر۔ پس اکثر اہل سنت اس بات پر ہیں کہ شیخین رض کے بعد افضل حضرت عثمان رض ہیں حضرت علی رض اور ائمہ اربعہ مجتہدین رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کا بھی یہی مذہب ہے۔ اور وہ توقف جو حضرت عثمان رض کی فضیلت میں امام مالک رض سے نقل کیا ہے۔ اس کے بارہ میں قاضی عیاض نے کہا ہے کہ امام مالک رح نے توقف سے حضرت عثمان رض کی تفضیل کی طرف رجوع کی ہے اور قرطبی نے کہا ہے کہ ھو الاصح ان شاء اللہ تعالیٰ یہی درست ہے۔ اور ایسے ہی وہ توقف جو بعض نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی اس عبارت سے سمجھا ہے کہ مِنْ عَلَامَاتِ السُّنَّۃِ وَالْجَمَاعَۃِ تَفْضِیْلُ الشَّیْخَیْنِ وَمُحَبَّۃُ الْخَتَنَیْنِ شیخین کی تفضیل اور ختنین کی محبت سنت وجماعت کی علامات میں سے ہے۔

اس فقیر کے نزدیک اس عبارت کے اختیار کرنے کا محل اور ہے۔ چونکہ حضرات ختنین رض کی خلافت کے زمانہ میں فتنہ وفساد لوگوں میں بہت ظاہر ہوگیا تھا اور اس سبب سے لوگوں کے دلوں میں بہت کدورت آگئی تھی۔ اس لئے امام رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو مدنظر رکھ کر ان کے حق میں محبت کا لفظ اختیار کیا ہے۔ اور ان کی دوستی کو سنت کی علامات سے فرمایا ہے۔ بغیر اس امر کے کہ کسی قسم کا توقف ملحوظ ہو۔ اور یہ بھی کیونکر جب کہ حنفیہ کتابیں اس مضمون سے بھری ہیں کہ ان کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب پر ہے۔

الغرض شیخین رض کی فضیلت یقینی ہے۔ اور حضرت عثمان رض کی فضیلت اس سے کمتر ہے لیکن احوط یہی ہے کہ حضرت عثمان رض کی فضیلت کے منکر بلکہ شیخین رض کی فضیلت کے منکر کو

بھی کفر کا حکم نہ کریں اور مبتدع اور ضال جانیں۔ کیونکہ اس کی تکفیر میں علما کا اختلاف ہے۔ اور اس اجماع کے قطعی ہونے میں بہت قیل و قال ہے۔ ایسا منکر یزید بدبخت کا ساتھی اور بھائی ہے کہ اسی احتیاط کے باعث علمانے اس کے لعن کرنے میں توقف کیا ہے۔ وہ ایذا جو پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کو خلفائے راشدین کی جہت سے پہنچی ہے۔ وہ بعینہ اسی ایذا کی طرح ہے۔ جو امامین سبطین کی جہت سے پہنچی ہے علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات +

قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَللّٰهَ اللّٰهَ فِیْ اَصْحَابِیْ لَا تَتَّخِذُوْهُمْ غَرَضًا مِّنْ بَعْدِیْ فَمَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَهُمْ وَمَنْ اٰذَاهُمْ فَقَدْ اٰذَانِیْ وَمَنْ اٰذَانِیْ فَقَدْ اٰذَی اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَیُوْشِكُ اَنْ یَّاْخُذَهٗ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے اصحاب کے بارہ میں اللہ تعالےٰ سے ڈرو۔ اور ان کو میرے بعد نشانہ نہ بناؤ۔ جس نے ان کو دوست رکھا اس نے گویا میری محبت کے باعث ان کو دوست رکھا۔ اور جس نے ان سے بغض کیا اس نے گویا میرے ہی بغض کے باعث ان سے بغض رکھا۔ اور جس نے ان کو ایذا دی۔ اس نے گویا مجھے ایذا دی۔ اور جس نے مجھ کو ایذا دی۔ اس نے اللہ تعالےٰ کو ایذا دی۔ اور جس نے اللہ اور رسول کو ایذا دی وہ اس کو مواخذہ کریگا +

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ۔ وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دیتے ہیں ان پر دنیا اور آخرت میں اللہ تعالےٰ کی لعنت ہے +

اور جو کچھ مولانا سعدُ الدین نے شرح عقاید نسفی میں اس افضلیت کے حق میں انصاف سمجھا ہے۔ وہ انصاف سے دور ہے۔ اور وہ تردید جو اس نے کی ہے وہ سراسر لاحاصل ہے کیونکہ علما کے نزدیک یہ بات مقرر ہے کہ اس جگہ افضلیت سے وہ مراد ہے جو اللہ تعالےٰ کے نزدیک بکثرت ثواب کے اعتبار سے ہے نہ کہ وہ افضلیت جو فضائل اور مناقب کے بکثرت ظاہر ہونے کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ ایسی افضلیت عقلمندوں کے نزدیک کچھ اعتبار نہیں رکھتی۔ کیونکہ سلف صحابہ و تابعین نے جس قدر فضائل و مناقب حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی نسبت نقل کئے ہیں وہ اور کسی صحابی کی نسبت منقول نہیں ہیں۔ حتیٰ کہ امام احمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ مَا جَاءَ لِاَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ مِنَ الْفَضَائِلِ مَا جَاءَ لِعَلِیٍّ رضی اللہ تعالےٰ عنہ (اور جو فضائل حضرت علی کے بارہ میں آئے ہیں وہ کسی اور صحابی کی نسبت نہیں آئے) اور

باوجود اس امر کے امام مذکور رہ نے خلفائے ثلثہ کی فضیلت کا حکم کیا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ فضیلت کی وجہ ان فضائل و مناقب کے سوا کچھ اور ہے۔ اور اس فضیلت پر اطلاع پانا دولت وحی کی ان مشاہدہ کرنے والوں کو میسر ہے جنہوں نے صریح طور پر یا قرائن سے معلوم کی ہے۔ اور وہ صحابہ پیغمبر علیہ و علیہم الصلوات و التسلیمات ہیں۔ پس جو کچھ شارح عقائد نسفی نے کہا ہے اگر مراد فضیلت سے کثرت ثواب ہے، تو پھر توقف کی جہت ساقط ہے۔ کیونکہ توقف کی تبھی گنجائش ہوتی ہے۔ جب کہ اس افضلیت کو صاحب شریعت کی طرف سے صریح طور پر یا دلالت کے طور پر معلوم نہ کیا ہو۔ اور جب معلوم ہو چکی ہو تو پھر کیوں توقف کریں۔ اور اگر معلوم نہ کیا ہو تو پھر افضلیت کا حکم کیوں کریں۔ اور جو شخص سب کو برابر جانے اور ایک کو دوسرے پر فضیلت دینا فضول سمجھے۔ وہ بوالفضول اور احمق ہے۔ وہ کیسا عجب بوالفضول ہے جو اہل حق کے اجماع کو فضول جانتا ہے۔ شاید فضل کا لفظ اس کو اس فضولی کی طرف لے گیا ہے۔ اور یہ جو صاحب فتوحات مکیہ نے کہا ہے کہ ان کی خلافت کی ترتیب کا سبب ان کی عمروں کی مدت ہے فضیلت میں مساوات پر دلالت نہیں کرتا۔ کیونکہ خلافت امر دیگر ہے اور فضیلت کی بحث دیگر۔ اور اگر مان بھی لیں تو یہ بات اور اس قسم کی اور باتیں اس کے شطحیات کی قسم سے ہیں، جو تمسک کے لائق نہیں ہیں۔ اس کے اکثر کشفیہ معارف جو اہل سنت کے علوم سے جدا واقع ہوئے ہیں، صواب اور بہتری سے دور رہیں۔ ایسی باتوں کی وہی شخص متابعت کرتا ہے جس کا دل بیمار ہے یا مقلد صرف ہے ۔

اور جو کچھ صحابہ کے درمیان لڑائی جھگڑے واقع ہوئے ہیں ان کو نیک توجیہ پر محمول کرنا چاہئے۔ اور ہوا و تعصب سے دور سمجھنا چاہئے ۔

تفتازانی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی محبت میں افراط کرنے کے باوجود فرمایا ہے۔ وَمَا وَقَعَ مِنَ الْمُخَالَفَاتِ وَالْمُحَارَبَاتِ لَمْ يَكُنْ عَنْ نِزَاعٍ فِي خِلَافَةٍ بَلْ عَنْ خَطَاءٍ فِي الْاِجْتِهَادِ۔ اور جو لڑائی جھگڑے ان کے درمیان واقع ہوئے ہیں وہ خلافت کے بارہ میں نزاع کے باعث نہ تھے۔ بلکہ اجتہاد میں خطا کے سبب تھے ۔

اور اس کے حاشیہ خیالی میں ہے۔ فَاِنَّ مُعَاوِيَةَ وَاَحْزَابَهٗ بَغَوْا عَنْ طَاعَتِهٖ مَعَ اِعْتِرَافِهِمْ بِاَنَّهٗ اَفْضَلُ اَهْلِ زَمَانِهٖ اَلْاَحَقُّ بِالْاِمَامَةِ مِنْهُ بِشُبْهَةٍ هِيَ تَرْكُ الْقِصَاصِ عَنْ قَتَلَةِ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ (کہ معاویہ اور اس کے لشکر نے اس کی اطاعت

سے سرکشی کی، باوجودیکہ وہ مانتے تھے کہ وہ تمام اہل زمانہ سے افضل ہے۔ اور زبیر وہ اس سے امامت کا زیادہ مستحق ہے از روئے شبہ کے اور وہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے قاتلوں سے قصاص کا ترک کرنا تھی اور حاشیہ قرۃ کمال قریمی میں حضرت علی رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے منقول ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ اِخْوَانُنَا بَغَوْا عَلَيْنَا وَلَيْسُوْا كَفَرَةً وَّ لَا فَسَقَةً لِّمَا لَهُمْ مِنَ التَّاوِيْلِ (ہمارے بھائیوں نے ہم پر بغاوت کی حالانکہ نہ ہی وہ کافر ہیں اور نہ ہی فاسق کیونکہ ان کے لئے تاویل ہے)، اور شک نہیں کہ خطائے اجتہادی ملامت سے دور ہے اور طعن وتشنیع سے مرفوع ہے۔

حضرت خیر البشر علیہ علےٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیات کی صحبت کے حقوق کو مد نظر رکھ کر تمام اصحاب کرام کو نیکی سے یاد کرنا چاہیئے۔ اور پیغمبر علیہ علےٰ آلہ الصلوات والتسلیمات کی دوستی کے باعث ان کو دوست رکھنا چاہیئے۔ مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَمَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ (جس نے ان کو دوست رکھا اس نے میری محبت سے ان کو دوست رکھا اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کے باعث ان سے بغض رکھا) یعنی وہ محبت جو میرے اصحاب کے متعلق ہے وہ وہی محبت ہے جو مجھ سے متعلق ہے۔ اور ایسے ہی وہ بغض جو ان سے متعلق ہے وہ وہی بغض ہے جو مجھ سے متعلق ہے۔ ہم کو حضرت امیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ لڑائی کرنے والوں سے کچھ آشنائی نہیں ہے۔ بلکہ مناسب ہے کہ ہم ان سے بیزار رہیں۔ لیکن چونکہ سب کے سب حضرت پیغمبر صلوات اللہ وسلامہ کے اصحاب کرام ہیں جن کی محبت کے لئے ہم مامور اور ان کے بغض و ایذا سے ممنوع ہیں۔ اس لئے ہم حضرت پیغمبر علیہ وعلیہم الصلوات والتسلیمات کی دوستی کے باعث سب کو دوست رکھتے ہیں۔ اور ان کے بغض و ایذا سے دور بھاگتے ہیں۔ کیونکہ ان کا بغض و ایذا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بغض و ایذا تک پہنچا دیتا ہے۔ لیکن محق کو محق اور مخطی کو مخطی کہتے ہیں۔ یعنی حضرت امیر رضی اللہ عنہ حق پر تھے اور ان کا مخالف خطا پر۔ اس سے زیادہ کہنا فضول ہے۔

اس مبحث کی تحقیق اس مکتوب میں جو خواجہ محمد اشرف کی طرف لکھا ہے مفصل ذکر ہو چکی ہے۔ اگر کوئی بات مخفی رہ گئی ہو تو اس مکتوب کی طرف رجوع کریں۔

عقائد کے درست کرنے کے بعد احکام فقہ کا سیکھنا ضروری ہے۔ اور فرض و واجب و حلال و حرام و سنت و مندوب و مشتبہ و مکروہ کے جاننے سے چارہ نہیں ہے۔ اور ایسے ہی اس علم کے موافق عمل کرنا بھی ضروری ہے۔ فقہ کی کتابوں کا مطالعہ ضروری سمجھیں اور

اعمال صالحہ کے بجالانے میں بڑی کوشش مدنظر رکھیں۔ نماز جو دین کا ستون ہے اس کے تھوڑے فضائل اور ارکان بیان کئے جاتے ہیں، غور سے سنیں۔

اوّل وضو کے کامل اور پورے طور پر کرنے سے چارہ نہیں ہے۔ ہر عضو کو تین بار تمام وکمال طور پر دھونا چاہئے تاکہ وضو بروجہ سنت ادا ہو۔ اور سر کا مسح بالاستیعاب (یعنی سارے سر کا مسح) کرنا چاہئے۔ اور کانوں اور گردن کے مسح میں احتیاط کرنی چاہئے۔ اور بائیں ہاتھ کی خنصر یعنی چھنگلی سے پاؤں کی انگلیوں کے نیچے کی طرف سے خلال کرنا لکھا ہے اس کی رعایت رکھیں اور مستحب کے بجالانے کو تھوڑا نہ جانیں۔ مستحب اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور دوست ہے اگر تمام دنیا کے عوض اللہ تعالیٰ کا ایک پسندیدہ فعل معلوم ہو جائے اور اس کے مطابق عمل میسر ہو جائے تو بھی غنیمت ہے۔ اس کا بعینہٖ یہی حکم ہے کہ کوئی خزف ریزوں یعنی ٹھیکروں سے قیمتی موتی خرید لے یا بیہودہ اور بیفائدہ جماد یعنی پتھر سے روح کو حاصل کرے۔

کمال طہارت اور کامل وضو کے بعد نماز کا قصد کرنا چاہئے جو مومن کا معراج ہے۔ اور کوشش کرنا چاہئے کہ فرض نماز جماعت کے بغیر ادا نہ ہونے پائے بلکہ امام کے ساتھ تکبیر اولیٰ ترک نہ کرنی چاہئے۔ اور نماز کو مستحب وقت میں ادا کرنا چاہئے۔ اور قرأت میں قدر مسنون کو مدنظر رکھنا چاہئے اور رکوع و سجود میں طمانیت ضروری ہے۔ کیونکہ بقول مختار یا فرض ہے یا واجب۔ اور قومہ میں اس طرح سیدھا کھڑا ہونا چاہئے کہ تمام بدن کی ہڈیاں اپنی اپنی جگہ پر آجائیں۔ اور سیدھا کھڑا ہونے کے بعد طمانینت درکار ہے، کیونکہ فرض ہے یا واجب یا سنت علیٰ اختلاف الاقوال۔ ایسے ہی جلسہ میں جو دو سجدوں کے درمیان ہے۔ درست بیٹھنے کے بعد اطمینان ضروری ہے جیسے کہ قومہ میں۔ اور رکوع و سجود کی کم تر تسبیحیں تین بار ہیں اور [illegible] سے زیادہ سات بار یا گیارہ بار ہیں، علیٰ اختلاف الاقوال۔ اور امام کی تسبیح مقتدیوں کے حال کے موافق ہے۔ شرم کی بات ہے کہ انسان اکیلا ہونے کی حالت میں باوجود طاقت زیادہ کے اقل تسبیحات پر کفایت کرے اگر زیادہ نہ ہو سکے تو پانچ یا سات بار تو کہے۔ اور سجدہ کرنے کے وقت اول وہ اعضا زمین پر رکھے جو زمین کے نزدیک ہیں۔ پس اول دونوں زانو زمین پر رکھے پھر دونوں ہاتھ پھر ناک پھر پیشانی۔ اور زانو اور ہاتھ رکھنے کے وقت دائیں طرف سے شروع کرنا چاہئے۔ اور سر کے اٹھانے کے وقت اول ان اعضا کو اٹھانا چاہئے جو آسمان سے نزدیک ہیں۔ پس پہلے پیشانی اٹھانی چاہئے الخ اور [illegible] سجدہ کی جگہ پر اور رکوع کے وقت اپنے پاؤں پر اور سجدہ کے وقت

اپنے پاؤں پر اور سجدہ کے وقت نوک بینی پر اور جلوس کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں پر یا دونوں بغلوں کی طرف رکھنا چاہیئے۔ جب نظر کو پراگندہ ہونے سے روک رکھیں اور مذکورہ بالا جگہوں پر لگائے رکھیں تو سمجھ لینا چاہیئے کہ نماز جمعیت کے ساتھ میسر ہوگئی اور خشوع والی نماز حاصل ہوگئی، جس طرح کہ نبی علیہ و علےٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام سے منقول ہے۔ اور ایسے ہی رکوع کے وقت دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کا کھلا رکھنا اور سجود کے وقت انگلیوں کا ملانا سنت ہے۔ اس کو بھی مدنظر رکھنا چاہیئے۔ انگلیوں کا کھلا رکھنا یا ملانا بے تقریب اور بیفائدہ نہیں ہے۔

صاحب شرع نے اس میں کئی قسم کے فائدے ملاحظہ کر کے اس پر عمل کیا ہے۔ ہمارے لئے صاحب شریعت علیہ و علےٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے برابر کوئی فائدہ نہیں ہے یہ سب احکام مفصل اور واضح طور پر کتب فقہیہ میں مذکور ہیں۔ یہاں بیان کرنے سے مقصود یہ ہے کہ علم فقہ کے مطابق عمل بجالانے پر ترغیب ہو۔

وَفَّقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ عَلَی الْاَعْمَالِ الصَّالِحَۃِ الْمُوَافِقَۃِ لِلْعُلُوْمِ الشَّرْعِیَّۃِ بَعْدَ اَنْ وَفَّقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ بِتَصْحِیْحِ الْعَقَائِدِ الدِّیْنِیَّۃِ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلَیْہِمْ وَعَلٰی اٰلِ کُلٍّ مِّنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُہَا وَمِنَ التَّسْلِیْمَاتِ اَکْمَلُہَا

اللہ تعالےٰ نے حضرت سید المرسلین صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل ہم کو اور آپ کو دینی عقائد کے درست ہونے کے بعد شرعی علوم کے موافق اعمال صالحہ کے بجالانے کی بھی توفیق دیوے۔

اگر نماز کے فضائل اور اس کے مخصوصہ کمالات کے معلوم کرنے کا شوق ہو۔ تو تین مکتوبوں کو جو ایک دوسرے کے قریب قریب لکھے ہیں مطالعہ کریں۔ پہلا مکتوب فرزندی محمد صادق کے نام پر۔ اور دوسرا میر محمد نعمان کے نام پر۔ اور تیسرا مشیخت مآب میاں شیخ تاج کے نام لکھا ہے۔

ان اعتقادی اور عملی دو پروں کے حاصل ہونے کے بعد اگر اللہ جل سلطانہ کی توفیق رہنمائی کرے تو صوفیہ کے طریقہ علیہ کا سلوک کرے۔ نہ اس غرض کے لئے کہ اس اعتقاد اور عمل سے بڑھ کر کچھ چیز حاصل ہو۔ اور کوئی نئی بات ہاتھ آئے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ معتقدات کی نسبت ایسا یقین اور اطمینان حاصل کریں جو ہرگز کسی مشکک سے زائل نہ ہو۔ اور کسی شبہ کے وارد ہونے سے باطل نہ ہو۔ کیونکہ استدلال کے چوپاؤں چوبی ہیں اور مستدل بے تمکین ہوتا ہے۔ اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (خبردار اللہ کے ذکر ہی سے دلوں کو اطمینان حاصل ہوتا ہے) اور کمالات کی

نسبت آسانی اور سہولت حاصل کریں۔ اور سرکشی کو جو نفس امارہ سے پیدا ہوتی ہے دور کریں۔ اور طریقہ صوفیہ کے سلوک سے یہ مقصود نہیں ہے کہ غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ کریں اور الوان و انوار کا معائنہ کریں۔ یہ بات خود لہو و لعب میں داخل ہے۔ کیا حسی صورتیں اور شکلیں کم ہیں کہ ان کو چھوڑ کر ریاضتوں اور مجاہدوں کے ساتھ غیبی صورتوں اور انوار کی تمنا کریں۔ یہ صورتیں اور وہ صورتیں اور یہ انوار اور وہ انوار سب حق جل و علیٰ کے مخلوق اور اس کے وجود پر دلالت کرنے والے نشانات ہیں۔

اور طرق صوفیہ میں سے طریقہ علیہ نقشبندیہ کا اختیار کرنا بہت مناسب اور بہتر ہے کیونکہ ان بزرگواروں نے سنت کی متابعت کو لازم پکڑا ہے اور بدعت سے اجتناب کیا ہے یہی وجہ ہے کہ اگر ان کو متابعت کی دولت حاصل ہو۔ اور احوال کچھ بھی نہ ہوں تو خوش ہیں۔ اور اگر احوال کے باوجود متابعت میں فتور جانیں تو احوال کو پسند نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان بزرگواروں نے سماع و رقص کو جائز نہیں سمجھا۔ اور ان احوال کا جو ان پر مترتب ہوتے ہیں کچھ اعتبار نہیں کیا ہے بلکہ ذکر جہر کو بھی بدعت جانکر اس سے منع کیا ہے۔ اور وہ فائدے اور ثمرے جو اس پر مترتب ہوتے ہیں ان کی طرف التفات نہیں کی۔

ایک دن میں حضرت ایشاں رحمتہ اللہ علیہ کی ملازمت میں حاضر تھا۔ اور آپ کھانا کھا رہے تھے۔ شیخ کمال نے جو حضرت خواجہ قدس سرہ کے مخلص دوستوں میں تھا کھانا شروع کرنے کے وقت حضرت ایشاں کے حضور میں بسم اللہ کو بلند کہا۔ حضور کو بہت ناخوش معلوم ہوا۔ اور یہاں تک جھڑکا اور فرمایا کہ اس کو کہدو کہ ہماری مجلس طعام میں حاضر نہ ہوا کرے۔

اور میں نے حضرت ایشاں سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ علمائے بخارا کو جمع کر کے حضرت امیر قدس سرہ کی خانقاہ میں لے گئے تھے تاکہ ان کو ذکر جہر سے منع کریں۔ علماء نے حضرت امیر کی خدمت میں عرض کیا کہ ذکر جہر بدعت ہے نہ کیا کریں انہوں نے جواب میں فرمایا کہ نہ کرینگے۔

جب اس طریقہ کے بزرگوار ذکر جہر سے منع کرنے میں اس قدر مبالغہ کرتے ہیں تو پھر سماع اور رقص اور وجد کا کیا ذکر ہے وہ احوال و مواجید جو غیر شرع اسباب پر مترتب ہوں فقیر کے نزدیک استدراج کی قسم سے ہیں۔ کیونکہ استدراج والوں کو بھی احوال و اذواق حاصل ہوتے ہیں۔ اور جہان کی صورتوں کے آئینوں میں کشف توحید اور مکاشفہ و معائنہ ان کو ظاہر ہو جاتا

ہے اس امر میں حکما۔ یونان اور ہند کے جوگی اور برہمن سب برابر ہیں۔ احوال کے سچا اور صادق ہونے کی علامت علوم شرعیہ کے ساتھ ان کا موافق ہونا اور محرمات اور مشتبہ امور کے ارتکاب سے بچنا ہے +

جاننا چاہیے کہ سماع و رقص درحقیقت لہو و لعب میں داخل ہے۔ آیت کریمہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ (اور لوگوں میں کوئی ایسا بھی (نالائق) ہے جو واہیات (خرافات) قصے کہانیاں مول لے لیتا ہے) سرود کے منع ہونے کے شان میں نازل ہوئی ہے +

چنانچہ مجاہد جو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شاگرد ہے اور کبائر تابعین کہتا ہے کہ لَهْوَ الْحَدِيْثِ سے مراد سرود ہے +

فی المدارک لَهْوُ الْحَدِيْثِ، السَّمَرُ وَالْغِنَاءُ وَكَانَ ابْنُ عَبَّاسٍ وَابْنُ مَسْعُوْدٍ يَحْلِفَانِ اَنَّهُ الْغِنَاءُ۔ تفسیر مدارک میں ہے کہ لَهْوَ الْحَدِيْثِ سے مراد سمر یعنی بیہودہ قصے کہانیاں اور سرود ہے۔ اور حضرت ابن عباس اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم قسم کھاتے تھے کہ بیشک وہ گانا اور سرود ہے +

حضرت مجاہد اللہ تعالیٰ کے قول لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ (زور میں حاضر نہیں ہوتے) کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔ ای لَا يَحْضُرُوْنَ الْغِنَاءَ (یعنی سرود و سماع میں حاضر نہیں ہوتے) +

اور امام ہدیٰ ابو منصور ماتریدی سے حکایت کی گئی ہے کہ مَنْ قَالَ لِمُقْرِيْ زَمَانِنَا اَحْسَنْتَ عِنْدَ قِرَاءَتِهٖ يَكْفُرُ وَبَانَتْ مِنْهُ اِمْرَاَتُهٗ وَاَحْبَطَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُلَّ حَسَنَاتِهٖ جس نے ہمارے زمانہ کے کسی قاری کو قرأت کے وقت کہا کہ تو نے بہت اچھا پڑھا، کافر ہو جاتا ہے اور اس کی عورت اس سے جدا ہو جاتی ہے۔ اور اس کی تمام نیکیاں دور ہو جاتی ہیں +

اور ابو نصیر الدبوسی سے نقل کی گئی ہے اور انہوں نے قاضی ظہیر الدین خوارزمی سے نقل کی ہے کہ مَنْ سَمِعَ الْغِنَاءَ مِنَ الْمُغَنِّيْ وَغَيْرِهٖ اَوْ يَرٰى فِعْلًا مِنَ الْحَرَامِ فَيَسْتَحْسِنُ ذٰلِكَ بِاعْتِقَادٍ اَوْ بِغَيْرِ اعْتِقَادٍ يَصِيْرُ مُرْتَدًّا فِي الْحَالِ بِنَاءً عَلٰى اَنَّهٗ اَبْطَلَ حُكْمَ الشَّرِيْعَةِ وَمَنْ اَبْطَلَ حُكْمَ الشَّرِيْعَةِ فَلَا يَكُوْنُ مُؤْمِنًا عِنْدَ كُلِّ مُجْتَهِدٍ وَلَا يَقْبَلُ اللّٰهُ تَعَالٰى طَاعَتَهٗ وَاَحْبَطَ اللّٰهُ تَعَالٰى كُلَّ حَسَنَاتِهٖ جس نے کسی گانے والے یا کسی اور سے سرود سنا یا فعل حرام کو دیکھا اور اس کو اچھا جانا از روئے اعتقاد کے یا بغیر اعتقاد کے

تو اسی وقت مرتد ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اُس نے شریعت کے حکم کو باطل کر دیا۔ اور جس نے شریعت کے حکم کو باطل کر دیا، وہ کسی مجتہد کے نزدیک مومن نہیں رہتا اور نہ اللہ تعالٰی اس کی طاعت کو قبول کرتا ہے اور اس کی سب نیکیوں کو دُور کر دیتا ہے۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ مِنْ ذٰلِکَ۔ اللہ تعالٰی ہم کو اس سے بچائے۔

آیات و احادیث اور روایات فقہیہ غنا اور سرود کی حرمت میں اس قدر ہیں کہ ان کا شمار کرنا مشکل ہے۔ اگر کوئی شخص منسوخ حدیث یا روایت شاذہ کو سرود کے مباح ہونے میں پیش کرے تو اس کا ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ کسی فقیہہ نے کسی زمانہ میں سرود کے مباح ہونے کا فتوٰے نہیں دیا ہے۔ اور نہ ہی رقص یا کوبی کو جائز قرار دیا ہے۔

چنانچہ امام ہمام ضیاء الدین شامی کی ملتقط میں مذکور ہے: اور صوفیہ کا عمل حل و حرمت میں سند نہیں ہے۔ صرف یہی کافی نہیں ہے کہ ہم ان کو معذور سمجھیں اور ان کو ملامت نہ کریں اور ان کا امر اللہ تعالٰی کے سپرد کریں۔ یہاں تو امام ابوحنیفہؒ و امام ابویوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول معتبر ہے نہ ابوبکر شبلیؒ اور ابی حسن نوریؒ کا عمل۔

اس زمانہ کے کچے اور خام صوفیوں نے اپنے پیروں کے عمل کو بہانہ کر کے سرود و رقص کو اپنا دین و ملت بنا لیا ہے۔ اور اسی کو طاعت و عبادت سمجھ لیا ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا (یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے لہو و لعب کو اپنا دین بنا لیا ہے) اور روایت سابقہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ جو شخص فعل حرام کو مستحسن اور اچھا جانے وہ اسلام کے گروہ سے نکل جاتا ہے اور مرتد ہو جاتا ہے۔ تو پھر خیال کرنا چاہیئے کہ سماع و رقص کی مجلس کی تعظیم کرنا بلکہ اس کو طاعت و عبادت سمجھنا کیسا بڑا ہے۔ اللہ تعالٰی کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ ہمارے پیر اس امر میں مبتلا نہ ہوئے۔ اور ہم نابکاروں کو اس قسم کے امور کی تقلید سے چھڑا دیا۔

سُننے میں آتا ہے کہ مخدوم زادے سرود کی طرف رغبت کرتے ہیں۔ اور سرود و قصیدہ خوانی کی مجلس جمعہ کی راتوں میں منعقد کرتے ہیں۔ اور اکثر یار اس امر میں موافقت کرتے ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ دوسرے سلسلوں کے مرید تو اپنے پیروں کے عمل کا بہانہ بنا کر اس امر کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور شرعی حرمت کو اپنے پیروں کے عمل سے دفع کرتے ہیں اگرچہ فی الحقیقت اس امر میں حق پر نہیں ہیں۔ بھلا اس سلسلہ کے یار اس ارتکاب میں کونسا عذر پیش کریں گے۔ ایک طرف حرمت شرعی اور دوسری طرف اپنے پیروں کی مخالفت۔ نہ اہل شریعت

اس فعل سے راضی ہیں۔ اور نہ ہی اہل طریقت۔ اور اگر حرمت شرعی بھی نہ ہوتی۔ تو پھر بھی طریقت میں صرف کسی نئے امر کا پیدا کرنا بُرا تھا۔ پھر ایسے امر کیونکر بُرے نہ ہوں۔ جب کہ حرمت شرعی بھی اس کے ساتھ جمع ہو جائے۔ مجھے اُمید ہے کہ جناب مرزاجی اس امر سے راضی نہ ہونگے۔ لیکن آپ کے آداب کو مدنظر رکھ کر صریح طور پر منع نہ کرتے ہونگے۔ اور یاروں کو اس اجتماع سے نہ روکتے ہونگے۔ اس فقیر نے چونکہ اپنے آنے میں کچھ توقف دیکھا ہے اس لئے چند فقرے جمع کر کے لکھ کر بھیجد ئیے ہیں۔ اس سبق کو مرزاجی کی خدمت و ملازمت میں لے جائیں۔ اور اول سے آخر تک ان کے سامنے پڑھیں۔ والسلام ؎

مکتوب ۲۶۷

اس بیان میں کہ وہ اسرار و دقائق کہ جن کے ساتھ حضرت ایشاں یعنی حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ متمیز ہوئے ہیں۔ ان میں سے تھوڑا حصہ بھی ظہور میں نہیں لاسکتے۔ بلکہ رمز و اشارہ کے ساتھ بھی ان کی نسبت گفتگو نہیں کیجا سکتی۔ اور وہ اسرار چراغ نبوت سے مقتبس ہیں اور ملائکہ علیین بھی اس دولت میں شریک ہیں اور اس کے مناسب بیان میں مرزا حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا صحیفہ شریفہ جو ازروے کرم کے اس حقیر کے نام لکھا ہوا تھا اس کے مطالعہ سے مشرف ہوا۔ جزاکم اللہ سبحانہٗ خیراً (اللہ تعالےٰ نے آپ کو جزائے خیر دے) ؎

حق جل سلطانہٗ کے انعامات کیا کیا لکھے اور ان کا کیا شکر ادا کرے۔ وہ علوم و معارف جن کا فیضان ہوتا ہے۔ خداوند جل سلطانہٗ کی توفیق سے ان میں سے اکثر لکھے جاتے ہیں۔ اور ہر اہل و نااہل یعنی کس و ناکس کے کانوں تک پہنچتے رہتے ہیں لیکن وہ خاص اسرار و دقائق جن کے ساتھ یہ فقیر متمیز ہے ان کا تھوڑا سا حصہ بھی ظہور میں نہیں لاسکتا۔ بلکہ رمز و اشارہ کے ساتھ بھی اس مقولہ کی نسبت گفتگو نہیں کر سکتا۔ بلکہ اپنے فرزند عزیز کے ساتھ بھی جو فقیر کے معارف کا مجموعہ اور مقامات سلوک و جذبہ کا نسخہ ہے۔ ان اسرار و دقائق کی کوئی رمز بیان نہیں کرتا۔ اور ان کے پوشیدہ رکھنے میں بڑی کوشش کرتا ہے۔ حالانکہ فقیر جانتا ہے کہ فرزند عزیز محرمان اسرار سے ہے اور خطا و غلط سے محفوظ ہے لیکن کیا کرے کہ معانی کے دقت اور باریکی زبان پکڑ لیتی ہے

اور اسرار کی لطافت لبوں کو بند کر دیتی ہے۔ وَيَضِيقُ صَدْرِي وَلَا يَنْطَلِقُ لِسَانِي (میرا سینہ بند ہو جاتا ہے اور میری زبان نہیں چلتی) نقد وقت ہے۔ اور وہ اسرار اس قسم کے نہیں ہیں کہ فقیر ان کو بیان نہیں کرتا۔ بلکہ وہ ایسے ہیں کہ بیان میں لائے ہی نہیں جاتے۔ ؎

فریاد حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست ہم قصۂ غریب و حدیث عجیب ہست

ترجمہ ؎ نہیں بے فائدہ حافظ کی فریاد ہے حالت اُس کی ناگفتہ ہی سچ مچ

یہ دولت جس کے چھپانے میں ہم کوشش کرتے ہیں، انبیاء علیہم الصلوات و التسلیمات کے چراغ نبوت سے مقتبس ہے۔ اور ملائکہ ملاء اعلیٰ علے نبینا و علیہم الصلوات و التسلیمات بھی اس دولت میں شریک ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوات و التسلیمات کے تابعداروں میں سے جس کسی کو اس دولت سے مشرف فرمائیں وہ بھی اس دولت میں میرا شریک ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم سے دو طرح کے علم سیکھے ہیں۔ ایک تو وہ علم ہے جس کو میں تمہارے سامنے منتشر اور بیان کرتا ہوں اور دوسرا وہ علم ہے کہ اگر میں اس کو تمہارے پاس ظاہر کروں تو میرا گلا کاٹ دو۔

اور یہ دوسرا علم علم اسرار ہے کہ جس علم تک کسی کا فہم نہیں پہنچتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَاءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالےٰ بڑے فضل والا ہے۔

دوسرے امید ہے کہ وہ مکتوب جو حضرت خواجہ زادگان کی خدمت میں لکھا ہے آپ کی نظر شریف سے گذرا ہوگا۔

میرے مکرم مخدوم! کوئی نئی بات جو طریقت میں پیدا کریں فقیر کے نزدیک اس بدعت سے کم نہیں ہے جو دین میں پیدا کریں۔ طریقت کی برکتیں اسی وقت تک فائز ہوتی رہتی ہیں جب تک کہ طریقت میں کوئی نئی بات پیدا نہ ہو۔ اور جب کوئی نیا امر طریقت میں پیدا ہو جائے تو اسی وقت اس طریق کے فیوض و برکات کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔ پس طریقت کی محافظت کرنا اور طریقت کی مخالفت سے بچنا نہایت ہی ضروری ہے۔ آپ کو لازم ہے کہ جہاں کہیں اپنی طریقت کی مخالفت کسی سے دیکھیں زجر و مبالغہ سے اس کو منع فرمائیں اور طریقت کی ترویج و تقویت میں کوشش کریں۔ والسلام والاکرام۔

مکتوب ۲۶۸

اس بیان میں کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی وراثت کا علم کونسا ہے اور ان علماء سے جو حدیث عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ میں واقع ہوئے ہیں کون سے ہیں۔ اور اس بیان میں کہ علم اسرار جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی وراثت سے باقی رہا ہے وہ علم توحید وجودی کے ان اسرار سے ماسوا ہے جن کے ساتھ اولیائے اُمت نے تکلم کیا ہے۔ اور احاطہ و سریان و قرب و معیت اور ان کے مناسب بیان میں خانخاناں کی طرف صادر ہوا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی ۔ اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

اِن حدود کے فقرا کے احوال و اوضاع شکر کے لائق ہیں۔ وَالْمَسْئُوْلُ مِنَ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ سَلَامَتُکُمْ وَعَافِیَتُکُمْ وَثَبَاتُکُمْ وَاسْتِقَامَتُکُمْ۔ اور آپ کی تندرستی اور عافیت اور ثابت قدمی اور استقامت اللہ تعالیٰ سے چاہتے ہیں۔

چونکہ علم وراثت کی بحث درمیان آگئی ہے اس لئے چند کلمے اس کی نسبت بمقتضائے وقت لکھے جاتے ہیں۔

اخبار میں آیا ہے کہ اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ علماء انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں۔ وہ علم جو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے باقی رہا ہے، دو قسم کا ہے۔ ایک علم احکام، دوسرے علم اسرار۔ اور عالم وارث وہ شخص ہے جس کو ان دونوں علموں سے حصہ حاصل ہو۔ نہ کہ وہ شخص جس کو ایک ہی قسم کا علم نصیب ہو۔ اور دوسرا علم اس کے نصیب نہ ہو کہ یہ بات وراثت کے منافی ہے کیونکہ وارث کو مورث کے سب قسم کے ترکے سے حصہ حاصل ہوتا ہے نہ کہ بعض کو چھوڑ کر بعض سے۔ اور وہ شخص جس کو بعض معین سے حصہ ملتا ہے۔ وہ غرما یعنی قرض خواہوں میں داخل ہے کہ جس کا حصہ اس کے حق کی جنس سے متعلق ہے اور ایسے ہی آنحضرت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے۔ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ (میری امت کے علما بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہیں)۔

ان علماء سے مراد علمائے وارث ہیں نہ کہ غرما کہ جنہوں نے بعض ترکہ سے حصہ لیا ہے

کیونکہ وارث کو قرب و جنسیت کے لحاظ سے مورث کی مانند کہہ سکتے ہیں۔ برخلاف غیر کے کہ اس علاقہ سے خالی ہے۔ پس جو شخص وارث نہ ہو وہ عالم بھی نہ ہوگا۔ مگر یہ کہ اس کے علم کو ایک نوع کے ساتھ مقید کریں۔ اور مثال کے طور پر یوں کہیں کہ علم احکام کا عالم ہے اور عالم مطلق وہ ہے جو وارث ہو۔ اور اس کو دونوں قسم کے علم سے پورا حصہ حاصل ہو۔ اکثر لوگوں کا گمان ہے کہ علم اسرار علم توحید وجودی سے مراد ہے۔ اور کثرت میں وحدت اور وحدت میں کثرت کا مشاہدہ کرنا اور حق تعالےٰ کے احاطہ اور سریان وجود اور قرب و معیت سے کنایہ ہے جس طرح پر کہ ارباب احوال کے نزدیک مکشوف و مشہود ہے۔ حاشا و کلا ثم حاشا و کلا کہ اس قسم کے علوم و معارف علم اسرار سے ہوں۔ اور مرتبہ نبوت کے لائق ہوں۔ کیونکہ ان معارف کی بنا سکر وقت اور غلبہ حال پر ہے جو صحو کے منافی ہے۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات کا علم کیا علم احکام اور کیا علم اسرار سب صحو در صحو ہے کہ سکر کا ایک شمہ بھی اس کے ساتھ نہیں ملا ہے۔ بلکہ یہ معارف اس مقام ولایت کے مناسب ہیں جو سکر میں قدم راسخ رکھتا ہے۔ پس یہ علوم اسرار ولایت کے ہیں نہ کہ انبیا کی نبوت کے اسرار سے۔ اگرچہ نبی سے ولایت بھی ثابت ہے لیکن اس کے احکام مغلوب ہیں۔ اور احکام نبوت کے مقابلہ میں مضمحل اور ناچیز ہیں ؎

سہا را جز نہاں بودن چہ یارا ... بلے ہر جا شود مہر آشکارا

ترجمہ ؎ سُہا ہرگز نہیں اں پھر چمکتا ... بھلا جس جا پہ ہو سورج چمکتا

فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے اور تحقیق کی ہے کہ کمالاتِ نبوت دریائے محیط کا حکم رکھتے ہیں۔ اور کمالاتِ ولایت ان کے مقابلہ میں ایک قطرۂ ناچیز کا حکم لیکن کیا کریں جن لوگوں کو کمالات نبوت تک رسائی نہیں ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ اَلْوِلَایَۃُ اَفْضَلُ مِنَ النُّبُوَّۃِ، ولایت نبوت سے افضل ہے۔

اور ایک جماعت نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے افضل ہے۔ ان دونوں گروہوں نے نبوت کی حقیقت کو نہ سمجھ کر غائب پر حکم کیا ہے۔ صحو پر سکر کو ترجیح دینے کا حکم بھی اسی حکم کے نزدیک ہے۔ اگر صحو کی حقیقت کو جانتے ہرگز سکر کو صحو کے ساتھ نسبت نہ دیتے ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

جن لوگوں نے خواص کے صحو کو عوام کے صحو کی مانند سمجھ کر سکر کو اس پر ترجیح دی ہے۔ کاش کہ خواص کے

سکر کو بھی عوام کے سکر کی طرح سمجھتے اور اس حکم پر جرأت نہ کرتے۔ کیونکہ علما کے نزدیک یہ بات ثابت و مقرر ہے کہ صحو سکر سے بہتر ہے۔ اگر صحو و سکر مجازی ہے تو یہ حکم ثابت ہے۔ اور اگر حقیقی ہے تو پھر ولایت کو نبوت سے افضل کہنا۔ اور سکر کو صحو پر ترجیح دینے کا حکم ایسا ہے۔ جیسے کہ کوئی کفر کو اسلام پر ترجیح دے۔ اور جہل کو علم سے بہتر جانے۔ کیونکہ کفر و جہل مقام ولایت کے مناسب ہے اور اسلام و معرفت مرتبہ نبوت کے مناسب منصور کہتا ہے ؎

کَفَرْتُ بِدِیْنِ اللّٰہِ وَالْکُفْرُ وَاجِبٌ　　لَدَیَّ وَعِنْدَ الْمُسْلِمِیْنَ قَبِیْحٌ

ترجمہ　نہ ہوا کافر میں دین حق سے مجھ کو کفر واجب ہے
اگرچہ سب مسلمانوں کے ہاں یہ کفر بدتر ہے

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کفر سے استعاذہ اور پناہ مانگتے تھے۔ قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِہٖ (کہ ہر ایک اپنی وضع و طرز پر عمل کرتا ہے) جس طرح عالم مجاز میں اسلام کفر سے بہتر ہے۔ اسی طرح حقیقت میں بھی اسلام کو کفر سے بہتر جاننا چاہئے۔ فَاِنَّ الْمَجَازَ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَۃِ، مجاز حقیقت کا پل ہے +

اگر کہیں کہ مقام ولایت میں جس طرح کہ مرتبہ جمع میں کفر و سکر و جہل ثابت ہے۔ اسی طرح مرتبہ فرق بعد الجمع میں اسلام و صحو و معرفت بھی متحقق و ثابت ہے۔ تو کفر و سکر و جہل کو مقام ولایت کے مناسب کہنا کس معنے کے باعث ہے +

میں کہتا ہوں کہ صحو وغیرہ کو مرتبہ فرق ثابت کرنا مرتبہ جمع کی نسبت سے ہے جو سراسر سکر و استتار ہے۔ ورنہ اس مرتبہ کا صحو بھی سکر کے ساتھ اور اس کا اسلام کفر کے ساتھ اور اس کی معرفت جہل کے ساتھ ملی ہوئی ہے۔ اگر فقیر کتاب میں گنجائش جانتا تو مرتبہ فرق کے احوال و معارف کو مفصل طور پر ذکر کرتا۔ اور اس مرتبہ میں سکر وغیرہ کے ملنے کو بیان کرتا۔ دانا لوگ شاید اس معنے کو دانائی سے بھی معلوم کر لینگے۔ العجب کل العجب +

اس قدر تو سمجھنا چاہئے کہ انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات نے جو اس قدر بڑائی اور بزرگی حاصل کی ہے تو وہ نبوت کی راہ سے حاصل کی ہے۔ نہ ولایت کی راہ سے۔ ولایت نبوت کے لئے خادم کی طرح ہے۔ اگر ولایت کو نبوت پر کچھ زیادتی ہوتی تو ملائکہ ملاء اعلےٰ جن کی ولایت تمام ولایات سے اکمل ہے، انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے افضل ہوتے۔ اور اس طائفہ میں سے ایک گروہ نے جب ولایت کو نبوت سے افضل جانا تو ملاء اعلیٰ کی ولایت کو

انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات کی ولایت سے اکمل دیکھا۔ تو ناچار ملائکہ علیین کو انبیاء علیہم الصلوات والتسلیمات سے افضل کہہ دیا اور تمام اہلسنت سے جدا جا پڑے۔ کُلُّ ذٰلِكَ لِعَدَمِ الْاِطِّلَاعِ عَلٰی حَقِیْقَةِ النُّبُوَّةِ، یہ سب کچھ حقیقت نبوت پر اطلاع نہ پانے کے باعث ہے، اور چونکہ بُعدِ زمانہ کے باعث لوگوں کی نظر میں کمالات نبوت کے مقابلہ میں کمالات نبوت حقیر دکھائی دیتے ہیں۔ اس لئے اس بارہ میں سخن کو مفصل بیان کیا۔ اور معاملہ کی تھوڑی سی حقیقت ظاہر کر دی رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِیْ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکَافِرِیْنَ۔ یا اللہ ہمارے گناہوں اور ہمارے کام ہماری زیادتی کو بخش اور ہمارے قدموں کو ثابت رکھ اور کافر لوگوں پر ہم کو مدد دے۔

اخوی ارشدی شیخ داؤد چونکہ ان حدود کی طرف جانے والے تھے، اس لئے وہی اس تکلیف کے باعث ہوئے ہیں۔ والسلام۔

مکتوب ۲۶۹

دینی دشمنوں کی اہانت کرنے اور ان بیوقوفوں اور بدبختوں کے جھوٹے خداؤں کی توہین اور تخریب پر ترغیب دینے اور اس عظیم القدر امر کے لئے اپنی تمنا ظاہر کرنے۔ اور اس کے مناسب بیان میں مرتضیٰ خاں کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

ہر شخص کے دل میں کسی نہ کسی امر کی تمنا ضرور ہوا کرتی ہے لیکن اس فقیر کی تمنا یہی ہے کہ خدتعالے اور اس کے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دشمنوں کے ساتھ سختی کی جائے۔ اور ان بدبختوں کی اہانت کی جائے۔ اور ان کے جھوٹے خداؤں کو ذلیل و خوار کیا جائے۔ یہ فقیر یقیناً جانتا ہے کہ اللہ تعالے کے نزدیک اس عمل سے زیادہ پسندیدہ اور محبوب اور کوئی عمل نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ بار بار آپ کو اس عمل پسندیدہ کے لئے ترغیب دیتا ہے۔ اور اس کام کا بجا لانا نہایت ضروری سمجھتا ہے۔ چونکہ آپ بذات خود وہاں تشریف لے گئے ہیں۔ اور اس گندے مقام اور وہاں کے رہنے والوں کی تحقیر و اہانت کے لئے مقرر ہوئے ہیں۔ اس لئے اول اس نعمت کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ کیونکہ بہت لوگ اس مقام اور وہاں کے رہنے والوں کی تعظیم و توقیر کے لئے وہاں جاتے ہیں

اللہ تعالےٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اُس نے ہم کو اس بلا میں مبتلا نہ کیا۔ اس نعمت عظمیٰ کے شکر ادا کرنے کے بعد ان بدبختوں اور ان کے جھوٹے خداؤں کی تحقیر اور توہین میں بہت کوشش کرنی چاہئے۔ اور ظاہر و باطن میں جس قدر ہو سکے ان لوگوں کی بربادی میں کوشش کرنی چاہئے۔ اور اس ترسا شیدۂ ناتراشیدہ بت کی ہر طرح اہانت کرنی چاہئے۔ امید ہے کہ بعض سستیاں جو آپ سے وقوع میں آئی ہیں، اس عمل سے ان کی تلافی اور کفارہ ہو جائیگا۔ بدن کی کمزوری اور سردی کی شدت مانع ہیں۔ ورنہ فقیر خود حاضر خدمت ہو کر اس امر کی ترغیب دیتا۔ اور اس تقریب سے اس پتھر پر تف ڈالتا۔ اور اس کو اپنی سعادت کا سرمایہ جانتا۔ اس سے زیادہ کیا مبالغہ کیا جائے۔ والسلام۔

مکتوب ۲۷۰

اس بیان میں کہ بعض صحبتیں گوشہ نشینی پر ترجیح رکھتی ہیں شیخ نور محمد کی طرف صادر کیا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالےٰ کی حمد اور اُس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

شیخ نور محمد آپ نے دور افتادوں کو اس طرح فراموش کیا ہے کہ سلام پیام بھی یاد نہیں کرتے۔ آپ کی دلی خواہش گوشہ نشینی کی تھی، سو آپ کو میسر ہو گئی لیکن بعض ایسی صحبتیں ہیں، جو گوشہ نشینی اور تنہائی پر فضیلت رکھتی ہیں حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ کے حال پر قیاس کرنا چاہئے کہ چونکہ گوشہ نشینی اور تنہائی اختیار کر کے حضرت خیر البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں حاضر نہ ہو سکا۔ اس لئے صحبت کے کمالات اس کے نصیب نہ ہوئے اور تابعین میں سے ہو گیا۔ اور پہلے درجہ کی فضیلت اور خیریت سے نکل کر دوسرے درجہ میں جا پڑا۔

اللہ تعالےٰ کی عنایت سے ہر روزہ صحبت نئی طرز پر ہے۔ مَنِ اسْتَوٰی یَوْمَاہُ فَھُوَ مَغْبُوْنٌ جس کے دونوں دن برابر ہیں وہ زیانکار ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ اور سلام ہو آپ پر اور ان سب لوگوں پر جو ہدایت کے راستہ پر چلے اور حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۷۱

ایک واقعہ کے استفسار کے حل میں شیخ حسن برکی کی طرف صادر فرمایا ہے :-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

میرے معزز بھائی شیخ حسن (کہ خدائے تعالیٰ اس کے حال کو اچھا کرے اور اس کو اپنے کمال تک پہنچائے) کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ وہ واقعہ جو آپ پر ظاہر ہوا تھا۔ اور آپ نے لکھا تھا اس کا حال واضح ہوا۔ آپ امیدوار رہیں۔ اور جو کچھ آپ کو امر کیا گیا ہے اس کے بجالانے میں جان کے ساتھ کوشش کریں اور احکام شرعیہ کے بجالانے سے سرمو تجاوز نہ کریں اور اہل سنت وجماعت کے عقائد حقہ کے ساتھ اپنے ظاہر و باطن کو آراستہ پیراستہ رکھیں ع

کار این است غیر ایں ہمہ ہیچ

ترجمہ ع　　کام اصلی ہے یہی باقی ہے ہیچ

اگر آپ کے والدین پسند کریں اور اخوند و استاد بھی راضی ہوں۔ تو ہندوستان کے سیر کو غنیمت جانیں۔ والسلام۔

مکتوب ۲۷۲

ایمان بالغیب اور ایمان شہودی۔ اور توحید شہودی اور توحید وجودی کے بیان میں اور اس بیان میں کہ فنا کے حاصل ہونے میں جو درکار ہے وہ توحید شہودی ہے۔ توحید وجودی کچھ درکار نہیں ہے۔ اور ان میں سے ہر ایک کے اقسام کے بیان میں اور اس بیان میں کہ ایمان غیب کو ایمان شہادت پر فضیلت ہے۔ اور اس بیان میں کہ اول اول جس شخص نے توحید وجودی کو ظاہر کیا ہے۔ فتوحات مکیہ کا صاحب ہے اور گذشتہ مشائخ کی عبارتیں اگرچہ توحید و اتحاد کی خبر دیتی ہیں لیکن توحید شہودی پر محمول ہیں۔ اور اس کے مناسب بیان میں میر سید محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے :-

حمد و صلوٰۃ کے بعد سیادت پناہ برادر معزز میر محب اللہ کو واضح ہو کہ اس الجب الوجود

کی ذات پاک اور اس کی تمام صفات کے ساتھ غیب سے ایمان لانا انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اور ان اولیا کا جو کلی طور پر مرجوع ہیں اور ان کی نسبت اصحاب رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی سی نسبت ہے۔ اگرچہ قلیل بلکہ اقل ہے۔ اور علماء اور عامہ مومنین کا نصیب ہے۔ اور ایمان شہودی عام صوفیہ کا نصیب ہے۔ خواہ وہ ارباب عزلت یعنی گوشہ نشین ہوں۔ خواہ وہ ارباب عشرت یعنی لوگوں میں رہنے والے ہوں۔ کیونکہ ارباب عشرت اگرچہ مرجوع ہیں لیکن انہوں نے پورے طور پر رجوع نہیں کیا ہے۔ ان کا باطن اسی فوق کی طرف نگراں ہے۔ یعنی ظاہر میں خلق کے ساتھ ہیں اور باطن میں حق جل شانہٗ کے ساتھ۔ اسی واسطے ایمان شہودی بھی ان کے نصیب ہے۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام چونکہ کلی طور پر رجوع ہیں اور ظاہر و باطن میں خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے میں متوجہ ہیں۔ اس لئے ایمان بالغیب ان کے نصیب ہے۔ اور اس فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں اس امر کی تحقیق کی ہے کہ باوجود رجوع کے فوق کا نگراں رہنا نقصان اور انجام تک پہنچنے کی علامت ہے۔ اور کلی طور پر رجوع کرنا نہایت النہایت تک پہنچنے کی علامت ہے۔ صوفیہ نے کمال کو جمع بین التوجہین یعنی دونوں توجہوں کے جمع ہونے میں جانا ہے۔ اور تشبیہ اور تنزیہ کے جامع کو کاملین میں سے سمجھا ہے ع

آں فقیہاں شد و من چنینم یارب

ترجمہ ۴   میں ایسا ہوں وہ ایسے ہیں حسنا با

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جب مقام دعوت سے فارغ ہو جاتے ہیں۔ اور عالم بقا کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور رجوع کی مصلحت تمام ہو جاتی ہے۔ تو بڑے شوق کے ساتھ اَلرَّفِیْقُ الْاَعْلٰی کی ندا لگا کر کلی طور پر حق جل شانہٗ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور مراتب قرب میں بیخبر رہجاتے ہیں ۵

هَنِیْئًا لِاَرْبَابِ النَّعِیْمِ نَعِیْمُهَا
وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْکِیْنِ مَا یَتَجَرَّعُ

ترجمہ ۵   مُبارک منعموں کو اپنی نعمت   مُبارک عاشقوں کو درد و کلفت

فقیر کے نزدیک کمال یہ ہے کہ عروج کے وقت کثرت بالکل نظر سے دور ہو جائے۔ حتیٰ کہ اسما و صفات بھی ملحوظ نہ ہوں اور احدیت مجردہ کے سوا اور کچھ مشہود نہ ہو۔ ثُمَّ عُوْمِلَ مَعَهٗ مَا عُوْمِلَ مَعَهٗ (پھر اُس کے ساتھ معاملہ کیا گیا جو کیا گیا) اور رجوع کے وقت سب کی سب کثرت پر پڑے۔ اور عامہ مومنین کی طرح خلق کے سوا اور کوئی امر مشہود نہ ہو۔ اور طاعت کے ادا کرنے اور خلق کو حق تعالیٰ کی طرف دعوت کرنے کے سوا اس کا کوئی کام نہ ہو۔ اور

جب دعوت کے امر کو پورا کر لے تو عالم فانی کو وداع کرتے ہوئے پورے طور پر جناب قدس کی طرف متوجہ ہو کر اپنا رخت غیب سے شہادت کی طرف لیجائے اور معاملہ گوش سے آغوش تک پہنچ جائے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ (یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالےٰ بڑے فضل والا ہے) کوئی ناقص پورے طور پر رجوع کرنے کو نقص خیال نہ کرے اور توجہ باطن کو جو حق سبحانہٗ کی طرف ہوتی ہے۔ توجہ بخلق سے جو ان کی دعوت و تکمیل کے لئے ہوتی ہے بہتر نہ جانے۔ کیونکہ صاحب رجوع اپنے اختیار کے ساتھ مقام رجوع میں نہیں آیا۔ بلکہ اس نے حق تعالےٰ کی مراد کے موافق اعلےٰ سے اسفل کی طرف نزول کیا ہے۔ اور وصل سے ہجر کے ساتھ قرار پکڑا ہے پس صاحب رجوع حق تعالےٰ کی مراد پر قائم اور اپنی مراد سے فانی ہے۔ اور صاحب توجہ وصل و شہود کے ساتھ محفوظ اور قرب معیت کے ساتھ خوش ہے ؎

ہجرے کہ بود مراد محبوب — از وصل ہزار بار خوشتر

ترجمۂ بیت جدائی جس میں دلبر کی رضا ہے — وہ بہتر وصل سے صدہا گنا ہے

؎ لِاَنِّیْ فِی الْوِصَالِ عُبَیْدُ نَفْسِیْ — وَفِی الْهِجْرَانِ مَوْلٰی لِلْمَوَالِیْ

وَشُغْلِیْ بِالْحَبِیْبِ بِکُلِّ حَالٍ — اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ شُغْلِیْ بِحَالِیْ

کہ وقت وصل تو کرنفس کا ہوں — جدائی میں غلام دلربا ہوں

خیال یار ہر دم دل میں ہے — مجھے یکبار ہستی سے بھلا ہے

رجوع کے فضائل و کمالات بیشمار ہیں۔ صاحب توجہ کو صاحب رجوع کے ساتھ وہ نسبت ہے جو قطرہ کو دریائے محیط کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ رجوع نبوت کے فضائل میں سے ہے اور وہ توجہ ولایت کے آثار سے۔ شَتَّانَ مَا بَیْنَهُمَا (ان دونوں میں بہت فرق ہے) لیکن ہر شخص کا فہم اس کمال تک نہیں پہنچتا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالےٰ بڑے فضل والا ہے ؏

تشبیہ اور تنزیہ کے جمع کرنے والوں میں سے بعض کہتے ہیں کہ ایمان بہ تنزیہ سب مومنوں کو حاصل ہے۔ عارف وہ ہے جو ایمان بہ تشبیہ کو بھی اس کے ساتھ جمع کرے۔ اور مخلوق کو خالق کا ظہور دیکھے۔ اور کثرت کو وحدت کا لباس جانے۔ اور صانع کو صنع میں مطالعہ کرے ؏

غرض صرف تنزیہ کی طرف توجہ کا رہنا ان کے نزدیک نقص ہے۔ اور کثرت کے ملاحظہ کے بغیر وحدت کا مشاہدہ کرنا ان کے نزدیک سراسر عیب ہے۔ یہ لوگ احدیت صرف کی طرف

متوجہ ہونے والوں کو ناقص خیال کرتے ہیں اور کثرت کے ملاحظہ کے بغیر وحدت کے ملاحظہ کرنے کو تحدید و تقیید سمجھتے ہیں۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی دعوت تنزیہ صرف کی طرف ہے۔ اور تمام آسمانی کتابیں ایمان تنزیہی کے ساتھ ناطق ہیں۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام آفاقی و انفسی معبودوں کی نفی کرتے ہیں۔ اور ان کے باطل ہونے کی دعوت فرماتے ہیں۔ اور ساتھ ہی واجب الوجود کی وحدت کی طرف جو بیچون و بیچگون ہے رہنمائی کرتے ہیں۔ کبھی کسی نے نہیں سنا کہ کسی پیغمبر نے ایمان تشبیہی کی طرف دعوت کی ہو اور خلق کو خالق کا ظہور کہا ہو۔ تمام پیغمبر علیہم الصلوٰۃ والسلام واجب الوجود کی توحید کے کلمہ میں متفق ہیں اور حق تعالیٰ کے سوا تمام ارباب کی نفی کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَیْنَنَا وَ بَیْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَ لَا نُشْرِكَ بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ لَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ یا رسول اللہ اہل کتاب کو کہہ دو کہ آؤ ایک کلمہ کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے یعنی ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ ہی کسی کو اس کے ساتھ شریک بنائیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہم میں سے کوئی کسی کو اپنا رب نہ بنائے۔ پس اگر وہ نہ مانیں تو کہہ دو کہ تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔ پ ۳ ع ۱۵

یہ لوگ نہایت اہتمام سے ثابت کرتے ہیں اور سب کو رب الارباب کے ظہورات خیال کرتے ہیں۔ اور کتاب و سنت کو جو اپنے مطالب کے لئے بطریق شہادت پیش کرتے ہیں،

(کتاب) هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ یعنی اول و آخر و ظاہر و باطن وہی ہے۔

وَمَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰی نہیں مارا تو نے جب کہ مارا، مگر اللہ تعالیٰ نے مارا۔ پ ۹ ع ۱۶

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ جو تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے۔ پ ۲۶ ع ۹

(سنت) اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الْاَوَّلُ فَلَیْسَ قَبْلَكَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْاٰخِرُ فَلَیْسَ بَعْدَكَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الظَّاهِرُ فَلَیْسَ فَوْقَكَ شَیْءٌ وَاَنْتَ الْبَاطِنُ فَلَیْسَ دُوْنَكَ شَیْءٌ یا اللہ تو ہی اول ہے اور تیرے اول کوئی شے نہیں ہے۔ اور تو ہی آخر ہے تیرے بعد کوئی شے نہیں ہے

اور تو ہی ظاہر ہے، تیرے اوپر کوئی شے نہیں ہے۔ اور تو ہی باطن ہے، تیرے سوا کوئی شے نہیں ہے۔
اس میں کچھ شہادت نہیں ہے۔ کیونکہ ان عبارتوں میں کامل طور پر وجود ماسوائے کمال کی نفی کا حصر ہے نہ کہ اصل وجود کی نفی، جیسے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے لَا صَلٰوۃَ اِلَّا بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ (نماز نہیں ہوتی مگر فاتحہ کتاب کے ساتھ) اور فرمایا لَا اِیْمَانَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ (جس کو امانت نہیں اس کا ایمان نہیں)۔

کتاب و سنت میں اس قسم کی مثالیں بہت ہیں۔ یہ توجیہ نصوص کی تاویل نہیں ہے جیسکہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے۔ بلکہ کمال بلاغت پر نصوص کو حمل کیا گیا ہے۔ اور عرف میں جب کسی شخص کے امر رسالت کو ضروری اور مہتم بالشان ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ تو فرماتے ہیں کہ اس کا ہاتھ میرا ہاتھ ہے اس سے مقصود حقیقت نہیں ہے بلکہ مجاز ہے جو حقیقت سے ابلغ ہے۔ اور جب فاعل سے جو کامل قدرت والے مالک کا غلام اور بندہ ہے۔ اس کے قدر و اندازہ سے بڑھ کر کوئی فعل صادر ہو۔ اور اس فعل میں اس مالک قادر کی التفات و توجہ مدنظر ہو۔ تو اس وقت مالک کو لائق ہے کہ یہ کہہ دے کہ اس فعل کو میں نے ہی کیا ہے۔ یہ بات بھی نہ ہی اتحاد فعل پر اور نہ ہی اتحاد ذات پر دلالت کرتی ہے حاشا وکلا کہ بندہ غلام کا فعل عین مالک مقتدر کا فعل ہو۔ یا اس کی ذات کا عین بنجائے۔

ان لوگوں نے شاید انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مذاق کو نہیں سمجھا ہے۔ کیونکہ ان کی دعوت کا مدار اثنینیت یعنی دوئی اور غیر کے وجود اور غیریت پر ہے۔ ان کی عبارتوں کو توحید و اتحاد پر حمل کرنا بیہودہ تکلف ہے۔ اگر حقیقت میں ایک ہی موجود ہوتا۔ اور اس کے سوا سب اس کے ظہورات ہوتے۔ اور اس کے ماسوا کی عبادت اسی کی عبادت ہوتی، جیسے کہ ان لوگوں نے گمان کیا ہے۔ تو پھر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مبالغہ اور تاکید کے ساتھ ان کی پرستش سے کیوں منع کرتے۔ اور ان کی پرستش پر دائمی عذاب کیوں مترتب کرتے۔ اور ان کے پجاریوں کو خدا کا دشمن کیوں کہتے۔ جب تک ان لوگوں کو ان کی غلطی پر اطلاع نہ بخشیں عینیت کی دید جو جہالت سے ان میں پیدا ہو گئی ہے، دور نہیں ہوتی۔ اور نہ ہی ان کی عبادت کو حق تعالےٰ کے غیر کی عبادت جانتے ہیں۔

ان لوگوں میں سے بعض یہ کہتے ہیں کہ پیغمبروں نے عوام لوگوں کے قصور فہم کے باعث توحید وجودی کے اسرار کو پوشیدہ رکھا ہے اور اپنی دعوت کی بنا غیر و غیریت پر رکھی ہے۔ اور وحدت کو چھپا کر کثرت پر دلالت کی ہے۔

یہ بات شیعہ کے تقیہ کی طرح سننے کے قابل نہیں ہے۔ کیونکہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو کچھ کہ واقعی اور نفس الامر ہے اس کی تبلیغ کے زیادہ مستحق اور حق دار ہیں۔ جب نفس الامر میں ایک ہی موجود ہو اور اس کا غیر کچھ موجود نہ ہو۔ تو مناسب نہیں کہ اس کو چھپا کر نفس الامر کے خلاف ظاہر کریں خاص کر وہ احکام جو واجب الوجود کی ذات و صفات و افعال کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے اظہار اور اعلان کے زیادہ حق دار ہیں۔ کوتاہ نظر خواہ ان کو سمجھیں یا نہ سمجھیں۔ کیا نہیں دیکھتے کہ قرآن کی آیات متشابہات یا احادیث متشابہات جن کے سمجھنے سے عوام کیا خواص بھی عاجز ہیں۔ ان کے اظہار کرنے سے منع نہیں ہوئے۔ اور نہ ہی عوام کی غلطی اور کوتاہ فہمی ان کے اظہار کی مانع ہوئی۔ یہ لوگ اس شخص کو جو دو وجود کا قائل ہے اور ماسوا کی عبادت سے اجتناب و پرہیز کرتا ہے، مشرک کہتے ہیں اور اس شخص کو جو ایک وجود کا قائل ہے موحد کہتے ہیں اگرچہ ہزار بُت کی عبادت کرے اس خیال سے کہ یہ سب حق تعالیٰ کے ظہورات ہیں۔ اور ان کی عبادت حق تعالیٰ کی عبادت ہے۔ انصاف کرنا چاہیئے کہ ان دونوں گروہوں میں سے مشرک کون ہے +

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے وحدت وجود کی طرف دعوت نہیں کی ہے۔ اور نہ ہی دو وجود کہنے والے کو مشرک کہا ہے۔ بلکہ ان کی دعوت وحدت معبود کی طرف ہے۔ اور اُنہوں نے ماسوا کی عبادت کو شرک کہا ہے +

اگر صوفیہ وجودیہ ماسوا کو غیریت کے طریق پر نہ بھی جانیں، تو بھی شرک کو دفع نہیں کر سکتے کیونکہ ماسوا، ماسوا ہی جانیں یا نہ جانیں۔ ان میں سے بعض فرین، عالم کو، حق تعالیٰ کا عین نہیں جانتے۔ اور عینیت سے کنارہ کرتے ہیں۔ اور عینیت کے قائلوں کو طعن و تشنیع کرتے ہیں۔ اور شیخ محی الدین اور اس کے تابعداروں کے ساتھ انکار سے پیش آتے اور اُن کو بُرائی سے یاد کرتے ہیں۔ ساتھ ہی یہ لوگ عالم کو حق تعالیٰ کا غیر بھی نہیں جانتے۔ بلکہ نہ ہی حق تعالیٰ کا عین اور نہ ہی حق تعالیٰ کا غیر جانتے ہیں۔ یہ بات بھی ثواب سے دُور ہے۔ اَلْاِثْنَانِ مُتَغَایِرَانِ (دو چیزیں ایک دوسرے کی غیر ہوتی ہیں) قضیہ مقررہ ہے۔ ثنینیت یعنی دوئی کا منکر درجۂ عقل کا مخالف ہے۔ ہاں متکلمین نے صفات واجبی جل سلطانہ کے بارہ میں لَا ھُوَ وَ لَا غَیْرُہٗ کہا ہے۔ اور غیر سے غیر اصطلاحی مراد رکھ کر اس امر کو مدنظر رکھا ہے کہ دو متغائر چیزوں کا باہم انفکاک یعنی الگ ہونا جائز ہے۔ کیونکہ واجب تعالیٰ و تقدس کی صفات حضرت ذات سے الگ نہیں ہیں۔ اور نہ ہی حق تعالیٰ کی ذات و صفات قدیمہ کے درمیان انفکاک یعنی الگ ہونا جائز متصور ہو سکتا ہے پس لَا ھُوَ

وَلَا غَيْرُهُ صفات قدیمہ میں صادق ہے۔ برخلاف عالم کے کہ نسبت اس میں مفقود ہے۔ کَانَ اللّٰهُ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهٗ شَيْئٌ (اللہ ہی تھا اور اُس کے ساتھ کوئی چیز موجود نہ تھی) پس عالم کی غیریت کی نفی کرنا لغت میں بھی اور اصطلاح میں بھی صدق سے دُور ہے۔ ان لوگوں نے اپنی نارسائی کے باعث عالم کو صفات قدیمہ کی طرح سمجھ کر اس کے مخصوص حکم کو اس جگہ اطلاق کیا ہے۔ یہ لوگ جب عینیت عالم کی نفی کے قائل ہوئے ہیں تو ان پر لازم ہے کہ غیریت عالم کے قائل ہوں۔ اور توحید وجودی والوں کے زمرہ سے نکل آئیں۔ اور عالم کے متعدد وجودوں کے قائل ہو جائیں۔ اور توحید وجودی میں عین کہنے سے چارہ نہیں ہے۔ جیسے کہ شیخ محی الدین اور اُس کے تابعین نے کہا ہے۔ اور عین کہنا ان معنوں کے لحاظ سے نہیں ہے کہ عالم اپنے صانع کے ساتھ متحد ہے۔ حاشا و کلا ان معنوں کے اعتبار سے ہے کہ عالم معدوم ہے اور حق تعالیٰ کا وجود واجب۔ جیسے کہ اس فقیر نے اپنے بعض رسالوں میں اس امر کی تحقیق کی ہے۔

سوال صوفیہ وجودیہ، دُو وجود کے کہنے والے کو جو مشرک کہتے ہیں وہ اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ دو بین ہیں۔ اور دو بیں طریقت کا مشرک ہے؟

جواب۔ دُو بینی[1]، جو طریقت کا شرک ہے، توحید شہودی سے دفع ہو جاتا ہے توحید وجودی اس مقام میں کچھ درکار نہیں ہے۔ کیونکہ سالک کا مشہود و ملحوظ ایک ذات مقدس کے سوا اور کوئی امر نہیں ہے تاکہ فنا متحقق ہو۔ اور طریقت کا شرک دُور ہو جائے۔ دن میں جو آفتاب کو تنہا دیکھتے ہیں۔ اور ستاروں کو نہیں دیکھتے، دُو بینی، کا دفیعہ حاصل ہے۔ اگرچہ ہزاروں ستارے دن میں موجود ہوں۔ مقصود یہ ہے کہ ایک آفتاب مشہود ہو۔ خواہ ستارے معدوم ہوں یا موجود۔ بلکہ میں کہتا ہوں کہ کمال اس صورت میں ہے کہ اشیا موجود ہوں اور سالک کمال فنا کے باعث جو اپنے مطلوب حقیقی سے رکھتا ہے کسی چیز کی طرف توجہ نہ کرے۔ بلکہ کسی چیز کا مشاہدہ نہ کرے۔ اور کوئی چیز اُس کے دیدہ بصیرت میں نہ آئے۔ اور اگر اشیاء موجود نہ ہوں۔ فنا کس سے متحقق ہوگی۔ اور فانی کس سے ہوگا اور کس کو فراموش کریگا۔

اول جس شخص نے توحید وجودی کی تصریح کی ہے۔ وہ شیخ محی الدین ابن عربی ہے اس سے گذشتہ مشائخ کی عبارتیں اگرچہ توحید وجودی کی خبر دیتی ہیں۔ لیکن توحید شہودی پر حمل کرنے کے قابل ہیں۔ کیونکہ حق جل شانہٗ کے غیر کو جب نہیں دیکھتے۔ تو بعض کہتے ہیں کہ لَيْسَ فِي جُبَّتِي سِوَى اللّٰهِ (میرے جبہ میں سوائے اللہ کے اور کچھ نہیں) اور بعض سُبْحَانِي مَا أَعْظَمُ

[1] دو دو دیکھنا ۱۲

شَانِیْ کی ندا پکار اٹھتے ہیں۔ اور بعض لَیْسَ فِی الدَّارِ غَیْرُہٗ دَیَّارٌ (گھر میں اس کے سوا کوئی رہنے والا نہیں ہے) کا آوازہ لگاتے ہیں۔ یہ سب پھول ایک ہی یک بینی کی شاخ سے کھلے ہیں ان عبارتوں میں کوئی بھی وحدت وجود پر دلالت نہیں کرتی۔ اور جس شخص نے اس مسئلہ کو بابوں اور تفصیلوں میں لکھا ہے اور صرف و نحو کی طرح اس کو جمع کیا ہے وہ شیخ محی الدین ہی ہے۔ اور اس مسئلہ کے بعض پوشیدہ معارف کو اپنی طرف منسوب کیا ہے۔ حتے کہ اس نے کہا ہے کہ خاتم النبوت بعض علوم و معارف کو خاتم الولایت سے اخذ کرتا ہے۔ اور خاتم الولایت محمدیؑ اپنے آپ کو جانتا ہے۔ اور شارحین نے اس کی توجیہ میں کہا ہے کہ پادشاہ اپنے خزانچی سے اگر کوئی چیز لے لے تو اس میں کیا نقصان ہے۔

غرض فنا و بقا اور ولایت کبریٰ کے کمالات حاصل کرنے کے لئے توحید وجودی کچھ درکار نہیں ہے۔ توحید شہودی حاصل ہونی چاہئے۔ تاکہ فنا متحقق ہو جائے۔ اور ماسوے کا نسیان حاصل ہو جائے۔

ہو سکتا ہے کہ کوئی سالک ابتدا سے انتہا تک سیر کر جائے۔ اور توحید وجودی کے علوم و معارف سے کوئی بھی اس پر ظاہر نہ ہو۔ بلکہ نزدیک ہے کہ ان علوم سے انکار کر دے۔

فقیر کے نزدیک وہ راستہ جو ان معارف کے ظہور کے بغیر سلوک کے ساتھ میسر ہو جائے وہ اس راستہ سے زیادہ قریب ہے۔ جو اس ظہور کو متضمن ہے۔ اور نیز اس راہ کے سالکوں میں سے اکثر مطلوب تک پہنچتے ہیں۔ اور اکثر راہ ہی میں رہ جاتے ہیں۔ اور دریا سے قطرہ کے ساتھ سیراب ہو جاتے ہیں۔ اور اتحاد کے وہم میں پڑ کر ظل میں گرفتار رہتے ہیں۔ اور وصل سے محروم رہتے ہیں۔ یہ امر تجربہ سے معلوم ہو چکا ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُلْہِمُ لِلصَّوَابِ۔

اور نیز فقیر کو اگرچہ راہ ثانی سے سلوک میسر ہوا ہے اور توحید وجودی کے علوم و معارف کے ظہورات سے کافی حصہ حاصل ہوا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی عنایت شامل حال ہوئی اور سیر محبوبی کے ساتھ راستہ کے جنگلوں اور میدانوں کو فضل و عنایت کی امداد سے طے کرایا اور کمال کرم کے ساتھ ظلال سے گذار کر اصل تک پہنچایا۔ اور جب معاملہ مسترشدوں یعنی مریدوں تک پہنچا، تو معلوم ہوا کہ اس کے علاوہ ایک اور راہ ہے جو وصول کے زیادہ قریب اور حصول میں زیادہ آسانی ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا

تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے، بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں۔

تنبیہ ۔ سابقہ تحقیق سے معلوم ہوا کہ اگرچہ موجودات متعددہ ہوں اور حق تعالےٰ کا ماسوائے بھی موجود ہو۔ تو پھر بھی ہو سکتا ہے کہ فنا و بقا متحقق ہو جائے نہ یہ کہ ماسوائے معدوم و ناچیز ہو جائے۔ یہ بات باوجود ظہور کے اکثر خواص پر پوشیدہ رہی ہے، پھر عوام کا کیا ذکر ہے۔ ان لوگوں نے توحید شہودی کو عین وجودی خیال کر کے وحدت وجود کی معرفت کو راستہ کی شرط جانا ہے۔ اور دو وجود کہنے والے کو ضال و مضل و گمراہ و گمراہ کرنیوالا سمجھا ہے اور کثرت کے آئینوں میں وحدت کے مشاہدہ کو انجام کار تصور کیا ہے۔ ان میں سے بعض نے یہاں تک تصریح کی ہے کہ ہمارے حضرت پیغمبر علیہ و علےٰ جمیع اخوانہ من الصلوات افضلہا و من التسلیمات اکملہا کمالات نبوت حاصل ہونے کے بعد شہود وحدت در کثرت کے مقام میں رہے ہیں۔ اور آیت کریمہ اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ سے اس مقام کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اس کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں کہ تحقیق ہم نے تجھ کو کثرت میں وحدت کا مشاہدہ دیا۔

معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوثر کی واو کے درمیان آنے سے جو حروف کثر کے درمیان ہے، یہ اشارات سمجھے ہیں۔ حاشا وکلا اس قسم کے معارف مقام نبوت کے لائق ہوں۔ کیونکہ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام خدائے بیچون جل شانہ کی طرف دعوت کرتے رہے ہیں۔ اور جو چیز چون کے آئینوں میں گنجائش نہیں رکھتی ہے وہ بیچونی سے بے نصیب ہے۔ اور چونی اور چندی کے داغ سے داغدار ہے۔ حضرت حق سبحانہ و تعالےٰ ان کو انصاف دے۔ شاید یہ لوگ انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کو اپنے کمالات کے ترازو پر تولنا چاہتے ہیں اور ان کے کمالات کو اپنے کمالات کی طرح جانتے ہیں۔ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ چھوٹا منہ بڑی بات ؎

چو آں کرمے کہ در سنگے نہان است زمین و آسمان او ہمان است

ترجمہ ؎ وہ کیڑا جو کہ پتھر میں نہاں ہے زمین و آسماں اُس کا وہاں ہے

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت میں سے کمینہ اور عاجز اس قسم کی معرفت سے جو اول اول حاصل ہوئی تھی ندامت و استغفار کرتا ہے اور اس شہود کو نصاریٰ کے حلول کی طرح اس پاک جناب سے نفی کرتا ہے۔

حضرت خواجہ **نقشبند** قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا۔

سب اس کا غیر ہے۔ کلمہ لا کی حقیقت سے اس کی نفی کرنی چاہئے۔ پس کثرت میں وحدت کا مشاہدہ بھی نفی کے لائق ہے۔ اس پاک بارگاہ سے منتفی اور دُور ہے۔

حضرت خواجہ قدس سرہٗ کی اس کلام نے مجھ کو اس شہود سے نکال دیا ہے۔ اور مشاہدہ اور معائنہ کی گرفتاری سے نجات بخشی ہے۔ اور میرے اسباب کو علم سے جہل کی طرف اور معرفت سے حیرت کی طرف لے گئی ہے۔ جَزَاہُ اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ عَنِّیْ خَیْرَ الْجَزَاءِ (اللہ تعالےٰ ان کو میری طرف سے جزائے خیر دے)۔

مَیں صرف ایک ہی بات سے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کا مرید اور حلقہ بگوش ہوں۔ اور وہ واقعی اولیا میں سے شاید ہی کسی نے اس طرح کی عبارت بیان کی ہو۔ اور تمام مشاہدات ومعائنات کی اس طرح پر نفی کی ہو۔

اس مقام میں آپ نے اس سخن کی حقیقت کو جہاں کہ آپ نے فرمایا ہے کہ خدائے تعالےٰ کی معرفت بہاؤ الدین پر حرام ہے۔ اگر اس کی ابتدا بایزید کی انتہا نہ ہو، ڈھونڈنی چاہئے۔ کیونکہ بایزید رحمۃ اللہ علیہ باوجود اس بزرگی کے شہود ومشاہدہ سے آگے نہیں بڑھے۔ اور سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ کے تنگ کوچہ سے قدم باہر نہیں رکھا۔ برخلاف ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے کہ جنہوں نے ایک ہی کلمہ لا سے اس کے تمام مشاہدات کی نفی فرما دی۔ اور سب کو حق تعالیٰ کا غیر ثابت کر دیا۔ حضرت بایزید رحمۃ اللہ علیہ کی تنزیہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے نزدیک تشبیہ ہے اور اس کا بیچون ان کے نزدیک چون اور کمال نقص ہے۔ ناچار اس کی انتہا جو تشبیہ سے آگے نہیں ہمارا خواجہ رحمۃ اللہ علیہ کی انتہا ہو گی۔ کیونکہ بدایت تشبیہ سے ہے اور نہایت اور نہایت تنزیہ کے ساتھ۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ آخر حال میں بایزید رحمۃ اللہ علیہ کو اس نقص پر اطلاع بخشی گئی کہ موت کے وقت اس طرح کہتا تھا۔ مَا ذَکَرْتُکَ اِلَّا عَنْ غَفْلَۃٍ وَمَا خَدَمْتُکَ اِلَّا عَنْ فَتْرَۃٍ۔ مَیں نے تجھے یاد نہیں کیا مگر غفلت سے اور مَیں نے تیری خدمت نہیں کی مگر سُستی سے۔

اس نے اپنے پہلے حضور کو غفلت جانا۔ کیونکہ وہ حق تعالےٰ کا حضور نہ تھا۔ بلکہ ظلال میں سے ایک ظل کا حضور اور اس کے ظہورات میں سے ایک ظہور تھا۔ پس ناچار حق تعالےٰ سے غافل رہا۔ اور حق تعالےٰ وراء الوراء ہے۔ ظلال وظہورات سب کے سب مبادی اور مقدمات اور معارج اور مُعِدّات ہیں۔ اور یہ جو حضرت خواجہ قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں، واقع کے مطابق ہے۔ کیونکہ ابتدا ہی سے ان کی توجہ احدیت صرف پر ہے

اور اسم وصفت سے ذات کے سوا کچھ نہیں چاہتے ۔

اس طائفۂ علیہ کے مبتدیوں کو یہ دولت اپنے شیخ مقتدا سے جو اس کمال کے ساتھ مشرف ہوتا ہے بطریق انعکاس حاصل ہو جاتی ہے ۔ خواہ وہ اس کو جانیں یا نہ جانیں ۔ پس ناچار کاملوں کی نہایت ان بزرگواروں کی ہدایت میں مندرج ہو گی ۔

حاصل کلام یہ کہ احدیت کی توجہ ان میں غالب آجائے ۔ اور ظاہر کو بھی باطن کے ہمرنگ کر دے ۔ تو سالک مشاہدات سفلی سے جو ممکنات کے آئینوں میں ظاہر ہوتے ہیں آزاد ہو جاتا ہے اور معارف تشبیہی سے خلاصی پا جاتا ہے ۔ اور اگر یہ توجہ غالب نہ ہو سکے اور صرف باطن پر ہی لگی رہے ۔ تو بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بظاہر کثرت میں وحدت کے مشاہدہ کی لذت پاتا ہے ۔ اور توحید و اتحاد سے محفوظ ہوتا ہے ۔ لیکن یہ شہود ان کے حق میں ظاہر پر ہی محدود رہتا ہے باطن میں کچھ سرایت نہیں کرتا ۔ ان کا باطن احدیت صرف کی طرف متوجہ رہتا ہے اور ان کا ظاہر کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرنے والا ہوتا ہے ۔ اس وقت ممکن ہے کہ ظاہری نسبت کے غلبے کے باعث باطنی توجہ معلوم نہ ہو ۔ اور شہود ظاہر کے سوا اور کوئی امر مفہوم نہ ہو ۔ جیسے کہ ابتدا میں ان سطور کے لکھنے والے کا حال تھا کہ ظاہری نسبت کے غلبہ کے باعث باطنی توجہ سے جو احدیت صرف کی طرف تھی ، بالکل آگاہی نہ رکھتا تھا اور کلی طور پر اپنے آپ کو کثرت میں وحدت کی طرف متوجہ پاتا تھا ۔ کچھ مدت کے بعد حضرت حق سبحانہٗ نے باطن کی توجہ پر اطلاع بخشی اور باطن کو ظاہر پر نصرت دی ۔ اور معاملہ کو یہاں تک پہنچایا ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ اس پر اللہ تعالےٰ کی حمد ہے ۔

وہ معارف توحیدی اور مشاہدات سفلی جو اس خاندان بزرگ کے بعض خلفا سے تحریر ہوئے ہیں ، وہ بھی اسی قسم سے ہیں ۔ نہ یہ کہ یہ لوگ ظاہر و باطن میں اسی شہود کی طرف متوجہ اور اسی معرفت کے گرفتار رہے ہیں ۔ برخلاف دوسروں بزرگوں کے جو ظاہر و باطن ہیں ۔ اور اس شہود کو تشبیہ و تنزیہ کا جامع جان کر اسی کو کمال سمجھتے ہیں ۔ ان لوگوں کا باطن بھی اگرچہ تنزیہ صرف کے ساتھ ایمان رکھتا ہے لیکن گرفتاری اور ہے اور ایمان کچھ اور ۔ اور حال اور ہے اور علم کچھ اور چیز ۔ وہ لوگ جو تنزیہ صرف کے ساتھ ایمان نہیں رکھتے اور مشاہدہ سفلی کے سوا کسی اور امر کے معتقد نہیں ہیں ۔ وہ محدود ملیا سے ہیں ۔ جو اس بحث سے خارج ہیں ۔

فقیر کے نزدیک ممکنات کے آئینوں میں حق تعالےٰ کا وہ شہود جس کو صوفیہ کی ایک

جماعت کمال جانتی ہے۔ اور تشبیہ اور تنزیہ کے درمیان جمع خیال کرتی ہے۔ درحقیقت حق تعالےٰ کا شہود نہیں ہے۔ اس میں ان کا مشہود ان کا خیالی اور من گھڑت امر ہے۔ کیونکہ جو کچھ ممکن میں دیکھتے ہیں وہ واجب نہیں ہے۔ اور جو کچھ حادث میں پاتے ہیں وہ قدیم نہیں ہے۔ اور جو کچھ تشبیہ میں ظاہر ہوتا ہے وہ تنزیہ نہیں ہے۔ ہرگز ہرگز صوفیہ کی اس قسم کی ترہات یعنی بیہودہ باتوں پر فریفتہ نہ ہونا چاہئے اور حق تعالےٰ کے غیر کو حق تعالےٰ نہ جاننا چاہئے۔ مانا کہ یہ لوگ خطا کار مجتہد کی طرح معذور ہیں۔ اور خطا کار مجتہد کی طرح مواخذہ سے بری ہیں۔ لیکن ان کے مقلدوں کے ساتھ معلوم نہیں کس طرح معاملہ کرینگے۔ کاش کہ مجتہد مخطی کے مقلدوں کی طرح ہی ہوتے۔ اور اگر ان کے ساتھ ایسا معاملہ نہ کیا تو پھر ان کا کام نہایت مشکل ہے۔ قیاس و اجتہاد اصول شرعی میں سے ایک اصل ہے جس کی تقلید کا ہم کو امر ہوا ہے۔ برخلاف کشف اور الہام کے کہ اس کی تقلید کا ہم کو امر نہیں ہے اور الہام غیر پر حجت نہیں ہے لیکن اجتہاد مقلد پر حجت ہے۔ پس علمائے مجتہدین کی تقلید کرنی چاہئے۔ اور دین کے اصول کو ان کی آرا کے موافق ڈھونڈنا چاہئے۔ اور صوفیہ جو کچھ علمائے مجتہدین کی آرا کے برخلاف کہیں یا کریں اس کی تقلید نہ کرنی چاہئے۔ اور حسن ظن کے ساتھ ان کے طعن سے لب باندھنی چاہئے۔ اور ان کی اس قسم کی باتوں کو شطحیات سے جاننا چاہئے اور ظاہر کی طرف مصروف و پھرا ہوا خیال کرنا چاہئے۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان میں بعض صوفیہ عام لوگوں کو اپنے کشفیہ اور الہامیہ امور مثلاً وحدت وجود کے ساتھ ایمان لانے پر دلالت کرتے ہیں۔ اور ان کی تقلید کی ترغیب دیتے ہیں۔ اور ان کے عدم ایمان پر دھمکاتے ہیں۔ کاش کہ یہ لوگ ان امور کے عدم انکار پر دلالت کرتے اور ان کے منکر پر تہدید اور دھمکی فرماتے۔ کیونکہ ایمان اور چیز ہے اور عدم انکار اور چیز۔ ان امور کے ساتھ ایمان لانا لازم اور ضروری نہیں ہے۔ ہاں ان امور کے انکار سے بچنا چاہئے ایسا نہ ہو کہ ان امور کا انکار ان امور والوں کے انکار تک پہنچا دے۔ اور حق تعالےٰ کے اولیا کے ساتھ بغض و عداوت پیدا ہو جائے۔ علمائے اہل حق کے موافق کام کرنا چاہئے۔ اور صوفیہ کی کشفیات سے حسن ظن کے ساتھ سلوک کرنا چاہئے۔ اور ردّ و طعن کی جرأت نہ کرنی چاہئے۔ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ الْمُتَوَسِّطُ بَيْنَ الْإِفْرَاطِ وَالتَّفْرِيْطِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُلْهِمُ لِلصَّوَابِ یہی وہ حق ہے جو افراط و تفریط کے درمیان واقع ہے اور اللہ تعالےٰ بہتری کی طرف الہام کرنیوالا ہے۔

عجب معاملہ ہے کہ ان لوگوں میں سے بہت سے مدعی اسی شہود و مشاہدہ پر بھی قناعت

نہیں کرتے۔ بلکہ اس شہود کو تنزل خیال کر کے اس اثنا میں رویت بصری کے بھی قائل ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم واجب الوجود جل سلطانہ کی ذات کو دیکھتے ہیں۔ اور نیز کہتے ہیں کہ وہ دولت جو ہمارے پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شب معراج میں حاصل ہوئی تھی، ہم کو ہر روز میسر ہے۔ اور وہ نور جو ان کے دیکھنے میں آتا ہے اُس کو صبح کی سفیدی سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور اس نور کو مرتبہ بے کیفی خیال کرتے ہیں۔ اور مراتب عروج کی نہایت اس نور کے ظہور تک تصور کرتے ہیں۔ تَعَالَى سُبْحَانَهٗ عَمَّا يَقُولُ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا۔ اللہ تعالےٰ اس بات سے جو ظالم کہتے ہیں بہت بڑا ہے۔

اور نیز حضرت حق جل شانہ کے ساتھ مکالمہ وکلام ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق تعالےٰ نے ایسا فرمایا ہے۔ کبھی دشمنوں کے حق میں حضرت حق سبحانہ کی طرف سے کئی قسم کی باتیں نقل کرتے ہیں۔ اور کبھی اپنے دوستوں کو بشارت دیتے ہیں۔ اور ان میں سے بعض اس طرح کہتے ہیں کہ سات کی تہائی یا چوتھائی حصہ تک میں حق تعالےٰ کے ساتھ کلام کرتا رہا۔ اور ہر طرح کی باتیں پوچھتا رہا۔ اور جواب لیتا رہا۔ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيْرًا۔ ان لوگوں نے اپنے آپ میں تکبر کیا اور بڑی سرکشی کی۔

ان لوگوں کی باتوں سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اس نور صرف کو عین حق تعالیٰ سمجھتے ہیں۔ اور اس نور کو حق تعالےٰ کی ذات تصور کرتے ہیں۔ نہ یہ کہ اس کے ظہورات میں سے کوئی ظہور یا اس کے ظلال میں سے کوئی ظل جانتے ہیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس نور کو حق تعالےٰ کی ذات کہنا محض افترا اور صرف الحاد اور خالص زندقہ ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کا نہایت ہی حلم وتحمل ہے کہ اس قسم کے مفتریوں کے لئے طرح طرح کے عذابوں میں جلدی نہیں کرتا۔ اور ان کی بیخ کنی نہیں فرماتا۔ سُبْحَانَكَ عَلٰى حِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ وَعَلٰى عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ۔ یا اللہ تو پاک ہے کہ ہماری برائیوں کو جان کر حلم فرماتا ہے۔ اور قدرت کے باوجود معاف کرتا ہے۔

حضرت موسےٰ علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوم صرف رویت یعنی دیدار کی طلب ہی کے باعث ہلاک ہوگئی۔ اور حضرت موسےٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے طلب رویت کے بعد لن ترانی کا زخم کھایا اور بیہوش ہو کر گر پڑے۔ اور اس طلب سے تائب ہوئے اور حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جو رب العالمین کے محبوب اور تمام اولین وآخرین موجودات میں سے بہترین ہیں۔ باوجود اس کے کہ معراج بدنی کی دولت سے

مشرف ہوئے۔ اور عرش و کرسی سے گذر کر مکان و زمان سے بھی اوپر چلے گئے۔ باوجود قرآنی اشارتوں کے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت میں علما کا اختلاف ہے۔ اکثر علما حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عدم رویت کے قائل ہیں ۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ وَالْاَصَحُّ اَنَّهٗ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَاٰى رَبَّهٗ سُبْحَانَهٗ لَيْلَةَ الْمِعْرَاجِ۔ یعنی صحیح یہی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معراج کی رات اپنے رب کو نہیں دیکھا ہے۔ یہ بے سروسامان اپنے خیال باطل میں ہر روز خدا کو دیکھتے ہیں۔ حالانکہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک دیدار میں بھی علما کی قیل و قال ہے۔ فَضَحَهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ (اللہ تعالےٰ ان کو خوار کرے) ۔

اور نیز ان لوگوں کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کلام کو جس کو یہ لوگ سنتے ہیں حق سبحانہ سے وہی نسبت ہے جو کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ جانتے ہیں۔ یہ عین الحاد ہے حاشا و کلا کہ حضرت حق سبحانہٗ سے تکلم کے طریق پر کوئی ایسی کلام صادر ہو۔ جس میں ترتیب اور تقدیم و تاخیر ہو۔ جو حدوث کی علامات میں سے ہیں۔ شاید مشائخ کبار کی باتوں نے ان کو غلطی میں ڈالدیا ہے کیونکہ مشائخ نے بھی حضرت حق جل سلطانہٗ کے ساتھ کلام و مکالمہ کیا ہے ۔

لیکن جاننا چاہئے کہ مشائخ کبار اس کلام کو حضرت حق سبحانہٗ کے ساتھ ایسی نسبت نہیں دیتے۔ جو کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ دیکھیں۔ بلکہ وہی نسبت ثابت کرتے ہیں جو مخلوق کو اپنے خالق کے ساتھ ہے اور اس میں کوئی محظور اور قباحت نہیں ہے ۔

حضرت موسےٰ علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو شجرہ مبارکہ سے حق تعالیٰ کے کلام کو سنا۔ تو اس کلام کو حق تعالےٰ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو مخلوق کو اپنے خالق کے ساتھ ہوتی ہے نہ کہ وہ نسبت جو کلام کو اپنے متکلم کے ساتھ ہوتی ہے۔ اور ایسے ہی وہ کلام جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت جبرئیل علےٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سنی اس کلام کو بھی حق تعالےٰ کے ساتھ وہی نسبت تھی جو مخلوق کو اپنے خالق سے ہے ۔

حاصل کلام یہ ہے کہ وہ کلام بھی حق تعالےٰ کی کلام ہے اور اس کا منکر کافر زندیق ہے گویا حق تعالےٰ کی کلام، کلام لفظی اور کلام نفسی کے درمیان مشترک ہے۔ جس کو حق تعالےٰ کسی امر کے ذریعے ایجاد فرماتا ہے۔ پس کلام لفظی بھی حق تعالےٰ کی کلام ہوگی ناچار اس کا منکر بھی کافر ہوگا۔ فَافْهَمْ فَاِنَّ هٰذَا التَّحْقِيْقَ يَنْفَعُكَ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْمَوَاضِعِ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُوَفِّقُ

پس سمجھ کیونکہ یہ تحقیق بہت جگہ تجھے نفع دیگی۔ اور اللہ تعالےٰ توفیق دینے والا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ وہ وجود جو ممکنات میں ہم ثابت کرتے ہیں تمام صفات کی طرح ایک ضعیف وجود ہے۔ ممکن کے علم کا واجب کے علم کے مقابلہ میں کیا مقدار ہے۔ اور قدرت قدیمہ کے مقابلہ میں قدرت حادثہ کیا اعتبار رکھتی ہے۔ ایسے ہی ممکن کا وجود واجب تعالےٰ کے وجود کے مقابلہ میں لاشئے محض ہے۔ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ دیکھنے والا ان دونوں وجودوں کے تفاوت کے باعث شک میں پڑ جاے کہ آیا وجود کا اطلاق ان دونوں فردوں پر حقیقت کے طور پر ہے یا کہ وجود کا اطلاق ایک فرد پر بطریق حقیقت ہے اور دوسرے فرد پر بطریق مجاز۔ کیا نہیں جانتے کہ صوفیہ میں سے بعض لوگوں نے شق ثانی پر یقین کیا ہے۔ اور ممکن کے وجود پر وجود کا اطلاق کرنا تجوز کے طور پر سمجھا ہے۔ اور ممکنات کے وجود کو ثابت نہیں کرتے۔ مگر عوام یا اخص خواص۔ اخص سے مراد انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کی امتوں میں سے وہ لوگ ہیں جو ان کی ولایت اصلیہ سے مشرف ہوئے ہیں۔ اور دائرہ ظلال کو پورے طور پر طے کر چکے ہیں۔ عوام ظاہر بین ہیں۔ جو واجب تعالےٰ کے وجود اور ممکن کے وجود کو مطلق وجود کے اقسام سے جانتے ہیں۔ اور دونوں کو موجود تصور کرتے ہیں۔ اخص خواص تیز نظر والے ہیں۔ جو ہر دو وجود کو مطلق وجود کے افراد سے جانتے ہیں۔ اور افراد وجود کے مراتب کے تفاوت کو وجود کے صفات اور اعتبارات کی طرف راجع کرتے ہیں۔ نہ کہ وجود کی حقیقت اور ذات کی طرف۔ تاکہ ایک حقیقت ہو اور دوسرا مجاز۔ اور گروہ متوسطین جو عوام کے رتبہ سے قدم بڑھا کر رکھتے ہیں اور اخص خواص کے کمالات سے کوتاہ دست ہیں مشکل ہے کہ ممکنات کے وجود کے قائل ہوں اور ممکن کے وجود پر بطریق حقیقت وجود کا اطلاق کریں۔ یہی وجہ ہے کہ بعض کہتے ہیں کہ ممکن کو اس علاقہ سے موجود کہتے ہیں کہ وجود کے ساتھ اس کی نسبت ہے۔ نہ یہ کہ وجود اس کے ساتھ قایم ہے تاکہ حقیقت کے طور پر موجود ہو۔ اس گروہ میں سے بعض لوگ ممکن کے وجود سے ساکت و خاموش ہیں۔ اور نفی و اثبات کے ساتھ اس کی تصریح نہیں کرتے۔ اور بعض ممکن سے وجود کی نفی کرتے ہیں۔ اور واجب تعالےٰ کے سوا اور کسی کو موجود نہیں جانتے۔ ان میں سے ایک گروہ ممکن کے وجود کو جیسے کہ وجود کا عین نہیں جانتے وجود کا غیر بھی نہیں جانتے۔ اور ان میں سے ایک گروہ نے اس طرح تصریح کی ہے کہ جس وجود کے ساتھ واجب تعالےٰ موجود ہے اس وجود کے ساتھ ممکن بھی موجود ہے۔ اس عبارت سے بھی ممکن کے وجود کی بھی نفی کرتے ہیں۔ غرض ممکن کا وجود

ثابت کرنے کے لئے بڑی تیز نظر ہونی چاہیئے۔ تاکہ واجب تعالیٰ کی نور کی روشنی میں بھی اس کو دیکھ سکیں۔ تیز نظر والے لوگ دن میں آفتاب کی روشنی کے باوجود ستاروں کو دیکھتے ہیں۔ اور جس کی نظر تیز نہیں ہوتی، وہ ستاروں کو نہیں دیکھ سکتے۔ پس ممکنات کا وجود دن میں ستاروں کے وجود کی طرح ہے کہ جو تیز نظر والا ہے وہ دیکھ سکتا ہے اور جو کمزور نظر والا ہے اس دید سے بے نصیب ہے۔

اگر کوئی پوچھے کہ عوام باوجود ضعف بصر اور کوری بصیرت کے کس طرح ممکنات کی وجود کو دیکھ سکتے ہیں حالانکہ وجود واجب تعالیٰ کے انوار کی چمک اس کی دیکھنے سے مانع ہے تو میں کہتا ہوں کہ عوام لوگ ارباب علم میں سے ہیں نہ کہ ارباب دید میں سے۔ ہماری گفتگو ارباب دید کی نسبت ہے نہ کہ ارباب علم کی نسبت۔ کیونکہ ارباب علم اس بحث سے خارج ہیں گویا واجب تعالیٰ کے انوار کا ظہور ان کے حق میں مفقود ہے۔ پس وجود ممکنات کے دیکھنے سے مانع نہ ہوگا۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ انوار کا ظہور وجود ممکنات کے دیکھنے سے مانع ہے نہ کہ وجود ممکنات کے علم سے مانع ہے۔ کیونکہ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اشیا کا علم سماع وتقلید سے بھی حاصل ہو جاتا ہے اور نظر و استدلال سے بھی متصور ہو سکتا ہے جیسے کہ روز روشن میں آفتاب کی روشنی کے باوجود، ستاروں کے وجود کا علم ضعیف نظر والوں کو بھی حاصل ہے۔ اسی طرح عوام کو وجود ممکنات کا علم حاصل ہے۔ نہ کہ وجود ممکنات کا شہود۔ کیونکہ شہود صفات بصیرت سے ہے۔ اور ان کی بصیرت کی آنکھ کور ہے۔ مشہود ملک ہو یا ملکوت۔ جبروت ہو یا لاہوت۔

اے عزیز! عوام جس طرح اس بحث میں خواص کے ساتھ شریک ہیں۔ اور کئی باتوں میں بھی ان کے درمیان شرکت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بہت سے احکام میں عوام کی طرح زندگی بسر کرتے تھے۔ اور خلقت اور اہل وعیال کے ساتھ رہنے سہنے میں عوام کی طرح گزارہ کرتے تھے۔ اپنے اہل وعیال کے ساتھ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حسن معاشرت کے اخبار مشہور ہیں۔

منقول ہے کہ ایک دن سید البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم امام حسن رضی اللہ عنہ کے بوسے لے رہے تھے اور کمال انبساط اور خوشی کے ساتھ ان سے سلوک کر رہے تھے۔ حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا کہ میرے گیارہ لڑکے ہیں میں نے کبھی کسی کا بوسہ نہیں لیا۔ حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے جو وہ اپنے مہربان بندوں کو عطا فرماتا ہے۔

چونکہ اخص خواص بعض اوصاف میں عوام کے ساتھ شریک ہیں۔ خواہ وہ شرکت باعتبار صورت کے ہو۔ اس لئے عوام اپنی نارسائی کے باعث ان کے کمالات سے بے نصیب رہتے ہیں۔ اور ان کو اپنی ہی طرح خیال کرتے ہیں۔ اور وہ شخص جو اوصاف شمائل میں ان سے جدا ہو۔ اُس کو بہتر اور بزرگ جانتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اولیا کے ان اوصاف و اخلاق کو جو ان کے اوصاف و اخلاق سے جدا ہیں۔ اُن اخلاق و اوصاف سے جو ان کے اوصاف و اخلاق کی مانند ہیں بہتر جانتے ہیں۔ اگرچہ وہ اخلاق انبیا میں موجود ہوں۔

مخدوم فرید گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت حکایت منقول ہے کہ جب ان کا کوئی لڑکا مرجاتا اور اس کے مرنے کی خبر ان کو پہنچتی، ان کی طبیعت میں کچھ تغیر و تبدل نہ آتا۔ اور اس طرح فرما دیتے کہ سگ بچہ مرگیا ہے جاؤ اس کو باہر پھینک دو۔

اور جب حضرت سید البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ابراہیم بیٹا فوت ہوگیا حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کے مرنے پر رو پڑے اور نہایت غمناک ہوکر فرمایا۔ اِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ (اے ابراہیم ہم تیری جدائی سے بہت غمزدہ ہیں) یعنی بڑے مبالغہ اور تاکید کے ساتھ اپنے غم کا بیان فرمایا۔ پس حضرت گنج شکر بہتر ہے یا حضرت سید البشر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔ عوام کالانعام کے نزدیک معاملہ اول بہتر ہے۔ اور اس کو بے تعلق جانتے ہیں۔ اور دوسرے کو عین تعلق اور گرفتاری سمجھتے ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنْ اِعْتِقَادِهِمُ السُّوْءِ اللہ تعالٰے ہم کو ان کے بُرے عقیدے سے بچائے۔ چونکہ یہ ابتلاء و آزمائش کا مقام ہے۔ عوام کو مشتبہ کرنا اور شبہ میں ڈالنا عین حکمت و مصلحت ہے۔

اَللّٰهُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَهٗ وَاَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلًا وَّارْزُقْنَا اجْتِنَابَهٗ بِحُرْمَتِ سَيِّدِ الْبَشَرِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُهَا۔ یا اللہ حضرت سید البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل ہم کو حق کو حق دکھا۔ اور حق کی تابعداری ہمارے نصیب کر اور باطل کو باطل کرکے دکھا۔ اور اس سے ہم کو بچا۔

اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ایمان اور ان کے اصحاب کا ایمان اور اُن اولیا کا ایمان جو اصحاب سے ملحق ہیں دعوت کی طرف رجوع کرنے کے باعث غیب کے ساتھ بدلجاتا ہے جس طرح کوئی شخص دن میں آفتاب دیکھے

اور آفتاب کے وجود کے ساتھ ایمان شہودی حاصل کرلے۔ اور جب رات ہو جائے تو اس کا ایمان شہودی ایمان غیب کے ساتھ بدل جائے۔ اور علما کا ایمان اگرچہ غیب کے ساتھ ہے لیکن ان کے غیب نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث حدس کا حکم پیدا کر لیا ہے اور نظریت سے نکل چکا ہے۔

علما سے مراد اس جگہ علمائے آخرت ہیں نہ علمائے دنیا۔ کیونکہ علمائے دنیا عام مومنین میں داخل ہیں۔ اور ایمان بالغیب جو عام مومنین کی طرف منسوب ہے اس کے اقسام میں سے بہترین قسم وہ ایمان ہے جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید پر وابستہ ہے۔ اور قال اللہ اور قال الرسول سے تعلق رکھتا ہے۔

سوال۔ علما نے فرمایا ہے کہ ایمان استدلالی ایمان تقلیدی سے بہتر ہے۔ حتیٰ کہ بہت سے علما نے استدلال کو ایمان کی شرائط میں سے مقرر کیا ہے۔ اور ایمان تقلیدی کو معتبر نہیں جانتے۔ اور تو نے ایمان تقلیدی کو بہتر کہا ہے؟

جواب۔ وہ ایمان جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید سے حاصل ہوتا ہے وہی ایمان استدلالی ہے۔ کیونکہ صاحب تقلید دلیل کے ساتھ جانتا ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام تبلیغ رسالت میں صادق ہیں۔ کیونکہ وہ شخص جس کی اللہ تعالیٰ معجزات کے ساتھ تصدیق کرے بیشک سچا ہوتا ہے۔ پس انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جن کی تائید معجزات کے ساتھ ہوئی ہے سب کے سب صادق اور راست ہیں۔ تقلید غیر معتبر یہ ہے کہ ایمان میں اپنے باپ دادا کی تقلید کرے۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صداقت اور ان کی تبلیغ کی حقیقت کو منظور نہ رکھے۔ یہ ایمان اکثر علما کے نزدیک معتبر نہیں ہے۔

باقی رہا وہ استدلال جو ارباب نظر (منطقی) اپنے مقدمات کے ساتھ حاصل کرتے ہیں۔ اور صغرے وکبرے کی ترتیب سے ایمان نتیجہ ظاہر کرتے ہیں۔ یہ استدلال ایک ایسا امر ہے جو امکان کے نزدیک اور وقوع سے دور ہے۔ اور مقام استدلال میں واجب تعالیٰ کے اثبات کے لئے ارباب نظر میں سے مولانا جلال الدین دوانی جیسا معلوم نہیں کہ اور بھی کوئی گذرا ہو۔ کیونکہ وہ محقق بھی ہے اور متاخر بھی۔ اس نے اس امر عالی کے ثابت کرنے میں بہت کوشش کی ہے۔ باوجود اس امر کے اس کے استدلالی مقدمات میں سے کوئی ایسا مقدمہ نہیں ہے، جس میں اس کے رسالوں کے محشی منع یا نقض کے ساتھ پیش نہ آئے

ہوں۔ اور اچھے اچھے اعتراض نہ کئے ہوں۔ اس صاحب استدلال پر نہایت ہی افسوس ہے جو ایمان کو صرف استدلال ہی سے حاصل کرے اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید اس کی دستگیری اور مدد نہ کرے۔

رَبَّنَا اٰمَنَّا بِمَا اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ۔ اے رب ہمارے ہم اُس چیز کے ساتھ ایمان لائے جو تو نے نازل فرمائی اور اپنے رسول کی تابعداری کی پس ہم کو شاہدین کے ساتھ لکھ۔

مکتوب ۲۷۳

اس بیان میں کہ سالک کو چاہیئے کہ اپنے شیخ کے طریق کو لازم پکڑے۔ اور دوسرے مشائخ کے طریق کی طرف التفات و توجہ نہ کرے۔ اور اگر اس کے برخلاف واقعات ظاہر ہوں تو ان کا کچھ اعتبار نہ کرے کیونکہ شیطان بڑا بھاری دشمن ہے۔ اس کے مکر و فریب سے غافل نہ ہونا چاہیئے۔ اور اس کے مناسب بیان میں حضرت حسام الدین احمد کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں۔

آپ کا بزرگ محبت نامہ جو ازروئے کرم کے اس حقیر کے نام لکھا ہوا تھا پہنچا۔ بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ جَزَاكُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ خَيْرًا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

آپ کو لکھا جا چکا تھا کہ سماع کے منع ہونے کا مبالغہ مولود کے منع ہونے کو بھی شامل ہے۔ جو نعتیہ قصیدوں اور غیر نعتیہ شعروں کے پڑھنے سے مراد ہے۔ لیکن برادر عزیز میاں شیخ حسن نعمان اور بعض اس جگہ کے یار جنہوں نے واقعہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا ہے کہ اس مجلس مولود خوانی سے بہت خوش ہیں۔ ان پر مولود نہ سننا اور ترک کرنا بہت مشکل ہے۔

میرے مخدوم! اگر واقعات کا کچھ اعتبار ہوتا تو منامات اور خوابوں کا کچھ اعتبار نہ ہوتا۔ تو مریدوں کو پیروں کی حاجت نہ رہتی۔ اور طرق میں سے کسی ایک طریق کا لازم پکڑنا نامناسب معلوم ہوتا۔ کیونکہ ہر ایک مرید اپنے واقعات کے موافق عمل کر لیتا۔ اور اپنی خوابوں کے ...الخ

زندگی بسر کر لیتا۔ خواہ وہ واقعات و مقامات پیر کے طریقہ کے موافق ہوتے یا نہ ہوتے۔ اور خواہ پیر کے پسند ہوتے یا نہ ہوتے۔ اس تقدیر پر سلسلہ پیری و مریدی درہم برہم ہو جاتا۔ اور ہر بوالہوس اپنی وضع پر مستقل و برقرار ہو جاتا۔ حالانکہ مرید صادق ہزارہا واقعات کو اپنے پیر کے بادجود نیم جو کے ساتھ نہیں خریدتا۔ اور طالب رشید حضور پیر کی بدولت ان باتوں کو اضغاث احلام یعنی جھوٹی خوابیں جانتا ہے۔ اور کچھ التفات ان کی طرف نہیں کرتا۔ شیطان لعین بڑا بھاری دشمن ہے۔ جب منتہی اس کے مکر سے امن میں نہیں ہیں اور اس کے مکر سے ترساں و لرزاں ہیں تو پھر متوسطوں اور مبتدیوں کا کیا ذکر ہے ۔

حاصل کلام یہ کہ منتہی محفوظ ہیں اور شیطان کے غلبہ سے بچے ہوئے ہیں۔ برخلاف مبتدیوں اور متوسطوں کے۔ پس ان کے واقعات اعتماد کے لائق نہیں ہیں اور نہ ہی دشمن کے مکر سے محفوظ ہیں ۔

سوال۔ وہ واقعہ جس میں حضرت پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھیں وہ صادق ہے اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ ہے۔ لِاَنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَتَمَثَّلُ بِصُوْرَتِہٖ کَمَا وَرَدَ (کیونکہ شیطان حضور صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت سے متمثل نہیں ہو سکتا۔ جیسے کہ احادیث میں وارد ہے) پس یہ واقعات جن کا ہم ذکر کر رہے ہیں صادق اور شیطان کے مکر و فریب سے محفوظ ہیں؟

جواب۔ صاحب فتوحات مکیہ فرماتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس صورت خاصہ کے ساتھ جو مدینہ منورہ میں مدفون ہے متمثل نہیں ہو سکتا۔ اس خاص صورت کے سوا اور جس صورت میں کہ حضور کو دیکھیں متمثل ہو سکتا ہے۔ اور ان تمام صورتوں میں متمثل نہ ہونے کا حکم تجویز نہیں کرتا۔ اور کچھ شک نہیں کہ اس صورت علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی تشخیص خصوصاً منامات میں بہت مشکل ہے۔ پھر کس طرح اعتماد کے لائق ہو۔ اور اگر شیطان کے متمثل نہ ہونے کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صورت مخصوصہ کے ساتھ مخصوص کریں اور ہر صورت میں کہ دیکھیں عدم تمثل کو تجویز نہ کریں جیسے کہ بہت سے علماء اس طرف گئے ہیں۔ تو یہ بات آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بلندی شان کے نامناسب ہے ۔

میں کہتا ہوں کہ اس صورت سے احکام کا اخذ کرنا اور مرضی کا معلوم کرنا مشکل ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ دشمن لعین درمیان آگیا ہو۔ اور خلاف واقع کو واقع کی صورت میں ظاہر کیا ہو۔ اور دیکھنے والے کو شک و شبہ میں ڈال دیا ہو۔ اور اپنی عبارت و اشارت کو اس صورت علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی

عبارت اشارات کر دکھایا ہو ÷

چنانچہ مروی ہے کہ ایک دن حضرت سید البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم مجلس لگائے ہوئے تھے۔ اور قریش کے سردار اور کفار کے رئیس بھی اس مجلس میں حاضر تھے۔ اور بہت سے اصحاب کرام بھی وہاں موجود تھے۔ حضرت سید البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سورہ نجم پڑھنی شروع کی جب ان کے باطل خداؤں کا ذکر آیا تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام کے ساتھ (شیطان نے اپنا کلام) اس طرح ملادیا کہ حاضرین نے اس کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کا کلام سمجھا۔ اور ایک میں کچھ تمیز نہ کرسکے۔ تو کافروں نے جو وہاں موجود تھے شور مچایا۔ اور کہنے لگے کہ محمد (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے ہمارے ساتھ صلح کرلی ہے۔ اور ہمارے بتوں کی تعریف کی ہے۔ حاضرین اہل اسلام بھی اس کلام سے متحیر ہوگئے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو شیطان لعین کے کلام سے اطلاع نہ ہوئی۔ فرمایا کہ یہ کیا واقع ہے۔ اصحاب کرام نے عرض کی کہ اثنائے کلام میں اس قسم کے فقرے حضور علیہ السلام کی زبان سے نکلے ہیں۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت متفکر اور غمناک ہوئے۔ اسی اثنا میں جبرئیل امین علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حاضر ہوئے اور وحی لائے کہ وہ کلام القائے شیطانی تھا۔ اور کوئی نبی اور رسول ایسا نہیں گذرا ہے۔ جس کے کلام میں شیطان نے القا نہ کیا ہو۔ پس ازاں اللہ تعالےٰ نے اس کو رد کیا ہے۔ اور اپنے کلام کو محکم کیا ہے ÷

پس جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں بیداری کے وقت صحابہ کی مجلس میں شیطان لعین نے اپنے کلام باطل کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کلام میں القا کردیا۔ اور کسی نے تمیز نہ کی تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات کے بعد خواب کی حالت میں جو حواس کے معطل و بیکار ہونے کا محل اور شک و شبہ کا مقام ہے باوجود دیکھنے والے کی تنہائی کے کہاں سے معلوم ہوسکتا ہے کہ یہ واقعہ شیطانی کے تصرف اور مکر و فریب سے محفوظ اور مامون ہے۔ یا میں کہتا ہوں کہ نعتیہ قصیدوں کے پڑھنے اور سننے والوں کے ذہن میں متمکن ہوچکا تھا کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عمل سے راضی ہیں۔ جیسے کہ ممدوح اپنی مدح کرنے والوں سے راضی ہوتے ہیں۔ اور یہ معنے ان کی قوت متخیلہ میں منتقش ہوگئے ہوں۔ تو ہوسکتا ہے کہ واقعہ میں اسی اپنی متخیلہ صورت کو دیکھا ہو۔ بغیر اس بات کے کہ وہ واقع حقیقی ہو یا تمثل شیطانی۔ اور نیز واقعات اور رویائے صادقہ کبھی ظاہر پر محمول ہوتے ہیں۔ اور ان کی حقیقت وہی ہے جو دیکھنے والے نے دیکھی ہے مثلاً زید کی صورت کو خواب میں دیکھا ہے اور مراد اس سے عمرو دیکھا ہے۔ اس مناسبت کے لحاظ

سے جو زید و عمرو کے درمیان ہے ✦

پس کس طرح معلوم ہو سکے کہ یاروں کے یہ واقعات ظاہر پر محمول ہیں۔ اور ظاہر سے مصروف اور پھیرے ہوئے نہیں ہیں۔ کیوں نہیں ہو سکتا کہ ان واقعات سے مراد ان کی تعبیریں ہوں۔ اور وہ واقعات دوسرے امور سے کنایہ ہوں۔ بغیر اس بات کے کہ شیطانی تمثل کی گنجائش ہو۔ غرض واقعات کا کچھ اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ اشیا خارج میں بہت موجود ہیں۔ کوشش کرنی چاہئے کہ اشیاء کو بیداری میں دیکھیں جو اعتبار کے لائق ہے اور اس میں تعبیر کی بھی گنجائش نہیں۔ جو کچھ خواب خیال میں دیکھا جائے خواب خیال ہی ہے۔ وہاں کے یار مدت سے اپنی ہی وضع وطرز پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اختیار کی باگ اُن کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن میر محمد نعمان کا کیا چارہ ہے کہ منع کے بعد ایک لحظہ بھی توقف کرے۔ اور اگر بالفرض توقف کرے تو اس کو کون بخشیگا ✦

اس منع کرنے میں فقیر کا مبالغہ اپنی طریقت کے مخالفت کے باعث ہے۔ طریقت کی مخالفت خواہ سماع و رقص سے ہو خواہ مولود اور شعر خوانی سے۔ ہر طریق کے لئے ایک مطلب خاص تک وصول ہوتا ہے۔ اور اس طریق میں خاص مطلب تک وصول کا حاصل ہونا ان امور کے ترک کرنے کو سبب ہے۔ جس شخص کو یہ طلب ہو کہ اس طریق کے مطلب خاص تک پہنچ جائے اس کو چاہئے کہ اس طریق کی مخالفت سے بچے۔ اور دوسرے طریقوں کے مطالب کو منظور نظر نہ رکھے ✦

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ "میں نہ یہ کام کرتا ہوں اور نہ ہی انکار کرتا ہوں" یعنی یہ کام ہمارے خاص طریق کے منافی ہے اس لئے نہیں کرتا۔ اور چونکہ اس کام کو دوسرے مشائخ کرتے ہیں اس لئے انکار بھی نہیں کرتا۔ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا۔ ہر ایک کے واسطے ایک نہ ایک جہت ہے جس کی طرف وہ اپنا مُنہ کرنے والا ہے ✦

فیروز آباد جو ہم فقرا کا ماوٰے اور ہم پیروں اور معتقدوں کا جائے پناہ ہے۔ جب اس میں کوئی ایسا امر حادث ہو جائے جو اس طریقہ علیہ کے مخالف ہو۔ تو پھر ہم فقرا کیونکر مضطرب و بیقرار نہ ہوں حضرت مخدوم زادے اپنے والد بزرگوار کے طریق کو محفوظ رکھنے کے زیادہ مستحق اور حق دار ہیں ✦

حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے فرزندوں نے اپنے والد بزرگوار کے تغیر کے بعد ان کے اصل طریق کی محافظت کی اور تغیر کرنے والوں کے ساتھ لڑائی جھگڑا کیا چنانچہ آپ کے مبارک کانوں میں بھی پہنچا ہوگا ✦

نیز آپ نے ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ کے مشرب توحید العذب کی نسبت لکھا تھا

ہاں اوّل اوّل بعض امور میں مذہب ملامتیہ کی رعایت کر کے مساہلہ اور سستی کیا کرتے تھے۔ اور ملامت کو ترجیح دیکر بعض اشیا میں ترک عزیمت کیا کرتے تھے۔ لیکن آخر میں ان امور سے پرہیز کی۔ اور پھر ملامت و ملامتیہ کو کبھی یاد نہ کیا آپ نظر انصاف سے کام لیں۔ اگر بالفرض حضرت ایشاں قدس سرہٗ اس وقت دنیا میں زندہ ہوتے اور یہ مجلس و اجتماع ان کی موجودگی میں منعقد ہوتا۔ تو آیا حضرت قدس سرہٗ اس امر سے راضی ہوتے اور اس اجتماع کو پسند کرتے یا نہ۔ فقیر کا یقین ہے کہ حضرت قدس سرہٗ ہرگز اس امر کو پسند نہ کرتے بلکہ انکار کرتے۔ فقیر کا مقصد آپ کو جتلا دینا ہے۔ آپ قبول کریں یا نہ کریں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ اور نہ ہی آپ سے کوئی مشاجرہ اور لڑائی جھگڑے کی گنجائش ہے۔ اگر مخدوم زادے اور وہاں کے یار اپنی اسی وضع پر استقامت رکھیں اور اپنی حالت کو نہ بدلیں۔ تو ہم فقیروں کو ان کی صحبت سے سوائے مایوسی کے اور کچھ چارہ نہیں ہے۔ اس سے زیادہ کیا تکلیف دیجائے۔ وَالسَّلَامُ اَوَّلاً وَّ اٰخِرًا۔

مکتوب ۲۷۴

بلند ہمتی کی ترغیب اور شہودات سفلی کی طرف جو کثرت کے آئینوں سے تعلق رکھتے ہیں التفات نہ کرنے اور اس کے مناسب بیان میں شیخ یوسف برکی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کے تینوں خط جو آپ نے ارسال کئے تھے، پہنچے۔ اور احوال و کرامات کے واقعات جو ان میں درج تھے، سب واضح ہوئے۔ وہ حال جو (شہود وحدت در کثرت) کے حال کے بعد لکھا ہے اور اس عبارت میں ادا کیا ہے کہ دیگر انتہا یہ ہے کہ اوّل حال کی طرح شہود اور گم ہونا کم کرتا ہے یعنی میں بندہ ہوں اور مخلوق ہوں اور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت ہوں۔ یہ حال اصل ہے اور مذکورہ احوال سے بڑھ کر ہے لیکن انتہا اور چیز ہے اور نہایت اس سے کئی منزلیں دُور ہے ؎

ہنوز ایوان استغنا بلند است | مرا فکر رسیدن ناپسند است

ترجمہ: بہت اُونچا ہے استغنا کا ایواں | نہ کر کوشش وہاں چڑھنے کی ایجاں

کلمہ طیبہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ کے تکرار سے جو فقیر نے اس سے پہلے مکتوب میں آپ کی طرف لکھا تھا یہی مقصود تھا کہ اس شہود کی نفی ہو جائے جو کثرت کے ساتھ تعلق رکھتا تھا اللہ تعالیٰ

کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس کلمہ کی برکت سے یہ شہود آپ سے زائل ہو گیا۔ آپ ہمت کو بلند رکھیں۔ اور اس راہ کی جوز و مویز پر کفایت نہ کریں۔ اِنَّ اللّٰہَ سُبْحَانَہٗ یُحِبُّ مَعَالِی الْھِمَمِ (اللہ تعالےٰ بلند ہمت کو دوست رکھتا ہے) اور توحید کے تنگ کوچہ سے نکلکر شاہراہ پر آجائیں اگر آپ پہلے احوال کا تذکرہ نہ کریں اور کثرت آمیز شہود کی لذتوں کو یاد نہ کریں اور عمر بھر کی استقامت کے ساتھ اس راہ میں تگاپو فرماویں۔ تو کس قدر بڑی نعمت ہے کیونکہ بہت سے پوستیوں کو ہم نے دیکھا ہے کہ انہوں نے اپنے فعل کی برائی پر اطلاع پاکر پوست پینا چھوڑ دیا۔ اتفاقاً پھر مدت کے بعد جب کبھی پوست پینے کا حال اور اس کی لذت یاد آئی پھر اپنی پہلی حالت کی طرف لوٹ آئے۔

میرے مخدوم! وہ شہود جو کثرت کے آئینوں سے تعلق رکھتا ہے لذت بخش ہے۔ اور شہود تنزیہی جو جہالت و نادانی کی طرف میلان رکھتا ہے، اس التذاذ یعنی لذت بخشی سے بعید ہے۔ شیخ مقتدا کی مدد کے بغیر اس راہ پر چلنا مشکل ہے۔

برادر عزیز مولنا احمد برکی جس کو عام لوگ علما ظاہر سے جانتے ہیں۔ اور وہ بھی اپنے احوال اور اپنے یاروں کے احوال کی خبر نہیں رکھتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کا باطن شہود تنزیہی کی طرف متوجہ ہے جو جہل و نادانی کا مقام ہے۔ اور اس کا ایمان علما کی طرح ایمان بغیب ہے۔ اس کے باطن نے بلند فطرتی کے باعث کثرت آمیز شہود کی طرف التفات نہیں کی اور بظاہر ترہات صوفیہ کے ساتھ فریفتہ اور مغرور نہیں ہوا۔ اس کا وجود مبارک ان اطراف میں غنیمت ہے یہ حالت جس کی آپ نے خبر دی ہے۔ مولنا مذکور مدت سے اس حالت کے ساتھ متحقق ہے۔ لیکن اس کا علم کوئی نہیں جانتا۔ فقیر کے نزدیک اس جگہ کا مدار مولانا کے وجود پر ہے۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ ان اطراف کے صاحبان کشف پر کس طرح مخفی رہا ہے۔ حالانکہ فقیر کے نزدیک مولانا کا وجود آفتاب کی طرح ظاہر و باہر ہے۔ زیادہ کیا تکلیف دیجائے۔ فقط دعا و فاتحہ کی التماس ہے۔ والسلام۔

مکتوب ۲۷۵

ایک استفسار کے جواب میں جو اپنی قبولیت کے بارہ میں کیا تھا اور اپنے یاروں میں سے ایک یار کے احوال میں۔ اور علوم شرعیہ کی تعلیم اور احکام فقہیہ کے پھیلانے پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب بیان میں ملا احمد برکی کی طرف صادر فرمایا ہے۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ آپ کے دونوں مبارک نوازشنامے جو شیخ حسن وغیرہ کے ہمراہ ارسال کئے تھے، پہنچے۔ اور بہت خوشی حاصل ہوئی۔ ایک خط میں خواجہ اویس رحمۃ اللہ علیہ کا احوال لکھا تھا۔ اور دوسرے خط میں اپنی قبولیت کی نسبت استفسار فرمایا تھا۔ اسی اثنا میں آپ کے حال پر توجہ کی۔ دیکھا کہ اس گرد و نواح کے لوگ آپ کی طرف دوڑتے آتے ہیں۔ اور آپ کی طرف التجا کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ آپ کو اس بین کا مدار بنایا گیا ہے۔ اور ان حدود و اطراف کے لوگوں کو آپ کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ اَلْحَمْدُ وَالْمِنَّۃُ عَلٰی ذٰلِکَ (اس امر پر اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے) اس معاملہ کے ظہور کو واقعات سے نہ خیال کریں۔ کیونکہ واقعات میں شک و شبہ کا گمان ہوتا ہے۔ بلکہ مشاہدات اور محسوسات سے جانیں۔

اس دولت کے حاصل کرنے کے لئے آپ کے واسطے عمدہ ذریعہ یہ ہے کہ آپ اُس محبت و اخلاص کے ساتھ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے دوستوں کے واسطے محض اپنی عنایت سے عطا فرمائی ہے۔ ایسے مقامات میں جہاں کہ کفر متمکن ہو اور بدعتیں جاری ہوں۔ علوم شرعیہ کی تعلیم دیں اور احکام فقہیہ کو پھیلائیں۔ فَعَلَیْکُمْ بِتَعْلِیْمِ الْعُلُوْمِ الدِّیْنِیَّۃِ وَنَشْرِ الْاَحْکَامِ الْفِقْہِیَّۃِ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنَّھُمَا مِلَاکُ الْاَمْرِ وَمَنَاطُ الْاِرْتِقَاءِ وَمَدَارُ النَّجَاۃِ۔ آپ کو لازم ہے کہ علوم دینی کی تعلیم دیں اور جہاں تک ہو سکے احکام فقہیہ کو پھیلائیں۔ کیونکہ یہی دونوں اصل مقصود ہیں اور انہی پر ترقی اور نجات کا مدار ہے۔

اپنی کمر ہمت کو مضبوط باندھ کر علما کے گروہ میں داخل رہیں۔ اور امر معروف اور نہی منکر کر کے خلق کو حق تعالیٰ کے رستہ کی طرف راہنمائی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ ھٰذِہٖ تَذْکِرَۃٌ فَمَنْ شَاءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ سَبِیْلًا۔ یہ قرآن وعظ و نصیحت ہے جو شخص چاہے اللہ کی طرف رستہ حاصل کرے۔

ذکر قلبی بھی کہ جس کے ساتھ آپ مجاز ہیں۔ احکام شرعیہ کے بجالانے میں مدد دینے والا اور نفس امارہ کی سرکشی کو دور کرنے والا ہے۔ اس طریق کو بھی جاری رکھیں۔ اور اپنے یاروں کے احوال سے اطلاع نہ پانے پر آزردہ نہ ہوں۔ اور اس امر کو اپنی بے حاصلی کی دلیل نہ جانیں۔ یاروں کے احوال آپ کے کمالات کی آئینہ داری میں کافی ہیں۔ یہ بھی آپ ہی کے احوال ہیں جو بطریق انعکاس یاروں میں ظاہر ہوئے ہیں۔ شیخ حسن آپ کے ارکان دولت

میں سے ہے۔ اور آپ کے معاملہ کا ممد و معاون ہے۔ اور اگر بالفرض آپ کو ماوراء النہر یا ھندوستان کی سیر کی خواہش پیدا ہو جائے۔ تو وہاں آپ کا قائم مقام شیخ حسن ہے اس کے حق میں اپنی التفات و توجہ کو بخوبی مدنظر رکھیں۔ اور بہت کوشش فرمائیں تاکہ ضروری علوم دینی کی تحصیل سے جلدی فارغ ہو جائے۔ ھندوستان کی سیر آپ کے حق میں بھی غنیمت ہے اور اُس کے حق میں بھی۔ رَزَقَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمُ الْاِسْتِقَامَۃَ عَلٰی مِلَّۃِ الْاِسْلَامِ عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِیَّۃُ۔ اللہ تعالےٰ ہم کو اور آپ کو ملت اسلام پر استقامت عطا فرمائے ✣

آپ نے لکھا تھا کہ اس بار کے لئے چھ مہینے ہوئے ہیں کہ ترقی واقع ہوئی ہے جو کچھ اُس کو غیبت اور بے شعوری کی حالت اور ارواح طیبات سے حاصل ہوتا تھا۔ اب حالت بیداری میں دیکھتا ہے ✣

میرے مخدوم! یہ دید ترقی پر کچھ دلالت نہیں کرتی، خواہ شعور میں دیکھیں یا بے شعوری میں۔ کیونکہ قدم اوّل اس راہ میں یہ ہے کہ حق تعالےٰ کے غیر کو کچھ نہ دیکھیں اور اندیشہ میں ماسوی اللہ کا خیال نہ ہے۔ نہ اس معنے سے کہ اشیا کو حق تعالےٰ کا غیر نہ دیکھے اور ماسوے کے عنوان پر نہ جانے۔ کیونکہ یہ بات بجائے خود کثرت بینی ہے۔ بلکہ حق تعالےٰ کے غیر کو ہرگز نہ دیکھے اور نہ جانے۔ اس حالت کو فنا سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس راہ کی منازل میں سے یہ پہلی منزل ہے وَبِدُوْنِہٖ خَرْطُ الْقَتَادِ۔ ورنہ بیفائدہ تکلیف ہے ✣

وہ مکتوب جو ان دنوں میں لکھے گئے ہیں۔ بہت عزیز الوجود ہیں۔ اور بہت عجیب و غریب فوائد اُن میں درج ہیں۔ ان کی نقل شیخ حسن لے گئے ہیں۔ ان کو اچھی طرح ملاحظہ فرمائیں ✣

آپ نے اپنی والدہ مرحومہ کی مغفرت کے لئے دُعا کی التماس کی تھی، وہ التماس آپ کی قبول ہو گئی ہے۔ ان اطراف کے باقی احوال کو شیخ حسن مفصل طور پر بیان کریں گے ✣

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَفْضَلُھَا وَمِنَ التَّحِیَّاتِ اَکْمَلُھَا۔ اور سلام ہو اُس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا اور حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا ✣

فقیر اور فقیر زادے سلامتِ خاتمہ کے لئے دُعا کی التماس کرتے ہیں۔ والسلام ✣

مکتوب ۲۷۶

قرآن مجید کی آیات محکمات اور متشابہات کے بیان اور علماء راسخین اور ان کے کمالات اور اس کے بیان میں شیخ بدیع الدین کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِمْ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہِ الطَّیِّبِیْنَ الطَّاہِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ جَعَلَنَا اللّٰہُ سُبْحَانَہٗ وَاِیَّاکُمْ مِنَ الرَّاسِخِیْنَ فِی الْعِلْمِ۔ سب تعریف اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ اور حضرت سید المرسلین اور اُن کی تمام آل و اصحاب پر جو طیب و طاہر پاک و صاف ہیں صلوٰۃ وسلام ہو۔ اللہ تعالےٰ ہم کو اور آپ کو راسخین فی العلم میں سے بنائے ✦

اے برادر! حق تعالےٰ نے اپنی کتاب مجید کو دو قسم پر فرمایا ہے۔ ایک محکمات دوسری متشابہات ✦

قسم اول علم شرائع اور احکام کا منشا اور مبدء ہے۔ اور قسم ثانی حقائق اور اسرار کے علم کا مخزن ہے۔ اور وجہ (چہرہ) اور قدم اور ساق (پنڈلی) اور اصابع (انگلیاں) اور انامل (پورے) جو قرآن و حدیث میں آئے ہیں سب متشابہات میں سے ہیں۔ اور ایسے حروف مقطعات جو قرآنی سورتوں کے اول میں واقع ہوئے ہیں سب متشابہات میں سے ہیں جن کی تاویل پر علمائے راسخین کے سوا اور کسی کو اطلاع نہیں دی گئی۔ یہ خیال نہ کریں کہ تاویل مراد قدرت سے ہے جس کی تعبیر یَدْ سے کی ہے یا مراد ذات سے ہے جس کو وجہ سے تعبیر کیا ہے بلکہ ان کی تاویل ان پوشیدہ اسرار سے ہے جو اخص و خواص پر ظاہر کئے گئے ہیں ✦

یہ فقیر قرآن مجید کے حروف مقطعات کی نسبت کیا لکھے۔ کیونکہ ان حروف میں سے ہر ایک حرف عاشق و معشوق کے پوشیدہ اسرار کا ایک بحر موّاج ہے۔ اور محب و محبوب کے دقیق اور باریک امور کی ایک پوشیدہ رمز ہے۔ اور محکمات اگرچہ کتاب کی امہات یعنی اصل ہیں لیکن ان کے نتائج اور ثمرات جو متشابہات ہیں کتاب کے اصل مقاصد میں سے ہیں اُمہات نتائج کے حاصل ہونے کے لئے وسائل سے زیادہ نہیں۔ پس کتاب کا لُب یعنی مغز متشابہات ہیں۔ اور محکمات اُس کا قشر یعنی پوست۔ وہ متشابہات ہی ہیں جو رمز و اشارہ کے ساتھ اصل بیان ظاہر کرتی ہیں۔ اور اس مرتبہ کی حقیقت معاملہ کا نشان بتلاتی ہیں، برخلاف محکمات

کے متشابہات گویا حقائق ہیں۔ اور محکمات متشابہات کی نسبت ان حقائق کی صورتیں ہیں عالم راسخ وہ شخص ہے۔ جو لب یعنی مغز کو قشر یعنی پوست کے ساتھ جمع کر سکے اور حقیقت کو صورت کے ساتھ ملا سکے۔

علمائے قشر یہ قشر کے ساتھ خوش ہیں اور صرف محکمات پر ہی کفایت کئے ہوئے ہیں اور علمائے راسخین محکمات کے علم کو حاصل کر کے متشابہات کی تاویل سے بھی حظ وافر حاصل کر لیتے ہیں۔ اور صورت و حقیقت کو جو محکم و متشابہ ہیں، جمع کر لیتے ہیں۔ لیکن وہ شخص جو محکمات کے علم اور ان کے موافق علم کے بغیر متشابہات کی تاویل ڈھونڈے اور صورت کو چھوڑ کر حقیقت کی طرف دوڑے۔ ایسا شخص جاہل ہے جس کو اپنی جہالت کی بھی خبر نہیں ہے۔ اور گمراہ ہے اور اس کو اپنی بھی خبر نہیں۔ وہ نہیں جانتا کہ یہ جہان صورت اور حقیقت سے مرکب ہے۔ اور جب تک یہ جہان قائم ہے۔ کوئی حقیقت صورت سے الگ نہیں ہو سکتی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ اَىِ الْمَوْتُ كَمَا قَالَ الْمُفَسِّرُوْنَ (اپنے رب کی عبادت کرتے کہ تجھے یقین یعنی موت آ جائے جیسے کہ مفسرین نے کہا ہے) اللہ تعالیٰ نے عبادت کو موت کے زمانہ تک منتہی کیا جو اس جہان کا منتہا ہے لِاَنَّ مَنْ مَّاتَ فَقَدْ قَامَ قِيَامَتُهٗ (جو شخص مر گیا اس کی قیامت آ گئی) اور جہان آخرت میں حقائق کا ظہور ہے وہاں حقائق سے صورتوں کا الگ ہونا حاصل ہے۔ پس ہر جہان کا حکم علیحدہ ہے۔ ایک کو دوسرے کے ساتھ سوائے اس جاہل یا زندیق کے جس کا مقصود شرائع کا باطل کرنا ہے، خلط ملط نہیں کرتا۔ کیونکہ شریعت کا جو حکم مبتدی پر ہے وہی حکم منتہی پر ہے عام مومنین اور اخص خواص عارف اس امر میں مساوی اور برابر ہیں اکثر کچے متصوفہ اور بے سر و سامان ملحد اس امر کے درپے ہیں۔ کہ اپنی گردنوں کو شریعت کی اطاعت سے نکال لیں۔ اور احکام شرعیہ کو عوام کے ساتھ ہی مخصوص رکھیں۔ یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ خواص صرف معرفت ہی کے ساتھ مکلف ہیں۔ جیسے کہ اپنی جہالت کے باعث امیروں اور بادشاہوں کو عدل و انصاف کے سوا اور کسی چیز کے ساتھ مکلف نہیں جانتے۔ اور کہتے ہیں کہ شریعت کے احکام بجا لانے سے مقصود یہ ہے کہ معرفت حاصل ہو جائے۔ اور جب معرفت حاصل ہو جائے تو پھر شرعی تکلیفات ساقط ہو جاتی ہیں۔ اور اس آیت کو بطریق شہادت پیش کرتے ہیں۔ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ (اپنے رب کی عبادت کرتے کہ تجھے یقین حاصل ہو جائے) اور یقین کے

معنے اللہ کرتے ہیں۔ جیسے کہ سہل تستری رح نے کہا ہے۔ یعنی عبادت کی انتہا خدا کی معرفت حاصل ہونے تک ہی ہے۔ بظاہر جس شخص نے یقین کے معنے اللہ سبحانہ کے کئے ہیں اُس سے اس کی مراد یہ ہوگی کہ عبادت کی تکلیف کی انتہا حق تعالےٰ کی معرفت حاصل ہو جانے تک ہے نہ کہ نفس عبادت کی انتہا۔ کیونکہ یہ امر الحاد و زندقہ تک پہنچانے والا ہے۔ اور یہ لوگ خیال کرتے ہیں کہ عارفوں کی عبادت ریائی ہے۔ یعنی عارف اس واسطے عبادت کرتے ہیں کہ ان کے مقتدی اور پس رَو ان کی اقتدا کریں۔ نہ یہ کہ عارف عبادت کے محتاج ہیں۔ اور اس قول کی تائید میں مشائخ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا ہے کہ جب تک پیر منافق اور مرائی یعنی ریاکار نہ ہو۔ مرید اس سے نفع نہیں حاصل کر سکتے۔ خَذَلَهُمُ اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ مَا اَجْهَلَهُمْ (اللہ تعالیٰ ان کو خوار کرے یہ لوگ کیسے جاہل ہیں) عارفوں کو عبادت کی اس قدر حاجت ہے کہ اس کا دسواں حصہ بھی مبتدیوں کو حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ ان کے عروج عبادات پر ہی وابستہ ہیں۔ اور ان کی ترقیاں شرائع اور احکام کے بجالانے پر منحصر ہیں۔ عبادات کے ثمرے اور فائدے جن کی امید عوام کو کل قیامت کے دن ہے، عارفوں کو وہ ثمرات آج ہی حاصل ہیں۔ پس یہ عبادت کے زیادہ مستحق ہیں۔ اور ان کو شریعت کی زیادہ حاجت ہے۔

جاننا چاہیئے کہ شریعت صورت اور حقیقت کے مجموعہ سے مراد ہے۔ صورت ظاہر شریعت ہے اور حقیقت باطن شریعت۔ پس قشر و لب یعنی پوست و مغز، دونوں شریعت کے اجزا ہیں۔ اور محکم و متشابہ دونوں اس کے افراد۔

علمائے ظاہر نے اس کے قشر پر کفایت کی ہے اور علمائے راسخین نے اس کے قشر کو لب کے ساتھ جمع کیا ہوا ہے۔ اور مجموعہ صورت و حقیقت سے حظ وافر حاصل کیا ہے۔ پس شریعت کو اس شخص کی طرح جو صورت و حقیقت سے مرکب ہے تصور کرنا چاہیئے۔ ایک جماعت نے اس کی صورت کے ساتھ تعلق پیدا کر لیا اور اس کی حقیقت سے انکار کیا۔ اور ھدایہ و بزدوی کے سوا اپنا پیر مقتدا کسی کو نہ جانا۔ یہ لوگ علمائے قشر ہیں۔ اور دوسری جماعت کے لوگ اس کی حقیقت کے گرفتار ہو گئے لیکن اس حقیقت کو شریعت کی حقیقت نہ جانا۔ بلکہ شریعت کو صورت پر محدود رکھا۔ اور قشر خیال کیا۔ اور اس کے سوا لُب کو تصور کیا۔ اور باوجود اس کے احکام شریعت کے بجالانے سے سرِمُو نہ ہٹے۔ اور صورت کو ہاتھ سے نہ دیا۔ اور احکام شریعت میں سے کسی ایک حکم کے ترک کرنے والے کو بطّال اور ضالّ یعنی جھوٹا اور گمراہ سمجھا

یہ لوگ خدائے تعالےٰ کے اولیا ہیں جنہوں نے حق تعالےٰ کی محبت میں اس کے ماسوے سے قطع تعلق کیا ہے۔ ایک اور گروہ کے لوگ ہیں جو شریعت کو صورت اور حقیقت سے مرکب جانتے ہیں۔ اور قشر و لُب کے مجموعہ کا یقین کرتے ہیں۔ ان کے نزدیک شریعت کی صورت کا حاصل ہونا اس کی حقیقت کے حاصل ہونے کے بغیر اعتبار سے ساقط ہے۔ اور اس کی حقیقت کا حاصل ہونا صورت کی ثبات کے بغیر ناتمام و ناقص ہے۔ بلکہ صُورت کے حاصل ہونے کو جو حقیقت کے ثبوت کے بغیر ہو۔ اس کو بھی اسلام ہی سے جانتے ہیں اور نجات بخش تصور کرتے ہیں جیسے علمائے ظاہر اور عام مومنین کا حال ہے۔ اور صورت کے بغیر حقیقت کا حاصل ہونا محال تصور کرتے ہیں۔ اور اس کے قائل کو زندیق اور گمراہ کہتے ہیں ؛

غرض تمام ظاہری باطنی کمالات ان بزرگواروں کے نزدیک کمالات شرعیہ میں منحصر ہیں۔ اور علوم و معارف الٰہیہ ان عقاید کلامیہ پر وابستہ ہیں جو اہل سنت وجماعت کے لئے ثابت ہو چکے ہیں۔ ہزار ہا شہود اور مشاہدات کو حق تعالےٰ کی بیچونی اور بیچگونگی کے ایک مسئلہ کے (جو مسائل کلامیہ میں سے ہے) برابر نہیں جانتے۔ اور ان احوال و مواجید اور تجلیات و ظہورات کو جو احکام شرعیہ کے کسی حکم کے برخلاف ظاہر ہوں۔ ہم جو کے برابر نہیں خریدتے اور ایسے ظہور کو استدراج خیال کرتے ہیں۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالےٰ نے ہدایت دی ہے پس تو بھی ان کی ہدایت پر چل ؛

یہ لوگ علمائے راسخین ہیں جن کو حقیقت معاملہ پر اطلاع دی گئی ہے اور آداب شریعت کو مدنظر رکھنے کی برکت سے ان کو شریعت کی حقیقت تک پہنچا دیا گیا ہے۔ برخلاف فرقہ ثانیہ کے کہ اگرچہ وہ بھی حقیقت کی طرف متوجہ اور اُس کے ساتھ گرفتار ہیں۔ اور حتے المقدور شریعت کے بجا لانے میں سرمُو تجاوز نہیں کرتے۔ لیکن چونکہ انہوں نے حقیقت کو شریعت کے ماسوا جانا ہے اور شریعت کو اس حقیقت کا پوست تصور کیا ہے۔ اس لئے اس حقیقت کے ظلال میں سے کسی ظل میں رہ گئے ہیں۔ اور اس حقیقت کے اصل معاملہ تک پہنچنے کی راہ نہیں پائی۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی ولایت ظلی ہے اور ان کا قرب صفاتی۔ برخلاف علمائے راسخین کی ولایت کے کہ اصلی ہے اور انہوں نے اصل تک پہنچنے کا راستہ پا لیا ہے۔ اور ظلال کے تمام حجابوں اور پردوں سے گذر گئے ہیں پس ان کی ولایت انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت ہے اور ان اولیا کی ولایت انبیائے علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت کا ظل ہے ؛

ابتدا میں فقیر یہ سمجھتا تھا کہ علمائے راسخین کو متشابہات کے ساتھ ایمان لانے کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہے۔ اور ان تاویلوں کو جو علمائے صوفیہ نے بیان کی ہیں متشابہات کے شان کے لائق نہ سمجھتا تھا۔ اور ان تاویلوں کو ان اسرار سے جو چھپانے کے قابل ہوں تصور نہ کرتا تھا۔ جیسے کہ عین القضاۃ نے بعض متشابہات کی تاویل میں کہا ہے:-

مثلاً الف، لام، میم سے الٓمٓ مراد لی ہے جس کے معنے درد کے ہیں جو عشق و محبت کو لازم ہے وغیرہ وغیرہ۔

آخر کار جب حضرت حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے محض اپنے فضل سے متشابہات کی تاویلات کا تھوڑا سا حال اس فقیر پر ظاہر کیا۔ اور اس مسکین کی استعداد کی زمین میں اس دریائے محیط سے ایک چھوٹی سی نہر چلا دی تو معلوم ہوا کہ علمائے راسخین کو بھی متشابہات کی تاویلات کا بہت سا حصہ حاصل ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔ اللہ تعالےٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں۔

واقعات مذکورہ کی تعبیر جو آپ نے طلب فرمائی تھی۔ اس کو حضور اور ملاقات پر منحصر رکھا گیا ہے۔ اسی واسطے ان کی نسبت کچھ نہیں لکھا۔ کیا کیا جائے۔ قلم اور ہی معارف کی طرف جاری ہو گئی۔ اور یہی معاملہ پیش آ گیا۔ اُمید ہے کہ معاف فرمائینگے۔

وَالسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَعَلٰی سَآئِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰۤی اٰلِہٖ وَاِخْوَانِہِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ الْعُلٰی۔ اور سلام ہو آپ پر اور اُن لوگوں پر جو ہدایت کی راہ پر چلے اور حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۷۷

علم الیقین اور عین الیقین اور حق الیقین کے بیان میں مُلّا عبد الحی کی طرف صادر فرمایا ہے:-

اور یہ علوم اُن علوم سابقہ میں سے ہیں جو آپ نے توسط حال میں تحریر کئے تھے۔ اس معرفت میں نہایت شہود انفسی ہے۔ اور وہ معارف جو اخیر میں لکھے ہیں۔ ان میں نفسی کو

شہود آفاقی کی طرح لاحاصل سمجھ کر انفسی و آفاقی شہود کے ماسوائے اور شہود کو ثابت کیا ہے۔ بلکہ نفس شہود کو وصول کا دروازہ جان کر اس کے علاوہ اور علوم و معارف لکھے ہیں۔ جیسے کہ آپ کی کتابوں اور رسالوں سے یہ بات ظاہر ہے۔

بداں أرشدک اللہ تعالے! خدا تجھے ہدایت دے۔ جان لے کہ حق تعالے و سبحانہ کی ذات میں علم الیقین ان آیات و نشانات کے شہود سے مراد ہے، جو حق تعالے کی قدرت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور ان آیات کے شہود کو سیر آفاقی کہتے ہیں لیکن آفاقی شہود اور حضور سیر انفسی کے سوائے متصور نہیں۔ اور وہ سالک کے اپنے نفس میں ہوتا ہے ؎

ذرہ گر بس نیک و ر بس بد بود — گر چہ عمرے تگ زند در خود بود

ترجمہ ؎ ذرہ دوڑے خواہ کم خواہ تیز تر — ہے اُسی جا گرچہ دوڑے عمر بھر

اور جو کچھ اپنے باہر میں مشاہدہ کرتا ہے سب حق تعالے کی ذات پر دلائل و آثار کے مشاہدہ کی قسم سے ہے نہ کہ حق تعالے کی ذات مشاہدہ۔

قطب المحققین سید العارفین ناصر الدین خواجہ عبید اللہ قدس سرہٗ الاقدس نے فرمایا ہے کہ سیر دو قسم پر ہے۔ ایک سیر مستطیل۔ دوسری سیر مستدیر۔

سیر مستطیل، بُعد در بُعد ہے۔ اور سیر مستدیر، قرب در قرب۔

سیر مستطیل یہ ہے کہ اپنا مقصود اپنے دائرے کے باہر طلب کریں اور سیر مستدیر یہ ہے کہ اپنے دل کے گرد پھریں اور اپنا مقصود اپنے ہی سے طلب کریں۔

پس وہ تجلیات جو حسی یا مثالی صورتوں میں اور انوار کے پردہ میں ہوں۔ خواہ کوئی صورت ہو۔ اور خواہ کوئی نور ظاہر ہو۔ وہ نور خواہ رنگین ہو یا بیرنگ۔ اور متناہی ہو یا غیر متناہی اور کائنات کو محیط ہو یا نہ ہو۔ سب علم الیقین میں داخل ہیں۔

حضرت مخدومی مولوی عبد الرحمن جامی قدس سرہٗ السامی لمعات میں اس طرح فرماتے ہیں ؎

اے دوست ترا بہر مکاں می جستم — ہر دم خبرت ز این و آں می جستم

ترجمہ ؎ ڈھونڈتا پھرتا تھا میں اے دوست تجھ کو جا بجا
اور این و آں سے تھا تیری خبر میں پوچھتا

اس مضمون میں بھی مشاہدہ آفاقی کی طرف اشارہ ہے، جو علم الیقین کے لئے مفید ہے۔ اور

یہ شہود چونکہ مقصود منہٗ کی خبر نہیں دیتا اور سوائے امارت استدلال کے اس کا کچھ حصول نہیں بخشتا۔ اس لئے دھوئیں اور گرمی کے مشاہدہ کی طرح ہے جو آگ کی ذات پر دلالت کرتا ہے پس یہ شہود علم کے دائرہ سے نہیں نکل سکتا۔ اور نہ ہی عین الیقین کے لئے کچھ مفید ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی سالک کا وجود اس سے فانی ہو سکتا ہے ❖

عین الیقین حق تعالےٰ کے شہود سے مراد ہے بعد اس کے کہ علم الیقین سے معلوم کر چکیں۔ اور یہ شہود سالک کے فنا کو مستلزم ہے۔ اور اس شہود کے غلبہ میں اس کا تعین بالکل گم ہو جاتا ہے۔ اور اس کے دیدۂ شہود میں اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا۔ اور اس شہود میں فانی و مستہلک یعنی مستغرق ہو جاتا ہے۔ یہ شہود اس طائفہ عُلیہ قدس سرہم کے نزدیک ادراک سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اور معرفت بھی اس کو کہتے ہیں۔ اس ادراک میں خواص عوام شریک ہیں۔ لیکن فرق یہ ہے کہ خواص کو خلق کا شہود، حق تعالےٰ کے شہود سے مانع نہیں ہوتا بلکہ ان کے دیدۂ شہود میں حق جل شانہٗ کے سوا اور کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ اور عوام کو یہ شہود مانع ہو کر یہی باعث ہے کہ اس شہود سے غافل اور اس ادراک سے بےخبر رہتے ہیں۔ اور یہ عین الیقین علم الیقین کا حجاب ہے۔ جیسے کہ علم الیقین عین الیقین کا حجاب ہے۔ اس شہود کی تحقیق کے وقت سراسر حیرت و نادانی ہے۔ علم کی اس میں ہرگز گنجائش نہیں ہے ❖

بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ علم الیقین، عین الیقین کا حجاب ہے اور عین الیقین علم الیقین کا حجاب ❖

اور نیز بعض نے فرمایا ہے کہ اس شخص کی علامت جس نے اللہ تعالےٰ کو جیسے کہ اس کے پہچاننے کا حق ہے پہچان لیا، یہ ہے کہ اُس کے سر پر واقف ہو جاتا ہے۔ لیکن اس کا اس کو علم نہیں ہو سکتا۔ ایسا شخص اس معرفت میں کامل ہے، جس کے سوا اور کوئی معرفت نہیں ہے ❖

اور نیز بعض نے فرمایا ہے کہ سب سے زیادہ اللہ تعالےٰ کا عارف وہ شخص ہے جو سب سے زیادہ حیران و پریشان ہے ❖

حق الیقین حق تعالےٰ کے شہود سے مراد ہے بعد اس کے کہ تعین دور ہو جائے۔ اور تعین فانی اور نابود ہو جائے لیکن یہ شہود حق تعالےٰ سے حق تعالےٰ کی طرف ہے۔ کیونکہ لَا یَحْمِلُ الْعَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاہُ (بادشاہ کے عطیوں کو اُسی کے اونٹ

اُٹھا سکتے ہیں) اور یہ شہود بقا باللہ میں جو بِیْ یَسْمَعُ اور بِیْ یُبْصِرُ کا مقام ہے حاصل ہوتا ہے اور کبھی سالک کو فنائے مطلق کے ساتھ متحقق ہونے کے بعد جو ذات و صفات کی فنا ہے حق تعالےٰ محض اپنی عنایت سے اپنے نزدیک سے ایک وجود عطا کرتا ہے۔ اور سکر حال اور بیخودی سے صحو اور افاقت یعنی ہوشیاری میں لے آتا ہے۔ اور اس وجود کو وجود موہوب حقانی یعنی خدا کا دیا ہوا وجود کہتے ہیں۔ اس مقام میں علم و عین ایک دوسرے کا حجاب نہیں ہوتے۔ عین میں علم کا شہود اور علم میں عین کا مشاہدہ ہوتا ہے جس کو عارف اس مقام میں عین حق پاتا ہے۔ نہ یہ کہ تعین کونی کے ساتھ کیونکہ اس کے دیدۂ شہود میں اس کا کوئی اثر نہیں رہتا۔ اور ان تجلیات صوریہ سے کہ جن میں اپنے تعینات اور صورتوں کو حق تعالےٰ معلوم کرتے ہیں، مراد وہ تعینات کونیہ ہیں جن کی طرف فنا نے راہ نہیں پایا۔ فَاَیْنَ اَحَدُهُمَا عَنِ الْاٰخَرِ (ان دونوں کے درمیان بہت فرق ہے) مَا لِلتُّرَابِ وَ رَبِّ الْاَرْبَابِ ؎

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

اگرچہ ظاہر عبارت سے عوام کے نزدیک تجلّی صوری (کہ جس میں اپنے آپ کو حق پاتے ہیں) اور حق الیقین کے درمیان (جہاں کہ اپنے سر کو حق پاتے ہیں) کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا لیکن تجلّی صوری میں انا صورت پر پڑتا ہے اور حق الیقین میں حقیقت پر۔ اور نیز تجلّی صوری میں حق کو اپنے آپ سے دیکھتے ہیں۔ اور اس مقام میں حق کو حق سے دیکھتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ حق کو اپنے آپ سے نہیں دیکھ سکتے۔ یہ حق الیقین ہی کا مرتبہ ہے جہاں کہ شہود کی حقیقت متحقق ہے۔ اور بعض مشائخ زمان نے جب اس فرق پر اطلاع نہ پائی اور تعین کونی کے سوا اس تعین کو نہ جانا۔ تو انہوں نے ان بزرگواروں پر جنہوں نے حق الیقین کی اس طرح پر تفسیر و تشریح کی ہے جیسے کہ مقرر و ثابت ہو چکی ہے، زبان طعن دراز کی۔ بدیں خیال کہ یہ تعین تجلّی صوری میں جو سلوک کا اول قدم ہے، حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس تعین کی اُنہوں نے حق الیقین کے ساتھ جو سلوک میں نہایت قدم ہے تفسیر و تشریح کی ہے۔ یہ اُن کا خیال کس طرح ٹھیک ہو سکتا ہے۔ جب کہ یہ امر ثابت ہے کہ وہ حق الیقین جو ان کو نہایت میں حاصل ہوتا ہے۔ وہ ہم کو تجلّی صوری میں حاصل ہو جاتا ہے جو ہمارا اول قدم ہے۔ وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ اللہ تعالےٰ جس کو چاہتا ہے سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے ◆

مکتوب ۲۷۸

اس بیان میں کہ عقائد کے درست کرنے اور شریعت غرا کے موافق عمل کرنے کے بعد ہر شخص کو لازم ہے کہ اپنے دل کو ماسوائے حق سے سلامت رکھے جس کو نسیان ماسوا کہتے ہیں۔ اور طریقہ علیہ نقشبندیہ کی تعریف اور موتٰی یعنی مردوں کی امداد و اعانت پر ترغیب دینے اور اس کے مناسب بیان میں ملّا عبدالکریم سنامی کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

برادر عزیز کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ بہت خوشی حاصل ہوئی۔ وہ نصیحتیں جو آگے یاد دلائی گئی ہیں۔ اور اب بھی کرنے کے لائق ہیں۔ وہ یہ ہیں کہ اول اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی کلامیہ کتابوں کے موافق اپنے عقائد کو درست کریں۔ پھر احکام فقہیہ یعنی فرض و واجب و سنت و مندوب و حلال و حرام و مکروہ و مشتبہ علمی اور عملی طور پر بجا لائیں۔ اس کے بعد لازم ہے کہ اپنے دل کو ماسوائے حق کی گرفتاری سے سلامت رکھیں۔ اور دل کی سلامتی اس وقت حاصل ہوتی ہے جب کہ دل میں ماسوائے حق کا گذر نہ رہے۔ یعنی اگر بالفرض ہزار سال تک زندگی وفا کرے تو بھی حق تعالیٰ کے سوا اور کچھ دل میں نہ گزرے۔ نہ اس معنے سے کہ اشیاء دل میں گذریں اور ان کو غیر حق نہ جانیں۔ کیونکہ یہ بات ابتدا میں توحید کے مراقبہ کرنے والوں کو بھی حاصل ہو جاتی ہے۔ بلکہ اس معنے سے کہ اشیاء ہرگز دل میں نہ آنے پائیں۔ اور اشیاء کا دل پر گذر نہ ہونا اس بات پر مبنی ہے کہ دل ماسوائے حق کو اس طرح بھول جائے کہ اگر تکلف کے ساتھ بھی اشیاء اسے یاد دلائیں۔ تو اس کو یاد نہ آئیں۔ اس دولت کو فنائے قلب سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور اس راہ میں یہ پہلا قدم ہے۔ اور باقی جتنے ولایت کے کمالات ہیں سب اسی دولت کی فرع ہیں ؎

ہیچکس را تا نگردد او فنا　　نیست رہ در بارگاہ کبریا

ترجمہ: جب تلک کوئی نہ ہو جائے فنا　　رہ نہیں ملتی اُسے سوئے خدا

اور اس دولت عظمیٰ تک پہنچنے کے لئے سب سے زیادہ قریب راستہ طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس سرہم کا طریقہ

ہے۔ کیونکہ ان بزرگواروں نے اپنی سیر کی ابتدا عالم امر سے کی ہے۔ اور قلب سے قلب کے پھیرنے والے یعنی خدا کی طرف راستہ لیگئے ہیں۔ انہوں نے دوسروں کی ریاضتوں اور مجاہدوں کے بجائے سنّت کو لازم پکڑا ہے۔ اور بدعت سے کنارہ کیا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہمارا طریقہ سب طریقوں سے زیادہ قریب ہے۔ لیکن سنّت کو لازم پکڑنا بہت مشکل کام ہے۔ فَطُوْبٰی لِمَنْ تَوَسَّلَ بِھِمْ وَاقْتَدٰی بِھُدٰھُمْ مبارک ہیں وہ لوگ جنہوں نے ان کے ساتھ وسیلہ پکڑا اور ان کی ہدایت کا راستہ اختیار کیا۔

مولانا جامی قدس سرہٗ نے فرمایا ہے ؎

نقشبندیہ عجب قافلہ سالار انند — کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ صحبت شاں — مے برد وسوسہ خلوت و فکر چلہ را
قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن و قصور — حاش للہ کہ برارم بزباں ایں گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند — روبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

ترجمہ ؎

عجب ہی قافلہ سالار ہیں یہ نقشبندی — کہ لیجاتے ہیں پوشیدہ حرم تک قافلے کو
دل سالک سے جذبہ انکی صحبت اور الفت کا — مٹا دیتا ہے یکدم فکر خلوت اور چلّے کو
اگر کوتہ نظر کوئی لگائے طعن ان کو — نہ لاؤں میں کبھی اپنی زباں پر اس گلے کو
جہاں کی شیر سب باندھے ہوئے ہیں سلسلے میں — نہیں حیلے سے روبہ توڑ سکتی سلسلے کو

دوسرے یہ کہ قاضی محمد شریف کا محبت سے بھرا ہوا نوازشنامہ پہنچا۔ چونکہ فقرا کی محبت سے پُر تھا، کمال خوشی کا باعث ہوا۔ فقیر کی دعا و سلام اس کو پہنچا دیں۔

تیسرے واضح ہو کہ شیخ حبیب اللہ کا مکتوب مرغوب پہنچا۔ اس نے اپنے والد مرحوم کے فوت ہو جانے کی نسبت لکھا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ فقیر کی طرف سے دعا پہنچا کر ماتم پُرسی بجا لائیں اور کہیں کہ دعا و فاتحہ و صدقہ و استغفار سے اپنے والد مرحوم کی امداد و اعانت کریں۔ فَاِنَّ الْمَیِّتَ کَالْغَرِیْقِ یَنْتَظِرُ دَعْوَۃً تَلْحَقُہٗ مِنْ وَّلَدٍ اَوْ اَبٍ اَوْ اُمٍّ اَوْ اَخٍ اَوْ صَدِیْقٍ۔ مردہ غریق کی طرح ہوتا ہے جو دعا کا منتظر رہتا ہے جو اس کو بیٹے یا باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے پہنچتی ہے۔

چوتھے واضح ہو کہ شیخ احمد ان بزرگواروں کا طریقہ اخذ کر کے بہت متاثر ہوا ہے

حق تعالیٰ اُس کو استقامت عطا فرمائے۔ مشائر الیہ چونکہ از سرِ نو اسلام لایا ہے یعنی نو مسلم ہے اس واسطے اس کو عقائد کلامیہ جو فارسی کتابوں میں مذکور ہیں سکھائیں۔ اور احکام فقہیہ کی بھی تعلیم دیں۔ تاکہ فرض و واجب و سنت و مندوب و حلال و حرام و مکروہ و مشتبہ کو پہچان لے۔ اور اس کے موافق اپنی زندگی بسر کرے۔ اور کتاب گلستان و بوستان کا پڑھنا پڑھانا بیکاری میں داخل ہے والسلام۔

مکتوب ۲۷۹

ملا حسن کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ اس کی اُس نعمت کے شکر ادا کرنے کے بیان میں کہ اُس نے آپ کو طریقہ علیہ نقشبندیہ پر دلالت و رہنمائی کی تھی۔ اور اس کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کی اُن نعمتوں کا اظہار کیا ہے جو اُس کے وسیلے حاصل ہوئی تھیں:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

آپ کا مبارک صحیفہ جو ازروے کرم و التفات کے اس فقیر کے نام لکھا تھا جناب مولانا محمد علی نے پہنچایا۔ بڑی خوشی کا باعث ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کو سلامت رکھے۔

آپ نے دریافت فرمایا تھا کہ شیخ محی الدین ابن عربی رح کی یہ عبارت سَبَبُ تَرْتِیْبِ خِلَافَتِہِمْ مُدَّۃُ اَعْمَارِہِمْ (ان کی خلافت کی ترتیب کا سبب ان کی عمروں کی مدت ہے) شیخ موصوف کی کونسی تصنیف شدہ کتاب میں واقع ہے۔

میرے مخدوم! مدت ہوئی ہے کہ فقیر نے اس عبارت کو فتوحات مکیہ میں دیکھا تھا۔ لیکن اب وہ مقام ہر چند تلاش کیا، پر نہ ملا۔ اگر دوسری بار نظر سے گذرا تو عرض کر دیا جائیگا انشاء اللہ تعالیٰ۔

دوسرے یہ کہ فقیر آپ کی نعمت کا شکر ادا کرنے اور آپ کے اس احسان کا بدلہ دینے میں قصور اور عاجزی کا اقرار کرتا ہے۔ یہ سب کاروبار اسی نعمت پر مبنی ہے۔ اور یہ سب دید و داد اسی احسان پر وابستہ ہے۔ آپ کے حسن توسط اور وسیلہ سے فقیر کو وہ کچھ دیا ہے جو کسی نے دیکھا ہی نہیں۔ اور آپ کے توسل کی یُمن و برکت سے وہ کچھ بخشا ہے کہ کسی نے اس کا مزہ چکھا ہی نہیں۔ خاص خاص عطیئے اس قدر عطا فرمائے ہیں کہ اکثر لوگوں کو ان عطیوں کا علم بھی حاصل نہیں ہوا۔ احوال و مقامات اور اذواق و مواجید اور علوم و معارف اور تجلیات

وظہورات سب کو عروج کے نیستے بنا کر قرب کے درجوں اور وصول کی منزلوں تک پہنچا دیا۔
قرب وصول کا لفظ میدان عبارت کی تنگی کے باعث اختیار کیا ہے۔ ورنہ وہاں نہ قرب ہے نہ وصول نہ عبارت ہے نہ اشارت نہ شہود ہے نہ حلول نہ اتحاد ہے نہ کیف نہ این نہ زمان نہ مکان نہ احاطہ نہ سریان نہ علم نہ معرفت نہ جہل نہ حیرت ؎

چہ گویم باتو از مرغے نشانہ — کہ با عنقا بود ہم آشیانہ
ز عنقا ہست نامے پیش مردم — ز مرغ من بود آن نام ہم گم

ترجمہ:
کہوں کیا مرغ کا اپنے نشانہ — کہ ہے عنقا سے جو ہم آشیانہ
مگر عنقا تو ہے لوگوں کو معلوم — مرے اس مرغ کا ہے نام معدوم

چونکہ اللہ تعالیٰ کے ان احسانوں کے اظہار میں جن کا ظہور عالم اسباب میں آپ کی اس نعمت پر ہوا ہے۔ آپ کی نعمت کا شکر بھی شامل تھا۔ اس واسطے چند فقروں میں درج کر کے تحریر کیا گیا تاکہ آپ کی نعمت کا تھوڑا شکر ادا ہو جاوے۔

وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى سَائِرِ مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ۔ سلام ہو آپ پر اور ان تمام لوگوں پر جو ہدایت کی راہ پر چلے اور حضرت مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۸۰

اس بیان میں کہ اس گروہ کی محبت سعادت کا سرمایہ ہے اور جس کسی کو اس نعمت سے مشرف فرمائیں اور استقامت دیں اس کو سب کچھ دیدیتے ہیں۔ حافظ محمود کی طرف صادر فرمایا ہے :۔

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد واضح ہو کہ آپ کا مکتوب شریف جو جناب مولانا محمد علی کے ہمراہ ارسال کیا تھا۔ پہنچا اور بڑی خوشی کا موجب ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور احسان ہے کہ فقرا کی محبت جو دنیا و آخرت کی سعادت کا سرمایہ ہے۔ آپ کو کامل طور پر حاصل ہے۔ اور مفارقت کی دور از مدت نے اس میں کچھ تاثیر نہیں کی۔ دو چیزوں کی محافظت ضروری ہے۔ ایک صاحب شریعت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت دوسرے شیخ مقتدا کی محبت و اخلاص۔ ان دو چیزوں کے ساتھ اور جو کچھ دیدیں سب نعمت ہی نعمت ہے۔ اور اگر کچھ

بھی نہ دیں لیکن یہ دو چیزیں راسخ اور مضبوط ہوں، تو پھر کچھ غم نہیں۔ آخر ایک دن دے دینگے اور اگر نعوذ باللہ ان دو چیزوں میں سے کسی ایک میں خلل پڑ جائے۔ اور احوال و اذواق بھی بدستور اپنے حال پر رہیں۔ تو ان کو استدراج جاننا چاہیئے اور اپنی خرابی اور بربادی خیال کرنی چاہیئے۔ استقامت کا طریق یہی ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَفِّقُ (اللہ تعالیٰ ہی توفیق دینے والا ہے) والسلام۔

مکتوب ۲۸۱

سلسلہ علیہ نقشبندیہ کی نسبت حاصل کرنے کی نعمت کے شکر میں۔ اور اس بیان میں کہ اس طریق میں تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف راستہ کھول دیتے ہیں۔ اور جو شخص اس طریق میں اپنے واقعات اور منامات یعنی خوابوں پر بھروسہ کرلے اور نئے نئے امور پیدا کرے۔ اور آداب طریقت کی رعایت نہ کرے۔ وہ زیانکار اور نا اُمید رہتا ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں سیادت مآب میر محمد نعمان کی طرف لکھا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اُس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

اس اعلیٰ نعمت کا شکر کس زبان سے ادا کیا جائے کہ حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ نے ہم فقرا کو اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی آراء کے موافق اپنے عقائد کو درست کرنے کے بعد طریقہ علیہ نقشبندیہ کے سلوک سے مشرف فرمایا۔ اور اس خاندان بزرگ کے نسبت یافتہ مریدوں سے بنایا۔

فقیر کے نزدیک اس طریق میں ایک قدم لگانا دوسرے طریقوں میں سات قدم لگانے سے بہتر ہے۔ وہ راستہ جو تبعیت اور وراثت کے طور پر کمالات نبوت کی طرف کھولا جاتا ہے، وہ اسی طریقہ علیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ دوسرے طریقوں کی انتہا صرف کمالات ولایت کے انتہا تک ہے۔ وہاں سے آگے کمالات نبوت کی طرف کوئی راستہ نہیں کھلا یہی وجہ ہے کہ اس فقیر نے اپنی کتابوں اور رسالوں میں لکھا ہے کہ ان بزرگواروں کا طریق اصحاب کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا طریق ہے۔ جس طرح اصحاب کرام وراثت کے طور پر کمالات نبوت سے حظ وافر حاصل کرلیتے ہیں۔ اس طریق کے منتہی بھی تبعیت کے طور پر ان کمالات

سے کامل حصہ پا لیتے ہیں۔ وہ مبتدی اور متوسط جنہوں نے اس طریق کو لازم پکڑا ہے اور اس طریق کے منتہیوں کے ساتھ کامل محبت رکھتے ہیں، وہ بھی امیدوار ہیں۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کی اس کو محبت ہے) دور افتادوں اور مہجوروں کے لئے بڑی بھاری بشارت ہے۔ اس طریق میں مایوس اور خسارہ والا وہ شخص ہے جو اس طریق میں داخل ہو کر اس طریق کے آداب کو مدنظر نہ رکھے اور نئے نئے امور اس طریق میں پیدا کرے۔ اور طریقت کے برخلاف اپنے واقعات اور خوابوں پر اعتماد کرے۔ اس صورت میں طریق کا کیا گناہ ہے۔ وہ اپنے واقعات و منامات کی راہ پر چلتا ہے۔ یعنی اپنے اختیار سے کعبہ کی طرف سے منہ پھیر کر ترکستان کی طرف جا رہا ہے ؎

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی　　　این رہ کہ تو میروی بہ ترکستان است

ترجمہ: تو کعبہ میں نہیں جائے گا ہرگز　　　کہ ترکستان کو جاتی ہے یہ راہ

یہ اچھا نہیں ہے کہ اس طریق کے یاروں کی جمعیت اور طالبوں کی سرگرمی کے باوجود آپ کو اس جگہ سے بیجا کروں۔ اس سے اول بھی اگر ان حدود کی سیر کے لئے اشارہ ہوا تھا تو شرائط پر مشروط تھا۔ اور اب بھی انہیں شرائط پر مشروط ہے۔ ہاں مکرر استخاروں اور انشراح قلب کے بعد اور کسی اور شخص کو اپنے قائم مقام بٹھا کر تاکہ وضع سابق میں کوئی فتور نہ پڑ جائے۔ بے دغدغہ بے تردد اگر اس طرف آ جائیں، تو ہو سکتا ہے۔ ان شرائط کے سوا وہاں کے معاملہ کو درہم برہم نہ کریں اور طالبوں کی جمعیت میں فتور نہ ڈالیں۔ اس سے زیادہ مبالغہ کیا کیا جائے۔ والسلام۔

مکتوب ۲۸۲

حضرت الیاس و حضرت خضر علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ملاقات اور ان کے کچھ احوال کے بیان میں میاں بدیع الدین کی طرف صادر ہوا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

یار مدت سے حضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال کی نسبت دریافت کیا کرتے تھے۔ چونکہ فقیر کو ان کے حال پر پوری پوری اطلاع نہ دی گئی تھی اس لئے جواب میں توقف کیا کرتا تھا۔ آج صبح کے حلقہ میں دیکھا کہ حضرت الیاس و حضرت خضر

علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام رُوحانیوں کی صورت میں حاضر ہوئے۔ اور تلقی روحانی یعنی روحانی ملاقات سے حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم عالم ارواح میں سے ہیں۔ حق سبحانہٗ وتعالےٰ نے ہماری ارواح کو ایسی قدرت کاملہ عطا فرمائی ہے کہ اجسام کی صورت میں متمثل ہو کر وہ کام جو جسموں سے وقوع میں آئیں یعنی جسمانی حرکات وسکنات اور جسدی طاعات و عبادات ہماری ارواح سے صادر ہوتی ہیں۔ اس اثنا میں پوچھا کہ آپ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں۔ فرمایا کہ ہم شرائع کے ساتھ مکلف نہیں ہیں لیکن چونکہ قطب مدار کے کام ہمارے سپرد ہیں اور قطب مدار امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب پر ہے اس لئے ہم بھی اس کے پیچھے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب کے موافق نماز ادا کرتے ہیں ٭

اس وقت یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کی طاعت پر کوئی جزا مترتب نہیں ہے۔ صرف طاعت کے ادا کرنے میں اہل طاعت کے ساتھ موافقت کرتے ہیں۔ اور عبادت کی صورت کو مدنظر رکھتے ہیں ٭

اور یہ بھی معلوم ہوا کہ ولایت کے کمالات فقہ شافعی کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں اور کمالات نبوت کی مناسبت فقہ حنفی کے ساتھ ہے۔ اگر بالفرض اس امت میں کوئی پیغمبر مبعوث ہوتا، تو فقہ حنفی کے موافق عمل کرتا ٭

اس وقت حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کے اس سخن کی حقیقت بھی معلوم ہو گئی جو انہوں نے فصول ستہ میں نقل کیا ہے کہ حضرت عیسےٰ علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے موافق عمل کریں گے ٭

اس وقت دل میں گذرا کہ ان دونوں بزرگواروں سے کچھ سوال کرے۔ انہوں نے فرمایا کہ جس شخص کے حال پر اللہ تعالےٰ کی عنایت شامل ہو۔ وہاں ہمارا کیا دخل ہے۔ گویا انہوں نے اپنے آپ کو درمیان سے نکال لیا۔ اور حضرت الیاس علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس گفتگو میں کوئی بات نہ فرمائی۔ والسلام ٭

مکتوب ۲۸۳

شب معراج میں حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلےٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی رویت کے بیان میں کہ وہ دنیا میں واقع نہیں ہوئی بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے صوفی قربان کی طرف صادر فرمایا ہے :-

آپ نے دریافت کیا تھا کہ اہل سنت وجماعت کا اجماع اس بات پر ہے کہ رویت دنیا میں واقع نہیں ہے۔ اور اکثر علمائے اہل سنت وجماعت نے شب معراج میں حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلےٰ آلہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی رویت سے منع فرمایا ہے۔

قَالَ حُجَّۃُ الْاِسْلَامِ وَالْاَصَحُّ اَنَّہٗ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ مَا رَاٰی رَبَّہٗ لَیْلَۃَ الْمِعْرَاجِ (حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے معراج کی رات اپنے رب کو نہیں دیکھا ہے) اور تو نے اپنے رسالوں میں شب معراج کو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت کے دنیا میں واقع ہونے کا اقرار کیا ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے؟

اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ شب معراج میں آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رویت دنیا میں واقع نہیں ہوئی ہے بلکہ آخرت میں واقع ہوئی ہے۔ اس لئے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام اس رات چونکہ دائرہ مکان و زمان اور تنگی امکان سے باہر نکل گئے تھے۔ اس لئے ازل و ابد کو آن واحد میں معلوم کر لیا۔ اور بدایت ونہایت کو ایک ہی نقطہ میں متحد دیکھا۔ اور ان اہل بہشت کو جو کئی ہزار سال کے بعد بہشت میں جائیں گے بہشت میں دیکھ لیا۔ عبدالرحمٰن بن عوف کو جو فقرائے صحابہ رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین سے پانچ سو سال کے بعد بہشت میں جائیں گے دیکھا کہ اس مدت کے گذرنے سے پہلے ہی آ گئے۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس توقف کی وجہ پوچھی۔ پس وہ رویت جو اس مقام میں واقع ہوئی۔ وہ رویت آخرت ہی اور اس اجماع کے منافی نہیں ہے۔ جو رویت کے عدم وقوع پر ہوا ہے ۔ اور اس کو رویت دنیوی کہنا تجویز پر محمول ہے اور ظاہر پر مبنی ہے۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّھَا۔ اللہ تعالےٰ تمام امور کی حقیقتوں کو جاننے والا ہے۔

مکتوب ۲۸۴

اس بیان میں کہ احوال و مواجید عالم امر کے نصیب ہیں اور احوال و مواجید کا علم عالم خلق کا حصہ ہے۔ یہ معرفت معارف سابقہ سے ہے۔ اور حقیقت معاملہ وہی ہے۔ جو حضرت مخدوم زادہ کلاں علیہ الرحمۃ کے مکتوبات میں طریقت کے بیان میں لکھی گئی ہے ملا عبدالقادر انبالوی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

جاننا چاہئے کہ انسان مرکب ہے عالم خلق سے جو اس کا ظاہر ہے اور عالم امر سے جو اس کا باطن ہے۔ وہ احوال و مواجید اور مشاہدات و تجلیات جو ابتدا اور توسط میں ظاہر ہوتے ہیں۔ عالم امر کا نصیب ہیں جو انسان کا باطن ہے۔ اور ایسے ہی حیرت و جہالت اور عجز و یاس جو انتہا میں حاصل ہوتے ہیں۔ وہ بھی عالم امر ہی کا حصہ ہیں۔ اور لِلْاَرْضِ مِنْ کَاسِ الْکِرَامِ نَصِیْبٌ (سخیوں کے کاسہ سے زمین کو بھی حصہ ملتا ہے) کے موافق ظاہر بھی حالات واردہ کے قوی ہونے کے وقت اس ماجرا سے حصہ پا لیتا ہے۔ اگرچہ ثبات و استقامت نہیں رکھتا لیکن اس عالم سے کچھ تعلق پیدا کر لیتا ہے۔ اور اصل معاملہ جو ظاہر سے تعلق رکھتا ہے ان احوال کا علم ہے۔ کیونکہ باطن کو احوال حاصل ہوتے ہیں۔ اور ان احوال کا علم نہیں ہوتا۔ اگر ظاہر نہ ہوتا دانش و تمیز کا راستہ نہ کھلتا۔ مثالیہ صورتوں اور مقامات کے عروج کا ظہور ظاہر ہے، ادراک کے لئے ہے۔ پس حال باطن کے لئے ہے اور ان احوال کا علم ظاہر کے لئے۔ اس بیان سے معلوم ہوا کہ وہ اولیا جو صاحب علم ہیں اور وہ جو علم سے بے نصیب ہیں، احوال کے نفس حصول میں کچھ فرق نہیں رکھتے۔ اگر کچھ فرق ہے تو ان احوال کے علم یا عدم علم کے باعث ہے۔

مثلاً ایک شخص پر بھوک کی حالت غالب ہے اور وہ بھوک کے باعث بے قرار و بے آرام ہے۔ اور اس کے علاوہ وہ شخص جانتا ہے کہ اس حالت کو بھوک کہتے ہیں۔ اور ایک اور شخص ہے، جس پر یہی حالت طاری ہے لیکن وہ نہیں جانتا کہ اس حالت کو بھوک سے تعبیر کرتے ہیں۔ پس یہ دونوں شخص نفس حصول میں برابر ہیں۔ فرق صرف علم اور عدم علم میں ہے۔

جاننا چاہیئے کہ وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے، دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ لوگ ہیں۔ جو احوال کے نفس حصول کا علم نہیں رکھتے۔ اور ان کی تلوینات سے ہرگز واقف نہیں ہیں۔ دوسرے وہ لوگ ہیں جو احوال کی تلوینات کی خبر رکھتے ہیں۔ لیکن احوال کی تشخیص نہیں کر سکتے۔ یہ لوگ

اگرچہ احوال کی تشخیص نہیں کر سکتے لیکن ارباب علم میں داخل ہیں۔ اور مشیخت یعنی شیخی اور پیشوائی کے لائق ہیں۔ اور احوال کا تشخیص کرنا ہر شیخ کا کام نہیں ہے۔ بلکہ یہ دولت بیشمار زمانوں کے بعد ظہور میں آتی ہے۔ اور ایک کو اس دولت سے سرفراز فرماتے ہیں۔ اور دوسروں کو اس کے علم کے حوالہ کر کے اس کے طفیلی بنا دیتے ہیں۔ اولوالعزم پیغمبر صلوات اللہ وتسلیماتہ علیہم اجمعین بڑی مدت کے بعد مبعوث ہوا کرتے تھے۔ اور ان میں سے ہر ایک پیغمبر اپنے اپنے احکام متمیزہ کے ساتھ مخصوص ہوتا تھا۔ اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ان کی تبعیت کے ساتھ مامور ہوتے تھے۔ اور دعوت میں انہیں کے احکام پر کفایت کیا کرتے تھے ع

خاص کند بندۂ مصلحت عام را

ترجمہ ع خاص کر لیتا ہے بندہ تا بھلا ہو عام کا والسلام

مکتوب ۲۸۵

سماع و رقص و وجد کے احکام اور بعض ان معارف کے بیان میں جو روح سے تعلق رکھتے ہیں۔ میر سید محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

بداں اَرْشَدَکَ اللّٰهُ تَعَالٰی طَرِیْقَ السَّدَادِ وَاَلْهَمَکَ صِرَاطَ الرَّشَادِ۔ اللہ تعالیٰ تجھے سیدھے راستہ کی ہدایت دے اور ہدایت کے راستہ پر چلائے۔

جان لے کہ سماع و وجد اُن لوگوں کے لئے فائدہ مند ہے جن کے احوال متغیر اور اوقات متبدل ہوتے رہتے ہیں یعنی کبھی حاضر ہیں اور کبھی غائب اور کبھی واجد (پانیوالے) ہیں۔ اور کبھی فاقد (گم کرنے والے) یہ لوگ ارباب قلوب ہیں، جو تجلیات صفاتیہ کے مقام میں ایک صفت سے دوسری صفت کی طرف اور ایک اسم سے دوسرے اسم کی طرف منتقل اور متحول ہوتے رہتے ہیں۔ احوال کا تلون ان کا نقد وقت ہے۔ اور امیدوں کا پراگندہ ہونا ان کے مقام کا حاصل ہے۔ اور دوام حال ان کے حق میں محال ہے اور استمرار وقت ان کے شان میں مشکل ہے۔ کبھی قبض میں ہیں اور کبھی بسط میں۔ یہ لوگ ابناء الوقت یعنی وقت کے

کے بیٹے اور وقت کے مغلوب ہیں کبھی عروج کرتے ہیں اور کبھی ہبوط کرتے ہیں یعنی نیچے اتر آتے ہیں لیکن تجلیات ذاتیہ والے لوگ جو پورے طور قلب سے نکل گئے ہیں۔ اور مقلب قلب یعنی دل کے پھیرنے والے یعنی خدا تک پہنچ گئے ہیں۔ اور کلی طور پر آزاد ہو گئے ہیں۔ ان کا وقت دائمی اور ان کا حال سرمدی ہے۔ نہیں بلکہ وہاں نہ وقت ہے نہ حال۔ یہ لوگ ابوالوقت اور صاحب تمکین ہیں۔ اور یہی لوگ ایسے واصل ہیں جن کے لئے ہرگز نہ رجوع ہے، نہ فقد ہے، نہ وجد ہے۔ ہاں منتہیوں میں سے ایک قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کو سماع باوجودیکہ ان کا حال دائمی ہے فائدہ دیتا ہے۔ ان کا بیان اس بحث کے اخیر میں انشاء اللہ تعالےٰ مفصل طور پر لکھا جائیگا ۔

اگر سوال کریں کہ حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلےٰ آلہ الصلوٰۃ والتحیۃ نے فرمایا ہے۔ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُّقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ ۔ میرے لئے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے جس میں کسی ملک مقرب اور نبی مرسل کو دخل نہیں ۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ وقت دائمی نہیں ہوتا ۔

میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کو صحیح مان لینے پر بعض مشائخ نے اس وقت سے وقت مستمرہ مراد رکھا ہے یعنی لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ مُّسْتَمِرٌّ۔ پس اس میں کوئی اشکال نہیں ہے اس کا دوسرا جواب کہتا ہوں کہ وقت مستمرہ میں کبھی کیفیت خاصہ حاصل ہوتی ہے ہو سکتا ہے کہ وقت سے وقت نادرہ اور یہ کیفیت نادرہ مراد ہو۔ اس صورت میں بھی یہ اشکال دور ہو جاتا ہے۔ اگر یہ سوال کریں کہ ہو سکتا ہے کہ نغمہ کے سننے کو اس کیفیت نادرہ کے حاصل ہونے میں دخل ہو۔ پس منتہی بھی اس کیفیت کے حاصل ہونے کے لئے سماع کا محتاج ہوا۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ کیفیت غالباً ادائے نماز کے وقت متحقق ہوتی ہے۔ اور اگر کبھی نماز کے علاوہ بھی حاصل ہو جائے تو نماز ہی کے نتائج اور ثمرات سے ہے۔ اور ممکن ہے کہ حدیث قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ (نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے) میں اسی کیفیت نادرہ کی طرف اشارہ ہو۔ اور نیز خبر میں ہے کہ اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلٰوۃِ (بندہ کو اپنے رب سے زیادہ قرب نماز میں ہوتا ہے) اور اللہ تبارک تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (سجدہ کر اور قرب حاصل کر) اور کچھ شک نہیں ہے کہ جس وقت میں اللہ تعالےٰ کا قرب زیادہ ہے۔ اس وقت میں غیر کی گنجائش ہرگز نہیں ہے۔ پس اس حدیث اور آیت سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ وہ وقت نماز میں ہے۔ اور وقت کے استمرار اور وصل کے دوام پر دلیل مشائخ کا اتفاق ہے ۔

ذُوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے مَا رَجَعَ مَنْ رَجَعَ اِلَّا مِنَ الطَّرِیْقِ وَمَنْ وَصَلَ لَا رَجَعَ نہیں پھرا جو کہ پھرا مگر طریق سے اور جو واصل ہو گیا وہ نہیں پھرا۔ اور یاد داشت جو خداوند جل شانہٗ کے ساتھ دوام حضور سے مراد ہے۔ حضرات خواجگان قدس سرہم کے طریق میں امر مقرر ہے۔ غرض دوام وقت سے انکار کرنا نارسائی کی علامت ہے۔ اور بعض مشائخ ابن عطا وغیرہ کی جو اس بات کے قائل ہیں کہ واصل کا صفات بشریت کی طرف رجوع کرنا جائز ہے۔ اور اس سے وقت کا دائمی نہ ہونا مفہوم ہوتا ہے۔ ان کا خلاف رجوع کے جواز میں ہے نہ کہ وقوع میں کیونکہ رجوع بیشک واقع نہیں ہے۔ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی اَرْبَابِہٖ جیسے کہ اس کے جاننے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔

پس مشائخ کا اجماع واصل کے عدم رجوع پر ثابت ہو گیا۔ اور بعض کا خلاف رجوع کے جواز کی طرف راجع ہوا۔

منتہیوں میں سے ایک گروہ کے لوگوں کا یہ حال ہے کہ کمال وصول کے درجات میں کسی درجہ تک پہنچنے کے بعد جمال لایزال کے مشاہدہ سے ان کو قوی برودت حاصل ہو جاتی ہے اور نسبت تامہ خلق کے ساتھ پیدا ہو جاتی ہے۔ جو ان کو منازل وصول تک عروج کرنے سے ہٹا رکھتی ہے۔ کیونکہ منازل وصول ابھی آگے ہوتے ہیں۔ اور قرب کے مدارج نہایت تک طے نہیں ہوئے ہوتے لیکن باوجود اس برودت کے عروج کی خواہش اور کمال قرب کی آرزو رکھتے ہیں۔ اس صورت میں ان کے لئے سماع فائدہ مند اور حرارت بخش ہوتا ہے۔ ہر گھڑی سماع کی مدد سے ان کو منازل قرب کی طرف عروج میسر ہوتا ہے۔ اور تسکین کے بعد ان منازل سے نیچے آجاتے ہیں۔ لیکن عروج کے ان مقامات سے کوئی نہ کوئی رنگ اپنے ہمراہ لے آتے ہیں۔ اور اس رنگ میں رنگے جاتے ہیں۔ یہ وجد، فقد کے بعد نہیں ہے کیونکہ فقدان کے حق میں مفقود ہے۔ بلکہ دوام وصل کے باوجود یہ وجد منازل وصول کی طرف ترقی کرنے کے لئے ہے۔ منتہیوں اور واصلوں کا سماع و وجد اسی قسم سے ہے۔ لیکن فنا و بقا کے بعد ان کو اگرچہ جذبہ عطا فرما دیتے ہیں لیکن چونکہ برودت قویہ رکھتے ہیں۔ اور جذبہ تنہا منازل عروج تک ترقی حاصل کرنے کے لئے ان کو کافی نہیں ہوتا۔ اس لئے سماع کے محتاج ہوتے ہیں۔ اور مشائخ میں سے ایک اور گروہ کے لوگ ہیں جن کے نفوس درجہ ولایت تک پہنچنے کے بعد مقام بندگی میں اتر آتے ہیں۔ اور ان کے ارواح نفوس کی مزاحمت کے بغیر جناب قدس کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔ اور ہر گھڑی نفس مطمئنہ کے مقام سے

جو مقام بندگی میں متمکن و راسخ ہو چکا ہے، ان کے روح کو مدد پہنچتی رہتی ہے۔ اوران کے روح کو اس امداد کے باعث مطلوب کے ساتھ خاص نسبت پیدا ہو جاتی ہے ❖

ان بزرگواروں کا آرام عبادات کے ساتھ ہے۔ اوران کی تسکین بندگی اور طاعت کے حقوق ادا کرنے میں ہوتی ہے۔ عروج کی خواہش ان کے نہایت میں کم ہوتی ہے۔ اور صعود کا شوق ان کے باطن میں قلیل ہوتا ہے۔ ابھی تک ملت کی متابعت ان کے وقت کی پیشانی سے ظاہر ہے۔ اوران کی بصیرت کی آنکھ سنّت کے اتباع کے سُرمہ سے سُرمگیں ہے۔ اسی واسطے یہ لوگ تیز نظر والے ہیں۔ یہ لوگ دُور سے اُس چیز کو دیکھ لیتے ہیں۔ جس کے دیکھنے سے نزدیک کے لوگ عاجز ہیں۔ یہ لوگ اگرچہ عرُوج کمتر رکھتے ہیں۔ لیکن نورانی ہیں۔ جو اصلی نور سے منور ہیں اور اسی مقام میں شانِ عظیم اور قدرِ جلیل رکھتے ہیں۔ ان کو سماع و وجد کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ عبادات ان کے لیے سماع کا کام دیجاتے ہیں۔ اور اصل کی نورانیت عرُوج سے کفایت بخشتی ہے ❖

ان ایک کو اہل سماع و وجد کے اکثر مقلد لوگ جو ان بزرگواروں کے شانِ عظیم سے واقف نہیں ہیں۔ وہ اپنے آپ کو عشاق خیال کرتے ہیں اوران کو زاہد سمجھتے ہیں۔ گویا یہ لوگ عشق و محبت کو رقص و وجد ہی میں منحصر جانتے ہیں۔ اور منتہیوں میں سے ایک اور گروہ کے لوگ ہیں جن کو سیر الی اللہ کے قطع کرنے اور بقا باللہ کے ساتھ متحقق ہونے کے بعد جذب قوی عنایت فرماتے ہیں۔ اور جذب و انجذاب کی رسّی سے کشاں کشاں لے جاتے ہیں۔ ان لوگوں میں برودت کا کچھ اثر نہیں ہوتا تسلی و آرام ان کے لئے نا جائز ہوتا ہے۔ یہ لوگ عرُوج میں امور غریبہ کے محتاج نہیں ہوتے۔ سماع و رقص ان کی خلوت کی تنگ جگہ میں دخل نہیں پاتے۔ اور وجد و تواجد کا ان کے ساتھ کچھ کام نہیں ہوتا اسی انجذابی عرُوج کے ساتھ نہایت النہایت مرتبہ تک جہاں تک کہ وصُول ممکن ہے پہنچ جاتے ہیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے وسیلہ سے اس مقام سے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کیساتھ مخصوص ہے حصہ پالیتے ہیں۔ اس قسم کا وصُول گروہ افراد کے ساتھ مخصوص ہے اقطاب کو بھی اس مقام سے کچھ حاصل نہیں ہے۔ اگر محض فضل ایزدی جل شانہٗ سے نہایت النہایت کے اس قسم کے واصل کو عالم کی طرف واپس لائیں اور مستعدوں کی تربیت اس کے حوالہ کریں۔ تو اس کا نفس مقام بندگی میں اُتر آتا ہے۔ اوراس کی روح نفس کی مزاحمت کے بغیر جناب مقدس کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ ایسا شخص کمالات فردیہ کا جامع اور تکمیلات قطبیہ کا حاوی ہوتا ہے۔ اور قطب سے ہماری مراد اس جگہ قطب ارشاد ہے نہ قطب ابدال۔ اور مقامات ظلی کے علوم اور مدارج اصلی کے معارف

اُس کو حاصل ہوتے ہیں۔ بلکہ جس مقام میں وہ ہوتا ہے۔ وہاں نہ ظل ہے نہ اصل۔ وہ ظل و اصل سے گذرا ہوا ہوتا ہے۔ ایسا کامل مکمل بہت ہی عزیز الوجود اور نایاب ہے۔ اگر بیشمار زمانوں کے بعد بھی ظہور میں آجائے، تو بھی غنیمت ہے۔ ایسے شخص کے وجود سے جہان منور ہوتا ہے۔ اور اس کی نظر دلی امراض کو شفا بخشتی ہے۔ اور اس کی توجہ ناپسندیدہ اور ردی اخلاق کو دور کرتی ہے۔ ایسا شخص مدارج عروج کو تمام کر کے مقام بندگی میں اُتر آتا ہے اور عبادت کے ساتھ اُنس و آرام پاتا ہے۔ مقام عبدیت کے ساتھ کہ جس سے بڑھ کر مقام ولایت میں اور کوئی بلند مقام نہیں ہے۔ اس طائفہ میں سے ایسے شخص کو منتخب کر کے مشرف فرماتے ہیں۔ اور منصب محبوبیت کی قابلیت بھی اسی کو مسلّم ہوتی ہے۔ ایسا شخص مرتبۂ ولایت کے کمالات کا جامع اور درجہ دعوت کے تمام مقامات کا حاوی اور ولایت خاصہ اور نبوت سے بہرہ مند ہوتا ہے غرض اس کی شان میں یہ مصرع صادق آتا ہے ع

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ع ترجمہ جو کچھ معشوق سب رکھتے ہیں تو تنہا ہی رکھتا ہے

مُبتدی کے لئے وجد و سماع مضر ہے اور اس کے عروج کے منافی ہے خواہ شرائط کے موافق ہی واقع ہو۔

سماع کی شرائط کا تھوڑا سا حال انشاء اللہ اس رسالہ کے اخیر میں لکھا جائیگا۔ اس کا وجد معلول ہے اور اس کا حال و بال۔ اس کی حرکت طبعی ہے۔ اور اس کی تحرکات نفسانی ہیں۔ اور مبتدی سے میری مراد وہ شخص ہے جو ارباب قلوب یعنی صاحبان دل میں سے ہے اور ارباب قلوب وہ لوگ ہیں جو مبتدیوں اور منتہیوں کے درمیان متوسط ہوتے ہیں۔ اور منتہی وہ ہے جو فانی فی اللہ اور باقی باللہ اور واصل کامل ہو۔ اور انتہا کے بہت سے درجات ہیں، جو ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ اور وصول کے بھی بہت سے مراتب ہیں۔ جن کا ابداً لآباد یعنی ہمیشہ تک قطع کرنا ناممکن ہے۔

غرض سماع متوسطوں اور ایک قسم کے منتہیوں کے لئے بھی نافع اور مفید ہے۔ جیسے کہ اوپر گذر چکا۔

لیکن جاننا چاہیئے کہ ارباب قلوب کو بھی سماع کی حاجت نہیں ہے۔ بلکہ ان لوگوں کے لئے جو جذب کی دولت سے مشرف نہیں ہوئے۔ اور سخت ریاضتوں اور کٹھن مجاہدوں کے

سانتھ مسافت کو قطع کرنا چاہتے ہیں۔ اس صورت میں سماع و وجد، ان لوگوں کا مددگار بن جاتا ہے۔ اور اگر ارباب قلوب مجذوبوں میں سے ہوں۔ تو ان کے سیر کی مسافت جذبہ کی مدد سے قطع ہو جاتی ہے۔ ان کو بھی سماع کی حاجت نہیں ہوتی +

اور نیز جاننا چاہیئے کہ غیر مجذوب ارباب قلوب کے لئے سماع مطلق طور پر فائدہ مند نہیں ہے۔ بلکہ اس سے نفع کا حاصل ہونا چند شرائط پر منحصر ہے۔ وَبِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقَتَادِ ورنہ بیفائدہ رنج ہے +

سماع کی شرائط میں سے ایک یہ ہے کہ اس کو اپنے کمال کا اعتقاد نہ ہو۔ اور اگر اپنی کمالیت کا معتقد ہے، تو محبوس ہے۔ ہاں سماع اس کو بھی ایک قسم کا عروج بخشتا ہے۔ لیکن تسکین کے بعد اس مقام سے نیچے اتر آتا ہے۔ باقی تمام شرائط مستقیم الاحوال بزرگواروں کی کتابوں مثل عوارف المعارف وغیرہ میں مفصل طور پر درج ہیں۔ جن میں سے اکثر اس وقت کے لوگوں میں مفقود ہیں۔ بلکہ اس قسم کا سماع و رقص جو آج کل لوگوں میں شائع ہے۔ اور اس قسم کی مجلس و اجتماع جو اس زمانہ میں متعارف اور مشہور ہے، کچھ شک نہیں کہ مضر محض اور منافی صرف ہے عروج وہاں کچھ معنے نہیں رکھتا۔ اور صعود اس صورت میں متصور نہیں ہے۔ اور سماع سے مدد واعانت کا حاصل ہونا وہاں مفقود ہے۔ اور مضرت و منافات موجود +

تنبیہ۔ سماع و رقص اگرچہ بعض منتہیوں کے لئے بھی درکار ہے۔ لیکن چونکہ یہ لوگ ابھی بہت سے مراتب عروج آگے رکھتے ہیں۔ اس لئے اوساط میں سے ہیں۔ اور جب تک عروج کے مراتب کو جہاں تک کہ ان کا حاصل ہونا ممکن ہے۔ پورے طور پر طے نہ کریں انتہا کی حقیقت ان سے مفقود ہے۔ اور اس کو نہایت کہنا سیر الی اللہ کے نہایت تک ہے۔ اور اس سیر کی نہایت اس اسم تک ہے، جس کا مظہر سالک ہے۔ اس کے بعد اس اسم اور اس کے متعلقات میں سیر ہوتا ہے۔ اور جب اس اسم اور اس کے متعلقات سے جو صاحبان اسم پر منکشف ہوتے ہیں، گذر کر مسمّٰی حقیقی تک پہنچ جائے۔ اور وہاں فنا و بقا حاصل کر لے تو اس وقت اس کو منتہی حقیقی کہتے ہیں۔ اور درحقیقت سیر الی اللہ کی حقیقت اس صورت میں حاصل ہوتی ہے۔ نہایت اول کو بھی جو اسم تک ہی ہے سیر الی اللہ کی نہایت اعتبار کیا ہے۔ اور اس فنا و بقا کے اعتبار سے جو اس مرتبہ میں حاصل ہوتا ہے ولایت کا اسم اس پر اطلاق کیا ہے۔ اور یہ جو بعض نے کہا ہے کہ سیر فی اللہ کی نہایت نہیں ہے۔ یہ سیر بقا کے وقت میں ہے اور

عروج کی منازل طے کرنے کے بعد اس سیر کی بے نہایتی کے یہ معنے ہیں کہ اگر سیر اس اسم میں مفصل طور پر واقع ہو جائے تو اس اسم کے مندرجہ شیونات میں لگا رہتا ہے اور ہرگز اس کی نہایت تک نہیں پہنچتا۔ کیونکہ ہر ایک اسم بے نہایت مندرجہ شیونات پر مشتمل ہے لیکن اگر عروج کے وقت اس کو اس اسم سے گذارنا چاہیں۔ تو ہو سکتا ہے کہ ایک ہی قدم سے اس کو طے کرے۔ اور نہایت النہایت تک پہنچ جائے۔ اور اگر اسی جگہ مستہلک اور فانی رہیں، تو زہے شرافت۔ اور اگر خلق کی تربیت کے واسطے اس کو واپس لے آئیں تو نہے فضیلت۔ تو گمان نہ کرے کہ اس اسم تک پہنچنا آسان کام ہے۔ دیکھیں کس کو اس دولت سے مشرف فرمائیں۔ اور ان میں کس کو اس اعلےٰ نعمت سے سرفراز کریں۔ اور جس امر کو تو تنزیہ و تقدیس خیال کرتا ہے۔ وہ عین تشبیہ و تنقیص ہے۔ بلکہ بہت سے مراتب جن کو تو تنزیہ خیال کرتا ہے مقام رُوح سے بھی بہت نیچے ہیں اور وہ تنزیہ بھی جس کو تو عرش کے اوپر خیال کرتا ہے، دائرہ تشبیہ میں داخل ہے۔ اور وہ مکشوفِ منزہ عالم ارواح سے ہے۔ کیونکہ عرش تمام جہات کا گھیرنے والا اور تمام ابعاد یعنی بُعدوں کا منتہا ہے۔ اور عالم ارواح، عالم جہات و ابعاد کے ماسوئے ہے۔ کیونکہ رُوح لامکانی ہے۔ مکان میں نہیں سما سکتا۔ اور عرش کے ماسوئے رُوح کا ثابت کرنا تجھے اس وہم میں نہ ڈالدے کہ رُوح تجھ سے دُور ہے۔ اور تیرے اور رُوح کے درمیان دور دراز مسافت ہے۔ رُوح کو باوجود لامکانی ہونے کے تمام مکانوں کے ساتھ برابر نسبت ہے۔ عرش کے ماسوئے کہنا اور معنے رکھتا ہے۔ جب تک تو وہاں نہ پہنچے، اِن معنے کو نہیں پا سکتا۔

صوفیہ کا ایک گروہ جو تنزیہ رُوحی تک پہنچے ہیں اور عرش کے اوپر اس کو معلوم کیا ہے۔ اُنہوں نے اس تنزیہ کو، تنزیہ الٰہی جلّ شانہٗ تصور کیا ہے۔ اور اس مقام کے علوم و معارف کو علوم غامضہ یعنی پوشیدہ علوم کہا ہے اور استوا کے سر کو اس مقام میں حل کیا ہے اور حق یہ ہے کہ وہ نور رُوح کا نور ہے۔

فقیر کو بھی اس مقام کے حاصل ہونے کے وقت اس قسم کا اشتباہ پیدا ہوا تھا لیکن جب اللہ تعالےٰ کی عنایت نے اس بھنور سے نکال دیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ نور رُوح کا نور تھا نہ نورِ الٰہی جلّ سلطانہٗ۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ (اللہ تعالےٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو

ہم کبھی ہدایت نہ پاتے) چونکہ رُوح لامکانی ہے اور بیچگونگی کی صورت میں مخلوق ہے اس لئے اشتباہ کا محل ہوجاتا ہے۔ وَاللّٰہُ یُحِقُّ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ (اللہ تعالیٰ حق ثابت کرتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے)۔

ان میں سے ایک گروہ اس فوق العرش رُوح کے نور کو ہمراہ لے کر نیچے آجاتے ہیں اور اس کے ساتھ بقا حاصل کرتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو تشبیہ اور تنزیہ کا جامع جانتے ہیں۔ اور اگر اس نور کو اپنے آپ سے جُدا پاتے ہیں۔ تو فرق بعد الجمع کا مقام تصوّر کرتے ہیں۔ اس قسم کے مغالطے صوفیوں کو بہت پڑ جاتے ہیں۔ وَھُوَ سُبْحَانَہٗ الْعَاصِمُ عَنْ مَظَانِّ الْاَغْلَاطِ وَمَحَالِّ الْاِخْتِبَاطِ (اللہ تعالیٰ ہی لغزش کے مقام اور خبط کی جگہ سے بچانیوالا ہے)۔

جاننا چاہیئے کہ رُوح اگرچہ عالم بیچون کے ساتھ نسبت رکھتا ہے لیکن درحقیقت دائرہ چون میں داخل ہے۔ گویا عالم چون اور بارگاہ حقیقی کے درمیان برزخ ہے۔ اور دونوں طرف کا رنگ رکھتا ہے۔ اور ہر دو اعتبار اس میں صحیح ہیں۔ برخلاف بیچون حقیقی کے کہ چون کو ہرگز اس کی طرف راہ نہیں ہے۔ پس جب تک روح کے تمام مقامات سے عروج نہ کریں اس اسم تک نہیں پہنچتے پس اول آسمان سے لیکر عرش تک کے تمام طبقات سے گذرنا پڑتا ہے۔ اور لوازم امکان سے پورے طور پر نکلنا پڑتا ہے۔ بعد ازاں عالم ارواح کے تمام لامکانی مراتب کو بھی طے کرنا پڑتا ہے۔ پھر اس اسم تک پہنچتے ہیں ؎

خواجہ پندارد کہ مرد واصل است   حاصل خواجہ بجز پندار نیست

ترجمہ ؎   خیال کرتا ہے خواجہ کہ مرد واصل ہوا
سوائے خیال کے خواجہ کو کچھ نہیں حاصل

حق تعالیٰ وراء الوراء ہے۔ اس عالم خلق کے آگے عالم امر ہے اور عالم امر کے آگے اسماء و شیونات کے ظلّی اور اصلی اور اجمالی اور تفصیلی مراتب ہیں۔ ان ظلّی اور اصلی اور اجمالی اور تفصیلی مراتب کے بعد مطلوب حقیقی کو ڈھونڈنا چاہیئے۔ دیکھیں اس جستجو سے کس کو نوازش فرماتے ہیں۔ اور کس صاحب دولت کو اس سعادت سے مشرف کرتے ہیں۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ (یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل والا ہے)۔ ہمت کو بلند رکھنا چاہیئے اور جو کچھ راہ میں آئے اس پر قناعت نہ کرنی چاہیئے اور اس کو وراء الوراء میں ڈھونڈنا چاہیئے ؎

کیفَ الوصُولُ اِلیٰ سُعادَ وَدُونَھَا قُلَلُ الجِبَالِ وَدُونَھُنَّ حُیُوفٗ

ترجمہ ہائے پہنچوں کس طرح میں یار تک
راہ میں ہیں پرخطر کوہ اور غار

تنبیہ ۔ دائمی وصل اور استمراری وقت اس شخص کے لئے مسلّم ہے ۔ جو فنائے مطلق سے متحقق ہونے کے بعد بقا باللہ سے مشرف ہوا ہو ۔ اور اس کا علم حصولی علم حضوری سے تبدیل ہو گیا ہو ۔ اس بحث کو ذرا زیادہ تشریح کے ساتھ بیان کرتے ہیں ۔

جاننا چاہئے کہ وہ علم جو عالم کو اپنی ذات کی ماسوائے سے حاصل ہوتا ہے ۔ اس کے حاصل ہونے کا طریق عالم کے ذہن میں معلوم کی صورت کا حاصل ہونا ہے ۔ اور جس علم میں صورت کے حصول کی طرف محتاج نہ ہوں وہ اپنی ذات کا علم ہے ۔ اور یہی علم حضوری ہے ۔ کیونکہ ذات بنفسہٖ عالم میں حاضر ہے ۔ اور علم حصولی میں جب تک معلوم کی صورت ذہن میں حاصل رہتی ہے ۔ تب تک معلوم کی طرف توجہ رہتی ہے اور جب وہ صورت ذہن سے زائل ہو جاتی ہے وہ ذہنی توجہ بھی زائل ہو جاتی ہے ۔ پس علم حصولی میں توجہ کا دائمی ہونا محالِ عادی یعنی از روئے عادت کے محال ہے ۔ برخلاف علم حضوری کے کہ اس میں معلوم سے غافل ہونا غیر متصور ہے ۔ کیونکہ اس علم کے ثابت ہونے کا منشا عالم کی ذات کا حضور ہے اور چونکہ یہ حضور دائمی ہے ۔ اس لئے ذات کا علم بھی دائمی ہو گا ۔ پس اپنی ذات سے توجہ کا زائل ہونا ممکن نہیں ہے ۔ اور بقا باللہ میں علم حضوری ہے ۔ جس کا زوال متصور نہیں ہے ۔ تو گمان نہ کرے کہ بقا باللہ کے یہ معنی ہیں کہ تو اپنے آپ کو حق تعالیٰ کا عین معلوم کرے جس طرح کہ اس گروہ میں سے بعض نے اس کی تعبیر حق الیقین سے کی ہے ۔ ایسا نہیں ہے ۔ کیونکہ وہ بقا باللہ جو فنائے مطلق کے بعد حاصل ہوتا ہے اس قسم کے علوم کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں رکھتا ۔ اور یہ حق الیقین کہ جس کو بعض نے کہا ہے اس بقا کے مناسب ہے ۔ جو جذبہ میں حاصل ہوتا ہے ۔ اور وہ بقا جو اصلی مقصود ہے ۔ وہ اور ہے ع

ذوقِ ایں نشناسی بخدا تانچشی
ترجمہ ع مزہ تجھ کو نہ آئے گا نہ جب تک اس کو کھائیگا

پس استمرار توجہ اور دوام حضور بقا باللہ کی صورت میں ثابت ہوا ۔ بقا باللہ کے ساتھ متحقق ہونے سے پہلے دوام حضور ممکن نہیں ہے ۔ اگرچہ بہت لوگوں کو اس مقام تک پہنچنے سے

پہلے ہی علے الخصوص طریقہ علیہ نقشبندیہ میں ان معنے کا وہم دامنگیر ہو جاتا ہے کہ اَلْحَقُّ مَا حَقَّقْتُ وَالصَّوَابُ مَا اُلْهِمْتُ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ وَاِلَیْهِ الْمَرْجِعُ وَالْمَاٰبُ (لیکن حق یہی ہے جو میں نے ثابت کیا۔ اور بہتر وہی ہے جو مجھے الہام ہوا۔ اور اللہ تعالےٰ ہی بہتر جاننے والا ہے۔ اور سب کی بازگشت اسی کی طرف ہے)۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَوَّلًا وَّاٰخِرًا وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ دَائِمًا وَّسَرْمَدًا

اوّل و آخر اللہ تعالےٰ کی حمد ہے اور اس کے رسول پاک پر ہمیشہ صلوٰۃ و سلام ہو۔

مکتوب ۲۸۶

اہل سنت و جماعت کی آرائے صائبہ کے موافق صحیح اعتقاد کے بیان میں جو کتاب و سنت سے ماخوذ ہے۔ اور ان لوگوں کے رد میں جنہوں نے کتاب و سنت سے اہل سنت و جماعت کے معتقدات کے برخلاف سمجھا ہے۔ یا کشف کے ساتھ اہل حق کا خلاف معلوم کیا ہے۔ مولانا امان اللہ فقیہ کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

بدان اَرْشَدَكَ اللّٰهُ تَعَالٰی وَاَلْهَمَكَ سَوَاءَ الصِّرَاطِ۔ اللہ تعالےٰ تجھے سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔

تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ طریق سلوک کی جملہ ضروریات میں سے ایک اعتقاد صحیح ہے جس کو علمائے اہل سنت و جماعت نے کتاب و سنت اور آثار سلف سے استنباط فرمایا ہے اور کتاب و سنت کو ان معانی پر محمول رکھنا بھی ضروری ہے۔ جن معانی کو تمام علمائے اہل حق یعنی اہل سنت و جماعت نے اس کتاب و سنت سے سمجھا ہے۔ اور اگر بالفرض کشف و الہام کے ساتھ ان معانی مفہومہ کے برخلاف کوئی امر ظاہر ہو تو اس کا اعتبار نہ کرنا چاہئے۔ اور اس سے پناہ مانگنی چاہئے۔ مثلاً وہ آیات و احادیث جن کے ظاہر سے توحید سمجھی جاتی ہے۔ اور ایسے ہی احاطہ اور سریان اور قرب اور معیت ذاتیہ معلوم ہوتے ہیں۔ جب علمائے حق نے ان آیات و احادیث سے یہ معنے نہیں سمجھے ہیں۔ تو اگر اثنائے راہ میں سالک پر یہ معانی منکشف ہو جائیں اور سوائے ایک کے اور کو موجود نہ پائے اور اس کو محیط بالذات جانے۔ اور از روئے ذات کے قریب جانے۔ اگرچہ اس وقت وہ غلبہ حال اور سکر وقت کے باعث معذور ہے لیکن اس کو

چاہئے کہ ہمیشہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں التجا اور زاری کرتا رہے تاکہ اُس کو اس بھنور سے نکال کر وہ امور جو علمائے اہل حق کی آراء صائبہ کے مطابق ہیں، اس پر منکشف کرے۔ اور ان کے معتقدات حقہ کے برخلاف سرِمُو ظاہر نہ کرے۔

غرض علمائے اہل حق کے معانی مفہومہ کو اپنے کشف کا مصداق اور اپنے الہام کی کسوٹی بنانا چاہئے۔ کیونکہ وہ معانی جو ان کے مفہومہ معانی کے برخلاف ہیں محل اعتبار سے ساقط ہیں کیونکہ ہر مُبتدع یعنی بدعتی اور ضال یعنی گمراہ کتاب و سنت ہی کو اپنے معتقدات کا مقتدا جانتا ہے اور اپنے ناقص فہم کے موافق اسی سے معانی غیر مطابقہ سمجھ لیتا ہے۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِيْ بِهٖ كَثِيْرًا (اکثر کو ہدایت دیتا ہے اور اکثر کو گمراہ کرتا ہے) اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ علمائے اہل حق کے معانی مفہومہ معتبر ہیں۔ اور ان کے برخلاف معتبر نہیں ہے۔ وہ اس سبب سے کہ انہوں نے ان معانی کو آثار صحابہ وسلف صالحین رضوان اللہ علیہم اجمعین کے چشمہ سے اخذ کیا ہے۔ اور ان کے نجوم ہدایت کے انوار سے اقتباس فرمایا ہے۔ اسی واسطے نجات ابدی انہیں پر مخصوص ہے اور فلاح سرمدی انہی کے نصیب ہے۔ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں۔ خبردار یہی اللہ تعالیٰ کا گروہ خلاصی پانیوالا ہے) اور اگر بعض علما اعتقاد حقہ کے باوجود فرعیات میں سستی کریں اور تقصیرات کے مرتکب ہوں۔ تو عملیات میں مطلق علما کا انکار کرنا اور سب کو مطعون کرنا محض بے انصافی اور صرف مکابرہ یعنی ہٹ دھرمی ہے۔ بلکہ اس میں دین کی اکثر ضروریات کا انکار ہے۔ کیونکہ ان ضروریات کے ناقل اور ان کے کھوٹے کھرے کو پہچاننے والے یہی لوگ ہیں۔

لَوْلَا نُوْرُ هِدَايَتِهِمْ لَمَا اهْتَدَيْنَا وَلَوْلَا تَمْيِيْزُهُمُ الصَّوَابَ عَنِ الْخَطَاءِ لَغَوَيْنَا وَهُمُ الَّذِيْنَ بَذَلُوْا جُهْدَهُمْ فِيْ اِعْلَاءِ كَلِمَةِ الدِّيْنِ الْقَوِيْمِ وَسَلَكُوْا طَرِيْقَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَلَى الصِّرَاطِ الْمُسْتَقِيْمِ لِمَنْ تَابَعَهُمْ اَفْلَحَ نَجٰى وَمَنْ خَالَفَهُمْ ضَلَّ وَاَضَلَّ۔ اگر ان لوگوں کا نور ہدایت ہم کو نہ پہنچتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ اور اگر یہ لوگ صواب کو خطا سے الگ نہ کر دیتے تو ہم گمراہ رہتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنی ساری کوشش کو دین قویم کے کلمہ کے بلند کرنے میں لگایا اور اکثر لوگوں کو صراط مستقیم پر چلایا۔ جس نے ان کی متابعت کی وہ بچ گیا اور نجات پا گیا۔ اور جس نے ان کی مخالفت کی وہ خود بھی گمراہ ہوا اور اُس نے اوروں کو بھی گمراہ کیا۔

جاننا چاہئے کہ صوفیہ کے معتقدات آخر کار یعنی منازل سلوک کے طے کرنے اور ولایت کے اعلیٰ درجات تک پہنچنے کے بعد علمائے اہل حق کے یہی معتقدات ہیں۔ علما ان کو نقل و استدلال سے حاصل کرتے ہیں اور صوفیہ کشف و الہام سے۔ اگرچہ بعض صوفیہ کو اثنائے راہ میں سُکرِ وقت اور غلبۂ حال کے باعث ان معتقدات کے مخالف امور ظاہر ہوتے ہیں۔ لیکن اگر ان کو ان مقامات سے گذار کر نہایت کار تک پہنچائیں۔ تو وہ امور گرد کی طرح اُڑ جاتی ہیں۔ اور اگر اس مخالفت پر رہیں۔ تو تو بھی اُمید ہے کہ اس مخالفت پر اُن کو مواخذہ نہ کرینگے۔ ان کا حکم مجتہد مخطی کا حکم ہے۔ یعنی مجتہد نے استنباط میں خطا کی۔ اور صوفیہ نے کشف میں۔

صوفیہ کی جملہ مخالفات میں سے ایک وحدت وجود اور احاطہ اور قرب اور معیّت ذاتیہ کا حکم ہے جیسے کہ اوپر گذر چکا۔ اور ایسے ہی صفات سبعہ یا ثمانیہ کے وجود سے ان کا انکار ہے جو ذات باری تعالےٰ پر وجود زائد کے ساتھ خارج میں موجود ہیں۔ کیونکہ علمائے اہل سنت وجماعت صفات کو حق تعالےٰ کی ذات پر وجود زائد کے ساتھ خارج میں موجود جانتے ہیں۔ ان کا انکار اس طرح پیدا ہوتا ہے کہ اس وقت ان صفات کے آئینہ میں ان کو حق تعالےٰ کی ذات مشہود ہوتی ہے۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ دیکھنے والے کی نظر سے آئینہ پوشیدہ رہتا ہے پس اس اختفا کے باعث خارج میں ان کے عدم وجود کا حکم کر دیتے ہیں۔ اور گمان کرتے ہیں کہ اگر خارج میں موجود ہوتیں تو مشہود ہوتیں۔ فَحَیْثُ لَا شُهُوْدَ لَا وُجُوْدَ (چونکہ شہود نہیں اس لئے موجود بھی نہیں) اور علما پر اس سبب سے کہ انہوں نے صفات کے وجود کا حکم کیا ہے طعن کرتے ہیں بلکہ کفر اور ثنویہ یعنی دو بینی کا حکم کرتے ہیں۔ اَعَاذَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ عَنِ الْجُرْءَةِ فِی الطَّعْنِ (اللہ تعالےٰ ہم کو طعن کی جرأت سے بچائے) اگر ان کو اس مقام سے ترقی ہو جاتی اور ان کا شہود اس پردہ سے نکل آتا اور مرأتیت کا حکم زائل ہو جاتا۔ اور صفات کو جدا دیکھتے تو انکار کا حکم نہ کرتے اور ان کی نوبت علمائے بزرگوار کے طعن تک نہ پہنچتی۔

اور ان کے جملہ مخالفات میں سے دوسری یہ ہے کہ یہ لوگ بعض ایسے امور کا حکم کرتے ہیں جو واجب تعالےٰ کے ایجاب کو مستلزم ہیں۔ اگرچہ یہ لوگ ایجاب کے لفظ کا اطلاق نہیں کرتے۔ اور ارادہ کو ثابت کرتے ہیں۔ لیکن درحقیقت ارادہ کی نفی کرتے ہیں۔ اس حکم میں یہ لوگ تمام اہل ملت کے مخالف ہیں۔ ان امور میں سے ایک یہ ہے کہ یہ لوگ اس بات کا حکم کرتے ہیں کہ حق سبحانہ وتعالےٰ قدرت کے ساتھ قادر ہے ان معنی میں کہ اِنْ شَاءَ فَعَلَ

وَاِنْ لَمْ یَشَاءْ لَمْ یَفْعَلْ (اگر چاہیگا کریگا اور اگر نہ چاہیگا نہ کریگا) لیکن شرطیہ اولیٰ کو واجب الصدق جانتے ہیں اور شرطیہ ثانیہ کو ممتنع الصدق۔ یہ قول بھی ایجاب تک پہنچ جاتا ہے۔ بلکہ قدرت کا ان معنے کے لحاظ سے بھی انکار ہے جو اہل ملت کے نزدیک ثابت و مقرر ہیں کیونکہ ان کے نزدیک قدرت کے معنے صحت فعل اور ترک کے ہیں۔ اور ان کے قول سے فعل کا وجوب اور ترک کا امتناع لازم آتا ہے۔ فَاَیْنَ هٰذَا مِنْ ذٰلِكَ اس میں اور اس میں بہت فرق ہے*

اس مسئلہ میں ان کا مذہب بعینہٖ حکما کا مذہب ہے۔ اور صدق اولےٰ کے وجوب اور صدق ثانیہ کے امتناع کے یا وجود ارادہ کا ثابت کرنا اور اس اثبات کے ساتھ اپنے آپ کو حکما سے جدا کرنا نافع نہیں ہے۔ کیونکہ ارادہ کے معنے دو متساوی چیزوں میں سے ایک کو خاص کرنے کے ہیں۔ پس جہاں تساوی و مساوات نہیں ہے وہاں ارادہ بھی نہیں۔ اور اس جگہ وجوب اور امتناع کے درمیان تساوی و مساوات معدوم ہے۔ فافہم*

اور ان امور میں سے دوسرے یہ ہے کہ مسئلہ قضاء و قدر کی تخصیص میں ان کا بیان اس طرح پر ہے جس کا ظاہر ایجاب ہے۔ اور اس بحث میں ان کی جملہ عبارات میں سے ایک یہ عبارت ہے کہ اَلْحَاكِمُ مَحْكُوْمٌ وَالْمَحْكُوْمُ حَاكِمٌ (حاکم محکوم ہے اور محکوم حاکم ہے) ایجاب سے قطع نظر کر کے حق تعالےٰ کو کسی کا محکوم بنانا اور کسی کو اس پر حاکم مقرر کرنا بہت ہی بُرا ہے۔ اِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ وَزُوْرًا (یہ لوگ بہت ہی بُرے اور جھوٹ بات بولتے ہیں) اور ابھی اس قسم کی بہت سی مخالفتیں ہیں کَقَوْلِهِمْ اِمْكَانُ رُؤْيَةِ الْحَقِّ سُبْحَانَهٗ لَيْسَتْ اِلَّا بِالتَّجَلِّي الصُّوْرِيِّ (حق سبحانہٗ کی رویت تجلی صوری کے سوا ناممکن ہے) یہ قول بھی حق تعالےٰ کی رویت کو مستلزم ہے۔ وہ رویت جو انہوں نے تجلی صوری میں تجویز کی ہے، درحقیقت حق تعالےٰ کی رویت نہیں ہے۔ وہ شبیہ و مثال کی رویت ہے ؎

یَرَاهُ الْمُؤْمِنُوْنَ بِغَیْرِ کَیْفٍ وَاِدْرَاكٍ وَّضَرْبٍ مِّنْ مِّثَالٍ

ترجمہ ؎ مومن خدا کو دیکھینگے جنت میں خوش خصال
بے کیف و بے شباہت و بے درک و بے مثال

کَقَوْلِهِمْ بِنَفَدِ مِرَادِ اَرْوَاحِ الْكُمَّلِ لِاَزْلِيَّتِهَا یعنی یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ کاملین کے ارواح ازل ہی سے قدیم ہیں*

ان کا یہ قول بھی اہل اسلام کے مخالف ہے کیونکہ اہل اسلام کے نزدیک تمام عالم

بلکہ اپنے اجزا کے محدث ہے۔ اور ارواح بھی جملہ عالم میں سے ہیں۔ کیونکہ تمام ماسوے اللہ کا نام عالم ہے۔ فافہم ۞

پس سالک کو چاہیئے کہ حقیقت حال تک پہنچنے سے پہلے اپنے کشف و الہام کے برخلاف علمائے اہل حق کی تقلید کو لازم جانے۔ اور علما کو حق پر اور اپنے آپ کو خطا پر خیال کرے کیونکہ علما کی سند انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تقلید ہے۔ جن کی تائید وحی قطعی سے کی گئی ہے اور خطا و غلط سے معصوم ہیں۔ اور کشف و الہام وحی کے ساتھ ثابت ہوئے ہوئے احکام کے مخالف ہونے کی صورت میں سراسر خطا اور غلط ہیں۔ پس اپنے کشف کو علما کے قول پر مقدم کرنا درحقیقت احکام قطعیہ منزّلہ پر مقدم کرنا ہے۔ اور یہ عین گمراہی اور محض خسارہ ہے۔ اور نیز جس طرح کتاب و سنت کے موافق اعتقاد کا درست کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح ان کے موافق جیسے کہ علمائے مجتہدین نے کتاب و سنت سے استنباط فرمایا ہے۔ اور احکام حلال و حرام و فرض و واجب و مستحب و مکروہ و مشتبہ ان سے نکالے ہیں، ان کا علم و عمل بھی ضروری ہے۔ مقلّد کو لائق نہیں کہ مجتہد کی رائے کے برخلاف کتاب و سنت سے احکام اخذ کرے اور ان پر عمل کرے۔ اور عمل کرنے میں اس مجتہد کے مذہب جس کا وہ تابع ہے قول مختار کو اختیار کرے۔ اور رخصت سے اجتناب کر کے عزیمت پر عمل کرے۔ اور جہاں تک ہو سکے مجتہدین کے اقوال جمع کرنے میں کوشش کرے۔ تاکہ متفق علیہ قول پر عمل واقع ہو ۞

مثلاً امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وضو میں نیت کو فرض کہتے ہیں نیت کے بغیر وضو نہ کرے اور ایسے ہی ترتیب اندام اعضا کے دھونے اور تواتر کو بھی لازم جانتے ہیں۔ ترتیب و تواتر کی بھی رعایت کرنی چاہیئے ۞

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اعضا کے دھونے میں دلک یعنی ملنے کو فرض کہتے ہیں۔ اعضا کو ملنا بھی چاہیئے ۞

ایسے ہی لمس نساء اور مس ذکر کو وضو کا ناقض یعنی توڑنے والا کہتے ہیں۔ لمس نساء اور مس ذکر کے واقع ہونے کی صورت میں از سر نو وضو کرے۔ علیٰ ہذا القیاس ۞

ان دو اعتقادی و عملی پروں کے حاصل ہونے کے بعد قرب ایزدی جل شانہٗ کے مدارج عروج کی طرف متوجہ ہونا چاہیئے۔ اور منازل ظلمانی اور سالک نورانی کے قطع کرنے کا طالب ہونا چاہیئے ۞

لیکن جاننا چاہیئے کہ ان منازل کا قطع کرنا۔ اور ان مدارج پر عروج کرنا شیخ کامل مکمل راہ داں، راہ بیں، راہنما کی توجہ و تصرف پر وابستہ ہے۔ جس کی نظر امراض قلبی کو شفا بخشنے والی ہے اور اس کی توجہ ناپسندیدہ ردی اخلاق کو دور کرنے والی ہے۔ پس طالب کو چاہیئے کہ اول شیخ کی طلب کرے۔ اگر محض فضل خداوندی سے اس کو شیخ کا پتہ بتلادیں۔ تو شیخ کی معرفت کو نعمت عظمٰے تصور کر کے اپنے آپ کو اس کا ملازم بنائے۔ اور ہمہ تن اس کے تصرف کے تابع ہوجائے۔

شیخ الاسلام ہروی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ الٰہی یہ کیا ہے جو تونے اپنے دوستوں کو عطا کیا ہے کہ جس نے ان کو پہچانا اس نے تجھ کو پا لیا۔ اور جب تک تجھ کو نہ پایا ان کو نہ پہچانا۔ اور اپنے اختیار کو کلی طور پر شیخ کے اختیار میں گم کردے۔ اور اپنے آپ کو تمام مرادوں سے خالی کر کے کرہمت کو اس کی خدمت میں باندھے۔ اور جو کچھ شیخ اس کو فرمائے اس کو اپنی سعادت کا سرمایہ جان کر اس کے بجا لانے میں جان سے کوشش کرے۔ شیخ مقتدا اگر ذکر کو اس کی استعداد کے مناسب دیکھیگا تو اس کا امر کریگا۔ اور اگر توجہ و مراقبہ کے مناسب دیکھیگا تو اس کی طرف اشارہ کریگا۔ اور اگر صرف صحبت ہی میں رہنا اس کے لئے کافی دیکھیگا تو اس کا امر کریگا۔

غرض شیخ کی صحبت کے حاصل ہونے کے باوجود ذکر اور شرائط راہ میں سے کسی شرط کی حاجت نہیں ہے۔ جو کچھ طالب کے حال کے مناسب دیکھیگا، فرما دیگا۔ اور اگر راستہ کی بعض شرائط میں تقصیر واقع ہوگی۔ تو شیخ کی صحبت اس کا تدارک کردیگی۔ اور اس کی توجہ اس کی کمی کو پورا کردیگی۔ اور اگر ایسے شیخ مقتدا کی شرف صحبت سے مشرف نہ ہو۔ تو پھر اگر مرادوں میں سے ہے۔ تو اس کو اپنی طرف جذب کرلینگے۔ اور محض عنایت بیغایت سے اس کا کام کردینگے۔ اور جو شرط و ادب کہ اس کے لئے درکار ہوگا۔ اس کو جتلا دینگے۔ اور منازل سلوک کے قطع کرنے میں بعض بزرگواروں کی روحانیات کو اس کے راستہ کا وسیلہ بنائینگے۔ کیونکہ عادت اسی طرح جاری ہے کہ راہ سلوک کے طے کرنے میں مشائخ کی روحانیات کا وسیلہ درکار ہے۔ اور اگر مریدوں میں سے ہے تو اس کا کام شیخ مقتدا کے وسیلہ کے بغیر مشکل ہے۔ جب شیخ مقتدا نہ ملے۔ ہمیشہ اللہ تعالےٰ کی بارگاہ میں التجا و زاری کرتا ہے تاکہ اس کو شیخ مقتدا تک پہنچا دیں اور نیز چاہیئے کہ شرائط راہ کی رعایت کو لازم جانے۔ شرائط مشائخ کی کتابوں میں مفصل طور پر بیان ہوچکی ہیں۔ وہاں سے ملاحظہ کر کے ان کو مدنظر رکھیں۔

شرائط راہ میں سے اعلے اور اعظم شرط نفس کی مخالفت ہے۔ اور وہ مقام ورع و تقوے کی رعایت پر موقوف ہے۔ جو محارم یعنی حرام سے ہٹ جانے سے مراد ہے اور محرمات و حرام سے نہیں بچ سکتے جب تک فضول مُباحات سے پرہیز نہ کریں کیونکہ مُباحات کے ارتکاب میں نفس کی باگ کا ڈھیلا کرنا مشتبہات تک پہنچا دیتا ہے۔ اور مشتبہ حرام کے نزدیک ہے۔ اور حرام میں گر پڑنے کا احتمال قوی ہے۔ مَنْ حَامَ حَوْلَ الْحِمٰى يُوْشِكُ اَنْ يَّقَعَ فِيْهِ (جو شخص چراگاہ کے گرد پھرا وہ بیشک اس میں جا پڑیگا) پس محرمات سے بچنا فضول مُباحات سے بچنے پر موقوف ہوُا۔ پس ورع میں فضول مُباحات سے بچنا بھی ضروری ہوُا۔ اور ترقی و عروج ورع پر وابستہ ہے ✦

اس کا بیان یہ ہے کہ اعمال کے دو جزو ہیں۔ ایک امتثال اوامر یعنی امر کا بجا لانا دوسرے انتہا از مناہی یعنی منہیات سے بچنا۔ امتثال امر میں قدسی یعنی فرشتے بھی شامل ہیں۔ اگر امتثال امر میں ترقی واقع ہوتی۔ تو قدسیوں کو بھی واقع ہوتی۔ اور مناہی سے بچ رہنا قدسیوں میں نہیں ہے کیونکہ وہ بالذات معصوم ہیں۔ اور مخالفت کی مجال نہیں رکھتے تاکہ اس سے نہی کی جائے پس معلوم ہوُا کہ ترقی اسی جزو پر وابستہ ہے اور یہ اجتناب سراسر نفس کی مخالفت ہے کیونکہ شریعت ہوائے نفسانی اور رسوم ظلمانی کے دفع کرنے اور مٹانے کے لئے وارد ہوئی ہے۔ چونکہ نفس کی طبعی خواہش محرم کا ارتکاب یا فضول امر کا ارتکاب ہے۔ جو محرم کے ارتکاب تک پہنچا دیتا ہے۔ اس لئے محرم و فضول کے اجتناب میں نفس کی عین مخالفت ہے ✦

اگر سوال کریں کہ امتثال اوامر میں بھی نفس کی مخالفت ہے۔ کیونکہ نفس نہیں چاہتا کہ عبادات میں مشغول ہو۔ پس امتثال بھی ترقی کا مستلزم ہوگا۔ اور چونکہ ملائکہ میں امتثال کی مخالفت مفقود ہے۔ اس لئے ان کی ترقی کا سبب نہیں ہے۔ پس قیاس مع الفارق ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ عبادات میں نفس کا راضی نہ ہونا اس سبب سے ہے کہ وہ اپنی فراغت و آرام کا خواہاں ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ اپنے آپ کو کسی چیز سے مقید کرے۔ اور یہ فراغت اور عدم تقید بھی محرم میں داخل ہے یا فضول میں۔ پس امتثال اوامر میں نفس امارہ کی مخالفت اس محرم یا فضول سے اجتناب کے باعث ہے نہ صرف ادائے اوامر کے باعث جو کہ ملائکہ کو بھی حاصل ہے۔ پس قیاس صحیح ہے۔ پس جس طریق میں نفس کی مخالفت زیادہ تر ہے۔ وہی سب طریقوں سے اقرب اور زیادہ تر نزدیک ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ تمام طریقوں میں سے طریقہ علیہ نقشبندیہ میں نفس کی

مخالفت کو زیادہ تر مدنظر رکھتے ہیں۔ کیونکہ ان بزرگواروں نے عمل عزیمت پر اختیار کیا ہے اور رخصت سے اجتناب فرمایا ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ عزیمت میں محرم و فضول کے اجتناب کے دونوں جزو مدنظر ہوتے ہیں۔ برخلاف رخصت کے کہ فقط محرم کا اجتناب ہے۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ہو سکتا ہے کہ باقی طریقوں نے بھی عزیمت کو اختیار کیا ہو۔ تو میں کہتا ہوں کہ اکثر طریقوں میں سماع و رقص ہے۔ بڑے تامل کے بعد کام رخصت تک پہنچ جاتا ہے۔ عزیمت کی اس میں کیا مجال ہے ایسے ہی ذکر جہر ہے جس میں رخصت سے زیادہ متصور نہیں +

اور نیز دوسرے سلسلوں کے مشائخ نے اپنے اپنے طریقوں میں بعض حقانی نیتوں کے باعث امور محدثہ یعنی نئے نئے امور پیدا کئے ہیں جن میں نہایت صحت و تحقیق کے بعد رخصت ہی کا حکم ہے۔ برخلاف اس سلسلہ علیہ کے بزرگواروں کے جو سر مو سنت کی مخالفت پسند نہیں کرتے۔ اور ابداع و احداث یعنی کسی نئے امر کا پیدا کرنا روا نہیں رکھتے۔ پس اس طریق میں نفس کی مخالفت پورے طور پر ہے۔ اس لئے یہی طریقہ سب طریقوں سے اقرب ہے پس طالب کے لئے اس طریق کا اختیار کرنا نہایت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ کیونکہ یہ راہ نہایت اقرب ہے اور مطلب بکمال رفعت میں ہے۔ لیکن ان کے متاخرین خلفا کی ایک جماعت نے ان بزرگواروں کے اوضاع و اطوار کو ترک کر کے اس طریق میں بعض نئے نئے امور پیدا کئے ہیں۔ اور سماع و رقص و ذکر جہر کو اختیار کیا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اس خاندان بزرگ کے بزرگواروں کی نیتوں کی اصل حقیقت تک نہیں پہنچے۔ یہ لوگ اپنے زعم میں خیال کرتے ہیں کہ ان محدثات اور مبدعات یعنی نئے امور اور بدعتوں سے اس طریقہ کی تکمیل اور تتمیم کرتے ہیں اور نہیں جانتے کہ اس کی بربادی اور خرابی میں کوشش کر رہے ہیں۔ وَاللّٰهُ يُحِقُّ الْحَقَّ وَهُوَ يَهْدِي السَّبِيْلَ اللہ تعالیٰ حق بات کو پسند کرتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے +

مکتوب ۲۸۷

جذبہ اور سلوک اور ان معارف کے بیان میں جو ان دونوں مقاموں کے مناسب ہیں۔ اپنے برادر حقیقی حقائق آگاہ میاں غلام محمد کی طرف صادر فرمایا ہے :-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا اَنْ هَدٰنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَاءَتْ

رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَخَتَمَهُمْ بِاَفْضَلِهِمْ وَاَكْمَلِهِمْ مُحَمَّدِ نِ الَّذِیْ جَاءَ بِالصِّدْقِ صَلَوٰتُ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ وَبَرَكَاتُهٗ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ وَعَلٰى مَنْ تَابَعَهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ اٰمِيْنَ

اللہ تعالےٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق بات لائے ہیں۔ اور ان کو ختم کیا ان کے افضل اور اکمل یعنی حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے جو صدق کے ساتھ آئے۔ ان پر اور ان کے تمام تابعداروں پر قیامت تک اللہ تعالےٰ کی طرف سے صلوات و برکات ہوں۔ آمین +

دیکھنے میں آتا ہے کہ طالب اپنی کم ہمتی اور پست فطرتی اور شیخ کامل مکمل کی صحبت نہ پانے کے باعث دراز راستہ اور بلند مطلب کو چھوٹے راستہ اور ادنےٰ مطلب پر لے آئے ہیں۔ اور جو کچھ ان کو راستہ میں حقیر و نقیر یعنی ہیچ پوچ حاصل ہوا ہے اسی پر کفایت کر کے اسی کو اصلی مقصد خیال کئے بیٹھے ہیں۔ اور اس کے حاصل ہونے سے اپنے آپ کو کامل اور منتہی سمجھے بیٹھے ہیں۔ اور وہ احوال جو راہ کے منتہیوں اور درگاہ کے واصلوں نے اپنے کام کے انجام اور اپنے روزگار کے نہایت کی نسبت بیان فرمائے ہیں۔ یہ پست فطرت لوگ اپنی قوت متخیلہ کے غلبہ کے باعث ان احوال کاملہ کو اپنے احوال ناقصہ کے مطابق کرتے ہیں۔ ان کا بعینہ یہی قصہ ہے ع

بخواب اندر مگر موشے شتر شد

ترجمہ ع خواب میں موش بن گیا اشتر

انہوں نے بحر عمیق سے قطرہ بلکہ قطرہ کی صورت پر اور دریائے عمان سے بوند بلکہ بوند کی صورت پر قناعت کی ہے۔ اور چون کو بیچون تصور کر کے بیچون سے آرام حاصل کیا ہے۔ اور مانند کو بیمانند خیال کر کے بیمانند کو چھوڑ کر مانند کے ساتھ گرفتار ہوئے ہیں۔ ان سالکوں کے احوال سے جنہوں نے ابھی سلوک کو تمام نہیں کیا۔ اور ان پیاسوں کے حالات سے جنہوں نے سراب کے ساتھ آرام حاصل کیا ہوا ہے۔ ان لوگوں کے احوال جو تقلید کے ساتھ بیچون پر ایمان لائے ہیں۔ اور بیمانند کے گرفتار ہیں۔ کئی درجے بہتر ہے۔ محق اور مبطل (یعنی سچے اور جھوٹے) اور مصیب اور مخطی (یعنی باصواب اور خطا کار) کے درمیان بہت فرق ہے۔ ان طالبوں کو جو ابھی مطلب تک نہیں پہنچے۔ اور حادث کو قدیم جانتے ہیں۔ اور چون کو بیچون سمجھتے ہیں۔ اگر غیر صحیح کشف پر معذور نہ رکھیں اور اس غلط اور خطا پر مواخذہ کریں۔ تو ان کا حال

نہایت ہی افسوس کے قابل ہے۔ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ اَخْطَأْنَا۔ یا اللہ تو ہماری بھول چوک پر ہمارا مواخذہ نہ کر۔

مثلاً ایک شخص کعبہ کا طالب ہوا۔ اور شوق سے اس کی طرف پہنچنے کے لئے متوجہ ہوا۔ اتفاقاً اثنائے راہ میں خانہ کعبہ جیسا ایک اور خانہ اس کے سامنے آیا۔ صورت کی مشابہت کے باعث اس شخص نے خیال کیا کہ کعبہ ہے۔ اور وہیں معتکف ہو کر بیٹھ گیا۔ اور دوسرے شخص نے کعبہ کے خواص کو کعبہ کے وصلوں سے معلوم کر کے کعبہ کی تصدیق کی اس شخص نے اگرچہ طلب سے کعبہ کی راہ میں قدم نہیں رکھا لیکن اس نے غیر کعبہ کو کعبہ نہیں جانا ہے یہ شخص اپنی تصدیق میں محق یعنی سچا ہے۔ اور اس کا حال طالب خطا کار مذکور سے بہتر ہے لیکن اس طالب کا حال جو ہر چند مقصد تک نہیں پہنچا ہے۔ لیکن اس نے غیر مطلب کو مطلب نہیں سمجھا ہے۔ اس مقلد محق کے حال سے جس نے ابھی راہ مطلب میں قدم نہیں رکھا بہتر ہے کیونکہ اس نے مطلوب کے تصدیق کی حقیقت کے باوجود مطلوب کے راہ کی مسافت کو مجمل طور پر قطع کیا ہے۔ پس زیادتِ و برتری اس کے لئے متحقق و ثابت ہوگی۔ اور ان میں سے ایک گروہ کے لوگ اپنے اس خیالی کمال اور وہمی وصال سے شیخی اور خلق کی اقتدا کی مسند پر بیٹھے ہیں اور اپنی منقصت کے باعث کمالات کے بہت سے مستعدوں کی استعداد کو ضائع کر دیا ہے۔ اور اپنی صحبت کی سردی کی شومی سے طالبوں کی طلب کی حرارت کو دور کر دیا ہے ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا ضَاعُوْا فَاَضَاعُوْا (یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ اور آپ بھی ضائع ہوئے اور دوسروں کو بھی ضائع کیا) کمالات کا اس قسم کا تخیل اور وصال کا توہم سالکانِ مجذوب نارسیدہ کی نسبت مجذوبان سلوک ناکردہ میں زیادہ تر ہے۔ کیونکہ مبتدی اور منتہی جذب کی صورت میں ایک دوسرے کے مشابہ اور عشق و محبت میں بظاہر ایک دوسرے کے مساوی ہیں۔ اگرچہ حقیقت میں ایک دوسرے کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتے اور ایک دوسرے کے احوال جدا ہیں ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ابتدا میں جو کچھ ہے معلول ہے اور غرض پر محمول ہے اور انتہا میں چونکہ حق کے ساتھ ہے سب کچھ حق کے لئے ہے۔ اس سخن کی تفصیل انشاء اللہ عنقریب تحریر ہوگی۔ یہ صوری مشابہت اور ظاہری مناسبت اس تخیل کا باعث ہو جاتی ہے۔ اور چونکہ طریقہ علیہ نقشبندیہ میں جذب سلوک پر مقدم

ہے۔ اس لئے اس طریق کے مجذوبوں کو جو سلوک کی دولت سے مشرف نہیں ہوئے۔ اس قسم کا تخیل اور اس طرح کا وہم بہت پیدا ہوتا ہے۔ ان میں سے ایک اور جماعت کے لوگ جن کو مقام جذبہ میں تقلب حاصل ہوتا ہے اور ایک حال سے دوسرے حال میں بدلتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ منازل سلوک قطع ہو گئیں اور سیر الی اللہ کے راستے طے ہو چکے ہیں اور ان تقلبات سے اپنے آپ کو مجذوب سالک جانتے ہیں۔ اس لئے خاطر فاتر میں آیا کہ چند فقرے لکھے جائیں۔ جن میں جذبہ اور سلوک کی حقیقت اور ان ہر دو مقام کے درمیان فرق ظاہر ہو۔ اور ہر ایک کے خواص کو بیان کیا جائے۔ جن کے سبب ایک دوسرے سے متمیز ہو سکے۔ اور جذب مبتدی اور جذب منتہی کے درمیان فرق اور مقام تکمیل و ارشاد اور اس مقام کے مناسب علوم کی حقیقت معلوم ہو۔ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ۔ تاکہ حق حق ثابت ہو اور باطل باطل ثابت ہو۔ اگرچہ مجرم لوگ اس کو ناپسند کریں۔

شَرَعْتُ فِيْهِ بِحُسْنِ تَوْفِيْقِهٖ سُبْحَانَهٗ وَهُوَ سُبْحَانَهٗ يَهْدِي السَّبِيْلَ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ۔ اب میں حق تعالےٰ کی توفیق سے اس بیان کو شروع کرتا ہوں۔ اور وہی سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے اور وہی اچھا مولا اور بہتر وکیل ہے۔

یہ مکتوب دو مقصدوں اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

مقصد اول میں ان معارف کا بیان ہے جو مقام جذبہ کے متعلق ہیں۔ اور **مقصد ثانی** میں اُن معارف کا بیان ہے جو مقام سلوک سے تعلق رکھتے ہیں۔ اور **خاتمہ** میں بعض ان علوم و معارف متفرقہ کا بیان ہے۔ جن کا جاننا طالبوں کے لئے نہایت ہی مفید ہے۔

مقصد اوّل

جاننا چاہیئے کہ وہ مجذوب جنہوں نے ابھی سلوک کو تمام نہیں کیا۔ اگرچہ قوی جذب رکھتے ہوں۔ اور خواہ کسی راہ سے منجذب ہوں۔ ارباب قلوب کے گروہ میں داخل ہیں سلوک اور تزکیہ نفس کے بغیر مقام قلب سے نہیں گذر سکتے تاکہ مقلب قلب یعنی دل کے پھیرنے والے تک پہنچ جائیں۔ ان کا انجذاب قلبی ہے اور ان کی محبت عرضی ہے نہ ذاتی۔ اور ظلی ہے نہ اصلی۔ کیونکہ اس مقام میں نفس رُوح کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اور ظلمت نور کے ساتھ خلط ملط

ہوتی ہے۔ یعنا زل سلوک کے قطع کرنے اور سیر الی اللہ کے رستوں کو طے کرنے اور سیر فی اللہ کے ساتھ متحقق ہونے بلکہ مقام فرق بعد الجمع (جو سیر عن اللہ باللہ سے تعلق رکھتا ہے) کے حاصل ہونے کے بعد جب تک رُوح نفس سے خلاص و آزاد نہ ہو جائے تب تک مقام قلب کی تنگی سے کُلی طور پر نہیں نکل سکتے۔ اور مقلب قلب سے نہیں مل سکتے۔ اور مطلوب کے ساتھ انجذاب روحی پیدا نہیں کر سکتے ہے

ہر گدائے مرد میداں کے شود پشۂ آخر سلیماں کے شود

ترجمہ گدا ہوتا نہیں ہے مرد میداں نہیں مچھر سے بن سکتا سلیماں

اس بیان سے جذب منتہی اور جذب مُبتدی کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا۔

ان صاحبان قلوب مجذوبوں کا شہود پردۂ کثرت میں ہے۔ خواہ وہ ان معنے کو معلوم کریں یا نہ کریں۔ اور اس کثرت میں ان کو عالم ارواح کے سوا اور کچھ مشہود نہیں ہوتا۔ جو لطافت اور احاطہ اور سریان میں اپنے موجد کے مشابہ صورت رکھتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ (اللہ تعالےٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا) اور اس مناسبت کے باعث شہود روح کو شہود حق جانتے ہیں۔ اور احاطہ اور سریان اور قرب و معیت بھی اسی قیاس پر ہیں۔ کیونکہ سالک کی نظر مقام فوق تک ہی رہتی ہے۔ اور اس سے آگے مقام فوق۔ فوق تک عبور نہیں کر سکتے اور ان کے مقام کے فوق رُوح کا مقام ہے۔ اس لئے ان کی نظر مقام رُوح سے بلند تر نہیں جاتی۔ اور رُوح کے سوا اور کوئی امر مشہود نہیں ہوتا۔ فوق رُوح تک نظر کا جانا مقام رُوح تک پہنچنے پر موقوف ہے۔ اور محبت و انجذاب بھی شہود حق کی طرح ہے۔ بلکہ حق تعالیٰ کی بارگاہ کے ساتھ محبت و انجذاب کا پیدا ہونا فنا کے حاصل ہونے پر موقوف ہے۔ جو سیر الی اللہ کی نہایت سے مراد ہے ہے

ہیچکس را تا نگردد او فنا نیست رہ در بارگاہ کبریا

ترجمہ جب تلک کوئی نہ ہو جائے فنا رہ نہیں ملتا اُسے سوئے خدا

اس مقام میں شہود کا اطلاق میدان عبارت کی تنگی کے باعث ہے۔ ورنہ ان بزرگوں کا کارخانہ شہود کے وراء الورا ہے جس طرح ان کا مقصد بیچون و بیچگون ہے۔ ان کا اتصال بھی حق تعالےٰ کے ساتھ بیچون و بیچگون ہے۔ چون کو بیچون کی طرف کوئی راہ نہیں۔ لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاہُ۔ بادشاہ کے عطایا کو اسی کے اونٹ اُٹھا سکتے ہیں ہے

اتصالِ بے تکیف بے قیاس ہست رب الناس را با جانِ ناس

ترجمہ ؎ ہے خدا کا اپنے بندوں سے اک ایسا اتصال
جس کی کیفیت کا پانا اور سمجھنا ہے محال

محققین ارباب سلوک کے نزدیک جو نہایت کار تک پہنچ چکے ہیں۔ حق تعالیٰ کا احاطہ اور سریان اور قرب اور معیت علمائے اہل حق شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے موافق علمی ہے قرب ذاتی وغیرہ کے ساتھ حکم کرنا ان کے نزدیک بے حاصلی اور دُوری کی علامت ہے۔ نزدیک کے لوگ قرب کا حکم نہیں کرتے +

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جو کوئی کہتا ہے کہ میں نزدیک ہوں وہ دُور ہے اور جو کوئی دُور ہے وہ نزدیک ہے؛ تصوف یہی ہے۔ اور وہ علم جو توحید وجودی کے متعلق ہے اس کا سبب قلبی محبت و انجذاب ہے۔ وہ ارباب قلوب جن کو ابھی جذب حاصل نہیں ہوا۔ اور سلوک کے طریق پر منازل کو قطع کرتے ہیں۔ یہ علم ان کے ساتھ مناسبت نہیں رکھتا۔ اور ایسے ہی وہ مجذوب جو سلوک کے ساتھ قلب سے پورے طور پر مقلب قلب کی طرف متوجہ ہیں۔ ان علوم سے بیزار ہوتے اور توبہ کرتے ہیں۔ بعض مجذوب ایسے ہوتے ہیں جو ہر چند راہ سلوک پر آجاتے ہیں۔ اور سلوک سے منازل کو طے کرتے ہیں لیکن ان کی نظر مقام مالوف سے قطع نہیں ہوتی۔ اور فوق کی طرف توجہ پیدا نہیں کرتی۔ اس قسم کے علوم ان کا دامن نہیں چھوڑتے۔ اور اس بھنور سے نہیں نکل سکتے۔ اسی واسطے مدارج قرب پر عروج کرنے اور مراتب قدس پر صعود کرنے میں لنگڑے رہتے ہیں۔ رَبَّنَا اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا (اے رب ہمارے ہم کو اس گاؤں سے نکال جس کے باشندے ظالم ہیں۔ اور تو خود ہمارا کارساز اور مددگار بن) ان علوم سے بیزار ہونا نہایت مطلب تک پہنچنے کی علامت ہے۔ کیونکہ جُوں جُوں تنزیہ کے ساتھ زیادہ مناسبت پیدا ہوجاتی ہے۔ تُوں تُوں عالم کی اپنے صانع کے ساتھ بے مناسبتی زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اس وقت عالم کو صانع کا عین جاننا یا صانع کو عالم کا محیط بالذات سمجھنا کچھ معنے نہیں رکھتا۔ مَا لِلتُّرَابِ وَ رَبِّ الْاَرْبَابِ (چہ نسبت خاک را با عالم پاک) +

معرفت۔ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ نے فرمایا ہے کہ ہم نہایت کو بدایت میں درج کرتے ہیں +

اس عبارت کے معنے یہ ہیں کہ وہ انجذاب محبت جو منتہیوں کو نہایت میں میسر ہوتی ہے۔ اس طریق میں وہ انجذاب و محبت جو ابتدا میں پیدا ہو جاتی ہے۔ مندرج ہے کیونکہ منتہی کا جذب رُوحی ہوتا ہے اور مبتدی کا جذب قلبی۔ اور چونکہ قلب رُوح اور نفس کے درمیان برزخ ہے۔ اس لئے جذب قلبی کے ضمن میں جذب روحی بھی میسر ہو جاتا ہے۔ اور اس اندراج کو اس طریق کے ساتھ خاص کرنا اگرچہ یہ مطلب تمام جذبات میں حاصل ہے۔ اس سبب سے ہے کہ اس خاندان کے بزرگواروں نے اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے ایک خاص طریقہ وضع کیا ہے۔ اور اس مطلب تک پہنچنے کے لئے ایک خاص مسلک تعین کیا ہے۔ اور دوسروں کو یہ مطلب اتفاق کے طور پر حاصل ہوتا ہے۔ ان کے ہاں کوئی خاص ضابطہ اور قاعدہ مقرر نہیں ہے اور نیز ان بزرگواروں کے لئے مقام جذبہ میں شان خاص ہوتا ہے۔ جو اوروں کے لئے نہیں ہوتا اگر ہوتا بھی ہے تو شاذ و نادر ہوتا ہے۔ اسی واسطے ان میں سے بعض کو اس مقام میں بغیر اس بات کے کہ منازل سلوک کو قطع کریں۔ ارباب سلوک کے فنا و بقا کی مانند فنا و بقا حاصل ہو جاتا ہے اور مقام تکمیل کا سیر بھی جو مقام سیر عن اللہ باللہ کے مشابہ ہے۔ میسر ہو جاتا ہے جس کے ساتھ یہ لوگ مستعدوں کی تربیت کرتے ہیں۔ اس بحث کی تحقیق انشاء اللہ عنقریب لکھی جائیگی۔ یہاں ایک دقیقہ ہے جس کا بیان کرنا ضروری ہے ◆

جاننا چاہئے کہ رُوح کو بدن کے تعلق سے پہلے ایک قسم کی توجہ اپنے مقصود کی طرف حاصل ہوتی ہے۔ جب اس کا تعلق بدن کے ساتھ ہوا۔ تو وہ توجہ زائل ہو گئی ◆

اس طریقہ علیہ کے بزرگواروں نے اس سابقہ توجہ کے ظہور کے لئے اس خاص طریقہ کو وضع کیا ہے۔ لیکن چونکہ رُوح بدن کے ساتھ متعلق ہے اس واسطے توجہ قلبی حاصل ہوتی ہے جو توجہ رُوح و نفس کی جامع ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ توجہ رُوحی توجہ قلبی میں مندرج ہے۔ لیکن توجہ رُوحی جو منتہیوں کے لئے ہے۔ رُوح کے فنا اور وجود حقانی کے ساتھ اس کے بقا کے بعد ہے۔ جس کو بقا باللہ سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور توجہ روحی جو توجہ قلبی کے ضمن میں ہے بلکہ رُوح کی وہ توجہ بھی جو بدنی تعلق سے پہلے تھی۔ وہ وہ توجہ ہے جو باوجود ہستی رُوح کے ہے جس کی طرف فنا نے راستہ نہیں پایا۔ اور رُوح کی اس توجہ میں جو باوجود ہستی رُوح کے ہے۔ اور اس توجہ میں جو رُوح کے فنا ہونے کے باوجود ہے۔ بہت فرق ہے۔ پس اس توجہ رُوحی مندرج کو نہایت کہنا اس اعتبار سے ہے کہ رُوح کی توجہ ہے۔ کیونکہ نہایت میں صرف یہی

رہتی ہے۔ پس ہدایت میں نہایت کے اندراج سے یہ مراد ہے کہ نہایت کی صورت ہدایت میں مندرج ہے نہ کہ نہایت کی حقیقت کیونکہ اس کا ہدایت میں مندرج ہونا محال ہے۔ اور ممکن ہے کہ صورت کے لفظ کو اس واسطے نہ لائے ہوں تاکہ اس طریق کی طلب میں رغبت و شوق پیدا ہو وَالْحَقِیْقَۃُ مَاحَقَّقْتُ بِعَوْنِ اللّٰہِ تَعَالٰی (حقیقت یہی ہے جو اللہ کی مدد سے میں نے تحقیق کی) اور وہ سابقین (سب سے آگے بڑھنے والے) جن کا انجذاب بے تعمل و بے کسب ہے (یعنی ان کو کسی عمل یا کسب کی حاجت نہیں محض اللہ کی عنایت ان کو کھینچ لائی ہے) بلکہ توجہ و حضور کے ساتھ آئے ہیں۔ ان کا یہ انجذاب بھی قلبی ہے۔ اور رُوح کی اس سابقہ توجہ کا اثر ہے۔ جو بدنی تعلق کے باعث اس سابقہ توجہ کو فراموش کر چکے ہیں۔ گویا کسب اس توجہ سابقہ کی آگاہی کے لئے اور اس گم شدہ دولت کے یاد دلانے کے لیے ہے لیکن توجہ سابقہ کے بھولنے والے سابقان مذکورہ سے لطیف الاستعداد ہیں۔ کیونکہ متوجہ الیہ کی طرف سے توجہ سابق کا کلّی طور پر فانی اور گم ہونے کی خبر دیتا ہے۔ اور توجہ کا عدم نسیان ایسا نہیں ہے۔ غرض سابقین میں وہ توجہ کُلّی طور پر شمول و سریان پیدا کر لیتی ہے اور ان کا بدن بھی ان کے رُوح کا حکم حاصل کر لیتا ہے۔ کَمَا هُوَ شَانُ الْمَحْبُوْبِیْنَ الْمُرَادِیْنَ (جیسے کہ محبوبین مرادین کا حال ہے) لیکن محبوبین کے اس شمول اور سابقین کے شمول میں وہی فرق ہوتا ہے۔ جو کسی شے کی حقیقت اور صورت میں ہوتا ہے۔ کَمَا هُوَ الظَّاهِرُ عَلٰی اَرْبَابِهٖ (جیسے کہ اس کے واقفان پر ظاہر ہے) ہاں مُحبان وصل اور مریدانِ کامل کے لئے بھی اس قسم کا شمول ثابت ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ شمول برق کی طرح ہوتا ہے۔ دائمی نہیں ہوتا شمول دائمی محبوبوں کا خاصہ ہے۔

معرفت۔ مجذوبانِ اربابِ قلوب جب مقام قلب میں تمکین و رسوخ پیدا کر لیتے ہیں اور وہ معرفت و صحو جو اس مقام کے مناسب ہے ان کو حاصل ہو جاتا ہے۔ تو اس وقت طالبوں کو فائدہ پہنچا سکتے ہیں۔ اور ان کی صحبت میں طالبوں کو قلبی انجذاب و محبت حاصل ہو جاتی ہے لیکن ان سے کمال تک نہیں پہنچ سکتے۔ کیونکہ یہ خود حد کمال تک نہیں پہنچے ہیں۔ اس واسطے دوسروں کے لئے کمال حاصل کرنے کا واسطہ نہیں بن سکتے۔ یہ بات مشہور ہے کہ ناقص سے کوئی کامل نہیں بنتا۔ البتہ ان کا افادہ جتنا ہی ہو اربابِ سلوک کے افادہ سے زیادہ ہوتا ہے۔ اگرچہ اربابِ سلوک نہایت سلوک تک پہنچ جائیں اور منتہیوں کا جذب پیدا کر لیں لیکن مقام قلب میں ان کو سیر عن اللہ باللہ کے طریق پر نہیں لاتے۔ کیونکہ وہ منتہی جس نے

ابھی عالم کی طرف رجوع نہیں کیا تکمیل و افادہ کا مرتبہ نہیں رکھتا۔ کیونکہ عالم کے ساتھ اس کو کوئی توجہ اور مناسبت نہیں ہوتی۔ تاکہ غیر کا افادہ کر سکے۔ شیخ مقتدا کو جو برزخ کہتے ہیں اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ وہ مقام برزخیت میں جس کو مقام قلب کہتے ہیں اُترا ہوا ہوتا ہے۔ اور رُوح و نفس ہر دو جہت سے حظ وافر حاصل کیا ہوتا ہے۔ رُوح کی جہت سے اپنے فوق والے سے استفادہ یعنی فائدہ حاصل کرتا ہے۔ اور نفس کی جہت سے اپنے سے ادنیٰ و ماتحت کو فائدہ دیتا ہے کیونکہ اس کے لئے حق تعالےٰ کی توجہ اور خلق کی توجہ دونوں جمع ہوتی ہیں اور ایک دوسرے کا حجاب نہیں ہوتیں۔ پس افادہ و استفادہ اس کو ایک ہی وقت میں حاصل ہوتے ہیں۔ بعض مشائخ اس برزخیت سے برزخیت بین الخالق والحق (خلق اور حق کے درمیان برزخیت) مراد رکھتے ہیں۔ اور شیخ برزخ کو تشبیہ و تنزیہ کا جامع کہتے ہیں ❖

پوشیدہ نہ رہے کہ اس قسم کی برزخیت جو سکر پر مبنی ہے مقام شیخی (جو سراسر صحو پر مبنی ہے) کے لائق نہیں ہے۔ کیونکہ اس مقام میں ان کا نفس روحانی انوار کے غلبوں میں پھنسا ہوتا ہے۔ اور یہی امر سکر کا باعث ہوجاتا ہے۔ اور مقام برزخیت بین قلب و نفس و رُوح ایک دوسرے سے جُدا ہیں۔ پس ناچار سکر کی گنجائش نہ ہوگی۔ بلکہ وہاں تو صحو ہی صحو ہے جو مقام دعوت کے مناسب ہے۔ اور شیخ کامل کو جو مقام قلب میں لے آتے ہیں۔ تو برزخیت کے باعث عالم کے ساتھ مناسبت پیدا کرلیتا ہے۔ اور مستعدوں کے لئے کمالات حاصل کرنے کا واسطہ بن جاتا ہے۔ اور مجذوب متمکن بھی چونکہ مقام قلب میں ہے وہ بھی عالم کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ اور توجہ کو ان سے دریغ نہیں کرتا۔ اور انجذاب و محبت سے اگرچہ قلبی ہو، بہت سا حصہ اس کو حاصل ہوتا ہے۔ اس لئے افادہ کا راستہ اس پر کھل جاتا ہے۔ بلکہ مَیں کہتا ہوں کہ مجذوب متمکن کے افادہ کی کمیت یعنی مقدار منتہی مرجوع کے افادہ کی مقدار سے زیادہ ہوتی ہے۔ اور منتہی کے افادہ کی کیفیت مجذوب کے افادہ کی کیفیت سے زیادہ ہوتی ہے۔ کیونکہ منتہی مرجوع اگرچہ عالم کے ساتھ مناسبت پیدا کرلیتا ہے۔ لیکن حقیقت میں جُدا ہے۔ اور رنگ اصلی کے ساتھ رنگا ہوا اور اس کے ساتھ باقی ہے۔ اور یہ مجذوب حقیقت میں عالم کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے۔ اور منجملہ افراد عالم کے ہوتا ہے۔ اور اس بقا کے ساتھ باقی ہوتا ہے جس سے عالم باقی ہے۔ پس طالب حقیقی مناسبت کے باعث منتہی مرجوع کی نسبت مجذوب سے زیادہ فائدہ حاصل کرتے ہیں لیکن کمالات ولایت کے مراتب کا افادہ منتہی کے

ساتھ مخصوص ہے۔ پس اس لحاظ سے منتہی کا افادہ کیفیت میں راجح اور غالب ہوگا۔ اور نیز منتہی کے لئے درحقیقت ہمت و توجہ نہیں ہوتی۔ اور مجذوب صاحب ہمت توجہ ہوتا ہے۔ ہمت و توجہ کے ساتھ طالب کا کام نکال لے جاتا ہے۔ اگرچہ حد کمال تک نہیں پہنچاتا۔ اور نیز نہایت توجہ جو طالبوں کو مجذوبوں سے حاصل ہوتی ہے رُوح کی وُہی سابقہ توجہ ہے جو انہوں نے فراموش کی تھی۔ ان کی صحبت میں ان کو یاد آجاتی ہے۔ اور بطریق اندراج توجہ قلبی میں حاصل کر لیتے ہیں۔ برخلاف اُس توجہ کے جو منتہیوں کی صحبت میں حاصل ہوتی ہے۔ کیونکہ وہ توجہ حادث ہے جو پہلے حاصل نہ تھی۔ اور رُوح کے فانی ہونے بلکہ وجود حقانی کے ساتھ اس کے باقی ہونے پر موقوف تھی پس توجہ اسہل الحصول یعنی حاصل ہونے میں آسان ہوگی۔ اور توجہ ثانی متعسرالوجود یعنی مشکل سے حاصل ہونے والی ہوگی۔ اور جو چیز زیادہ آسان ہوتی ہے۔ زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ اور جو چیز مشکل ہوتی ہے۔ کمتر حاصل ہوتی ہے۔ اسی سبب سے بزرگوں نے کہا ہے کہ جہت جذبہ کے حاصل کرنے میں شیخ مقتدا کا واسطہ نہیں ہے۔ کیونکہ یہ نسبت اس کو اول ہی حاصل تھی۔ صرف نسیان کے باعث تنبیہ وتعلیم کا محتاج ہوا ہے۔ اسی واسطے اس شیخ کو شیخ تعلیم اور شیخ تربیت کہتے ہیں۔ اور جہت سلوک میں منازل سلوک کے قطع کرنے کے لئے شیخ مقتدا درکار ہے۔ اور اس کی تربیت ضروری ہے ✤

شیخ مقتدا کو لازم ہے کہ اس قسم کے مجذوب متمکن کو عام کے افادہ کے لئے اجازت دے اور مقام تکمیل اور شیخی میں بٹھائے۔ کیونکہ بعض طالب ایسے ہوتے ہیں جن کی استعداد بلند ہوتی ہے اور کمال وتکمیل کی قابلیت ان میں کامل طور پر ہوتی ہے۔ ایسے طالب اگر ایسے مجذوب کی صحبت میں آجائیں تو احتمال ہے کہ ان کی وہ استعداد ضائع ہو جائے۔ اور ان کی وہ قابلیت برطرف ہو جائے مثلاً وہ زمین جس میں گندم بونے کی عمدہ قابلیت ہو۔ اگر اس میں گندم کا اچھا بیج بویا جاوے۔ تو استعداد کے موافق اچھا پھل لاتی ہے۔ اور اگر اس زمین میں گندم کا ردی بیج یا چنوں کا بیج ڈالا جائے۔ تو ظاہر ہے کہ پھل تو کجا اس کی قابلیت بھی مسلوب وضائع ہو جائیگی ✤

اور اگر بالفرض شیخ مقتدا اس کی بہتری اجازت میں دیکھے اور افادہ کے معنے اس پر معلوم کرے۔ تو چاہیئے کہ اس کے افادہ کو بعض قیود اور شرائط کے ساتھ مقید کرے۔ مثلاً اس کے افادہ کے طریق پر طالب کی مناسبت کا ظاہر ہونا اور اس کی صحبت میں اس کی استعداد کا ضائع نہ ہونا اور اس ریاست میں اس کے نفس کا سرکش نہ ہونا۔ کیونکہ تزکیہ نفس نہ ہونے کے باعث اس سے

ہوائے نفسانی کی اقتدا زائل نہیں ہوئی۔ اور جب معلوم کرے کہ طالب اس سے اس کے نہایت افادہ تک پہنچ گیا ہے۔ اور طالب کی استعداد میں ابھی ترقی کی قابلیت ہے تو اس کو چاہئے کہ یہ بات اس پر ظاہر کرے۔ اور اس کو رخصت دے دے تاکہ وہ اپنے کام کو دوسرے شیخ سے کامل و تمام کرے۔ اور اپنے آپ کو منتہی نہ سمجھ لے۔ اور اس حیلہ سے لوگوں کی رہزنی نہ کرے اور اس قسم کی شرائط جو اس کے حال کے مناسب جانے اس کے سامنے ذکر کرے۔ اور ان کی وصیت کر کے رخصت و اجازت دیدے لیکن منتہی مرجوع افادہ و تکمیل میں ان قیود و شرائط کا محتاج نہیں ہے کیونکہ اس کو جامعیت کے باعث تمام طریقوں اور استعدادوں کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے۔ ہر شخص اپنی اپنی استعداد و مناسبت کے موافق اس سے فائدہ حاصل کر لیتا ہے۔ اگرچہ مشائخ اور مقتداؤں کی صحبت میں مناسبت کے قوی یا ضعیف ہونے کے باعث سرعت و بطوء یعنی دیری اور جلدی میں تفاوت ہے لیکن اصل افادہ میں متساوی الاقدام یعنی رتبہ میں برابر ہیں پیشوا مقتدا کو لازم ہے کہ طالب کے افادہ کے وقت حق سبحانہٗ کی بارگاہ میں التجا کرتا رہے۔ اور اس کے حبل متین یعنی مضبوط رسی سے پنجہ مارے کہ مبادا اس اشتہار کے ضمن میں مکر و استدراج پوشیدہ ہو۔ اور یہ التجا اس امر میں کیا بلکہ تمام امور میں ہر وقت حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اس کو عطا فرمائی ہوتی ہے۔ اور کسی فعل میں کسی وقت اس سے جدا نہیں ہوتی۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

مقصد دوم

اس بیان میں جو سلوک سے تعلق رکھتا ہے

جاننا چاہئے کہ طالب جب طریق سلوک میں فوق کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ اگر اس اسم تک جو اس کا رب ہے پہنچے اور اس میں فانی اور مستہلک ہو جائے۔ تو فنا کا اطلاق اس پر درست آتا ہے۔ بعد ازاں اس اسم کے ساتھ بقا حاصل کرنا اسی طرح مسلم اور اس فنا و بقا کے حاصل ہونے سے ولایت کے مرتبہ اولیٰ کے ساتھ مشرف ہو جاتا ہے۔ اس سخن کو تفصیل و بسط کے ساتھ بیان کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

تمہید۔ وہ فیض جو حق تعالیٰ کی طرف سے پہنچتا ہے دو قسم کا ہے۔

ایک قسم وہ ہے جو ایجاد (موجود کرنا) اور ابقا (باقی رکھنا) اور تخلیق (پیدا کرنا) اور ترزیق (رزق دینا) اور احیا (زندہ کرنا) و اماتت (مارنا) وغیرہ کے ساتھ تعلق رکھتا ہے ٭

دوسری قسم ہے جو ایمان و معرفت اور مراتب ولایت و نبوت کے تمام کمالات سے متعلق ہے ٭

پہلی قسم کا فیض صفات کے ذریعے سے آتا ہے۔ اور بعض کو شیونات کے واسطہ سے۔ اور صفات اور شیونات کے درمیان بہت دقیق فرق ہے۔ لَا یَظْهَرُ اِلَّا عَلٰی اٰحَادٍ مِّنَ الْاَوْلِیَاءِ الْمُحَمَّدِیِّ الْمَشْرَبِ لَمْ یَعْلَمْ اَنَّهٗ تَکَلَّمَ بِهٖ اَحَدٌ (محمدی المشرب اولیا کے سوا اور کسی پر ظاہر نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی کسی اور نے اس کی نسبت کلام کی ہے) ٭

غرض صفات حق تعالےٰ کی ذات پر وجود زائد کے ساتھ خارج میں موجود ہیں۔ اور شیونات حق تعالےٰ کی ذات میں مجرد اعتبار ہیں۔ اس بیان کو ہم اس مثال سے روشن کرتے ہیں۔ مثلاً پانی بالطبع اوپر سے نیچے کو آتا ہے۔ یہ طبعی فعل اس میں حیات و علم و قدرت و ارادت کا اعتبار پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ صاحبان علم اپنے ثقل کے باعث بمقتضائے علم اوپر سے نیچے کو آتے ہیں۔ اور فوق کی طرف توجہ نہیں کرتے، اور علم حیات کے تابع ہیں۔ اور ارادت علم کے تابع ہے۔ اور قدرت بھی ثابت ہے۔ کیونکہ احد المقدورین کی تخصیص ہے ٭

یہ اعتبارات پانی کی ذات میں ثابت کئے جاتے ہیں، بمنزلہ شیونات کے ہیں۔ اگر ان اعتبارات کے باوجود پانی کی ذات میں صفات زائد ثابت کئے جائیں۔ تو وجود زائد کے ساتھ صفات موجودہ کی طرح ہونگے۔ پانی کو پہلے اعتبارات کے لحاظ سے حی و قادر و مرید نہیں کہ سکتے ان اسموں کے ثابت کرنے کے لئے صفات زائد کا ثابت کرنا ضروری ہے ٭

پس جو کچھ بعض مشائخ کی عبارت میں پانی کے لئے مذکورہ بالا اسموں کے ثابت کرنے کے لئے واقع ہوا ہے۔ وہ شیون و صفات کے درمیان فرق کے نہ ہونے پر مبنی ہے۔ ایسے ہی صفات کے وجود کی نفی کا حکم بھی اس فرق کے نہ ہونے پر محمول ہے ٭

دوسرا فرق شیون و صفات کے درمیان یہ ہے کہ مقام شیون ذی شان کا موجہ یعنی جائے توجہ ہے۔ اور مقام صفات ایسا نہیں ہے ٭

حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم اور ان اولیا کو جو آپ کے قدم پر ہیں فیض ثانی شیونات کے واسطے سے پہنچتا ہے۔ اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام

اوران لوگوں کو جو ان کے قدموں پر ہیں۔ یہ فیض بلکہ فیض اول بھی صفات کے واسطہ سے پہنچتا ہے پس میں کہتا ہوں کہ وہ اسم جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ و السلام کا رب اور فیض دوم کے پہنچنے کا واسطہ ہے۔ شان العلم کا ظل ہے۔ اور یہ شان تمام اجمالی شیون کا جامع ہے۔ اور وہ ظل شان علم کے لئے بلکہ تمام اجمالی وتفصیلی شیون کے لئے اس اعتبار سے کہ شان علم ان سب کو شامل ہے۔ ذات حق تعالےٰ کے ساتھ تعبیر کیا گیا ہے ❖

جاننا چاہیئے کہ یہ قابلیت اگرچہ حق تعالےٰ کی ذات اور شان العلم کے درمیان برزخ ہے لیکن چونکہ اس کی ایک جہت بیرنگ ہے اور وہ حق تعالےٰ کی ذات کی جہت ہے۔ اس لئے برزخ میں بھی اس کا رنگ پیدا نہیں ہوتا۔ پس وہ برزخ دوسری جہت کے رنگ سے جو شان العلم ہے۔ رنگا ہوا ہے۔ اس لئے اس شان کے ظل کا اثر کہا گیا ہے۔ اور زیر ظل شئے مرتبہ دوم میں اس شئے کے ظہور سے مراد ہے اگرچہ شبہ و مثال کے طور پر ہو۔ چونکہ برزخ کا حاصل ہونا طرفین کے حاصل ہونے کے بعد ہے۔ اس لئے یہ برزخ مکاشفہ کے وقت اس شان کے تحت میں منکشف ہوتا ہے۔ پس اس ظہور کے اعتبار سے آخر تک ظلیت کا اطلاق مناسب ہوا۔ اولیا اللہ میں سے ایک گروہ جو آنحضرت صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدم پر ہیں۔ وہ اسمار جو فیض ثانی کے پہنچنے میں ان کے رب ہیں۔ اس قابلیت کے ظلال کے جامع ہیں۔ اور اس ظل مجمل کے لئے تفصیلوں کی طرح ہیں۔ اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ارباب جو ان کے لئے فیض اول وثانی کے پہنچنے کا واسطہ ہیں۔ ذات حق تعالےٰ کی وہ قابلیتیں ہیں، جو وجود زائدہ کی صفات سے متصف ہیں۔ اور وہ لوگ جو ان کے قدموں پر ہیں۔ ان کے ارباب وہ صفات ہیں جو ان کے واسطے فیض اول وثانی کے پہنچنے کا ذریعہ ہیں۔ اور آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے فیض اول کے پہنچنے کا واسطہ ذات حق تعالےٰ کی وہ قابلیت ہے جو تمام صفات سے متصف ہے۔ گویا وہ قابلیتیں جو تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے فیوض کا واسطہ ہیں۔ اس قابلیت جامع کے ظلال ہیں۔ اور اس جامع مجمل کے لئے تفصیلوں کی طرح ہیں۔ اور وہ لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے قدم پر ہیں، ان کے لئے فیض اول کے پہنچنے کے واسطے بھی جدا ہیں یعنی صفات ہیں پس محمدیوں کے لئے فیض اول کے پہنچنے کے ذریعے فیض ثانی کے پہنچنے کے ذریعوں سے جدا ہیں برخلاف دوسروں کے کہ ان کیلئے دونوں فیوض کے پہنچنے کا ذریعہ ایک ہی ہے ❖

بعض مشائخ قدس سرہم نے جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رب کو قابلیت اتصاف

میں منحصر کیا ہے۔ اس کا سبب شیون و صفات کے درمیان فرق کا نہ ہونا بلکہ مقام شیون کے علم کا نہ ہونا ہے۔ وَاللّٰہُ یُحِقُّ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ (اللہ تعالیٰ حق ظاہر کرتا ہے اور وہی سیدھے راستہ کی ہدایت دیتا ہے) پس ثابت ہوا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رب مقام شیون میں بھی اور خانہ صفات میں بھی رب الارباب ہے۔ اور دونوں فیوض کے پہنچنے کا واسطہ ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مراتب کمالات کے فیض کا پہنچنا حق تعالیٰ کی ذات سے امر زائد کے وسیلہ کے بغیر ہے کیونکہ شیون بعین ذات حق تعالیٰ ہیں۔ ان میں زیادتی کا اعتبار کرنا عقل کے منتزعات سے ہے اسی واسطے تجلی ذاتی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہوئی۔ اور حضورؐ کے کامل تابعدار چونکہ حضور علیہ السلام کی راہ سے فیض حاصل کرتے ہیں۔ اس لئے ان کو بھی اس مقام سے کچھ حصہ حاصل ہے۔ اور دوسروں کے لئے چونکہ صفات کے وسائل درمیان ہیں اور صفات وجود زائدہ کے ساتھ موجود ہیں۔ اس لئے بڑا مضبوط حجاب درمیان آگیا۔ اور تجلی صفاتی ان کے نصیب ہوئی +

جاننا چاہیئے کہ قابلیت اتصاف اگرچہ اعتبار ہے لیکن وجود زائد نہیں رکھتی کیونکہ صفات وجود زائدہ رکھتی ہیں نہ کہ ان کی قابلیتیں۔ لیکن چونکہ قابلیتیں ذات و صفات بلکہ شیون و صفات کے درمیان برزخوں کی طرح ہیں۔ اور برزخ اپنی طرفین کا رنگ حاصل کر لیتا ہے اس لئے قابلیتوں نے بھی صفات کا رنگ پکڑ کر حائلیت پیدا کر لی ہے ؎

فراق دوست اگر اندک است اندک نیست　　درون دیدہ اگر نیم موست بسیار است

ترجمہ ؎　فراق دوست گو کم ہو مگر وہ کم نہیں ہرگز
اگر ہو نیم مو بھر بھی بہت ہے چشم عاشق میں

اس بیان سے ظاہر ہوا کہ حق تعالیٰ کی ذات کا بے پردہ ظہور تجلی شہودی کے منافی نہیں ہے لیکن تجلی وجودی کے منافی ہے۔ اسی واسطے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کمالات ولایت کے شہودی فیض کے پہنچنے کی جانب میں کوئی حائل درمیان نہ آیا۔ جو قابلیت اتصاف ہے۔ جیسے کہ گذر چکا۔ یہ نہ کہا جائے کہ جب شیون اور ان کی قابلیتیں عقل کے اعتبارات سے ہیں۔ تو وجود ذہنی ثابت ہوا۔ اور اس سے حجاب علمی لازم آتا ہے۔ غرض صفات کے حجاب خارجی ہیں اور شیون کے حجاب علمی۔ کیونکہ میں کہتا ہوں کہ موجود ذہنی دو موجود خارجی کے درمیان

پردہ نہیں ہو سکتا۔ اور موجود خارجی کے درمیان موجود خارجی پردہ ہو سکتا ہے۔ اور اگر اس کو تسلیم بھی کر لیں تو بعض معارف کے حاصل ہونے سے حجاب علمی کا درمیان سے اٹھ جانا ممکن ہے۔ برخلاف خارجی کے کہ اس کا زائل ہونا ممکن نہیں۔

جب یہ مقدمات معلوم ہو چکے تو پھر جاننا چاہئے کہ اگر محمدی مشرب ہے تو اس کی سیر کا منتہا جو سیرالی اللہ سے موسوم ہے، اس شان کے ظل تک ہے جو اس کا اسم ہے۔ اور اس اسم میں فنا ہونے کے بعد فنا فی اللہ سے مشرف ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس اسم کے ساتھ باقی ہو جائے تو بقا باللہ بھی اس کو حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اس فنا و بقا سے ولایت خاصہ محمدیہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کے پہلے مرتبہ میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور اگر محمدی مشرب نہیں ہے تو صرف صفت کی قابلیت یا نفس صفت تک جو اس کا رب ہے، پہنچتا ہے اور اگر اس اسم میں فانی ہو جائے تو فانی فی اللہ کا اطلاق اس پر نہ کرنا چاہئے۔ اور ایسے ہی اس اسم کے ساتھ باقی ہونے پر باقی باللہ کا اطلاق بھی نہ کرنا چاہئے۔ کیونکہ اسم اللہ اس مرتبہ سے مراد ہے جو تمام شیون و صفات کا جامع ہے۔ اور چونکہ شیون کی جہت میں زیادتی کا اعتبار نہیں ہے۔ اس لئے ذات کے عین اور ایک دوسرے کے عین ہیں۔ پس ایک اعتبار میں فانی ہونا گویا تمام اعتبارات میں بلکہ ذات حق تعالےٰ میں فانی ہونا ہے۔ ویسے ہی ایک اعتبار کے ساتھ باقی ہونا تمام اعتبارات کے ساتھ باقی ہونا ہے پس اس صورت میں فانی فی اللہ اور باقی باللہ کہنا درست ہے۔ برخلاف صفات کی جانب کے جو ذات حق تعالےٰ پر وجود زائد کے ساتھ موجود ہیں۔ اور حق تعالےٰ کی ذات کے ساتھ اور آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ ان کی مغائرت تحقیقی ہے۔ پس ایک میں فانی ہونا تمام میں فانی ہونے کو مستلزم نہیں ہے اور یہی حال بقا میں ہے۔ پس اس فانی کو فانی فی اللہ اور باقی کو باقی باللہ نہ کہنا چاہئے۔ بلکہ مطلق فانی و باقی کہنا چاہئے۔ یا کسی صفت کے ساتھ مقید کرنا چاہئے۔ یعنی فانی در صفت علم یا باقی بہ صفت علم۔ پس محمدیوں کی فنا اتم ہے اور ان کی بقا اکمل ہے۔ اور نیز محمدی کا عروج چونکہ شیون کی جانب ہے۔ اور شیون کی عالم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔ کیونکہ عالم صفات کا ظل ہے نہ کہ شیون کا ظل۔ پس سالک کا ایک شان میں فانی ہونا اس کے مطلق فنا کو مستلزم ہوگا۔ اس طرح پر کہ سالک کا وجود اور اس کا کچھ اثر باقی نہ رہیگا۔ اور ایسے ہی اس شان کے ساتھ کامل طور پر باقی ہو جانے پر باقی ہو جاتا ہے۔ برخلاف فانی در صفت کے جو

پورے طور پر اپنے آپ سے نہیں نکلتا۔ اور اس کا اثر زائل نہیں ہوتا۔ کیونکہ سالک کا وجود اسی صفت کا اثر اور ظل ہے۔ پس اصل کا ظہور ظل کے وجود کو کلی طور پر محو نہیں کرتا۔ اور بقا فنا کے اندازہ کے موافق ہوتی ہے۔ پس محمدی المشرب صفات بشریت کی طرف رجوع کرنے سے بے غم اور اس کے خوف سے محفوظ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ کلی طور پر اپنے آپ سے نکل کر حق سبحانہ وتعالیٰ کے ساتھ باقی ہوتا ہے۔ اس مقام میں عود کرنا ممنوع ہوتا ہے۔ برخلاف تجلیات صفاتی کی صورت کے کہ اس میں وجود سالک کے اثر باقی رہنے کے باعث عود کرنا ممکن ہے۔ اور ممکن ہے کہ وہ اختلاف جو مشائخ کے درمیان اصل کی طرف رجوع کرنے کے جواز یا عدم جواز میں ہے اسی سبب سے ہو۔ لیکن حق یہ ہے کہ اگر محمدی ہے تو عود سے محفوظ ہے۔ ورنہ معاملہ خطرناک ہے۔ اور ایسے ہی وہ اختلاف ہے جو فنا ہونے کے بعد وجود سالک کے اثر کے زائل ہونے میں ہے بعض اثر و عین کے زوال کے قائل ہیں۔ اور بعض اثر کے زوال کو بھی جائز نہیں جانتے۔ اس بات میں بھی حق یہی ہے کہ اگر محمدی ہے تو عین و اثر دونوں کو گم کر دیتا ہے۔ اور اس کے غیر کا اثر زائل نہیں ہوتا۔ کیونکہ اصل صفت جو اس کا اثر ہے باقی ہے۔ پس اس کے ظل کا بالکل زائل ہونا ممکن نہیں۔ یہاں ایک دقیقہ بیان کرنے کے قابل ہے ❖

جاننا چاہئے کہ عین و اثر کے زوال سے زوال شہودی مراد ہے نہ وجودی۔ کیونکہ وجودی زوال کا قائل ہونا الحاد و زندقہ کو مستلزم ہے۔ اور اس گروہ میں سے بعض نے زوال وجودی تصور کیا ہے۔ اور اثر ممکن کے زوال سے انکار کیا ہے۔ اور اس کو الحاد و زندقہ جانا ہے وَالْحَقُّ مَا حَقَّقْتُ بِاِعْلَامِهٖ سُبْحَانَهٗ۔ حق وہی ہے جو میں نے اللہ تعالیٰ کے جتلانے سے ثابت کیا ہے ❖

بڑے تعجب کی بات ہے کہ زوال وجودی کے قائل ہونے کے باوجود زوال عین کے بھی قائل ہوئے ہیں۔ کیونکہ عین وجود کے زوال کا حکم کرنا اثر کے زوال کے حکم کی طرح الحاد و زندقہ کو مستلزم ہے ❖

حاصل کلام یہ ہے کہ زوال وجودی عین و اثر میں محال ہے۔ اور شہودی دونوں میں ممکن بلکہ واقع ہے۔ لیکن محمدی المشرب کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس محمدی جو بالکل قلب سے نکل کر مقلب قلب تک پہنچ جاتے ہیں۔ احوال کے بدلنے سے محفوظ ہیں۔ اور ماسوائے اللہ کی غلامی سے بالکل آزاد ہیں۔ اور دوسروں کو چونکہ وجود کا آثار دامنگیر ہیں اور تقلب احوال ان کا نقد وقت

ہے۔ اس لئے مقام قلب سے خلاص نہیں ہوتے۔ کیونکہ وجود آثار اور تقلب احوال قلب کی حقیقت جامع کی شاخوں میں سے ہیں۔ پس دوسروں کا شہود ہمیشہ درپردہ ہوگا۔ کیونکہ وجود سالک کا جس قدر بقیہ ثابت ہے۔ اُسی قدر مطلوب کا پردہ ہے۔ جب اثر باقی ہے۔ وہی اثر پردہ ہے ❖

معرفت۔ اگر سالک غیر متعارف سلوک کے راستہ سے اس اسم کے مراتب کے فوق سے جو اس کا رب ہے۔ کسی مرتبہ میں پہنچ جائے۔ اور بغیر اس بات کے کہ اس اسم میں پہنچے۔ اس مرتبہ میں فانی و مستہلک ہو جائے۔ تو اس صورت میں فنافی اللہ کہنا درست ہے۔ اور اس مرتبہ کے ساتھ بقا کا حاصل ہونا بھی اسی طرح ہے۔ پس فنافی اللہ کو اس اسم کے ساتھ مخصوص کرنا اس اعتبار سے ہے کہ مراتب فنافی اللہ میں سے وہ پہلا مرتبہ ہے ❖

معرفت۔ سلوک کی کئی قسمیں ہیں۔ بعض کا سلوک جذبہ پر مقدم ہے بعض کا جذبہ سلوک پر مقدم ہے۔ اور بعض کو منازل سلوک کے قطع کرنے کے اثنا میں جذبہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اور بعض کو منازل سلوک کا طے کرنا میسر ہو جاتا ہے۔ لیکن حد جذبہ تک نہیں پہنچتے۔ جذبہ کا مقدم ہونا محبوبوں کے لئے ہے۔ اور باقی اقسام اسی طرح محبوں کے سلوک سے تعلق رکھتے ہیں۔ جو مقامات عشرہ مشہورہ کو ترتیب و تفصیل کے ساتھ طے کرنے سے مراد ہے اور محبوبوں کے سلوک میں مقامات عشرہ کا خلاصہ حاصل ہو جاتا ہے۔ ترتیب و تفصیل کے ساتھ ان کا کوئی کام نہیں ہوتا۔ وحدت وجود اور احاطہ و سریان و معیت ذاتیہ کا علم جذبہ مقدم یا متوسط پر وابستہ ہے۔ منتہیوں کے سلوک خالص اور جذبہ کو اس قسم کے علوم سے کچھ مناسبت نہیں ہے جیسے کہ اوپر گذر چکا۔ اور منتہیوں کے حق الیقین کو بھی توحید وجودی کے مناسب علوم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے۔ اور جہاں کہیں مقام مجذوبوں کے حق الیقین کو توحید وجودی اول کے مقام کے مناسب بیان کیا ہے۔ وہ مبتدی یا متوسط مجذوبوں کا حق الیقین ہے ❖

معرفت۔ بعض مشائخ نے فرمایا ہے کہ جب طالب کا کام جذبہ تک پہنچ جائے۔ بعد ازاں اس کا رہبر وہی جذبہ ہے یعنی اس کو کسی اور رہبر کی حاجت نہیں ہے وہی جذبہ کافی ہے۔ اگر اس جذبہ سے سیر فی اللہ کا جذبہ مراد ہے تو بیشک کافی ہے۔ لیکن لفظ رہبر اس ارادہ کے منافی ہے۔ کیونکہ سیر فی اللہ کے بعد کوئی مسافت نہیں ہے جس کے قطع کرنے میں رہبر کے محتاج ہوں۔ اور ایسے ہی جذبہ مقدم بھی مراد نہیں ہے جیسے کہ عبارت

سے ظاہر ہے۔ پس ناچار جذبہ متوسط مراد ہوگا۔ اور مطلوب تک پہنچنے میں یہ جذبہ کافی نہیں معلوم ہوتا کیونکہ بہت سے متوسط اس جذبہ کے حاصل ہونے کے وقت فوق کی طرف عروج کرنے سے رہ جاتے ہیں۔ اور اسی جذبہ کو جذبہ نہایت سمجھ لیتے ہیں۔ اگر یہ جذبہ کافی ہوتا، تو راہ میں نہ چھوڑتا۔ ہاں جذبہ مقدم جو محبوبوں سے تعلق رکھتا ہے، اگر کافی ہو سکے تو ہو سکتا ہے محبوبوں کو محض عنایت سے اپنی طرف کھینچ لیتے ہیں۔ اور راستہ کے درمیان نہیں چھوڑتے۔ لیکن یہ کفایت تمام جذبات مقدم کے حق میں ممنوع ہے۔ وہ جذبہ جس کا انجام کار سلوک تک پہنچے، کافی ہے۔ اور اگر سلوک تک نہ آئے تو مجذوب ابتر ہے۔ وہ محبوبوں میں سے نہیں ہے۔

خاتمہ

مشائخ قدس سرہم میں سے ایک گروہ نے کہا ہے کہ تجلی ذاتی شعور کو زائل کرنیوالی اور حس کو بیکار کرنے والی ہے۔ اور بعض نے اپنے حال کی نسبت اس طرح بیان کیا ہے کہ اس تجلی ذاتی کے ظہور کے وقت مدت تک بے حس و حرکت پڑے رہے ہے۔ اور لوگوں نے مُردہ خیال کیا۔ اور بعض نے تجلی ذاتی میں کلام کرنے سے منع کیا ہے۔ اس سخن کی حقیقت یہ ہے کہ تجلی ذاتی اسما میں سے ایک اسم کے پردہ میں ہے۔ اور پردہ کا باقی رہنا صاحب تجلی کے وجود کے بقیہ اثر کے باعث ہے۔ اور وہ بے شعوری اس بقیہ کے سبب ہے۔ اگر تمام کا تمام فانی ہو جاتا اور بقا باللہ سے مشرف ہوتا، تو وہ تجلی ہرگز اس کو بے شعور نہ کرتی ؎

یُحْرِقُ النَّارُ مَنْ یَمَسُّ بِہٖ　　مَنْ ھُوَ النَّارُ کَیْفَ یَحْتَرِقُ

ترجمہ ؎ جلاتی آگ ہے اس کو جو ہاتھ اس کو لگاتا ہے
جو خود ہی آگ ہو شعلہ اسے کیونکر جلاتا ہے

میں کہتا ہوں کہ وہ تجلی جو پردہ میں ہے، تجلی ذاتی نہیں ہے۔ وہ تجلی صفات میں داخل ہے۔ کیونکہ تجلی ذاتی جو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ مخصوص ہے وہ تجلی بے پردہ ہے۔ اور پردہ کی علامت بے شعوری ہے۔ اور بے شعوری دوری کا نشان ہے۔ اور بے پردگی کی دلیل شعور ہے۔ اور شعور کمال حضور کا نشان ہے۔

ایک بزرگ اس تجلی والے کے حال سے جو اصالت اور استقلال کے ساتھ ہے اس طرح خبر دیتا اور کہتا ہے ؎

موسیٰ زہوش رفت بیک پرتو صفات تو عین ذات مے نگری در تبسمی

ترجمہ ۵ بیہوش کرے کلیم اک پرتوِ صفت سے
تو عینِ ذات دیکھی حالت نہ تیری بدلی

یہی تجلی ذاتی جو بے پردہ ہے، محبوبوں کے لئے دائمی ہے۔ اور محبّوں کے لئے برقی۔ کیونکہ محبوبوں کے بدن ان کی رُوحوں کا سارنگ حاصل کر لیتی ہیں۔ اور وہ نسبت ان میں کلّی طور پر اثر کر جاتی ہے۔ اور محبّوں میں یہ سرایت شاذونادر طور پر ہوتی ہے۔ اور یہ جو حدیث نبوی میں لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ واقع ہوا ہے۔ اس وقت سے مراد یہ تجلی برقی نہیں ہے۔ کیونکہ یہ تجلّی آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حق میں جو مرادوں اور محبوبوں کے بادشاہ ہیں دائمی ہے بلکہ اس تجلی دائمی کی ایک قسم کی خصوصیت ہے۔ جو قلت کے طور پر واقع ہے کمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی اَرْبَابِہٖ (جیسے کہ اس کے صاحبان پر ظاہر ہے) +

معرفت۔ حدیث لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ لَا یَسَعُنِیْ فِیْہِ مَلَکٌ مُقَرَّبٌ وَّلَا نَبِیٌّ مُّرْسَلٌ (میرے لئے اللہ تعالےٰ کے ساتھ ایک ایسا وقت ہے جس میں کسی ملک مقرب اور نبی مرسل کو دخل نہیں ہے) کے بیان میں مشائخ قدس سرہم کے دو گروہ ہیں۔ ایک گروہ نے وقت سے وقت مستمرہ مراد لیا ہے۔ اور ایک گروہ وقت کے شاذونادر ہونے کے قائل ہوئے ہیں۔ اور حق یہ ہے کہ وقت کے استمرار ہونے کے باوجود وقت نادر بھی متحقق ہے۔ جیسے کہ ابھی اس کی طرف اشارہ ہو چکا +

اس فقیر کے نزدیک اس وقت نادر کا متحقق ہونا نماز ادا کرنے کے وقت میں ہے اور بیشک آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حدیث قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلوٰۃِ (نماز میں میری آنکھ کی ٹھنڈک ہے) میں اسی بات کی طرف اشارہ فرمایا ہے +

نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اَقْرَبُ مَا یَکُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِی الصَّلوٰۃِ (سب سے زیادہ قرب جو بندوں کو اپنے رب سے ہوتا ہے وہ نماز میں ہے) اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ (سجدہ کر اور قرب حاصل کر) پس جس وقت میں اللہ تعالےٰ کا قرب زیادہ تر ہو گا۔ غیر کی گنجائش اس وقت میں ہرگز نہ ہو گی +

اور یہ جو بعض مشائخ قدس سرہم نے فرمایا ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت حال اور وقت استمرار کی نسبت ایسی خبر دی ہے۔ جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے

حَالِیْ فِی الصَّلٰوۃِ کَحَالِیْ قَبْلَ الصَّلٰوۃِ (میرا حال نماز میں وہی ہوتا ہے جو نماز سے اوّل ہوتا ہے) ؂
احادیث اور نص مذکورہ مساوات اور استمرار کی نفی کرتی ہیں ؂

جاننا چاہیئے کہ استمرار وقت کو متحقق ہے لیکن گفتگو اس امر میں ہے کہ باوجود استمرار کے حالت نادرہ بھی واقع ہے یا نہیں۔ وہ لوگ جن کو وقت کے نادر ہونے پر اطلاع نہیں ملی۔ وہ اس کی نفی کے قائل ہیں۔ اور جن لوگوں کو اس مقام سے حصہ حاصل ہے۔ انہوں نے اس کا اقرار کیا ہے۔ اور واقعی وہ لوگ جن کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل نماز میں جمعیت و یکسوئی ہے۔ اور قرآن کی دولت سے حصہ ان کو عطا کیا گیا ہے۔ بہت ہی تھوڑے ہیں۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ سُبْحَانَهٗ بِكَمَالِ كَرَمِهٖ نَصِيْبًا مِنْ هٰذَا الْمَقَامِ بِحُرْمَةِ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ وَالتَّحِيَّةُ (اللہ تعالے حضرت محمد رسول اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل اپنے کمال کرم سے ہم کو بھی اس مقام سے حصہ عطا فرمائے) ؂

معرفت۔ ارباب صفات کے منتہی علوم و معارف میں مجذوبوں کے نزدیک ہیں۔ اور شہود میں بھی دونوں یک رنگ ہیں۔ کیونکہ دونوں ارباب قلوب میں سے ہیں۔ غرض ارباب صفات تفصیلوں سے مطلع ہوتے ہیں، برخلاف مجذوبوں کے۔ اور تیز ارباب صفات کو فوق کی طرف سلوک و عروج کرنے کے باعث عروج ناکردہ مجذوبوں کی نسبت قرب زیادہ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن اصل محبت ان کے دامنگیر ہوتی ہے۔ اگرچہ حجاب درمیان ہوتے ہیں۔ اگر اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (آدمی اسی کے ساتھ ہے جس کی اس کو محبت ہے) کے موافق مجذوبوں میں بھی اصلی قرب و معیت کا اعتبار کیا جائے، تو کیا تعجب ہے۔ پس مجذوب محبت میں ان منتہیوں کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں۔ کیونکہ حب ذاتی اگرچہ حجاب درمیان ہیں مجذوبوں میں بھی متحقق و ثابت ہے ؂

معرفت۔ اس گروہ میں سے بعض کی عبارت میں واقع ہے کہ اقطاب کے لئے تجلی صفات ہے۔ اور افراد کے لئے تجلی ذات۔ اس سخن میں تامل کی مجال ہے۔ کیونکہ قطب محمدی مشرب ہے۔ اور محمدیوں کو تجلی ذات ہے۔ ہاں اس تجلی میں بھی بہت تفاوت ہے۔ وہ قرب جو افراد کے لئے ہے اقطاب کے لئے نہیں ہے۔ لیکن ہر دو کو تجلی ذات سے حصہ حاصل ہے۔ ہاں اگر قطب سے مراد قطب ابدال ہو جو حضرت اسرافیل ع کے قدم پر ہے نہ کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قدم پر، تو پھر یہ بات درست ہے ؂

معرفت - اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوْرَتِہٖ - اللہ تعالےٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ بیچون و بیچگون ہے - آدم علیہ السلام کی رُوح کو جو اس کا خلاصہ ہے - بیچونی اور بیچگونگی کی صورت پر پیدا کیا پس جس طرح حق سبحانہٗ لامکانی ہے - رُوح بھی لامکانی ہے - اور رُوح کو بدن کے ساتھ وہی نسبت ہے جو حق تعالےٰ کو عالم کے ساتھ ہے - نہ داخل ہے نہ خارج نہ متصل ہے نہ منفصل اور قیومیت سے زیادہ اور کوئی نسبت مفہوم نہیں ہوتی - اور بدن کے ذرات میں سے ہر ذرہ کا قیوم رُوح ہے - جیسے کہ اللہ تعالےٰ عالم کا قیوم ہے - بدن کے لئے حق تعالےٰ کی قیومیت رُوح کی قیومیت کے سبب سے ہے - جو فیض وارد ہوتا ہے، اس فیض کے وارد ہونے کا محل پہلے رُوح ہے - اور پھر رُوح کے ذریعے وہ فیض بدن کو پہنچتا ہے - اور چونکہ رُوح بیچونی اور بیچگونگی کی صورت میں پیدا کیا گیا ہے اس لئے حقیقی بیچون و بیچگون کی اس میں گنجائش ہو گئی - لَا یَسَعُنِیْ اَرْضِیْ وَلَا سَمَائِیْ وَلٰکِنْ یَسَعُنِیْ قَلْبُ عَبْدِیْ الْمُؤْمِنِ (میں اپنی زمین و آسمان میں نہیں سما سکتا، لیکن مومن آدمی کے دل میں سما سکتا ہوں) کیونکہ آسمان و زمین باوجود وسعت و فراخی کے چونکہ دائرہ امکان میں داخل ہیں - اور چونی اور چگونگی کے نشان سے داغدار ہیں - اس لئے لامکانی کی جو چندی اور چونی سے مقدس و پاک ہے، گنجائش نہیں رکھتے کیونکہ لامکانی مکان میں گنجائش نہیں رکھتا اور بیچون چون میں آرام نہیں لیتا - پس ناچار مومن آدمی کے دل میں جو لامکانی ہے - اور چندی اور چونی سے مبرا ہے - گنجائش ثابت ہو گئی *

مومن آدمی کے دل کی تخصیص اس لئے ہے کہ غیر مومن آدمی کا دل لامکانی کی بلندی سے نیچے اترا ہوا ہوتا ہے اور چندی و چونی میں گرفتار ہو کر اسی کا حکم حاصل کئے ہوتا ہے - پس نزول و گرفتاری کے باعث چونکہ دائرہ امکان میں داخل ہو گیا ہے - اور چونی کا حکم حاصل کر لیا ہے - اس لئے اس نے اس قابلیت کو ضائع کر دیا ہے - اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (یہ لوگ چارپاؤں کی طرح ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ تر گمراہ ہیں) *

اور مشائخ میں سے جس کسی نے اپنے دل کی وسعت کی نسبت خبر دی ہے - اُس کی مراد قلب کی لامکانیت ہے - کیونکہ مکان خواہ کتنا ہی وسیع ہو، پھر بھی تنگ ہی ہے * عرش اپنی فراخی و عظمت کے باوجود چونکہ مکانی ہے اس لئے لامکانی کے مقابلہ میں جو رُوح ہے - دانہ رائی کا حکم رکھتا ہے - بلکہ اس سے بھی کم معلوم ہوتا ہے - بلکہ میں کہتا ہوں

کہ جب یہ قلب انوار قدس کی تجلی کا محل ہے۔ اور قدیم کے ساتھ بقا حاصل کر چکا ہے۔ تو عرش و ما فیہا کو اگر اس میں ڈال دیں تو محو و مستلاشی ہو جائیں۔ اور ان میں سے کچھ باقی نہ رہے۔ جیسے کہ سید الطائفہ نے اس مقام کے بارہ میں فرمایا ہے۔ اِنَّ الْمُحْدَثَ اِذَا قُوْرِنَ بِالْقَدِیْمِ لَمْ یَبْقَ لَهٗ اَثَرٌ۔ جب حادث قدیم کے ساتھ ملجائے تو اس کا کوئی اثر باقی نہیں رہتا ✦

یہ ایسا یکتا لباس ہے جو خاص روح کی قد پر سیا ہوا ہے۔ ملائکہ کو بھی یہ خصوصیت حاصل نہیں ہے۔ کیونکہ وہ بھی دائرہ امکان میں داخل ہیں۔ اور چون کے داغ سے موسوم ہیں۔ اسی واسطے انسان خلیفہ رحمٰن جل شانہ بن گیا۔ ہاں شئے کی صورت اس شئے کا خلیفہ ہوتی ہے۔ اور جب تک شئے کی صورت پر مخلوق نہ ہو، شئے کی خلافت کے لائق نہیں ہوتا۔ اپنے اصلی امانت کے بوجھ کو نہیں اٹھا سکتا۔ لَا یَحْمِلُ عَطَایَا الْمَلِکِ اِلَّا مَطَایَاهُ۔ بادشاہ کے عطیوں کو اسی کے اونٹ اٹھا سکتے ہیں ✦

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَیْنَ اَنْ یَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا۔ ہم نے امانت کو آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کے پیش کیا لیکن انہوں نے اس کے اٹھانے سے انکار کیا اور ڈر گئے۔ اور انسان نے اس کو اٹھا لیا۔ واقعی یہ ظالم اور جاہل ہے ✦

اپنے نفس پر ظلم کرنے والا اس حیثیت سے ہے کہ اس کے وجود اور توابع وجود کا کوئی اثر اور حکم باقی نہیں رہتا۔ اور زیادہ نادان وجاہل اس لئے ہے کہ اس کو اتنا ادراک نہیں ہوتا کہ مقصود کو پا سکے اور نہ ہی اس قدر علم ہوتا ہے کہ مطلوب کو معلوم کر سکے۔ بلکہ اس مقام میں ادراک سے عاجز ہونا ادراک ہے۔ اور جہالت کا اقرار کرنا معرفت ہے۔ اسی واسطے بزرگوں نے فرمایا ہے کہ جو اللہ تعالےٰ کا زیادہ عارف ہے وہ سب سے زیادہ حیران و پریشان ہے ✦

تنبیہ۔ اگر کسی عبارت میں ایسا لفظ واقع ہو جائے جس سے حق تعالیٰ کی شان میں ظرف یا مظروف ہونے کا وہم گذرتا ہو۔ تو اس کو میدان عبارت کی تنگی پر محمول کرنا چاہیئے۔ اور کلام کی مراد کو اہل سنت و جماعت کی آرا کے موافق سمجھنا چاہیئے ✦

معرفت۔ عالم کیا صغیر اور کیا کبیر حق تعالےٰ کے اسماء وصفات کے مظہر ہیں اور اس کے ذاتیہ شیونات و کمالات کے آئینے ہیں۔ حق تعالےٰ ایک خزانہ مخفی اور پوشیدہ بھید تھا۔ جب اس نے چاہا کہ پوشیدگی سے ظہور میں آئے اور اجمال سے تفصیل میں لائے تو عالم

کو پیدا کیا تاکہ اپنے اصل پر دلالت کرے۔ اور اپنی حقیقت پر علامت ہو۔ پس عالم کو اپنے صانع بیچون کے ساتھ کچھ نسبت نہیں۔ مگر یہ کہ عالم اس کا مخلوق ہے اور حق تعالیٰ کے پوشیدہ کمالات پر دلیل ہے۔ اس حکم کے سوا اور جتنے حکم ہیں یعنی اتحاد و عینیت و احاطہ و معیت وغیرہ سکر وقت اور غلبہ حال پر مبنی ہیں۔ مستقیم الاحوال بزرگوار جنہوں نے صحو کے پیالہ سے پانی پیا ہے، ان علوم سے بیزار ہوتے اور توبہ کرتے ہیں۔ اگرچہ ان میں سے بعض کو اثنائے راہ میں یہ علوم حاصل ہوتے ہیں لیکن آخر کار گذر جاتے ہیں۔ اور علوم شریعت کے موافق ان پر علوم ازلی وارد فرماتے ہیں ✤

اس بحث کی تحقیق کے لئے ہم ایک مثال بیان کرتے ہیں۔ مثلاً کوئی عالم فاضل بہت سے فن جانتا ہے۔ اس نے چاہا کہ اپنے پوشیدہ کمالات کو ظاہر کرے۔ اور اپنے خفیہ فنوں کو لوگوں کے سامنے جلوہ دے۔ تو اس نے حروف اور آوازوں کو ایجاد کیا تاکہ ان حروف اور اصوات کے پردہ میں ان کمالات اور فنون کو ظاہر کرے پس اس صورت میں یہ حروف و اصوات اس کے پوشیدہ معانی پر دلالت کرنے والے ہونگے۔ بلکہ ان حروف و اصوات کو اس موجد عالم کے ساتھ سوائے اس کے اور کوئی نسبت نہیں ہے کہ یہ عالم ان کا موجد ہے۔ اور یہ اس کے کمالات خفیہ پر دلالت کرنے والے ہیں۔ ان حروف و اصوات کو اس عالم موجد کا عین یا ان معانی کا عین کہنا کچھ معنے نہیں رکھتا۔ اسی طرح احاطہ و معیت کا حکم کرنا اس حادثہ میں غیر واقع اور نامناسب ہے۔ معانی اسی پوشیدہ صرافت پر رہی ہیں۔ چونکہ معانی اور صاحب معانی اور حروف و اصوات کے درمیان دالیت و مدلولیت کی مناسبت ثابت ہے۔ اس لئے بعض زائدہ غیر واقع معانی خیال میں آتے ہیں۔ لیکن درحقیقت وہ عالم اور اس کے معانی مخزونہ ان زائد نسبتوں سے منزہ و مبرا ہیں۔ اور یہ حروف و اصوات خارج میں موجود ہیں۔ نہ یہ کہ وہ عالم اور معانی موجود ہیں۔ اور وہ حروف و اصوات نرے وہم و خیال ہیں۔ پس عالم جو ماسوے اللہ سے مراد ہے وجود ظلی اور کون تبعی کے ساتھ خارج میں موجود ہے نہ یہ کہ عالم صرف وہم و خیال ہے۔ یہ سوفسطائی کا مذہب ہے۔ جو عالم کو وہم و خیال جانتا ہے اور کہتا ہے کہ عالم میں حقیقت کو ثابت کرنا عالم کو وہم و خیال سے نہیں نکالتا۔ اور حقیقت موجود ہے نہ عالم۔ کیونکہ عالم حقیقت کے سوا معروض ہے ✤

تنبیہ۔ عالم کے مظہر اور آئینہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ وہ اسما و صفات

کی صورتوں کا مظہر اور آئینہ ہے نہ کہ بعینہ اسماء وصفات کا۔ کیونکہ اسم اپنے مسمیٰ کی طرح کسی آئینہ کی احاطہ میں نہیں آسکتا۔ اور صفت اپنے موصوف کی طرح کسی مظہر سے منفک نہیں ہو سکتی ؎

در تنگنائے صورت معنی چگونہ گنجد — در کلبۂ گدایاں سلطاں چہ کار دارد

ترجمہ ؎

صورت کی تنگ جا میں معنی نہیں سماتے
گھر میں گدا کے سلطاں ہرگز نہیں ہیں آتے

معرفت۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کو اگرچہ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اتباع کے باعث تجلی ذات سے جو اصلی طور پر آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاصہ ہے۔ کچھ حصہ حاصل ہے۔ اور باقی تمام انبیاء علےٰ نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے تجلیات صفات ہیں۔ اور تجلی ذات، تجلی صفات سے اشرف ہے۔

لیکن جاننا چاہئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو تجلیات صفات میں قرب کے وہ مراتب حاصل ہیں جو اس امت کے کامل تابعداروں کو حاصل نہیں ہے اگرچہ تبعیت کے طور پر تجلی ذات سے متحقق ہیں۔ مثلاً ایک شخص جمال آفتاب کی محبت سے مدارج عروج کو طے کر کے آفتاب تک پہنچ جائے اور آفتاب اور اس کے درمیان حائل کے سوا کوئی دقیقہ نہ رہے۔ اور ایک اور شخص ہے جو آفتاب کی ذاتی محبت کے باوجود ان مراتب تک عروج کرنے میں عاجز ہے۔ اگرچہ آفتاب اور اس کے درمیان کوئی حائل درمیان نہیں ہے۔ تو کچھ شک نہیں کہ پہلا شخص آفتاب کے زیادہ نزدیک ہے۔ اور اس کے کمالات دقیقہ کو زیادہ جاننے والا ہے۔ پس جس میں قرب و معرفت زیادہ تر ہے، وہی فاضلتر ہے۔

پس اس امت کے (جو خیر الامم ہے) اولیاء میں سے کوئی ولی اپنے پیغمبر کے افضل ہونے کے باوجود انبیاء میں سے کسی نبی کے مرتبہ تک نہیں پہنچتا۔ اگرچہ اس کو اپنے پیغمبر کی متابعت کے باعث اس مقام سے جس کے ساتھ اس کو فضیلت حاصل ہے، کچھ حصہ حاصل ہو کیونکہ کلی فضیلت انبیاء کے لئے ہے اور اولیاء ان کے طفیلی ہیں۔ وَلٰکِنْ ھٰذَا اٰخِرُ الْکَلَامِ ہم اسی مضمون پر اپنے کلام کو ختم کرتے ہیں۔

وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ سُبْحَانَہٗ عَلٰی ذٰلِکَ وَعَلٰی جَمِیْعِ نَعْمَائِہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی اَفْضَلِ اَنْبِیَائِہٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلٰئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصّٰلِحِیْنَ۔ اللہ تعالےٰ کی اس نعمت پر اور تمام نعمتوں پر اس کی حمد ہے۔ اور

انبیا ہیں سے افضل نبی اور تمام انبیا اور مرسلین اور ملائکہ مقربین اور صدیقین اور شہدا اور صالحین پر صلوٰۃ وسلام ہو۔ آمین۔

مکتوب ۲۸۸

اس بیان میں کہ عاشورا اور شب برات میں نماز نوافل کو جماعت کے ساتھ ادا نہ کرنا چاہیئے۔ اور اس کے مناسب بیان میں سید امین ماچھوری کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ شَرَّفَنَا بِمُتَابَعَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَجَنَّبَنَا عَنْ اِرْتِکَابِ الْمُبْتَدِعَاتِ فِی الدِّیْنِ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی قَمْعِ بُنْیَانِ الضَّلَالَۃِ وَرَفْعِ اَعْلَامِ الْھِدَایَۃِ وَعَلٰی اٰلِہِ الْاَبْرَارِ وَصَحْبِہِ الْاَخْیَارِ۔ اللہ تعالےٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو سید المرسلین کی متابعت سے مشرف فرمایا اور دین کی بدعتوں سے بچایا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جنہوں نے گمراہی کی بنیاد کو اکھیڑا اور ہدایت کے جھنڈوں کو بلند کیا۔ اور ان کی آل ابرار اور اصحاب اخیار پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

جاننا چاہیئے کہ اکثر خاص و عام لوگ اس زمانہ میں نوافل کے ادا کرنے میں بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ اور مکتوبات یعنی فرضی نمازوں میں سستی کرتے ہیں۔ اور ان میں سنتوں اور مستحبوں کی رعایت کم کرتے ہیں۔ نوافل کو عزیز جانتے ہیں۔ اور فرائض کو ذلیل وخوار۔ فرائض کو اوقات مستحبہ میں بشکل ادا کرتے ہیں۔ اور جماعت مسنونہ کی تکثیر بلکہ نفس جماعت میں کوئی تقید نہیں رکھتے۔ نفس فرائض کو غفلت وسستی سے ادا کرنا غنیمت سمجھتے ہیں۔ اور روز عاشورا اور شب برات اور ماہ رجب کی ستائیسویں رات اور ماہ رجب کے اول جمعہ کی رات کو جس کا نام انہوں نے لیلۃ الرغائب رکھا ہے۔ بڑا اہتمام کرتے ہیں۔ اور نوافل کو بڑی جمعیت کے ساتھ جماعت سے ادا کرتے ہیں۔ اور اس کو نیک ومستحسن خیال کرتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ یہ شیطان کے تسویلات یعنی مکروفریب ہیں جو سیئات کو حسنات کی صورت میں ظاہر کرتا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا عصام الدین ہروی شرح وقایہ کے حاشیہ میں فرماتے ہیں کہ نوافل کو جماعت سے ادا کرنا اور فرض کی جماعت کو ترک کرنا شیطان کا مکروفریب ہے۔

جاننا چاہیئے کہ نوافل کو جمعیت تمام کے ساتھ ادا کرنا، ان مکروہ اور مذمومہ بدعتوں میں سے ہے جن کے حق میں حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ دِیْنِنَا ھٰذَا فَھُوَ رَدٌّ (جس نے ہمارے اس دین میں نئی بات نکالی وہ رد ہے)۔

جاننا چاہیئے کہ نوافل کو جماعت کے ساتھ ادا کرنا فقہ کی بعض روایات میں مطلق طور پر مکروہ ہے۔ اور بعض روایات میں کراہت تداعی اور تجمیع (یعنی بلانے اور جمعیت) پر مشروط ہے۔ پس اگر بغیر تداعی کے ایک دو آدمی مسجد کے گوشہ میں نفل کو جماعت سے ادا کریں تو بغیر کراہت کے روا ہے۔ اور تین آدمیوں میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ اور بعض روایات میں چار آدمیوں کی جماعت بالاتفاق مکروہ نہیں اور بعض روایات میں اصح یہ ہے کہ مکروہ ہے۔

فتاوےٰ سراجیہ میں ہے کہ تراویح اور کسوف کی نماز کے سوا اور نوافل کو جماعت سے ادا کرنا مکروہ ہے۔

اور فتاوےٰ غیاثیہ میں ہے کہ شیخ امام سرخسی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ رمضان کے سوا نوافل کو جماعت سے ادا کرنا جب کہ تداعی کے طریق پر ہو، مکروہ ہے۔ لیکن جب ایک یا دو اقتدا کریں تو مکروہ نہیں۔ اور تین میں اختلاف ہے اور چار میں بلا خلاف کراہیت ہے۔

اور خلاصہ میں ہے کہ نفلوں کی جماعت جب تداعی کے طریق پر ہو۔ تو مکروہ ہے۔ لیکن جب اذان و اقامت کے بغیر گوشہ مسجد میں ادا کئے جائیں تو مکروہ نہیں۔

اور شمس الائمہ حلوائی نے کہا ہے کہ جب امام کے سوا تین آدمی ہوں تو بالاتفاق مکروہ ہے۔ اور چار میں اختلاف ہے۔ اور اصح یہی ہے کہ مکروہ ہے۔

اور فتاوےٰ شافعیہ میں ہے کہ ماہ رمضان کے سوا نوافل کو جماعت سے ادا نہ کریں اور نوافل کو تداعی کے طور پر یعنی اذان و اقامت کے ساتھ ادا کرنا مکروہ ہے۔ لیکن اگر ایک یا دو اقتدا کرلیں جو تداعی کے طور پر نہ ہو تو مکروہ نہیں۔ اور اگر تین اقتدا کریں تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔ اور اگر چار اقتدا کریں تو بالاتفاق مکروہ ہے۔ اس قسم کی اور بھی بہت سی روایتیں ہیں اور فقہ کی کتابیں ان سے بھری ہوئی ہیں۔ اور اگر کوئی ایسی روایت پیدا ہو جائے جو عدد کے ذکر سے ساکت ہو۔ اور اس سے مطلق طور پر نفل کو جماعت سے ادا کرنا جائز ہوتا ہو۔ تو اس کو مقید پر محمول کرنا چاہیئے جو دوسری روایات میں واقع ہے۔ اور مطلق سے مقید مراد لینا چاہیئے۔ اور جواز کو دو یا تین پر منحصر کرنا چاہیئے۔ کیونکہ علمائے حنفیہ اگرچہ اصول میں مطلق کو مقید پر

حمل نہیں کرتے۔ لیکن ہم روایات میں مطلق کو مقید پر حمل کرنا جائز بلکہ لازم جانتے ہیں اور اگر بفرض محال حمل نہ کریں۔ اور اطلاق پر ہی رہنے دیں۔ تو یہ مطلق اس مقید کا معارض ہوگا۔ اگرچہ قوت میں برابر ہوں۔ اور مساوات ممنوع ہے۔ کیونکہ کراہت کی روایتیں باوجود کثرت کے مختار اور مفتیٰ بہا ہیں۔ برخلاف اباحت کی روایتوں کے۔ اور اگر مساوات کو مان بھی لیں تو ہم کہتے ہیں کہ کراہت واباحت کے دلائل متعارض ہونے کی صورت میں کراہت کی جانب کو ترجیح ہے۔ کیونکہ احتیاط کی رعایت اسی میں ہے۔ جیسے کہ اصول فقہ کے جاننے والوں کے نزدیک مقرر ہے۔

پس وہ نماز جو روز عاشورا اور شب برات اور لیلۃ الرغائب میں جماعت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ اور دو دو سو یا تین تین سو یا اس سے زیادہ آدمی مسجدوں میں جمع ہوتے ہیں۔ اور اس نماز اور اجتماع اور جماعت کو مستحسن خیال کرتے ہیں۔ ایسے لوگ فقہا کے اتفاق سے امر مکروہ کے مرتکب ہیں۔ اور مکروہ کو مستحسن جاننا بڑا بھاری گناہ ہے۔ کیونکہ حرام کو مباح جاننا کفر تک پہنچا دیتا ہے۔ اور مکروہ کو احسن سمجھنا ایک درجہ اس سے کم ہے۔ اس فعل کی برائی کو اچھی طرح ملاحظہ کرنا چاہیئے۔ اور کراہیت کے دفع کرنے میں ان کے پاس سند عدم تداعی ہے ہاں عدم تداعی بعض روایات میں کراہت کو دفع کرتی ہے۔ لیکن ایک یا دو کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور وہ بھی اس شرط پر کہ گوشہ مسجد میں ہو۔ وَبِدُوْنِهَا خَرْطُ الْقَتَادِ۔ اس کے علاوہ بیفائدہ رنج ہے۔

تداعی سے مراد ہے نماز نفل کے ادا کرنے کے لئے ایک دوسرے کو خبر دینا۔ اور یہ معنے اس جماعت میں متحقق ہیں۔ کیونکہ قبیلہ قبیلہ عاشورا کے دن ایک دوسرے کو خبر کرتے اور جتلاتے ہیں کہ فلاں شیخ یا فلاں عالم کی مسجد میں جانا چاہیئے۔ اور نماز کو جمعیت سے ادا کرنا چاہیئے۔ اور اس فعل کو معتبر جانتے ہیں۔ اس قسم کا اعلام اذان و اقامت سے بھی ابلغ ہے۔ پس تداعی بھی ثابت ہوگئی۔ اگر تداعی کو اذان و اقامت پر ہی مخصوص کہیں۔ جیسے کہ بعض روایات میں واقع ہے اور اس سے اذان و اقامت کی حقیقت مراد لیں تو پھر بھی جواب وہی ہے جو اوپر گذر چکا کہ ایک یا دو کے ساتھ مخصوص ہے۔ یا دوسری شرط کے ساتھ جو اوپر مذکور ہو چکی۔

جاننا چاہیئے کہ ادائے نوافل کی بنیاد اخفا و نستر یعنی پوشیدگی پر ہے۔ تاکہ سمعہ وریا کا گمان نہ گذرے اور جماعت اس کی منافی ہے۔ اور فرائض کے ادا کرنے میں اظہار و اعلان مطلوب ہے۔ کیونکہ ریا و سمعہ کی آمیزش سے پاک ہے۔ پس ان کا جماعت کے ساتھ ادا کرنا

مناسب ہے۔ یا ہم یہ کہتے ہیں کہ کثرت اجتماع فتنہ پیدا ہونے کا محل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ نماز جمعہ کے ادا کرنے کے لئے سلطان یا اس کے نائب کا حاضر ہونا شرط ہے تاکہ فتنہ کے پیدا ہونے سے امن رہے۔ اور ان مکروہ جماعت میں بھی فتنہ پیدا ہونے کا قوی احتمال ہے۔ پس یہ اجتماع بھی مشروع نہ ہوگا۔ بلکہ منکر ہوگا +

حدیث نبوی میں ہے اَلْفِتْنَۃُ نَائِمَۃٌ لَعَنَ اللّٰہُ مَنْ اَیْقَظَھَا۔ فتنہ سویا ہوتا ہے جو اس کو جگاتا ہے اس پر اللہ تعالےٰ کی لعنت ہے +

پس اسلام کے والیوں اور قاضیوں اور محتسبوں کو لازم ہے کہ اس اجتماع سے منع کریں۔ اور اس بارہ میں بہت ہی زجر و تنبیہ کریں۔ تاکہ یہ بدعت جس سے فتنہ برپا ہو، جڑ سے اکھڑ جائے وَاللّٰہُ یُحِقُّ الْحَقَّ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ (اللہ تعالےٰ حق ثابت کرتا ہے اور وہی سیدھے رستہ کی ہدایت دیتا ہے) +

مکتوب ۲۸۹

قضا و قدر کے اسرار اور اس کے مناسب بیان میں مولانا بدر الدین کی طرف صادر فرمایا ہے :-

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اللہ تعالےٰ کی حمد ہے جس نے قضا و قدر کے اسرار کو اپنے خاص بندوں پر ظاہر کیا۔ اور عوام سے اس لئے چھپا رکھا کہ وہ راہ راست سے گمراہ نہ ہو جائیں۔ اور سیدھے راستہ سے بھٹک جائیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ جن کے ساتھ حجت بالغہ کامل ہوئی۔ اور نافرمانبرداروں کے باطل عذر قطع ہوئے۔ اور ان کے نیکوکار آل اور پرہیزگار اصحاب پر جو قدر کے ساتھ ایمان لائے اور قضا سے راضی ہوئے، اللہ تعالےٰ کی طرف سے صلوٰۃ و سلام ہو +

اس کے بعد واضح ہو کہ مسئلہ قضا و قدر میں اکثر لوگ حیران اور گمراہ ہوئے ہیں۔ اور اس مسئلہ کے اکثر دیکھنے والوں پر اس قسم کے باطل وہم و خیال غالب ہیں کہ جو کچھ بندہ سے اپنے اختیار سے صادر ہوتا ہے، اس میں جبر کے قائل ہیں۔ اور بعض بندے کے فعل کو حق تعالےٰ کی طرف منسوب ہی نہیں کرتے۔ اور بعض نے طریق اعتدال اختیار کیا ہے جس کو صراط مستقیم یا راہ راست کہا جا سکتا ہے۔ اور اس صراط مستقیم کی توفیق حق تعالےٰ نے فرقہ ناجیہ کو عطا فرمائی ہے۔ جن کو

اہل سنت و جماعت (رضی اللہ تعالیٰ عنہم وعن اسلافہم واخلافہم) کہتے ہیں جنہوں نے افراط و تفریط کو چھوڑ کر ان کے درمیان وسط اور میانہ روی کو اختیار کیا ہے۔

حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت جعفر بن محمد صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے پوچھا کہ اے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے بیٹے کیا اللہ تعالیٰ نے کوئی امر اپنے بندوں کے سپرد کیا ہے۔ تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات سے برتر ہے کہ اپنی ربوبیت اپنے بندوں کے سپرد کرے۔

پھر عرض کیا کہ کیا ان کو جبر کرتا ہے؟ فرمایا کہ یہ بات بھی اللہ تعالیٰ کی شان سے بعید ہے کہ پہلے کسی بات پر مجبور کرے اور پھر اس پر عذاب دے۔

پھر عرض کیا کہ یہ بات کس طرح ہے؟ امام رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس کے بین بین ہے یعنی نہ جبر کرتا ہے اور نہ سپرد کرتا ہے۔ اور نہ اکراہ اور تسلیط ہے (یعنی نہ جبراً اور غلبہ سے کسی کام پر لگاتا ہے)۔

اسی واسطے اہل سنت و جماعت کے لوگ فرماتے ہیں کہ بندوں کے اختیاری فعل خلق و ایجاد کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں اور کسب و اکتساب کی کوشش و سعی کے تعلق کے باعث بندوں کی طرف منسوب ہیں۔ بندوں کی حرکت کو حق تعالیٰ کی قدرت کی طرف منسوب کرنے کے اعتبار سے خلق کہتے ہیں۔ اور بندے کی قدرت کی طرف منسوب کرنے کے اعتبار سے اس کا نام کسب رکھتے ہیں۔ برخلاف اشعری کے کہ وہ اس طرف گیا ہے کہ بندوں کا اپنے افعال میں ہرگز کچھ اختیار نہیں ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بطریق جری العادت (یعنی عادت اللہ اسی طرح جاری ہے) بندوں کے اختیار کے بعد افعال کو ایجاد کیا ہے۔ کیونکہ وہ قدرت حادثہ کے لئے کوئی تاثیر نہیں جانتا۔ یہ مذہب بھی جبر کی طرف راجع ہے۔ اسی واسطے اس کو جبر المتوسط کہتے ہیں۔

استاد ابو اسحاق اسفرائنی اصل فعل میں قدرت حادثہ کی تاثیر کا اور دونوں قدرتوں کے مجموعہ سے فعل کے حاصل ہونے کا قائل ہے۔ اور اس نے اثر واحد پر دو مختلف جہتوں کے لحاظ سے دو مؤثروں کا جمع ہونا جائز قرار دیا ہے۔

قاضی ابو بکر باقلانی وصف فعل میں قدرت حادثہ کی تاثیر کا قائل ہے۔ اس طرح پر کہ اس فعل کو طاعت یا معصیت کے ساتھ موصوف کیا جائے۔

اس خاکسار بندۂ ضعیف کے نزدیک مختار یہ ہے کہ اصل فعل اور وصف فعل دونوں میں قدرت حادثہ کی تاثیر ہے۔ کیونکہ اصل کی تاثیر کے بغیر وصف کی تاثیر کے کچھ معنے نہیں ہیں۔ اور وصف اس کا اثر ہے جو اسی پر متفرع ہے یعنی اسی سے نکلا ہوا ہے۔ لیکن وہ اصل فعل کی تاثیر پر زائد تاثیر کی محتاج ہے۔ کیونکہ وصف کا وجود اصل کے وجود پر زائد ہے۔ اور تاثیر کے قائل ہونے میں کوئی محذور نہیں ہے۔

اگرچہ یہ بات اشعری پر ناگوار ہے۔ کیونکہ قدرت میں تاثیر کا ہونا بھی حق تعالے کی ایجاد سے ہے۔ جیسے کہ نفس قدرت حق تعالے کی ایجاد ہے۔ اور قدرت کی تاثیر کا قائل ہونا بھی صواب اور تہذیب کے زیادہ قریب ہے۔ اور اشعری کا مذہب درحقیقت دائرہ جبر میں داخل کیونکہ اس کے نزدیک ہرگز اختیار نہیں ہے اور نہ ہی قدرت حادثہ کی کوئی تاثیر ہے۔ سوائے اس کے کہ فعل اختیاری جبریہ کے نزدیک فاعل کی طرف حقیقی طور پر منسوب نہیں کیا جاتا بلکہ مجازی طور پر۔ اور اشعری کے نزدیک حقیقی طور پر فاعل کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اگرچہ اس کے لئے حقیقی طور پر اختیار ثابت نہیں۔ کیونکہ فعل حقیقی طور پر بندہ کی قدرت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ خواہ قدرت محل طور پر مؤثر ہو۔ جیسے کہ اشعری کے سوا اہل سنت وجماعت کا مذہب ہے۔ یا مدار محض ہو جیسے کہ اشعری کا مذہب ہے۔ اور اسی فرق سے اہل حق کا مذہب اہل باطل کے مذہب سے جدا ہو جاتا ہے فعل کے فاعل کی طرف سے حقیقی طور پر نفی کرنی اور مجازی طور پر اس کے لئے ثابت کرنا جیسے کہ جبریہ کا مذہب ہے، محض کفر اور ضرورت کا انکار ہے۔

اور صاحب تمہید نے کہا ہے کہ جبریہ میں سے جو اس بات کا قائل ہے کہ بندہ سے فعل کا صادر ہونا ظاہری اور مجازی طور پر ہے لیکن حقیقت میں اس کے لئے کوئی استطاعت وطاقت نہیں۔ جیسے کہ درخت جو ہوا کے ہلانے سے ہلتا ہے۔ اسی طرح بندہ بھی درخت کی طرح مجبور ہے۔ یہ بات کفر ہے۔ اور جس شخص کا یہ اعتقاد ہو وہ کافر ہے۔

اور نیز مذہب جبریہ میں اس بات کے قائل ہیں کہ افعال خواہ شر ہوں خواہ خیر حقیقی طور پر بندوں کے نہیں ہیں۔ بندے جو کچھ کرتے ہیں، ان کا فاعل اللہ تعالے ہی ہے۔ یہ بھی کفر ہے۔

اگر کوئی سوال کرے کہ جب بندہ کی قدرت کو افعال میں کچھ تاثیر نہیں۔ اور نہ ہی حقیقت میں اس کا کچھ اختیار ہے۔ تو پھر اشعری کے نزدیک افعال کو بندوں کی طرف حقیقی طور پر منسوب کرنے کے کیا معنے ہیں۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ قدرت کی اگرچہ افعال میں تاثیر نہیں ہے۔ مگر اللہ تعالے نے اس کو وجود افعال کا مدار بنایا ہے اس طرح پر کہ اللہ بطریق جری العادت بندوں کو فعال

کی طرف اختیار اور قدرت دینے کے بعد افعال کو پیدا کر دیتا ہے۔ گویا قدرت افعال کے وجود کے لئے علت عادیہ ہے۔ پس اس لحاظ سے عادت کے طور پر افعال کے صادر ہونے میں قدرت کا دخل ہے کیونکہ قدرت کے سوا اور عادت پائی نہیں جاتی۔ اگرچہ افعال میں اس کی کوئی تاثیر نہیں پس علت عادیہ کے اعتبار سے بندوں کے افعال ان کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔ مذہب اشعری کی تصحیح میں نہایت کلام یہی ہے لیکن ابھی اس کلام میں محل تامل ہے ❖

جاننا چاہیئے کہ اہل سنت وجماعت قدر کے ساتھ ایمان لائے ہیں اور اس بات کے قائل ہیں کہ قدرت کا خیر و شر و حلو و مُر، اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے ہے۔ کیونکہ قدر کے معنے احداث اور ایجاد کے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ حق تعالےٰ کے سوا اور کوئی مُحْدِث اور مُوجِد نہیں ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْہُ (اللہ تعالےٰ کے سوا کوئی معبود نہیں وہی تمام اشیا کا پیدا کرنے والا ہے اسی کی عبادت کرو) اور معتزلہ اور قدریہ نے قضا و قدر کا انکار کیا ہے۔ اور انہوں نے خیال کیا ہے کہ بندوں کے افعال صرف بندوں کی قدرت ہی سے حاصل ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اگر اللہ تعالےٰ شر کو قضا کرے اور پھر اس پر عذاب دے تو یہ اس کا جور ہے۔ ان کی یہ بات جہالت پر مبنی ہے۔ کیونکہ قضا بندہ سے قدرت اور اختیار کو سلب نہیں کرتی۔ بلکہ اس طرح قضا فرمائی ہے کہ بندہ اپنے اختیار سے اس کو کرے یا چھوڑ دے ❖

حاصل کلام یہ کہ قضا اختیار کو واجب کرتی ہے اور اختیار کا ثابت ہونا اس کے منافی نہیں ہے۔ اور نیز حق تعالےٰ کے افعال میں نقص لازم آتا ہے۔ کیونکہ قضا کی طرف نظر کرنے کے اعتبار سے اللہ تعالےٰ کے افعال یا واجب ہیں یا ممتنع۔ اس لئے کہ اگر قضا کا تعلق وجود کے ساتھ ہو، تو واجب ہوتا ہے۔ اور اگر عدم کے ساتھ ہو، تو ممتنع ہوتا ہے۔ پس اگر اختیار کے ساتھ فعل کا واجب ہونا اس کے منافی ہو۔ تو حق تعالےٰ مختار نہ ہو گا۔ اور یہ کفر ہے۔ اور یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں ہے کہ اس بات کا قائل ہونا کہ بندے کو باوجود کمال ضعف کے افعال کے ایجاد میں مستقل طور پر قدرت حاصل ہے۔ نہایت بیوقوفی اور کمال نادانی ہے۔ اسی واسطے مشائخ ماوراء النہر شکر اللہ تعالیٰ سعیہم نے اس مسئلہ میں ان کی تضلیل اور تکفیر میں بہت مبالغہ کیا ہے۔ اور یہاں تک فرمایا ہے کہ مجوس ان سے کئی درجے بہتر ہیں کہ انہوں نے ایک شریک کے سوا اور کو ثابت نہیں کیا۔ اور معتزلہ نے اس قدر شریک ثابت کئے ہیں جو شمار سے باہر ہیں۔ اور جبریہ نے یہ خیال کیا ہے کہ بندہ کا اپنا ہرگز فعل نہیں ہے۔ اور اس کی حرکات جمادات کی حرکات کی مانند ہیں

جن کے لئے کوئی قدرت نہیں ہے نہ قصداً نہ اختیاراً۔ نیز انہوں نے یہ گمان کیا ہے کہ بندوں کو خیر پر ثواب ملیگا۔ اور شر پر عذاب نہ ہوگا۔ اور کافر و عاصی معذور ہیں ان سے کچھ نہ پوچھا جائیگا۔ کیونکہ افعال سب کے سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔ اور بندہ ان میں مجبور ہے۔ یہ بھی کفر ہے۔ یہ مرجیہ ملعون لوگ ہیں۔ جو کہتے ہیں کہ معصیت ضرر نہیں دیتی اور عاصی کو عذاب نہ دیا جائیگا۔

نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ لُعِنَتِ الْمُرْجِیَۃُ عَلٰی لِسَانِ سَبْعِیْنَ نَبِیًّا ۔ مرجیہ کو ستر نبی کی زبان پر لعنت کی گئی ہے۔ اور ان کا مذہب باطل ہے۔ اس لئے کہ حرکت بطش اور حرکت ارتعاش میں فرق ظاہر ہے۔ اور سب کو معلوم ہے اور ہم بھی جانتے ہیں کہ حرکت اول اس کے اختیار سے ہے اور دوسری نہیں۔ اور نصوص قطعیہ اس مذہب کی نفی کرتی ہیں:۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۔ یہ اس کی جزا ہے جو عمل کرتے تھے۔ اور فرماتا ہے۔ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۔ جو چاہے مومن بنجائے اور جو چاہے کافر بنجائے۔

جاننا چاہیئے کہ اکثر لوگ اپنی کم ہمتی اور بدنیتی کے باعث عذرخواہی طلب کرتے ہیں۔ اور اپنی جانوں سے سوال کو دفع کرتے ہیں۔ اور کبھی مذہب اشعری کی طرف اور کبھی مذہب جبری کی طرف میلان کرتے ہیں۔ کبھی اس طرح کہتے ہیں کہ بندہ کا درحقیقت کوئی اختیار نہیں ہے اور اس کی طرف فعل کی نسبت مجازی ہے۔ اور کبھی ضعف اختیار کے قائل ہوتے ہیں جو اجبار کو مستلزم ہے۔

اس کے علاوہ اس مقام میں بعض صوفیہ کے کلام کو سنتے ہیں کہ فاعل ایک ہی ہے۔ اس کے سوا اور کوئی فاعل نہیں ہے۔ اور بندہ کی قدرت کو افعال میں کوئی تاثیر نہیں۔ اور اس کے حرکات جمادات کے حرکات کی طرح ہیں۔ بلکہ بندہ کا وجود ذات و صفت میں جنگل کے سراب کی طرح ہے جس کو پیاسا پانی سمجھ کر جب اس کے نزدیک آتا ہے تو اس کو کچھ نہیں پاتا۔ اس قسم کی باتیں ان کو اقوال و افعال میں سستی اور سستی پر زیادہ دلیر کرتی ہیں پس ہم اس مقام کی تحقیق میں کہتے ہیں اور حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ اگر اختیار حقیقی طور پر بندہ کے لئے ثابت نہ ہوتا۔ جیسے کہ اشعری کا مذہب ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ظلم کو بندوں کی طرف منسوب نہ کرتا۔ کیونکہ اشعری کے نزدیک نہ ہی بندوں کا اختیار ہے

اور نہ ہی ان کی قدرت کی تاثیر ہے۔ بلکہ قدرت اس کے نزدیک محض مدار ہے۔ حالانکہ اللہ تعالےٰ نے اپنی کتاب مجید میں کئی جگہ ظلم کو بندوں کی طرف منسوب کیا ہے۔ اور تاثیر کے سوا محض مدار ہونا ظلم کو واجب نہیں کرتا۔ ہاں حق تعالےٰ کا بندوں کو رنج و عذاب دینا بغیر اس امر کے کہ ان کے لئے اختیار ثابت ہو۔ ہرگز ظلم نہیں ہے۔ کیونکہ حق سبحانہٗ و تعالےٰ خود مختار بادشاہ ہے وہ جس طرح چاہتا ہے اپنے ملک میں تصرف کرتا ہے۔ لیکن ظلم کی نسبت ان کے اختیار کے ثبوت کو مستلزم ہے۔ اور اس نسبت میں مجاز کا احتمال خلاف متبادر ہے جس کو بلاضرورت اختیار نہیں کیا جاتا۔ لیکن ضعیف اختیار کا قائل ہونا دو حال سے خالی نہیں۔ اگر ضعف سے مراد یہ ہے کہ حق تعالےٰ کے اختیار کی نسبت بندہ کا اختیار ضعیف ہے۔ تو یہ بات مسلم ہے اور اس میں کسی نوع کو نزاع نہیں ہے۔ اور اگر ضعف کے یہ معنے ہیں کہ افعال کے صادر ہونے میں بندہ کا استقلال نہیں۔ تو یہ بھی مسلم ہے۔ لیکن اگر ضعف سے یہ مراد ہو کہ افعال میں بندے کے اختیار کو ہرگز دخل نہیں۔ تو ممنوع ہے۔ اور وہی پہلا مسئلہ ہے۔ اور منع کی سند مفصل گذر چکی ہے اس بات کو جاننا چاہئے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کو ان کی طاقت اور استطاعت کے موافق تکلیف دی ہے۔ اور ان کے ضعف خلقت کے موافق تکلیف میں تخفیف کی ہے۔

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے یُرِیْدُ اللّٰهُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا (اللہ تعالےٰ تم سے تخفیف کرنا چاہتا ہے اور انسان ضعیف پیدا کیا گیا ہے) اور کیونکر تخفیف نہ کرے جب کہ اللہ تعالےٰ حکیم اور رؤف اور رحیم ہے۔ اس کی حکمت اور رافت اور رحمت کے لائق نہیں کہ بندے کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف دے۔ یعنی اللہ تعالےٰ نے بندوں کو ایسے ایسے بھاری پتھر اٹھانے کی تکلیف نہیں دی جن کے اٹھانے کی ان میں طاقت نہیں بلکہ ایسی چیزوں سے مکلف کیا ہے جو بندے پر نہایت ہی آسان ہیں۔ مثلاً نماز جو قیام و رکوع و سجود اور قرأت میسرہ پر مشتمل ہے۔ یہ سب کے سب نہایت ہی آسان ہیں۔ اور ایسے ہی روزوں کا حال ہے کہ نہایت سہولت میں ہیں۔ اور ایسے ہی زکوٰۃ ہے کہ چالیسواں حصہ مقرر ہے اور آدھا یا کل مقرر نہیں کیا تاکہ بندوں کو گراں معلوم نہ ہو۔ یہ اس کی کمال رافت و مہربانی ہے۔ اور بامور کے لئے خلیفہ بنایا اگر اصل دشوار ہو یعنی وضو کے لئے تیمم کو خلیفہ بنایا۔ اور ایسے ہی حکم کیا ہے کہ جو قیام پر طاقت نہ رکھتا ہو۔ وہ بیٹھ کر پڑھے۔ اور جو بیٹھنے کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ وہ لیٹ کر ادا کرے۔ ایسے ہی جو رکوع و سجود کی طاقت نہ رکھتا ہو۔ وہ اشارے سے ادا کرے۔ وغیرہ وغیرہ

جو احکام شرعیہ میں اعتبار و انصاف کی نظر سے دیکھنے والے پر مخفی نہیں ہیں۔ ان تمام شرعیہ تکلیفات کی حد نہایت آسانی اور سہولت میں ہے۔ اور ان تکلیفات کے صفحوں میں اللہ تعالیٰ کی کمال رافت کا مطالعہ ہوتا ہے۔ ان تکلیفات کی تخفیف کا مصداق عام لوگوں کی خواہش اور تمنا ہے۔ جو ان ماموریہ تکلیفات کے زیادہ ہونے میں کرتے ہیں۔ یعنی بعض کہتے ہیں کہ فرضی روزے زیادہ ہوتے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ فرضی نمازیں زیادہ ہوتیں علےٰ ہذا القیاس۔ اور اس قسم کی تمنا کمال تخفیف ہی کے باعث ہے۔ اور بعض لوگوں کو ادائے احکام میں آسانی کا معلوم نہ ہونا۔ اس سبب سے ہے کہ ان پر نفسانی ظلمتیں اور طبعی کدورتیں غالب ہیں جو نفس امارہ کی خواہش سے پیدا ہوتی ہیں۔ اور نفس امارہ اللہ تعالےٰ کی دشمنی میں قائم ہے۔ کَبُرَ عَلَی الْمُشْرِکِیْنَ مَا تَدْعُوْھُمْ اِلَیْہِ (مشرکوں پر وہ بات بہت ہی بھاری ہے جس کی طرف تو ان کو بلاتا ہے) اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَاِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخَاشِعِیْنَ (خاشعین کے سوا نماز سب پر بھاری ہے)۔ جس طرح ظاہری مرض احکام کو بمشکل ادا کرنے کا موجب ہے۔ اسی طرح باطنی مرض بھی اس دشواری کا باعث ہے۔ اور شرع شریف نفس امارہ کی رسوم کو مٹانے اور اس کی خواہشات کو دور کرنے کے لئے وارد ہوئی ہے۔ گویا ہوائے نفس اور شریعت کی متابعت دو طرفیں ہیں جو ایک دوسرے کی نقیض ہیں۔ پس اس دشواری کا وجود ہوائے نفس کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔ اور جس قدر ہوائے نفس زیادہ ہوگی اسی قدر یہ دشواری زیادہ ہوگی۔ پس جب خواہش نفس بالکل دور ہو جائیگی۔ یہ دشواری بھی بالکل دور ہو جائیگی۔ لیکن بعض صوفیہ کی کلام جو اختیار کی نفی یا اس کے ضعف میں ابھی مذکور ہو چکی ہے تو جاننا چاہیئے کہ اگر ان کا کلام احکام شرعیہ کے مطابق نہیں ہے۔ تو اس کا ہرگز اعتبار نہیں ہے اور نہ ہی حجت کے لائق ہے کیونکہ حجت اور تقلید کے لائق علمائے اہل سنت و جماعت کے اقوال ہیں۔ پس صوفیہ کا جو کلام علمائے اہل سنت و جماعت کے اقوال کے موافق ہے وہ قبول ہے اور جو ان کے اقوال کے مخالف ہے وہ مردود اور نامقبول ہے۔ اس کے علاوہ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ مستقیم الاحوال صوفیہ احوال و اعمال اور علوم و معارف میں ہرگز شریعت سے تجاوز نہیں کرتے۔ اور جانتے ہیں کہ شریعت کا بقیہ خلاف حال کی خرابی اور نادرستی سے پیدا ہے۔ اگر حال درست صادق ہوتا تو شریعت حقہ کے مخالف نہ ہوتا۔ غرض خلاف شریعت زندقہ کی دلیل اور الحاد کی علامت ہے۔ حاصل کلام یہ کہ اگر صوفی غلبہ حال یا سکر وقت میں اپنے کشف سے کوئی ایسا کلام کرے جو شریعت کے مخالف ہو۔ تو وہ معذور ہے۔ اور اس کا کشف غیر صحیح ہے اور اس کی تقلید ناجائز اور نادرست ہے

اس کی کلام کو ظاہر کی طرف سے اور معنے کی طرف حمل کرنا اور پھیرنا چاہئے کیونکہ اہل سُکر کی کلام ظاہر کی طرف سے محمول و مصروف کی جاتی ہے۔ هٰذَا مَا تَيَسَّرَ لِي فِي هٰذَا الْمَقَامِ بِعَوْنِ اللهِ سُبْحَانَهٗ وَحُسْنِ تَوْفِيْقِهٖ (یہ ہے جو اللہ تعالےٰ کی مدد سے اور اس کی حسن توفیق سے مجھ سے ہو سکا) ⁜

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِيْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ تعالےٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو ⁜

مکتوب ٢٩٠

مُلّا ھاشم کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الطَّيِّبِيْنَ الطَّاهِرِيْنَ ⁜

جاننا چاہئے کہ وہ طریقہ جو اقرب اور اسبق اور اوفق اور اسلم اور احکم اور اصدق اور اولیٰ اور اعلےٰ اور اجلّ اور ارفع اور اکمل ہے، وہ طریقہ نقشبندیہ ہے۔ قَدَّسَ اللهُ تَعَالٰی اَرْوَاحَ اَهَالِيْهَا وَاَسْرَارَ مَوَالِيْهَا۔ اس طریق کی سب بزرگی اور ان بزرگواروں کی یہ بلند شان سُنّت سنیّہ علےٰ صاحبہا الصّلوٰۃ والسّلام والتحیّۃ کے لازم پکڑنے اور نامرضیہ بدعت سے بچنے کے باعث ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں کہ اصحاب کرام رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کی طرح کام کی نہایت ان کی بدایت میں مندرج ہے۔ اور ان کے حضور اور آگاہی نے دوام پیدا کر کے درجۂ کمال تک پہنچنے کے بعد دوسروں کی تمام آگاہیوں سے برتری حاصل کی ہے ⁜

اے بھائی خدا تجھے سیدھے راستہ کی ہدایت دے۔ تجھے جاننا چاہئے کہ جب اس درویش کو اس راہ کی ہوس پیدا ہوئی۔ تو حق تعالےٰ کی ہدایت نے ہادی راہ ہو کر ولایت پناہ حقیقت آگاہ، ایسے طریق کی طرف ہدایت دینے والے جس کی بدایت میں نہایت مندرج ہے اور ایسا راستہ بتانے والے جو درجات ولایت تک پہنچانیوالا ہے۔ دین پسندیدہ کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ اور امام خواجہ محمد باقی قدس سرہٗ کی خدمت میں جو حضرت مشائخ نقشبندیہ قدس سرہم کے خاندان بزرگ کے بڑے خلفا میں سے تھے، پہنچایا۔ انہوں نے اس درویش کو ذکر اسم ذات تعلیم فرمایا۔ اور سفرہ طریق سے ایسی توجہ فرمائی کہ مجھ میں کمال لذت پیدا

ہوئی۔ اور کمال شوق سے گریہ شروع ہوا۔ ایک روز کے بعد بیخودی کی کیفیت جو ان بزرگواروں کے نزدیک معتبر ہے اور غیبت سے موسوم ہے، طاری ہوئی۔ اور اس بیخودی کی حالت میں میں نے ایک دریائے محیط کو دیکھا جس میں عالم کی صورتیں اور شکلیں سایہ کی طرح معلوم ہوئیں۔ یہ بیخودی رفتہ رفتہ غالب ہوتی گئی۔ اور اس قدر بڑھ گئی کہ کبھی ایک پہر روز تک رہتی۔ اور کبھی دو پہر تک۔ اور بعض اوقات تمام رات طاری رہتی۔ جب اس قصہ کو حضرت ایشاں قدس سرہٗ کی حضور میں عرض کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ تھوڑی سی فنا حاصل ہوگئی ہے۔ اور ذکر کہنے سے منع فرمایا۔ اور اس آگاہی کی نگہداشت کا امر فرمایا۔ دو روز کے بعد مجھے فنائے اصطلاحی حاصل ہوگئی۔ پھر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ اپنے کام میں مشغول رہ۔ بعد ازاں فنائے فنا حاصل ہوئی۔ پھر عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ تو تمام عالم کو ایک دیکھتا ہے۔ اور متصل واحد پاتا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں۔ آپ نے فرمایا کہ فنائے فنا میں معتبر یہ ہے کہ اس اتصال کی دید کے باوجود بے شعوری حاصل ہو۔ اسی رات کو اس قسم کی فنا حاصل ہوگئی اُس کو بھی عرض کیا اور وہ حالت جو فنا کے بعد حاصل ہوئی، وہ بھی عرض کی اور کہا کہ میں اپنے علم کو حق سبحانہٗ کی نسبت حضوری پاتا ہوں۔ اور ان اوصاف کو جو میری طرف منسوب تھے، حق سبحانہٗ کی طرف منسوب پاتا ہوں۔ بعد ازاں وہ نور جو تمام اشیاء کو محیط ہے ظاہر ہوا۔ اور میں نے اُس کو حق سبحانہٗ و تعالیٰ جانتا۔ اس نور کا رنگ سیاہ تھا۔ میں نے عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ حق جل سلطانہٗ پردۂ نور میں مشہود ہے۔ اور نیز فرمایا کہ یہ انبساط اور پھیلاؤ جو اس نور میں دکھائی دیتا ہے، علم میں ہے حق تعالیٰ کی ذات کا اشیاء متعددہ کے ساتھ جو بلندی و پستی میں واقع ہیں تعلق ہونے کے باعث منبسط اور پھیلا ہوا دکھائی دیتا ہے، اس کی بھی نفی کرنی چاہئے۔ بعد ازاں وہ پھیلا ہوا سیاہ نور کم کم اور تنگ ہونے لگا۔ یہاں تک کہ ایک نقطہ بن گیا۔ فرمایا کہ اس نقطہ کی بھی نفی کرنی چاہئے۔ تاکہ حیرت آجائے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ اور وہ نقطہ موہوم بھی درمیان سے دور ہوگیا۔ اور حیرت تک جا پہنچا کہ جس مقام میں حق تعالیٰ کا شہود خود بخود ہے۔ جب میں نے عرض کیا تو فرمایا کہ یہی حضور نقشبندیہ کا حضور ہے۔ اور نسبت نقشبندیہ اسی حضور سے مراد ہے۔ اور اس حضور کو حضور بے غیبت بھی کہتے ہیں۔ اور بدایت میں نہایت کا مندرج ہونا اس مقام میں حاصل ہوتا ہے۔ اس طریق میں طالب کو اس نسبت کا حاصل ہونا ویسا ہی ہے جیسے کہ دوسرے سلسلوں میں طالب اذکار و اوراد اپنے پیروں سے اخذ کرتے ہیں تاکہ ان پر عمل کر کے مقصود تک پہنچیں ؎

قیاس کن ز گلستانِ من بہار مرا ترجمہ ؎ مری بہار کا کرلے قیاس بستاں سے

یہ عزیز الوجود نسبت ذکر سیکھنے سے دو ماہ اور چند روز بعد حاصل ہو گئی تھی۔ اس نسبت کے ثابت ہونے کے بعد ایک اور فنا جس کو فنائے حقیقی کہتے ہیں۔ حاصل ہوئی۔ اور دل کی اس قدر وسعت پیدا ہوئی کہ عرش سے لے کر مرکز زمین تک تمام عالم کا اس کے مقابلہ میں رائی کے دانہ جتنا بھی قدر نہ تھا۔ بعد ازاں اپنے آپ کو اور ہر فرد عالم کو بلکہ ہر ذرّہ کو حق تعالےٰ دیکھنے لگا۔ اس کے بعد ہر ذرّہ عالم کو الگ الگ اپنا عین اور اپنے آپ کو ان سب کا عین معلوم کرنے لگا۔ حتیٰ کہ تمام عالم کو ایک ذرّہ میں گم پایا۔ بعد ازاں اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرّہ کو اس قدر منبسط اور وسیع دیکھا کہ تمام عالم بلکہ اس سے کئی گنا اور عالم اس میں سما سکیں۔ بلکہ اپنے آپ کو اور ہر ذرہ کو ایسا پھیلا ہوا نور معلوم کیا جو ہر ذرہ میں ساری ہے۔ اور عالم کی صورتیں اور شکلیں اس نور میں مضمحل اور متلاشی ہیں۔ بعد ازاں اپنے آپ کو بلکہ ہر ذرّہ کو تمام عالم کا مقوّم (جس کے ساتھ کسی چیز کا قیام ہو) معلوم کیا۔ جب میں نے عرض کیا تو فرمایا کہ توحید میں مرتبہ حق الیقین یہی ہے۔ اور جمع الجمع اسی مقام سے مراد ہے۔ بعد ازاں عالم کی صورتوں اور شکلوں کو کہ جن کو اول حق معلوم کرتا تھا۔ اس وقت موہوم معلوم کیا۔ اور ہر ذرّہ کو کہ جنہیں بے تفاوت و بے تمیز حق پاتا تھا، ان کو بھی موہوم پایا۔ اور نہایت حیرت حاصل ہوئی ❖

اس اثنا میں **فصوص** کی وہ عبارت جو اپنے والد بزرگوار علیہ الرحمۃ سے سنی تھی یاد آئی۔ اِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ اَیِ الْعَالَمُ حَقٌّ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ خَلْقٌ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ اِنَّهٗ حَقٌّ مِّنْ وَّجْهٍ وَاِنْ شِئْتَ قُلْتَ بِالْحَیْرَتِ لِعَدَمِ التَّمِیْزِ بَیْنَهُمَا (اگر تو چاہے تو کہدے کہ عالم حق ہے یا تو اگر کہدے کہ عالم خلق ہے یا اگر تو کہدے کہ ایک وجہ سے حق ہے اور اگر تو ان دونوں میں تمیز نہ ہونے کے باعث حیرت کہدے تو بجا ہے) اس عبارت سے اس اضطراب کی کچھ تسکین ہو گئی ❖

بعد ازاں خدمت اقدس میں حاضر ہو کر اپنا حال عرض کیا تو آپ نے فرمایا کہ ابھی تیرا حضور صاف نہیں ہوا۔ جا اپنے کام میں مشغول ہو۔ تاکہ موہوم سے موجود کی تمیز ظاہر ہو ❖

میں نے فصوص کی عبارت کو جس سے عدم تمیز ظاہر ہوتی تھی۔ پڑھا۔ تو فرمایا کہ شیخ نے کامل حال کو بیان نہیں کیا۔ عدم تمیز بھی بعض کی نسبت ثابت ہے۔ حسب الامر اپنے کام میں مشغول ہوا۔ حضرت حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے حضور کی محض توجہ شریف سے دو روز کے بعد موجود اور موہوم میں تمیز ظاہر کر دی۔ اور میں نے موجود حقیقی کو موہوم متخیل سے ممتاز پایا۔ اور ان صفات افعال و آثار کو جو موہوم سے دکھائی دیتے تھے۔ میں نے حق سبحانہٗ سے دیکھا۔ اور ان صفات و افعال کو بھی محض موہوم

معلوم کیا۔ اور خارج میں ایک ذات کے سوا کچھ موجود نہ دیکھا۔ جب اس حالت کو خدمت اشرف میں عرض کیا تو فرمایا کہ مرتبہ فرق بعد الجمع یہی ہے۔ اور سعی و کوشش کی نہایت یہیں تک ہے اس کے آگے جو کچھ کسی کے نہاد و استعداد میں لکھا ہے، ظاہر ہو جاتا ہے۔ اس مرتبہ کو مشائخ طریقت نے مقام تکمیل کہا ہے ✦

جاننا چاہیئے کہ اس درویش کو جب اول مرتبہ میں سکر سے صحو میں لائے۔ اور فنا سے بقا کے ساتھ مشرف فرمایا تو جب اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرہ میں نظر کی۔ تو حق تعالےٰ کے سوا نہ پایا۔ اور ہر ذرہ کو اس کے شہود کا آئینہ معلوم کیا۔ اس مقام سے پھر حیرت میں لے گئے جب ہشیاری میں لائے تو اپنے وجود کے ذرات میں سے ہر ذرہ کے ساتھ حق تعالےٰ کو پایا۔ نہ ہر ذرہ میں۔ اور پہلا مقام اس دوسرے مقام کی نسبت بہت نیچے نظر آیا۔ پھر حیرت میں لے گئے۔ جب ہوش میں لائے۔ تو اس مرتبہ میں حق سبحانہٗ کو نہ عالم کے متصل نہ اس کے منفصل اور نہ عالم میں داخل اور نہ اس سے خارج معلوم کیا۔ اور معیت اور احاطہ اور سریان کی نسبت جس طرح کہ اول پاتا تھا بالکل منتفی ہو گئی۔ باوجود اس کے اسی کیفیت پر مشہود ہوا۔ بلکہ اس طرح پر کہ گویا محسوس ہے۔ اور عالم بھی اس وقت مشہود تھا لیکن حق تعالےٰ کے ساتھ یہ نسبت مذکورہ کچھ نہ رکھتا۔ پھر حیرت میں لے گئے۔ جب صحو میں لائے تو معلوم ہوا کہ حق تعالےٰ کو عالم کے ساتھ اس نسبت مذکورہ کے سوا ایک نسبت ہے اور وہ نسبت مجہول الکیفیت ہے حق تعالےٰ مجہول الکیفیت نسبت سے مشہود ہوا۔ پھر حیرت میں لے گئے۔ اور جب اس مرتبہ میں افاقہ حاصل ہوا۔ اور ہوش میں لائے تو حق تعالےٰ اس مجہول الکیفیت نسبت کے بغیر اس طرح مشہود ہوا کہ عالم کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا۔ نہ معلوم الکیفیت نہ مجہول الکیفیت۔ اور اس وقت عالم اسی خصوصیت سے مشہود تھا۔ اس وقت ایک خاص علم عنایت ہوا۔ جس کے باعث ہر دو شہود کے حاصل ہونے کے باوجود خلق اور حق تعالےٰ کے درمیان کوئی مناسبت نہ رہی۔ اس وقت مجھے جتلایا گیا کہ اس صفت کا شہود ذات حق کی تنزیہ نہیں ہے حق تعالےٰ اس سے برتر ہے۔ بلکہ اس کے تکوین کے تعلق کی صورت مثالی ہے۔ کیونکہ حق تعالےٰ تعلقات کونی کے وراء الوراء ہے۔ خواہ وہ تعلق معلوم الکیفیت ہو یا مجہول الکیفیت۔ ھَیْہَاتَ ھَیْہَاتَ ؎

کَیْفَ الْوُصُوْلُ اِلٰی سُعَادَ وَدُوْنَھَا ... قُلَلُ الْجِبَالِ وَدُوْنَھُنَّ خُیُوْفٌ

ترجمہ: ہائے جاؤں کس طرح میں پا برہنہ ۔ راہ میں ہیں پرخطر دشت اور جبال

اے عزیز! اگر قلم کو احوال کی تفصیل اور معارف کے بیان کرنے میں جاری کردوں تو سخن دراز ہو جائے۔ خاصکر توحید وجودی اور ظلیت اشیاء کے عالم کے معارف اگر بیان کئے جائیں۔ تو جن لوگوں نے اپنی عمریں توحید وجودی میں گذاری ہیں۔ معلوم کریں کہ ابھی اس دریائے بے نہایت سے قطرہ بھی حاصل نہیں کیا۔ پھر بڑے تعجب کی بات ہے کہ وہ لوگ اس درویش کو توحید وجودی والوں سے نہیں جانتے۔ اور توحید کے منکرین علماء سے سمجھتے ہیں یہ لوگ اپنی کوتاہ نظری سے یہ سمجھے بیٹھے ہیں کہ توحیدی معارف پر اصرار کرنا ہی کمال ہے۔ اور اس مقام سے ترقی کرنا سراسر نقصان ہے ؎

بیخبرے چند زخود بے خبر ۔ عیب پسندند بہ عمِ ہنر

ترجمہ: وہ بیخبر کہ جن کو نہیں اپنی کچھ خبر ۔ کرتے پسند عیب کو ہیں چھوڑ کر ہنر

یہ لوگ اس امر میں گذشتہ مشائخ کے اقوال کو جو توحید وجودی میں واقع ہیں۔ بطور شہادت پیش کرتے ہیں۔ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ ان کو انصاف دے۔ انہوں نے کہاں سے معلوم کیا ہے کہ ان مشائخ کو اس مقام سے ترقی واقع نہیں ہوئی۔ اور اسی مقام میں محبوس رہے ہیں معارف توحیدی کے نفس حصول میں تو کوئی کلام نہیں کیونکہ وہ تو بیشک واقع ہے۔ بلکہ گفتگو اس مقام سے ترقی کے بارہ میں ہے۔ اگر صاحب ترقی کو توحید کا منکر کہیں۔ اور اس پر اصطلاح باندھیں تو کیا مناقشہ ہے +

اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ چونکہ قلیل کثیر پر دلالت کرتا ہے۔ اور قطرہ بحر غدیر کی خبر دیتا ہے۔ اس لئے قلیل پر موقوف رکھا اور قطرہ پر کفایت کی +

اے برادر جب حضرت خواجہ نے مجھ کو کامل مکمل جانکر تعلیم طریقہ کی اجازت فرمائی۔ اور طالبوں کی ایک جماعت کو میرے حوالہ کیا۔ تو مجھ کو اس وقت اپنی کمال و تکمیل میں تردد تھا آپ نے فرمایا کہ تردد کی کوئی جگہ نہیں۔ کیونکہ مشائخ عظام نے اس مقام کو مقام کمال و تکمیل فرمایا ہے۔ اگر اس مقام میں تردد کریں تو ان مشائخ کی کمالیت میں تردد لازم آتا ہے۔ حسب الامر طریقت کی تعلیم کو شروع کیا۔ اور طالبوں کے حق میں توجہ کو مدنظر رکھا۔ اور طالبوں میں اس کا بڑا اثر محسوس ہوا حتےٰ کہ سالکوں کا کام گھڑیوں میں ہونے لگا۔ کچھ مدت تک اس کام کو بڑی سرگرمی اور مستعدی سے کرتا رہا۔ آخر کار اپنے نقص کا علم پیدا ہوا۔ اور ظاہر ہوا کہ

تجلی ذاتی برقی جس کو مشائخ بزرگوار نے نہایت کہا ہے اس راہ میں کوئی پیدا نہیں ہوئی۔ اور نیز معلوم نہیں ہوا کہ سیر الے اللہ کیا ہے۔ ان کمالات کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ اس وقت اپنے نقص کا علم روشن ہو گیا۔ وہ طالب جو میرے پاس جمع تھے۔ سب کو جمع کر کے اپنا نقص بیان کیا۔ اور سب کو وداع کر دیا۔ لیکن طالب اس بات کو تواضع سے جانکر اپنے عقیدہ سے نہ پھرے کچھ مدت بعد حضرت حق سبحانہ و تعالے نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل احوال منتظرہ کو حاصل فرمایا ✦

جاننا چاہیئے کہ حضرات خواجگان قدس سرہم کے طریقہ کا ماحصل یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت کے عقائد کے موافق اپنا اعتقاد درست کریں سنت سنیہ مصطفویہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کریں۔ بدعت اور ہوائے نفسانی سے پرہیز کریں۔ جہاں تک ہو سکے عزیمت پر عمل کریں۔ اور رخصت سے احتراز کریں۔ اس کے بعد اول جہت جذبہ میں استہلاک و اضمحلال یعنی فنا و استغراق حاصل کریں۔ اس استہلاک کو عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور وہ بقا جو اس جہت میں اس استہلاک کے متحقق ہونے کے بعد پیدا ہوتی ہے۔ اس کو وجود عدم سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی وہ وجود و بقا جو عدم پر مترتب ہے جس کو استہلاک و اضمحلال کہتے ہیں۔ اس استہلاک یا عدم سے یہ مراد نہیں کہ جس سے بیخبر یا غائب ہو جائیں۔ بلکہ باوجود اس استہلاک کے بعض حس سے بیخبر اور غائب ہو جاتے ہیں۔ اور بعض نہیں ہوتے۔ اور اس بقا والے کے لئے ممکن ہے کہ صفات بشریت کی طرف رجوع کرے اور اخلاق نفسانیہ کی طرف لوٹ آئے۔ برخلاف اس بقا کے جو فنا پر مترتب ہے کہ اس سے عود کرنا جائز نہیں۔ اور ممکن ہے کہ حضرت خواجہ بزرگ قدس سرہ نے انہی معنوں کے لحاظ سے فرمایا ہو کہ وجود عدم وجود بشریت کی طرف رجوع کرتا ہے۔ لیکن وجود فنا وجود بشریت کی طرف ہرگز عود نہیں کرتا۔ کیونکہ مقام اول میں ابھی کچھ راستہ باقی ہے۔ اور راستہ سے رجوع کرنا ممکن ہے۔ اور دوسرا واصل منتہی ہے اور واصل کے لئے رجوع نہیں ہوتا ✦

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ مَا رَجَعَ مَنْ رَجَعَ اِلَّا مِنَ الطَّرِیْقِ وَمَنْ وَصَلَ اِلَیْہِ لَا یَرْجِعُ (کوئی شخص نہیں مڑا مگر راستہ سے اور جو واصل ہوتا ہے وہ نہیں مڑتا) ✦

جاننا چاہیئے کہ وجود عدم والا اگرچہ راہ ہی میں ہے لیکن بدایت میں نہایت درج ہونے کے موافق نہایت کا رستہ آگاہ ہے۔ جو کچھ منتہی کو آخر میں میسر ہوتا ہے اس کو اس جہت

ہیں اس کا خلاصہ مجمل طور پر حاصل ہے۔ اس نسبت نے چونکہ منتہی میں شمول اور عموم سیر پیدا کیا ہوا ہے اس لئے وہ نسبت اس کی روحانیت اور جسمانیت میں حاصل ہوئی ہوئی ہے۔ اور وجود عدم میں خلاصہ قلب پر ہی موقوف ہے۔ وَلَوْ فِی الْجُمْلَۃِ وَاِنْ کَانَ عَلٰی سَبِیْلِ الْاِجْمَالِ (اگرچہ فی الجملہ ہو اور اجمال کے طور پر ہو) اسی واسطے منتہی صاحب تفصیل ہے۔ اور صفات جسمانیہ کی طرف اس کا رجوع کرنا ممتنع ہے۔ کیونکہ اس نسبت نے اس کے تمام مراتب جسمانیہ میں سرایت کر کے اس کو ان صفات سے نکال دیا ہے۔ اور فانی کر دیا ہے۔ اور یہ فنا موہبت محض یعنی اللہ تعالیٰ کی بخشش ہے۔ اور موہبت محض سے رجوع کرنا حق تعالیٰ کی پاک درگاہ کے لائق نہیں ہے۔ برخلاف وجود عدم والے کے کہ یہ سرایت اس کے حق میں مفقود ہے۔ چونکہ یہ مراتب قلب کے تابع ہیں۔ اس لئے وہ نسبت تبعیت کے طور پر ان میں بھی فی الجملہ ساری ہے۔ اور صورت سے ہٹا کر مغلوب کر دیا ہوا ہے۔ لیکن فنا اور زوال تک نہیں پہنچایا۔ یہی وجہ ہے کہ اس سے رجوع کرنا ممکن ہے کیونکہ مغلوب کبھی بعض عوارض کے پیش آنے اور بعض موانع کے لاحق ہونے سے مغلوب ہو جاتا ہے۔ اور واصل عود نہیں کرتا جیسے کہ گذر چکا۔

جاننا چاہئے کہ اس سلسلہ علیہ کے بعض مشائخ قدس سرہم نے مذکورہ بالا استہلاک و اضمحلال اور اس بقا پر جو اس پر مترتب ہے فنا و بقا کا اطلاق کیا ہے۔ اور تجلی ذاتی اور شہود ذاتی بھی اس مرتبہ میں ثابت کیا ہے۔ اور اس باقی کو واصل کہا ہے۔ اور یاد داشت بھی جو حق تعالیٰ کی بارگاہ کے ساتھ دوام آگاہی سے مراد ہے، اسی مقام میں متحقق جانتے ہیں۔ یہ سب کچھ بدایت میں نہایت درج ہونے کے اعتبار سے ہے۔ ورنہ فنا و بقا منتہی واصل کے سوا کسی کو نہیں ہوتی اور تجلی ذاتی بھی اس سے مخصوص ہے۔ اور دوام حضور بھی واصل منتہی کے لئے ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے لئے ہرگز رجوع نہیں ہوتا لیکن پہلا اطلاق بھی مذکورہ بالا اعتبار سے صحیح ہے۔ اور وجہ وجیہ پر مبنی ہے۔ اور واصل کی فنا و بقا اور تجلی ذاتی اور شہود ذاتی اور یاد داشت جو کتاب نفحات حضرات خواجہ احرار قدس سرہ میں واقع ہیں۔ اسی قسم سے ہیں۔

ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ وہ کتاب اور مکتوبات و رسائل جو بعض مخلصوں کی طرف لکھے ہیں۔ مکتوب الیہ کی درایت و معرفت پر مبنی ہیں۔ اور کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِہِمْ (لوگوں کے ساتھ ان کی عقل کے موافق کلام کرو) ان میں مد نظر ہے۔ اور رسالہ سلسلۃ الاحرار جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کے طریق پر واقع ہے۔ اور رباعیات شرح جو حضرت خواجہ

پسندیدہ دین کی تائید کرنے والے ہمارے شیخ و مولا محمد باقی قدس سرہ نے لکھی ہیں، اسی قسم سے ہیں۔ اور اس بقا کا بلکہ ہر ایک اس بقا کا جو جذبہ میں پیدا ہو۔ اس کا رخ توحید وجودی میں ہے اسی واسطے بعض مشائخ رحمۃ اللہ علیہ نے حق الیقین کو اس طرح پر بیان کیا ہے کہ جس کا انجام توحید وجودی کی طرف ہے۔ اور بعض لوگوں کو اسی بیان نے اشتباہ میں ڈالدیا کہ حق الیقین ان کے نزدیک تجلی صوری مراد ہے۔ اور طعن و تشنیع تک نوبت پہنچادی۔ اور حق یہ ہے کہ ان کا یہ حق الیقین جہت جذبہ میں پیدا ہوا ہے۔ اور یہ معرفت اس مقام کے لائق ہے۔ اور تجلی صوری چیز دیگر ہے۔ کَمَا لَا یَخْفٰی عَلٰی اَرْبَابِہٖ (جیسے کہ اس کی صاحبان پر واضح ہے) اور کثرت کے آئینہ میں وحدت کا اس طرح پر مشاہدہ کرنا کہ آئینہ بالکل پوشیدہ ہو جائے اور وحدت کے سوا اور کچھ مشہود نہ ہو۔ اس مقام کو یادداشت کے مناسب جانکر اس مرتبہ پر یادداشت کا اطلاق کیا ہے۔ اور اس کو تجلی ذاتی اور شہود ذاتی بھی کہتے ہیں۔ اور اس مقام کو مقام احسان فرماتے ہیں۔ اور اس گم ہونے کو وصل سے تعبیر کرتے ہیں ع

تو در و گم شو وصال این است و بس

ترجمہ ع　　وصال نام ہے اس کا کہ ہو تو گم اس میں

یہ اصطلاح حضرت خواجہ ناصر الدین خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ سے مخصوص ہے اس سلسلہ کے مشائخ متقدمین سے کسی نے بھی اس اصطلاح کی نسبت کلام نہیں کی ع

ہر چہ خوباں کنند خوب آید

ترجمہ ع　　خوب صورت جو کریں وہ خوب ہے

ان کے کلمات قدسی سمات سے ہے کہ زبان دل کا آئینہ ہے۔ اور دل روح کا اور روح حقیقت انسانی کا اور حقیقت انسانی حق تعالے کا آئینہ ہے۔ حقائق غیبیہ غیب ذات سے مسافت بعیدہ کو قطع کر کے زبان پر آتے ہیں۔ اور وہاں صورت لفظی قبول کر کے مستعدوں کے کانوں میں پہنچتے ہیں ✦

اور نیز حضرت خواجہ قدس سرہٗ فرمایا ہے کہ بعض بزرگواروں نے جن کی میں نے ملازمت کی، دو چیزیں مجھے کرامت کیں۔ ایک یہ کہ جو کچھ لکھوں جدید لکھوں نہ قدیم۔ دوسرے یہ کہ جو کچھ کہوں مقبول ہوگا نہ مردود۔ ان کی بزرگی اور انکے معارف کی بلندی ان کلمات قدسیہ سے سمجھی جاتی ہے اور واضح ہوتا ہے کہ آپ ان باتوں کے درمیان نہیں ہیں۔ اور آئینہ سے زیادہ نہیں ہیں۔ وَاللہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ وَمَا عِنْدَہٗ مِنْ عُلُوِّ دَرَجَتِہٖ وَمَنْزِلَتِہٖ کَمَالَہٗ (ان کی حقیقت حال

اور درجہ کی بلندی اور کمال مرتبہ کو حق تعالےٰ ہی جانتا ہے) اپنے حال کے موافق ان مثنویات کو پڑھا کرتے تھے **مثنوی**

ہر کسے از ظن خود شد یار من | از درون من نجست اسرار من
سر من از نالۂ من دور نیست | لیک چشم و گوش را آں نور نیست

ترجمہ
یار میرا ہر کوئی ظن سے بنا | پر نہ میرے راز کا واقف ہوا
سر میرا کچھ نہیں نالے سے دور | پر نہیں کان آنکھ میں ہرگز یہ نور

ان کے علوم و معارف کا تھوڑا سا بیان اس مکتوب کے اخیر میں یہ حقیر اپنے فہم قاصر کے موافق لکھیگا۔ وَالْاَمْرُ عِنْدَ اللّٰہِ ۔

اگر حق سبحانہٗ و تعالےٰ اپنی کمال عنایت کے ساتھ ان میں سے بعض کو اس جذبہ کے حاصل ہونے کے بعد سلوک کی دولت سے مشرف فرمائے۔ تو جذبہ کی مدد سے دُور دراز مسافت کو جس کا اندازہ پنجاہ ہزار سال کا راستہ مقرر ہے۔ اور آیت کریمہ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِکَۃُ وَالرُّوْحُ اِلَیْہِ فِیْ یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗ خَمْسِیْنَ اَلْفَ سَنَۃٍ (فرشتے اور روح اُس کی طرف چڑھتے ہیں ایسے دن میں جس کا اندازہ پنجاہ ہزار سال ہے) میں اسی اندازہ کی طرف اشارہ ہے۔ تھوڑی سی مدت میں قطع کر سکتے ہیں اور فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی حقیقت تک پہنچ سکتے ہیں ۔

سلوک کا منتہا سیر الی اللہ کی نہایت تک ہے۔ جس کو فنائے مطلق سے تعبیر کرتے ہیں بعد ازاں پھر مقام جذبہ ہے جس کو فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی سیر سے تعبیر کرتے ہیں۔ سیر الے اللہ اس اسم تک سیر کرنے سے مُراد ہے جس کا مظہر سالک ہے اور سیر فی اللہ اس اسم میں سیر ہوتا ہے کیونکہ ہر ایک اسم بے نہایت اسما کا جامع ہے۔ پس اس میں سیر بھی بے نہایت ہوگا۔ اور اس درویش کو اس مقام میں معرفت خاص حاصل ہے جس کا بیان ابھی انشاء اللہ کیا جائیگا۔ اور یہ اسم مراتب عروج میں عین ثابتہ کے فوق میں ہے۔ کیونکہ سالک کا عین ثابتہ اسی اسم کا ظل اور اسی کی صورت علمیہ ہے۔ وہ لوگ جو محض فضل ازدی جل شانہٗ کے ساتھ مخصوص ہیں۔ اس اسم سے بھی عروج فرماتے ہیں۔ اور جہاں تک خدا کو منظور ہو بے نہایت ترقیاں کرتے ہیں ؎

مِنْ بَعْدِ ھٰذَا مَا یَدِقُّ صِفَاتُہٗ | وَکَتْمُہٗ اَحْظٰی لَدَیْہِ وَاَجْمَلُ

ترجمہ ؎
بعد ازاں وہ چیز ہے جس کا نہیں ملتا پتا
اس کا پوشیدہ ہی رکھنا اور چھپانا ہے بھلا

اگرچہ ہمارے صاحبانِ سلوک کے واصل جہت ثانی میں ان کے ساتھ شریک ہیں اور فنافی اللہ اور بقا باللہ کے ساتھ متحقق ہیں لیکن وہ مسافت جو صاحبانِ سلوک ریاضتوں اور مجاہدوں سے قطع کرتے ہیں۔ اور بڑی دراز مدت میں اس کی منتہا تک پہنچتے ہیں۔ اس بزرگ خانوادہ کے بزرگوار دولت شہود کی لذت اور مقصود کے پالینے کے ذوق سے اس مسافت کو تھوڑی سی مدت میں قطع فرماتے ہیں اور کعبہ مقصود تک پہنچ جاتے ہیں۔ اور وہاں پہنچکر اس قدر بے نہایت ترقیاں کرتے ہیں کہ ارباب سلوک کے منتہی اس ترقی وقرب سے بے نصیب ہیں۔ کیونکہ سلوک پر جذبہ کا مقدم ہونا ایک قسم کی محبوبیت کے معنے چاہتا ہے۔ جب تک مراد نہ ہوں جذب نہیں کرتے۔ اور جب جذب کرتے ہیں تو بہت ہی نزدیک ہوجاتے ہیں اور قرب زیادہ تر حاصل کرتے ہیں تو بہت ہی نزدیک ہوجاتے ہیں۔ اور قرب زیادہ تر حاصل کرتے ہیں۔ بلائے ہوئے اور بن بلائے جانے میں بہت فرق ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور اللہ تعالےٰ بڑے فضل والا ہے **مثنوی**

عشق معشوقاں نہاں است و ستیر — عشق عاشق باد و صد طبل و نفیر
لیک عشق عاشقاں تن زہ کند — عشق معشوقاں خوش و فربہ کند

ترجمہ
عشق معشوقاں ہے پردہ میں چھپا — عاشقوں کا عشق دے ڈنکا بجا
عاشقوں کا عشق تن لاغر کرے — عشق معشوقاں بدن فربہ کرے

اگر کہیں کہ دوسرے سلسلوں کی مراد بھی اس ترقی اور قرب میں شریک ہیں۔ کیونکہ جذبہ ان کے سلوک پر بھی مقدم ہے۔ پس دوسرے طریقوں پر اس طریق کی زیادتی کیا ہے۔ اور اس کو اقرب طرق کیوں کہا جاتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دوسرے طریق اس مطلب کے حاصل ہونے کے لئے موضوع نہیں ہیں۔ بلکہ ان میں سے بعض کو یہ دولت اتفاقیہ حاصل ہوتی ہے۔ اور یہ طریق اس دولت کے حاصل ہونے کے لئے موضوع ہے۔ اور یادداشت جو اس سلسلہ علیہ کے بزرگواروں کی عبارتوں میں واقع ہے۔ جذبہ وسلوک کی دونوں جہتوں کے متحقق ہونے کے بعد منصور ہوتا ہے۔ اور اس کو نہایت اس اعتبار سے کہتے ہیں کہ مراتب شہود وآگاہی کا نہایت ہے۔ ورنہ نہایت مطلق وراء الوراء ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ شہود یا صورت کے آئینہ میں ہے یا معنے میں یا صورت و معنے کے ماوراء ہے۔ اس شہود بے پردہ کو برقی کہتے ہیں۔ یعنی یہ شہود برق کی طرح حاصل ہوتا ہے۔ پھر پردہ میں ہوجاتا ہے۔ یہی شہود اگر فضل ایزدی سے دائمی ہوجائے اور

پورے طور پر پردوں کی تنگی سے نکل جائے۔ تو اس کی تعبیر یادداشت سے کرتے ہیں، جس کو حضور بے غیبت کہتے ہیں۔ کیونکہ جس وقت مشہود پردۂ احدیت میں متحقق ہُوا۔ تو جب تک اُمی طور پر بے پردگی پیدا نہ کرے۔ اس پر یادداشت کا اطلاق نہیں کیا جاتا۔ یہاں ایک دقیقہ ہے جس کا جاننا ضروری ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ کسی واصل کو رجوع نہیں ہوتا کیونکہ اس کی آگاہی دائمی ہے۔ لیکن اس نسبت کا سریان اس کے کلیہ میں برق کی طرح ہے۔ برخلاف اُن محبوبوں کے جن کا جذبہ سلوک پر مقدم ہے۔ ان کے حق میں یہ سریان دائمی ہے۔ اور ان کی کلیّت نے سر کا حکم حاصل کر لیا ہے۔ اور سِر کا کام کرتا ہے۔ جیسے کہ پہلے اس کی طرف اشارہ ہو چکا۔ یعنی ان کے جسم ان کے روحوں کی طرح نرم ہو جاتے ہیں، حتےٰ کہ ان کے ظاہر باطن کی طرح اور باطن ظاہر کی طرح ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی آگاہی میں غیبت کی گنجائش نہیں۔ پس یہ نسبت تمام نسبتوں سے بڑھ کر ہے اور ان حضرات کی کتابوں اور رسالوں میں وہ عبارت انہی معنوں میں شائع ہے۔ کیونکہ نسبت آگاہی سے مراد ہے۔ اور مراتب آگاہی کا نہایت یہ ہے کہ بے پردہ میسر ہو۔ اور دائمی ہو۔ اور اس طریق کے مشائخ جو اس نسبت کو اپنے ساتھ مخصوص کرتے ہیں تو اس اعتبار سے ہے کہ یہ طریق اس دولت کے حاصل ہونے کے لئے موضوع ہے۔ جیسے کہ گذر چکا۔ ورنہ دوسرے سلسلوں کے بزرگواروں کو بھی اگر میسر ہو جائے تو جائز ہے بلکہ واقع ہے۔

اکابر اہل اللہ کے سرگروہ شیخ ابو سعید ابو الخیر قدس سرہٗ ان بزرگواروں کی نسبت ایک مرتبہ بیان فرماتے ہیں۔ اور اپنے اُستاد سے اس کی تحقیق کرتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ آیا یہ حدیث دائمی ہوتی ہے۔ اُستاد جواب میں فرماتے ہیں کہ نہیں ہوتی شیخ پھر اس مسئلہ کا تکرار کرتے ہیں۔ اور وہی جواب پاتے ہیں۔ اور تیسری بار پھر اسی سوال کا تکرار کرتے ہیں۔ اور استاد جواب میں فرماتے ہیں کہ اگر ہوتی ہے تو شاذ و نادر ہوتی ہے شیخ رقص کرنے لگے اور کہنے لگے کہ یہ بھی ان نادرہ امور سے ہے۔

اور یہ جو مَیں نے بیان کیا تھا کہ نہایت مطلق وراء الوراء ہے۔ اس کا بیان یہ ہے کہ اس آگاہی کے ثابت ہونے کے بعد اگر عروج واقع ہو۔ تو حیرت کے بھنور میں جا پڑتے ہیں اور اس آگاہی کو باقی مراتب عروج کی طرح پیچھے چھوڑ جاتے ہیں۔ یہی حیرت ہے جس کو حیرت کبریٰ سے موسوم کرتے ہیں جو بزرگواروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ جیسے کہ ان لوگوں کی کتابوں میں واقع ہے۔ ایک بزرگ اس مقام میں فرماتے ہیں ؎

حُسنِ تو مرا کرد چناں زیر و زبر　　کز خال و خط و زلف تو ام نیست خبر

ترجمہ: تیرے حُسن کیا مجھ کو ایسا زیر و زبر　　کہ تیرے زلف و خط و خال کی رہی خبر

ایک اور بزرگ فرماتے ہیں ؎

عشق بالائے کفر و دیں دیدم　　برتر از شک و از یقیں دیدم
کفر و دین و یقین و شک ہر چار　　ہمہ با عقل ہم نشیں دیدم
چوں گذشتم ز عقل صد عالم　　چوں بگویم کہ کفر و دیں دیدم
ہر چہ ہستند سدِ راہِ تو اند　　سد اسکندری ہمیں دیدم

ترجمہ: عشق ہے دین و کفر کے اوپر　　ہے یقیں اور شک سے برتر
کفر و شک و یقین و دیں دیکھا　　عقل کا سب کو ہم نشیں دیکھا
جب کہ دنیا کی عقل سے گذرا　　تب ہوا مجھ کو کفر و دیں کا پتا
ہے جو سب کچھ ہے سدِ راہ تیرا　　سد اسکندری یہی دیکھا

ایک اور بزرگ فرماتا ہے ؎

لا و ھو زاں سرائے روز بہی　　باز گشتند و جیب و کیسہ تہی

ترجمہ: لا و ھو دونوں در گہ حق سے　　جیب و کیسہ کو خالی لیکے پھرے

اس حیرت کے حاصل ہونے کے بعد مقام معرفت ہے۔ دیکھیں کس کو اس دولت سے مشرف کرتے ہیں۔ اور کفر حقیقی کے بعد جو مقام حیرت ہے ایمان حقیقی ہے کس کی نوازش فرماتے ہیں محققین کے مطلوب کا نہایت اسی ایمان میں ہے۔ اور حضرت صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت اور کمال متابعت کا مقام کہ اَدْعُوْا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ (میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں، میں اور میرے تابعدار بصیرت پر ہیں) میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ اسی مقام میں ہے۔ اور دین و دنیا کے سردار علیہ الصلوٰۃ والسلام اسی ایمان کو طلب کیا کرتے تھے۔ اَللّٰهُمَّ اَعْطِنِیْ اِيْمَانًا صَادِقًا وَّيَقِيْنًا لَيْسَ بَعْدَهٗ كُفْرٌ (یا اللہ تو مجھے وہ ایمان صادق اور یقین عطا کر جس کے بعد کفر نہیں) اور کفر حقیقی سے جو مقام حیرت ہے پناہ مانگتے تھے۔ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْفَقْرِ وَالْكُفْرِ (میں فقر اور کفر سے پناہ مانگتا ہوں) پھر مرتبہ حق الیقین کا نہایت ہے اس مقام میں علم وعین ایک دوسرے کا حجاب نہیں ہیں ؎

هَنِيْئًا لِّاَرْبَابِ النَّعِيْمِ نَعِيْمُهَا　　وَلِلْعَاشِقِ الْمِسْكِيْنِ مَا يَتَجَرَّعُ

ترجمہ: مبارک منعموں کو اپنی نعمت — مبارک عاشقوں کو درد و کلفت

اے برادر خدا تجھے ہدایت دے۔ جان لے کہ ان عزیزوں کا جذبہ دو قسم پر ہے:۔

پہلا وہ جذبہ ہے جو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے پہنچا ہے۔ اور اسی اعتبار سے ان کا طریقہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منسوب ہے۔ اور یہ جذبہ ایک خاص قسم کی توجہ کے ساتھ جو تمام موجودات کی قیوم ہے۔ اور اس میں استہلاک و اضمحلال یعنی فنا و استغراق کے ساتھ حاصل ہوتا ہے۔

دوسری قسم جذبہ کی وہ ہے جس کے ظہور کا مبدا اس طریق میں حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ سرہ ہیں۔ اور یہ جذبہ معیت ذاتیہ کی راہ سے پیدا ہوتا ہے۔ یہ جذبہ حضرت خواجہ قدس سرہ سے ان کے پہلے خلیفہ خواجہ علاء الدین قدس سرہ کو پہنچا۔ اور چونکہ یہ اپنے وقت کے قطب ارشاد تھے۔ اس لئے انہوں نے اس اپنے جذبہ کے حاصل ہونے کے لئے ایک خاص طریقہ وضع کیا۔ وہ طریقہ ان کے خاندان کے خلفا میں طریقہ علائیہ کے نام سے مشہور ہے۔ اور ان کی عبارت میں اس طرح واقع ہے کہ سب طریقوں سے اقرب طریقہ علیہ علائیہ ہے۔ اس جذبہ کی اصل اگرچہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ سے ہے لیکن اس کے حاصل ہونے کے لئے طریق کا وضع کرنا خواجہ علاء الدین قدس سرہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ طریقہ بہت کثیر البرکت ہے۔ اس طریق پر تھوڑا سا چلنا دوسرے طریقوں پر بہت چلنے سے زیادہ فائدہ مند ہے۔ اب تک خانوادہ علائیہ و احراریہ کے مشائخ کے خلفا اس دولت عظمیٰ سے بہرہ مند ہیں۔ اور اسی راہ سے طالبوں کی تربیت فرماتے ہیں۔ حضرت خواجہ احرار قدس سرہ کو یہ دولت عظمیٰ حضرت مولانا یعقوب چرخی قدس سرہ سے جو حضرت خواجہ علاء الدین قدس سرہ کے خلفا میں سے ہیں پہنچی ہے۔

اول قسم کا جذبہ جو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ اس کے حاصل ہونے کے لئے جدا طریقہ موضوع ہے۔ اور وہ طریق وقوف عددی ہے۔ اور وہ سلوک بھی جو اس جذبہ کے حاصل ہونے کے بعد متحقق ہوتا ہے۔ دو قسم پر ہے۔ بلکہ اس کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک قسم ہے جس کے طریق سے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ مقصود تک پہنچے ہیں۔ اور حضرت رسالت خاتمیت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ بھی اسی جذبہ اور اسی طریق سے مطلب تک پہنچے ہیں۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کمال اخلاص کے باعث جو آنحضرت

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ رکھتے تھے۔ اور ان میں فانی تھے۔ باقی تمام صحابہ رضوان اللہ تعالے علیہم اجمعین میں سے اسی خاص طریق کے ساتھ مخصوص ہوئے ہیں۔ اور جذبہ وسلوک کی یہی نسبت اسی خصوصیت کے ساتھ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالے عنہ تک پہنچی ہے۔ اور چونکہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالے عنہ کی والدہ ماجدہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی اولاد کرام سے تھیں۔ اس لئے ان دونوں اعتباروں کے لحاظ سے حضرت امام رضی اللہ تعالے عنہ نے فرمایا کہ وَلَدَنِي اَبُوْبَكْرٍ مَرَّتَيْنِ (مجھے حضرت ابوبکرؓ نے دو بار جنا) اور چونکہ حضرت امام رضی اللہ تعالے عنہ کو اپنے بزرگ آبا واجداد کی طرف سے جدا نسبت حاصل تھی۔ اس لئے ان دونوں طریقوں کے جامع ہوئے ہیں۔ اور اس جذبہ کو ان کے سلوک کے ساتھ جمع کیا۔ اور اس سلوک سے مقصود تک پہنچے ⁘

ان دونوں سلوک کے درمیان فرق یہ ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالے عنہ کا سلوک سیر آفاقی سے قطع ہوتا ہے۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالے عنہ کا سلوک سیر آفاقی سے کچھ تعلق نہیں رکھتا ⁘

ان کے سلوک کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے خانۂ جذبہ سے نقب کھود کر مطلوب تک پہنچا دیں ⁘

سلوک اول میں معارف کی تحصیل ہے۔ اور سلوک ثانی میں غلبہ محبت۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت امیر رضی اللہ تعالے عنہ شہر علم کا دروازہ بن گئے۔ اور حضرت صدیق رضی اللہ تعالے عنہ نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خلّت یعنی دوستی کی قابلیت حاصل کی ⁘

آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا اَحَدًا خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا (اگر ہم کو کوئی اپنا خلیل بنانا ہوتا تو حضرت ابوبکرؓ کو بناتا)

اور حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے جذبہ (کہ جس کی بنیاد محبت پر ہے) اور سلوک آفاقی (کہ جس کا منشا علوم ومعارف ہیں) کے جامع ہونے کے اعتبار سے محبت ومعرفت سے بہت سا حصہ حاصل کیا ⁘

بعد از ان حضرت امام رضی اللہ عنہ نے اس نسبت مرکبہ کو امانت کے طور پر سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ کے حوالہ کیا۔ گویا یہ بار امانت ان کی پشت پر رکھا تاکہ بتدریج امانت والوں کو پہنچائیں۔ ورنہ ان کی توجہ کا رخ دوسری طرف ہے۔ اور انہا

امانت کے تحمل سے زیادہ کوئی مناسبت اس نسبت کے ساتھ نہیں رکھتے۔ اور اس تحمیل میں بھی کئی حکمتیں ہیں۔ اگرچہ اس نسبت کے اٹھانے والے کم نصیب ہیں لیکن اس نسبت کو ان بزرگواروں کے انوار سے وافر حصہ حاصل ہے۔ مثلاً ایک قسم کا سُکر جو اس نسبت میں ملا ہوا ہے سُلطان العارفین کے انوار کا اثر ہے۔ وہ سُکر مبتدیوں کو حس سے غائب اور بیہوش کر دیتا ہے بعد ازاں آہستہ آہستہ چھپتا جاتا ہے۔ اور اس نسبت کے غلبہ صحو کے باعث مراتب صحو میں حل ہو جاتا ہے۔ گویا ظاہر میں صحو ہے اور باطن میں سُکر۔ یہ بیت ان کے حال کے مناسب ہے۔ ؎

از دروں شو آشنا و از بروں بیگانہ شو ‏ ‏ ‏ ‏ اینچنین زیبا روش کم میبود اندر جہاں

اندر سے ہو تو آشنا باہر سے ہو بیگانہ تو

ایسی نرالی طرز کا ملتا نہیں ہے خوب رو

علیٰ ہذا القیاس ہر بزرگ سے نور حاصل کر کے وہ نسبت اپنے اہل تک پہنچ گئی۔ اور وہ عارف ربانی خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہٗ ہیں۔ جو حضرت خواجگان قدس سرہم کے سلسلہ کے سر حلقہ ہیں۔ ان کے زمانہ میں یہ نسبت پھر از سر نو تازہ ہو کر ظاہر ہوئی۔ ان کے بعد اس سلسلہ میں سلوک آفاقی کی جہت پھر مخفی ہو گئی۔ اور جذبہ کے حاصل ہونے کے بعد دوسری راہ سے سلوک کیا اور عروج پیدا کیا۔ اور اس زمانہ تک کہ حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ عالم ظہور میں آئے وہ نسبت پھر جذبہ اور سلوک آفاقی کے ساتھ ظاہر ہوئی۔ اور ان ہر دو جہت کے ساتھ کمال معرفت و محبت کی جامع ہو گئی۔ اور اس جذبہ کی ایک خاص قسم کے علاوہ ایک اور جذبہ بھی جو معیت کی راہ سے پیدا ہوتا ہے ان کو عطا فرمایا۔ جیسے کہ اوپر گذر چکا۔ اور ان کمالات میں سے بہت سا حصہ ان کے قائم مقام حضرت خواجہ علاء الحق والدین قدس سرہٗ کو حاصل ہوا۔ اور جذبہ اور سلوک آفاقی کی دونوں دولتوں سے مشرف ہوئے۔ اور قطب ارشاد کے مقام تک پہنچ گئے۔

ایسے ہی حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہ نے آپ کے کمالات سے کامل حصہ حاصل کیا۔ اور حضرت خواجہ قدس سرہ اپنی زندگی کے اخیر ان کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ جس کو مجھے دیکھنے کی خواہش ہو، وہ محمد کو دیکھ لے۔

اور نیز ان کے حق میں منقول ہے کہ فرمایا کرتے تھے کہ بہاؤ الدین کے وجود سے مقصود محمد کا ظہور ہے۔ اور حضرت خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ کو باوجود ان کمالات کے مولانا خواجہ محمد عارف ریوگری قدس سرہٗ کی فردیت کی نسبت بھی حاصل تھی۔ جو اخیر

زندگی میں ان کو عطا فرمائی تھی۔ اور اسی نسبت کا غلبہ ان کو شیخی اور طلبا کی تکمیل سے مانع ہوا۔ ورنہ کمال و تکمیل میں ان کو بڑا اعلےٰ درجہ حاصل تھا۔

حضرت خواجہ **نقشبند** قدس سرہٗ ان کے حق میں فرمایا کرتے تھے کہ اگر وہ شیخی کرے تو تمام جہان اس سے منور ہو جائے۔ اور مولانا **عارف** قدس سرہٗ نے اس نسبت فردیت کو اپنے والد بزرگوار مولانا بہاءالدین قدس سرہ سے حاصل کیا تھا۔

جاننا چاہئے کہ نسبت فردیت کی توجہ پورے طور پر حق تعالےٰ کی طرف ہوتی ہے۔ اور شیخی اور تکمیل اور دعوت کے ساتھ اس کا کچھ تعلق نہیں ہوتا۔ اگرچہ یہ نسبت قطب ارشاد کی نسبت کے ساتھ جو خلق کی دعوت و تکمیل کا مقام ہے جمع ہو جائے۔ تو پھر دیکھنا چاہئے کہ اگر فردیت کی نسبت غالب ہے۔ تو ارشاد و تکمیل اس صورت میں زبون ہے۔ ورنہ ان نسبتوں الاحد اعتدال میں ہے۔ اس کا ظاہر سب کا سب خلق کے ساتھ ہے۔ اور اس کا باطن بالکل حق تعالےٰ کے ساتھ۔ دعوت خلق کے مقام میں اعلےٰ درجہ انہی دونوں نسبتوں والے کو حاصل ہوتا ہے اگرچہ قطب ارشاد کی نسبت تنہا بھی دعوت میں کافی ہوتی ہے۔ مگر ان بزرگواروں کو اس مقام میں مرتبہ دیگر حاصل ہوتا ہے۔ ان کی نظر دلی امراض کو شفا بخشتی ہے۔ اور ان کی صحبت بُرے اور ناپسند اخلاق کو دُور کرتی ہے۔

سیدالطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہٗ اس دولت اور اس مرتبہ سے مشرف ہوئے تھے قطبیت کی نسبت ان کو شیخ سری سقطی قدس سرہ سے حاصل ہوئی تھی اور فردیت کی نسبت شیخ محمد قصاب قدس سرہ سے۔

ان کے پاکیزہ کلاموں میں سے ایک یہ ہے کہ لوگ جانتے ہیں کہ میں سری سقطی قدس سرہ کا مرید ہوں، نہیں۔ میں محمد قصاب قدس سرہٗ کا مرید ہوں۔ گویا نسبت فردیت کو غالب کر کے نسبت قطبیت کو اس کے مقابلہ میں معدوم سمجھا ہے۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ کے خلفا کے بعد اس خاندان بزرگ کے چراغ روشن حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ تھے۔ جو خواجگان قدس سرہم کے جذبہ کو تمام کر کے سیر آفاقی کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اسم تک سیر کو پہنچا کر بغیر اس بات کے کہ اسم میں آ کر اس میں استہلاک اور فنا پیدا کریں۔ پھر خانہ جذبہ میں آ گئے۔ اور خاص استہلاک و اضمحلال یعنی استغراق و فنا اسی جہت میں پیدا کی، اور بقا بھی اسی جہت میں حاصل کی۔ غرض اس جہت میں شان عظیم رکھتے تھے۔

اور وہ علوم و معارف جو فنا و بقا سے حاصل ہوتے ہیں۔ ان کو اسی مقام میں حاصل ہو گئے تھے۔ اگرچہ جہتوں کے متغائر ہونے کے باعث علوم میں تفاوت پیدا ہو گیا۔ ان تفاوتوں میں سے ایک توحید وجودی کا اثبات اور عدم اثبات ہے۔ اور ایسے ہی ان امور کا ثابت کرنا ہے جو توحید وجودی کے مناسب ہیں مثلاً احاطہ و سریان اور معیت ذاتیہ اور کثرت میں وحدت کا اس طرح پر مشاہدہ کرنا کہ کثرت بالکل مختفی ہو جائے۔ اور سالک کی زبان پر کلمہ أنا ہر گز نہ آئے پائے وغیرہ وغیرہ برخلاف ان علوم کے جو اس بقا پر مترتب ہوتے ہیں جو فنائے مطلق کے بعد ہے۔ کیونکہ وہ اس طرح نہیں۔ بلکہ ان کے علوم شریعت حقہ کے علوم کے موافق ہیں۔ اور اس قسم کے حیلے بہانے اور تکلفات اور سوال و جواب کے محتاج نہیں ہیں۔

غرض وہ بقا جو جذبہ کی جہت میں ہے، خواہ کسی قسم کا جذبہ ہو۔ سکر سے نہیں نکالتا اور صحو میں نہیں لاتا۔ اسی واسطے باوجود بقا کے أنا پر رجوع نہیں کرتا۔ اور اس کی طرف اشارہ نہیں کرتا۔ کیونکہ جذبہ میں غلبہ محبت ہوتا ہے۔ اور غلبہ محبت کو سکر لازم ہے۔ اور سکر کسی طرح اس سے جدا نہیں ہوتا۔ اس لئے اس کے علوم بھی سکر آمیز ہوتے ہیں مثلاً وحدت وجود کا قائل ہونا جو سکر اور غلبہ محبت پر مبنی ہے۔ اس طرح پر کہ محب کی نظر میں سوائے محبوب کے اور کوئی چیز باقی نہیں رہتی جس لئے وہ ماسوائے محبوب کے سب کی نفی کا حکم کر دیتا ہے۔ اور اگر صحو میں آتا تو محبوب کا شہود اس کے ماسوا کے شہود سے مانع نہ ہوتا۔ اور وحدت وجود کا حکم نہ کرتا۔ اور وہ بقا جو فنائے مطلق کے بعد ہے اور سلوک کا نہایت ہے، اس کا منشا اور رسید صحو و معرفت ہے سکر کو اس مقام میں کچھ دخل نہیں۔ جو کچھ فنا کی حالت میں سالک سے گم ہوا ہوتا ہے سب رجوع کر آتا ہے۔ لیکن اصل کے رنگ میں رنگا ہوتا ہے۔ اور فنا کے بعد بقا کے یہی معنی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے علوم میں سکر کی مجال نہیں ہوتی۔ ان کے علوم انبیاء علیہم الصلوٰۃ و السلام کے علوم کے مطابق ہوتے ہیں۔

نیز میں نے ایک عزیز سے سنا ہے کہ حضرت خواجہ قدس سرہ نے اپنی والدہ کے باپ دادوں یعنی ننہال کی طرف سے بھی جو بہت ہی عجیب و غریب احوال اور قوی جذبہ رکھتے تھے۔ ایک نسبت حاصل کی تھی۔ اور اثنا عشرہ یعنی دوازدہ اقطاب کے مقامات جن کے ساتھ دین کی تائید وابستہ ہے۔ اور جس میں شان عظیم رکھتے ہیں حضرت خواجہ قدس سرہ کو وافر حصہ حاصل تھا۔ اور اسی سبب سے حضرت خواجہ قدس سرہ شریعت کی تائید اور دین کی مدد کیا کرتے تھے۔

ان کے احوال گرامی کا کچھ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔

اس کے بعد ارشاد پناہی معارف آگاہی موید الدین الرضی شیخنا و مولانا محمد باقی سلمہ اللہ تعالےٰ کے نور ظہور کی برکت سے ان بزرگواروں کا طریق علے الخصوص ممالک ہندوستان میں جہاں کے رہنے والے ان کمالات سے بے بہرہ تھے، از سر نو زندہ ہوا۔ اور ان عزیزوں کے آداب شائع ہوئے۔

اس حقیر نے چاہا کہ اس مکتوب میں ان کے بھی تھوڑے سے کمالات درج کیے جائیں چونکہ اس بارہ میں ان کی رضامندی مفہوم نہ ہوئی۔ اس لئے اس بارہ میں جرأت نہ کی۔

مکتوب ۲۹۱

توحید وجودی اور توحید شہودی کے مراتب اور ان کے متعلقہ معارف کے بیان میں مولانا عبد الحی کی طرف صادر فرمایا ہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

خدا تجھے ہدایت دے۔ تجھے جاننا چاہیئے کہ بعض کے لئے توحید وجودی کا باعث یہ ہوتا ہے کہ وہ توحید کے مراقبوں کی کثرت سے مشق کرتے ہیں۔ اور کلمہ طیبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے معنے کو لَا مَوْجُوْدَ اِلَّا اللّٰهُ سمجھتے ہیں۔ اس قسم کی توحید تخیل و تامل و تخیل کے بعد سلطان خیال کے غلبہ کے باعث ظاہر ہوتی ہے کیونکہ معنے توحید کے بکثرت مشق سے اس معرفت کا نقش قوت متخیلہ میں بندھ جاتا ہے۔ چونکہ یہ توحید صاحب توحید کی اپنی بنائی ہوئی ہوتی ہے اس لئے معلوم ہے کہ اس توحید والا ارباب احوال میں سے نہیں ہے۔ کیونکہ ارباب احوال وہ لوگ ہوتے ہیں جو ارباب قلوب ہیں۔ اور اس توحید والے کو ابھی مقام قلب کی کچھ خبر نہیں ہے۔ بلکہ صرف علم ہی علم ہے۔ بلکہ علم کے بھی کئی درجے ایک دوسرے کے اوپر ہیں۔ بعض کے لئے توحید وجودی کا منشا قلبی انجذاب محبت ہوتی ہے کہ اول ان اذکار و مراقبات میں جو معنے توحید کے تخیل سے خالی ہوتے ہیں۔ اشتغال کرتے ہیں۔ اور پھر اپنی کوشش یا صرف از رہ عنایت مقام قلب تک پہنچ جاتے ہیں اور جذب پیدا کرتے ہیں۔ اس مقام میں اگر ان پر توحید وجودی

کا جمال ظاہر ہو جائے۔ تو اس کا سبب محبوب کی محبت کا غلبہ ہو گا۔ جس نے محبوب کے ماسوا کو ان کی نظر سے مخفی اور پوشیدہ کر دیا ہے۔ اور چونکہ محبوب کے ماسوا کو نہیں دیکھتے۔ اور نہ ہی پاتے ہیں اس لئے محبوب کے سوا کسی کو موجود نہیں جانتے۔ اس قسم کی توحید احوال سے ہے اور تخیل و توہم سے پاک ہے۔ اگر اس قسم کے ارباب قلوب کو اسی مقام سے عالم کی طرف لے آئیں۔ تو اپنے محبوب کو ذرات عالم میں سے ہر ذرہ میں مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور موجودات کو اپنے محبوب کے حسن و جمال کے آئینے اور مظہر سمجھتے ہیں۔ اور اگر محض فضل خداوندی جل شانہٗ سے مقام قلب سے نکلکر مقلب قلوب کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہوں۔ تو یہ توحیدی معرفت جو مقام قلب میں پیدا ہوئی تھی۔ زائل ہونے لگتی ہے۔ اور جوں جوں معارج عروج میں صعود و ترقی کرتے جاتے ہیں۔ توں توں اپنے آپ کو اس معرفت کے ساتھ زیادہ نامناسب پاتے جاتے ہیں۔ حتّٰی کہ ان میں سے بعض اس معرفت والوں کے طعن و انکار تک پہنچ جاتے ہیں مثل رکن الدین ابو المکارم شیخ علاء الدولہ سمنانی کے۔ اور بعض کا اس معرفت کے زائل ہونے کے بعد اس معرفت کی نفی و اثبات سے کچھ کام نہیں ہوتا۔

ان سطور کا کاتب اس معرفت والوں کے انکار سے کنارہ کرتا ہے اور ان کے طعن سے اپنے آپ کو دور رکھتا ہے۔ انکار و طعن کی مجال تب ہوتی ہے جب کہ اس حال والوں کا اس حال کے ظہور میں اپنا قصد و اختیار ہو۔ جب ان کے ارادہ کے بغیر ان سے یہ سخنے ظاہر ہوتے ہیں۔ تو یہ اس حال میں مغلوب ہیں۔ اس لئے معذور ہیں۔ اور بیچارے معذور پر طعن کی کیا مجال لیکن اس قدر جانتا ہے کہ اس معرفت کے اوپر اور معرفت ہے اور اس حال کے ماسوا اور حالات ہے۔ اس مقام کے مجنوں بہت سے کمالات سے رکے ہوئے ہیں۔ اور بیشمار مقامات سے محروم ہیں۔ اس بے سروسامان حقیر کو بغیر اس بات کے کہ معنے توحید میں مشق کرے مراقبات و اذکار کے ضمن میں اپنی کوشش کے بغیر محض فضل ایزدی سے ہدایت و انا ضت پناہ حقائق و معارف آگاہ مؤید الدین الرضی شیخنا مولانا محمد باقی قدس سرہٗ کی خدمت میں ذکر کی تعلیم اور ان کی توجہ و التفات کے بعد مقام قلب میں لاکر معرفت کا دروازہ کھول دیا تھا۔ اور اس مقام کے بہت سے معارف عطا فرمائے تھے۔ اور اس معرفت کے دقائق کو منکشف کر دیا تھا۔ کچھ مدت تک اس حقیر کو اس مقام میں رکھا۔ آخر کار کمال بندہ نوازی سے مقام قلب سے نکالا۔ اور اس ضمن میں وہ معرفت رفتہ رفتہ زائل ہو کر سب کی سب معدوم ہو گئی۔ اپنے احوال کے اظہار سے مقصود یہ ہے۔ تاکہ معلوم ہو جائے کہ یہ جو کچھ لکھا جا رہا ہے

از روئے کشف و ذوق کے ہے۔ نہ از روئے ظن و تقلید کے۔ اور وہ معارف توحیدی جو بعض اولیاء اللہ سے ابتدائے حال میں ظاہر ہوئے ہیں۔ وہ مقام قلب ہی میں سرزد ہوئے ہونگے۔ اس لحاظ سے کوئی نقصان ان پر لاحق نہیں ہوتا ⁕

اس حقیر نے بھی اس وقت معارف توحیدی میں بہت سے رسالے لکھے ہیں۔ اور چونکہ بعض یاروں نے ان تحریروں کو اس طرح پراگندہ کر دیا تھا کہ ان کا جمع کرنا دشوار تھا۔ اس لئے ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیا۔ نقص اس وقت لازم آتا ہے جب کہ اس مقام سے اوپر نہ لیجائیں ⁕

ارباب توحید میں سے ایک گروہ وہ لوگ ہیں۔ جو اپنے مشہود میں استہلاک و اضمحلال یعنی فنا و استغراق کامل طور پر پیدا کر لیتے ہیں۔ اور ان کا ارادہ یہ ہوتا ہے کہ ہمیشہ اپنے مشہود میں مضمحل و معدوم رہیں۔ اور ان کے وجود کے لوازم سے کوئی اثر ظاہر نہ ہو۔ یہ لوگ آنا کے رجوع کو اپنے اوپر کفر جانتے ہیں۔ اور نہایت کار ان کے نزدیک فنا و نیستی ہے۔ مشاہدہ کو بھی گرفتاری جانتے ہیں۔ ان میں سے بعض اس طرح فرماتے ہیں کہ اَشْتَهِی عَدَمًا لَا اَعُوْدُ اَبَدًا میں ایسا عدم چاہتا ہوں کہ ہرگز جس کا وجود نہ ہوئے یہی لوگ محبت کے مقتول ہیں۔ اور حدیث قدسی مَنْ قَتَلْتُهٗ فَاَنَا دِیَتُهٗ (جس کو میں قتل کروں میں ہی اس کا خوں بہا ہوں) انہی کی شان میں ثابت ہے۔ ہمیشہ وجود کے زیربار رہتے ہیں۔ اور ایک لمحہ آرام نہیں پاتے۔ کیونکہ آرام غفلت میں ہوتا ہے۔ دوام استغراق کے ہوتے غفلت کی گنجائش نہیں ہوتی ⁕

شیخ الاسلام ہروی[۱] فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھ کو ایک ساعت کے لئے حق تعالیٰ سے غافل کر دے۔ اُمید ہے کہ حق تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دیگا۔ اور وجود بشریت کیلئے غفلت درکار ہے۔ حق سبحانہٗ و تعالیٰ نے اپنے کمال کرم سے ان میں سے ہر ایک کے ظاہر کو ان کی استعداد کے موافق ان امور میں جو غفلت کو مستلزم ہیں مشغول کیا ہے۔ تاکہ وہ بار وجود ان سے کچھ تخفیف پائے۔ بعض کو سماع و رقص کی الفت دی ہے۔ اور ایک گروہ کو کتابوں کی تصنیف اور علوم و معارف کی تحریر میں لگا دیا ہے۔ اور کسی گروہ کو بعض امور مباح میں مشغول کر دیا ہے۔ عبداللہ اصطخری سگ بانوں کے ہمراہ جنگل میں چلے جایا کرتے تھے۔ کسی شخص نے ایک عزیز سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے فرمایا کہ اس لئے تاکہ نفس بار وجود سے خلاص ہو جائے۔ بعض کو توحید وجودی کے علوم اور وحدت میں کثرت کے مشاہدہ سے آرام دیا تاکہ اس بار سے ایک ساعت کے لئے آرام پالیں اور وہ توحید جو مشائخ نقشبندیہ کے بزرگواروں سے ظاہر ہوئی ہے اسی قسم سے ہے۔ ان

[۱] شہر ہرات کا رہنے والا ۱۲ ⁕

بزرگوں کی نسبت تنزیہ صرف کی طرف بیچاتی ہے۔ اور عالم اور شہود عالم کے ساتھ کچھ کام نہیں رکھتے
اور وہ معارف جو ارشاد پناہی حقائق و معارف دستگاہی ناصر الدین خواجہ عبید اللہ قدس سرہ
نے لکھے ہیں۔ توحید کی اخیر قسم سے ہیں۔ ان کی کتاب فقرات جو بعض علوم توحیدی پہ مشتمل ہے
اس کتاب کے علوم کا منشا اور ان معارف کا مقصود عالم کے ساتھ ان کا انس و الفت ہے۔
اور ہمارے خواجہ قدس سرہ کے معارف جو بعض رسالوں میں کتاب فقرات کے لکھے گئے ہیں۔
اسی قسم سے ہیں۔ ان علوم توحیدی کا منشا جذبہ ہے نہ غلبہ محبت۔ اور ان کے شہود کو عالم کے ساتھ
کچھ نسبت نہیں ہے۔ ان کو جو کچھ عالم میں دکھاتے ہیں۔ ان کے مشہود حقیقی کا شبہ و مثال ہے۔
مثلاً ایک شخص جمال آفتاب کا گرفتار ہے۔ اور کمال محبت سے اپنے آپ کو اس نے آفتاب میں
گم کیا ہے۔ اور اپنا نام و نشان کچھ نہیں چھوڑا۔ ایسے گم ہوئے ہوئے کو اگر چاہیں کہ پھر اپنے ہوش میں لائیں
اور ماسوائے آفتاب کے ساتھ اس کی انس و الفت پیدا کریں۔ تو ایک ساعت تک انوار آفتاب
کی چمک سے اس کو باہر نکالتے ہیں۔ تاکہ ایک دم کے لئے آرام لے لے۔ پھر اسے آفتاب کو اس
عالم کے مظہروں میں دکھاتے ہیں۔ اور اس علاقہ سے اس کا انس و التفات اس عالم کے ساتھ پیدا
کرتے ہیں۔ اور کبھی اس کو جتلاتے ہیں کہ عالم عین آفتاب ہے۔ اور آفتاب کے سوا کچھ موجود نہیں۔
اور کبھی ذرات عالم کے آئینہ میں آفتاب کا جمال دکھاتے ہیں اس جگہ کوئی یہ سوال کرے کہ جب عالم
نفس الامر میں آفتاب کا عین نہیں ہے۔ تو پھر اس کو آفتاب جتلانا خلاف واقع ہے۔ کیونکہ ہم کہتے ہیں
کہ آفتاب و عالم ایک دوسرے کے ساتھ بعض امور میں اشتراک رکھتے ہیں۔ اور بعض امور میں ایک دوسرے
سے امتیاز۔ حضرت حق سبحانہ و تعالے اپنی کمال قدرت سے وہ امور جو امتیاز کا باعث ہیں بعض
حکمتوں اور مصلحتوں کے باعث ان کی نظروں میں پوشیدہ کر دیتا ہے۔ اور صرف اجزائے مشترکہ
ان کو مشہود کراتا ہے۔ اس لئے ایک دوسرے کے اتحاد کا حکم کرتے ہیں۔ پس آفتاب کبھی اس علاقہ
سے عالم پاتے ہیں۔ ایسے ہی حق سبحانہ و تعالے کو عالم کے ساتھ اگرچہ درحقیقت کوئی مناسبت نہیں۔
لیکن مشابہت اسمی اس اتحاد کو صحیح و درست کر دیتی ہے۔ مثلاً حق تعالے موجود ہے اگرچہ فی الحقیقت
ان دو موجودوں کے درمیان کچھ مناسبت نہیں۔ ایسے ہی حق تعالے سمیع و علیم و بصیر و حی و قادر و مرید ہے
اور عالم کے بعض افراد بھی ان صفات سے متصف ہیں۔ اگرچہ ایک دوسرے کے صفات ایک دوسرے
سے جدا ہیں۔ لیکن چونکہ وجود امکانی کی خصوصیت اور صفات محدثات کے نقصوں کو ان کی نظروں
میں پوشیدہ کر دیا ہے۔ اس لئے اگر اتحاد کا حکم کریں تو گنجائش ہے +

توحید کی یہ اخیر قسم توحید کی تمام اقسام سے اعلیٰ ہے۔ بلکہ در حقیقت اس معرفت والے لوگ اس وارد کے مغلوب نہیں ہیں۔ بلکہ اس وارد کو ان پر کسی مصلحت کے لئے لائے ہیں اور چاہا ہے کہ اس معرفت کے وسیلہ سے ان کو سکر سے صحو میں لائیں اور تسلی دیں۔ جیسے کہ بعض کو سماع و رقص سے اور بعض کو امور مباحہ کے استعمال سے تسلی دی ہے۔

جاننا چاہئے کہ ان گروہوں میں سے تمام لوگ بعض ایسے امور میں جو ان کے مشہود کے مغائر ہیں۔ اشتغال کرتے ہیں اور تسلی پاتے ہیں۔ برخلاف ان بزرگواروں کے کہ اپنے مشہود کے مغائر کی طرف التفات نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے مطیع ہوتے ہیں۔ اسی لئے عالم کو ان کے مشہود کا عین دکھاتے ہیں۔ اور اس کے گرفتار اور مطیع ہو جاتے ہیں۔ پس ناچار عالم کو عین مشہود دکھاتے ہیں۔ یا عالم کے آئینہ میں اس کو جلوہ دیتے ہیں۔ تاکہ کوئی ساعت اس بارے سے تخفیف پائیں۔

توحید کی اس اخیر قسم کا منشا اس حقیر کو کشف و ذوق کے طریق پر معلوم نہ تھا۔ ان دو پہلی وجہوں ہی کو جانتا تھا۔ البتہ اس قسم کے ساتھ ظن رکھتا تھا۔ اسی واسطے اپنے رسالوں اور مکتوبوں میں انہی دو وجہوں کو بلکہ وجہ دوم کو لکھا ہے۔ اور توحید وجودی کو اسی میں منحصر کیا ہے۔ لیکن جب ارشاد پناہی قبلہ گاہی کے رحلت فرما جانے کے بعد مزار شریف کی زیارت کی تقریب سے بلدۂ محروسہ دہلی میں جانے کا اتفاق ہوا۔ اور عید کے روز ان کی زیارت شریف کے لئے گیا۔ تو مزار مبارک کی طرف توجہ کرنے کے اثنا میں ان کی روحانیت مقدسہ سے پوری پوری توجہ ظاہر ہوئی۔ اور کمال غریب نوازی سے اپنی نسبت خاصہ کو جو حضرت خواجہ احرار قدس سرہ سے مخصوص تھی، مرحمت فرمایا۔ جب اس نسبت کو اپنے آپ میں معلوم کیا۔ تو ان علوم و معارف کی حقیقت کو بطریق ذوق پا لیا۔ اور معلوم ہوا کہ ان میں توحید وجودی کا منشا انجذاب قلبی اور غلبہ محبت نہیں۔ بلکہ اس معرفت سے مقصود اس غایت کی تحقیق ہے۔ مدت تک اس معنے کے اظہار کو مناسب نہ دیکھا لیکن چونکہ بعض رسائل میں وہی سابقہ وجہیں مذکور ہوئی تھیں۔ جن سے بعض بے سمجھ لوگوں کو وہم ہوا کہ اس بیان سے ان دو بزرگواروں کی شان میں نقص لازم آتا ہے کہ ارباب توحید کا طریق ہے۔ اور اس وسیلہ سے انہوں نے فتنہ پردازی کی زبان دراز کی۔ حتے کہ یہ وہم بعض قلیل الارادت طالبوں میں ان کے احوال کے فتور کا باعث ہوا۔ اس لئے توحید کی اس قسم کا اظہار کرنا بہتر دیکھا۔ اور اس واقعہ کا ذکر بھی بطریق شہادت تحریر کرنا مناسب جانا۔

ہمارے خواجہ قدس سرہ کے مخلصوں میں سے ایک درویش نے نقل کی کہ آپ فرمایا کرتے تھے

کہ لوگ جانتے ہیں کہ ہم ارباب توحید کی کتابوں سے نسبت حاصل کرتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ مقصود یہ ہے کہ ایک ساعت اپنے آپ کو غافل کریں۔ یہ کلام سابقہ کلام کی تائید کرتی ہے۔

فضیلت پناہی شیخ عبد الحق نے جو ہمارے خواجہ قدس سرہٗ کے مخلصوں میں سے ہے۔ نقل کی کہ حضرت خواجہ قدس سرہٗ ایام رحلت سے پہلے فرمایا کرتے تھے کہ ہم کو عین الیقین سے معلوم ہوا ہے کہ توحید ایک تنگ کوچہ ہے۔ شاہ راہ اور ہے۔

اگرچہ اس سے پہلے بھی ہم جانتے تھے لیکن اس قسم کا یقین اب ظہور میں آیا ہے اس بات سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ آخر کار میں اُن کا مشرب توحید کے ساتھ کچھ مناسبت نہ رکھتا تھا۔ ہاں اگر ابتدا میں اس قسم کی توحید ظاہر ہوئی ہو۔ تو کچھ ڈر نہیں۔ بلکہ بہت مشائخ کے لئے ابتدا میں اس قسم کی توحید ظاہر ہوئی ہے لیکن آخر کار اس سے نکل گئے ہیں۔ اور نیز جذبہ نقشبندیہ کے مقام تک پہنچنے کے بعد حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ اور حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کا طریق ایک دوسرے سے جدا ہے۔

بعد ازاں حضرت خواجہ احرار قدس سرہٗ کی توجہ کا غلبہ اپنی والدہ کے آباؤ اجداد کی باطنی نسبت سے ہے۔ جو پشت بہ پشت بزرگ ہوتے چلے آئے ہیں۔ اور یہ فنا و نیستی جو اوپر مذکور ہو چکی ہے انہی بزرگواروں کی نسبت کے لوازم سے ہے۔ اس حقیر نے اس وقت کے لوگوں کی مصلحت کو مد نظر رکھ کر طالبوں کی تربیت کے لئے حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہٗ کے طریق کو اختیار کیا ہے۔ اور اس طریق کے علوم و معارف کا (جو ظاہر شریعت کے علوم سے زیادہ تر مناسبت رکھتے ہیں) ایسے فاسد زمانہ میں (جب کہ ارکان شریعت کے ادا کرنے میں لوگ سست ہو گئے ہیں) ظاہر کرنا مناسب دیکھ کر افادہ طلبہ کے لئے اسی طریق کو معین کیا۔ اگر حق سبحانہٗ و تعالیٰ اس حقیر کے ذریعے طریقہ احراریہ کو رواج و رونق دینا چاہتا تو جہان کو اس کے انوار سے منور کرتا۔ کیونکہ ان دو بزرگواروں کے انوار کو کمال طور پر عطا فرمایا ہے اور دونوں بزرگواروں کی تکمیل کا طریقہ ظاہر کر دیا ہے۔ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے ؎

پادشاہیست کز عنایت خویش	ہر دو عالم بہ یک گدا بخشد
ترجمہ ؎ وہ پادشاہ ہے ایسا کہ مہربانی سے	گدا غریب کو دونوں جہاں حوالہ کرے

اگر پادشاہ بر در پیر زن	بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن
ترجمہ اگر بڑھیا کے در پر آئے سلطاں	تو اے خواجہ نہ ہو ہرگز پریشاں

اس حقیر نے وَاَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (اپنے رب کی نعمت کا اظہار کر) کے موافق بعض پوشیدہ اسرار کو ظاہر کر دیا ہے۔ حق سبحانہٗ و تعالےٰ طالبان حق کو اس سے بہرہ مند کرے۔

اگرچہ جانتا ہے کہ منکروں کو انکار کے سوا اور کچھ فائدہ نہ ہوگا لیکن مقصود طالبوں کا افادہ ہے۔ منکر صحبت سے خارج ہیں اور منظر نظر سے باہر ہیں۔ یُضِلُّ بِہٖ کَثِیْرًا وَّیَھْدِیْ بِہٖ کَثِیْرًا (اکثر کو گمراہ کرتا ہے اور اکثر کو ہدایت دیتا ہے) داناؤں پر مخفی نہیں ہے کہ کسی مصلحت کے لئے ایک طریق کے اختیار کرنے سے دوسرے طریق پر اس کی فضیلت لازم نہیں آتی۔ اور نہ ہی دوسرے کا نقص ظاہر ہوتا ہے۔

دروازہ شہر را تواں بست	نتواں دہان مخالفاں بست
ترجمہ کر سکیں بند شہر کے در کو	پر زباں منکروں کی بند نہ ہو

مکتوب ۲۹۲

مریدوں کے آداب ضروری اور ایک شبہ کے دفع کرنے کے بیان میں شیخ حمید کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَدَّبَنَا بِالْاٰدَابِ النَّبَوِیَّۃِ وَھَدَانَا بِالْاَخْلَاقِ الْمُصْطَفَوِیَّۃِ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوٰاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا۔ اللہ تعالےٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو آداب نبوی کے ساتھ مؤدّب بنایا اور اخلاق مصطفوی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے ساتھ ہم کو ہدایت دی۔

جاننا چاہیئے کہ اس راہ کے سالک دو حال سے خالی نہیں۔ یا مرید ہیں یا مراد۔ اگر مراد ہیں تو ان کے لئے مبارکباد ہے۔ محبت و انجذاب کی راہ سے ان کو کھینچ کھینچ کر لے جائینگے۔ اور مطلب اعلےٰ تک پہنچا دینگے۔ اور جو ادب ان کے لئے درکار ہوگا بوسیلہ یا بے وسیلہ ان کو سکھا دینگے۔ اور اگر ان سے کوئی لغزش ہو جائیگی، تو ان کو جلدی سے اس سے آگاہ کر دینگے اور اس پر ان کا مواخذہ نہ کرینگے۔ اور اگر پیر ظاہری کی ان کو حاجت ہوگی۔ تو ان کی کوشش کے بغیر

اس دولت کی طرف ان کی رہنمائی کرینگے۔ غرض حق تعالیٰ کی عنایت ازلی ان بزرگواروں کے شامل حال ہوتی ہے۔ یہ سب بے سبب ان کا کام بنا دیتے ہیں۔ وَاللّٰہُ یَجْتَبِیْ مَنْ یَّشَآءُ (اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے برگزیدہ کر لیتا ہے)۔

اور اگر مرید ہیں تو کامل مکمل پیر کے وسیلہ کے بغیر ان کا کام دشوار ہے۔ پیر ایسا ہونا چاہیئے جو جذبہ اور سلوک کی دولت سے مشرف ہوا ہو۔ اور فنا و بقا کی سعادت سے بہرہ ور ہو۔ اور سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ اور سیر عن اللہ باللہ اور سیر فی الاشیا باللہ کو انجام تک پہنچایا ہو۔ اور اس کا جذبہ اس کے سلوک پر مقدم ہے۔ اور مرادوں کی تربیت سے تربیت یافتہ ہے۔ تو اس کا وجود سُرخ گندھک (کیمیا) کی طرح ہے۔ اس کی کلام دوا۔ اور اس کی نظر شفا ہے۔ مردہ دل اس کی توجہ شریف سے زندہ ہوتے ہیں۔ اور مرجھائی ہوئی جانیں اس کے لطیف التفات سے تازہ ہوتی ہیں۔ اور اگر اس قسم کا صاحب دولت نہ ملے۔ تو سالک مجذوب بھی غنیمت ہے۔ وہ بھی ناقصوں کی تربیت کر سکتا۔ اور فنا و بقا کی دولت تک پہنچا سکتا ہے ؎

آسماں نسبت بعرش آمد فرود ورنہ بس عالی است پیش خاک تود

ترجمہ ؎ عرش سے نیچے ہے گرچہ آسماں لیک اونچا ہے زمیں سے اے جواں

اگر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے کسی طالب کو اس قسم کا کامل مکمل پیر ملجائے تو چاہیئے کہ اس کے وجود شریف کو غنیمت جانے۔ اور اپنے آپ کو ہمہ تن اُس کے حوالہ کردے۔ اور اپنی سعادت اس کی رضامندی میں اور اپنی بدبختی اس کی نارضامندی میں جانے غرض اپنی خواہش کو اس کی رضا کے تابع بنا دے۔

حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہے۔ لَنْ یُّؤْمِنَ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یَکُوْنَ ھَوَاہُ تَبَعًا لِّمَا جِئْتُ بِہٖ تم میں سے کوئی ایماندار نہ ہوگا جب تک اس کی خواہش اس امر کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لایا ہوں۔

جاننا چاہیئے کہ صحبت کے آداب اور شرائط کو مدنظر رکھنا اس راہ کی ضروریات میں سے ہے تاکہ افادہ اور استفادہ کا راستہ کھل جائے۔ ورنہ صحبت سے کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوگا۔ اور مجلس سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوگا۔ بعض ضروری آداب و شرائط لکھے جاتے ہیں۔ گوش ہوش سے سننے چاہئیں۔

طالب کو چاہیئے کہ اپنے دل کو تمام اطراف سے پھیر کر اپنے پیر کی طرف متوجہ کرے۔ اور پیر کی خدمت میں اس کے اذن کے بغیر نوافل و اذکار میں مشغول نہ ہو۔ اور اس کے حضور میں اس کے سوا

کسی اور کی طرف توجہ نہ کرے۔ اور بالکل اسی کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھا رہے۔ حتیٰ کہ جب تک وہ امر نہ کرے ذکر میں بھی مشغول نہ ہو۔ اور اس کی حضور میں نماز فرض و سنت کے سوا کچھ ادا نہ کرے۔

کسی بادشاہ کی نقل کرتے ہیں کہ اس کا وزیر اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اتفاقاً وزیر کی نظر اس کے اپنے کپڑے پر جا پڑی۔ اور اس کے بند کو اپنے ہاتھ سے درست کرنے لگا۔ اس حال میں جب بادشاہ نے اس کو دیکھا کہ میرے سوا غیر کی طرف متوجہ ہے۔ تو جھڑک کر فرمایا کہ میں یہ برداشت نہیں کر سکتا کہ تو میرا وزیر ہو کر میرے حضور میں اپنے کپڑے کے بند کی طرف توجہ کرے۔ تو سوچنا چاہیئے کہ جب دنیا کمینی کے وسائل کے لئے چھوٹے چھوٹے آداب ضروری ہیں۔ تو وصول الی اللہ کے وسائل کے لئے ان آداب کی رعایت نہایت ہی کامل طور پر ضروری ہوگی۔ اور جہاں تک ہو سکے ایسی جگہ بھی کھڑا نہ ہو کہ اس کا سایہ پیر کے کپڑے یا سایہ پر پڑتا ہو۔ اور اس کے مصلے پر پاؤں نہ رکھے اور اس کے وضو کی جگہ میں طہارت نہ کرے۔ اور اس کے خاص برتنوں کو استعمال نہ کرے۔ اور اس کے حضور میں پانی نہ پیئے۔ کھانا نہ کھائے۔ اور کسی سے گفتگو نہ کرے۔ بلکہ کسی اور کی طرف متوجہ نہ ہو۔ اور پیر کی غیبت یعنی عدم موجودگی میں جہاں کہ وہ رہتا ہے اس طرف پاؤں دراز نہ کرے۔ اور تھوک بھی اس طرف نہ پھینکے۔ اور جو کچھ پیر سے صادر ہو۔ اس کو صواب و بہتر جانے۔ اگرچہ بظاہر بہتر معلوم نہ ہو۔ کیونکہ جو کچھ وہ کرتا ہے الہام سے کرتا ہے اور اللہ تعالےٰ کے اذن سے کام کرتا ہے اس تقدیر پر اعتراض کی کوئی گنجائش نہیں۔ اگرچہ بعض صورتوں میں اس کے الہام میں خطا کا ہونا ممکن ہے لیکن خطائے الہامی خطائے اجتہادی کی طرح ہے۔ اور ملامت و اعتراض اس پر جائز نہیں۔ اور نیز جب اس کو اپنے پیر سے محبت ہے۔ تو جو کچھ محبوب سے صادر ہوتا ہے۔ محب کی نظروں میں محبوب ہی دکھائی دیتا ہے۔ پھر اعتراض کی کیا مجال ہے۔ اور کھانے پینے پہننے اور طاعت کے چھوٹے بڑے کاموں میں پیر ہی کی اقتدا کرنی چاہیئے۔ اور نماز کو بھی اسی طرز پر ادا کرنا چاہیئے۔ اور فقہ بھی اسی کے طریق عمل سے سیکھنی چاہیئے ؎

آں را کہ در سرائے نگاریست فارغ است　　　از باغ و بوستان و تماشائے لالہ زار

ترجمہ ؎ وہ شخص جس کے گھر میں گلزار خود لگا ہو　　　غیروں کے باغ دیکھنے کی حاجت نہیں ہے اسکو

اور اس کے حرکات و سکنات میں کسی قسم کا اعتراض نہ کرے۔ اگرچہ وہ اعتراض رائی کے دانہ جتنا ہو کیونکہ اعتراض سے سوائے مایوسی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ اور تمام مخلوقات میں سے بدبخت وہ شخص ہے جو اس بزرگ گروہ کا عیب بین ہے اللہ تعالےٰ ہم کو اس بلائے عظیم سے بچائے۔ اور اپنے پیر سے

خوارق وکرامات طلب نہ کرے۔ اگرچہ وہ طلب خطرات اور وساوس کے طریق پر ہو۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ کسی مومن نے پیغمبر سے معجزہ طلب نہیں کیا۔ معجزہ طلب کرنا کافروں اور منکروں کا کام ہے ؎

معجزات از بہر قہر دشمن است — بوئے جنسیت پئے دل بردن است
موجب ایماں نباشد معجزات — بوئے جنسیت کند جذب صفات

ترجمہ: قہر دشمن کے لیے ہیں معجزے — بوئے جنسیت دلوں کو کھینچ لے
موجب ایماں نہیں ہیں معجزے — بوئے جنسیت صفت کو کھینچ لے

اگر دل میں کوئی شبہ پیدا ہو، بے توقف عرض کرے۔ اگر حل نہ ہو، اپنی تقصیر سمجھے۔ اور پیر کی طرف کسی قسم کی کوتاہی یا عیب نہ کرے۔ اور جو واقع ظاہر ہو، پیر سے پوشیدہ نہ رکھے۔ اور واقعات تعبیر اسی سے دریافت کرے۔ اور جو تعبیر طالب پر ظاہر ہو، وہ بھی عرض کرے۔ اور صواب و خطا کو اسی سے طلب کرے۔ اور اپنے کشف پر ہرگز بھروسہ نہ کرے۔ کیونکہ اس جہان میں حق باطل کے ساتھ اور خطا صواب کے ساتھ ملا جلا ہے۔ اور بے ضرورت و بے اذن اس سے جدا نہ ہو۔ کیونکہ اس کے غیر کو اس کے اوپر اختیار کرنا ارادت کے برخلاف ہے۔ اور اپنی آواز کو اس کی آواز سے بلند نہ کرے۔ اور بلند آواز سے اس کے ساتھ گفتگو نہ کرے کہ بے ادبی میں داخل ہے۔ اور جو فیض و فتوح اس کو پہنچے، اس کو اپنے پیر کے ذریعے سمجھے۔ اور اگر واقع میں دیکھے کہ فیض اَور مشائخ سے پہنچا ہے۔ اس کو بھی اپنے پیر ہی سے جانے۔ اور جان لے کہ جب پیر تمام کمالات و فیوض کا جامع ہے۔ پیر کا خاص فیض پیر کی خاص استعداد کے مناسب اس شیخ کے کمال کے موافق جس سے یہ صورت افاضہ ظاہر ہوئی ہے۔ مرید کو پہنچا ہے۔ اور وہ پیر کے لطائف میں سے ایک لطیفہ ہے جس کے مناسب وہ فیض رکھتا ہے۔ اور اس شیخ کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ محبت کے غلبہ کے باعث مرید نے اس کو دوسرا شیخ خیال کیا ہے۔ اور فیض اس سے جانا ہے۔ یہ بڑا بھاری مغالطہ ہے اللہ تعالیٰ لغزش سے نگاہ رکھے۔ اور سید البشر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طفیل پیر کے اعتقاد اور محبت پر ثابت قدم رکھے۔ غرض اَلطَّرِیْقُ کُلُّہٗ اَدَبٌ مثل مشہور ہے۔ کوئی بے ادب خدا تک نہیں پہنچا۔ اور اگر مرید بعض آداب کے بجالانے میں اپنے آپ کو قصور وار جانے اور اس کو کما حقہٗ ادا نہ کر سکے۔ اور کوشش کرنے کے بعد بھی اس سے عہدہ برآ نہ ہو سکے، تو معاف ہے۔ لیکن اس کو اپنے قصور کا اقرار کرنا ضروری ہے۔ اور اگر نعوذ باللہ آداب کی رعایت بھی نہ کرے۔ اور اپنے آپ کو قصور وار بھی نہ جانے تو وہ ان بزرگواروں کے برکات سے محروم رہتا ہے ؎

ہر کہ را سعے بہ بہبود نداشت ویدن روئے نبی سود نداشت

ترجمہ: ہدایت تھی جس کی قسمت میں یارو نقا پیمبر نقا بے سود اس کو

ہاں وہ مرید جو پیر کی توجہ کی برکت سے فنا و بقا کے مرتبہ تک پہنچ جائے۔ اور الہام و فراست کا راستہ اس پر کھل جائے۔ اور پیر اس کو مسلم رکھے اور اس کے کمال کی گواہی دیدے۔ اس مرید کو لائق ہے کہ بعض الہامی امور میں پیر کے برخلاف اپنے الہام کے موافق عمل کرے۔ اگرچہ اس کا خلاف پیر کے نزدیک ثابت ہو کیونکہ وہ مرید اس وقت تقلید سے نکل چکا ہے۔ اب تقلید اس کے حق میں خطا ہے۔ کیا نہیں جانتے کہ اصحاب کبار رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین نے بعض امور اجتہادیہ اور احکام غیر منزلہ میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ خلاف کیا ہے۔ اور بعض اوقات حق بجانب اصحاب ظاہر ہوا ہے۔ کما لا یخفی علی ارباب العلم (جیسے کہ صاحبان علم پر پوشیدہ نہیں ہے)۔

پس معلوم ہوا کہ مرتبہ کمال تک پہنچنے کے بعد مرید کو پیر کے برخلاف کرنا جائز ہے اور بے ادبی سے دور ہے۔ بلکہ یہی ادب ہے۔ ورنہ پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب رضوان اللہ تعالےٰ علیہم اجمعین کمال ادب کے ساتھ مؤدب ہوئے ہیں۔ اور تقلید کے سوا اور کوئی امر نہیں کیا ہے۔ ابو یوسفؒ کے لئے مرتبہ اجتہاد تک پہنچنے کے بعد ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید خطا ہے۔ اس کے لئے بہتری اپنی رائے کی متابعت میں ہے۔ نہ کہ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے میں۔

امام یوسف رحمۃ اللہ علیہ کا قول مشہور ہے کہ نَازَعْتُ اَبِیْ حَنِیْفَۃَ فِیْ مَسْئَلَۃِ خَلْقِ الْقُرْاٰنِ سِتَّۃَ اَشْھُرٍ (میں نے ابو حنیفہ کے ساتھ قرآن کے مخلوق ہونے کے مسئلہ میں چھ مہینے تک جھگڑا کیا)۔ تو نے سنا ہوگا کہ ہر صنعت بہت سے فکروں کے ملنے سے کامل ہوتی ہے۔ اگر ایک ہی فکر پر رہتی۔ تو کچھ زیادتی حاصل نہ کرتی۔ وہ نحو جو سیبویہ کے زمانہ میں تھا۔ آج وہ مختلف رائوں اور بہت سی نظروں اور فکروں کے ملنے سے کئی گنا زیادہ ہو گیا ہے۔ چونکہ بنیاد اسی نے رکھی ہے۔ اس لئے فضیلت اسی کے لئے ہے۔ کیونکہ فضیلت متقدمین کے لئے ہے۔

حدیث نبوی میں ہے۔ مَثَلُ اُمَّتِیْ کَمَثَلِ الْمَطَرِ لَا یُدْرٰی اَوَّلُھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُہٗ

میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے نہیں معلوم کہ اس کا اول اچھا ہے یا آخر۔

تذییل

بعض مریدوں کے شبہ رفع کرنے کے بیان میں

جاننا چاہیئے کہ بزرگوں نے فرمایا ہے۔ اَلشَّیْخُ یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ (شیخ زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے) احیاو امانت مقام شیخی کے لوازم سے ہے۔ اس احیا و اماتت سے مراد روحانی احیاو اماتت ہے نہ جسمانی۔ اور اس حیات و موت سے مراد فنا و بقا ہے۔ جو مقام ولایت و کمال تک پہنچاتے ہیں۔ اور شیخ مقتدا اللہ تعالیٰ کے اذن سے ان دو امر کا متکفل ہے۔ پس شیخ کے لئے یا حیاوا ماتت ضروری ہے۔ اور یُحْیِیْ وَیُمِیْتُ کے معنے یُبْقِیْ وَیُفْنِیْ یعنی باقی رکھنا اور فنا کرنا ہیں۔ جسمانی احیاو اماتت کو مرتبہ شیخی سے کچھ واسطہ نہیں شیخ مقتدا کہربا کا حکم رکھتا ہے۔ اور جس کسی کو اس سے مناسبت ہوتی ہے۔ خس و خاشاک کی طرح اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے۔ اور اپنا حصہ اس سے لے لیتا ہے۔ خوارق و کرامات مریدوں کے جذب کرنے کے لئے نہیں ہیں۔ مرید روحانی اور باطنی مناسبت سے کھچے چلے آتے ہیں۔ اور جو شخص ان بزرگواروں سے نسبت نہیں رکھتا۔ وہ ان کے کمالات کی دولت سے محروم رہتا ہے۔ اگرچہ ہزار ہا معجزے اور خوارق و کرامات دیکھے۔ ابوجہل وابولہب کا حال اس بات کا شاہد ہے۔

اللہ تعالیٰ کفار کے حق میں فرماتا ہے۔ وَاِنْ یَّرَوْا کُلَّ اٰیَةٍ لَّا یُؤْمِنُوْا بِهَا حَتّٰۤی اِذَا جَآءُوْكَ یُجَادِلُوْنَكَ یَقُوْلُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّاۤ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ۔ خواہ یہ لوگ کتنے ہی آیات و معجزات دیکھیں ان پر ایمان نہیں لائینگے۔ حتیٰ کہ جب وہ تیرے پاس آتے ہیں تو جھگڑتے ہیں اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے لوگوں کے قصے کہانیاں ہیں۔ والسلام۔

مکتوب ۲۹۳

چند سوالوں کے جواب میں شیخ محمد خیبری کی طرف صادر فرمایا ہے سوال اول پوچھا گیا تھا کہ حدیث نبوی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم میں لِیْ مَعَ اللّٰهِ وَقْتٌ آیا ہے۔ اور حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔ سوال دوم پوچھا گیا تھا کہ حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ قَدَمِیْ هٰذِهٖ عَلٰی رَقَبَةِ كُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ میرا قدم تمام اولیا کی گردن پر

ہے۔ اور ایک اور شیخ نے بھی یہی کہا ہے۔ اس کی حقیقت کیا ہے۔ **سوال سوم** پوچھا گیا تھا کہ ان اولیا سے جن کی گردنوں پر قدم رکھا تھا، مراد اسی وقت کے اولیا ہیں یا مطلق اور عام طور پر مراد ہیں:-

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو ❋

صحیفہ شریفہ جو آپ نے ارسال کیا تھا اُس کے آنے سے بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ یہ کس قدر اعلیٰ نعمت ہے کہ حق تعالیٰ کے دوست دور اُفتادوں کو یاد کریں ❋

آپ نے لکھا تھا کہ حضرت رسالت پناہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ لِیْ مَعَ اللّٰہِ وَقْتٌ (میرا اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایک وقت ہے) اور حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا ہے۔ اور حضرت میراں محی الدین رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ میرا پاؤں تمام اولیا کی گردن پر ہے۔ اور ایک شیخ نے بھی یہی کہا ہے کبھی کبھی ان دونوں لفظوں پر بڑا غوغا مچ جاتا ہے۔ مہربانی کر کے فرمائیں کہ ان دونوں کلاموں کے کیا معنے ہیں۔ اور ان دونوں میں کیا فرق ہے۔ غور کے ساتھ سب کو واضح کر کے جو اس غریب کے فہم کے موافق ہو۔ لکھ کر ارسال فرمائیں ❋

میرے مخدوم! اس فقیر نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باوجود استمرار وقت کے ایک خاص اور نادر وقت بھی حاصل تھا۔ اور وہ وقت ادائے نماز کا وقت تھا۔ اَلصَّلٰوۃُ مِعْرَاجُ الْمُؤْمِنِیْنَ (نماز مومنوں کا معراج ہے) آپ نے سنا ہوگا اور اَرِحْنِیْ یَا بِلَالُ (اے بلال مجھے غم سے آزاد کر) اس مطلب کے ثبوت کے لئے عادل گواہ ہے۔ اور ابو ذر غفاری بھی وراثت اور تبعیت کے طور پر اس دولت سے مشرف ہوا ہوگا۔ کیونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل تابعداروں کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام کمالات سے وراثت کے طور پر کامل حصہ حاصل ہوتا ہے ❋

اور یہ جو حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے۔ قَدَمِیْ ھٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَۃِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰہِ اَوْ جَمِیْعِ اَوْلِیَاءِ (میرا قدم تمام اولیا کی گردن پر ہے) ❋

عوارف المعارف والا جو شیخ ابو النجیب سہروردی رحمۃ اللہ علیہ (جو حضرت شیخ عبد القادر رحمۃ اللہ علیہ کے محرموں اور مصاحبوں سے ہے) کا مرید اور تربیت یافتہ ہے اس کلمہ کو ان کلمات سے بیان کرتا ہے جو عجب پر مشتمل ہے۔ جو ابتدائے احوال میں بقیہ سکر کے

باعث مشائخ سے سرزد ہوتے ہیں۔ اور نفحات میں شیخ حماد دباس سے جو حضرت شیخ کے مشائخ میں سے ہیں، منقول ہے کہ انہوں نے بطریق فراست فرمایا تھا کہ اس عجمی کا ایک ایسا قدم ہے کہ اس کے وقت میں تمام اولیا کی گردنوں پر ہوگا۔ اور اس بات کے کہنے پر مامور ہوگا کہ قَدَمِیْ هٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ۔ اور جس وقت یہ بات کہیگا تمام اولیا اپنی گردنیں جھکا دینگے بہرصورت شیخ اس کلام میں سچے ہیں۔ خواہ یہ کلام اُن سے بقیہ سکر کے باعث سرزد ہوا ہو خواہ اس کلام کے اظہار پر مامور ہوئے ہوں۔ کیونکہ ان کا قدم اس وقت کے تمام اولیا کی گردنوں پر ہوا ہے۔ اور اس وقت کے تمام اولیا ان کے قدم کے نیچے ہوئے ہیں لیکن جاننا چاہئے کہ یہ حکم اس وقت کے اولیا کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔ اولیائے متقدمین اور متاخرین اس حکم سے خارج ہیں۔ جیسے کہ شیخ حماد کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ اس کا قدم اُس کے وقت میں تمام اولیا کی گردنوں پر ہوگا +

اور نیز ایک غوث نے جو بغداد میں ہوا ہے اور حضرت شیخ عبدالقادر، اور ابن سقا، اور عبداللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اس کی زیارت کے لئے گئے تھے۔ بطریق فراست شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے حق میں کہا تھا کہ میں دیکھتا ہوں کہ تو بغداد میں منبر پر چڑھا ہوا ہے اور کہ رہا ہے۔ قَدَمِیْ هٰذِہٖ عَلٰی رَقَبَةِ کُلِّ وَلِیِّ اللّٰهِ۔ اور میں دیکھتا ہوں کہ اس وقت کے تمام اولیا نے تیرے اجلال و اکرام کے باعث اپنی گردنوں کو پست کیا ہوا ہے +

اس بزرگ کے کلام سے بھی مفہوم ہوتا ہے کہ یہ حکم اس وقت کے اولیا کے ساتھ ہی مخصوص تھا۔ اس وقت بھی اگر خدائے تعالیٰ کسی کو چشم بصیرت عطا فرمائے تو دیکھ سکتا ہے۔ جیسے کہ اس غوث نے دیکھا تھا کہ اُس وقت کے اولیا کی گردنیں اس کے قدم کے نیچے ہیں۔ اور یہ حکم اس وقت کے اولیا اور وقت کے اولیا تک نہیں پہنچا۔ اولیائے متقدمین کے حق میں یہ حکم کیسے جائز ہوسکتا ہے جن میں اصحاب کرام رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں۔ جو یقیناً حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ سے افضل ہیں۔ اور اولیائے متاخرین میں بھی کیسے جائز ہوسکتا ہے۔ جن میں حضرت مہدی رضی اللہ عنہ شامل ہیں۔ جن کے آنے کی نسبت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بشارت دی ہے۔ اور امت کو ان کے وجود کی خوشخبری دی ہے۔ اور ان کے حق میں خلیفۃ اللہ فرمایا ہے۔ ایسے ہی حضرت عیسےٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جو اولوالعزم نبی ہیں ان کے اصحاب سابقین میں سے ہیں۔ اور اس شریعت کی متابعت کے باعث حضرت خاتم الرسل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب سے ملحق ہیں۔ متاخرین کی اس بزرگی کے باعث ممکن ہے

آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہو۔ لَا یُدْرٰی اَوَّلُھُمْ خَیْرٌ اَمْ اٰخِرُھُمْ (نہیں معلوم ان کے اول بہتر ہیں یا آخیر کے)۔

غرض حضرت شیخ عبدالقادر قدس سرہ ولایت میں شان عظیم اور درجہ بلند رکھتے ہیں ولایت خاصہ محمدیہ علے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کو سیر کی راہ سے آخر نقطہ تک پہنچایا ہے اور اس دائرہ کے سرحلقہ ہوئے ہیں۔

اس بیان سے کوئی یہ وہم نہ کرے کہ جب حضرت شیخ دائرہ ولایت محمدیہ کے سرحلقہ ہیں، تو چاہیئے کہ سب اولیا سے افضل ہوں۔ کیونکہ ولایت محمدی تمام انبیا کی ولایت سے برتر ہے۔ کیونکہ میں کہتا ہوں کہ اس ولایت محمدی کے سرحلقہ ہیں جو راہ سیر سے حاصل ہوئی ہے جیسے کہ اوپر گذر چکا۔ نہ کہ مطلق اس ولایت کے سرحلقہ ہیں جس سے افضلیت لازم آئے۔ یا دوسرا اس کا جواب یہ ہے کہ میں کہتا ہوں کہ مطلق ولایت محمدیہ کا سرحلقہ ہونا افضلیت کو مستلزم نہیں ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کوئی اور بھی کمالات نبوت محمدیہ میں تبعیت اور وراثت کے طریق پر قدم آگے رکھتا ہو۔ اور ان کمالات کی راہ سے افضلیت اس کے لئے ثابت ہو۔

حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے اکثر مرید شیخ کے حق میں بہت غلو کرتے ہیں اور محبت کی جانب میں افراط سے کام لیتے ہیں۔ جیسے کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے محب ان کی محبت میں افراط کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ شیخ کو تمام اگلے پچھلے اولیا سے افضل جانتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے سوا معلوم نہیں کہ کسی اور کو حضرت شیخ سے افضل جانتے ہوں۔ یہ کلام افراط محبت سے ہے۔

اگر کہیں کہ جس قدر خوارق و کرامات شیخ سے ظاہر ہوئے ہیں اور کسی ولی سے ظاہر نہیں ہوئے اس لحاظ سے فضیلت انہی کے لئے ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ خوارق و کرامات کا بکثرت ظاہر ہونا افضلیت پر دلالت نہیں کرتا۔ ممکن ہے کہ کوئی شخص جس سے کوئی بھی خرق عادت ظاہر نہ ہوئی ہو اس شخص سے کہ جس سے خوارق و کرامات بکثرت ظاہر ہوئے ہوں، افضل ہو۔

شیخ الشیوخ نے عوارف میں خوارق و کرامات کے ذکر کے بعد فرمایا ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالےٰ کی بخششیں اور مہربانیاں ہیں جو بعض لوگوں کو عطا فرماتا ہے اور ان کے ساتھ ان کی عزت بڑھاتا ہے۔ اور بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جو رتبہ اور فضیلت میں ان سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ لیکن ان کرامات میں سے ان کو کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ کرامات یقین کی تقویت

کا باعث ہیں۔ اور جس کو صرف یقین عطا کیا گیا ہو۔ اس کو ذکر قلبی اور ذکر ذات کے سوا ان کرامات کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ خوارق کے بکثرت ظاہر ہونے کو فضیلت کی دلیل بنانا ایسا ہے جیسے کہ حضرت امیر کرم اللہ وجہہ کے بکثرت فضائل و مناقب کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ پر ان کی فضیلت ہونے کی دلیل بنائیں۔ کیونکہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے اس قدر فضائل و مناقب ظہور میں نہیں آئے جس قدر کہ حضرت کرم اللہ وجہہ سے ۔

اے برادر! غور سے سن کہ خرق عادات دو قسم پر ہیں :۔

نوع اول وہ علوم و معارف الٰہی جل شانہ ہیں جو حق تعالیٰ کی ذات و صفات و افعال کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور وہ عقل کے ماسوائے اور متعارف معتاد کے برخلاف ہیں جن کے ساتھ اپنے خاص بندوں کو ممتاز کرتا ہے ۔

نوع دوم ۔ مخلوقات کی صورتوں کا کشف ہونا۔ اور پوشیدہ چیزوں پر اطلاع پانا اور ان کی خبر دینا جو اس عالم کے ساتھ تعلق رکھتا ہے ۔

نوع اول ۔ اہل حق اور ارباب معرفت کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور نوع ثانی محقق اور مبطل یعنی جھوٹے اور سچے میں شامل ہے۔ کیونکہ استدراج والوں کو بھی نوع ثانی حاصل ہے ۔

نوع اول حق تعالیٰ کے نزدیک شرافت و اعتبار رکھتی ہے۔ کیونکہ اس کو اپنے دوستوں ہی سے مخصوص کیا ہے اور دشمنوں کو اس میں شریک نہیں کیا۔ اور نوع دوم عام مخلوقات کے نزدیک معتبر ہے۔ اور ان کی نظروں میں بہت معزز و محترم ہے۔ یہی باتیں اگر استدراج والوں سے ظاہر ہوں تو عجب نہیں کہ نادانی کے باعث اس کی پرستش کرنے لگ جائیں۔ اور رطب و یابس پر کہ ان کو تکلیف دے اس کے مطیع اور فرمانبردار ہو جائیں۔ بلکہ محجوب نوع اول کو خوارق و کرامات سے نہیں جانتے۔ ان کے نزدیک خوارق نوع دوم میں منحصر ہیں۔ اور کرامات ان محجوبوں کے خیال میں مخلوقات کی صورتوں کے کشف اور پوشیدہ چیزوں کی خبر دینے پر مخصوص ہیں۔ یہ لوگ عجب بیوقوف ہیں۔ اتنا نہیں جانتے کہ وہ علم جو حاضر یا غائب مخلوقات کے احوال سے تعلق رکھتا ہے اس میں کونسی شرافت و کرامت حاصل ہے۔ بلکہ یہ علم تو اس بات کے لائق ہے کہ جہالت سے بدل جائے تاکہ مخلوقات اور ان کے احوال بھول جائیں۔ وہ حق تعالیٰ کی معرفت ہی ہے جو شرافت و کرامت اور اعزاز و احترام کے لائق ہے ۔

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز بسوخت عقل زحیرت کہ ایں چہ بوالعجبی است

چھپائے رخ کو پری اور دیو ناز کرے الٹ معاملہ حسن کر پہچانہ ہوش ہے

شیخ الاسلام ھروی اور امام الانصاری نے سائرین اور سالکین کی منازل اور ان کے بیان میں جو کچھ فرمایا ہے۔ وہ ہمارے مذکورہ بیان کے قریب قریب ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ تجربہ سے مجھے یہ بات ثابت ہوئی ہے کہ اہل معرفت کی فراست یہ ہوتی ہے کہ یہ لوگ تمیز کر لیتے ہیں کہ کونسا شخص حق تعالےٰ کی بارگاہ کے لائق ہے اور کونسا نہیں۔ اور ان اہل استعداد کو پہچان لیتے ہیں جو اللہ تعالےٰ کے ساتھ اشتغال رکھتے ہیں۔ اور حق تعالےٰ کی بارگاہ کی طرف واصل ہوتے ہیں۔ یہ تو اہل معرفت کی فراست ہے۔ لیکن اہل ریاضت کی فراست بھوک اور خلوت اور تصفیہ باطن سے ہوتی ہے۔ بغیر اس امر کے کہ جناب حق تعالےٰ تک واصل ہوں۔ یہ لوگ مخلوقات کی صورتوں کا کشف کرتے اور پوشیدہ امور کی خبر دیتے ہیں۔ اس لئے کہ حق تعالےٰ کی طرف سے محجوب ہوتے ہیں۔ اور چونکہ اہل معرفت حق تعالےٰ کے ان علوم و معارف میں مشغول رہتے ہیں جو ان پر وارد ہوتے رہتے ہیں۔ اس لئے یہ لوگ جو خبر دیتے ہیں اللہ تعالےٰ ہی کی طرف سے دیتے ہیں۔ اور چونکہ اہل عالم اکثر حق تعالےٰ سے الگ اور دنیا میں ہمہ تن مشغول ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے دل ان لوگوں کی طرف جلدی مائل ہو جاتے ہیں۔ جو مخلوق کی صورتوں کو ظاہر کریں۔ اور مخلوقات کے غائبانہ احوال کی خبریں دیں۔ یہ لوگ ان کو بڑا بزرگ جانتے ہیں اور اعتقاد کرتے ہیں کہ خاص اہل اللہ یہی لوگ ہیں۔ اور اہل حقیقت کے کشف سے اعراض کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی طرف سے خبر دینے کے باعث ان پر تہمتیں لگاتے ہیں۔ اور اس طرح کہتے ہیں کہ اگر یہ لوگ اہل حق اور ولی ہوتے تو ہم کو ہمارے اور مخلوقات کے احوال کی نسبت خبریں بتلاتے۔ اور جب مخلوقات کے احوال کے کشف پر قدرت نہیں رکھتے۔ تو اس سے بڑھ کر اعلےٰ امور کے کشف پر کیسے طاقت رکھتے ہیں۔ اور اس قیاس فاسد سے ان کی تکذیب کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ لوگ خود خبار صحیحہ سے اندھے ہوتے ہیں۔ اور نہیں جانتے کہ اہل حق کو اللہ تعالےٰ نے خلق کے ملاحظہ سے محفوظ رکھا ہے۔ اور ان کو اپنے لئے خاص کر لیا ہے اور ماسوائے اللہ سے ان کو ہٹا رکھا ہے۔ اور اگر یہ بھی ان لوگوں میں سے ہوتے جو خلق کے احوال کے درپے ہوتے ہیں۔ تو بارگاہ حق کے لائق نہ ہوتے۔ اور ہم نے اکثر اہل حق کو دیکھا ہے کہ جب وہ کشف صور کی طرف ادنےٰ توجہ کرتے تھے تو اس فراست کے ساتھ جس کو اہل معرفت ثابت کرتے ہیں اور یہ فراست ہے جو حق تعالےٰ اور اس کے قرب سے تعلق رکھتی ہے جھٹ معلوم کر لیا کرتے تھے۔ حق کے ادراک پر ان کے غیر طاقت نہ رکھتے تھے لیکن وہ اہل صفا جو اس بحث

سے خارج اور خلق کے ساتھ متعلق ہیں۔ وہ حق تعالیٰ اور اس کے قرب کے ساتھ کچھ تعلق نہیں رکھتے اس میں مسلمان اور نصاریٰ اور یہود اور باقی گروہ شامل ہیں۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شریف نہیں ہیں۔ یہ اپنے اہل کے ساتھ ہی خصوصیت رکھتی ہے ❖

مکتوب ۲۹۴

ان معارف کے بیان میں جو واجب الوجود کی صفات ثمانیہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے تعینات کے مبادی اور تمام مخلوقات کی مبادی تعینات کی تحقیق میں۔ اور اس بیان میں کہ جزئیات اپنے کلی کے ساتھ لاحق ہوتے ہیں۔ اور کلی کی جزئیات کا انتقال دوسری کلی میں جائز نہیں۔ اور اس بیان میں کہ انبیا اور اولیا کی تجلی شہود میں کیا فرق ہے۔ اور اس بیان میں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ کے باوجود ان کے کامل تابعداروں کو وصل عریانی حاصل ہوتا ہے۔ اور لفظ محو و اضمحلال کی تحقیق میں جو مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں واقع ہیں اور اس کے مناسب بیان میں مخدوم زادہ مجدالدین خواجہ محمد معصوم کی طرف صادر فرمایا ہے۔ جو ظاہری علوم اور باطنی معارف و اسرار کے جامع ہیں :۔

واجب الوجود کی صفات ثمانیہ حقیقیہ جن میں سے اول صفت الحیوٰۃ ہے اور اخیر کی صفت تکوین ہے تین قسم ہیں ❖

ایک قسم وہ ہے جس کا تعلق عالم کے ساتھ غالب ہے اور اس کی اضافت و نسبت مخلوق کی طرف زیادہ تر ہے۔ جیسے کہ تکوین۔ یہی باعث ہے کہ اہل سنت و جماعت میں سے ایک جماعت نے اس کے وجود کا انکار کیا ہے۔ اور کہا ہے کہ تکوین صفات اضافیہ میں سے ہے اور حق یہی ہے کہ وہ صفات حقیقیہ سے ہے۔ صرف اضافت اس پر غالب ہے۔ اور دوسری قسم وہ ہے جو اضافت و نسبت رکھتی ہے مگر پہلی قسم سے کمتر۔ جیسے کہ علم و قدرت و ارادہ و سمع و بصر اور کلام اور تیسری قسم تینوں قسموں سے اعلیٰ ہے۔ جس کا کسی وجہ سے عالم کے ساتھ تعلق نہیں ہے۔ اور اس میں اضافت و نسبت کی بو تک نہیں۔ جیسے کہ حیوٰۃ۔ یہ صفت تمام صفات کی اُم اور ان سب کی اصل اور سب سے اسبق ہے۔ اس صفت کے زیادہ قریب صفت العلم ہے جو حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تعین کا مبدا ہے۔ اور دوسری صفات اور مخلوقات کے تعینات کے مبادی ہیں۔ اور چونکہ

ہر صفت تعلقات متعددہ کے اعتبار سے بہت ہی جزئیات رکھتی ہے۔ جیسے کہ تکوین کی اس سے تعلقات متعددہ کے اعتبار سے تخلیق (پیدا کرنا) و ترزیق (رزق دینا) و احیاو امانت (زندہ کرنا اور مارنا) جزئیات پیدا ہوئی ہیں۔ اس لئے یہ جزئیات بھی اپنے کلیات کی طرح مخلوقات کے تعینات کی مبادی ہیں۔ اور جس شخص کا کہ مبد تعین وہ کلی ہے۔ دوسرے تعینات کہ جن کے مبادی اس کلی کے جزئیات ہیں۔ اس شخص کے تابع ہونگی۔ اور اس کے قدم کے نیچے زندگی بسر کرینگی۔ اسی سبب سے کہتے ہیں کہ فلاں حضرت محمد صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے زیر قدم ہے اور فلاں حضرت عیسٰے علیہ السلام کے زیر قدم اور فلاں حضرت موسٰے علیہ السلام کے قدم کے نیچے ہے۔ اور جب ان جزئیات کو بطریق سلوک ترقی واقع ہو۔ تو اپنی کلیات سے ملحق ہو جاتی ہیں۔ اور ان کا شہود کلیات کا شہود ہی ہو جاتا ہے۔ فرق صرف اصالت و تبعیت کا رہجاتا ہے۔ اور امتیاز صرف، توسط اور عدم توسط سے ہو سکتی ہے۔ کیونکہ تابع جو کچھ پاتا ہے اور جو کچھ دیکھتا ہے اصل کے وسیلہ کے بغیر ممکن نہیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ تابع اپنے قصور سے اصل کو متوسط نہیں جانتا۔ لیکن فی الحقیقت اصل تابع اور اس کے شہود کے درمیان حائل ہوتا ہے۔ نہ ایسا حائل جو شہود کا مانع ہو۔ بلکہ عینک صاف کی طرح شہود کا باعث ہوتا ہے۔ اور جائز نہیں کہ ایک کلی کی جزئیات ترقی کرکے اور اپنے کلی سے خروج کرکے دوسرے کلی کے ماتحت آجائیں۔ اور ان کا شہود اس دوسری کلی کا شہود ہو۔ مثلاً وہ لوگ جو حضرت موسٰے علیہ السلام کے قدم کے نیچے ہیں، انتقال کرکے حضرت عیسٰے کے قدم کے نیچے داخل نہیں ہو سکتے ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے زیر قدم آجائیں۔ بلکہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کے قدم کے نیچے ہیں۔ کیونکہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب رب الارباب ہے۔ اور ان تمام کلیات کا اصل ہے۔ پس وہ ان جزئیات کے لئے اصل الاصل ہوگا۔ اور یہ ترقی گویا اصل الاصل کی طرف ہوگی۔ نہ کہ اصل کی طرف جو ان کے اصل کے مبائن اور برخلاف ہے۔ اس قدر فرق جزئیات اور کلیات کے درمیان رہیگا کہ جزئی کے دو حائل ہیں۔ ایک اس کا اپنا اصل جو اس کی کلی ہے۔ اور دوسرا حائل اصل الاصل۔ اور اس کی کلی کے لئے حجاب اصل الاصل ہے۔ پس یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کا شہود بے پردہ تعینات ہے۔ اور دوسروں کا شہود پردہ تعینات میں ہے یا پردہ تعین محمدی میں۔ اسی واسطے کہتے ہیں کہ تجلی ذات حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خاصہ ہے اور دوسروں کی تجلی پردہ صفات میں ہے یا پردہ رب الارباب میں کہ حضرت محمد صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کا رب ہے جو سوائے صفت الحیات

کے تمام اسما وصفات سے برتر ہے۔ اگر کہیں کہ اس بیان سے لازم آتا ہے کہ تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا شہود مبدء تعین محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پردہ میں ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اُمت کے اولیا جو بالاصالت آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زیر قدم ہیں۔ ان کا شہود بھی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے شہود کی طرح پردہ ربّ الارباب میں ہوگا۔ پھر تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اولیاء اُمّت کے درمیان کیا فرق رہا۔ تو میں اس کے جواب میں کہتا ہوں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے اس شہود کے سوا جو پردہ حقیقت محمدی میں ہے ایک اور شہود بھی ہے جو ان کے مبادی تعیّنات کی راہ سے پیدا ہوتا ہے۔ اور بالاصالت اپنی مخصوصہ عینکوں کو بصیر... کی آنکھ پر رکھ کر غیب الغیب کا مشاہدہ فرماتے ہیں +

جاننا چاہئے کہ ان ہر دو شہود سے یہ مراد نہیں کہ دونوں ایک ہی وقت میں ثابت ہوتے ہیں۔ بلکہ یہ مراد ہے کہ اگر اصل الاصل تک ترقی پہنچ جائے۔ تو اس کا شہود حضرت عیسٰے کی طرح جو نزول کے بعد اس دولت سے مشرف ہونگے حقیقت محمدی کے پردہ میں ہے۔ اور یہ ترقی بہت مشکل ہے اور محال کے نزدیک ہے۔ اس ترقی کے لئے حق تعالےٰ کا بڑا فضل درکار ہے۔ اور عالم اسباب میں محمدی مشرب پیر کی شفقت ہونی چاہئے۔ اور اگر اپنے اصل سے ترقی نہ کرے۔ اور اپنی حقیقت سے حقیقت الحقائق تک نہ پہنچے۔ اس کا شہود اپنی مخصوصہ حقیقت کے مرتبہ میں ہے +

جان اور آگاہ ہو کہ جس طرح حقیقت الحقائق سے حضرت ذات تعالےٰ وتقدس کی طرف راہ ہے جو منازل کثیرہ کے طے کرنے کے بعد وہاں تک وصول میسّر ہوتا ہے۔ اسی طرح تمام حقائق کلیات سے بھی حضرت ذات تعالےٰ وتقدس کی طرف راہ ہے جس میں بہت سے مرحلے طے کرنے کے بعد وصول حاصل ہوتا ہے +

حاصل کلام یہ ہے کہ حقیقت الحقائق کی راہ میں وصل عریان ہے۔ اور باقی طریقوں میں اگرچہ وصل ذات میسّر ہوتا ہے۔ لیکن اس سیر کے لئے اصول عالیہ کے منتہا میں حقیقت الحقائق جو حقیقت محمدی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ درمیان میں حائل ہے۔ اگرچہ حصن حصین و مانع متین نہیں ہوتی۔ لیکن اس قدر حاجزیت اور حائلیت بھی بہت ہے۔ جو تجلّی ذات کے اطلاق کی مانع ہوئی ہے۔ ورنہ باقی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بھی بالاصالت حق تعالےٰ کی ذات سے حصہ

حاصل ہے۔ اور ان کی اُمت کے کاملوں کو انبیاء و رُسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی متابعت کے باعث حصہ حاصل ہوتا ہے۔

سوال۔ جب صفت الحیات صفت العلم سے برتر ہے تو حقیقت الحقائق کی راہ میں بھی صفت الحیات کا تعین حائل ہوگا۔ پھر وصل عریانی کس طرح ہوگا۔ اور اس کو تجلی ذات کیوں کہتے ہیں؟

جواب۔ وہ تعین لاتعین کی مانند ہے اور محو و متلاشی ہو جاتا ہے۔ اور حضرت ذات تعالےٰ کے مرتبہ میں کچھ اعتبار نہیں رہتا۔ اگرچہ دوسری صفات کے لئے بھی مرتبہ ذات میں کچھ اعتبار نہیں۔ لیکن مرتبہ ذات میں وہ اس طرح نہیں پہنچتیں کہ متلاشی ہو جائیں۔ برخلاف صفت الحیات کے کہ وہاں پہنچکر متلاشی ہو جاتی ہے۔ اسی واسطے حقیقت محمدی کا تعین اور دوسری خلائق کے باقی تعینات دائمی ہیں۔ اور مراتب میں سے کسی مرتبہ میں ان کا زائل ہونا محال ہے ہاں کسی شے تک پہنچنا اور اس شے میں مضمحل ہونا امر دیگر ہے۔ اور بعض مشائخ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت میں جو لفظ محو و اضمحلال واقع ہوتا ہے۔ اس سے مراد محو و اضمحلال نظری ہے نہ محو ذاتی یعنی سالک کا تعین اس کی نظر سے مرتفع ہو جاتا ہے۔ نہ یہ کہ نفس الامر میں محو ہو جاتا ہے کہ یہ الحاد و زندقہ ہے۔ اس است کے بعض ناقص ان الفاظ موہمہ سے محو و اضمحلال عینی جانکر زندقہ تک پہنچ گئے ہیں اور عاقبت کے ثواب و عذاب سے انکار کر دیا ہے۔ انہوں نے خیال کیا ہے کہ جس طرح وحدت سے کثرت میں آئے ہیں اسی طرح دوسری مرتبہ کثرت سے وحدت میں جائیں گے۔ اور یہ کثرت اس وحدت میں مضمحل ہو جائیگی۔ اور ان زندیقوں میں سے بعض نے اس محو ہونے کو قیامت کبریٰ خیال کیا ہے۔ اور حشر و نشر و حساب و صراط و میزان سے انکار کیا ہے۔ ضَلُّوْا فَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ (یہ لوگ خود بھی گمراہ ہوئے اور بہت لوگوں کو گمراہ کیا)۔

ان لوگوں میں سے میں نے ایک شخص کو دیکھا ہے کہ اپنے مطلب میں مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس سرہٗ کے اس شعر کو بطور شہادت پیش کرتا تھا ؎

جامی معاد و مبدء ما وحدت است و بس

ما درمیان کثرت موہوم والسلام

ترجمہ معاد و مبدء ہمارا ہے جامیا وحدت برائے نام ہیں ہم درمیان کثرت

نہیں جانتا کہ مولانا کی مراد اس بہیت سے وحدت کی طرف عود و رجوع کرنا نظر و شہود کے اعتبار

سے ہے۔ کیونکہ ایک ذات کے سوا اور کچھ ان کا مشہود نہیں رہتا۔ اور تمام کثرتیں ان کی نظر سے پوشیدہ ہو جاتی ہیں۔ رجوع عینی اور وجودی مراد نہیں ہے +

یہ لوگ شاید اندھے ہیں کہ دیکھتے نہیں کہ کسی کامل سے عجز و نقص و احتیاج زائل نہیں ہوئی پھر حدت کی طرف رجوع وجودی کے کیا معنے ہیں۔ اور اگر حدت کی طرف رجوع کرنا موت کے بعد خیال کیا ہے تو کافر زندیق ہیں کہ عذاب آخرت سے انکار کرتے ہیں۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو باطل سمجھتے ہیں +

سوال۔ تو نے اپنے بعض رسالوں میں لکھا ہے کہ فنائے اخفٰے ولایت محمدی کے ساتھ مخصوص ہے اس کے کیا معنے ہیں ؟

جواب۔ گذشتہ تحقیق سے معلوم ہو چکا کہ وصل عریانی ولایت محمدی صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور دوسروں کے لئے حجاب اگرچہ مرتفع ہو جاتے ہیں لیکن پیراہن شعر کی مانند حیلولہ سے جو حقیقت محمدی صلے اللہ علیہ آلہ وسلم کے توسط کی راہ سے حاصل ہوتا ہے چارہ نہیں ہوتا، جیسے کہ گذر چکا۔ پس اخفٰے سے جو مراتب انسانی کا نہایت ہے اس حیلولہ کے اندازہ کے موافق بلندی میں بقیہ رہ جاتا ہے پس اس بقیہ کے لحاظ سے فنائے مطلق کا اطلاق جائز نہیں ہوتا۔ اس بقیہ کے بقا کو محمدی م کے سوا اور کوئی نہیں معلوم کر سکتا۔ ہزاروں محمدی مشربوں میں سے اگر کسی کو اس قسم کی تیز نظر حاصل ہو جائے۔ تو بھی غنیمت ہے۔ مشائخ طبقات میں سے اکثر نے روح تک ہی گفتگو کی ہے۔ شاید ہی کوئی ایسا ہوگا جس نے خفی کا سر بیان کیا ہو۔ تو پھر اخفٰے کی نسبت کس طرح بیان کر سکے۔ اور جس شخص نے دریائے اخفٰے میں غوطہ لگایا ہو۔ اور اس کے ذرات میں سے ذرہ تک پہنچا ہو۔ اور اس پر اطلاع پائی ہو۔ وہ کبریت احمر ہے۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ۔ یہ اللہ تعالےٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے +

سوال۔ تو اس امر کا معتقد ہے کہ جو کمالات نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو حاصل ہوتے ہیں اس کے کامل تابعداروں کو تبعیت کے طور پر ان کمالات سے حصہ حاصل ہوتا ہے۔ پس لازم آتا ہے کہ ان کو وصل عریانی سے بھی حصہ حاصل ہوگا۔ حالانکہ وہی حائل درمیان ہے ؟

جواب۔ وصل عریانی میں نبی کا حیلولہ ضرر نہیں رکھتا۔ کیونکہ وہ وصل تبعیت کے طور پر ہے نہ اصالت کے طور پر۔ پس حیلولہ تبعیت کا موکد ہوگا نہ کہ اس کے منافی۔ کیونکہ تبعیت کے معنے متوسط کا حاصل ہونا ہے نہ کہ متوسط کا رفع ہونا کہ وہ مقام اصالت کے مناسب ہے پس حیلولہ

بھی ہوگا اور وصل عریانی بھی تبعیت کے طور پر میسر ہوگا۔ فافہم ✦

سوال۔ کیا سبب ہے کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کامل تابعداروں کے حق میں وصل عریانی اور تجلی ذاتی کا اطلاق کرتے ہیں۔ اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں ایسا اطلاق تجویز نہیں کرتے۔ حالانکہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا حیلولہ دونوں کے حق میں حاصل ہے؟

جواب۔ کامل تابعداروں کے حق میں اس اطلاق کا تجویز کرنا تبعیت کے اعتبار سے ہے کہ نبی کا توسط اس اطلاق کے منافی نہیں ہے۔ جیسے کہ گذر چکا۔ اور دوسرے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اگر یہ اطلاق تجویز کیا جائے تو اصالت کے اعتبار سے ہوگا۔ کیونکہ یہ بزرگوار اصالت کے طور پر منازل کو قطع کر کے ذات حق تعالےٰ تک پہنچے ہیں اور کچھ شک نہیں کہ اصالت کی صورت میں متوسط کا حاصل ہونا اس اطلاق کے منافی ہوگا۔ پس فرق واضح ہوگیا ✦

جاننا چاہیئے کہ گذشتہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اس اُمت کے کامل تابعداروں کے درمیان اصالت و تبعیت کا فرق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کا موجب ہے کیونکہ اصل مقصود وہی ہے اور تابع طفیلی۔ اگرچہ تابعداروں پر وصل عریانی اور تجلی ذات کا اطلاق صحیح ہے اور متبوعوں میں یہ اطلاق جائز نہیں۔ لیکن طفیلی کی کیا طاقت ہے کہ مقصودی کے ساتھ برابری کرے۔ اور کس طرح برابری کر سکے۔ جب کہ اصل میں وہ دولت اتم و اکمل طور پر ہے۔ اور تابع میں اسم و رسم کے طور پر۔ لیکن اس قدر مناسبت نسبت کو درست کرتی ہے۔ اور تابع کو متبوع کی طرح بناتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی امت کے علما کو بنی اسرائیل کی مانند فرمایا ہے ✦

اس بیان سے واضح ہوا کہ اس امت کے اولیا کو تجلی ذات کا حاصل ہونا۔ ان انبیاء پر جن کو تجلی ذات حاصل نہیں، فضیلت کا باعث نہیں ہے۔ اس بات کو غور سے سوچنا چاہیئے کیونکہ یہ مقام لغزش ہے۔ اور انصاف کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ نے اپنے حبیب حضرت محمد صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل اپنے علوم کے ساتھ اس ضعیف بندے کو ممتاز فرمایا ہے ✦

سوال۔ یہ امر ثابت و مقرر ہے کہ پیدائش سے مقصود حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ دوسرے نفس وجود اور حصول کمالات میں ان کے طفیلی ہیں۔ اور انہی کی تبعیت سے بلند درجوں تک پہنچتے ہیں۔ اسی واسطے قیامت کے دن حضرت آدم علیہ السلام وغیرہ سب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے کے نیچے ہونگے۔ اور تو نے اوپر کہا ہے کہ تمام انبیاء

علیہم الصلوٰۃ والسلام کو وصول کی دولت بطریق اصالت حاصل ہے نہ بطریق تبعیت۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اور جیسے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے اپنی حقیقت کی جہت سے حضرت ذات تعالےٰ کی طرف راستے ہیں۔ اور اس وصول میں تبعیت نہیں۔ برخلاف امتوں کے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تبعیت سے ان کے حقائق کی راہ سے اپنی اپنی استعداد کے مناسب مطلب تک پہنچ جاتے ہیں اور اصالت ان کے حق میں مفقود ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ دوسروں کا وصل اگرچہ اصالت کے طور پر ہو وصل عریانی نہیں ہے۔ کیونکہ خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حقیقت مطلوب کا پیرہن شعر ہوئی ہے۔ پس اول جو فیض کہ آتا ہے اس حقیقت کے ساتھ اتصال پاتا ہے۔ بعد ازاں اس کے وسیلہ سے دوسروں کو پہنچتا ہے۔ اور تبعیت کے معنے بھی توسط کا حاصل ہونا ہے۔ پس وہ اصالت اس تبعیت کے مخالف نہیں۔ اور اچھی طرح معلوم کرنا چاہیئے کہ وہ تبعیت جو امتوں کے حق میں کہی گئی ہے۔ وہ اس تبعیت کے ماسوا ہے جو اصالت کے منافی ہے۔ جیسے کہ کئی بار ذکر ہو چکا ہے۔ پس دونوں کے درمیان فرق ظاہر ہو گیا۔

سوال۔ اگر کہیں کہ کاملوں کو مراتب عروج میں مرتبہ صفت الحیات سے بھی حصہ حاصل ہوتا ہے یا نہیں۔ میں کہتا ہوں کہ حاصل ہوتا ہے اور اگر کہیں کہ اوپر مذکور ہو چکا ہے کہ اس صفت کے نہایت کو حضرت ذات تعالےٰ میں اضمحلال و تلاشی ہے۔ اور محو و تلاشی سے کاملوں کا کیا نصیب ہو گا۔ حالانکہ تو نے بیان کیا ہے کہ تعینات حقائق کے لئے اضمحلال عینی نہیں ہے اور اگر ہے تو نظری ہے۔ کیونکہ اضمحلال عینی الحاد و زندقہ تک پہنچا دیتا ہے؟

جواب۔ اضمحلال عینی کی کیا ضرورت ہے اضمحلال نظری کافی ہے۔ اگرچہ اس اضمحلال میں بہت سے مراتب متفاوت ہیں۔ فافہم۔ واللہ سبحانہ اعلم بحقیقۃ الحال (پس سمجھ لے اور حقیقت حال کو اللہ تعالےٰ ہی جانتا ہے)۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا

سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا۔ اور حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۹۵

نظر بر قدم و ہوش در دم و سفر در وطن و خلوت در انجمن کے بیان میں جو طریقہ علیہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار مشائخہا میں اصول مقررہ ہیں۔ حاجی یوسف کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے :۔

جاننا چاہیئے کہ طریقہ علیہ نقشبندیہ کے اصول مقررہ میں سے ایک نظر بر قدم ہے نظر بر قدم سے مراد یہ نہیں کہ نظر قدم سے تجاوز نہ کرے۔ اور قدم سے زیادہ بلندی کی خواہش نہ کرے کیونکہ یہ بات خلاف واقع ہے۔ بلکہ مراد یہ ہے کہ نظر ہمیشہ قدم سے بلندی کی طرف چڑھے۔ اور قدم کو اپنا ردیف بنائے۔ کیونکہ بلندی کے زینوں پر پہلے نظر چڑھتی ہے۔ اس کے بعد قدم صعود کرتا ہے۔ اور جب قدم مرتبہ نظر میں پہنچتا ہے۔ نظر اس سے اوپر کے زینہ پر آجاتی ہے۔ اور قدم بھی اس کی تبعیت میں اس زینہ پر چڑھ آتا ہے۔ بعد ازاں نظر پھر اس مقام سے ترقی کرتی ہے۔ علٰے ہذا القیاس۔ اور اگر مراد یہ ہے کہ نظر اس مقام تک ترقی کرے جہاں قدم کی گنجائش نہ ہو۔ یہ بات بھی غیر واقع ہے۔ کیونکہ قدم کے تمام ہونے کے بعد اگر نظر تنہا نہ ہو۔ تو بہت سے مراتب فوت ہو جاتے ہیں ؛

اس کا بیان یہ ہے کہ قدم کی نہایت سالک کی استعداد کے مراتب کی نہایت تک ہے بلکہ اس نبی کی استعداد کے نہایت تک ہے جس کے قدم پر وہ سالک ہے۔ لیکن قدم اول بالاصالت ہے اور دوسرا قدم اس نبی کی تبعیت سے ہے۔ اور اس استعداد کے مراتب سے اوپر اس کا قدم نہیں لیکن نظر ہے۔ اور یہ نظر جب تیزی حاصل کرلے۔ تو اس کا منتہا اس نبی کی نظر کے مراتب کی نہایت ہے۔ جس کے قدم پر وہ سالک ہے۔ کیونکہ نبی کے کامل تابعداروں کو اس کے تمام کمالات سے حصہ حاصل ہوتا ہے۔ لیکن مراتب استعداد کی نہایت تک جو سالک کی اصالت اور تبعیت سے ہے۔ قدم و نظر موافقت رکھتے ہیں۔ بعد ازاں قدم کوتاہی کرتا ہے۔ اور نظر تنہا صعود کرتی ہے اور اس نبی کے مراتب نظر کی نہایت تک ترقیاں کرتی ہے۔ پس معلوم ہوا کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نظر بھی ان کے قدم پر صعود کرتی ہے۔ اور ان بزرگواروں کے کامل تابعداروں کو بھی ان کے نظر کے مقام سے حصہ حاصل ہے۔ جیسے کہ ان کے قدم کے مقام سے نصیب حاصل ہے۔ اور حضرت خاتم الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قدم کے اوپر مقام رویت ہے جس کا وعدہ

دوسروں کو آخرت پر رویا گیا ہے۔ جو کچھ دوسروں کے لئے اُدھار ہے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے نقد ہے۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل تابعداروں کو اس مقام سے بھی حصہ حاصل ہے اگرچہ رؤیت نہیں ہے ؎

فریادِ حافظ ایں ہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصۂ غریب و حدیثِ عجیب ہست

ترجمہ ؎ نہیں بفائدہ حافظ کی فریاد بہت عمدہ ہے اس کا ماجرا بھی

اب ہم اصلی بات کو بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ اگر نظر بر قدم سے مراد یہ ہو کہ قدم نظر سے تخلف نہ کرے اس طرح پر کہ کسی وقت مقام نظر تک نہ پہنچے۔ تو نیک ہے۔ کیونکہ یہ معنی ترقی کے مانع ہیں۔ ایسے ہی اگر نظر و قدم سے مراد ظاہری نظر و قدم لئے جاویں تو بھی گنجائش ہے۔ کیونکہ رستہ میں چلنے کے وقت نظر پراگندہ ہو جاتی ہے۔ اور ہر طرح کے محسوسات کی طرف لگ جاتی ہے۔ اگر نظر کو قدم پر لگایا جاوے تو جمعیت کے اقرب ہے۔ اور یہ مراد دوسرے کلمہ کے معنے کے مناسب ہے جو اس کا قرین ہے اور وہ کلمہ ہوش در دم ہے۔ غرض اول اس تفرقہ کے دفع کرنے کے لئے ہے۔ جو آفاق سے پیدا ہوتا ہے۔ اور کلمۂ دوسرا انفس کے تفرقہ کو دفع کرتا ہے۔ اور کلمہ تیسرا جو ان دو کلموں کے قرین ہے سفر در وطن ہے۔ اور وہ انفس میں سیر کرنے سے مراد ہے جو اندراج النہایت فی البدایت کے حاصل ہونے کا باعث ہے۔ جو اس طریقہ علیہ کے ساتھ مخصوص ہے۔ اگرچہ سیر انفسی تمام طریقوں میں ہے لیکن سیر آفاقی کے وصول کے بعد ہے۔ اور اس طریق میں اسی سیر سے شروع کرتے ہیں۔ اور سیر آفاقی اسی سیر کے ضمن میں مندرج ہے۔ اگر اس اعتبار سے بھی کہدیں کہ اس طریقہ علیہ میں نہایت بدایت میں مندرج ہے۔ تو ہو سکتا ہے۔ اور چوتھا کلمہ جو ان تینوں کلموں کے ساتھ ہی خلوت در انجمن ہے۔ جب سفر در وطن میسر ہو جائے۔ تو انجمن میں بھی خلوت خانہ وطن میں سفر کرتا ہے اور آفاق کا تفرقہ انفس کے حجرہ میں راہ نہیں پاتا۔ یہ بھی اس صورت میں ہے کہ حجرہ کے دروازوں اور روزنوں کو بند کرلیں۔ پس چاہیئے کہ انجمن میں متکلم و مخاطب کا تفرقہ نہ ہو۔ اور کسی کی طرف متوجہ نہ ہو۔ یہ سب تکلفات اور حیلے بہانے ابتدا اور وسط ہی میں ہیں۔ اور انتہا میں ان میں سے کچھ بھی درکار نہیں عین تفرقہ میں جمعیت کے ساتھ اور نفس غفلت میں حاضر رہتے ہیں۔ اس بیان سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ جمعیت میں تفرقہ و عدم تفرقہ منتہی کے حق میں مطلق طور پر مساوی ہے بلکہ مراد یہ ہے کہ تفرقہ اور عدم تفرقہ اس کی باطن کی جمعیت میں برابر ہیں۔ اس کے باوجود اگر ظاہر

گویا باطن کے ساتھ جمع کرلے۔ اور تفرقہ کو ظاہر سے بھی دفع کردے۔ تو بہت ہی بہتر اور مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو فرماتا ہے۔ وَاذْکُرِ اسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْہِ تَبْتِیْلًا۔ اپنے رب کا نام یاد کر اور سب سے توڑ کر اس کے ساتھ جوڑ۔

جاننا چاہیئے کہ بعض اوقات ظاہری تفرقہ سے چارہ نہیں ہوتا۔ تاکہ خلق کے حقوق ادا ہوں۔ پس تفرقہ ظاہری بعض وقات اچھا ہوتا ہے لیکن تفرقہ باطن کسی وقت بھی اچھا نہیں کیونکہ وہ خالص حق تعالیٰ کے لئے ہے پس عبادت سے تین حصے حق تعالیٰ کے لئے مسلّم ہونگے۔ باطن سب کا سب۔ اور ظاہر کا نصف حصہ۔ اور ظاہر کا دوسرا حصہ خلق کے حقوق ادا کرنے کے لئے رہا چونکہ ان حقوق کے ادا کرنے میں بھی حق تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے اس لئے ظاہر کا دوسرا نصف بھی حق تعالیٰ کی طرف راجع ہے۔ اِلَیْہِ یُرْجَعُ الْاَمْرُ کُلُّہٗ فَاعْبُدْہُ۔ تمام امور اسی کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ پس اسی کی عبادت کر۔

مکتوب ۲۹۶

حق تعالیٰ کی صفات بسیط ہونے اور اشیاء کے متعدد تعلق کی نفی کرنے کے بیان میں حضرت مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاٰلِہِ الطَّاھِرِیْنَ اَجْمَعِیْنَ۔ اللہ رب العالمین کی حمد ہے اور سید المرسلین اور ان کی آل پاک پر صلوٰۃ وسلام ہو۔

خدا تجھے سعادتمند کرے تجھے جاننا چاہیئے کہ اس واجب الوجود کے صفات اس کی ذات کی طرح بیچگون وبیچون ہیں۔ اور بسائط حقیقیہ سے ہیں۔ مثلاً علم ایک بسیط انکشاف ہے جس کے ساتھ تمام ازل وابد کے معلومات منکشف ہوتے ہیں۔ اور ایک ہی قدرت کاملہ بسیط ہے۔ جس کے وسیلہ سے تمام اولین وآخرین کے مقدورات ظاہر ہوتے ہیں۔ اور ایک کلام بسیط ہے جس کے ساتھ ازل سے ابد تک گویا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس تمام صفات حقیقیہ کا یہی حال ہے۔ اور وہ تعدد بھی جو معلومات اور مقدورات کے ساتھ تعلق حاصل کرنے کے اعتبار سے پیدا ہوتا ہے۔ اس مرتبہ میں مفقود ہے۔ تمام اشیاء حق تعالیٰ کی معلوم ومقدور ہیں۔ لیکن صفت علم وقدرت کو اشیاء کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ یہ معرفت نظر وعقل کے احاطہ سے باہر ہے

ارباب معقول یعنی اہل فلسفہ ہرگز اس بات کو پسند نہیں کرتے۔ وہ اس بات کو محال جانتے ہیں
کہ اشیا حق تعالےٰ کی معلوم ہوں۔ اور حق تعالےٰ کے علم کا ان سے تعلق نہ ہو۔ اور ایسے ہی اشیا
حق تعالےٰ کی مقدور ہوں۔ اور قدرت ان سے متعلق نہ ہو۔ یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ اس مرتبہ
میں ازل و ابد آن واحد ہیں۔ بلکہ آن بھی گنجائش نہیں رکھتا۔ اور اقرب سے اور اوفق سے زیادہ
کچھ ظاہر نہیں کرتا۔ اور ازل و ابد کے موجودات اسی آن واحد میں منکشف ہیں۔ مثلاً اسی آن واحد
میں زید کو معدوم اور موجود بھی جنین بھی صبی بھی جوان بھی بوڑھا بھی زندہ بھی مردہ بھی برزخ میں
بھی عرصات میں بھی جنات میں بھی برابر جانتا ہے۔ اور معلوم ہے کہ اس آن واحد کو ان موجودات
کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ کیونکہ اگر تعلق پیدا کرے تو آنیت سے نکل جائیگا اور زمانہ نام پائیگا
اور ماضی و مستقبل بن جائیگا۔ پس یہ موجودات اسی آن واحد میں ثابت بھی ہیں اور غیر ثابت بھی
پس اگر انکشاف سے ثابت کیا جائے کہ بسیط حقیقی کو معلومات میں سے کسی معلوم کے ساتھ
تعلق نہیں اور تمام معلومات اسی انکشاف سے معلوم ہوتے ہیں۔ تو کیا عجب ہے۔ کیونکہ
جمع ضدین اس جگہ محال نہیں ہے۔ کیونکہ وہ اتحاد زمان اور اتحاد جہت کے ساتھ مخصوص ہے
اور اس جگہ زمان کی گنجائش نہیں ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ پر زمانہ کے احکام جاری نہیں ہو سکتے
اور اتحاد جہت بھی مفقود ہے۔ کیونکہ اجمال و تفصیل کا فرق ہے۔ جس طرح کلمہ کے مرتبہ میں کوئی شخص
کہدے کہ اسم و فعل و حرف کہ ایک دوسرے کی قسم ہیں سب کو اس مرتبہ میں آن واحد میں متحد
دیکھتا ہوں۔ اور منصرف کو عین غیر منصرف پاتا ہوں۔ اور مبنی کو عین معرب جانتا ہوں۔ اور
کہدے کہ باوجود اس جامعیت کے کلمہ کو ان اقسام میں سے کسی کے ساتھ کچھ تعلق نہیں۔ اور
ان سب سے مستغنی ہے۔ تو کوئی دانا اس شخص کی بات کا انکار نہ کریگا۔ اور اس کو دور از عقل و قیاس
نہ جانیگا۔ تو پھر اس امر میں جس کا ہم بیان کر رہے ہیں یعنی وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى (مثل اعلےٰ اللہ ہی
کے لئے ہے) ہیں کیوں تعجب کرتے ہیں اور کیوں توقف کرتے ہیں۔ اور اس کو دور از عقل
کیوں سمجھتے ہیں۔ اگر یہ کہیں کہ اس قسم کی بات کسی نے نہیں کہی۔ تو پھر کیا ہوا۔ جب کہ دوسروں
کی کلام کے مخالف نہیں ہے اور نہ ہی مرتبہ وجوب کے نامناسب ہے ع

خربوزہ بخور ترا بفالیز چہ کار

ترجمہ ع تو کھا خربوزہ کچھ مطلب نہ رکھ فالیز سے

وہ مثال جو مخلوقات میں کہہ سکتے ہیں۔ اس معرفت کی توضیح کے لئے ہے جو انہوں نے کہی ہے

کہ علت کا علم معلول کے علم کو مستلزم ہے۔ اور اس صورت میں مُدرکہ بالاصالۃ علت کی طرف متوجہ ہے۔ اور علت کے ساتھ متعلق ہے۔ اور معلول کا علم علت کے علم کی تبعیت سے ہے بغیر اس بات کے کہ تعلق ثانی پیدا کرے لیکن معقولی یعنی فلسفے والے اس صورت میں بھی مرتبہ ثانی میں علم کے تعلق کے بغیر معلول کی معلومیت تجویز نہیں کرتے۔ اگرچہ وہ تعلق بالاصالت نہ ہو اس مثال سے زیادہ واضح مثال معلوم نہیں کہ مل سکے۔ اور ہمارا مقصود توضیح ہے نہ اثبات وَاللّٰہُ تَعَالٰی اَعْلَمُ بِحَقَائِقِ الْاُمُوْرِ کُلِّہَا۔ اللہ تعالیٰ تمام کاموں کی حقیقت کو زیادہ جانتا ہے۔

وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ الْمُبَارَکَاتُ۔ اور صلوٰۃ وسلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا۔ اور حضرت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا اس پر اور اس کی آل پر درود اور تسلیمات اور مبارک تحیات ہوں۔

مکتوب ۲۹۷

حق تعالیٰ کے احاطہ اور سریان کی تحقیق اور مثالوں کے ساتھ اس کی توضیح اور مراتب وجوبی اور امکانی کی حفظ کی رعایت میں مولانا بدرالدین کی طرف صادر فرمایا ہے۔

جاننا چاہئے کہ حق تعالیٰ کا احاطہ اشیاء کے ساتھ ایسا ہے جیسے مجمل کا احاطہ مفصل کے ساتھ۔ اور اشیاء میں اس کا سریان ایسا ہے جیسے کہ کلمہ اپنے تمام اقسام میں ساری ہے یعنی اسم و فعل و حرف میں اور ان کی قسموں کی قسموں یعنی ماضی و مضارع و امر و نہی اور مصدر اور اسم فاعل اور مفعول اور مستثنیٰ متصل اور مستثنیٰ منقطع اور حال اور تمیز اور ثلاثی اور رباعی اور خماسی اور حروف جارّہ اور ناصبہ اور وہ حروف جو افعال کے ساتھ مختص ہیں اور وہ حروف مشبّہ جو ان پر داخل ہونے والے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ جو غیر متناہی تقسیموں میں منقسم ہیں۔ ان سب میں کلمہ جاری وساری ہے۔ یہ سب اقسام کلمہ کے غیر نہیں۔ بلکہ یہ سب اعتبارات ہیں جو کلمہ کے تحت میں مندرج ہیں۔ اور کلمہ سے تفصیل اور تمیز پانے اور ایک دوسرے سے متمیز ہونے کے باعث اعتبار کلّی کے سوا اور کوئی شے ان سب کو کلمہ پر زیادہ نہیں جانتے۔ اور خارج میں کلمہ کے سوا اور کچھ موجود نہیں اسی واسطے یہ حمل درست ہے لیکن مراتب میں سے ہر مرتبہ کا ایک نام ہے جو اس کے ساتھ مخصوص ہے اور خاص احکام ہیں جو دوسرے میں پائے نہیں جاتے۔ مثلاً جو مستقل طور پر

اپنے معنوں پر دلالت کرے۔ اور اس میں زمانہ کا تعلق بھی ہو، تو اس کو فعل کہتے ہیں۔ اور جو بالاستقلال اپنے معنے پر دلالت کرے۔ اور اس میں زمانہ کا تعلق نہ ہو۔ تو وہ اسم ہے۔ اور جو اپنے معنے پر بالاستقلال دلالت نہ کر سکے، اس کو حرف کہتے ہیں۔ اسی طرح جن میں گذشتہ زمانہ پایا جاوے، اس کو فعل ماضی کہتے ہیں۔ اور جس میں زمانہ حال و استقبال پایا جائے۔ اُس کو مضارع کہتے ہیں۔ اور جس میں نو مشہور علتوں میں سے دو علتیں پائی جائیں اس کو غیر منصرف کہتے ہیں ورنہ منصرف۔ ایسے ہی حروف کا حال ہے کہ جو جر کا عمل کرتے ہیں۔ ان کو جارہ کہتے ہیں۔ اور جن کا عمل نصب ہے اُن کو ناصبہ کہتے ہیں +

پس ایک مرتبہ کے اسم کا دوسرے مرتبہ کے اسم پر اطلاق کرنا اور ایک کے احکام کو دوسرے پر جاری کرنا ایسا ہے جیسے فعل ماضی کو مضارع پر اور منصرف کو غیر منصرف پر اور جارہ کو ناصبہ پر اطلاق کریں۔ حالانکہ سب کو اپنے اپنے مرتبہ میں کلمہ کہتے ہیں۔ پس ایک احکام کو دوسرے پر جاری کرنا محض گمراہی اور راہ راست سے خارج ہونا ہے +

پس ہم کہتے ہیں اور اللہ تعالےٰ ہی زیادہ جانتا ہے کہ منزل وجود تعالےٰ کے مراتب میں سے ہر مرتبہ کے لئے خاص خاص نام اور خاص خاص احکام ہیں جو اس کے سوا کسی اور مرتبہ میں پائے نہیں جاتے۔ پس وجوب ذاتی اور استغنا ذاتی مرتبہ جمع اور الوہیت کے ساتھ مختص ہیں اور امکان ذاتی اور افتقار ذاتی مرتبہ کون[۱] و فساد کے ساتھ مخصوص ہیں +

مرتبہ اول، ربوبیت اور خالقیت کا مرتبہ ہے۔ اور مرتبہ دوم عبودیت اور مخلوقیت کا مرتبہ ہے۔ پس اگر ایک کے ناموں کو دوسرے پر اطلاق کریں یا ایک مرتبہ کے مختصہ احکام کو دوسرے مرتبہ پر جاری کریں تو یہ زندقہ صرف اور کفر محض ہے +

پھر بڑے تعجب کی بات ہے کہ بعض ملحد اور زندیق کس طرح مراتب کو ملا دیتے ہیں اور ایک مرتبہ کے احکام کو دوسرے مرتبہ پر جاری کرتے ہیں۔ اور ممکن کو واجب کی صفات سے اور واجب کو ممکن کی صفات سے موصوف کرتے اور ملاتے ہیں۔ حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ ممکن جو ایک ہی مرتبہ ہے اس کے صفات ایک دوسرے سے الگ الگ ہیں۔ اور ان کے احکام مختلف ہیں۔ اور جانتے ہیں کہ مرتبہ کونیہ میں باہم متحد ہونے کے باوجود بھی ان کا باہمی تمایز اور ان کے احکام کا اختلاف ہرگز زائل نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ بدیہی طور پر جانتے ہیں کہ مثلاً حرارت اور احتراق یعنی گرمی اور جلانا آگ کی صفات میں سے ہے جو اسی کے ساتھ مخصوص ہیں۔

[۱] کون و فساد سے دنیا مراد ہوتی ہے + ۱۲ م

اور ان میں سے کوئی بھی صفت پانی میں نہیں پائی جاتی اور نہ ہی ان صفات سے موصوف کیا جا سکتا ہے۔ ایسے ہی برودت یعنی سردی پانی کے ساتھ مختص ہے جو آگ میں ہرگز نہیں۔ اور اسی طرح ان کے ازواج اور امہات یعنی اقسام میں اجناس میں فرق کرتے ہیں۔ اور ان کے احکام جدا جدا ہونے کا حکم کرتے ہیں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْهَادِیْ اِلٰی سَبِیْلِ الرَّشَادِ۔ اللہ تعالیٰ ہی راہ راست کی ہدایت دینے والا ہے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی۔ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا۔

مکتوب ۲۹۸

نہایت کار تک پہنچنے کے بیان میں اشارت خفیہ اور عبارت لطیفہ کے طور پر۔ میر محب اللہ مانکپوری کی طرف صادر فرمایا ہے۔ اور اس معما کے بھید سے مخدوم قدس سرہٗ کلاں علیہ الرحمۃ والرضوان کے سوا یاروں میں سے کوئی یار مطلع نہیں ہوا:۔

خدا تجھے ہدایت دے۔ تجھے واضح ہو کہ مدتوں تک جب کہ سیر ظلال میں رکھتا تھا۔ ظل کے وصول میں عین کا حصول پاتا تھا۔ اب جو اصل تک پہنچنا میسر ہوا ہے۔ سوائے ظل کے کچھ حاصل نہیں کرتا۔ جیسے کہ آئینہ جو اس شخص کے ہاتھ میں ہو۔ جو اس آئینہ کی طرف پہنچنے والا ہے اور اس آئینہ کو اس شخص سے سوائے ظل کے اور کچھ حاصل نہیں۔ فَافْهَمْ فَاِنَّ كَلَامَنَا اِشَارَةٌ (پس سمجھ لے کیونکہ ہماری کلام اشارہ ہوتی ہے) بیان کے مناسب وہ عبارت جو رمز و اشارہ کے طریق پر لکھی گئی ہے۔ اس مقام کے مناسب جان کر اس مکتوب میں بھی درج کر دی ہے۔ اس کو سمجھ لیں وہ عبارت یہ ہے:۔

ذکر خیاں ماخوذ از پیر راہ داں مداومت براں بازگشت بفضل حضرت رحمان وصل عریان[1] باقی ہمہ حسبان:

یعنی اول پیر راہ داں سے ذکر سیکھیں اور پھر اس پر مداومت کریں تاکہ بازگشت حاصل ہو اس کے آگے اللہ تعالیٰ کا فضل درکار ہے تاکہ وصل عریانی نصیب ہو۔ وصل مقصود یہی ہے باقی سب وہم و گمان ہے۔

---

[1] ناظرین پر پوشیدہ نہ ہے کہ یہ مذکورہ بالا عبارت کا ترجمہ خاکسار مترجم نے اپنے فہم قاصر کے موافق لکھدیا ہے۔ اگر کسی صاحب کو پوری پوری حقیقت معلوم ہو جائے تو اطلاع بخش کر سرفراز فرمائیں۔ تاکہ اس کی صحت کی جائے۔ لان فوق کل ذی علم علیم۔
خاکسار مترجم عفی عنہ

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَتَمُّهَا وَمِنَ التَّحِيَّاتِ اَكْمَلُهَا۔ اور سلام ہو اُس شخص پر جو ہدایت کے راہ پر چلا۔ اور حضرت مصطفٰے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا ۔

مکتوب ۲۹۹

معصیت کی ماتم پرسی اور قضا کے ساتھ صبر و رضا پر دلالت کرنے اور مرگ طاعون کی فضیلت میں۔ اور اس بیان میں کہ طاعون کی زمین سے بھاگنا گناہ کبیرہ ہے۔ جیسے کہ یوم زحف یعنی کفار کے جنگ سے بھاگنا گناہ ہے۔ شیخ فرید راکھولی کی طرف صادر فرمایا ہے:-

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض کرتا ہے کہ آپ کا مکتوب شریف پہنچا۔ آپ نے مصیبتوں کا حال لکھا ہوا تھا۔ واضح ہوا۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ صبر و تحمل کرنا چاہئے اور قضا پر راضی ہونا چاہئے ؎

من از تو روئے نہ پیچم گرم بیازاری کہ خوش بود ز عزیزاں تحمل و خواری

ترجمہ: تو خواہ کتنا ستائے پھروں نہ تجھ سے کبھی
کہ تیری سختی و خواری ہے کتنی مجھ کو بھلی ؎

اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ مَا اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْ عَنْ كَثِيْرٍ۔ جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے تمہارے ہاتھوں کی کمائی کے باعث پہنچتی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ بہت کچھ معاف کرتا ہے ۔

اور فرماتا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ۔ بر و بحر میں لوگوں کے اعمال کے باعث فساد مچ گیا ۔

اس ملک میں ہمارے اعمال کی شومی سے اول پیر ہے ہلاک ہوئے جو ہم سے زیادہ اختلاط رکھتے تھے۔ اور پھر عورتیں جن کے وجود پر نوع انسانی کی نسل و بقا کا مدار ہے، مردوں کی نسبت زیادہ مر گئیں۔ اور جو کوئی اس وبا میں مرنے سے بھاگا اور سلامت رہا اس نے اپنی زندگی پر خاک ڈالی۔ اور جو شخص نہ بھاگا اور مر گیا۔ اس کو موت شہادت کی مبارک باد اور خوشخبری ہے ۔

شیخ الاسلام ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب بذل الماعون فی فضل الطاعون میں تحقیق سے لکھا ہے کہ جو شخص طاعون سے مر جائے اس سے کوئی سوال نہیں ہوتا۔ کیونکہ وہ ایسا ہے جیسے لڑائی میں قتل ہوا۔ اور جو شخص طاعون میں طلب اجر کی نیت سے صبر کرتا ہے اور جانتا ہے کہ مجھے وہی کچھ پہنچیگا جو میرے لئے اللہ تعالےٰ نے لکھا اور مقدر کیا ہے تو وہ شخص اگر طاعون کے سوا کسی اور بیماری سے بھی مر جائے تو اس صورت میں بھی اس کو عذاب نہ ہوگا۔ کیونکہ وہ مُرابط یعنی جہاد کے مستعد اور تیار شدہ کی مانند ہے۔

اسی طرح شیخ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب شرح الصدور فی حال الموتیٰ والقبور میں ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ بڑی اعلےٰ حجت ہے اور جو شخص کہ نہ بھاگا اور نہ مرا وہ غازیوں اور مجاہدوں اور صابروں اور بالاکشوں میں سے ہے۔ کیونکہ ہر شخص کے لئے اجل مقرر ہے، جو ہرگز آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔ اور اکثر بھاگنے والے جو سلامت رہے ہیں اسی واسطے رہے ہیں کہ ابھی ان کی اجل نہ آئی تھی۔ نہ کہ یہ بھاگ کر مرگ سے بچ گئے۔ اور اکثر صابر لوگ جو ہلاک ہو گئے وہ بھی اپنی اجل ہی سے ہلاک ہوئے ہیں۔ پس نہ ہی بھاگنا بچا سکتا ہے اور نہ ہی ٹھیرنا ہلاک کر دیتا ہے۔ یہ طاعون سے بھاگنا یوم زحف یعنی جنگ کفار کی بھاگنے کی طرح ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ یہ اللہ تعالےٰ کی طرف سے مکر و استدراج ہے کہ بھاگنے والے سلامت رہتے ہیں اور صبر کرنیوالے ہلاک ہو جاتے ہیں۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّ يَهْدِیْ بِهٖ كَثِيْرًا (اکثر کو گمراہ کرتا ہے اور اکثر کو ہدایت دیتا ہے)۔

آپ کے صبر و تحمل اور مسلمانوں کے ساتھ آپ کی امداد و اعانت کی نسبت سُنا جاتا ہے اللہ تعالےٰ آپ کو اس کام پر جزائے خیر دے۔ بچوں کی تربیت اور ان کی تکلیف برداشت کرنے سے دل تنگ نہ ہوں۔ کیونکہ بہت سے اجر کی اُمید اسی پر مترتب ہے۔ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے۔ والسلام۔

مکتوب ۳۰۱

پوشیدہ اسرار اور غریبہ معارف کو رمز و اشارہ کی زبان کے ساتھ بیان کرنے۔ اور مقام قاب قوسین او ادنیٰ کی نسبت اشارہ کرنے کے بیان میں جامع علوم عقلی و نقلی مخدوم زادہ مجدالدین محمد معصوم سلمہ اللہ تعالیٰ کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ سَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو۔

جب انسان کامل مراتب اسما و صفات کے تفصیلی سیر کو طے کرکے جامعیت تامہ پیدا کرلیتا ہے اور اسما و صفات الٰہی کے کمالات کا آئینہ بنجاتا ہے۔ اور اس کا عدم ذاتی جو ان کمالات کا آئینہ ہے۔ پورے طور پر پوشیدہ ہوجاتا ہے۔ اور ان کمالات کے سوا اس میں اور کوئی چیز ظاہر نہیں ہوتی۔ تو اس وقت فنائے تام کے حاصل ہونے کے بعد جو اس کے عدم کے نفی ہونے پر وابستہ تھی۔ ایک خاص بقا کے ساتھ جو ان کے کمالات پر منحصر ہے۔ مشرف ہوتا ہے۔ اور ولایت کا اسم اس پر صادق آتا ہے۔ اس کے بعد اگر حق تعالیٰ کی عنایت ازلی شامل حال ہوجائے تو ہوسکتا ہے۔ کہ پھر یہ کمالات جن کے ساتھ عارف نے بقا حاصل کی تھی۔ حضرت ذات کے آئینہ میں منعکس ہوجائیں۔ اور وہاں ظہور پیدا کریں۔ اس وقت قاب قوسین کا سر ظہور میں آتا ہے۔

جاننا چاہئے کہ اس مقام میں آئینہ میں کسی شئے کے ظہور سے مراد یہ ہے کہ اس شئے کو اس آئینہ کے ساتھ نسبت مجہولہ حاصل ہوجائے۔ نہ یہ کہ وہاں آئینے کی حقیقت ہے۔ اور وہ شئے اس میں حاصل ہے۔ وَلِلّٰہِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی (مثال اعلیٰ اللہ ہی کے لئے ہے) اور جب وہ کمالات جن کے ساتھ عارف نے بقا حاصل کی تھی۔ حقیقت و اصالت کے طور پر آنجناب پاک کے آئینہ میں منعکس ہوجاتے ہیں اور وہاں ظہور پیدا کرتے ہیں۔ اور وہاں اس کو نسبت مجہول الکیفیت حاصل ہوجاتی ہے۔ تو اس وقت انا جو عارف کے ساتھ تعلق رکھتا تھا وہاں اطلاق پاتا ہے۔ اور اپنے آپ کو وہ کمالات ظاہر دیکھتا ہے۔ مقام قاب قوسین میں آنا کا نہایت عروج یہیں تک ہے۔

اے فرزند! سن لے کہ صورت کا آئینہ جس میں حسن و جمال منعکس ہوتا ہے۔ اگر بالفرض وہ آئینہ علم کی صورت پیدا کرلے تو بالضرور اس حسن و جمال کے ظہور سے متلذذ ہوگا۔ اور حظ وافر حاصل کریگا۔ اور حقیقت کے آئینہ میں اگرچہ لذت و الم جو صفات امکان سے ہے۔ مفقود ہے لیکن وہ امر جو اس مرتبہ علیہ کے لائق ہے۔ اور نقص و حدوث کے نشان سے پاک ہے، کائن و ثابت ہے ؎

فریاد حافظ اینہمہ آخر بہرزہ نیست
ہم قصۂ عجیب و حدیث غریب ہست

ترجمہ:
نہیں بیفائدہ حافظ کی فریاد
عجب ہے ماجرا اس کا سراسر

یہ کمالات ظاہرہ جنہوں نے اس مرتبہ میں نسبت مجہول الکیفیت حاصل کی ہے ان کی نسبت بعینہ ایسی ہے۔ جیسے انسان کے عالم خلق کو عالم امر کے ساتھ نسبت ہے۔ اس مقام میں مَنْ عَرَفَ نَفْسَہٗ فَقَدْ عَرَفَ رَبَّہٗ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) کا سر حاصل ہوتا ہے۔ اور جب ان کمالات ظاہرہ نے جو حضرت ذات تعالےٰ کے اجمال کی تفصیل ہیں حضرت اجمال کے ساتھ مجہول الکیفیت نسبت پیدا کر کے اور بلاکیف اتصال حاصل کر کے حضرت اجمال کی آئینہ داری کی۔ تو حضرت اجمال میں مجرد اعتبار اور محض توہم سے تفصیل بھی پیدا ہو گئی۔ جو عارف کے انا کے عروج کا باعث ہوئی۔ یہ کمال مقام اَوْ اَدْنیٰ پر وابستہ ہے ع

قلم اینجا رسید و سر بشکست

ترجمہ ع قلم جب اس جگہ پہنچا قلم سر ہو گیا اس کا

یہ ہے نہایت النہایت اور غایت الغایت کا بیان جس کا سمجھنا خواص کے ادراک سے کوسوں دور ہے۔ پھر عوام کا کیا ذکر۔ بلکہ اخص خواص سے بھی بہت کم لوگ اس دولت اور معرفت سے سرفراز ہوئے ہیں ؎

اگر بادشاہ بر در پیر زن | بیاید تو اے خواجہ سبلت مکن

ترجمہ ؎ اگر بڑھیا کے در پر آئے سلطان | تو اے خواجہ نہ ہو ہرگز پریشاں

یہ نہایت ظہورات و تجلیات کے اعتبار سے نہیں ہے کیونکہ اس کے بعد کسی قسم کی تجلی اور ظہور متصور نہیں ؎

وَمِنْ بَعْدِ ھٰذَا مَا یَدِقُّ صِفَاتُہٗ | وَمَا کَتْمُہٗ اَحْظٰی لَدَیْہِ وَاَجْمَلُ

ترجمہ بعد ازاں وہ چیز ہے جس کا نہیں لگتا پتا

جس کا مخفی اور در پردہ ہی رہنا ہے بھلا

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَۃَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَعَلٰی جَمِیْعِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی کُلِّ مَلٰئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ وَالتَّحِیَّاتُ وَالْبَرَکَاتُ اَتَمُّھَا وَاَکْمَلُھَا وَاَوْلٰھَا وَاَعْلٰھَا وَاَدْوَمُھَا وَاَبْقَاھَا وَاَعَمُّھَا وَاَنْمٰھَا۔ سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا ❊

مکتوب ۳۰۱

قرب نبوت اور قرب ولایت اور ان راہوں کے بیان میں جو قرب نبوت تک پہنچانے والے ہیں۔ مولانا امان اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے :۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد میرے فرزند مولانا امان اللہ کو واضح ہو کہ نبوت سے مراد وہ قرب الٰہی ہے جس میں ظلیت کی آمیزش نہیں ہے۔ اور اس کا عروج حق تعالےٰ کی طرف میلان رکھتا ہے۔ اور اس کا نزول خلق کی طرف۔ یہ قرب بالاصالت انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے نصیب ہے۔ اور یہ منصب انہی بزرگواروں کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور یہ منصب نبوت حضرت سید البشر علیہ علےٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام پر ختم ہو چکا ہے۔ حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نزول کے بعد حضرت خاتم الرسل صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت کے تابع ہونگے +

حاصل کلام یہ کہ تابعداروں اور خادموں کو اپنے مالکوں اور صاحبوں کی دولت اور پس خوردہ سے حصہ حاصل ہوتا ہے۔ پس انبیاء علیہم الصلوٰۃ کے قرب سے ان کے کامل تابعداروں کو بھی حصہ حاصل ہوتا ہے۔ اور اس مقام کے علوم و معارف اور کمالات بھی بطریق وراثت کامل تابعداروں کو نصیب ہوتے ہیں ع

خاص کند بندۂ مصلحت عام را

ترجمہ ع خاص کر لیتا ہے اک کو تا بھلا ہو عام کا +

پس خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد اس کے کامل تابعداروں کو بطریق تبعیت و وراثت کے کمالات نبوت کا حاصل ہونا اس کی خاتمیت کے منافی نہیں ہے۔ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ۔ کچھ شک نہ کر +

اے فرزند! خدا تعالےٰ تجھے سعادت بخشے۔ تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ وہ راستے جو کمالات نبوت کی طرف پہنچانے والے ہیں دو ہیں۔ ایک وہ راستہ ہے جو مقام ولایت کے مفصل کمالات کے طے کرنے پر موقوف ہے۔ اور ان تجلیات ظلیہ اور معارف سکریہ کے حاصل ہونے پر وابستہ ہے جو قرب ولایت کے مناسب ہیں۔ ان کمالات کے طے کرنے اور ان تجلیات کے حاصل ہونے کے بعد کمالات نبوت میں قدم رکھا جاتا ہے۔ اس مقام وصول میں ظلیت کی طرف التفات نہیں ہوتی +

دوسرا راستہ یہ ہے کہ ولایت کے ان کمالات حاصل ہونے کے ذریعے کمالات نبوت تک پہنچنا میسر ہو جاتا ہے۔ اور یہ دوسرا راستہ شاہ راہ ہے اور کمالات نبوت تک پہنچنے کے لئے زیادہ قریب راستہ ہے ۔

انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب میں سے بہت کم بطریق تبعیت و وراثت اس راستہ سے کمالات نبوت تک پہنچے ہیں ۔ پہلا راستہ بہت دور دراز ہے۔ اور اس کا حاصل ہونا دشوار اور اس کا وصول نا ممکن ہے ۔

بعض اُن اولیا نے جو مقام ولایت میں نزول سے مشرف ہوئے ہیں ان کمالات کو جو مقام نزول سے تعلق رکھتے ہیں۔ کمالات نبوت خیال کیا ہے ۔ اور خلق کی طرف متوجہ ہونے کو جو مقام دعوت کے مناسب ہے ۔ مقام نبوت کی خصوصیتوں میں سے سمجھا ہے ۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے ۔ بلکہ یہ نزول عروج کی طرح ولایت ہی سے ہے ۔ اور وہ عروج و نزول جو مقام نبوت سے تعلق رکھتا ہے، وہ اور ہے جو مقام ولایت سے برتر ہے ۔ اور وہ توجہ بخلق جو نبوت کے مناسب ہے اس توجہ بخلق کے ماسوا ہے ۔ اور یہ دعوت اس دعوت سے جدا ہے جس کو انہوں نے کمالات نبوت سے سمجھا ہے ۔

یہ لوگ کیا کریں ۔ انہوں نے دائرہ ولایت سے باہر قدم رکھا ہی نہیں ۔ اور کمالات نبوت کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں ۔ انہوں نے ولایت کے نصف حصہ کو جو اُس کے عروج کی جانب ہے تمام ولایت خیال کیا ہے اور دوسرے نصف حصے کو جو اس کے نزول کی جانب ہے مقام نبوت تصور کیا ہے ۔

شعر: چو آں کرمے کہ در سنگی نہاں است زمین و آسمان او ہمان است

ترجمہ: وہ کیڑا جو کہ پتھر میں نہاں ہے وہی اُس کا زمین و آسماں ہے

اور ممکن ہے کہ کوئی شخص راہ اول سے وصول پیدا کرلے ۔ اور ولایت و نبوت کے مفصلہ کمالات کو جمع کرے ۔ اور ان دونوں مقاموں کے کمالات کے درمیان کما حقہٗ تمیز حاصل کرلے ۔ اور ایک ایک کے نزول و عروج کو جدا کرے ۔ اور اس بات کا حکم کرے کہ نبی کی نبوت اس کی ولایت سے بہتر ہے ۔

جاننا چاہیئے کہ راہ دوم کے وصول کے بعد اگرچہ مقام ولایت کے مفصلہ کمالات حاصل نہیں ہوئے ۔ لیکن ولایت کا زبدہ و خلاصہ بخوبی میسر ہوا ۔ تو اس لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ اہل ولایت کو کمالات ولایت کا پوست ہاتھ آیا ہے ۔ اور اس واصل نے اس کے مغز کو حاصل کیا ہے ۔ ہاں

بعض ان علوم سکریہ اور ظہورات ظلیہ سے جو ارباب ولایت کو حاصل ہیں۔ وہ واصل بے نصیب ہے لیکن یہ امر بھی زیادتی یا برتری کا باعث نہیں ہے۔ کیونکہ اس واصل کو ان علوم و ظہورات سے ننگ و عار آتی ہے۔ بلکہ مناسب ہے کہ وہ ان کو اپنے حق میں گناہ اور سوء ادب جانے۔ کیونکہ اصل کا واصل اس کے ظلال سے بھاگتا اور پناہ مانگتا ہے ظل کی گرفتاری تب تک ہی ہے جب تک اصل سے واصل نہ ہوں ظل سراسر لاحاصل ہے اور ظل کی طرف توجہ کرنا بے ادبی ہے +

اے فرزند! کمالات نبوت کا حاصل ہونا اللہ تعالےٰ کی محض بخشش اور اُس کے فضل و کرم پر وابستہ ہے۔ کسب و عمل کو اس دولت کے حاصل ہونے میں کچھ دخل نہیں +

بھلا وہ کسب و عمل کونسا ہے جس کے کرنے سے یہ دولت عظمےٰ پیدا ہو اور وہ کونسی ریاضت و مجاہدے ہیں، جن سے یہ نعمت اعلےٰ حاصل ہو۔ برخلاف کمالات ولایت کے کہ جن کی ومقدمات کسب ہے۔ اور اُن کا حاصل ہونا ریاضت و مجاہدہ پر منحصر ہے۔ اگرچہ ہو سکتا ہے کہ بعض کو کسب و عمل کی تکلیف کے بغیر بھی اس دولت کی طرف رہنمائی کریں۔ اور فنا و بقا بھی کہ جس سے مراد ولایت ہے۔ اللہ تعالےٰ کی بخشش ہے۔ اور مقدمات کے کسب کے بعد محض فضل و کرم سے جس کو چاہتے ہیں فنا و بقا کی دولت سے مشرف کرتے ہیں +

آنحضرت علیہ و علےٰ جمیع الانبیاء و المرسلین و علےٰ ملائکۃ المقربین و علےٰ اہل طاعتہ اجمعین الصلوات و التسلیمات کی ریاضتیں اور مجاہدے بعثت سے اول یا پیچھے اس دولت کے حاصل کرنے کے لئے نہ تھے۔ بلکہ ان سے اور کئی قسم کے فائدے اور نفعے منظور تھے مثلاً نیکیوں کی کمی۔ اور بشریت کی لغزشوں کا کفارہ اور درجات کا بلند ہونا۔ اور فرشتہ مرسل کی صحبت کا مدنظر رکھنا جو کھانے پینے سے پاک ہے۔ اور خوارق کا بکثرت ظاہر ہونا جو مقام نبوت کے مناسب ہے وغیرہ وغیرہ +

جاننا چاہیئے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اس موہبت و بخشش کا حاصل ہونا بے توسط و بے وسیلہ ہے۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے اصحاب کے حق میں جو تبعیت و وراثت کے طور پر اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں، انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وسیلہ سے ہے +

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے اصحاب رضی اللہ عنہم اجمعین کے بعد اور لوگ بہت کم اس دولت سے مشرف ہوئے ہیں۔ اگرچہ جائز ہے کہ تبعیت اور وراثت کی

طور پر دوسروں کو بھی اس دولت سے سرفراز فرمائیں ؎

فیضِ روح القدس ار باز مدد فرماید | دیگراں نیز کنند آنچہ مسیحا میکرد

ترجمہ ؎ فیضِ روح القدس کا گر دے مدد تو اور بھی | کر دکھائیں کام جو کچھ کہ مسیحا نے کیا

میں خیال کرتا ہوں کہ اس دولت نے تابعین بزرگواروں پر بھی اپنا پرتو ظاہر کیا ہے اور تبع تابعین بزرگواروں پر بھی اپنا سایہ ڈالا ہے۔ بعد ازاں یہ دولت پوشیدہ ہو گئی ہے حتے کہ آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے الف ثانی (دو ہزار سال) تک نوبت آگئی اور اس وقت پھر وہ دولت تبعیت و وراثت کے طور پر ظاہر ہو گئی اور آخر کو اول سے مشابہ کر دیا ؎

اگر پادشاہ بر در پیر زن | بیاید تو اے خواجہ سلت مکن

ترجمہ ؎ اگر بڑھیا کے در پر آئے سلطاں | تو اے خواجہ نہ ہو ہرگز پریشاں

وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰی عَلَیْهِ وَعَلٰی اٰلِهِ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ اَتَمُّهَا وَاَکْمَلُهَا۔ سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی اور حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا۔

مکتوب ۲۰۳

ولایت سہ گانہ یعنی ولایت اولیا اور ولایت انبیا اور ولایت ملاء اعلےٰ کے فرق اور اس بیان میں کہ نبوت ولایت سے افضل ہے۔ اور بعض ان خاص معارف کے بیان میں جو نبوت سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے مناسب بیان میں ظاہری علوم اور باطنی اسرار و معارف کے جامع مخدوم زادہ مجدالدین محمد معصوم سلمہ اللہ تعالےٰ کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

خدا تجھے ہدایت دے۔ تجھے معلوم ہونا چاہیئے کہ ولایت سے مراد وہ قرب الٰہی ہے جس میں ظلیت کی آمیزش و ملاوٹ ہو۔ اور حجابوں اور پردوں کے حائل ہونے کے بغیر حاصل نہ ہو سکے۔ اگر اولیا کی ولایت ہے تو وہ حضرت ظلیت کے داغ سے داغدار ہے۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت اگرچہ ظلیت سے نکل چکی ہے لیکن اسماء و صفات کے حجاب کے حائل ہونے کے بغیر متحقق نہیں۔ اور ملاء اعلےٰ کی ولایت اگرچہ اسماء و صفات کے حجابوں سے بلند و برتر

ہے لیکن شیون و اعتبارات ذاتیہ کے حجابوں سے چارہ نہیں۔ وہ نبوت و رسالت ہی ہے۔ جس میں ظلیت کی کوئی آمیزش نہیں ہے۔ اور صفات و اعتبارات کے حجاب سب راستہ ہی میں رہ جاتے ہیں۔ پس ناچار نبوت ولایت سے افضل ہوگی۔ اور قرب نبوت ذاتی اور اصلی ہوگا۔ اور جن لوگوں کو ان دونوں کی حقیقت پر اطلاع نہیں ہے۔ انہوں نے اس کے برعکس اور برخلاف حکم کیا ہے۔ پس وصول مرتبہ نبوت میں ہے اور حصول مقام ولایت میں۔ کیونکہ حصول ظلیت کے سوا ناممکن ہے برخلاف وصول کے۔ اور نیز کمال حصول میں دوئی دور ہو جاتی ہے۔ اور کمال وصول میں دوئی باقی رہتی ہے۔ پس دوئی کا دور ہونا مقام ولایت کے مناسب ہے۔ اور دوئی کا باقی رہنا مقام نبوت کے مناسب۔ اور چونکہ دوئی کا دور ہونا مقام ولایت کے مناسب ہے۔ اس لئے سکر ہر وقت مقام ولایت کو لازم ہوگا۔ اور مرتبہ نبوت میں چونکہ دوئی باقی رہتی ہے۔ اس لئے صحو اس مرتبہ کے ساتھ خاص ہے۔ اور نیز تجلیات کا حاصل ہونا خواہ صور و اشکال کے لباس میں ہو۔ خواہ پردۂ انوار و الوان میں سب مقامات ولایت اور اس کے مقدمات اور مبادی کے طے کرنے میں ظاہر ہوتے ہیں۔ برخلاف مرتبہ نبوت کے کہ اس مقام میں اصل کے ساتھ وصول ہے اور ان تجلیات و ظہورات سے جو اس اصل کے ظلال ہیں۔ استغنا و لاپروائی ہوتی ہے، اور ایسے ہی اس مرتبہ کے مبادی و مقدمات کے طے کرنے میں بھی ان تجلیات کی حاجت نہیں ہوتی۔ مگر جب کہ ولایت کی راہ سے عروج واقع ہو۔ لیکن اس وقت بھی ان تجلیات کا حاصل ہونا، ولایت کے باعث ہے نہ کہ نبوت کی راہ وصول کی مسافت طے کرنے کے سبب سے۔ غرض تجلیات و ظہورات ظلال کی خبر دیتے ہیں۔ اور وہ چیز جو ظلال و تجلیات کی گرفتاری سے آزاد ہے، وہ نبوت ہے۔ ما زاغ البصر کا سرمہ اس جگہ طلب کرنا چاہئے ❖

اے فرزند! عشق کا ولولہ اور محبت کا طنطنہ اور شوق انگیز نعرے اور درد آمیز آواز اور وجد و رقص سب مقامات ظلال اور ظہورات و تجلیات ظلیہ کے وقت ہوتے ہیں۔ اصل سے واصل ہونے کے بعد ان امور کا حاصل ہونا متصور نہیں۔ اس مقام میں محبت کے معنے ارادہ طاعت کے ہیں۔ جیسے کہ علما نے فرمایا ہے نہ کہ اس سے اور کوئی زائد معنے جو شوق و ذوق کا منشا ہیں جیسے کہ بعض صوفیہ نے گمان کیا ہے ❖

اے فرزند! غور سے سن۔ چونکہ مقام ولایت میں دوئی کا دور ہونا مطلوب ہے اس واسطے اولیا ارادہ کے زوال اور دور کرنے میں کوشش کرتے ہیں ❖

شیخ بسطامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اُرِیدُ اَنْ لَّا اُرِیدَ (میرا ارادہ یہ ہے کہ کوئی ارادہ نہ رہے) اور مرتبہ نبوت میں چونکہ دوئی کا اٹھ جانا درکار نہیں۔ اس واسطے نفس ارادہ کا زوال مطلوب نہیں۔ اور کس طرح مطلوب ہو۔ جب کہ ارادہ فی حد ذاتہ ایک کامل صفت ہے۔ اگر کوئی نقص اس میں پایا جاتا ہے تو اس کے متعلق کی حیثیت کے باعث ہے۔ پس چاہئے کہ اس کا متعلق کوئی نامناسب اور ناپسندیدہ امر نہ ہو۔ بلکہ اس کی تمام مرادیں حق تعالےٰ کے نزدیک پسندیدہ ہوں۔ اور ایسے ہی مقام ولایت میں تمام صفات بشریت کی نفی میں کوشش کرتے ہیں۔ اور مرتبہ نبوت میں ان صفات کے بُرے متعلقات کی نفی کرتے ہیں نہ کہ ان صفات کی اصل کی نفی، جو فی حد ذاتہ کامل ہیں۔ مثلاً صفت علم جو فی حدِ ذاتہ ایک کامل صفت ہے۔ اگر اس میں کوئی نقص آ گیا ہے تو اس کے بُرے متعلق کے باعث ہے۔ پس اس صفت کے بُرے متعلق کی نفی ضروری ہے نہ کہ اس صفت کے اصل کی نفی۔ علےٰ ہذا القیاس ﴿

پس وہ شخص جو ولایت کی راہ سے مقام نبوت میں آیا ہے۔ اُس کے لئے اثنائے راہ میں اصل صفات کی نفی سے چارہ نہیں۔ اور وہ شخص جو ولایت کی راہ کے بغیر مرتبۂ نبوت میں پہنچا ہے اس کے لئے اصل صفات کی نفی ضروری نہیں۔ اس کو صرف ان صفات کے بُرے متعلقات کی نفی کرنی پڑتی ہے ﴿

جاننا چاہیئے کہ اس ولایت سے جو مذکور ہوئی ہے مراد ظلی ولایت ہے۔ جس کو ولایت صغرےٰ اور ولایت اولیا سے تعبیر کرتے ہیں۔ لیکن انبیا کی ولایت جو ظل سے گذر گئی ہے۔ وہ اور ہے۔ وہاں صفت بشریت کے بُرے متعلقات کی نفی ہے نہ کہ ان صفات کے اصل کی نفی۔ اور جب صفات کے بُرے متعلقات کی نفی حاصل ہو گئی۔ تو گویا انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ولایت حاصل ہو گئی۔ اس کے بعد جو عروج واقع ہوگا۔ وہ کمالات نبوت کے متعلق ہوگا ﴿

اس بیان سے واضح ہوا کہ نبوت کے لئے اصل ولایت کا ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ولایت اس کے مبادی اور مقدمات میں سے ہے۔ لیکن کمالات نبوت تک پہنچنے میں ظلی ولایت کا حاصل ہونا درکار نہیں۔ بعض کے لئے اس کا اتفاق پڑ جاتا ہے۔ اور بعض کے لئے ہرگز اس میں عبور واقع نہیں ہوتا۔ فافہم ﴿

اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اصل صفات کا دُور کرنا ان صفات کے بُرے متعلقات کے دُور کرنے کی نسبت بہت مشکل ہے۔ پس کمالات نبوت کا حاصل ہونا کمالات ولایت حاصل ہونے

کی نسبت زیادہ آسان اور اقرب ہوگا۔ اور ہر امر میں جو اپنے اصل کے ساتھ وصول رکھتا ہے اسکی آسانی اور قرب کی نسبت ہے برخلاف ان امور کے جو اپنی اصل سے جُدا ہیں۔ کیا نہیں دیکھتا کہ اصل کیمیا نہایت آسان عمل سے میسر ہے اور نہایت ہی اقرب طریق سے حاصل ہے۔ اور وہ جو اصل سے جدا ہے وہ محنت میں ہے اور تمام عمر اس کے حاصل کرنے میں فانی کر دیتا ہے پھر بھی حرمان و مایوسی اس کو حاصل ہوتی ہے۔ اور وہ چیز جو اس کو بڑی کوشش کے بعد حاصل ہوتی ہے۔ اس اصل کے مشابہ اور مانند ہوتی ہے اور بسا اوقات وہ عارضی شکل و شباہت اس سے دُور ہو جاتی ہے۔ اور اپنے اصل کی طرف رجوع کر جاتی ہے۔ اور مکر و دغا تک پہنچ جاتی ہے۔ برخلاف اصل کے واصل کے جو باوجود عمل کی آسانی اور راہ کی نزدیکی کے مکر و دغا سے محفوظ ہے۔ اس راہ کے بعض سالک جو سخت ریاضتوں اور مشکل مجاہدوں کے ساتھ ظلال میں سے کسی ظل تک پہنچ جاتے ہیں۔ گمان کرتے ہیں کہ مطلب تک پہنچنا سخت ریاضتوں اور مشکل مجاہدوں پر منحصر ہے۔ اور نہیں جانتے کہ اس راہ کے سوا ایک اور راہ ہے۔ جو زیادہ قریب ہے اور نہایت النہایت تک پہنچانے والا ہے۔ وہ اجتبا (برگزیدہ اور پسندیدہ کرنے) کا راستہ ہے۔ جو محض فضل و کرم پر وابستہ ہے۔ اور وہ رستہ جو انہوں نے اختیار کیا ہے۔ وہ انابت (توبہ و رجوع) کا راستہ ہے۔ جو مجاہدوں پر موقوف ہے۔ اور اس راہ کے واصل اقل قلیل یعنی بہت کم ہیں۔ اور راہ اجتبا کے واصل جم غفیر یعنی بے شمار ہیں۔

تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اجتبا کے راستہ پر چلے ہیں۔ اور ان کے اصحاب بھی تبعیت و وراثت کے طور پر اجتبا کی راہ سے واصل ہوئے ہیں۔ ارباب اجتبا کی ریاضتیں نعمت وصول کا شکر ادا کرنے کے لیے ہیں۔ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس شخص کے جواب میں جس نے آپ سے عرض کیا کہ جب آپ کے اول و آخر گناہ بخشے ہوئے ہیں تو پھر آپ کیوں اتنی تکلیف اور ریاضت برداشت کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اَفَلَا اَكُوْنُ عَبْدًا شَكُوْرًا کیا میں اللہ تعالیٰ کا شکر گذار بندہ نہ ہوں اور انابت والوں کے مجاہدے وصول کے لیے ہیں۔ اور ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔

راہ اجتبا راہ بُردن یعنی دوسرے کو لیجانے والا راستہ ہے۔ اور راہ انابت راہ رفتن یعنی خود چل کر طے کرنے والا راستہ ہے۔ بُردن سے رفتن تک بڑا فرق ہے۔ جلد ہی جلدی لیجاتے ہیں اور جلد ہی پہنچا دیتے ہیں۔ اور دیر دیر سے چلتے ہیں اور راہ ہی میں رہ جاتے ہیں۔

حضرت خواجہ نقشبند قدس سرہ نے فرمایا ہے کہ ہم فضلی یعنی فضل والے ہیں۔ بیشک

سچ ہے جب تک فضل نہ ہو، دوسروں کی نہایت ان کی ہدایت میں کس طرح مندرج ہو۔ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ ذُو الۡفَضۡلِ الۡعَظِیۡمِ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔

اب اصل بات کو بیان کرتے اور کہتے ہیں کہ اس فقیر نے ان عریضوں میں جو اپنے پیر بزرگوار قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں لکھے ہیں، لکھا ہے کہ تمام مرادیں مرتفع ہو گئی ہیں لیکن نفس ارادہ ابھی قائم ہے کچھ مدت کے بعد وہ بھی مرادات کی طرح دُور ہو گیا۔ جب حضرت حق سبحانہ تعالیٰ نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی وراثت سے مشرف فرمایا۔ تو معلوم ہوا کہ اس ارادہ کے بُرے متعلق کا رفع ہوا ہے نہ کہ نفس ارادہ کا کیونکہ لازم نہیں ہے کہ اصل کے رفع ہونے کے بعد بُرے متعلق کا رفع ہونا پورے اور کامل طور پر حاصل ہو۔ بلکہ بسا اوقات محض فضل سے اس قدر میسر ہو جاتا ہے کہ تعمّل و تکلف سے اس کا سواں حصہ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

اے فرزند! مقام ولایت میں دنیا و آخرت کے ہاتھ سے چھوڑنا پڑتا ہے۔ اور آخرت کی گرفتاری کو دنیا کی گرفتاری کی طرح سمجھنا پڑتا ہے۔ اور آخرت کے درد کو دنیا کے طرح نامناسب جاننا پڑتا ہے۔

امام داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اِنۡ اَرَدۡتَ السَّلَامَۃَ سَلِّمۡ عَلَی الدُّنۡیَا وَاِنۡ اَرَدۡتَ الۡکَرَامَۃَ کَبِّرۡ عَلَی الۡاٰخِرَۃِ۔ اگر تو بچاؤ چاہتا ہے تو دنیا کو سلام کہدے اور اگر تو کرامت چاہتا ہے تو آخرت پر تکبیر کہدے۔

اور اسی گروہ میں سے کوئی اور بزرگ اس آیت کے موافق فرماتا ہے مِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرِیۡدُ الدُّنۡیَا وَمِنۡکُمۡ مَّنۡ یُّرِیۡدُ الۡاٰخِرَۃَ بعض تم میں سے دنیا چاہتے ہیں اور بعض تم میں سے آخرت۔ گویا فریقین سے شکایت ہے۔

غرض فنا جو ماسوائے حق کے نسیان سے مراد ہے دنیا و آخرت کو شامل ہے اور فنا و بقا دونوں ولایت کے اجزاء ہیں۔ پس ولایت میں آخرت کا نسیان ضرور ہے۔ اور کمالات نبوت کے مرتبہ میں آخرت کی گرفتاری بہتر اور محمود ہے۔ اور دار آخرت کا درد پسندیدہ اور مقبول ہے۔ بلکہ اس مقام میں آخرت کا درد اور آخرت کی گرفتاری ہے۔

آیت کریمہ یَدۡعُوۡنَ رَبَّھُمۡ خَوۡفًا وَّطَمَعًا اپنے رب کو خوف اور طمع سے پکارتے ہیں، اور آیت کریمہ وَیَخۡشَوۡنَ رَبَّھُمۡ وَیَخَافُوۡنَ عَذَابَہٗ اپنے اللہ سے ڈرتے

اور اس کے عذاب سے خوف کرتے ہیں) اور آیت کریمہ اَلَّذِیْنَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَیْبِ وَھُمْ مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُوْنَ (اپنے اللہ تعالیٰ سے غیب کے ساتھ ڈرتے ہیں اور قیامت کے ڈر سے کانپتے ہیں) اس مقام والوں کے لئے نقد وقت ہے۔ ان کا نالہ و گریہ احوال آخرت کے یاد کرنے سے ہے۔ اور ان کا الم و اندوہ احوال قیامت کے ڈر سے ہے۔ ہمیشہ قبر کے فتنے اور دوزخ کے عذاب سے پناہ مانگتے اور زاری کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ کا ورد ان کے نزدیک درد آخرت ہے۔ اور ان کا شوق و محبت آخرت کا شوق و محبت ہے۔ کیونکہ اگر لقا ہے تو اس کا وعدہ بھی آخرت پر ہے۔ اور اگر رضا ہے تو اس کا کمال بھی آخرت پر موقوف ہے۔ دنیا حق تعالیٰ کی مبغوضہ اور آخرت حق تعالیٰ کی مرضیہ اور پسندیدہ ہے۔ مبغوضہ کو مرضیہ کے ساتھ کسی امر میں برابر نہیں کر سکتے۔ کیونکہ مبغوضہ کی طرف سے منہ پھیر لینا چاہئے۔ اور مرضیہ کی طرف شوق سے بڑھنا چاہئے۔ مرضیہ کی طرف سے منہ پھیرنا عین مکر اور حق تعالیٰ کی مرضی موعود کے برخلاف ہے۔ آیت کریمہ وَاللّٰہُ یَدْعُوْا اِلٰی دَارِ السَّلٰمِ (اللہ تعالیٰ دارالسلام کی طرف بلاتا ہے) ان معنوں پر شاہد ہے۔ حضرت حق سبحانہ تعالیٰ بڑے مبالغہ اور تاکید کے ساتھ آخرت کی ترغیب فرماتا ہے۔ پس آخرت کی طرف سے منہ پھیرنا درحقیقت حق تعالیٰ کے ساتھ معارضہ یعنی لڑائی کرنا۔ اور اس کی مرضی کے دفع کرنے میں کوشش کرنا ہے۔

امام داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ نے باوجود اس بزرگی کے کہ ولایت میں قدم راسخ رکھتے تھے۔ ترک آخرت کو کرامت کہا۔ مگر نہ جانا کہ اصحاب کرام سب کے سب درد آخرت میں مبتلا تھے۔ اور آخرت کے عذاب سے ڈرتے تھے۔

ایک دن حضرت فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اونٹ پر سوار ہوئے ایک کوچہ میں سے گذر رہے تھے کہ کسی قاری نے اس آیت کو پڑھا اِنَّ عَذَابَ رَبِّکَ لَوَاقِعٌ مَّا لَہٗ مِنْ دَافِعٍ (بیشک تیرے رب کا عذاب آنے والا ہے اس کو کوئی ٹالنے والا نہیں) اس کو سنتے ہی آپ کے ہوش جاتے رہے اور اونٹ سے بیخود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ وہاں سے اٹھا کر ان کو گھر لے گئے۔ اور مدت تک اسی درد سے بیمار رہے۔ اور لوگ ان کی بیمار پرسی کو آتے رہے۔ کامل احوال کے درمیان مقام فنا میں دنیا و آخرت کا نسیان میسر ہو جاتا ہے۔ اور آخرت کی گرفتاری کو دنیا کی گرفتاری کی طرح سمجھتے ہیں لیکن جب بقا سے مشرف ہو جائیں اور کام کو انجام تک پہنچائیں اور کمالات نبوت اپنا پرتو ڈالیں۔ تو پھر سب درد آخرت اور دوزخ کے عذاب سے

پناہ مانگنا لاحق حال ہوتا ہے بہشت اور اس کے درختوں اور نہروں اور حور و غلمان کو دنیا کی اشیا کے ساتھ کچھ مناسبت نہیں ہے۔ بلکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے نقیض ہیں جیسے کہ غضب و رضا ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔ اشجار و انہار وغیرہ جو بہشت میں ہیں سب اعمال صالحہ کے نتائج اور ثمرات ہیں ۔

حضرت پیغمبر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ بہشت میں کوئی درخت نہیں ہے اس میں خود درخت لگاؤ۔ یاروں نے عرض کیا کہ ہم کس طرح درخت لگائیں۔ فرمایا کہ تسبیح اور تحمید اور تہلیل کے ساتھ یعنی سُبحان اللہ کہو۔ تاکہ بہشت میں ایک درخت تمہارے لئے لگ جائے پس بہشت کا درخت تسبیح کا نتیجہ ہے۔ اور جس طرح اس کلمہ میں حروف و صوات کے لباس میں کمال تنزیہ پست درج ہے اسی طرح ان کمالات کو بہشت میں درخت کے لباس میں پوشیدہ فرمایا ہے علیٰ ہذا القیاس جو کچھ بہشت میں ہے، عمل صالح کا نتیجہ ہے۔ اور جو کمالات و خوبی کہ نہایت تقیید میں سے اور قول و عمل صالح کے لباس میں مندرج ہے بہشت میں وہی کمالات لذتوں اور نعمتوں کے پردہ میں ظہور کرینگے پس وہ لذت و نعمت ضرور حق تعالےٰ کی پسندیدہ اور مقبول اور بقاء وصول کے لئے وسیلہ ہوگی ۔

رابعہ بیچاری اگر اس سر سے آگاہ ہوتی۔ ہرگز بہشت کے جلانے کا فکر نہ کرتی۔ اور اس کی گرفتاری کو حق تعالےٰ کی گرفتاری کے ماسوا نہ جانتی۔ برخلاف دنیاوی لذتوں اور نعمتوں کے جن کا منشا خبث و شرارت ہے۔ اور ان کا انجام آخرت میں مایوسی اور نا امیدی ہے۔ اعاذنا اللہ منہ۔ یہ لذت و نعمت اگر مُباح شرعی ہے۔ تو محاسبہ در پیش ہے اگر اللہ تعالےٰ کی مرحمت نے دستگیری نہ کی۔ تو پھر افسوس صد افسوس۔ اور اگر مُباح شرعی نہیں تو وعید کا مستحق ہے ۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخَاسِرِيْنَ۔ یا اللہ ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا تو ہم پر مہربانی اور بخشش نہ کرے۔ تو ہم خسارہ والوں میں سے ہونگے ۔

پس یہ لذت اس لذت کے ساتھ کیا نسبت رکھتی ہے۔ یہ لذت زہر قاتل ہے اور وہ لذت تریاق نافع۔ پس آخرت کا درد یا عام مومنوں کو نصیب ہے یا اخص الخواص کے نصیب۔ خواص اس درد سے پرہیز کرتے ہیں اور کرامت دیزہ کی اس کے خلاف میں سمجھتے ہیں۔ ع۔

ایں ایشانند و من چنینم یارب

ترجمہ ع یہ ایسے ہیں میں ایسا ہوں خدایا

والسلام والاکرام۔

مکتوب ۳۰۳

حاجی یوسف کشمیری کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد جاننا چاہیئے کہ اذان کے کلمات سات ہیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ یعنی اس کو کسی عابد کی عبادت کی کچھ حاجت نہیں ہے۔ انہی مبہم معنے کے لئے یہ کلمہ چار بار دوہرایا گیا ہے۔ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی میں شہادت دیتا ہوں کہ حق تعالٰے اپنی کبریائی اور عبادت سے مستغنی ہونے کے باوجود عبادت کا مستحق بھی وہی حق سبحانہ و تعالٰے ہے۔ اس کے سوا اور کوئی لائق عبادت نہیں۔ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ یعنی میں شہادت دیتا ہوں کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالٰے کے رسول اور اس کی طرف سے طریق عبادت کے پہنچانے والے ہیں۔ اور حق تعالٰے کی پاک بارگاہ کے لائق بھی وہی عبادت ہے جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تبلیغ کی جہت سے حاصل ہوتی ہے۔ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ، حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ یہ دو کلمے وہ ہیں جن کے ذریعے نمازی کو فرض نماز کے ادا کرنے کے لئے بلایا جاتا ہے۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ یعنی کسی کی عبادت اس کی پاک جناب کے لائق نہیں ہے۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی وہی حق تعالٰے عبادت کا مستحق ہے اگرچہ کسی سے اس کی جناب پاک کے لائق عبادت ہو نہیں سکتی۔ شان نماز کی بزرگی ان کلمات کی بزرگی سے جو نماز کے اظہار کے لئے موضوع ہیں، سمجھنی چاہیئے ع

سالے کہ نکوست از بہارش پیداست

بہار جیسی ہو ویسا ہی سال ہوتا ہے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا مِنَ الْمُصَلِّیْنَ الْمُفْلِحِیْنَ بِحُرْمَۃِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ عَلَیْہِ وَعَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالتَّسْلِیْمَاتُ۔ یا اللہ تو سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل ہم کو خلاصی پانے والے نمازیوں میں سے بنا۔

مکتوب ۳۰۴

ان اعمال صالحہ کے بیان میں کہ اکثر آیات قرآنی میں بہشت میں داخل ہونا ان پر موقوف رکھا ہے اور شکر کے ادا کرنے کے بیان میں۔ اور نماز کے بعض اسرار اور معانی کے بیان میں۔ مولانا عبد الحی کی طرف صادر فرمایا ہے :۔

خدا تجھے سعادتمند کرے ! حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ مدت سے اس بات کا تردد تھا کہ ان اعمال صالحہ سے کہ حضرت حق سبحانہٗ و تعالےٰ نے اکثر آیات قرآنی میں ان پر بہشت میں داخل ہونا موقوف رکھا ہے، آیا تمام اعمال صالحہ مراد ہیں یا بعض اگر تمام اعمال صالحہ مراد ہیں تو یہ امر بہت مشکل ہے۔ کیونکہ تمام اعمال صالحہ کے بجالانے کی توفیق شاید ہی کسی کو حاصل ہوئی ہو۔ اور اگر بعض مراد ہیں تو مجہول اور نامعلوم ہیں۔ ان کا تعین کسی کو معلوم نہیں آخر محض اللہ تعالےٰ کے فضل سے دل میں آیا کہ اعمال صالحہ سے مراد شاید اسلام کے پانچ ارکان ہیں، جن پر اسلام کی بنیاد ہے۔ اگر اسلام کے یہ اصول پنجگانہ کامل طور پر ادا ہو جائیں تو امید ہے کہ نجات و فلاح حاصل ہو جائیگی۔ کیونکہ یہ فی حد ذاتہ اعمال صالحہ ہیں۔ اور تمام برائیوں اور منکرات سے روکنے والے ہیں۔ اَلصَّلٰوۃُ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ (نماز تمام بےحیائی اور بُرے کاموں سے روکتی ہے) اس مطلب پر شاہد ہے۔ اور جب اسلام کے ان پنجگانہ ارکان کا بجالانا میسر ہو گیا۔ تو امید ہے کہ شکر بھی ادا ہو گیا۔ اور جب شکر ادا ہو گیا تو گویا عذاب سے نجات مل گئی مَا یَفْعَلُ اللّٰہُ بِعَذَابِکُمْ اِنْ شَکَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ (اگر تم اس کا شکر ادا کرو۔ اور ایمان لاؤ۔ تو اللہ تعالےٰ تمہیں عذاب دیکر کیا کریگا) ؀

پس ان پنجگانہ ارکان کے بجالانے میں جان سے کوشش کرنی چاہیئے۔ خاصکر نماز کے قائم کرنے میں جو دین کا ستون ہے۔ حتّی المقدور اس کے آداب میں سے کسی ادب کے ترک کرنے پر راضی نہیں ہونا چاہیئے۔ اگر نماز کو کامل طور پر ادا کر لیا تو گویا اسلام کا اصل عظیم حاصل ہو گیا۔ اور خلاصی کے واسطے حبل متین یعنی مضبوط رسی مل گئی۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہُ الْمُوَفِّقُ۔ اللہ تعالےٰ ہی توفیق دینے والا ہے ؀

جاننا چاہیئے کہ نماز میں تکبیر اولےٰ سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حق تعالےٰ عابدوں کی عبادت، اور نمازیوں کی نماز سے مستغنی اور برتر ہے۔ اور وہ تکبیریں جو ارکان کے بعد ملی

وہ اس امر کی رموز و اشارات ہیں کہ یہ رکن جو ادا ہوا ہے۔ حق تعالےٰ کی پاک بارگاہ کی عبادت کے لائق نہیں ہے۔ رکوع کی تسبیح میں چونکہ تکبیر کے معنے ملحوظ ہیں اس لئے آخر رکوع میں تکبیر کہنے کا حکم نہ فرمایا برخلاف دونوں سجدوں کے کہ باوجود ان کی تسبیحوں کے اول و آخر تکبیر کہنے کا امر کیا ہے تاکہ کسی کو یہ وہم نہ ہو کہ سجود میں نہایت فروتنی اور پستی اور نہایت ذلت و انکسار ہے۔ حق عبادت ادا ہو جاتا ہے۔ اور اسی وہم کے دور کرنے کے لئے سجود کی تسبیح میں لفظ اعلےٰ کو اختیار کیا۔ اور تکبیر کا تکرار بھی مسنون ہوا۔ اور چونکہ نماز مومن کا معراج ہے۔ اس لئے آخر نماز میں ان کلمات کے پڑھنے کا حکم فرمایا جن کے ساتھ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام شب معراج میں مشرف ہوئے تھے پس نمازی کو چاہیئے کہ نماز کو اپنا معراج بنائے اور نہایت قرب نماز میں حاصل کرے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اَقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنَ الرَّبِّ فِي الصَّلٰوةِ۔ سب سے زیادہ قرب جو بندہ کو اللہ تعالےٰ کے ساتھ حاصل ہوتا ہے وہ نماز میں ہوتا ہے۔

اور نمازی چونکہ اللہ تعالےٰ کے ساتھ مناجات کرتا ہے اور نماز کے ادا کرتے وقت حق تعالےٰ کی عظمت و جلال کا مشاہدہ کرکے حق تعالےٰ کا رعب و ہیبت اس پر چھا جاتا ہے اس لئے اس کی تسلی کے واسطے نماز کو دو سلاموں پر ختم کرنے کا امر فرمایا۔

اور یہ جو حدیث نبوی میں ہر فرض کے بعد سو دفعہ تسبیح اور تحمید اور تہلیل کا حکم ہے، فقیر کے علم میں اس کا بھید یہ ہے کہ ادائے نماز میں جو قصور و کوتاہی واقع ہوئی ہے۔ اس کی تلافی تسبیح و تکبیر کے ساتھ کی جائے اور اپنی عبادت کے ناتمام اور نالائق ہونے کا اقرار کیا جائے اور جب حق تعالےٰ کی توفیق سے عبادت کا ادا کرنا میسر ہو جائے۔ تو اس نعمت کی حمد و شکر بجا لانا چاہیئے۔ اور حق تعالےٰ کے سوا اور کسی کو عبادت کا مستحق نہ بنانا چاہیئے۔

جب نماز اس طرح شرائط و آداب کے ساتھ ادا ہو جائے اور بعد ازاں تہ دل سے ان کلمات طیبہ کے ساتھ تقصیر و کوتاہی کی تلافی کی جائے۔ اور ادا و توفیق عبادت کی نعمت کا شکر ادا کیا جائے۔ اور حق تعالےٰ کے سوا کسی غیر کو مستحق عبادت نہ بنایا جائے، تو امید ہے کہ وہ نماز حق تعالےٰ کے نزدیک قبول کے لائق ہوگی۔ اور وہ نمازی عذاب سے نجات پا جائیگا۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ الْمُفْلِحِيْنَ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمْ

وعلی آلہٖ الصلوات والتسلیمات ۔ یا اللہ تو ہم کو سید المرسلین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طفیل خلاصی پانے والے نمازیوں میں سے بنا ❋

مکتوب ۳۰۵

نماز کے اسرار اور مبتدی اور عامی اور منتہی کی نماز کے درمیان فرق اور اس کے مناسب بیان میں میاں محب اللہ کی طرف صادر فرمایا ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی ۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے ۔ اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو ❋

خدا تجھے ہدایت دے ۔ تجھے واضح ہو کہ نماز کے کامل اور پورے طور پر ادا کرنے سے مراد یہ ہے کہ نماز کے فرائض اور واجبات اور سنت و مستحب جن کی تفصیل کتب فقہ میں بیان ہو چکی ہے سب کے سب ادا کئے جائیں ۔ ان چاروں امور کے سوا اور کوئی ایسا امر نہیں ہے جس کا نماز کے تمام و کامل کرنے میں دخل ہو ۔ نماز کا خشوع بھی انہی چار امور میں مندرج ہے ۔ اور دل کا خشوع اور حضور بھی انہی پر وابستہ ہے ❋

بعض لوگ ان امور کے صرف جان لینے کو کافی سمجھتے ہیں اور عمل میں سستی اور سہل انگاری کرتے ہیں ۔ اس لئے نماز کے کمالات سے بے نصیب رہتے ہیں ❋

بعض لوگ حق تعالیٰ کے ساتھ حضور قلب میں بڑا اہتمام کرتے ہیں لیکن اعمال ادبیہ جوارح میں کم مشغول ہوتے ہیں ۔ اور صرف سنتوں اور فرضوں پر کفایت کرتے ہیں ۔ یہ لوگ بھی نماز کی حقیقت سے واقف نہیں ہیں ۔ یہ لوگ نماز کے کمال کو غیر نماز سے ڈھونڈتے ہیں کیونکہ حضور قلب کو نماز کے احکام سے نہیں جانتے ۔ اور یہ جو حدیث میں آیا ہے کہ لا صلوٰۃ الا بحضور القلب ۔ نماز حضور قلب کے سوا کامل نہیں ہوتی ❋

ممکن ہے کہ اس حضور قلب سے مراد یہ ہو کہ ان امور اربعہ کے ادا کرنے میں دل کو حاضر رکھا جائے تاکہ ان امور میں سے کسی امر کے بجالانے میں فتور واقع نہ ہو ۔ اور اس حضور کے سوا اور کوئی حضور اس فقیر کی سمجھ میں نہیں آتا ❋

سوال ۔ جب نماز کا تمام اور کامل ہونا ان امور اربعہ کے بجالانے پر موقوف ہے

اور ان کے سوا اور کوئی امر نماز کے کامل کرنے میں ملحوظ نہیں ہے۔ تو پھر مبتدی اور منتہی اور عامی کی نماز میں جب کہ ان امور کو ملحوظ رکھ کر ادا کی جائے، کیا فرق ہے؟

جواب۔ فرق عامل کی جہت سے ہے نہ کہ عمل کی جہت سے۔ ایک ہی عمل کا اجر عامل کے تفاوت کے باعث متفاوت ہوتا ہے۔ مثلاً وہ عمل جو کسی مقبول اور محبوب عامل سے وقوع میں آئے۔ اس کا اجر اُن کے اجر سے کئی گنا زیادہ ہوگا۔ جو اس عامل کے سوا کسی غیر کے اسی عمل پر مترتب ہو۔ کیونکہ جس قدر عامل کا قدر عظیم ہوگا، اسی قدر اس کے عمل کا بھی اجر زیادہ تر ہوگا۔ اسی سبب سے کہتے ہیں کہ عارف کا ریائی عمل مرید کے اخلاص والے عمل سے بہتر ہے اور پھر کس طرح بہتر نہ ہو۔ جب کہ عارف کا عمل سراسر اخلاص سے بھرا ہوا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سہو کو اپنے صواب سے بہتر جانکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سہو کی آرزو کرتے رہے۔ جیسے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے۔ یَالَیْتَنِیْ کُنْتُ سَھْوَ مُحَمَّدٍ کہ کاش میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سہو ہی ہو جاتا، گویا ان کی آرزو یہی تھی کہ ہمہ تن آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سہو ہو جائیں۔ پس اپنے تمام احوال و اعمال کو آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عمل سہو سے کم جانتے ہیں۔ اور آرزو کرتے اور چاہتے ہیں کہ اپنی تمام نیکیاں آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سہو ہی کے برابر ہو جائیں۔ اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سہوًا عمل یہ تھا کہ ایک دفعہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چارگانہ فرض نماز کی دو رکعتوں پر بھول کر سلام دیدی جیسے کہ مروی ہے +

پس منتہی کی نماز پر دنیاوی نتائج اور ثمرات کے باوجود آخرت کا بڑا بھاری اجر بھی مترتب ہے۔ برخلاف نماز مبتدی اور عامی کے ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

نماز کی چند خصوصیتیں بیان کی جاتی ہیں۔ ان سے قیاس کر لیں۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ منتہی نماز میں قرآن کے پڑھنے اور تسبیحات و تکبیرات کے کہنے کے وقت اپنی زبان شجرہ موسوی کی طرح معلوم کرتا ہے۔ اور اپنے قوے اور اعضا کو آلات اور وسائل جانتا ہے۔ اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ نماز کے ادا کرنے وقت باطن حقیقت نما ہو صورت سے پورے طور پر تعلق توڑ کر عالم غیب کے ساتھ ملحق ہو جاتے ہیں اور غیب کے ساتھ مجہول الکیفیت نسبت حاصل کر لیتے

ہیں۔ اب ان سے فارغ ہو کر پھر اصل سوال کے جواب کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ امور اربعہ مذکورہ کا پورے طور پر بجا لانے کی توفیق کم حاصل ہوتی ہے اگرچہ ممکن اور جائز ہے۔ وَاِنَّھَا لَکَبِیْرَۃٌ اِلَّا عَلَی الْخَاشِعِیْنَ (نماز بھاری ہے مگر خاشعین پر) وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ اور سلام ہو اس شخص پر جس نے ہدایت اختیار کی ✦

مکتوب ۳۰۶

حقائق آگاہ معارف دستگاہ مخدوم زادہ کلاں خواجہ محمّد صادق علیہ الرحمۃ والغفران اور مخدوم زادہ خرد مرحوم و مغفور محمّد فرخ و محمّد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہم کے بعض مناقب و کمالات کے ذکر میں۔ اور اس مکتوب کے خاتمہ میں ارباب ولایت کی فنا کا بیان ہے۔ اور اس بیان میں کہ قرب نبوت میں یہ فنا کچھ درکار نہیں ہے۔ اور اس کے مناسب بیان میں۔ مولانا محمّد صالح کی طرف صادر فرمایا ہے ✦

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی۔ اللہ کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام ہو ✦

اخوی محمّد صالح نے اہل سرہند کے واقعات کو سن لیا ہوگا۔ میرے فرزند اعظم رضی اللہ عنہ نے مع اپنے دو چھوٹے بھائیوں محمّد فرخ و محمّد عیسیٰ کے آخرت کا سفر اختیار کیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ✦

اللہ تعالٰی کی حمد ہے کہ اس نے اول پسماندوں کو صبر کی قوت عطا فرمائی اور پھر مصیبت و بلا کو نازل فرمایا۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے ؎

من از تو روئے نہ پیچم گرم بیازاری کہ خوش بود ز عزیزاں تحمّل و خواری

ترجمہ ؎

ستائے لاکھ تو مجھ کو پھروں گا میں نہ کبھی
پیارے یاروں کی سختی بہت ہے لگتی بھلی

میرا فرزند مرحوم حق تعالٰی کی آیات میں سے ایک آیت اور رب العلمین کی رحمتوں میں سے ایک رحمت تھا۔ چوبیس برس کی عمر میں اس نے وہ کچھ پایا کہ شاید ہی کسی کے نصیب ہو۔ پایہ مولویت اور علوم نقلیہ اور عقلیہ کی تدریس کو حد کمال تک پہنچایا تھا۔ حتّٰی کہ اس کے شاگرد بیضاوی اور شرح مواقف وغیرہ کے پڑھانے میں اعلٰی ملکہ رکھتے ہیں۔ اور معرفت و عرفان

کی حکایات اور شہود و کشوف کے قصے بیان سے باہر ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ آٹھ برس کی عمر میں اس قدر مغلوب الحال ہو گیا تھا۔ کہ ہمارے حضرت خواجہ قدس سرہٗ ان کے حال کی تسکین کے لئے بازاری طعام سے جو مشکوک و مشتبہ ہوتا ہے۔ معالجہ کیا کرتے تھے۔ اور فرمایا کرتے تھے کہ جو محبت مجھے محمد صادق کے ساتھ ہے۔ اور کسی کے ساتھ نہیں۔ اور ایسے ہی جو محبت اس کو ہمارے ساتھ ہے۔ کسی کے ساتھ نہیں۔ اس کلام سے اس کی بزرگی کو معلوم کرنا چاہیئے۔ ولایت موسوی کو نقطہ آخر تک پہنچایا۔ اور اس ولایت علیہ کے عجائب و غرائب بیان کیا کرتا تھا۔ اور ہمیشہ خاضع اور خاشع اور ملتجی اور متضرع اور متذلل اور منکسر رہتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ ہر ایک ولی نے اللہ تعالیٰ سے ایک ایک چیز طلب کی ہے۔ میں نے التجا اور تضرع طلب کی ہے۔

محمد فرخ کی نسبت کیا لکھا جائے۔ گیارہ سال کی عمر میں طالب علم اور کافیہ خواں ہو گیا تھا۔ اور بڑی سمجھ سے سبق پڑھا کرتا تھا۔ اور ہمیشہ آخرت کے عذاب سے ڈرتا اور کانپتا رہتا تھا اور دعا کیا کرتا تھا کہ بچپن ہی میں دنیائے کمینی کو چھوڑ جائے۔ تاکہ عذاب آخرت سے خلاصی ہو جائے مرض موت میں جو یار اس کے بیمار پرسی کو آتے تھے۔ بہت عجائب و غرائب اس سے مشاہدہ کرتے تھے۔ اور محمد عیسیٰ سے آٹھ سال کی عمر میں لوگوں نے اس قدر خوارق و کرامات دیکھے کہ بیان سے باہر ہیں۔ غرض قیمتی موتی تھے جو امانت کے طور پر ہمارے سپرد کئے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ بلا جبر و اکراہ امانت والوں کی امانت ادا کر دی گئی۔ اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهُمْ وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهُمْ بِحُرْمَةِ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالتَّسْلِيْمَاتُ۔ (یا اللہ تو ہم کو ان کے اجر سے محروم نہ کیجیو اور ان کے بعد فتنہ میں نہ ڈالیو بحرمت سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم) ع

از ہرچہ میرود سخن دوست خوشتر است

ترجمہ ع۔ تمام باتوں سے بہتر ہیں یار کی باتیں

جاننا چاہیئے کہ فنا جو ماسوائے حق کے نسیان سے مراد ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ ماسوائے حق کی محبت و گرفتاری دور ہو جائے۔ کیونکہ جب اشیاء کی ذاتیں اور صفتیں اور افعال دید و دانش سے زائل ہو جائیں گے۔ ان کی محبت و گرفتاری بھی زائل ہو جائے گی۔ طریق ولایت میں ماسوی اللہ کا نسیان ضروری ہے تاکہ ماسوائے حق کی گرفتاری دور ہو جائے لیکن قرب

نبوت کے مدارج میں اشیا کی گرفتاری اور محبت کے دور کرنے کے لئے اشیاء کا نسیان درکار نہیں۔ کیونکہ قرب نبوت میں اصل کی گرفتاری جو فی حد ذاتہٖ حسن جمیل ہے اشیاء کی گرفتاری کا جو فی نفسہٖ قبیح اور غیر مستحسن ہیں۔ نام و نشان نہیں رہنے دیتی۔ خواہ اشیا فراموش ہوں یا نہ ہوں۔ کیونکہ اشیاء کے علم نے اشیا کی گرفتاری کے باعث جو حق تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف رو گردانی کا موجب ہے۔ ذم کی وصف حاصل کرلی ہے۔ جب اشیا کی گرفتاری زائل ہو گئی۔ اشیا کا علم مذموم نہ ہوگا۔ اور کس طرح مذموم ہو۔ جب کہ اشیا سب کے سب حق تعالیٰ کی معلوم ہیں۔ اور ان سب کا علم صفات کاملہ میں سے ہے۔ اگر کہیں کہ جب ماسوی اللہ کا علم زائل نہیں ہوتا۔ تو پھر حق تعالیٰ کا علم اور ماسوائے حق کا علم ایک وقت میں کس طرح جمع ہو سکتے ہیں۔ پس ماسوی اللہ کا نسیان ضروری ہے۔ میں کہتا ہوں کہ وہ علم جس کا اشیاء کے ساتھ تعلق ہے علم حصولی کی قسم سے ہے اور وہ علم کہ جس کا تعلق حق تعالیٰ کی بارگاہ کے ساتھ ہے۔ علم حضوری کے مشابہ ہے پس ہر دو علم ایک وقت میں جمع ہو جائیں گے اور کوئی محذور و محال لازم نہیں آئے گا۔ محال اس وقت لازم آتا ہے جب کہ دو علم حصولی ہوں۔ اور یہ جو میں نے کہا ہے کہ علم حصولی کی قسم سے ہے اور علم حضور کے مشابہ ہے۔ وہ اس واسطے کہا ہے کہ وہاں نہ تو حصول کی حقیقت ہے اور نہ ہی حضور کی گنجائش ہے۔ حضرت حق سبحانہٗ و تعالیٰ کا علم جو اشیا کے ساتھ تعلق رکھتا ہے۔ حصولی نہیں ہے۔ کیونکہ حوادث کو حق تعالیٰ کی ذات و صفات میں حلول و حصول نہیں ہے۔ اور اس عارف کا علم اس علم کا ایک پرتو ہے اور اس علم کو بھی کہ جس کا تعلق حضرت حق تعالیٰ کے ساتھ ہے حضوری نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ حق تعالیٰ مدرک سے اس کے اپنے نفس سے بھی زیادہ نزدیک ہے۔ علم حضوری کو اس علم کے ساتھ وہی نسبت ہے۔ جو علم حصولی کو علم حضوری کے ساتھ ہے۔ یہ معرفت عقل و فکر کے طور سے باہر ہے۔ مَنْ لَمْ یَذُقْ لَمْ یَدْرِ جس نے اس کا مزہ ہی نہیں چکھا وہ کیا جانے۔ پس ثابت ہوا۔ کہ اشیا کا علم حق تعالیٰ کے علم کے منافی نہیں ہے۔ پس اشیا کا نسیان کچھ ضروری نہیں۔ برخلاف طریق ولایت کے کہ وہاں اشیاء کی گرفتاری کا زائل ہونا اشیاء کے نسیان کے سوا متصور نہیں۔ کیونکہ ولایت میں ظلال کے ساتھ گرفتاری ہوتی ہے اور ظلال کی گرفتاری میں اس قدر قوت نہیں کہ اشیا کے علم کے باوجود اشیاء کی گرفتاری کو زائل کر سکے پس اول نسیان کا ہونا ضروری ہے۔ تاکہ گرفتاری زائل ہو جائے۔ یہ وہ معرفت ہے جو اس

درویش ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اور کسی اور نے اس کی نسبت کوئی کلام نہیں کی ہے۔
اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ (اللہ تعالیٰ کا حمد ہے جس نے ہم کو اس کی ہدایت دی اور اگر وہ ہم کو ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے رب کے رسول حق امر لے کر آئے ہیں)۔

مکتوب ۳۰۷

کلمہ طیبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ اور اس کے مناسب بیان میں مولانا عبدالواحد لاہوری کی طرف صادر کیا ہے:-

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ عابد عبادت کے ادا کرتے وقت جو حسن و جمال اپنی عبادت میں معلوم کرتا ہے وہ سب حق تعالیٰ کی توفیق کی طرف راجع ہے۔ اور اس کے حسن تربیت اور احسان سے ہے اور جو قصور و ناتمامی اپنی عبادت میں پاتا ہے۔ وہ سب اس کے اپنے نفس کی طرف عائد ہے۔ اور اس کی پیدائشی شرارت سے پیدا ہوئی ہے حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف کسی قسم کا قصور و نقص راجع نہیں ہے۔ وہاں سب خیر و کمال ہی ہے۔ اسی طرح جو کچھ عالم میں واقع ہوتا ہے۔ اس کا حسن و کمال حق تعالیٰ کی پاک جناب کی طرف راجع ہے۔ اور اس کا شر و نقص دائرہ ممکنات کی طرف عائد ہوتا ہے۔ جو عدم میں کہ ہر شر و نقص کا منشا ہے قدم راسخ رکھتا ہے۔ کلمہ طیبہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ بہت اچھی طرح سے ان دو امر کو بیان کرتا ہے۔ اور ان امور سے جو حق تعالیٰ کی پاک جناب کے لائق نہیں ہیں یعنی شرور و نقائص سے حق تعالیٰ کی کمال تنزیہہ و تقدیس ظاہر کرتا ہے اور حق تعالیٰ کے صفات و افعال جمیلہ اور اس کے انعامات و احسانات جزیبہ پر شکر کو حمد کی عبارت میں جو شکر کی اصل ہے۔ ادا کرتا ہے۔

اسی سبب سے حدیث نبوی (صلے اللہ علیہ وسلم) میں آیا ہے کہ جو کوئی اس کلمہ طیبہ کو دن میں یا رات میں سو بار کہے کوئی عمل دن کا یا رات کا اس کے برابر نہیں ہوتا۔ مگر یہ کہ اس کے برابر اسی کلمہ طیبہ کو کہے۔ اور کس طرح برابر ہو سکے جب کہ ہر ایک عمل و عبادت حق تعالیٰ کے

شکروں میں سے کسی شکر کا ادا کرنا ہے۔ اس کلمہ طیبہ کے ایک ہی جزو سے ادا ہو جاتا ہے۔ اور اس کا دوسرا جزو جو حق تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس کا بیان ہے۔ علیحدہ ہے +

پس آپ کو چاہیئے کہ ہر دن میں اس کلمہ طیبہ کو سَو دفعہ کہا کریں۔ وَاللّٰهُ سُبْحَانَهُ الْمُوَفِّقُ۔ اللہ تعالیٰ توفیق دینے والا ہے +

سوال۔ حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ عَدَدَ خَلْقِهٖ وَرِضَا نَفْسِهٖ وَزِنَةَ عَرْشِهٖ وَمِدَادَ كَلِمَاتِهٖ۔ اور یہ بھی آیا ہے سُبْحَانَ اللّٰهِ مِلْاءَ الْمِيْزَانِ۔ اور یہ بھی آیا ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَضْعَافَ مَا حَمِدَهٗ جَمِيْعُ خَلْقِهٖ اور کہنے والے نے ایک دفعہ سے زیادہ نہیں کہا اور ایک فرد کے سوا عدد وقوع میں نہیں آیا۔ پھر اس کو عَدَدَ خَلْقِهٖ کس اعتبار سے کہیں۔ اور رِضَا نَفْسِهٖ کس معنے سے کہیں۔ اور زِنَةَ عَرْشِهٖ کس طرح ہو گا۔ اور مِدَادَ كَلِمَاتِهٖ کس طرح درست ہو گا۔ اور میزان کو کیسے پر کریگا اور اَضْعَافَ مَا حَمِدَهٗ جَمِيْعُ خَلْقِهٖ کس معنے سے کہا جائیگا۔

جواب۔ میں کہتا ہوں کہ انسان عالم خلق اور عالم امر کا جامع ہے۔ جو کچھ عالم خلق اور عالم امر میں ہے۔ انسان میں شئے زائد کے ساتھ موجود ہے۔ اور وہ اس کی ہیئت وحدانی ہے۔ جو خلق و امر کی ترکیب سے پیدا ہوئی ہے۔ اور یہ ہیئت وحدانی انسان کے سوا کسی اور کو میسر نہیں ہوئی اور یہ ہیئت ایک غریب اعجوبہ اور عجیب نمونہ ہے۔ پس وہ حمد جو انسان سے وقوع میں آئے گا تمام خلائق کے حمد سے کئی گنا زیادہ ہو گا۔ اسی قیاس پر دوسرے سوالات کا جواب سمجھ لو +

پس تمام خلق سے مراد انسان کے ماسوا کو سمجھنا چاہیئے۔ اور اگر انسان کو بھی اس میں داخل کر لیں۔ تو میں کہتا ہوں کہ انسان کامل جس طرح تمام افراد عالم کو اپنے اجزا معلوم کرتا ہے۔ انسان کو بھی اسی طرح اپنے اجزا معلوم کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو سب کا کل جانتا ہے۔ اس صورت میں اپنی حمد کو تمام جہان کی حمد سے کئی گنا زیادہ معلوم کرتا ہے۔ اور نیز تمام افراد انسانی کے حمد سے بھی اپنی حمد کو کئی گنا زیادہ پائے گا +

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ مِنَ الصَّلَوٰةِ اَتَمُّهَا وَمِنَ التَّحِيَّاتِ اَكْمَلُهَا۔ اور سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کی راہ پر چلا اور حضرت مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا +

مکتوب ۳۰۸

حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم کَلِمَتَانِ خَفِیْفَتَانِ عَلَی اللِّسَانِ ثَقِیْلَتَانِ فِی الْمِیْزَانِ حَبِیْبَتَانِ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ (دو کلمے ہیں جو زبان پر خفیف ہیں اور میزان میں بھاری ہیں اور اللہ کے نزدیک محبوب ہیں وہ "سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ" ہیں) کے معنے کے بیان میں مولانا فیض اللہ پانی پتی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

خدا تجھے ہدایت دے۔ جاننا چاہیئے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ دو کلمے ہیں جو زبان پر ہلکے ہیں۔ اور میزان میں بھارے ہیں۔ اور اللہ تعالے کے نزدیک بہت پیارے اور محبوب ہیں وہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ ہیں +

زبان پر ان کے ہلکا ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے حروف کم ہیں۔ اور میزان میں بھارے ہونے اور اللہ تعالے کے نزدیک محبوب ہونے کی وجہ یہ ہے کہ پہلے کلمہ کا پہلا جزو ظاہر کرتا ہے۔ کہ حق تعالے ان تمام باتوں سے جو اس کی پاک بارگاہ کے لائق نہیں ہے منزہ ہے۔ اور اس کی جناب کبریا نقص کے صفات اور حدوث و زوال کے تمام نشانات سے برتر اور پاک ہے اور اسی کلمہ کا دوسرا جزو ثابت کرتا ہے کہ تمام صفات کمال اور شیونات جمال حق تعالے ہی کے لئے ہیں۔ خواہ وہ صفات و شیونات فضائل سے ہوں یا فواضل سے۔ اور دو نو جزوں میں اضافت استغراق کے لئے ہے۔ تاکہ تمام تقدیسات و تنزیہات اور تمام صفات کمال و جمال حق تعالے ہی کے لئے ثابت ہونے کا افادہ دے۔ اور دوسرے کلمہ کا حاصل یہ ہے کہ عظمت و کبریا حق تعالے ہی کے لئے ثابت کرنے کے باوجود تمام تنزیہات و تقدیسات اسی کی طرف راجع ہیں۔ اور اس میں اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ تمام نقائص حق تعالے سے اس کی عظمت و کبریائی کے باعث مسلوب ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ کلمے میزان میں بھارے اور اللہ تعالے کے نزدیک محبوب ہیں +

اور نیز تسبیح توبہ کی کنجی بلکہ توبہ کا زبدہ اور خلاصہ ہے۔ جیسے کہ میں نے اپنے بعض مکتوبوں میں تحقیق کیا ہے۔ گویا تسبیح گناہوں کے محو ہونے اور برائیوں کے معاف ہونے کا وسیلہ ہے۔ تو اس صورت میں بھی یہ کلمے میزان میں بھارے اور نیکیوں والے پلے کو جھکانے والے

اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک پیارے ہونگے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ عفو کو دوست رکھتا ہے۔ اور نیز جب تسبیح اور حمد کرنے والا حق تعالیٰ کی پاک جناب کو ان تمام باتوں سے جو اس کے لائق نہیں ہیں منزہ اور مبرا ظاہر کرتا ہے۔ اور تمام صفات کمال اور جمال کو اسی کے لئے ثابت کرتا ہے تو امید ہے کہ وہ کریم وہاب جل شانہ بھی تسبیح پڑھنے والے کو ان تمام باتوں سے جو اس کے لائق نہیں ہیں پاک کریگا۔ اور حمد کرنے والے میں صفات کمال ظاہر کرے گا۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ۔ احسان کا بدلہ احسان ہے۔ اس لحاظ سے بھی یہ دونوں کلمے میزان میں بھاری ہونگے۔ کیونکہ ان کے تکرار کے سبب سے گناہ دور ہوتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ہونگے۔ کیونکہ ان کے ذریعے اخلاق حمیدہ حاصل ہوتے ہیں۔ والسلام +

مکتوب ۳۰۹

رات اور دن کے محاسبہ کے بیان میں جیسے کہ وارد ہوا ہے حَاسِبُوْا قَبْلَ اَنْ تُحَاسَبُوْا (پیشتر اس کے کہ تم سے حساب لیا جائے اپنا حساب کر لو) مولانا حاجی محمد فرکیتی کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حمد وصلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد عرض ہے کہ اکثر مشائخ قدس سرہم نے محاسبہ کا طریق اختیار کیا ہے۔ یعنی رات کو سونے سے پہلے اپنے افعال و اقوال کے دفتر کو ملاحظہ کرتے ہیں۔ اور مفصل طور پر ہر ایک کی حقیقت میں غور کرتے ہیں۔ اور توبہ و استغفار اور التجا و تضرع کے ساتھ اپنے گناہوں اور قصوروں کا تدارک کرتے ہیں۔ اور اپنے اعمال و افعال صالحہ کو حق تعالیٰ کی توفیق کی طرف رجوع کر کے حق تعالیٰ کا حمد و شکر بجا لاتے ہیں +

فتوحات مکیہ والا بزرگ قدس سرہ محاسبہ کرنے والوں میں سے ہوا ہے۔ وہ فرماتا ہے کہ میں اپنے محاسبہ میں دوسرے مشائخ سے بڑھ گیا۔ یہاں تک کہ میں نے اپنی نیتوں اور خطرات کا بھی محاسبہ کر لیا +

فقیر کے نزدیک سونے سے پہلے سو بار تسبیح و تحمید و تکبیر کا کہنا جس طرح کہ حضرت مخبر صادق علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثابت ہے۔ محاسبہ کا حکم رکھتا ہے اور محاسبہ کا کام کر دیتا ہے۔ گویا کلمہ تسبیح کے تکرار سے جو توبہ کی کنجی ہے۔ اپنی برائیوں اور تقصیروں سے عذر خواہی

کرتا ہے۔ اور حق تعالٰے کی پاک بارگاہ کو ان باتوں سے جن کے باعث ان برائیوں کا مرتکب ہوا ہے۔ منزہ اور مبرا ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ برائیوں کے مرتکب کو اگر حضرت امر و ناہی یعنی حق تعالٰے کی پاک بارگاہ کی عظمت و کبریا ملحوظ اور مدنظر ہوتی تو حق تعالٰے کے امر کے برخلاف کرنے میں ہرگز دلیری نہ کرتا۔ اور جب اس نے برے کام پر دلیری کی تو معلوم ہوا کہ مرتکب کے نزدیک حق تعالٰے کے امر و نہی کا کچھ اعتبار اور شمار نہ تھا۔ اعاذنا اللہ من ذالک۔ پس اس کلمہ تنزیہ کے تکرار سے اس تقصیر کی تلافی کرتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ استغفار میں گناہ کے ڈھانپنے کی طلب پائی جاتی ہے۔ اور کلمہ تنزیہ کے تکرار میں گناہوں کی بخشش کی طلب ہے۔ فَاَیْنَ ھٰذَا مِنْ ذٰلِكَ (یہ اس کے برابر کس طرح ہو سکتا ہے) سُبْحَانَ اللہِ ایک ایسا کلمہ ہے کہ اس کے الفاظ نہایت ہی کم ہیں۔ لیکن اس کے معانی اور منافع بکثرت ہیں۔ اور کلمہ تحمید کے تکرار سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس کی پاک بارگاہ اس بات سے بہت ہی بلند ہے کہ یہ عذر خواہی اور یہ شکر اس کے لائق ہو۔ کیونکہ اس کی عذر خواہی اور استغفار بہت سی عذر خواہی اور استغفار کی محتاج ہے اور اس کی حمد اس کے اپنے نفس کی طرف راجع ہے۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ (پاک ہے رب تیرا جو بڑی عزت والا ہے۔ لوگوں کی توصیف سے۔ اور سلام ہے مرسلین کے اور حمد ہے اللہ رب العالمین کے لئے)۔

محاسبہ کرنے والے شکر اور استغفار پر کفایت کرتے ہیں لیکن ان کلمات قدسیہ میں استغفار کا کام بھی ہو جاتا ہے اور شکر بھی ادا ہو جاتا ہے۔ اور نیز استغفار اور شکر کے نقص کا اظہار بھی میسر ہو جاتا ہے۔ رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (یا اللہ تو ہم سے قبول کر تو سننے اور جاننے والا ہے) وَصَلَّى اللہُ تَعَالٰى عَلٰى سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهِ الطَّاهِرِیْنَ وَبَارِكْ عَلَیْهِ وَعَلَیْهِمْ اَجْمَعِیْنَ۔

مکتوب ۳۱۰

انسان کی جامعیت اور بعض ان پوشیدہ اسرار کے بیان جو اس مقام سے تعلق رکھتے ہیں اور اس کے مناسب بیان میں مولانا محمد ہاشم کی طرف صادر فرمایا ہے:۔

حمد و صلوٰۃ کے بعد واضح ہو کہ جو انسان میں کمالات ہیں سب مرتبہ وجوب تعالیٰ و تقدس سے مستفاد ہیں۔ اگر علم ہے تو وہ بھی اس مرتبہ کے علم سے ستفاد ہے اور اگر قدرت ہے تو بھی اسی مرتبہ کی قدرت سے ماخوذ ہے۔ علیٰ ہذا القیاس ہر مرتبہ کا کمال اس مرتبہ کے اندازہ کے موافق ہے۔ انسان کے علم کو واجب تعالیٰ کے علم کے مقابلہ میں وہ نسبت ہے جو مردہ کو جو لاشئے محض ہے اس زندہ کے ساتھ نسبت ہے جس نے حیات ابدی سے زندگی پائی ہو۔ اسی طرح انسان کی قدرت کو واجب تعالیٰ کی قدرت کے مقابلہ میں وہ نسبت ہے جو عنکبوت کو کہ اپنے گھر کو بنتا رہتا ہے۔ اس شخص کے ساتھ نسبت ہے جس کی ایک ہی پھونک سے زمین و آسمان پہاڑ اور دریا پارہ پارہ ہو کر گرد کی طرح اڑ جائیں۔ دوسرے کمالات کو بھی اسی پر قیاس کرنا چاہیے۔ یہ فرق بھی میدان عبارت کی تنگی کے باعث بیان کیا گیا ہے ورنہ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

پس انسان کے کمالات مرتبہ وجوب کے کمالات کی صورت میں ہیں۔ اور ان کمالات نے اس مرتبہ کے کمالات سے مشارکت اسمی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں کیا۔ اِنَّ اللّٰہَ خَلَقَ اٰدَمَ عَلٰی صُوۡرَتِہٖ (اللہ تعالیٰ نے آدم کو اپنی صورت پر پیدا کیا ہے) اسی سبب سے ہے اور مَنۡ عَرَفَ نَفۡسَہٗ فَقَدۡ عَرَفَ رَبَّہٗ (جس نے اپنے نفس کو پہچانا اس نے اپنے رب کو پہچانا) کے معنے اس بیان سے ظاہر ہوتے ہیں۔ کیونکہ جو کچھ نفس میں ہے خواہ صورت ہی ہو وہی ہے جس کی حقیقت مرتبہ وجوب میں حاصل ہے۔ اس بیان سے انسان کی خلافت کے راز کو معلوم کرنا چاہیے۔ کیونکہ شئے کی صورت شئے کا خلیفہ ہوتی ہے۔ اس مقام میں بعض ناقصوں اور مجسموں نے گمان کیا ہے کہ خداوند تعالیٰ انسان کی صورت پر ہے۔ اور بعض توقف سے انسان کے قویٰ اور اعضا کو حق تعالیٰ کے لئے ثابت کیا ہے۔ ضَلُّوۡا فَاَضَلُّوۡا یہ لوگ خود بھی گمراہ ہیں اور اوروں کو بھی گمراہ کرنے والے ہیں۔ یہ نہیں جانتے کہ حق تعالیٰ کی بارگاہ میں صورت وغیرہ کا اطلاق کرنا تشبیہ و تمثیل کی قسم سے ہے نہ کہ تحقیق و تثبیت کے طور پر۔ کیونکہ تمام صورت کی حقیقت ترکیب اور تبعض اور تجزی یعنی جزو جزو ہونا چاہتی ہے جو وجوب کے منافی اور قدم کے مخالف ہے۔ قرآن کی آیات متشابہات بھی ظاہر سے دور قسم [illegible] ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَمَا یَعۡلَمُ تَاۡوِیۡلَہٗۤ اِلَّا اللّٰہُ

اس کی تاویل کو سوائے خدا تعالیٰ کے اور کوئی نہیں جانتا۔ پس معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کے نزدیک متشابہ بھی تاویل پر محمول اور ظاہر سے مصروف ہیں۔ اور علمائے راسخین کو بھی اس تاویل کا علم عطا فرماتا ہے۔ جس طرح کہ علم غیب پر جو اسی کے ساتھ مخصوص ہے۔ اپنے خاص رسولوں کو اطلاع بخشتا ہے۔ اس تاویل کو تو اس طرح خیال نہ کرے جس طرح کہ ید کی تاویل قدرت سے اور وجہ کی تاویل ذات سے کرتے ہیں۔ حاشا وکلا بلکہ وہ تاویل ان اسرار میں سے ہے جن کا علم اخص خواص کو عطا فرماتا ہے۔

جاننا چاہیئے کہ فتوحات مکی والے اور اس کے تابعداروں نے کہا ہے کہ جس طرح واجب تعالیٰ کی صفات عین ذات ہیں۔ اسی طرح یہ صفات بھی ایک دوسرے کے عین ہیں۔ مثلاً علم جس طرح کہ عین ذات ہے۔ اسی طرح عین قدرت اور عین ارادت اور عین سمع اور عین بصر بھی ہے۔ باقی صفات کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے۔ یہ بات بھی فقیر کے نزدیک صواب سے دور ہے۔ کیونکہ اس بات سے صفات زائدہ کے وجود کی نفی لازم آتی ہے جو اہل سنت و جماعت کے مذہب کے برخلاف ہے۔ کیونکہ صفات ثمانیہ یا سبعہ ان بزرگواروں کی رائے کے موافق خارج میں موجود ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ واجب تعالیٰ کی ذات و صفات کی عینیت کا وہم ان کو اس وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ کہ انہوں نے اس مقام کے تغائر و تباین کو اس مقام کے تغائر و تباین کی طرح خیال کیا ہے۔ اور جب اس تغائر و تباین کو اس تغائر و تباین کی طرح جو ہماری ذات و صفات میں۔ نہ پا یا۔ اور اس مقام کے تمائز کو اس مقام کے تمائز کے مانند نہ دیکھا۔ تو اس لئے تغائر و تمائز کی نفی کر دی اور ایک دوسرے کے عینیت کے قائل ہو گئے۔ اور یہ نہ جانا کہ اس مقام کا تغائر و تمائز واجب تعالیٰ کی ذات و صفات کی طرح بیچون و بیچگون ہے۔ اور اس تمائز کو اس تمائز کے ساتھ صورت و اسم کے سوا اور کوئی نسبت نہیں پس تباین و تمائز اس مقام میں ثابت ہے لیکن اس کے ادراک سے عاجز ہیں۔ یہ نہیں کہ جس چیز کا ہم ادراک نہ کر سکیں اس کی نفی کر دیں اور اہل حق کے مخالف ہو جائیں۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَلْمُلْھِمُ لِلصَّوَابِ۔ اللہ تعالیٰ بہتری کا الہام کرنے والا ہے۔

مکتوب ۳۱۱

اسرار غامضہ اور حقائق نادرہ کو رمز و اشارہ کے طور پر بیان کرنے میں مظہر فیض الٰہی اور منبع اسرار نامتناہی مخدوم زادہ خواجہ محمد سعید کی طرف صادر فرمایا ہے۔

یہ اسرار حروف مقطعات کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ جو قرآن کی آیات متشابہات

میں سے ہیں جن کی تاویل سے علماء راسخین کو اطلاع دی ہے۔ اَللّٰهُمَّ میں بیت

ہاء دو چشمی است مربی ما　　ہمچو الف رب حبیب خدا
لام مربی خلیل اللہ است　　میم زند بیر کلیم اللہ است

ترجمہ

ہے دو چشمی کو سمجھ رب ہمارا　　جیسے ہے الف رب حبیب خدا
لام ہے رب خلیل اللہ کا　　میم ہے رب کلیم اللہ کا

حضرت کلیم علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے کاروبار کا مبدء الف کی حقیقت ہے اور اس حقیر کے معاملہ کا مبدء بھی تبعیت و وراثت کے طور پر بھی الف کی حقیقت ہی ہے لیکن حضرت کلیم اللہ کی بازگشت میم کی حقیقت کی طرف ہے۔ اور اس حقیر کی بازگشت ہائے دو چشمی ہے۔ اب میرا مرجع و مقام بھی ہائے کی حقیقت ہے۔ یہ حقیقت وہی ہے جس کو غیب ہویت سے تعبیر کرتے ہیں۔ اور یہ حقیقت رحمت کا خزانہ ہے جو دنیا میں فراخ کیا ہوا ہے۔ اور ننانوے حصّے رحمت کے جو آخرت کے لئے ذخیرہ کئے ہوئے ہیں۔ ان سب کا مستقر اور مستودع یہی حقیقت ہے۔ گویا اس کا ایک چشمہ دنیا کی رحمت کا خزانہ ہے۔ اور اس کا دوسرا چشمہ آخرت کی رحمت کا گنجینہ ہے۔ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْن کی صفت اس حقیقت سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس مقام میں جمال صرف کا ظہور ہے جس میں جلال کی ذرہ ملاوٹ نہیں دوستوں کو دنیا میں جو محنت و اندوہ دیتے ہیں یہ جمالی تربیت ہے جو جلال کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور دشمنوں کو دنیا میں جو نعمت و سرور دیتے ہیں۔ یہ جلال کا ظہور ہے جو جمال کی صورت میں ظاہر ہوا ہے۔ یہی اللہ تعالےٰ کا مکر ہے۔ یُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا۔ اکثر کو اس سے گمراہ کرتا ہے اور اکثر کو اسی پر ہدایت دیتا ہے۔

اور حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے کاروبار کا مبدء وہ حقیقت ہے جو الف کی حقیقت سے برتر ہے۔ اور ایسے ہی حضرت خلیل علےٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مبدء بھی حقیقت فوقانی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ حضرت خاتم الرسل کی حقیقت اس حقیقت کا اجمال ہے۔ اور حضرت خلیل کے مبدء کی حقیقت اس حقیقت کی تفصیل۔ اور حضرت خاتم الرسل کی بازگشت الف کی حقیقت ہے۔ اور حضرت خلیل کی بازگشت لام کی حقیقت ہے چونکہ اجمال کی وحدت کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے اس واسطے الف کی طرف مراجعت میسر ہوئی جو وحدت کے

قریب ہے اور تفصیل کو چونکہ کثرت کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے۔ اس واسطے لام کی طرف بازگشت حاصل ہوئی جو کثرت کے نزدیک ہے۔

پس حضرت ابراہیم علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام سیدہ میں بھی کثیر البرکت ہیں اور معاملہ و رجوع میں بھی۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت سید البشر علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام وہ صلوٰۃ و برکت جو حضرت خلیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صلوٰۃ و برکت کی مانند و مماثل ہے۔ سوال کرتے ہیں۔ اور اسماء الٰہیہ میں کہ جن کا رتبہ صفات کے رتبہ سے برتر ہے۔ حضرت خاتم الرسل علیہ الصلوٰۃ والسلام کا رب اسم مبارک اللہ ہے۔ اور اس حقیر کا رب اسم مبارک رحمٰن ہے۔ چونکہ اس حقیر کو باعتبار سیدہ کے حضرت کلیم کے ساتھ زیادہ مناسبت ہے۔ اس لئے بہت سی برکتیں اس حضرت سے اس حقیر کو پہنچی ہیں۔ اگرچہ اس فقیر کی ولایت موسوی ولایت نہیں ہے لیکن اس ولایت کی برکات سے بھری ہوئی ہے۔ اور اس راہ سے بہت سی ترقیات کی ہیں اور وہ استفادہ جو اس حقیر نے ولایت سے کیا ہے اس ولایت کے جمال کی راہ سے ہے۔ اور میرے فرزند اعظم علیہ الرحمۃ کا استفادہ اس ولایت کے جلال کی راہ سے ہے۔ فقیر کی ولایت جو ولایت موسوی سے مستفاد ہے اس مومن آدمی کی ولایت کے مشابہ ہے جو آل فرعون سے تھا۔ اور میرے فرزند اعظم علیہ الرحمۃ کی ولایت فرعون کے ساحروں کی ولایت کے مانند ہے۔ جو ایمان لائے تھے۔

مکتوب ۱۲۳

چند سوالوں کے جواب اور اشارہ سبابہ کی تحقیق اور جو کچھ کہ اس بارہ میں علماء حنفیہ کے نزدیک مختار ہے۔ اس کے بیان میں میر محمد نعمان کی طرف صادر فرمایا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اِخْوَانِہٖ مِنَ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَالْمَلٰٓئِکَۃِ الْمُقَرَّبِیْنَ وَعِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ اَجْمَعِیْنَ

آپ کا صحیفہ شریفہ جو ملا محمود کے ساتھ ارسال کیا تھا پہنچا۔ بڑی خوشی حاصل ہوئی آپ نے پوچھا تھا کہ علماء کہتے ہیں کہ روضہ متبرکہ مدینہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کی زمین مکہ معظمہ سے بزرگ تر ہے حالانکہ کعبہ معظمہ کی صورت حقیقت، صورت حقیقت محمدیہ کی مسجود ہے۔ پھر روضہ منورہ کی زمین کس طرح بزرگ تر ہوگی۔

میرے مخدوم۔ جو کچھ فقیر کے نزدیک اس بارہ میں ثابت ہوا ہے یہ ہے کہ تمام جگہوں سے بہتر جگہ کعبہ معظمہ ہے۔ بعد ازاں روضہ مقدسہ مدینہ بعد ازاں حضرت مکہ حرسہا اللہ عن الآفات کے حرم کی زمین بعض علماء نے روضہ منبرکہ کو مکہ معظمہ سے بہتر کہا ہے ان کی مراد مکہ معظمہ سے کعبہ مقدسہ کے سوا دوسری زمین ہو گی ❖

نیز آپ نے اشارہ سبابہ کے جواز کے بارہ میں پوچھا تھا۔ اس بارہ میں مولانا اَعْلَمُ اللّٰہ مرحوم کا رسالہ لکھا ہوا ارسال کیا گیا ہے۔ اس کے مطابق عمل میں لائیں ❖

میرے مخدوم۔ اشارہ سبابہ کے جواز کے بارہ میں احادیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم بہت وارد ہیں۔ اور فقہ حنفی کی بعض روایات بھی اس بارہ میں آئی ہیں۔ جیسے کہ مولانا نے رسالہ میں لکھے ہیں۔ اور جب فقہ حنفی کی کتابوں میں اچھی طرح ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اشارہ کے جواز کی روایتیں اصول کی روایتوں اور ظاہر مذہب کے برخلاف ہیں ❖

اور یہ جو امام محمد شیبانی نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اشارہ کیا کرتے تھے۔ اس واسطے ہم بھی اشارہ کرتے ہیں۔ اور ہم کہتے ہیں جس طرح کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم رکھا کرتے تھے۔ پھر اس نے کہا ہے کہ یہ میرا اور ابو حنیفہ کا قول ہے۔ امام محمد شیبانی کا یہ قول روایات نوادر سے ہے نہ روایات اصول سے۔ جیسے کہ فتاوے غرائب میں ہے۔ اور محیط میں اس طرح آیا ہے۔ کہ دائیں ہاتھ کی سبابہ انگلی سے اشارہ کریں یا نہ کریں۔ اصل میں امام محمد نے اس مسئلہ کو ذکر ہی نہیں کیا۔ البتہ مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ ان میں سے بعض نے کہا ہے کہ اشارہ کریں اور بعض نے کہا ہے کہ اشارہ کریں۔ اور امام محمد نے روایت اصول کے سوا اور روایت میں ایک حدیث نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اشارہ کرتے تھے۔ پھر امام محمد نے کہا ہے کہ یہ میرا اور امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ یہ سنت ہے اور بعض نے کہا ہے کہ مستحب ہے۔ پھر کہا ہے کہ فقہا نے اسی طرح ذکر کیا ہے ❖

اور صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے اور سراجیہ میں اس طرح ہے کہ نماز میں اشہد ان لا الٰہ الا اللہ کے وقت سبابہ کا اشارہ مکروہ ہے اور یہی مختار ہے۔ اور کبیری سے بھی اسی طرح روایت ہے۔ اور اسی پر فتوے ہے کیونکہ نماز کی بنا سکون اور وقار پر ہے اور فتاوے غیاثیہ میں ہے کہ تشہد کے وقت سبابہ سے اشارہ نہ کرے یہی مختار ہے اور

اسی پر فتوےٰ ہے۔ اور جامع الرموز میں ہے کہ نہ اشارہ کرے اور نہ عقد کرے اور یہ ہمارے اصحاب کا ظاہر اصول ہے۔ جیسے کہ زاہدی میں ہے اور اسی پر فتوےٰ ہے جیسے کہ مضمرات اور ولوالجی اور خلاصہ وغیرہ میں ہے۔ اور ہمارے اصحاب سے روایت ہے کہ تاتارخانیہ سے خزانۃ الروایات میں مذکور ہے کہ جب تشہد میں لا الٰہ الا اللہ پر پہنچے دائیں ہاتھ کی سبابہ انگلی سے اشارہ کرے۔ لیکن امام محمد نے اصل میں اس کو ذکر نہیں کیا۔ البتہ مشائخ کا اس میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نہ اشارہ کرے اور اسی طرح کبیری میں ہے اور اسی پر فتوی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اشارہ کرے۔ اور غیاثیہ میں روایت ہے کہ تشہد کے وقت سبابہ سے اشارہ کرے یہی مختار ہے۔

جب روایات معتبرہ میں اشارہ کی حرمت واقع ہوئی ہو اور اس کی کراہت پر فتوےٰ دیا ہو اور اشارہ و عقد سے منع کرتے ہوں اور اس کو اصحاب کا ظاہر اصول کہتے ہوں۔ تو پھر ہم مقلدوں کو مناسب نہیں کہ احادیث کے موافق عمل کر کے اشارہ کرنے میں جرأت کریں۔ اور اس قدر علمائے مجتہدین کے فتوے کے ہوتے امر محرم اور مکروہ اور منہی کے مرتکب ہوں۔ حنفیہ میں سے اس امر کا مرتکب دو حال سے خالی نہیں ہے۔ یا جانتا ہے کہ علمائے مجتہدین کو معروضہ احادیث کا علم نہ تھا جن سے اشارہ کا جواز ثابت ہوتا ہے یا یہ کہ ان کو ان احادیث کا عالم جانتا ہے لیکن ان بزرگواروں کے حق میں ان احادیث کے موافق عمل پسند نہیں کرتا۔ اور خیال کرتا ہے کہ انہوں نے احادیث کے برخلاف اپنی آراء کے موافق حرمت و کراہت کا حکم کیا ہے۔ یہ دونوں شق فاسد ہیں۔ ان کو سوائے بیوقوف یا دشمن متعصب کے اور کوئی پسند نہیں کرتا۔ اور یہ جو ترغیب الصلوٰۃ میں کہا ہے کہ تشہد میں انگشت شہادت کا اٹھانا علما متقدم کی سنت ہے۔ لیکن علماء متاخرین نے منع کیا ہے اس واسطے کہ جب رافضیوں نے اس میں مبالغہ کیا تو سنیوں نے ترک کر دیا۔ سنی سے رافضی کی تہمت کا دور کرنا روایات معتبرہ کے مخالف ہے کیونکہ ہمارے اصحاب کا ظاہر اصول عدم اشارہ اور عدم مقدم ہے پس عدم اشارہ علما متقدم کی سنت ہے۔ اور ترک کی وجہ تہمت کی نفی کا باعث نہیں ہے۔ ان کا بزرگوں کے ساتھ ہمارا ایمان تک حسن ظن ہے کہ جب تک اس بارہ میں حرمت یا کراہت کی دلیل ان پر ظاہر نہیں ہوئی تب تک انہوں نے حرمت و کراہت کا حکم نہیں کیا۔ جب سنت و استحباب کے ذکر کے بعد کہتے ہیں کہ فقہا نے ذکر کیا ہے۔ لیکن صحیح یہ ہے کہ اشارہ حرام ہے۔ تو معلوم ہوتا ہے کہ ان بزرگواروں کے نزدیک اس کی سنیت اور استحباب صحت کو نہیں پہنچا ہے۔ بلکہ اس کے برخلاف ان کے نزدیک صحیح ثابت

ہوا ہے ۔

حاصل کلام یہ کہ ہم کو اس دلیل کا علم نہیں ہے اور یہ امر ان بزرگواروں کے حق میں جرح و قدح کا موجب نہیں ہے اگر کوئی کہے کہ ہم اس دلیل کے برخلاف علم رکھتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حل و حرمت کے اثبات میں مقلد کا علم معتبر نہیں ہے ۔ اس بارہ میں مجتہد کا ظن معتبر ہے مجتہدین کے دلائل عنکبوت یعنی مکڑی کی تار سے زیادہ سست کہنا بڑی جرأت و دلیری کا کام ہے ۔ اور اپنے علم کو ان بزرگواروں کے علم پر ترجیح دینا حنفیہ کے ظاہر اصول کو باطل کرنا اور روایات معتبرہ مُفتٰی بہا کو درہم برہم کرنا اور شاذ و نادر رکھنا ہے ۔ یہ بزرگوار عہد کے قریب ہونے اور علم و ورع اور تقوے کے زیادہ حاصل ہونے کے باعث احادیث کو ہم دور افتادوں کی نسبت بہتر جانتے تھے ۔ اور ان کے صحت و سقم اور نسخ اور عدم نسخ کو ہم سے زیادہ پہچانتے تھے ۔ اور ان احادیث کے موافق عمل کے ترک کرنے میں کوئی نہ کوئی وجہ موجہ ضرور رکھتے ہونگے اس قدر تو ہم کوتاہ فہم بھی سمجھتے ہیں کہ احادیث کی روایتیں اشارہ عقد کی کیفیت میں بہت خلاف رکھتے ہیں ۔ اور نفس اشارہ میں بھی بکثرت اختلاف ظاہر ہے بعض روایات سے مفہوم ہوتا ہے کہ عقد کے بغیر اشارہ کا حکم فرمایا ہے ۔ اور وہ جو عقد کے ساتھ اشارہ کے قائل ہیں ۔ ان کے نزدیک بعض روایات میں تریپن ۵۳ کا عقد تھا اور بعض دوسری روایات میں تئیس ۲۳ کا عقد ہے ۔ اور بعض نے خنصر اور بنصر کے قبضہ کرنے اور ابہام کو وسطیٰ کے ساتھ حلقہ کرنے سے اشارہ سبابہ کو روایت کیا ہے ۔ اور بعض روایت میں صرف ابہام کو وسطیٰ پر رکھ کر اشارہ کا حکم فرمایا ہے ۔ اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ران پر رکھ کر اور بائیں ہاتھ کو دائیں پاؤں پر رکھ کر اشارہ کیا کرتے تھے ۔ اور ایک روایت میں اس طرح ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ کی پشت پر اور گھٹنے کو گھٹنے پر اور بازو کو بازو پر رکھ کر اشارہ کرتے تھے ۔ اور بعض روایت میں آیا ہے کہ تمام انگلیوں کو قبض کر کے اشارہ کرتے تھے ۔ اور بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے ۔ کہ سبابہ کے ہلانے کے بغیر اشارہ کا حکم ہے ۔ اور بعض دوسری روایات میں واقع ہے کہ تشہد کے پڑھتے وقت بلا تعین اشارہ کرتے تھے ۔ اور بعض روایت میں کلمہ شہادت کے پڑھتے وقت اشارہ کا حکم ہے ۔ اور روایات میں اشارہ کو دعا کے وقت سے مقید کیا ہے ۔ کہ اس طرح فرمایا کرتے تھے ۔ یَامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ ۔ اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے دین پر ثابت رکھ ۔

جب علمائے حنفیہ نے اشارہ کے بجا لانے میں راویوں کا اضطراب اور اختلاف دیکھا تو فعل زائد کو قیاس کے برخلاف نماز میں ثابت نہ کیا۔ کیونکہ نماز کی بنا سکون و وقار پر ہے۔ اور نیز جہاں تک ہو سکے انگلیوں کا قبلہ کی طرف متوجہ رکھنا سنت ہے جیسے کہ رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے فَلْيُوَجِّهْ مِنْ اَعْضَائِهٖ اِلَى الْقِبْلَةِ مَا اسْتَطَاعَ (جہاں تک ہو سکے اپنے اعضا کو قبلہ کی طرف متوجہ رکھے) اگر کہیں کہ کثرت اختلاف اس وقت مضطرب کرتا ہے جب کہ روایات کے درمیان موافقت ناممکن ہو۔ اور اس مسئلہ میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں۔ موافقت ممکن ہے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ تمام روایات کو مختلف اوقات میں کیا ہو۔ میں کہتا ہوں کہ بہت سی روایات میں لفظ کَانَ واقع ہوا ہے۔ جو منطقیوں کے نزدیک ادوات کلیہ میں سے ہے اس صورت میں توفیق و موافقت ناممکن ہے۔

اور یہ جو امام اعظم علیہ الرحمۃ سے منقول ہے کہ اگر کوئی حدیث میرے قول کے برخلاف پاؤ تو میرے قول کو ترک کر دو اور حدیث پر عمل کرو۔ اس حدیث سے مراد وہ حدیث ہے جو حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کو نہیں پہنچی ہے اور اس حدیث کا علم نہ ہونے کے باعث اس کے برخلاف حکم کیا ہے۔ لیکن اشارہ سبابہ کی حدیثیں اس قسم کی نہیں ہیں۔ یہ حدیثیں مشہور و معروف ہیں۔ اور یہ امر ناممکن ہے کہ امام علیہ الرحمۃ کو ان احادیث کا علم نہ ہو اور اگر کہیں کہ علمائے حنفیہ نے بھی اشارہ کے جواز پر فتوے دئیے ہیں اور فتاوے متعارضہ کے موافق جس طرح عمل کیا جائے جائز ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر جواز و عدم جواز اور حل و حرمت میں تعارض واقع ہو تو عدم جواز اور حرمت کی جانب کو ترجیح ہو گی۔

نیز شیخ ابن ہمام نے رفع یدین کے بارہ میں کہا ہے کہ رفع اور عدم رفع کی حدیثیں متعارض ہیں۔ ہم قیاس کے ساتھ عدم رفع کی حدیثوں کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ نماز کی بنا سکون و خشوع پر ہے جو اجماع کے نزدیک مطلوب و مرغوب ہے۔ اور شیخ ابن ہمام پر تعجب آتا ہے کہ اس نے کہا ہے کہ بہت مشائخ سے عدم اشارہ مروی ہے اور یہ خلاف روایت ہے۔ افسوس ہے کہ اس نے کس طرح جہالت اور عدم علم کو علماء مجتہدین کی طرف منسوب کیا ہے۔ قیاس پر جو شرع کا اصل چہارم ہے۔ عمل کرنے والے ہیں۔ اور حنفیہ کے نزدیک بھی ظاہر مذہب اور ظاہر روایت ہے۔ اور اسی شیخ نے راویوں کی کثرت اختلاف اور [illegible] کے باعث [illegible] کی حدیث کو ضعیف [illegible] بیان کیا ہے۔ فرزند ارشد محمد سعید [illegible] سال [illegible] تمام [illegible] والسلام

کیا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ ✦

اور نیز آپ نے پوچھا تھا کہ طالبان طریقہ ہر طرف جمع ہیں۔ اور کسی جگہ دلیری نہیں کی اور نہ ہی کسی کو کہا ہے کہ سرحلقہ ہو جس طرح کا اشارہ ہو اور جس کو مناسب جانیں فرمائیں تاکہ جماعت کا سرحلقہ بنایا جائے ✦

میرے مخدوم۔ یہ امر آپ کی صلاح پر موقوف ہے استخارہ اور توجہ کے بعد عمل در آمد فرمائیں۔ وَالسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَعَلٰى مَنْ لَدَيْكُمْ ✦

مکتوب ۳۱۳

مفصلہ ذیل سوالوں کے حل و جواب میں خواجہ محمد ہاشم کی طرف لکھا ہے:۔

سوال اوّل۔ اصحاب کرام کے کمالات فنا و بقا اور سلوک و جذبہ پر موقوف ہیں یا نہیں ✦

سوال دوم۔ طریقہ علیہ نقشبندیہ میں ریاضتوں سے منع کرتے ہیں اور ان کو مضر جانتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے سخت ریاضتیں برداشت کی ہیں ✦

سوال سوم۔ یہ طریقہ حضرت صدیق اکبرؓ کی طرف کیوں منسوب ہے ✦

سوال چہارم۔ آپ نے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ طالب کو ولایت موسوی سے تصرف کے ساتھ ولایت محمدی میں نہیں لے جا سکتے۔ اور دوسرے مکتوب میں لکھا ہے کہ تم کو ولایت موسوی سے ولایت محمدی میں لے آئے۔ ان دونوں باتوں میں موافقت کی وجہ کیا ہے۔

سوال پنجم۔ پیراہن پیش چاک پہننا چاہیئے یا پیراہن حلقہ گریبان ✦

سوال ششم۔ نفی اثبات کے ذکر کے وقت جو دل سے کہا جاتا ہے لا کو اوپر کی طرف اور الّٰہ کو دائیں طرف کیوں لے جاتے ہیں۔ اور اس مکتوب کے آخر میں آداب پر کو بیان فرمایا ہے ✦

اور نیز آپ نے فرمایا ہے کہ ان مکتوبات کے دفتر کو اسی مکتوب پر ختم کریں اور عدد تین سو تیرہ کی رعایت کریں کہ پیغمبران مرسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور اصحاب اہل بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے تعداد کے موافق ہیں ✦

نیز آپ نے فرمایا ہے کہ اس مکتوب کے خاتمہ میں وہ عرضداشتیں جو حضرت مخدوم زادہ کلاں علیہ الرحمۃ والغفران نے لکھی ہیں۔ لکھ دیں تاکہ پڑھنے والے دعا و فاتحہ کے ساتھ ان کو یاد کریں ✦

حمد و صلوٰۃ اور تبلیغ دعوات کے بعد اخی معظمی ہاشم کی خدمت میں فقیر عرض کرتا ہے کہ وہ سوال جن کا حل میر سید محب اللہ کے مکتوب میں طلب فرمایا تھا۔ ان کا جواب لکھ کر بھیجا گیا ہے ✣

سوال اول کا حاصل یہ ہے کہ قرب الٰہی جل شانہٗ فنا فی اللہ اور بقا باللہ اور جذبہ و سلوک کے تمام مقامات کے طے کرنے پر موقوف ہے۔ اور اصحاب کرام جو حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک ہی صحبت سے تمام اولیاء امت سے افضل ہو گئے۔ کیا یہ سیر سلوک اور فنا و بقاء جو ان کو ایک ہی صحبت میں حاصل ہوا۔ وہ دوسرے تمام سیر سلوک سے افضل تھا۔ یا کیا اسلام لانے کے ساتھ ہی آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ و تصرف سے صحابہ کرام کو فنا و بقا حاصل ہو جاتا تھا۔ اور نیز ان کو سلوک جذبہ کا علم حالاً و مقاماً حاصل تھا یا نہیں۔ اور اگر حاصل تھا تو کس نام سے بیان کرتے تھے۔ اور اگر سلوک و تصرف کا طریق نہ تھا۔ تو ان کو بدعت حسنہ کیوں کہیں ✣

جاننا چاہیئے کہ اس مشکل کا حل ہونا صحبت اور خدمت پر موقوف ہے۔ وہ بات جو اتنی مدت تک کسی نے نہیں کہی۔ وہ ایک دفعہ لکھنے میں کس طرح آپ کی سمجھ میں آ جائے گی۔ لیکن چونکہ آپ نے سوال کیا ہے۔ اس واسطے جواب کا لکھنا ضروری ہے۔ پس اجمال کے طور پر اس کا حل کیا جاتا ہے۔ غور سے سنیں۔ وہ قرب جو فنا و بقا اور سلوک جذبہ پر موقوف ہے۔ وہ قرب ولایت ہے۔ جس کے ساتھ اولیائے امت مشرف ہوئے ہیں اور وہ قرب جو حضرت خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت سے اصحاب کرام کو میسر ہوا تھا وہ قرب نبوت تھا جو تبعیت اور وراثت کے طور پر آپ کو حاصل ہوا تھا۔ اس قرب میں نہ فنا ہے نہ بقا نہ جذبہ ہے نہ سلوک۔ اور یہ قرب کئی درجے قرب ولایت سے اعلیٰ و افضل ہے کیونکہ یہ قرب قرب اصالت ہے اور وہ قرب قرب ظلیت۔ شَتَّانَ مَا بَيْنَهُمَا (ان دونوں میں بہت فرق ہے) لیکن ہر شخص کا فہم اس معرفت کے مذاق تک نہیں پہنچتا۔ بلکہ ممکن ہے کہ خواص لوگ اس معرفت کے سمجھنے میں عوام کے ساتھ شریک ہوں۔ ؎

گر بو علی نوائے قلندر نواختے
صوفی بدے ہر آنکہ بعالم قلندر است

ترجمہ ؎

گر بو علی بجاتا قلندر کی بانسری
بن جاتے صوفی سارے قلندر جہان کے

ہاں اگر قرب ولایت کی راہ سے کمالات نبوت کی بلندی پر عروج واقع ہو تو پھر فنا و بقا و جذبہ و سلوک ضروری ہیں۔ کیونکہ یہ سب اس قرب کے مبادی اور مقدمات اسباب

ہیں۔ اور اگر اس راستہ پر نہ چلیں اور قرب نبوت کے شاہ راہ کو اختیار کریں۔ تو پھر فنا و بقا و جذبہ و سلوک کی کچھ حاجت نہیں تمام اصحاب کرام رضی اللہ عنہم قرب نبوت کی شاہراہ پر چلے ہیں جس میں جذبہ و سلوک و فنا و بقا درکار نہیں۔ اس معرفت کا بیان اس مکتوب سے جو مولانا امان اللہ کی طرف لکھا گیا ہے معلوم کر لیں +

اس فقیر نے ہر جگہ اپنے مکتوبات اور رسائل میں لکھا ہے کہ میرا معاملہ سلوک و جذبہ کے ماسوا اور تجلیات و ظہورات کے ماوراء ہے۔ اس سے مراد یہی قرب ہے۔ میں اپنے خواجہ قدس سرہ کی خدمت و ملازمت میں حاضر تھا کہ یہ دولت مجھ پر ظاہر ہوئی تھی۔ اور میں نے اس عبارت میں آپ کی خدمت میں عرض کیا تھا۔ کہ مجھ پر ایسا امر ظاہر ہوا ہے کہ سیر انفسی کو اس امر کے ساتھ وہ نسبت ہے جو سیر آفاقی کو سیر انفسی کے ساتھ ہے۔ اور میں نے اپنے آپ میں اس سے زیادہ طاقت و قدرت نہ پائی کہ اس عبارت کے سوا کسی اور عبارت میں اس دولت کی تعبیر کر سکوں۔ چند سال کے بعد جب یہ معاملہ عجیبہ صاف طور پر ظاہر اور واضح ہوا۔ تو مجمل عبارات میں تحریر کیا گیا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَا لِهٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ هَدَانَا اللّٰهُ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ۔ اللہ تعالیٰ کی حمد ہے جس نے ہم کو ہدایت دی اور اگر وہ ہمیں ہدایت نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے۔ بیشک ہمارے اللہ کے رسول سچے ہیں +

پس فنا و بقا اور جذبہ و سلوک کی عبارت محدث اور مشائخ کی مخترعات سے ہوگی۔ مولوی جامی علیہ الرحمۃ نفحات میں لکھتے ہیں کہ اول جس شخص نے فنا و بقا کا دم مارا ہے حضرت ابو سعید خراز قدس سرہٗ ہیں +

دوسرے سوال کا حاصل یہ ہے کہ طریقہ علیہ نقشبندیہ میں سنت کی متابعت کو لازم جانتے ہیں۔ حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے عجیب و غریب ریاضتیں اور سخت بھوک پیاس کی تکلیفیں برداشت کی ہیں اور اس طریقہ میں ریاضتوں سے منع کرتے ہیں۔ بلکہ صورتوں کی کشف کے باعث ریاضتوں کو مضر جانتے ہیں۔ بڑے تعجب کی بات ہے کہ سنت کی متابعت میں ضرر کا احتمال کیسے متصور ہو سکتا ہے +

اے محبت کے نشان والے کس نے کہا ہے کہ اس طریق میں ریاضتوں سے منع کرتے ہیں اور کہاں سے سنا ہے کہ ریاضتوں کو مضر جانتے ہیں۔ اس طریق میں نسبت کی دائمی

حفاظت کرنا اور سنت کی متابعت کو لازم پکڑنا اور اپنے احوال کے چھپانے میں کوشش کرنا اور توسط حال اور درمیانی چال کا اختیار کرنا اور کھانے پینے اور پہننے میں حد اعتدال کا مدنظر رکھنا سخت ریاضتوں اور مشکل مجاہدوں سے جانتے ہیں +

حاصل کلام یہ کہ عوام کالانعام ان امور کو ریاضت و مجاہدہ نہیں جانتے۔ اُن کے نزدیک ریاضت و مجاہدہ صرف بھوکا رہنا ہی ہے۔ اور ان کی نظر میں بہت بھوکا رہنا بڑا بھاری امر ہے۔ کیونکہ ان چارپاؤں کے نزدیک کھانا نہایت ضروری اور اعلےٰ مقصد ہے جس کا ترک کرنا ان کے نزدیک سخت ریاضت اور دشوار مجاہدہ ہے اور نسبت کی دوام محافظت اور سنت کی متابعت کا التزام وغیرہ وغیرہ عوام کی نظر میں کچھ قدر و اعتبار نہیں رکھتا۔ تاکہ ان کے ترک کو منکرات سے جانیں اور ان امور کے حاصل کرنے کو ریاضتوں سے پہچانیں پس اس طریق کے بزرگواروں پر لازم ہے کہ اپنے احوال کے چھپانے میں کوشش کریں اور ایسی ریاضت کو ترک کر دیں جو عوام کی نظروں میں عظیم القدر اور خلق کی مقبولیت اور شہرت کا باعث ہو۔ کیونکہ شہرت میں آفت اور شرارت ہے +

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بِحَسْبِ الْمَرْءِ اَنْ يُشَارَ اِلَيْهِ بِالْاَصَابِعِ فِيْ دِيْنٍ اَوْ دُنْيَا اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى (آدمی کے لیے یہی شر کافی ہے کہ دین یا دنیا میں انگشت نما ہو مگر جس کو اللہ تعالےٰ محفوظ رکھے) +

فقیر کے نزدیک ماکولات یعنی کھانے پینے کی چیزوں میں حد اعتدال کو مدنظر رکھنے کی نسبت دور دراز بھوک پیاس کا برداشت کرنا آسان ہے لیکن حد اعتدال کو مدنظر رکھنے کی ریاضت کثرت بھوک کی ریاضت سے زیادہ مفید ہے +

حضرت والد بزرگوار قدس سرہٗ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے علم سلوک میں ایک رسالہ دیکھا ہے۔ جس میں لکھا ہے کہ ماکولات میں اعتدال اور حد اوسط کو نگاہ رکھنا مطلب تک پہنچنے کے لیے کافی ہے۔ اس رعایت کے ہوتے زیادہ ذکر و فکر کی حاجت نہیں۔ وہی کھانے پینے اور پہننے بلکہ تمام امور میں توسط حال اور میانہ روی بہت ہی بیان اور عمدہ ہے

نہ چنداں بخور کز دہانت برآید | نہ چنداں کہ از ضعف جانت برآید

نہ کھا اتنا کہ نکلے منہ سے باہر
نہ کم اتنا کہ تن سے جان نکلے

اللہ تعالیٰ نے ہمارے حضرت پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چالیس آدمیوں کی قوت عطا فرمائی تھی جس کے سبب سخت بھوک برداشت کر لیا کرتے تھے اور اصحاب کرام بھی حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے اس بوجھ کو اٹھا سکتے تھے اور ان کے اعمال و افعال میں کسی قسم کا فتور اور خلل نہ آتا تھا اور بھوک کی حالت میں دشمنوں کی لڑائی پر اس قدر طاقت رکھتے تھے کہ سیر شکموں کو اس کا دسواں حصہ بھی نصیب نہ تھا۔ یہی باعث تھا کہ بیس صابر آدمی دو سو کافروں پر غالب آ جاتے تھے اور سو آدمی ہزار پر غلبہ پا جاتا تھا اور صحابہ کے سوا اور لوگ بھوک برداشت کرنے اور ان کا تو یہ حال ہے کہ آداب و سنن کے بجا لانے سے عاجز ہیں بلکہ بسا اوقات فرائض کو بھی بمشکل ادا کر سکتے ہیں۔ بغیر طاقت کے اس امر میں صحابہ کرام کی تقلید کرنا گویا فرائض و سنن کے ادا کرنے میں اپنے آپ کو عاجز کرنا ہے۔

منقول ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تقلید کر کے وصال کی روزہ اختیار کی اور ضعف و ناتوانی سے بیخود ہو کر زمین پر گر پڑے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اعتراض کے طور پر فرمایا کہ تم میں سے کون ہے جو میری مانند ہو۔ میں رات کو اپنے رب کے پاس ہوتا ہوں اور وہی مجھے کھلاتا پلاتا ہے۔ پس انہوں نے طاقت کے بغیر تقلید کرنا بہتر اور پسند نہ جانا۔

اور نیز اصحاب کرام حضرت خیر البشر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت کی برکت سے کثرت جوع کی پوشیدہ تکلیفوں سے محفوظ اور مامون تھے اور دوسروں کو یہ حفظ و امن میسر نہیں۔ اس کا بیان یہ ہے کہ زیادہ بھوک البتہ صفائی بخشتی ہے بعض کے دل کو اور بعض کے نفس کو صفائی بخشتی ہے قلب کی صفائی سے ہدایت بڑھتی اور نور زیادہ ہوتا ہے اور نفس کی صفائی سے گمراہی زیادہ ہوتی اور سیاہی بڑھتی ہے۔ یونان کے فلاسفر اور برہمنوں اور جوگیوں کو بھوک کی ریاضت نے صفائی بخش کر گمراہی اور خسارہ میں ڈال دیا۔ افلاطون بے وقوف نے اپنے نفس کی صفائی پر بھروسہ کیا اور اپنی خیالی کشفی صورتوں کو اپنا مقتدا بنا کر مغرور ہوا اور حضرت عیسےٰ علیٰ نبینا و علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جو اس زمانہ میں مبعوث ہوئی تھی ایمان نہ لایا۔ اور یوں کہا کہ نَحْنُ قَوْمٌ مُّهْتَدُوْنَ لَا حَاجَةَ بِنَا اِلٰى مَنْ يَّهْدِيْنَا۔ ہم ہدایت یافتہ لوگ ہیں ہمیں کسی ہدایت دینے والے کی حاجت نہیں۔ اگر اس میں یہ ظلمت بڑھانے والی صفائی نہ ہوتی۔ تو اس کی خیالی کشفی صورتیں اس کو راہ راست سے نہ روکتیں اور مطلب کے پانے سے اس کو مانع نہ ہوتیں۔ اس نے اسی صفائی کے گمان پر

اپنے آپ کو نورانی خیال کیا اور اس نے نہ جانا کہ یہ صفائی اس کے نفس امارہ کے باریک چھڑے سے آگے نہیں گذری۔ اور اس کا نفس امارہ اپنی پہلی خبث و نجاست پر ہے۔ اس کی مثال بعینہ اسی طرح ہے جس طرح نجاست مغلظہ کو رقیق غلاف کی شکل میں ظاہر کر دکھائیں قلب جو فی حد ذاتہ پاکیزہ اور نورانی ہے نفس ظلمانی کی ہمنشینی سے جو زنگار اس پر آ جائے تھوڑے سے تصفیہ کے ساتھ اپنی اصلی حالت پر آجاتا ہے اور نورانی ہو جاتا ہے۔ برخلاف نفس کے جو فی حد ذاتہ خبیث ہے اور ظلمت اس کی ذاتی صفت ہے۔ جب تک قلب کی سیاست اور سنت کی متابعت اور شریعت کی اتباع بلکہ محض فضل خداوندی سے پاک صاف ہو جائے اور اس کا خبث ذاتی دور نہ ہو جائے تب تک اس سے نجات اور بہتری متصور نہیں افلاطون نے اپنی کمال جہالت سے اپنی صفائی کو جو اس کے نفس امارہ سے تعلق رکھتی تھی حضرت عیسےٰ کے قلب کی صفائی کی طرح خیال کیا اور اپنے آپ کو بھی ان کی طرح مہذب اور مطہر خیال کر کے ان کی متابعت کی دولت سے محروم رہا۔ اور ہمیشہ کے خسارہ میں پڑا رہا۔ اَعَاذَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی مِنْ ھٰذَا الْبَلَاءِ۔ اللہ تعالےٰ ہم کو اس بلا سے بچائے۔

جب اس قسم کے خطرے بھوک میں پائے جاتے تھے۔ اس لئے اس طریق کے بزرگوں نے بھوک کی ریاضت کو ترک کیا۔ اور کھانے پینے میں اعتدال کی ریاضت اور میانہ روی کے مجاہدہ کی طرف رہنمائی کی اور بھوک کے نفعوں اور زائدوں کو اس بڑے ضرر کے احتمال پر ترک کر دیا اور دوسروں نے بھوک کے منافع کا ملاحظہ کر کے اس کے ضرر کی نظر نہ دیکھا۔ اور بھوک کی طرف ترغیب دی۔ اور عقلمندوں کے نزدیک یہ بات ثابت اور مقرر ہے کہ ضرر کے احتمال پر بہت سے منافع کو چھوڑ سکتے ہیں۔ اور اسی کلام کے قریب ہے جو علماء نے فرمایا ہے کہ اگر کوئی امر سنت اور بدعت کے درمیان متردد ہو۔ تو سنت کی بجا لانے کی نسبت بدعت کا ترک کر دینا بہتر ہے۔ یعنی بدعت میں ضرر کا احتمال ہے اور سنت میں نفع کی امید۔ پس ضرر کے احتمال کو نفع کی امید پر ترجیح دے کر بدعت کو ترک کر دینا چاہئے تاکہ ایسا نہ ہو کہ سنت کے بجالانے میں دوسری طرف سے ضرر پیدا ہو۔ اس سخن کی حقیقت یہ ہے کہ وہ سنت گویا اسی زمانہ پر موقوف ہے بعض نے چونکہ دقت و خفا کے باعث اس کے معرفت ہونے کو معلوم نہ کیا۔ اس لئے اس کی تقلید میں دلیری اور جلدی کی اور بعض نے اس کو معرفت جان کر اس کی تقلید سے پرہیز کی۔ وَاللّٰہُ سُبْحَانَہٗ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَۃِ الْحَالِ

حقیقت حال کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ اس طریقہ علیہ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس طریق کی نسبت حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ برخلاف دوسرے طریقوں کے۔ اگر مدعی کہے کہ اکثر طریق امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتے ہیں اور حضرت امام جعفر صادق رضی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے۔ پھر دوسرے سلسلے حضرت صدیق رضی کی طرف کیوں منسوب نہ ہوں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے بھی نسبت رکھتے ہیں۔ اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ سے بھی۔ اور حضرت امام میں ان دونوں اعلیٰ نسبتوں کے جمع ہونے کے باوجود ہر ایک نسبت کے کمالات جدا اور ایک دوسرے سے متمیز ہیں۔ بعض نے صدیقی مناسبت کے باعث حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسبت صدیقیہ حاصل کی۔ اور حضرت صدیق اکبر کی طرف منسوب ہوگئی۔ اور بعض نے امیری مناسبت کے نسبت امیریہ اخذ کی اور حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہوگئے۔

یہ فقیر ایک دفعہ پرگنہ بنارس میں گیا ہوا تھا۔ جہاں کہ دریائے گنگا اور جمنا باہم ملتے ہیں۔ وہاں دونو پانیوں کے ملنے کے باوجود محسوس ہوتا ہے۔ کہ گنگا کا پانی الگ ہے اور جمنا کا پانی جدا۔ دونو کے درمیان برزخ ہے جو دونو پانیوں کو آپس میں ملنے نہیں دیتا۔ اور جو لوگ دریائے گنگا کے پانی کی طرف ہیں وہ اس جمع ہوئے پانی سے گنگا کا پانی پیتے ہیں۔ اور جو لوگ دریائے جمنا کے پانی کی طرف ہیں وہ دریائے جمنا کا پانی پیتے ہیں۔

اور اگر کہیں کہ خواجہ محمد پارسا قدس سرہٗ نے رسالہ قدسیہ میں تحقیق کی ہے کہ حضرت امیر رضی نے جس طرح حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلے آلہ الصلوٰۃ والسلام سے تربیت پائی ہے۔ اسی طرح حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ سے بھی پائی ہے۔ پس حضرت امیر رضی اللہ عنہ کی نسبت بعینہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کی نسبت ہے پھر ان میں کیا فرق ہے۔ تو میں کہتا ہوں کہ نسبت کے متحد ہونے کے باوجود محل و مقام کے تعدد کی خصوصیتیں اپنے حال پر ہیں۔ ایک ہی پانی مختلف مکانوں کے باعث الگ الگ خصوصیتیں پیدا کر لیتا ہے۔ پس جائز ہے کہ ہر ایک کی خصوصیت کی طرف نظر کر کے ہر ایک طریقہ اس کی طرف منسوب ہے۔

سوال چہارم کا حاصل یہ ہے کہ ملا محمد صدیق کے مکتوب میں لکھا ہے کہ ایک شخص ولایت

موسوی کی استعداد رکھتا ہے اس کو کوئی صاحب تصرف ولایت محمدی کی استعداد میں نہیں لا سکتا۔ اور درویش زادہ کلاں قدس سرہ کے مکتوبات میں لکھا ہے کہ تم کو ولایت موسوی سے ولایت محمدی میں لے آیا۔ ان دونو باتوں میں موافقت کس طرح ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جو ملا محمد صدیق کے مکتوب میں واقع ہے کہ معلوم نہیں ہے کہ ولایت موسوی سے ولایت محمدی میں لے جاسکیں۔ اس وقت اس امر کے واقع ہونیکا علم نہ تھا اس کے بعد اس امر کا علم اور تغیر و تبدل کی قدرت عطا فرمادی اور پھر لکھا ہے کہ تم کو اس ولایت سے ولایت محمدی میں لے گئے۔ زمانہ متحد نہیں ہے تاکہ تناقض متصور ہو +

سوال پنجم کا حاصل یہ ہے کہ اس جگہ کے صوفی پیراہن پیش چاک پہنتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ یہی سنت ہے۔ اور حضرت امیر رضی اللہ تعالے عنہ کے بندگان خالفہ کے طریق پر بناتے ہیں اس کی تحقیق کیا ہے +

جواب۔ جاننا چاہیئے کہ ہم بھی اس بارہ میں متردد ہیں۔ اہل عرب پیراہن پیش چاک پہنتے ہیں اور اس کو سنت جانتے ہیں اور بعض کتب معتبرہ فقہیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ پیراہن پیش چاک مردوں کو نہ پہننا چاہیئے کہ عورتوں کا لباس ہے +

امام احمد علیہ الرحمۃ اور ابو داؤد رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اس مرد پر جو عورت کا لباس پہنے اور اس عورت جو مرد کا لباس پہنے لعنت ہے۔ اور مطالب المومنین میں ہے کہ عورت مرد کی مشابہت کرے اور مرد عورت کی مشابہت نہ کرے۔ کیونکہ دونو پر لعنت ہوتی ہے +

بلکہ مفہوم ہوتا ہے کہ پیراہن پیش چاک اہل علم اور اہل دین کا شعار نہیں ہے۔ اسی واسطے اہل ذمہ کے لئے یہ لباس تجویز کیا گیا ہے۔ جامع الرموز اور محیط میں منقول ہے کہ وہ لباس جو اہل علم اور اہل دین کے ساتھ مخصوص ہے یعنی ردا اور عمامہ اہل ذمہ نہ پہنیں بلکہ موٹے کپڑے کی قمیص پہنیں جس کے سینے پر عورتوں کی طرح چاک ہو +

اور نیز بعض علما کے قول کے موافق پیش چاک قمیص نہیں ہے بلکہ درع ہے۔ ان کے نزدیک قمیص وہ ہے جس کے دونو کندھوں پر چاک ہوں۔ جامع الرموز اور ہدایہ میں جہاں عورت کے کفن کا بیان ہے۔ لکھا ہے کہ قمیص کے بدلے درع ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ درع کا چاک سینے میں ہوتا ہے اور قمیص کا چاک دونو کندھوں کی طرف

اور بعض ترادف کے قائل ہیں۔ یعنی دونوں کے ایک ہی معنے سمجھے ہیں +

فقیر کے نزدیک بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ جب مردوں کو عورتوں کا سا لباس پہننا منع ہے۔ تو جہاں عورتیں پیراہن پیش چاک پہنتی ہیں۔ وہاں مردوں کو چاہیئے کہ عورتوں کی مشابہت کو ترک کر کے پیراہن حلقہ گریبان پہنیں اور جس جگہ عورتیں پیراہن حلقہ گریبان پہنتی ہیں وہاں مرد پیراہن پیش اختیار کریں۔ اور عرب میں عورتیں پیراہن حلقہ گریبان پہنتی ہیں۔ اس لیئے مرد پیراہن پیش چاک پہنتے ہیں اور ماوراء النہر اور ہند میں عورتوں کا لباس پیراہن پیش چاک ہے۔ اس لیئے مرد پیراہن حلقہ گریبان اختیار کریں +

میاں شیخ عبدالحق دہلوی بیان کرتا تھا کہ میں حضرت مکہ میں تھا کہ میں نے دیکھا کہ شیخ نظام نارنولی کا ایک مرید پیراہن حلقہ گریبان پہنے ہوئے طواف کر رہا ہے۔ اور عرب کے لوگ اس کی پیراہن دیکھ کر تعجب کرتے اور کہتے ہیں کہ عورتوں کا پیراہن پہنا ہوا ہے۔ پس عرف و عادت کے اعتبار سے عرب کے طریق پر بھی عمل کرنا بہتر ہوگا۔ اور ہند و ماوراء النہر کے عمل کے موافق بھی بہتر ہوگا۔ لِكُلٍّ وِجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيهَا۔ ہر ایک کے لیئے ایک جہت ہے جس کی طرف وہ منہ کرنے والا ہے +

اگر پیراہن پیش چاک کا سنت ہونا ثابت ہوتا تو علماء حنفیہ یہ لباس اہل ذمہ کیلیئے تجویز نہ کرتے اور اہل علم اور اہل دین کے ساتھ ہی مخصوص رکھتے۔ چونکہ عورتیں اس لباس میں پیش قدم ہیں۔ اس جگہ مردوں کا لباس عورتوں کے لباس کے تابع ہوگیا ہے +

سوال ششم کا حاصل یہ ہے کہ جب ابتدا ہی سے اس طریق کے طالبوں کی توجہ احدیت صرف کی طرف ہے۔ تو چاہیئے کہ توجہ نفی اثبات کے ساتھ جمع نہ ہو۔ کیونکہ نفی کے وقت غیر کی طرف توجہ ہوتی ہے +

جواب یہ ہے کہ غیر کی طرف توجہ کرنا توجہ احدیت کی تقویت اور تربیت کیلیئے ہے۔ اور غیر کی نفی سے مقصود اغیار کی مزاحمت کے اس توجہ کا دائمی طور پر حاصل ہونا ہے پس غیر کی نفی کی توجہ احدیت کی توجہ کے منافی نہ ہوگی۔ کیونکہ احدیت کی توجہ کے منافی غیر کی توجہ ہے نہ کہ غیر کے نفی کی توجہ۔ شَتَّانَ مَا بَيْنَهُمَا۔ ان دونو میں بہت فرق ہے +

سوال ہفتم کا حاصل یہ ہے کہ اس طریقہ میں مبتدی جو ذکر کا م و زبان سے کہتا ہے۔ اسی ذکر کو دل سے بھی کہتا ہے۔ تو پھر دل نفی اثبات کا پورا ذکر کرتا ہے یا نہیں۔ اگر پورا

ذکر کرتا ہے تو پھر لا کو اوپر کی طرف اور اللہ کو دائیں طرف کیوں پھیرتے ہیں +

اس کا جواب یہ ہے کہ قلب اگر تمام ذکر کہے تو کیا نقصان ہے۔ اور لا کو اوپر کی طرف اور اللہ کو دائیں طرف پھیرتے ہیں اور الا اللہ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ اس طریق میں نفی اثبات کو تخیل میں ادا کرتے ہیں اور کام و زبان سے کچھ تعلق نہیں رکھتے۔ تاکہ جو کچھ کہتے ہیں دل اس کو بخوبی قبول کرلے +

آپ کے یہ دو اخیر کے سوال فخر رازی کی تشکیکات کی قسم ہیں۔ اگر آپ ان سوالوں کی طرف بخوبی توجہ کرتے تو جلدی آپ کا شک رفع ہو جاتا +

باقی مقصود یہ ہے کہ وہاں کے بعض یاروں نے کئی دفعہ لکھا ہے کہ میر محمد نعمان ان دنوں میں طالبوں کے احوال پر کچھ غور و پرداخت نہیں کرتے۔ اور عمارت کے بنانے میں لگے ہوئے ہیں۔ اور فتوحات کا روپیہ عمارت پر خرچ کرتے ہیں جس سے فقراء بے نصیب رہ جاتے ہیں۔ یاروں نے ان حالات کو اس طرح لکھا تھا کہ ان سے اعتراض اور روگردانی کی آمیزش مفہوم ہوتی تھی۔ اور انکار کی بو آتی تھی۔ آپ بخوبی سمجھ لیں کہ اس گروہ یعنی اہل اللہ کا انکار زہر قاتل ہے اور بزرگوں کے افعال و اقوال پر اعتراض کرنا زہر افعی ہے جو ہمیشہ کی موت اور دائمی ہلاکت میں ڈالتا ہے۔ خاص کر جب کہ یہ اعتراض و انکار پیر کی طرف عائد ہو اور پیر کی ایذا کا سبب ہو۔ اس گروہ کا منکر ان کی دولت سے محروم ہے۔ اور ان پر اعتراض کرنے والا ہمیشہ ناامید اور زیانکار رہتا ہے۔ جب تک پیر کے تمام حرکات و سکنات مرید کی نظر میں زیبا اور محبوب نہ ہوں۔ تب تک پیر کے کمالات سے اس کو کچھ حصہ نہیں ملتا۔ اور اگر کچھ کمال حاصل بھی کرلے تو وہ استدراج ہے جس کا انجام خرابی و رسوائی ہے۔ مرید اپنے پیر کی کمال محبت اور اخلاص کے باوجود اگر اپنے آپ میں بال بھر بھی اعتراض کی گنجائش دیکھے تو اسے سمجھنا چاہئے کہ اس میں اس کی خرابی ہے اور وہ پیر کے کمالات سے بے نصیب ہے۔ اگر بالفرض پیر کے کسی فعل میں شبہ پیدا ہو جائے اور کسی طرح دفع نہ ہو سکے۔ تو اس کو اس طرح دریافت کرے۔ کہ اعتراض کی آمیزش سے پاک اور انکار کے گمان سے صاف ہو۔ کیونکہ اس جہان میں حق باطل کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ اگر پیر سے کسی وقت خلاف شریعت امر صادر ہو جائے۔ تو مرید کو چاہئے۔ کہ اس امر میں پیر کی تقلید نہ کرے اور جہاں تک ہو سکے حسن ظن کے ساتھ اس کو نیک وجہ پر محمول کرے اور اس امر کی صحت و درستی کی وجہ تلاش کرتا رہے

اگر صحت کی وجہ نہ ملے تو چاہئے کہ اس ابتلا کے دفع کرنے میں حق تعالے کی بارگاہ میں التجا و تضرع کرے اور گریہ زاری سے پیر کی سلامتی طلب کرے۔ اور اگر مرید کو پیر کے حق میں کسی امر مباح کے ارتکاب کے باعث کوئی شبہ پیدا ہو۔ تو اس شبہ کا کچھ اعتبار نہ کرے جب مالک الملک جل شانہ نے امر مباح کے اختیار کرنے سے منع نہیں کیا۔ اور کوئی عرض نہیں فرمایا تو پھر دوسرے کا کیا حق ہے کہ اپنے پاس اعتراض کرے۔ بسا اوقات کئی جگہ اولے کے بجالانے سے اس کا ترک کرنا بہتر ہوتا ہے +

حدیث نبوی صلے اللہ علیہ وسلم میں آیا ہے اِنَّ اللّٰهَ كَمَا يُحِبُّ اَنْ يُؤْتٰى بِالْعَزِيْمَةِ يُحِبُّ اَنْ يُؤْتٰى بِالرُّخْصَةِ۔ کہ اللہ تعالے جس طرح عزیمت کا بجالانا دوست رکھتا ہے اسی طرح رخصت پر عمل کرنا بھی پسند کرتا ہے +

حضرت پیر کو بے شمار فیض حاصل ہیں اگر فیض کے دنوں میں مریدوں کے احوال پر غور نہ بھی کریں اور بعض امور مباح سے اپنی تسلے کریں تو کوئی اعتراض کی جگہ نہیں ہے ایسے حال میں عبداللہ اصطخری اپنی تسلی کے لیے سگبانوں کے ہمراہ جنگل میں شکار کیواسطے چلے جایا کرتے تھے۔ اور بعض مشائخ ایسے حال میں سماع و نغمہ سے اپنی تسلے کیا کرتے تھے +

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى وَالْتَزَمَ مُتَابَعَةَ الْمُصْطَفٰى عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ اَتَمُّهَا وَاَكْمَلُهَا۔ سلام ہو اس شخص پر جو ہدایت کے رستہ پر چلا اور حضرت مصطفے صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت کو لازم پکڑا +

عرض داشت اول

جو مغفرت پناہ مخدوم زادہ کلاں قدس سرہٗ نے لکھی تھی

حضور کا کمترین غلام محمد صادق عرض کرتا ہے کہ اس طرف کے احوال و اوضاع حضور کی عالی توجہ کی برکت سے ظاہری باطنی جمعیت کے ساتھ گذر رہے ہیں۔ مدت گذری ہے کہ حضور کے خادموں کی طرف سے دل منتظر اور پریشان تھا۔ آج عریضہ لکھنے کے دن میاں بدرالدین آیا۔ اور اس نے حضور کی کامل خیر و عافیت کا حال سنایا۔ بے حد و بے اندازہ فرحت و خوشی حاصل ہوئی +

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰى حَمْدًا كَثِيْرًا عَلٰى ذٰلِكَ۔ اس پر اللہ تعالے کا بیشمار حمد ہے +

قبلہ گاہا۔ حافظ بہاؤالدین نے تیرہویں رات کو قرآن مجید ختم کیا اور چودھویں رات کو حافظ موسیٰ نے شروع کیا ہے پانچ پانچ سیپارہ ہر رات کو پڑھتا ہے۔ انیسویں رات کو ختم کرے گا۔ عشرہ اخیر میں قرآن مجید ختم کرنے کے لئے حافظ بہاؤالدین ہی مقرر ہوا ہے۔

حضرت سلامت۔ ایک رات نماز تراویح میں حافظ قرآن پڑھ رہا تھا کہ ایک نہایت وسیع اور نورانی مقام ظاہر ہوا۔ گویا کہ حقیقت قرآنی کا مقام تھا۔ اور ایسا معلوم ہوا کہ حقیقت محمدی علٰے صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اس مقام کا اجمال ہے گویا دریائے اعظم کو کوزہ میں بند کیا ہے اور یہ مقام حقیقت محمدی کی تفصیل ہے۔ اکثر انبیا اور کامل اولیا نے اپنے اپنے قدر کے موافق اس مقام سے کچھ کچھ حاصل کیا ہے۔ لیکن اس مقام کا کامل اور تمام حصہ ہمارے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا اور کسی کو حاصل معلوم نہیں ہوتا۔ اس حقیر کو بھی اس مقام سے تھوڑا سا حصہ مل گیا۔ اللہ تعالےٰ حضور کی توجہ عالی سے کامل حصہ نصیب کرے۔ ابھی تک یہ مقام اچھی طرح واضح نہیں ہوا۔ باقی احوال جمعیت سے گذر رہے ہیں۔ اور اس ماہ معظم میں بڑی برکت مفہوم ہوتی ہے اخی محمد سعید کے اوضاع و احوال بہت اچھے ہیں اور اس کے اوقات جمعیت و ذکر سے گذر رہے ہیں۔ شہر کے باہر بھی بڑے ذوق سے حاضر ہوتے ہیں +

فقیر نے ابھی تک چار سیپارہ سے کچھ اوپر حفظ کیا ہے۔ عید کے دن تک امید ہے کہ پانچ سیپارہ تک یاد ہو جائیں گے۔ وَالعُبُودِیَّۃ۔ آداب بندگی +

عرض اشت دوم

کمترین بندگان محمد صادق عرض کرتا ہے کہ اس طرف کے احوال و اوضاع شکر کے لائق ہیں۔ اور اس ذات کعبہ مرادات کی خیریت مع خادموں اور مخلصوں کے مطلوب اور مسئول ہے +

حضور کا سرفراز نامہ اور بزرگ صحیفہ جو سنبل کے ہمراہ ارسال فرمایا تھا۔ صادر ہوا۔ اس کے مطالعہ سے نہایت ہی خوشی حاصل ہوئی۔ حق تعالےٰ اپنے نبی امی صلے اللہ علیہ وسلم اور ان کی آل بزرگوار رضی اللہ عنہ کی طفیل اس قبلہ عالمیان کی مہربانی کا سایہ تمام اہل اسلام کے سر پر باقی و قائم و دائم رکھے +

قبلہ گاہا۔ فقیر اپنے خراب احوال کیا لکھے۔ اپنے ماضی و حال کے صادر ہوئے ہوئے اعمال

اور ضائع ہوئے ہوئے احوال پر بڑی حسرت و ندامت آ رہی ہے - آرزو تو یہی رہتی ہے کہ کوئی لحظہ اور کوئی ساعت حق تعالےٰ کی رضا کے برخلاف نہ گذرے - لیکن ایسا ہو نہیں سکتا ہاں اگر حضور کے خادموں کی توجہ مدد و دستگیری فرمائے - تو بڑی بات نہیں - ع

از کریماں کارہا دشوار نیست

ترجمہ ع - کریموں پر نہیں یہ کام دشوار

الحمد للہ کہ اب تک حضور کی توجہ شریف کی برکت سے جس طرح کہ حضور نے فرمایا تھا - استقامت حاصل ہے - اور ابھی تک اس میں کوئی فتور نہیں آیا - بلکہ دن بدن ترقی وزیادتی کا امیدوار ہے - فجر و ظہر و عصر کے بعد حلقہ بیٹھتا ہے - اور حافظ بہاؤالدین کاموں سے فرصت پاکر قرآن مجید پڑھتا ہے - یہ فقیر بعض اوقات قبض میں ہے اور بعض اوقات بسط میں - اور قبض و بسط اور توجہ و ذوق اور آرام وغیرہ بدن سے تعلق رکھتے ہیں - اس سے آگے تجاوز نہیں کرتے اور لطائف کا حال یہ ہے کہ نہ متوجہ ہیں نہ غافل - اگر متوجہ ہیں تو ان کی توجہ علم حضوری کی مانند بلکہ اس کا عین ہے - اور توجہ اور ذوق وغیرہ کو ظلال میں داخل جانتا ہے - اور ظل سے متجاوز معلوم نہیں کرتا - لطائف اوّل اوّل بدن کے ساتھ ملے ہوئے تھے اور نظر بصیرت میں بدن کے سوا اور کوئی امر مفہوم نہ ہوتا تھا - جیسے کہ حضور موفور السرور کی خدمت میں عرض کیا گیا تھا - اب بدن سے ممتاز اور الگ دکھائی دیتے ہیں - یہ مقام بقا کا مقام ہے - بقا کے بعد پھر ایک قسم کی فنا لطائف پر طاری ہوئی - اور ایسا معلوم ہوا کہ اس فنا کے بغیر جو بقا کے بعد ہے - کام کا تمام ہونا میسر نہیں ہوتا +

اب چند روز سے پھر قبض کی حالت میں ہے اور باطنی معاملہ کمی میں ہے دیکھیں کیا ظاہر ہوتا ہے - لیکن ابھی تک عالم کی طرف توجہ نہیں ہوئی - چونکہ احوال کا عرض کرنا ضروری تھا اس لئے ان چند کلمات کے لکھنے پر جرأت کی +

قبلہ گاہا - فقیر ہر رات حضرت کو خواب میں دیکھتا ہے - اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہُ اس سے زیادہ کیا لکھا جائے - کہ تعلقات رسمیہ میں داخل ہے - وَالْعُبُوْدِیَّۃ - آداب بندگی +

عرض داشت سوم

کمترین بندگان محمد صادق عرض کرتا ہے کہ یہ حقیر مدت سے مقبوض اور مغموم تھا -

آخر کار حضور کی محض پاک توجہ سے حق تعالےٰ کی عنایت شامل حال ہوئی۔ اور بسط عظیم لاحق ہوئی۔ اس بسط میں ایسا معلوم ہوا کہ جس طرح آگے یاد و توجہ اس شخص کی طرف سے ہوتی تھی۔ اب جو کچھ ہے۔ حق تعالےٰ کی طرف سے ہے۔ اور اپنے آپ میں قبول کی قابلیت کے سوا اور کچھ نہیں پاتا۔ اس آئینہ کی طرح کہ جس پر سورج طلوع کرے۔ اور اس طلوع کے باعث بدن و لطائف سے تمام ظلمت و کدورت دور ہو جائے۔ اور اس میں کما حقہٗ نور و برکت حاصل ہو جائے۔ پس اس بسط سے میرا سینہ کشادہ اور میرا قلب وسیع ہو گیا۔ اور بدن نورانی اور روشن بن گیا۔ اور لطائف بہ نسبت سابق درجہ درجے سے زیادہ زیادہ لطیف ہو گئے۔ اور میں نے معلوم کیا کہ تجلی اکمل لطائف میں سے قلب پر ہے۔ جب میں نے قلب کی طرف دیکھا تو اس میں ایک اور قلب ظاہر ہوا۔ جس پر تجلے واقع ہوئی ہے۔ جب میں نے اس قلب کے قلب کی طرف دیکھا تو اس میں ایک اور قلب دکھائی دیا۔ اسی طرح بے نہایت قلب ظاہر ہوئے اور کوئی قلب بسیط ایسا ظاہر نہ ہوا جس میں اور قلب ظاہر نہ ہوا ہو۔ میرے گمان میں اب تک قلب بسیط کا انتہا نہیں آیا۔ اور معلوم ہوا کہ اس حالت کی نسبت پہلے حالات بیجا تکلفات تھے۔ اور اس مقام کا صرف نام ہی نام دل پر گذرتا تھا۔ جس کو بے ادبی کے باعث لکھا گیا تھا۔ قبلہ گاہا۔ یہ سب کچھ حضور کی پاک توجہ کا کمتر اثر ہے بیت

گر بر تن من زباں شود ہر موے ۔۔۔ یک شکر تو از ہزار نتوانم کرد

ترجمہ

اگر ہر بال میں میری زباں ہو

نہ پھر بھی کچھ شکر مجھ سے بیاں ہو

حضرت سلامت حضور کے خادموں کی خدمت میں حاضر ہونے کی آرزو بیان سے باہر ہے۔ ہر گھڑی یہی تصور ہے۔ کہ وہ کونسا نیک اور خوش وقت ہوگا۔ کہ یہ اعلیٰ مطلب اور بلند مقصد حاصل ہوگا۔ اس آرزو کے سوا اور کوئی خواہش نہیں ہی۔ حق تعالےٰ اپنے پاک نبی صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے طفیل بہت اچھے طریق سے یہ دولت عظمےٰ نصیب کرے وَالعُبُوْدِیَّۃ۔ آداب بندگی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَوَّلاً وَّ اٰخِراً +

اردو ترجمہ کتاب مقامات احمدیہ و ملفوظات معصومیہ

یہ متبرک کتاب ۱۰۵۳ھ کی تصنیف ہے اور اس کے مصنف حضرت خواجہ محمد امین صاحب نقشبندی مجددی علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں جو حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے مریدان خاص و حاضرین مجلس میں سے ہیں اس کتاب میں ۳ مطلب اور ۱۲ باب ایک مقدمہ اور خاتمہ ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قیمت ۱۲ر

اردو ترجمہ کتاب لطائف خمسہ یا مقامات مظہری

اس متبرک کتاب کو عالیجناب قبلہ و قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین واقف اسرار خفی و جلی مولانا سید غلام علی شاہ صاحب قدس سرہ نے حالات و مقامات و ملفوظات و مکتوبات و معمولات حضرت شمس الدین حبیب اللہ جناب مرزا جان جاناں مظہر شہید قدس سرہ میں جناب حضرت مولوی نعمت اللہ صاحب کی کتاب سے و نیز اپنی یاد داشت سے ترتیب دیکے اس کا نام مقامات مظہری رکھا ہے۔ حضرت غلام علی شاہ صاحب قدس سرہ حضرت قبلہ مرزا جان جاناں مظہر رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ خاص ہیں۔ اس کتاب میں ۸ فصل ہیں قابل دید کتاب ہے قیمت ... عہ

مثنوی تحفۃ العاشقین مع تحفۃ العارفین

یہ دو نو کتابیں سالک حق پرست بادۂ الست مقبول بارگاہ احد حضرت شاہ عبدالصمد قدس سرہ نقشبندی مجددی کی تصنیف لطیف میں سے ہے۔ اردو زبان میں سراپا برکت اور رحمت ہیں۔ چنانچہ مشہور ہے کہ حضرت مصنف کو ان کتب کی تصنیف کے لئے خواب میں جناب سرور کائنات صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ارشاد ہوا تھا اور یہی وجہ ان کے مقبول عام اور فائدہ مند ہونے کی ہے۔ یہ دو نو کتابیں نہایت اعلےٰ درجے کے کاغذ پر خوشخط چھاپی گئی ہیں قیمت ۱۲ر

اردو ترجمہ کتاب مقصد الاقصیٰ

عجیب و غریب کتاب علم تصوف میں تصنیف حضرت خواجہ عزیز الدین نسفی رحمۃ اللہ علیہ کی ہے اس کتاب میں مصنف علیہ الرحمۃ نے باریک مسائل تصوف جس خوبی سے لکھے ہیں اس کی نسبت یہ کہنا پڑتا ہے کہ گویا دریا در کوزہ بند ہے چنانچہ مصنف علیہ الرحمۃ دیباچہ میں فرماتے ہیں کہ بعض درویشوں اور دوستوں کی درخواست پر بعض مسائل تصوف لاینحل کو حل کر کے تصوف کے طالبوں پر احسان عظیم فرمایا ہے قیمت ۳ر